درگاہِ معلّٰی

چشتیاں شریف

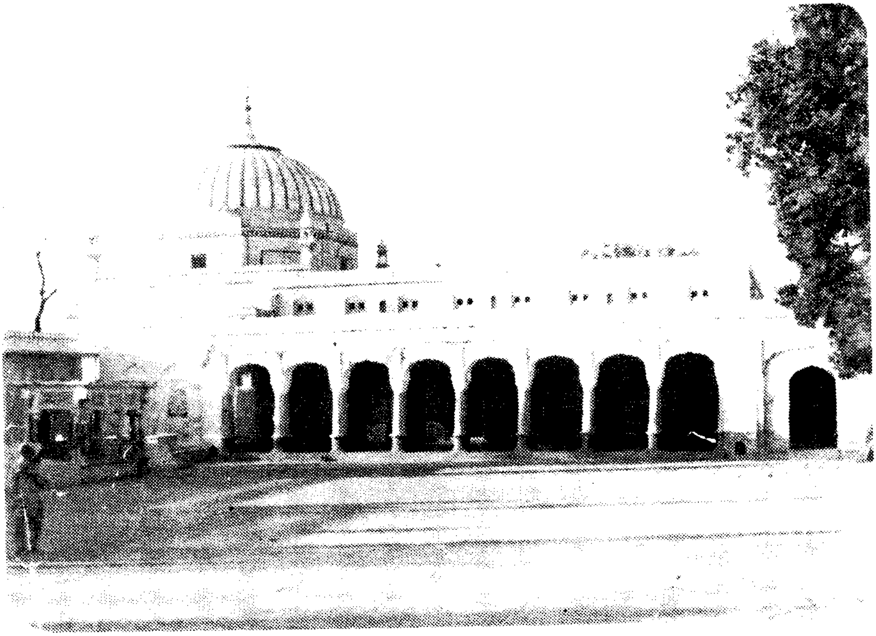

الٰہی تا بہ ابد آستانِ یار رہے

یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

سلسلہ عالیہ چشتیہ

مناقب المحبوبین

تذکرہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمدؒ مہارویؒ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

تالیفِ لطیف

حاجی نجم الدین سلیمانیؒ

حسب ارشاد

حضرت خواجہ خان محمدؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ -

مکمل اردو ترجمہ

پروفیسر افتخار احمد چشتی

چشتیہ اکیڈمی

فیصل آباد - پاکستان

جملہ حقوق محفوظ

ناشر ——— چشتیہ اکادمی فیصل آباد

طابع ——— حسن بشیر پرنٹرز۔ لاہور

طباعت ——— آفسٹ، سفید کاغذ۔ مجلّد

ضخامت ——— ۷۲۰ صفحات ۲۳×۳۶/۱۶

تعداد ——— ۵۰۰ (پانچسو)

قیمت ——— ۱۲۰ روپے (ایک سو بیس روپے)

سال اشاعت ——— سنہ ۱۴۰۸ھ (سنہ ۱۹۸۷ء)

یکے از مطبوعاتِ چشتیہ اکادمی

ناشر

میاں ھارون احمد چشتی

مینجر: مکتبہ الفوائد۔ فرحت منزل چنیوٹ بازار فیصل آباد (پاکستان)

ٹیلی فون:- ۲۸۸۵۵

مناقب المحبوبین

۱۲۷۸ھ

حاجی نجم الدین سلیمانی

تذکرہ کو المحبوبین کے نام سے صاحبزادہ سلیمانیہ دربار والوں نے بیاسی سال عشرہ محمد ادریس کو شائع کیا نے لکھ کر دینے کی کوشش کی

سن ۱۹۵۰ء تک لکھنؤ حضرت مولانا محمد محمود صاحب سلطانی کے پوتے سید محمد فاروق صاحب نے مکمل ترجمہ کیا تھا

مکمل

پہلا مکمل اردو ترجمہ

۱۴۰۸ھ

پروفیسر افتخار احمد چشتی

القول المستحسن فی فخر الحسن مولفہ حسن الزماں
محمد بن قاسم بن ذوالفقار علی الترکمانی
فی مطبع الدہلی اردو اخبار
۱۲۷۶ھ ۱۸۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی
خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے

سُخنِ دلنواز

خواجۂ دلنواز مخدومی و مُرشدی حضرت خواجہ خان محمدؒ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

("مناقب المحبوبین" کا پہلی بار ملخّص ترجمہ اس خادم نے ۱۳۹۷ھ (۱۹۷۷ء)
میں کیا تھا۔ حضرت خواجۂ دلنوازؒ نے اس وقت یہ دعائیہ کلمات تحریر فرمائے تھے)

۷۸۶
۷۹۲

"مناقب المحبوبین" آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے لے کر کے حضرت خواجہ شاہ سلیمانؒ تک سلسلۂ چشتیہ کے ملفوظات میں ایک مستند کتاب ہے۔ یہ فارسی میں ہے جس کا اب رواج نہیں رہا۔ الحمد للہ کہ پروفیسر خلیفہ افتخار احمد صاحب چشتی کو اس کے اردو ترجمے و تلخیص کا شرف حاصل ہوا ہے۔

ربِّ کریم بطفیل سیّد الکونین صلعم و حضراتِ چشتؒ ہم قارئین کو اس تالیفِ لطیف کے پڑھنے اور سمجھنے و عمل کرنے کی طاقت عطا فرماوے۔ نیز اپنی زندگیوں کو اس انداز میں ڈھالنے کی استطاعت بخشے کہ ہم ان کے نام لیوا اپنے آپ کو صحیح پیرِ کار ثابت کر سکیں۔ آمین ثم آمین

خداوند کریم چشتی صاحب کو اس کارِ خیر کا اجرِ عظیم دونوں جہانوں میں عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔"

دعاگو :

فقیر خان محمدؒ عفی عنہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف

۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ

اِنتساب

مرشدی و آقائی ، وارثِ نعمتِ فخری

قدوۃ السالکین ، زبدۃ العارفین

حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کے دستِ مبارک پر اس خادم نے

۱۹۳۷ء میں بیعت کی تھی ۔

شہِ عبدالصمد آں قبلۂ من — بنامِ پاکِ او جانم فداست

شہِ عبدالصمدؒ حضرت میاں کالے صاحبؒ کے نواسے تھے اور میاں کالے صاحبؒ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ (حضرت قبلۂ عالمؒ کے پیر و مرشدؒ) کے پوتے تھے

حصّہ اوّل

ابتدائیہ

مندرجات

	سخنِ دلنواز	۸
	اِنتساب	۹
حِصّہ اوّل	اِبتدائیہ	۱۱
	مندرجات	۱۳
	سلسلۂ شجرہ طیبہ	۱۶
	پیش لفظ	۲۱
	تعارف	۲۷
حصّہ دوم	حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مولانا فخر الدّین تک	۳۹
	دیباچہ مصنّف	۴۱
	۱۔ حضرت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم	۵۱
	۲۔ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؓ	۵۸
	۳۔ خواجہ حسن بصریؒ	۶۲
	۴۔ خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ	۶۴
	۵۔ خواجہ فضیل ابن ایاضؒ	۶۵
	۶۔ حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی	۶۶
	۷۔ خواجہ حذیفہ مرعشیؒ	۷۰
	۸۔ خواجہ ہبیرہ بصریؒ	۷۰
	۹۔ خواجہ ممشاد علو دینوریؒ	۷۱

۱۰۔ خواجہ ابو اسحٰق شامیؒ ۷۲
۱۱۔ خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ ۷۲
۱۲۔ خواجہ ابو محمد ناصر الدین چشتیؒ ۷۴
۱۳۔ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ ۷۵
۱۴۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ ۷۶
۱۵۔ خواجہ حاجی شریف زندنیؒ ۷۸
۱۶۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ ۷۹
۱۷۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ ۸۰
۱۸۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ۸۴
۱۹۔ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ ۸۹
۲۰۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ ۹۵
۲۱۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ ۹۸
۲۲۔ شیخ کمال الدین علامہؒ ۱۰۰
۲۳۔ شیخ سراج الدینؒ ۱۰۲
۲۴۔ شیخ علم الدینؒ ۱۰۴
۲۵۔ شیخ محمود راجنؒ ۱۰۵
۲۶۔ شیخ جمال الدین جمنؒ ۱۰۷
۲۷۔ شیخ حسن محمدؒ ۱۰۹
۲۸۔ شیخ محمدؒ بن شیخ حسن محمدؒ ۱۱۶
۲۹۔ شیخ یحییٰ مدنیؒ ۱۱۸
۳۰۔ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ ۱۱۹
۳۱۔ شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ ۱۲۲
۳۲۔ مولانا فخر الدین دہلویؒ ۱۲۵

حصہ سوم	۱۳۵
قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمدؐ مہاروی رضؓ	۱۳۷
صاحبزادگان مہاروی	۲۱۶
۱۔ مولانا نور محمدؐ ثانی نارووالہ رحؒ	۲۲۲
۲۔ قاضی عاقل محمدؐ صاحب رحؒ	۲۳۷
۳۔ حافظ محمدؐ جمال صاحب ملتانی رحؒ	۲۴۶
حصہ چہارم	۲۷۷
حضرت خواجہ محمدؐ سلیمان تونسوی رضؓ	۲۷۹
صاحبزادگان تونسوی	۵۷۷
۱۔ حضرت خواجہ گل محمدؐ صاحب رحؒ	۵۷۸
۲۔ حضرت صاحبزادہ درویش محمدؐ صاحب رحؒ	۵۸۴
۳۔ میاں عبداللہ معصوم رحؒ	۵۸۶
۴۔ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش طول عمرہٗ	۵۸۷
۵۔ حضرت صاحبزادہ خیر محمدؐ صاحب	۶۰۳
۶۔ حضرت خلیفہ صاحب محمدؐ باران رحؒ	۶۰۹
۷۔ مولوی علی محمدؐ صاحب مکھڈی رحؒ	۶۲۹
۸۔ شاہ صاحب محمدؐ علی شاہ خیر آبادی رحؒ	۶۳۲
۹۔ مولانا حضرت احمد رحؒ	۶۴۱
حصہ پنجم	۶۴۷
حاجی نجم الدین سلیمانی مصنّف	۶۴۹
حرف آخر	۶۹۳
مترجم :- پروفیسر افتخار احمد چشتی	۶۹۹

شجرۂ طیبہ
چشتیہ نظامیہ فخریہ نوریہ سلیمانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ○

امّا بعد فھٰذہٖ سلسلتی من مشائخی فی الطریقۃ الچشتیۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱۔ الٰہی بحرمتِ سید الکونین رسول الثقلین حضرت خواجہ محمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

۲۔ الٰہی بحرمتِ مدینۃ العلوم والمطالب امام المشارق والمغارب امیر المؤمنین امام الاشجعین حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

۳۔ الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی النصر الحسن البصری الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی الفضل عبد الواحد ابنِ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ الٰہی بحرمتِ شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی الفیض فضیل ابن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ امان الارض السلطان ابراهیم ادهم البلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ سدید الدین حذیفة المرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ امین الدّین ابی هبیرة البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ ممشاد علّو دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ سرسلسلہ چشتیان خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ ابی اسحاق شامی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ قدوة الحقّ والدّین ابی احمد ابدال ابن فرسنافة الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الحق والدّین ابی محمد ابن احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الحق والدین ابی یوسف چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الحق والدّین مودود

چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۶ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ مقتداءِ اہلِ عرفان حضرت خواجہ عثمان ہِروَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ قطب العارفین سندِ الموحّدین حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدّین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۸ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ برہان چشتیاں شہید المحبّت حضرت خواجہ قطب الحق والدّین بختیار اوشی کاکی الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۹ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حریق المحبّت امام العارفین سلطان الزّاہدین حضرت خواجہ فرید الحق والدّین مسعود گنج شکر الاجودہنی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۰ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ سلطان العاشقین محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الحق والدّین محمّد بن احمد بداؤنی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۱ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ مستغرق بحرِ شہود شمس العارفین حضرت خواجہ نصیر الحق والدّین محمود چراغ دہلوی اودھی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۱ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ کمال الحق والدّین المشہور بہ علّامہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ سراج الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ علم الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ محمود بعرف شیخ راجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ جمال الحق بعرف شیخ جمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ قطب الاولیاء شیخ الاتقیاء حضرت شیخ حسن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ مظہر اللہ التام الصمد حضرت شیخ محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۹- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ فرد الحقیقۃ قطب المدینۃ الشریفہ حضرت شیخ یحییٰ المدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۰- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ المتخلق باخلاق اللہ والمتصف باوصاف اللہ فانی فاللہ باقی باللہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۱- الٰہی بحرمت شیخ المشائخ سراج الواصلین فخر العاشقین حضرت شیخ نظام الحق

والدّین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

٣٢ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ فخرالاوّلین والآخرین محب النّبی حضرت شیخ فخرالحق والدّین محمّد اورنگ آبادی ثم جہان آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

٣٣ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ سراج السالکین شمس العارفین قبلۂ عالم حضرت خواجہ نورِ محمّد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

٣٤ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ سلطان التارکین غریب نواز حضرت خواجہ محمّد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

٣٥ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت ثانی وارثِ مسندِ سلیمانی حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

٣٦ الٰہی بحرمت شیخ المشائخ قطب الاقطاب محبوب الودود
حضرت خواجہ محمد محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

٣٧ - الٰہی بحرمت شیخ المشائخ قطب الاقطاب سردار الافراد حضرت خواجہ مخدوم نظام الدین محمود کیلانی تونسوی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ

٣٨ - الٰہی بحرمت قطب زمان محبوب الٰہ حضرت خواجہ
مخدوم معین الدین والدین نظام محمود کیلانی تونسوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارک اور صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ کے ارشادات کے بعد اولیاء اللہ اور مشائخ کرام کے ملفوظات کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ صراطِ مستقیم وہ ہے جو میرے انعام یافتہ بندوں کا راستہ ہے۔ اور پھر انعام یافتہ بندوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں۔ صالحین کے اسی انعام یافتہ گروہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اولیاء اللہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ فرمایا:

"اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ"

(بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ مُریدین کو مُرشدین کے ذکر سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "مردانِ خدا کا ذکر خدا کے لشکروں میں سے ایک ایسا لشکر ہے جس کے ذریعے مریدین کو اعانت اور شکستہ قلوب کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔" حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے "تذکرۃ الاولیا" کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:

۱۔ اولیا اللہ کا کلام حُبِ دنیا کو دل سے نکال دیتا ہے۔

۲۔ ان کے کلام سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

۳۔ ان کے کلام کی برکت سے خدا کی دوستی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ ان کے کلام کی سماعت کے بعد زادِ آخرت جمع کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔

حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "اُس مرید کی سعادت کا کیا کہنا جو اپنے پیر کے فرمودہ کو قلم بند کرے اور اپنے گوش و ہوش اس طرف لگائے"۔
حضرت خواجہ حسن دہلویؒ (صاحب فوائدالفواد) نے اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہیؒ کے ملفوظات ترتیب دئیے جنہیں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی جس پر حضرت امیر خسرو دہلویؒ فرماتے ہیں کہ "اے کاش میری تمام تصنیفات خواجہ حسنؒ سے نامزد ہو جاتیں اور ان کے بدلے فوائدالفواد کا حُسن قبول میرے لئے نامزد ہو جاتا۔" نورالدین حسن فخریؒ نے "فخرالطالبین" کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ "مُرشد سے جو کچھ سُنے اُسے اندھیری رات کا چاند جان کر یاد رکھے اور اگر فرصت ہو تو کاغذ پر لکھ کر عمل کرنے کے لئے حفاظت سے رکھے کہ اس میں جو وقت صرف ہوتا ہے، عبادت میں لکھا جاتا ہے۔"

ان ہی پاکیزہ خیالات و نظریات کے تحت اولیاء اللہ، صوفیاء کرام اور مشائخ عظّام کے ملفوظات کو ہر دور میں قلمبند کیا گیا۔ ہر زمانہ میں انہیں مقبولیت حاصل رہی اور ہر دور میں ان کے مطالعہ سے علم و عرفان کے چشمے جاری ہوتے رہے۔
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہیؒ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو وہ کشف المحجوب کا مطالعہ کرے۔ یہ کتاب پیر و مُرشد کا کردار ادا کرے گی۔
محبّ النّبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے مطالعہ میں ہر وقت فوائدالفواد رہتی تھی۔ یہاں تک کہ سوتے وقت آپ کے بستر کے سرہانے ہوتی تھی۔

ملفوظاتِ مشائخ میں مناقب المحبوبین کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ یہ حاجی نجم الدین سلیمانیؒ کی فارسی تصنیف ہے، جسے انہوں نے ۱۲۸۷ھ میں تحریر کیا۔ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک کے مشائخ چشت کے مختصر حالات و کوائف ہیں۔ البتہ حضراتِ محبوبین قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ اور شہبازِ طریقت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مفصّل حالات ہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے فرزندان اور خلفاء کا بھی ذکر ہے

اور حضرت پیر پٹھانؒ کی اولاد اور اُن کے خلفاء کے مناقب بھی ہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے حالات و مناقب میں متعدّد تالیفات و ملفوظات موجود ہیں مگر ان میں مناقب المحبوبین کو مستند ترین ملفوظ قرار دیا گیا ہے۔ ہر مصنّف، مؤلف اور تذکرہ نگار نے اس کتاب کے حوالے ضرور دئے ہیں۔ لہٰذا جو شہرت و مقبولیت اس تالیف و ملفوظ کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہو سکی۔

یہ کتاب پہلے خطّی نسخہ کی صورت میں تھی جسے حاجی نجم الدّین سلیمانیؒ نے خود اپنے قلم سے لکھّا۔ مکمل ہوئی تو حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کی۔ انہوں نے بے حد پسند فرمایا۔ بعد ازاں اسی نسخے سے مزید قلمی نسخے تیّار کئے گئے۔ پہلی بار یہ تصنیف مطبوعہ صورت میں غالباً ۱۲۸۹ھ میں اجمیر شریف سے شائع ہوئی۔ اور جامع مسجد درگاہِ عالیہ حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیریؒ کے خطیب اعظم نے اس کی اشاعت کا انتظام کیا۔ دوسری بار اس کو حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان تونسویؒ کے مرید شیخ الٰہی بخش تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے مطبع دین محمّدی سے چھپوا کر ۱۳۱۲ھ میں شائع کیا۔ یہی وہ مطبوعہ نسخہ ہے، جس سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

خواجۂ دلنواز مخدومی حضرت خواجہ خان محمّد تونسویؒ (سجادہ نشین پنجم آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف) سے مجھے ۱۳۹۴ھ میں بیعت خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ اُسی سال ماہِ صفر میں حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان تونسویؒ کے سالانہ عُرس مبارک پر تونسہ شریف حاضری ہوئی۔ میں نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے حالات و مناقب میں ایک مختصر رسالہ شہبازِ طریقت کے نام سے چھپوا کر پیش کیا، جسے آپ نے بہت پسند فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ چند ترامیم کی طرف اشارہ بھی فرمایا، جو طبع دوم میں کر دی گئیں۔

کچھ عرصہ بعد آپ نے مجھے اپنے کتب خانہ سے مناقب المحبوبین کا لاہور

والا مطبوعہ نسخہ ارسال فرمایا اور اس کے اُردو ترجمہ کا حکم دیا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر ترجمے کا کام شروع کر دیا۔ اُس وقت پروفیسر ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صاحب، پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللطیف صاحب اور پروفیسر محمد اسحاق قریشی صاحب نے میری معاونت و راہ نمائی فرمائی۔ ترجمہ مکمل ہو گیا تو خواجۂ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیا۔ آپ نے پسند فرمایا۔ البتہ یہ حکم دیا کہ اس کی تلخیص کر دی جائے۔ تلخیص کا کام مکمل ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں مسودہ دوبارہ پیش کیا۔ آپ نے منظوری دی اور طباعت و اشاعت کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ آپ ترجمہ و تلخیص کے کام کے دوران ہر مرحلہ پر اپنے مشوروں اور اپنی دعاؤں سے نوازتے رہے اور اصلاح بھی فرماتے رہے۔

مناقب المحبوبین کا یہ ملخص ترجمہ سنہ ۱۳۹۷ھ میں اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور نے شائع کیا۔ تمام حلقوں میں اسے پسند کیا گیا۔ جبکہ بعض احباب کی طرف سے اعتراضات آئے اور بعض نے اغلاط کی نشاندہی کی۔ زیادہ تر احباب و حضرات نے یہ لکھا کہ مکمل ترجمہ جلد از جلد شائع ہونا چاہیئے۔ مخدومی حضرت خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد تشریف لائے تو آپ نے مناقب المحبوبین کے مکمل اُردو ترجمہ کی ترتیب، تکمیل اور اشاعت کے بارے میں تاکید فرمائی۔ آپ نے چشتیہ اکادمی اور مکتبۃ الفوائد کے قیام اور مناقب المحبوبین و دیگر تصانیف و تالیفات کو اس ادارہ کے تحت شائع کرنے کا مشورہ بھی دیا۔

مخدومی جناب خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال، ۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۹۹ھ کو ہوا۔ اس صدمۂ جانکاہ کے بعد میری ہمت و توانائی میں ضعف آ گیا۔ لکھنے پڑھنے کی رفتار بہت سست پڑ گئی۔ مگر کام رُکا نہیں۔ کسی نہ کسی طرح جاری رہا۔ اس دوران دو رسائل آفتابِ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجۂ دلنواز رحمۃ اللہ علیہ ترتیب دیئے۔ بعد ازاں تذکرۂ خواجگانِ تونسوی کی تدوین میں مشغول ہو گیا۔ اس کتاب کی تالیف و ترتیب پر کافی وقت صرف ہوا۔

مناقب المحبوبین کے مکمل ترجمہ کے کام کی جلد از جلد تکمیل کا ارادہ تھا۔ گذشتہ چار سال کے عرصہ میں تغافل کا شکار تو نہ ہُوا، البتہ تفکّراتِ زمانہ، حوادثِ پیہم اور عوارضِ جسمانی نے کام کی رفتار کو بہت سُست کر دیا۔ رفتار سست تھی مگر سفر جاری رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بطفیل حضور نبیّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم و خواجگانِ کرامؒ و حضرات محبوبینؒ کرم فرمایا۔ تاخیر سے سہی مگر الحمدللہ کہ ترجمہ مکمل ہو گیا اور آج اسے مطبوعہ شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔:

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یادِ روئے تو کردم جواں شدم

موجودہ مکمّل ترجمے کے کام میں حسبِ سابق میرے رفیقِ دیرینہ پروفیسر محمد زبیر قریشی صاحب نے تعاون فرمایا اور ترجمہ پر نظرِ ثانی کی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ صاحب نے خصوصی مہربانی فرمائی اور اس پر ایک عمدہ تعارف قلمبند کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے بھی قیمتی مشوروں اور دعاؤں سے نوازا۔

جناب خلیفہ رحیم بخش صاحب سلیمانی کے گرانقدر مشورے، حوصلہ افزا اشعار اور دُعاؤں کا ایک لامتناہی سلسلہ بھی میرے شاملِ حال رہا۔

اِس کتاب کے آخری حصّہ میں حضراتِ محبوبینؒ کی اولادِ نرینہ کے اسمائے گرامی بھی شامل کئے گئے ہیں۔ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی اولادِ عالی مقام کی جامع فہرست تو جناب صاحبزادہ محمد اشرف صاحب نظامی مہاروی دامت برکاتہٗ نے مرتّب کی ہے۔ مَیں اُن کا تہِ دِل سے شکر گزار و احسان مند ہُوں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ جبکہ پیر پٹھان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کی اولادِ ذی وقار کے اسمائے گرامی کی تلاش و تکمیل میں میرے کئی بزرگوں اور دوستوں کا حِصّہ ہے۔ قارئین حضرات سے ان شجروں میں غلطیوں کی نشان دہی کی التماس ہے۔

کتابت و ترتیب کے کٹھن کام میں بالعموم اور ان شجروں کی تیّاری میں بالخصوص برادرِ طریقت پروفیسر عبدالمجید صاحب چشتی نے حسبِ معمول میرے ساتھ تعاون کیا۔ برادرم مسعود جمال صاحب نے طباعت کے سب مراحل کو نہایت خوش اسلوبی سے

پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ نیز حضرات واحباب کی نیک دعاؤں نے ہمیں سرگرم عمل رکھنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ میں ان سب کرم فرماؤں کا خلوصِ دِل سے شکر گزار ہُوں اور دست بدعا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

اگرچہ مناقب المحبوبین کے مکمل اردو ترجمہ کی ترتیب واشاعت کا حکم مجھے مخدومی حضرت خواجہ خان محمد تونسوی نے فرمایا تھا اور ان کی دعائیں ہر مرحلہ پہ میرے شامل حال رہیں مگر میں مکمل ترجمہ کو اس مطبوعہ صورت میں ہرگز پیش نہ کر پاتا اگر جناب خواجہ عبدالمناف صاحب تونسوی دامت برکاتہٗ فرزند ارجمند حضرت خواجہ غلام زکریا صاحب تونسوی نور اللہ مرقدہٗ بدمے ودرمے سرپرستی نہ فرماتے۔ اس طرح حضرت خواجہ دلنوازؒ کے بعد اس کارِ خیر کا تمام اجر وثواب حضرت خواجہ حافظ عبدالمناف صاحب دامت برکاتہٗ کو جاتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے آباؤ اجداد و مشائخ کے مقامات عطا فرمائے۔ آمین

اس ترجمہ میں یقیناً خامیاں ہوں گی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنی کم علمی کی وجہ سے ترجمہ کا پورا حق ادا نہیں کر سکا۔ پس جیسا ہے اسے قبول فرمائیں۔ البتہ اغلاط کی نشاندہی ضرور کریں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جا سکے۔ حضرات و اہلِ سلسلہ سے درخواست ہے کہ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے دنیا و آخرت میں عزت و نجات کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین۔

مکرمی حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی صاحب دامت برکاتہٗ کے اس شعر پہ اس پیش لفظ کو ختم کرتا ہوں۔:

ہمیں بس فخرِ عرفانم کہ خاکِ کوئے جانانم
غلامِ شاہِ سلیمانم مرا از حشر باکے نے

خادم الفقراء
افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی
عفی عنہٗ

کاشانۂ چشتیہ۔ فرحت منزل
چنیوٹ بازار۔ فیصل آباد۔ پاکستان
۷ صفر ۱۴۰۸ھ

تعارف

از پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر صاحب چیمہ ایم اے پی ایچ ڈی
صدر شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج فیصل آباد - پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارگاہِ ایزدی میں حمد و سپاسِ بیقیاس اور دربارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درود و سلامِ بے شمار پیش کرنے کے بعد راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ زبدۃ الاولیاء عمدۃ الاصفیاء رئیس العاشقین انیس العارفین حاجی محمد نجم الدین چشتی نظامی سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ المشائخ سلطان التارکین حضرت خواجہ حمید الدین صوفی سوالی ناگوری فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) کی اولادِ امجاد میں سے تھے جو سلطان الہند خواجۂ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی سجزی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مریدِ خاص تھے۔ حاجی نجم الدین صاحبؒ کے والدِ ماجدؒ بھی ولیِ کامل تھے اور خود حاجی صاحبؒ کو بھی حضرت پیر پٹھان شہبازِ طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء و جانشینان میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ چنانچہ خواجہ سلیمان تونسویؒ نے ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ کے بارے میں یوں اظہارِ خیال فرمایا تھا۔ :

از ہندوستان صدہا مردم نزدِ من آمدہ اند، امّا طالبانِ خدا و صادقانِ در راہِ کبریا دو کس آمدہ اند۔ یکی شاہ صاحب حافظ محمد علی شاہ خیر آبادیؒ، دوم نجم الدینؒ"	ہندوستان سے میرے پاس سینکڑوں لوگ آئے ہیں مگر سچے طالبانِ خدا اور سالکانِ راہِ مولا دو ہی آدمی آئے ہیں۔ ایک حافظ محمد علی شاہ خیر آبادیؒ اور دوسرے نجم الدینؒ۔

حضرت شیخ نجم الحق والملّت والدینؒ کا زمانۂ حیات ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۹ء

سے ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء تک ہے۔ آپ اعلیٰ پایہ بزرگ، صاحب علم و فضل، اہلِ سلوک و معرفت اور مبلّغ و مفسّرِ مسئلہ وحدت الوجود تھے۔ اتباعِ سنّت و احترامِ شریعت کے قائل، اور عشقِ حقیقی و معنوی کے جذبات سے ہمیشہ لبریز رہتے تھے۔ راجپوتانہ میں آپ نے پھر سے ایک بار اپنے اسلاف و اجداد کی خدمات و تبلیغات کی یاد تازہ کر دی اور طریقت و تصوّف کا بازار گرم کر دیا۔ آپ نے شیخاواٹی کے غیر معروف مقام پر "سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ" کی خانقاہ قائم کر لی، جو جلد ہی دانش و حکمت اور روحانیت کا مرکز بن گئی۔ دور دور سے لوگ آپ کی خدمت و صحبت میں کسبِ فیض کے لئے حاضر ہونے لگے۔ بہت سارے سالکان و طالبانِ حقیقت کو آپ نے منازلِ سلوک طے کرانے کے بعد خلافت و نعمتِ باطنی سے نوازا۔ جنہوں نے متعدّد مقامات پر رشد و ہدایت کے مراکز قائم کئے۔ مثلاً جے پور، جودھپور، اودھے پور۔ بیکانیر۔ امروہہ۔ سرسہ، فتح پور، اجمیر وغیرہ میں آپ کے خلفاء نے عرصۂ دراز تک نشر و اشاعتِ سلسلہ اور تبلیغ و ترویجِ دینِ حقّہ کا کام جاری رکھا۔ حاجی صاحبؒ کا مزارِ مبارک آج بھی فتح پور میں مرجعِ خلائق و عوام ہے۔

حاجی صاحبؒ نے طریقتِ چشتیہ سلیمانیہ کی اشاعت و توسیع اور اپنے مشن کو دوام بخشنے کے لئے خلفاء کے علاوہ اولاد و احفاد کا سلسلہ اور فارسی و اُردو و ہندی زبان میں منثور و منظوم تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔

تاریخ مشائخِ چشت میں مرقوم ہے: "حاجی صاحبؒ کی اُردو تصانیف تاریخِ اُردو ادب میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ راجپوتانہ میں اُردو زبان کے فروغ میں آپ کا خاص حصہ تھا۔"

مولانا غلام سرور صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"ہمارے ملک میں اُردو زبان کے سب سے پہلے مصنّف اور حامی آپ ہی ہیں۔ اُردو زبان کی بزمِ ادب یعنی شاعری کا سہرا

بارھویں صدی کے وسط سے آپ ہی کے سرِ اقدس پہ بندھا ہوا نظر آتا ہے۔"

ان تمام کتابوں میں حاجی صاحبؒ نے اخلاق و تصوّف کی تعلیم نہایت دلکش انداز میں دی ہے۔ ان کتابوں کا مقصد عوام الناس میں اسلامی تعلیمات کا پھیلانا تھا۔ مولانا غلام سرور صاحب کے ایک مکتوب میں لکھا ہے :

"یہ تصانیف اس ملک کے بے علم اور کم علم اشخاص کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ بیش بہا جواہر جو عربی فارسی سمندروں کی تہ میں پنہاں تھے وہ آپ نے ریگستان کے جنگلوں میں بکھیر دیئے ہیں۔"

عوام کو مشاہیر صوفیا کے اقوال اس سادگی اور خوبی سے حاجی صاحبؒ نے سمجھائے ہیں کہ بے اختیار آپ کے تبحّرِ علمی اور مہارت فنی کی داد دینی پڑتی ہے نظم میں بزرگوں کے اقوال و سخنان کو اس انداز سے آپ نے نقل کیا ہے کہ وہ گراں نہیں گزرتے بلکہ بڑی خوبی سے ذہنوں اور دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔

حاجی صاحب کی جملہ تصانیف میں سے راقم الحروف کو صرف دو کتابیں : "مناقب الحبیب" اور "مناقب المحبوبین" کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے "مناقب الحبیب" میں بانی و موسس سلسلہ عالیہ چشتیہ ہند جناب سلطان العارفین حبیب ربّ العالمین حضرت خواجہ معین الدّین حسن سجزی چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری و ملفوظات نیز احوالِ اولاد و امجاد کی تفصیل ہے۔ اور "مناقب المحبوبین" کا جائزہ آئندہ صفحات میں قارئین کرام کی نذر کیا جائے گا۔

"مناقب المحبوبین" کو حاجی نجم الدّین سلیمانی صاحبؒ نے ۱۲۷۸ھ میں تالیف و تدوین کیا، جسے خاکپائے حضرات چشتیہ اور مرید و عقیدتمند حضرت غوث زماں خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ — شیخ الٰہی بخش تاجر کتب کشمیری بازار لاہور — کی فرمائش پر ۱۳۱۲ھ میں لاہور سے شائع کیا گیا۔ اس مطبوعہ نسخے کے سرورق پر

"کتاب مستطاب واسطۂ سلوکِ چشتیہ اعنی ملفوظات حضرت خواجہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ مسمّی بہ مناقب المحبوبین" کے کلمات مندرج ہیں۔ "تاریخ مشائخ چشت" میں "مناقب المحبوبین در حالات مشائخ سلسلہ نظامیہ مع ملفوظات خواجہ تونسویؒ" کے الفاظ درج ہیں۔ پروفیسر افتخار احمد چشتی صاحب کے ترجمہ تلخیص مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور کا عنوان اس طرح مرقوم ہے: "مناقب المحبوبین، تذکرہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ و حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ" پھر اسی تلخیص کے آغاز میں عرضِ مرتب میں اس طرح ضبط ہے:

"محبوبین سے آسمانِ شریعت و طریقت کے ہی آفتاب و مہتاب مراد ہیں۔ مناقب المحبوبین انہی دو بزرگ حضراتِ چشت حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔"

حاجی صاحبؒ نے کتاب کے آغاز میں مختصر دیباچہ تحریر کیا ہے۔ اس میں بڑے عالمانہ و عارفانہ انداز میں خداوند متعال کی حمد و ثنا بیان کی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا ہے۔ نعتیہ غزل کے چار اشعار بھی درج کئے ہیں۔ پھر آلِ اطہار و ازواج و اصحاب و تابعین کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حمد و درود و سلام کے بعد حاجی صاحبؒ نے بڑے دلچسپ انداز میں معجزاتِ انبیاء و کراماتِ اولیاء کا تطبیقی ذکر کیا ہے۔

ازاں بعد حاجی صاحبؒ نے اپنا نام، بطور مؤلف، سالِ تالیف اور اپنی عمر کا ذکر کرکے وجہ تسمیہ تصنیف کتاب پر روشنی ڈالی ہے اور کتاب کا نام نامی "مناقب المحبوبین" ضبط و ثبت کیا ہے۔ دیباچہ کے اختتام پر مطالب و محتویات کتاب کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے۔

اس طرح حاجی صاحبؒ نے "مناقب المحبوبین" کو ایک نغز و پُر مغز و پُر معنی دیباچہ سے مزین کرکے مقصود و مدعائے کائنات، سرورِ دو عالم و سرکارِ دو جہان، حضور

اقدس و اطہر، پیغمبر اعظم و اکرم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم سے تذکرہ کا آغاز ان الفاظ میں کیا ہے :

"ذکر خیر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم"

مؤلف نے اپنے شجرۂ طریقت کے جملہ بزرگان و خواجگان و پیران و مشائخ عالی مقام کے شرح احوال حضرت مولانا فخر الدّین فخر جہان محب النبی دہلوی رح تک تو نہایت اختصار کے ساتھ محض تبرکاً تحریر کئے ہیں مگر اپنے دادا پیر حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رح کے حالات و مقامات کو قدرے تفصیل سے لکھا ہے اور کتاب کا بیشتر حصہ مؤلف کے پیر و مرشد حضرت شہبازِ طریقت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رح کے احوال و مقامات، مناقب و کمالات، کرامات و خوارق عادات، معمولات و خدمات اور ارشادات و ملفوظات کے لئے مختص ہے۔

بطور مجموعی اور بنظرِ غائر کتاب منیف مناقب المحبوبین کو دیکھا جائے تو یہ "سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ کا ایک مختصر" دائرۂ معارف" ہے جس میں صاحب کتاب نے ہر شیخ سلسلہ کے بارے میں ضروری معلومات و اطلاعات فراہم کر دی ہیں۔ تاریخ ولادت و وفات، عمر، مقام مزار، شجرات نسب اور خلفاء کے اسماء کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ علاوہ بر آں مشائخ و خواجگان کے کار ہائے نمایاں، معمولات زندگی، تبلیغات دینی، خدمات علمی اور افکار عرفانی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ بعض بزرگوں کی کتب و تصانیف و رسائل کے نام بھی گنوائے گئے ہیں۔ اکابر اسلاف و اقطاب کی بعض ایسی تالیفات سے بھی جگہ بجگہ استناد کیا گیا ہے جو مشائخ چشت کی توجہ کا موجب رہی ہیں۔ پھر جن کتابوں سے مطالب و واقعات منقول ہیں اکثر و بیشتر مقامات پر اُن کے نام بطور حوالہ وسند درج ہیں۔ سیر الاولیا، سیر العارفین، سیر الاقطاب، اخبار الاخیار، مراۃ الاسرار، اقتباس الانوار، شجرۃ الانوار، مجمع الاولیاء، مراۃ ضیائی اور تذکرۃ الواصلین کے اسامی کا تو مؤلف نے دیباچہ ہی میں ذکر کر دیا ہے۔ علاوہ بر آں بہت ساری کتب غیر فانی و تاریخی و سوانحی اور تذکرہ جات کے نام دورانِ

مطالعہ ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں، جو مؤلف کے وسیع مطالعہ وتحقیق وجستجو اور علمی موضوعات پر ان کی کامل دسترس کا ثبوت ہیں۔

حاجی صاحبؒ نے بعض جگہوں پر مواقع کی مناسبت سے لغوی مباحث کا اندراج بھی کیا ہے۔ بعض خصائص مشائخ چشت از قبیل دینوری، فرشنافہ، ہروئی، سجزی، اوشی، کاکی بختیار، اجودھن۔ پاکپٹن گنج شکر، اودھ، بداؤں، چراغ دہلی چشتی و چشتیہ کا باہتمام خاص خواجگان معتبر مولانا فخر الدین دہلویؒ اور خواجہ نور محمد مہارویؒ کی آراء کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی طرح بعض اقطاب خانوادۂ چشتیہ کے انساب کے متعلق بھی مصنف نے رائے زنی کی ہے۔

سلاسل طریقت کے اعتبار سے 'مناقب المحبوبین' سے کئی اہم معلومات دستیاب ہوتی ہیں بعض خواجگان چشت نے دوسرے سلاسل سے بھی اکتساب فیض کیا ہے مثلاً شیخ محمود راجنؒ اور شیخ حسن محمدؒ کے نام اس ضمن میں قابل ذکر ہیں — شیخ محمود راجن (م ۹۰۰ھ/۱۴۹۴ء) کو چشتیہ کے علاوہ سلسلہ طریقت مغربیہ سہروردیہ، شطاریہ سے بھی خلافت حاصل تھی۔ اور شیخ حسن محمد (م ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء) نے چشتیہ سہروردیہ، گازرونیہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ۔ فردوسیہ کبرویہ سلاسل سے خلافت واجازت اخذ کی تھی۔ مؤلف نے ان مشائخ کے پورے شجرات قلمبند کئے ہیں۔ اسی طرح حاجی صاحبؒ نے اپنے سلسلۂ طریقت کے بارے میں بعض ذی قیمت اطلاعات مہیا کی ہیں۔ مثلاً خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ (م ۱۷۷ھ/۷۹۳ء) کے ذکر میں ضمنًا تحریر کرتے ہیں کہ ان کے ذریعہ و واسطہ سے ہمارا تعلق سلسلہ کبرویہ سے منسلک ہوتا ہے۔ ثبوت کے لئے پورا شجرہ نقل کر دیا ہے۔ حاجی صاحبؒ ہر شیخ وخواجۂ چشت کے خلفا کا ذکر کرتے کرتے خلیفۂ اعظم وسجادہ نشین اصلی کی طرف اشارہ کر جاتے ہیں اور ثبت کر دیتے ہیں کہ ہمارا سلسلہ فلاں شیخ و پیر سے آگے چلا۔ اس طرح شجرۂ طریقت کی نسبت سے بحث مربوط ہو جاتی ہے۔

حاجی صاحبؒ نے حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کے الفاظِ قدسی و اقوال زریں

میں ایک جگہ لکھا ہے :

" فرمودند حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ ہمہ فرزندانِ خود را در سلسلۂ قادریہ بیعت کردہ بودند و می فرمودند کہ سلسلۂ چشتیہ پُرمشقت و ریاضت است و دامن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ' فراخت و باعثِ پوشیدگی و گنجائش ہمہ است ۔"

بدیں نحو حاجی صاحبؒ نے آدابِ سلوک کے لحاظ سے گاہی سلاسل تصوف کے تقابلی جائزہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے جو محققین و منتقدین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

'مناقب المحبوبین' بلاشک ادبی خصائص و علمی حقائق سے معمور ہے۔ اس میں آیات، احادیث، اقوال، ابیات، اشعار، رباعیات اور مثنویات بزرگاں کا برمحل استعمال ملتا ہے۔ بعض اوقات واقعات کی نسبت سے دلائل کو محکم کرنے کے لئے مؤلف نے اپنے یا دوسرے اساتذہ کے اشعار ضبط کئے ہیں جو بہت موزوں لگتے ہیں۔ حاجی صاحبؒ نے اعاظم مشائخ سلسلۂ چشتیہ کے تراجم احوال مع ذکر اسناد لکھے ہیں اور آفتاب و ماہتاب کے حالات، واقعات ملفوظات، ارشادات و تعلیمات کو بالعموم "نقلست" کے الفاظ کے ساتھ حیطۂ تحریر میں لائے ہیں۔ بعض واقعات کے آغاز میں راوی و ماخذ کا نام درج ہے اور بعض اوقات منقولات کے آخر پر روایت کنندہ یا کتب ماخذ کے نام آتے ہیں۔ بعض جگہوں پر "ایضاً فیہ" کے الفاظ تحریر ہیں۔ "مناقب المحبوبین" کا یہ اسلوب و طرزِ نگارش خواجہ امام بخش مہاروئیؒ (م، ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۱ء) کے تذکرہ "مخزنِ چشت" میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

حاجی صاحبؒ نے نقلِ واقعات کے دوران بعض نہایت اہم، ارزندہ' نایاب اور گراں بہا اطلاعات بہم پہنچائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مواضع بہا دلپور میں "شیخ داہن" کے مقام پر حضرت رسولِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا

جُبہ مبارک محفوظ ہے۔ جہاں حضرت قبلۂ عالم مہارویؒ کے ولی مادر زاد ہونے کے ضمن میں مختلف روایات منقول ہیں۔ ایک روایت قبلۂ عالمؒ کی والدہ کے سنّ بلوغت کو پہنچنے سے بھی پہلے کی مسطور ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں سیّد جلال الدّین بخاریؒ کے خلفاء میں سے شیخ عبداللہ جہانیاں نیکوکارہؒ کے سجادہ نشین شیخ فتح دریا نیکوکارہؒ نے ایک موقع پر آپؒ کی والدہ ماجدہ کو دیکھ کر اظہار خیال فرمایا :

"حق تعالیٰ مرا معلوم کنانیدہ است کہ از شکمِ ایں عاقل بی بیؒ غوثِ زمانہ پیدا خواہد شد کہ از فیض او ہمہ عالم سیراب خواہند شدُ"

شیخ عبداللہ جہانیاںؒ کا وطن مالوف بہاول پور کے علاقے میں "موضع شیخ واہن" تھا جہاں جبہ شریف محفوظ و مصئون پڑا ہے۔ لکھتے ہیں :۔

"شیخ فتح دریا نیکوکارہؒ از کاملان صاحبِ نسبت و کشف و کرامت وقت خود بود و خلیفہ د سجادہ نشین شیخ عبداللہ جہانیاںؒ بود کہ لقب او نیکوکارہ است۔ و خلفا و اولاد او را ہم نیکوکارہ گویند وایں عبداللہ جہانیاں نیکوکارہؒ از خلفاء حضرت مخدوم جہانیاں سیّد جلال الدّین بخاریؒ بود۔ وطن او موضع شیخ واہن متعلقہ گوٹھ قائم رئیس من عملہ بہاولپور است و در موضع شیخ واہن مذکور جبہ شریف رسول علیہ السلام ہم است۔"

"مناقب المحبوبین" میں بعض شرعی مسائل کی توجیح و توضیح قرآن و سنّت کی روشنی میں بڑے دلچسپ پیرائے میں کی گئی ہے جو دِل میں اُتر جاتی ہے۔ مثلاً حافظ محمّد جمال ملتانیؒ خلیفۂ حضرت قبلہ عالمؒ کے کلماتِ قدسی میں مرقوم ہے :

۱۔ فرمودند کہ بما بقی آبِ استنجا وضو جائز است کہ رسول علیہ السلام چنیں کردہ بود۔

۲۔ فرمودند کہ وضو مثلِ جواناں کردہ شود و نماز چوں ضعیفان

باید گزارد یعنی با آہستگی تمام۔

۳۔ فرمودند: طالب را باید کہ ہر وقت با وضو باشد و اگر وضو دشوار بود تیمم باید نمود۔

۴۔ فرمودند الوضوء علی الوضوء نورٌ علیٰ نور است۔

۵۔ و فرمودند کہ آفتابہ را ہمیشہ پُر از آب باید داشت کہ مستحب است۔"

بعض عرفانی مطالب کی وضاحت میں رہروانِ تصوف کی خاطر حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ کے پورے پورے رقعات و خطوط نقل کر دیئے ہیں۔

حاجی صاحبؒ نے اپنے پیر و دادا پیر کے اسماء بطور عنوان مع القابات کثیر درج کئے ہیں بایں طریق:

"ذکرِ آں آفتابِ فلکِ ولایت۔ خورشیدِ بُرجِ ہدایت۔ وارثِ ملکِ نبوت، شاہنشاہِ اقلیمِ غوثیت۔ قطبِ مدارِ عالم، سند الواصلین فخرالعارفین، منبعِ انوارالصمد، مظہرِ اسرارِ احد، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ۔"

"ذکرِ آں سلطانِ تارکان و برہانِ عارفان و دلیلِ واصلانِ محبوب الرحمٰن حبیب السبحان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ۔"

کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مؤلف نے بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ مراد و مرید، شیخ و خلیفہ، آفتاب و ماہتاب، حضرت قبلۂ عالمؒ و حضرت شہبازِ طریقتؒ کے احوال و مناقب کو بتفصیل ضبطِ تحریر کیا ہے۔ خواجہ سلیمان تونسویؒ کے حالات و مقامات و ملفوظات کو، جیسا کہ کتاب کے سرورق سے بھی نمایاں ہے اور پیچھے اظہار بھی کیا جا چکا ہے، حاجی صاحبؒ نے زیادہ تفصیلات

کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔

حاصل یہ کہ مناقب المحبوبین، شریعت و طریقت اور حکمت و معرفت کا مرقع ہے۔ اس میں حقائق و معارفِ روحانی اور لطائف و مطالب معنوی کا ذکرِ جمیل ہے۔ اسرارِ باطنیہ و رموزِ الٰہیہ اور اشاراتِ عرفانیہ و وارداتِ قلبیہ کے خزائن پوشیدہ ہیں۔ اولیاء و عرفا کے تصرفات و کمالات اور کرامات و مکشوفات کا بیان ہے۔ وجد و سماع کی کیفیات و حکایات کے اذکار موجود ہیں۔ سالکان و طالبان کی اصلاح و تربیت کے لئے بعض اوراد و وظائف اور ختموں کی ترکیب تک مؤلف نے بتا دی ہے۔ حتیٰ کہ آدابِ تصوف، اطوارِ سلوک، انوارِ معرفت اور تجلّیاتِ حقیقت کے تذکار وافر اور بکثرت ہیں۔ مصنف نے گاہ گاہ اپنے دور اور ادوارِ پیشین کے تاریخی واقعات، اجتماعی حالات اور اخلاقی نکات کی نشان دہی بھی کی ہے۔ مگر اس مختصر میں زیادہ طولِ کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے اس تبصرہ و جائزہ کو یہیں پر ختم کیا جاتا ہے۔

'مناقب المحبوبین' کے آخر پر کسی معتقدِ خاص نے اپنا نام ظاہر کئے بغیر حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات بھی شاملِ کتاب کر دیئے ہیں جو آپؒ کی شخصیت سے آشنائی و آگاہی حاصل کرنے کا بہترین ماخذ و ذریعہ ثابت ہو رہے ہیں۔ قرائن و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ حاجی صاحبؒ مختلف علوم و فنون میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور بلا مبالغہ ایک پُر مایہ ادیب، شاعر، تاریخ گو، سوانح نگار، صوفی، عارف، ولی اللہ، مصنّف، مؤلف اور محقق تھے۔

بندہ ناچیز راقم الحروف' استادِ محترم پروفیسر افتخار احمد چشتی سلیمانی صاحب کی خدمتِ عالیہ میں ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرتا ہے کہ انہوں نے کتاب لطیف و مفید "مناقب المحبوبین" کو اردو زبان میں منتقل کر کے اہلِ تصوف و تحقیق پر ایک نیا باب

ادا کر دیا ہے۔ پروفیسر چشتی صاحب نے اس پیرانہ سالی میں مسلکِ چشتیہ اور عرفانِ سلیمانیہ کی ترویج و توسیع کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصّہ تو پنجاب کی مختلف تعلیمی درس گاہوں میں علومِ اسلامیہ و دینیہ کی تدریس و تعلیم میں گزرا مگر آجکل وہ علومِ باطنیہ و معارفِ چشتیہ کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اس کی خاطر آپ محافلِ ذکر کا انعقاد بھی کرتے ہیں اور تصنیف و تالیف کے کام میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ طریقتِ چشتیہ کے بارے میں تحقیقات و مطالعا آپ کا خاص موضوع اور میدان ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی حیثیت ایک متخصص کی سی ہے۔ آپ کا سارا زور چشتیہ نظامیہ فخریہ کی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کو اُجاگر کرنے اور ان کی خدمات و تعلیمات کو منظرِ عام پر لانے میں صرف ہو رہا ہے۔

فیصل آباد میں پروفیسر چشتی صاحب کی خاص عنایات و نوازشات ہیں۔ جامعہ چشتیہ کی تأسیس و بنیاد اور چشتیہ اکادمی کا قیام و نظام آپ ہی کے دم قدم سے ہے۔ یہ دونوں ادارے فیصل آباد میں گراں قدر تعلیمی و دینی و تحقیقی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ "ماہنامہ روحانی پیغام فیصل آباد" بھی آپ کی وساطت سے شائع ہو رہا ہے۔ اس میں چشتیہ سلسلہ کی پیش رفت و ترقی کے لئے آپ کے وسیع و عریض منصوبہ جات کی تفصیل چھپتی رہتی ہے۔ اب تک آپ کی متعدد تصانیف چھپ کر قارئین و متوسلین و متعلقین سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ ان میں سے مناقب المحبوبین (تلخیص اردو ترجمہ) اور تذکرۂ خواجگانِ تونسوی قابلِ ذکر اور معروف تر ہیں۔ بقیہ تصانیف مشائخ چشت کے سوانحی خاکوں پر مشتمل مختصر رسالوں کی صورت میں ہیں۔ مخزنِ چشت اور مناقب المحبوبین کے مکمّل تراجم بھی اشاعت کے مراحل میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان دو مفصّل و مدلّل کتابوں کے تراجم پروفیسر چشتی صاحب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ بیشک آپ صد تحسین و ہزار آفرین کے مستحق ہیں۔

"مناقب المحبوبین" آنجناب کی محبوب و مرغوب کتابوں میں سے ہے ہر وقت

آپ کی میز پر موجود رہتی ہے۔ اس پر آپ کو خصوصی ادراک حاصل ہے۔ آپ نے اس کا عام فہم اور سلیس اُردو زبان میں ترجمہ کر کے اہلِ سلوک اور اربابِ طریقت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اگرچہ پیشتر ازیں اس کا ملخص ترجمہ بھاری تعداد میں چھپ کر دُور و نزدیک پہنچ چکا ہے۔ مگر کامل کتاب کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم الثبوت ہے۔

قبلہ پروفیسر چشتی صاحب، ہیچمدان راقم الحروف پر خاص نظرِ کرم رکھتے ہیں۔ ہمیشہ لطف و محبت سے پیش آتے ہیں علمی و تحقیقی کاموں میں حوصلہ افزائی فرماتے اور مشفقانہ راہنمائی و مخلصانہ سرپرستی سے نوازتے رہتے ہیں۔ ابھی محرم الحرام ۱۴۰۷ھ میں آپ نے شیخ العالم خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس کی مناسبت سے احقر کا مقالہ "حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے ننانوے نام" کتابچے کی صورت میں چھاپ کر ہمت افزائی فرمائی ہے اور اس کے لئے "مناقب الفرید" کا عنوان آپ ہی کا تجویز کردہ ہے۔

یہ حقیر پُرتقصیر خداوند قدوس کی بارگاہِ اقدس میں دست بدعا ہے کہ بہ برکت حضرت رسالت مآب فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم اور بہ حُرمت حضراتِ چشتیہ بہشتیہ رحمہم اللہ حق تعالیٰ "مناقب المحبوبین" کے اس ترجمے کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ پروفیسر بزرگوار کو سلامتی و تندرستی و توانائی کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے۔ آپ کی اصلاحی و تبلیغی و تربیتی کوششوں کو بارآور کرے اور بیش از بیش علمی وادبی و تحقیقی کام انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حِصّہ دوم

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم
سے لے کر
حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک

دیباچۂ مصنّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
وتمم بالخیر

اُس ہادی و آفریدگار کی بے شمار حمد و ثنا، جس نے انبیائے کرام کو جملہ مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور انہیں مختلف اقسام کے معجزات اور روشن دلائل عطا کئے۔ جس نے اولیائے کرام کو گمراہوں کی راہ نمائی کے لئے بھیجا اور انہیں بے شمار کرامات اور خوارقِ عادات عطا کئے۔

آسماں سجدہ کند پیش زمینے کہ در و
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

(ترجمہ: آسمان زمین کے اُس ٹکڑے کے سامنے سجدہ کرتا ہے، جہاں چند اللہ والے محض چند لمحوں کے لئے محض اللہ کی خاطر جمع ہوتے ہیں)

بے شمار درود اور نعت بشیر و نذیر اور سراجِ منیر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" (ترجمہ: اے پیغمبرؐ اگر آپ کو پیدا نہ کرتے تو افلاک کو بھی پیدا نہ کرتے) اس کے ادنیٰ اوصاف میں سے ہے اور "لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ رُبُوْبِیَّتِیْ" (ترجمہ: اے نبیؐ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیّت کو بھی ظاہر نہ کرتا) اس کی کمترین تعریف ہے۔

زہے شانِ حبیب سیدِ مقبولِ کونینے
رسولِ اعظم و مسند نشینِ قابَ قوسینے

(ترجمہ: سبحان اللہ! دونوں جہان کے محبوبؐ کی کیا شان ہے آپؐ سب نبیوں کے سردار قابَ قوسین کے مسند نشین ہیں۔)

نخستیں جلوۂ حُسنش، قدیے عالم آسائے
وجودِ اوّل و آخر ظہورِ تاجِ حرمینے

(ترجمہ: تخلیقِ کائنات کا باعث اس کی پہلی جھلک ہے۔ وہی اوّل ہے وہی آخر ہے۔ اُسی کے سر پہ حرمین کا تاج ہے)

مقدّس طینتے، دانا دلے، مقصودِ ایجادے
معلّے گوہرے، والا نژادے، جدِّ حسنینے

(ترجمہ۔ آپؐ پاک طینت، دانا دل اور آفرینشِ کائنات کا اصل مقصود ہیں۔ آپؐ عالی نسب، اعلےٰ نسل والے اور حسنؓ و حسینؓ کے جدِّ امجد ہیں)

محیطِ رحمتِ دریا، ظہورِ مظہرِ فیضے
ہمایوں طلعتے، میموں لقا، محمودِ دارینے

(ترجمہ: آپؐ رحمتوں کے سمندر کے محیط اور مظہراتِ ربّانی کا ظہور ہیں۔ آپؐ مبارک شمائل اور خوب صورت چہرے والے ہیں، جو دنیا و آخرت میں سراہے گئے ہیں)

اور اُن کی آلِ اطہر، ازواجِ مطہّرات، اصحاب اور تابعین پر قیامت تک لاکھوں سلام، کہ اُن کے ادنیٰ اوصاف کی یہ شان ہے کہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"کلّ نسب وحسب ینقطع یوم القیامۃ الّا حسبی ونسبی اکرموا اولادی الصالحون للہ والطالحون لی"

(ترجمہ: قیامت کے دن ہر حسب و نسب ختم ہو جائے گا، سوائے میرے حسب و نسب کے۔ میری اولاد کی عزّت کرو۔ ان میں جو نیک ہیں، ان کی اللہ کی خاطر اور جو نیک نہیں ہیں، ان کی میری خاطر)

انہی کے فضائل میں سے ہے کہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "اَلعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الاَنبِیَاءِ" (ترجمہ: علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں) کوئی نبی یا ۴۷

رسُول ایسا نہیں ہے کہ اُس جیسا کوئی ولی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا نہ ہوا ہو اور انبیاء کرام سے کوئی ایسا معجزہ ظاہر نہیں ہُوا کہ اُس جیسی کرامت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کرام سے ظاہر نہ ہوئی ہو۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مَا مِنْ نَبِیِّ اِلَّا وَلَہٗ نَظِیْرٌ فِیْ اُمَّتِیْ" (ترجمہ:۔ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی نظیر اور مثال میری امت میں موجود نہ ہو) اگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر آتشِ نمرود گلزار بن گئی تو حضرت خواجہ عثمان ہارُونیؒ پر آتش پرست کی آگ گلزار بن گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ ہونے کا رتبہ عطا فرمایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے صدہا اولیاء کرام کو اس مقام سے مشرّف فرمایا۔

سیّدی و مولائی شیخنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ کلیمی سے مشرّف فرمایا اور اپنی ہزاروں باتیں بلا واسطہ آپ کو سنوائیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض الہاماتِ غوثیہ میں یوں مرقوم ہیں:۔

"جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ میں نے پروردگار کا دیدار کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے غوثِ اعظم جو شخص علمِ حقیقی حاصل کرنے کے باوجود مجھ سے دیدار کی درخواست کرتا ہے تو وہ میری زیارت سے محروم رہتا ہے اور جو شخص دیدارِ الٰہی اور علمِ حقیقی میں کوئی فرق سمجھتا ہے تو اُسے دیدارِ الٰہی نصیب نہیں ہوتا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے غوثِ اعظم جو شخص میرا دیدار کر لیتا ہے تو پھر اسے کسی حال میں بھی سوال کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور جو شخص میرے دیدار سے محروم رہتا ہے تو خواہ وہ کتنی بار ہی سوال کرتا رہے اُسے سوال کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور وہ سوال کرنے کے باوجود انعامِ خداوندی سے محروم رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ کوئی صاحبِ علم اُس وقت تک اللہ تعالیٰ تک

نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ علم کے غرور سے باہر نہیں نکل جاتا۔ اور اگر وہ علم کو ترک نہیں کرتا تو وہ شیطان بن جاتا ہے۔

نیز غوث اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو اُس سے عشق کا مفہوم دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری طرف بڑھنا اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز سے منقطع کرنے کا نام عشق ہے۔ غوث اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خدا کا دیدار کیا تو معراج کی حقیقت کے بارے میں دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، معراج کا مطلب یہ ہے کہ انسان میری طرف پرواز کرے اور خدا کے سوا ہر چیز سے کٹ جائے نیز خدا نے فرمایا کہ معراج یہ ہے کہ انسان کی نگاہ کو کوئی چیز اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔ اے غوث اعظم جو شخص میری طرف معراج نہیں کرتا تو اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور جو شخص نماز سے محروم ہوتا ہے وہ معراج سے بھی محروم رہتا ہے۔ اور جو شخص معراج سے محروم ہو جائے تو گویا وہ ہر چیز سے محروم رہ گیا۔"

اسی طرح سید السادات حضرت سید جعفر مکیؒ خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کو بھی حق تعالیٰ نے مرتبۂ کلیمی عنایت کیا تھا۔ چنانچہ اخبار الاخیار میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ اے میرے بندے میرا جلال میرے جمال کی جولان گاہ ہے اور میرا جمال درحقیقت میرے جلال کا ہی نور اور پرتو ہے اے میرے بندے تو میرے جلال اور جمال کے درمیان موجود رہتا ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس طرح "قُم باذن اللہ" سے مُردے زندہ کرتے، اسی طرح جناب شمس الدین تبریزیؒ "قُم باذنی" کہہ کر مردے کو زندہ کر دیتے۔

قُم باذنی و قُم باذن اللہ
ہر دو یک نغمہ ایست از لبِ یار

(ترجمہ: قُم باذنی اور قُم باذن اللہ دونوں دوست کے لبوں سے نکلنے والا ایک ہی نغمہ ہے)
یہ سب حضور نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہی شان وشوکت ہے کہ آپؐ کی اُمت کو اللہ تعالیٰ نے اس بلند درجہ تک پہنچایا ہے اور قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت میں ایسے اولیاءِ کرام پیدا ہوتے رہیں گے۔ جیسا کہ فصوص الحکم میں شیخ اکبر حضرت شیخ محی الدّین ابنِ عربیؒ نے لکھا ہے:۔

"شیث نوعِ انسانی کا آخری انسان ہوگا وہ اسرارِ ربّانی کا حامل ہوگا۔ اس کے بعد کوئی انسان پیدا نہ ہوگا۔ وہ پیدا ہوگا تو اس کی بہن اس کی ولادت سے قبل ہی پیدا ہو چکی ہوگی۔ وہ چین میں پیدا ہوگا اور چینی زبان بولے گا وہ دیکھے گا کہ مرد اور عورتیں تولیدی قوّت سے محروم ہو چکی ہیں۔ شادیاں بکثرت ہوں گی لیکن اولاد پیدا نہ ہوگی۔ وہ لوگوں کو راہِ خداوندی کی طرف بلائے گا۔ لیکن کوئی شخص اس کی بات پر کان نہ دھرے گا۔ جب وہ اور دیگر تمام مومن فوت ہو جائیں گے تو باقی تمام لوگ جانوروں کی طرح زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ وہ اللہ کے حلال و حرام کی پرواہ نہ کریں گے۔ وہ عقل و شریعت کی تمام حدود پامال کرتے ہوئے شہوت رانی کرنے لگ جائیں گے تو ایسے حالات میں قیامت آجائے گی۔"

پس قیامت کی آخری نشانی یہ ہے کہ زمین پر ایک ولی بھی زندہ موجود نہ رہے گا اور جب تک زمین پر ایک ولی بھی زندہ موجود ہوگا، قیامت برپا نہ ہوگی۔ چنانچہ مولانا جامیؒ نے نقد فصوص شرح فصوص میں لکھا ہے کہ "فَاِنَّ الْاِنْسَانَ الْکَامِلَ رُوْحُ الْعَالَمِ وَالْعَالَمُ جَسَدٌ" (ترجمہ: انسان کامل دُنیا کے لئے رُوح کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ پورا جہاں اس انسان کے لئے جسم کی حیثیت رکھتا ہے) اور حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ "لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ فِی الْاَرْضِ مَا دَامَ فِیْہِ مَنْ یَّقُوْلُ اللّٰہ اللّٰہ" (ترجمہ:۔ جب تک اس کرہ ارضی پر کوئی ایک شخص بھی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے، قیامت نہیں آئے گی) زمین پر سبزہ ان کے مبارک قدموں کی برکت سے

نقد النصوص شرح نقش ال...
۶

اُگتا ہے۔ اور آسمان سے بارش ان کی برکت سے نازل ہوتی ہے اور اللہ کی مخلوق سے بلائیں ان کے تصرفات سے دُور ہوتی ہیں۔

یہ بندۂ گناہ گار نجم الدین چشتی نظامی فخری نور محمدی سلیمانی عفی اللہ عنہ، جو حضرات خواجگانِ چشت کے قدموں کی خاک ہے اور ان کے خرمن کا ایک ادنیٰ خوشہ چین ہے، عرض کناں ہے کہ بچپن سے لے کر سالِ رواں ۱۳۷۸ھ تک جبکہ فقیر کی عمر پنتالیس ۴۵ سال ہو چکی ہے۔ ہر خاندان کے اولیاء اللہ کے صدہا ملفوظات اور اُن کے مناقب اس فقیر کی نظر سے گزرے ہیں۔ خاص طور پر حضرات خواجگان چشت کے ملفوظات اکثر اس فقیر کے زیرِ مطالعہ رہے ہیں۔ اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے لے کر محبّ النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین صاحبؒ کے حالات و مناقب ان کے سنِ ولادت و وصال اور دیگر حالات سے فقیر واقف تھا۔ لیکن سند الواصلین مظہر اسرارِ احد حضرت خواجہ نور محمّد صاحب مہارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان صاحب تونسویؒ اور ان ہر دو محبوبانِ سبحانی کے خلفاء کے احوال، سنِ ولادت، سنِ وصال خوارقِ عادت، کرامات اور مقامات سے ناواقف تھا۔ کیونکہ ان کے احوال میں بہت کم لکھا گیا تھا۔ اگرچہ اپنے معتبر پیر بھائیوں اور ان حضرات کی اولاد سے اکثر ان دونوں "قران السعدین"، نہیں نہیں، ان ہر دو شمس و قمر کے مناقبات اور خوارقِ عادات اس فقیر کے کانوں تک پہنچے تھے لیکن کسی صاحب نے ان حالات کو قلمبند نہیں کیا تھا۔

اگرچہ اس سے قبل حضرت خواجہ نور محمّد صاحب مہارویؒ کے حالات و ملفوظات پر دو کتابیں موجود تھیں۔ ایک خلاصۃ الفوائد مؤلفہ مولوی محمّد عمر سید پوریؒ، جو مولانا نور محمّد نارووالہ صاحبؒ کے مرید تھے۔ دوسری خیر الاذکار جسے حضرت مولانا صاحب موصوفؒ کے مُرید مولوی محمّد گھلویؒ نے تالیف کیا تھا۔ مگر ان دونوں رسائل میں تفصیل کے ساتھ حالات تحریر نہیں کئے گئے تھے۔ صرف وہ ملفوظات و ارشادات جو حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ نے اپنی مجلس میں فرمائے، انہیں بعینہٖ لکھ لیا گیا تھا۔ اسی طرح ہمارے پیر و مرشد محبُوب ربّانی حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب تونسویؒ

کے دو ملفوظات اس سے قبل قلمبند ہوئے تھے۔ ایک نافع السالکین کے نام سے، جسے میرے پیر بھائی مولوی امام الدین صاحبؒ نے تحریر کیا تھا۔ مگر اس میں بھی صرف حضرت صاحب تونسویؒ کی مجلس کے ارشادات جمع کیے گئے تھے۔ آپ کی ولادت، وصال، خوارقِ عادات وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ دوسرے وہ ملفوظات جو ہمارے پیر بھائی مولوی غلام حیدر صاحبؒ نے جمع کئے تھے۔ اس مجموعہ میں بھی صرف مختلف مجالس کے چند ارشادات جمع کئے گئے تھے اور حضرت صاحب تونسویؒ کے خوارقِ عادات چار پانچ سے زیادہ نہیں لکھے گئے تھے۔ بعد از رمضان المبارک در ماہ شوال ۱۲۷۸ھ عرس تصنیف ایں ...

جب یہ فقیر سن ۱۲۷۸ھ میں قصبہ مہار شریف میں حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمدؒ منیف ... صاحب مہارویؒ کے عُرس مُبارک کے موقع پر حاضر ہُوا تو وہاں تقریباً ایک ماہ قیام پذیر رہا۔ اس قیام کے دوران وہاں حضرت قبلۂ عالمؒ کے صاحبزادگان اور دیگر معتبر اور کُہن سال حضرات کی زبانِ مُبارک سے غوث الثقلین حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے بہت سے عجیب وغریب مناقبات سُننے میں آئے۔ اس فقیر کے دل میں یہ خیال پیدا ہُوا کہ اکثر ثقہ بزرگ جو حضرت قبلۂ عالمؒ اور حضرت محبوبِ حقؒ (حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ) کے مریدوں میں سے تھے۔ عمر رسیدہ تھے۔ اُن دونوں حضراتؒ کی مجلسوں کے فیض یاب تھے۔ اور ان ہر دو "خورشید و قمر" کے مناقبات سے واقف تھے، فوت ہو چکے ہیں اور اب صرف معدودے چند بزرگ ایسے رہ گئے ہیں، جو حضراتِ محبوبینؒ (حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ) کے حالات سے واقف ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی وفات پا جائیں اور یہ دولت جو ان کے کینہ سے پاک سینہ میں محفوظ ہے، ان کے ہمراہ قبروں میں چلی جائے اور اگلی نسلیں اس عظیم نعمت سے محروم رہ جائیں۔ یہ بھی خیال آیا کہ اس وقت تیرھویں صدی ہجری کا دور ہے۔ فی زمانہ لوگوں کی استعداد دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ حق تعالیٰ کی وہ طلب اور مشائخ کی وہ محبّت اب نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اب دُنیا اور اہلِ دُنیا کی محبّت دِلوں میں زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔

اِن حالات کے پیشِ نظر میں نے قصبہ مہار شریف ہی میں حضرات محبوبینؒ کے مناقبات لکھنے شروع کر دیئے۔ ثقہ بزرگوں سے صحیح احوال تحقیق کر کے لکھتا جاتا۔ انہی ایّام میں حضرتِ ثانی، مقبولِ بارگاہِ یزدانی، نور بخش سلیمانی، سجّادہ نشین و نبیرۂ حقیقی حضرتِ محبوبِ ربّانیؒ (حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ خدا ان کا سایہ اُن کے مریدوں کے سروں پر قیامت تک قائم رکھے) حضرت قبلۂ عالمؒ کے عُرس مُبارک پر قصبہ تاج سرور (چشتیاں شریف) میں تشریف لائے۔ عُرس مبارک سے فراغت کے بعد جب آپ سنگھڑ شریف (تونسہ شریف) کی جانب روانہ ہوئے تو یہ فقیر بھی ساتھ ہی تونسہ شریف حاضر ہو گیا اور قدوۃ الابرار، محبوبِ حضرت پروردگار، حضرت پیرو مُرشدؒ (حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان تونسویؒ) کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرّف ہوا۔ وہاں تقریباً دو ماہ قیام کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس یگانۂ روزگار محبوبؒ (حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان تونسویؒ) کی امداد کے طفیل اس تحریر کو اختتام تک پہنچایا اور اس کا نام مناقبُ المحبوبین رکھّا۔ پھر اسے حضرتِ سجّادہ نشین خواجہ شاہ اللہ بخش صاحبؒ اور دیگر علماء کی خدمت میں مطالعہ کے لئے پیش کیا۔ انہوں نے اپنی عنایت و نوازش سے اسے بہت پسند کیا۔ بلکہ بعض نے تو اُسی وقت اِسے نقل کرنے کے لئے مجھ سے مسوّدہ مانگا۔ مگر چونکہ مسوّدہ ابھی صاف نہیں ہوا تھا، اِس لئے میں نے معذرت کر لی۔

جاننا چاہیئے کہ میں نے اِس کتاب میں ان ہر دو قطب الاقطابؒ (حضرت خواجہ نور محمّد مہارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمانؒ) اور ان کے خلفاء عظّام ہی پر اس لئے اکتفا کی ہے کہ خواجگانِ چشتؒ کے تمام ملفوظات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے لے کر حضرت مخدوم خواجہ نصیر الدّین چراغ دہلویؒ تک ہر بزرگ کے مناقبات اور اذکار تفصیل کے ساتھ پہلے سے موجود ہیں۔ جیسا کہ مراتُ الاسرار، اقتباسُ الانوار اخبارُ الاخیار، سیرُ العارفین، سیرُ الاقطاب اور سیرُ الاولیاء وغیرہ ان بزرگوں کے حالات سے بھرے پڑے ہیں۔ نیز حضرت علّامہ کمال الدّینؒ (خلیفہ حضرت نصیر الدّین

محمود چراغ دہلوی اودھیؒ) سے لے کر محبّ النبّی حضرت مولانا محمّد فخر الدّین دہلویؒ المعروف بہ "مولانا صاحب" (پیر و مُرشد حضرت خواجہ نور محمّد صاحب مہارویؒ) تک کے بزرگوں کے حالات و مناقبات بھی شجرۃ الانوار،[12] مخبر الاولیا،[13] مراتِ ضیائی[14] وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے جا چکے ہیں۔ اس حقیر نے بھی پیرانِ سلسلۂ چشتیہ کے ذکر پر مُشتمل ایک کتاب تذکرۃ الواصلین[15] کے نام سے اُردو زبان میں لکھی ہے، جو ان طالبوں کے لئے ہے، جو فارسی سے نا آشنا ہیں۔ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ حضور نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے لے کر اپنے پیر و مُرشد حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان تونسویؒ تک تمام مشائخ کے حالات تحریر کئے گئے ہیں، جو پچّاس یا ساٹھ جزو ہوں گے۔ اس امر کے پیشِ نظر اس کتاب مناقب المحبوبین میں طوالت کے خوف سے ان حضرات (حضور نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے لے کر حضرت مولانا فخر الدّین دہلویؒ) کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ یعنی سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے ہر پیر کا نام مع ولادت و وصال، ان کی عمر اور کچھ حالات کو مختصراً محض بطور تبرّک درج کر دیا ہے۔

"وَھُوَ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ" (ترجمہ:۔ وہ خدا کی ذات ہی ہے جس سے توفیق و امداد طلب کی جا سکتی ہے)

الٰهی تا بود خورشید و ماهی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

یوسف سدیدی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکرِ خیر خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم اور ابو ابراہیم ہے۔ اسم گرامی محمدؐ و احمدؐ اور لقب مجتبےٰ[۳] اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مبارک بی بی آمنہ (بنت وہب بن عبد مناف) ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام نامی عبداللہ ہے۔

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیّ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (یہاں تک متفق علیہ ہے)

معارج النبوّت میں لکھا ہے کہ جمہور کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عدنان سے پہلے شجرہ اس طرح ہے:

عدنان بن اُدو بن ہمیسع بن بنت حمل بن قیدار (کہ تورات میں جابجا حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی آمد کی پیش گوئی اور خوشخبری اولادِ قیدار کے نام سے دی گئی ہے) بن حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام بن حضرت ابراہیم علیہ السّلام بن تارخ مشہور بہ آذر بن ناخور بن ارغو۔

ایک قول کے مطابق ارغو سے پہلے شجرہ اس طرح ہے:

ارغو بن راغو بن اشروع بن شارع بن قانع بن فالح بن شالخ بن حضرت عابر یعنی حضرت ہودؑ علیہ السّلام بن ارفخشذ بن سام بن حضرت نوح علیہ السّلام بن ملک بن لامک بن ملک بن ملکان بن شوشلح بن اخنون مشہور بہ ادریس علیہ السّلام بن برد یا بارد بن مہلائیل بن قینان بن آنوش بن شیث علیہ السّلام بن آدم علیہ السّلام۔

واضح ہو کہ عدنان سے اسمٰعیل علیہ السّلام تک بعض چار اور بعض چالیس پشت لکھتے ہیں اور حدیثِ پاک میں ہے کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اپنا نسب یاد فرماتے تو عدنان تک ذکر کر کے توقف فرماتے۔ آپؐ کا یہ فرمانِ مبارک بھی ہے کہ "شجرۂ نسب کے ماہروں نے عدنان سے آگے ہمارے سلسلہ میں دروغ گوئی سے کام لیا ہے[1]"

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے نسب کو معدّ تک ضبط کیا ہے جو حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھویں پشت پر کعب سے متحد ہو جاتا ہے اور وہ اس طریق پر ہے۔ عمر بن الخطّابؓ بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن ذرواح بن عدی بن کعب۔

اس پر اتفاق ہے کہ حضرت اسمٰعیل، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت ادریس اور حضرت شیث علیہم السّلام حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اجداد میں سے ہیں اور حضرت مُضر و حضرت الیاس اسی سلسلۂ مذکور میں دینِ برحق رکھتے تھے۔ اور خدا پرست تھے۔ حتیٰ کہ حضرت الیاس ایامِ حج میں حضور نبیّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] "رحمۃ للعالمین" (جلد دوم ص ۲۵-۳۱) میں شجرہ طیبّہ یوں درج ہے:۔

عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصّی بن کلّاب بن مرّہ بن کعب بن لُوئی بن غالب بن فہر (الملقّب بہ قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُدد بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن یوز بن قموال بن اُبیّ بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن ارعوے بن عیضی بن دیشان بن عیصر بن اقناد بن ایہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزّی بن عوض بن عرام بن قیدار بن اسمٰعیل علیہ السّلام بن ابراہیم علیہ السلام بن تارہ (آذر) بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالخ بن عابر بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام) بن یارد بن مہلہل ایل بن قینان بن آنوش بن شیث علیہ السّلام بن آدم علیہ السلام۔

کے نور کی آواز تلبیہ اپنی پشت سے سُنتے تھے۔ لیکن عدنان، معد اور نزار کے دین کا حال معلوم نہیں ہے۔ البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیدار بن اسماعیل علیہ السّلام کی اولاد سے ہیں۔

ازواجِ مطہّرات

حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج تھیں اور بارھویں میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بی بی تھیں اور بعض کہتے ہیں کہ سریہ تھیں۔ البتہ تمام علماء اور مؤرخین گیارہ بیویوں پر متفق ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ
۲۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ
۳۔ اُم المؤمنین حضرت سودہ رضؓ
۴۔ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضؓ
۵۔ اُم المؤمنین حضرت زینب رضؓ بنت جحش
۶۔ اُم المؤمنین حضرت زینب رضؓ بنت خزیمہ
۷۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضؓ
۸۔ اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضؓ
۹۔ اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضؓ
۱۰۔ اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضؓ
۱۱۔ اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہ رضؓ

چار سریہ تھیں۔ ایک حضرت ماریہ قبطیہ جو شاہِ اسکندریہ کی بیٹی تھیں۔ دوسری حضرت ریحانہ تیسری حضرت جمیلہ چوتھی حضرت حارثہ جنہیں اُم المؤمنین حضرت زینب رضؓ بنت جحش نے نذر کیا تھا۔ حضرت ریحانہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ بی بی تھیں یا سریہ ——

ان گیارہ ازواجِ مطہراتؓ میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذکرِ خیر بُہ وقار طور پر کیا جاتا ہے اور سریہ میں سے حضرت ماریہ قبطیہ کا ذکرِ خیر زبور میں اب بھی موجود ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ ازواجِ مطہرات میں سے ایک بیوی یعنی حضرت عائشہ صدّیقہؓ کنواری تھیں۔ باقی دسؔ ازواج بیوہ تھیں۔ ان میں سے بعض نے پہلے دو نکاح کئے تھے۔ بعض نے تین اور بعض نے ایک۔ اور اس کے بعد حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نکاح کر کے امہات المؤمنین کے زمرہ میں داخل ہوئیں (روضۃ الاحباب میں یونہی درج ہے)۔

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تین فرزند تھے۔ ایک اور قول کے مطابق پانچ فرزند تھے اور چار بیٹیاں۔ جو تین بیٹوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اُن کے مطابق بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ قاسم۔ ۲۔ عبداللہ۔ ۳۔ ابراہیم

اور جو پانچ بیٹے کہتے ہیں، اُن کے مطابق چوتھے اور پانچویں بیٹے کے نام یہ ہیں۔

۴۔ طیّب۔ ۵۔ طاہر

البتہ جو تین بیٹوں کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ طیّب و طاہر دونوں آپ کے بیٹے عبداللہ ہی کے نام ہیں۔ جناب عبداللہ اسلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور دوسری اولاد قبل از اسلام (زمانہ جاہلیت میں) پیدا ہوئی سوائے جناب ابراہیم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد بیٹے یا بیٹیاں حضرت بی بی خدیجہؓ کے بطن سے مکّہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں۔ جناب ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے۔

بیٹیوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی زینبؓ ہیں۔ کہ جن کی شادی حضرت ابو العاصؓ سے ہوئی۔ دوسری حضرت رقیہؓ۔ تیسری حضرت اُم کلثومؓ کہ یہ دونوں بیٹیاں پہلے عتبہ اور عتیبہ پسرانِ ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ بعد ازاں دونوں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں آئیں اور یہیں فوت ہوئیں۔ چوتھی بیٹی حضرت بی بی فاطمہؓ تھیں۔ جو حضرت علی مرتضٰیؓ کی رفیقہ حیات تھیں۔

ولادت :

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ اور ایک دُوسرے قول کے مطابق دس ۱۰ ربیع الاوّل کو اور ایک تیسرے قول کے مطابق اسی مہینہ کے پہلے پیر کے روز سال فیل میں صبح صادق کے طلوع کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے قبل ہوئی۔ یہ شاہ کسریٰ نوشیرواں کا عہد تھا۔ اس کی سلطنت کو بیالیس (۴۲) سال گزر چکے تھے اور سکندر رومی کی وفات کو آٹھ سو بیاسی (۸۸۲) گزر چکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ہوئی اور یوں بھی مشہور ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ ولادت تک چھ سو (۶۰۰) سال گزر چکے تھے اور جیساکہ معارج النبوّت میں لکھا ہے وہ یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ السلام کی ولادت تک چھ ہزار سات سو پچاس (۶۷۵۰) سال گزر چکے تھے لیکن آدم علیہ السّلام کے زمانہ کے متعلق یہ روایت حدیثِ پاک اور اقوال اولیاء کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب نے تکمیل الایمان میں سات ہزار (۷۰۰۰) سال تحریر کیا ہے۔ پس صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ السّلام ۵۷۱ء عیسوی میں زمانۂ آدم کے چار ہزار (۴۰۰۰) سال بعد اس دنیا میں تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ السّلام کی عمرِ مُبارک ایک صحیح ترین قول کے مطابق پینسٹھ (۶۵) اور ایک دوسرے قول کے مطابق ساڑھے باسٹھ (۶۲½) سال تھی اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

وصال :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر کے روز ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو وصال ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کے قول کے مطابق ۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو بدھ کی رات آدھی رات یا سحری کے وقت رحلت فرمائی اور ایک تیسرے قول کے مطابق منگل کے دن۔

معراج :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۷ ویں ماہِ رجب کی رات بعثت و نبوّت کے بارھویں (۱۲) سال

مکّہ معظّمہ میں معراج ہوا

روضۂ اقدس:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں دفن ہوئے۔
یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پہلے نبی ہیں جنہیں حق تعالیٰ کی طرف سے خرقۂ فقیری وخلافت عطا ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ خرقۂ فقیری وخلافت معراج کی شب حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا۔ پس حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم، اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں پس سب سے پہلے جس نے فقیری، درویشی اور عشقِ خدا کے رازوں کو دنیا میں ظاہر کیا اور مخلوقِ خدا کو یہ راز عطا کئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلفاء قیامت تک اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ آتے رہیں گے۔

خُلفاء:

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بے شمار خلفاء ہیں بلکہ ہر صحابی حدیث پاک کے مطابق حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خلیفہ ہے جیسا کہ فرمایا:

"اَصحابِی کَالنُّجُومِ بِاَیِّہِمُ اقتَدَیتُم اِهتَدَیتُم"

(میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے)

مگر حکمِ شریعت اور ترتیبِ خاص کے مطابق حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چار خلفاء تھے۔ اوّل سب سے بزرگ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ دوم امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ۔ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان ابن عفّانؓ، چہارم امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ۔ شیخ فریدالدّین عطارؒ کے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک خرقۂ خلافتِ باطنی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے حضرت اویس قرنیؓ کو حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے ذریعہ ملا۔ یہ صحیح روایت ہے اور بہت سی کتب میں درج ہے۔

مرأتِ ضیائی از جامع الکلم مصنفہ سیّد محمد گیسو درازؒ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خلافت دو طرح کی ہے۔ ایک خلافتِ صغریٰ جس سے مراد خلافتِ ظاہری ہے دوسری خلافتِ کبریٰ، جس سے مراد خلافتِ باطنی ہے۔ پس خلافتِ صغریٰ مذکورہ ترتیب

کے مطابق ہے۔ مگر خلافتِ کبریٰ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سے مخصوص ہے اور اس دعویٰ پر دُہ (خواجہ گیسودرازؒ) بے شمار دلائل اور احادیث لائے ہیں۔ مگر اس فقیر کے دل میں اس روایت کے متعلق ایک اُلجھن ہے کہ خلافتِ کبریٰ میں دیگر تینوں خلفاء بھی شریک ہیں۔ اگرچہ ان کا سلسلۂ باطنی اور طریقہ زیادہ رائج نہیں ہوا۔ البتہ حضرت صدیق اکبرؓ سے سلسلۂ نقشبندیہ جاری ہوا جو بہت مشہور ہے۔ چنانچہ اس فقیر کا سلسلہ اس طرح ہے:

فقیر نجم الدّین من خواجہ سلیمانؒ من خواجہ نور محمدؒ من خواجہ فخرالدّینؒ من خواجہ نظام الدّین اورنگ آبادیؒ من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ من خواجہ امیر محترمؒ من خواجہ محمد امکنگیؒ من خواجہ محمد ہاشم دمیبکیؒ من خواجہ کلال دمیبدیؒ من خواجہ احمد امکنگیؒ المشہور بہ مخدوم اعظم امکنگیؒ ثم دمیبدی من خواجہ محمد قاضیؒ من خواجہ ناصرالدّین عبیداللہ احرارؒ من خواجہ یعقوب چرخیؒ من خواجہ محمد پارساؒ من خواجہ بہاؤالدّین نقشبندؒ من خواجہ امیر کلال سوخاریؒ من خواجہ بابا سماسیؒ من خواجہ علی رامیتنیؒ من خواجہ محمود انجیر فغنویؒ من خواجہ عارف ریوگریؒ من خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ من خواجہ یوسف ہمدانیؒ من خواجہ ابو علی فارمدیؒ من خواجہ ابوالقاسم گرگانیؒ من خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ من خواجہ بایزید بسطامیؒ من امام جعفر صادقؓ من حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر الصدیقؓ من سلمان فارسیؓ من امیر المؤمنین حضرت ابوبکر الصدّیقؓ من حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایک خرقۂ خلافتِ کبریٰ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خواجہ اویس قرنیؓ کو بھی عطا کیا۔ چنانچہ وہ خلافت عمران موسیٰ بن زید راعیؒ کو ملی اور اُن سے سُلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ کو ملی۔ اور اُن سے آگے چلی جیسا کہ سیرالاقطاب میں درج ہے۔ پس خلافتِ کبریٰ کی تخصیص صرف حضرت علیؓ سے کس طرح کہی جا سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

البتہ جتنا فیض باطنی جناب ولایت مآب یعسوب الموحّدین حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ سے جاری ہوا، دوسروں سے نہیں ہوا کیونکہ چودہ۱۴ مشہور خانوادے آں جنابؓ سے توسّل رکھتے ہیں اور ان کے واسطہ سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچتے ہیں۔ خاص طور پر ہمارا سلسلۂ چشتیہ ——

ذکرِ حضرت امیر المومنین خاتم الخلفاء علی مرتضیٰ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

جان لیں کہ آپ کا نام علیؓ ہے جسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ اُن کی والدہ نے ان کا نام اپنے باپ کے نام پر رکھا تھا یعنی اسد۔ اور ان کے والد ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف نے ان کا نام اپنے بھائی کے نام پر حارث رکھا تھا مگر آپ علی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ابوالحسن و ابوتراب ہے اور ان کا لقب مرتضےٰ اور اسد اللہ اور حیدر کرار ہے۔

ولادت :

آپ کی ولادت مکہ معظّمہ میں اپنے والد کے گھر اور ایک روایت کے مطابق خانہ کعبہ (اندرون بیت اللہ شریف) میں ہوئی کہ ان کی والدہ کو عین طواف میں درد زِہ ہوئی اور وہ کعبہ کے اندر داخل ہوئیں اور آپ اُسی جگہ پیدا ہوئے۔ آپ جمعہ کے دن ۱۳ رجب واقعہ فیل سے ۳۰ سال بعد پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے سالِ اوّل میں آپ کی عمر گیارہ ۱۱ سال یا تیرہ ۱۳ سال تھی۔ ہجرت کے پینتیسویں ۳۵ سال یا چھتیسویں ۳۶ سال مسندِ خلافت و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور پانچ سال تین ماہ یا چار سال نو ماہ خلافت کی۔ ان کی مہر کی سجع الملک للّٰہ تھی۔ ان کی عمر ترسیٹھ (۶۳) برس یا ایک روایت کے مطابق پینسٹھ (۶۵) سال تھی۔

شہادت :

ان کی شہادت پیر کی رات اکیسویں ۲۱ شب رمضان المبارک ۴۰ھ میں ہوئی اور ایک قول کے مطابق جمعہ کے دن سترھویں رمضان المبارک کو ہوئی۔ اور ایک تیسرے قول کے مطابق تیئسویں (۲۳) رمضان المبارک کو ہوئی جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ اور مختصر مجمع الاحباب میں لکھا ہے کہ آپ پر ابنِ ملجم نے سترہ (۱۷) رمضان کو کوفہ کی مسجد میں حملہ کیا اور آپ شدید زخمی ہو گئے اور اتوار کی رات انتیّسویں (۲۹) رمضان کو شہید ہوئے۔

مزارِ مبارک

آپ کا مزارِ مبارک نجف اشرف میں ہے اور ملّا عبدالغفور نے جو مولانا عبدالرحمٰن جامی رح کے خلیفہ اور بھانجے ہیں، لکھا ہے کہ ان کا مزارِ مبارک بلخ میں اس موضع میں ہے جو آستانۂ امیر کے نام سے مشہور ہے۔ ایسا ہی سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ البتہ آداب الطالبین میں حضرت شیخ محمد رح لکھتے ہیں کہ آپ کا وصال اکیس ۲۱ رمضان کو ہوا۔ البتہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ سترہ (۱۷) رمضان سنہ ۴۰ھ کو آپ کا وصال ہوا اور کوفہ شہر میں نجف کے مقام پہ آپ کی تدفین ہوئی مگر بعض لوگوں کی رائے ہے کہ آپ کوفہ کی جامع مسجد میں قصرِ امارۃ کے پاس دفن کیے گئے کیونکہ آپ نے یہیں دفن کرنے کی وصیّت فرمائی تھی۔ اور مختصر مجمع الاحباب میں لکھا ہے کہ آپ ۲۷ رمضان کی رات کو کوفہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نو ازواج تھیں۔ سب سے اول حضرت فاطمۃ الزہرا رض تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی دُخترِ نیک اختر تھیں اور حضرت فاطمہ رض کی زندگی میں ان کی تعظیم کی خاطر اور شادی نہ کی۔ اُن کی وفات کے بعد آٹھ عورتوں سے شادی کی۔ اول بی بی امامہ رض بنت زینب رض بنت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ دوم اسما رض بنت عمیس کہ یہ پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رض کی بیوی تھیں۔ اُن کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رض سے نکاح کیا تھا اور ان کے بعد حضرت علی رض سے نکاح کیا۔ سوئم خولہ رض بنت جعفر بن قیس بن سلمہ چہارم۔ اُم البنین رض بنت خرام بن خالد بن جعفر بن ربیعہ کلابی۔ جو قبیلہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ پنجم ام حبیب رض بنت ربیعہ۔ ششم۔ لیلیٰ رض بنت مسعود الدارمنہ۔ اور دو اور بیویاں تھیں۔ ان نو بیویوں سے حضرت علی رض کی کافی اولاد تھی۔ یعنی اٹھارہ (۱۸) لڑکے اور چودہ ۱۴ لڑکیاں۔ اور ایک روایت کے مطابق بارہ (۱۲) لڑکے اور پندرہ (۱۵) لڑکیاں۔ اور انیس الواعظین میں لکھا ہے کہ حضرت علی رض کی سات بیویاں تھیں اور سترہ ۱۷ لونڈیاں۔ اٹھارہ لڑکوں کی تفصیل یہ ہے: امام حسن رض۔ امام حسین رض۔ محسن رض۔ محمد حنفیہ رض۔ عباس الاکبر رض۔ ابوبکر رض۔ عمر اوسط رض۔ محمد اصغر۔ عثمان اکبر رض۔ عمر اصغر رض۔ جعفر اکبر رض۔ صالح رض

عبداللہؓ۔ عباس اصغرؓ۔ عثمان اصغرؓ۔ جعفرؓ۔ عونؓ۔ یحییٰؓ۔

پندرہ۱۵ لڑکیوں کی تفصیل یہ ہے : زینب کبریٰؓ۔ زینب صغریٰؓ۔ رقیہؓ۔ ام الحسنؓ رملہؓ۔ نفیسہؓ۔ رقیہ صغریٰؓ۔ اُم ہانیؓ۔ ام الکرامؓ۔ جمانہؓ۔ امامہؓ۔ ام سلمہؓ۔ خدیجہؓ۔ فاطمہؓ ام کلثومؓ۔ البتہ اٹھارہ (۱۸) لڑکوں اور پندرہ (۱۵) لڑکیوں میں سے امام حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ۔ زینب کبریٰؓ۔ زینب صغریٰؓ اور اُم کلثومؓ۔ تینوں بیٹے اور تینوں بیٹیاں حضرت فاطمہؓ سے تھے۔ اور محمد حنفیہؓ، خولہؓ بنت جعفر بن قیس حنفیہ سے۔ عمرؓ و رقیہؓ (جوڑے) ام حبیبؓ بنت ربیعہ سے۔ عباسؓ جعفرؓ۔ عثمانؓ اور عبداللہؓ جو کربلا میں امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے اُم البنینؓ بنت حزام سے تھے محمد اصغرؓ اور عبداللہ ثانیؓ لیلیٰ بنت مسعود الدارمیہ سے تھے اور باقی دوسری بیویوں سے تھے۔

حضرت علیؓ کی نسل پانچ بیٹوں سے آگے چلی۔ یعنی امام حسنؓ امام حسینؓ، محمد حنفیہؓ۔ عمرؓ اور ابوالفضل عباسؓ سے۔ جیسا کہ نفائس الفنون، مرات الاسرار اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے البتہ اقتباس الانوار کے مطابق محمد اکبرؓ جو حنفیہؓ کے نام سے مشہور ہیں، اسماء بنت عمیس سے تھے اور عمرؓ خولہؓ بنت جعفر سے اور عباسؓ ام البنینؓ سے۔ مرات الاسرار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے واللہ اعلم۔ البتہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور مختصر مجمع الاحباب میں لکھا ہے کہ:

"ابن قتیبہ کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے آپ کی اولاد حسنؓ حسینؓ محسنؓ۔ ام کلثومؓ اور زینبؓ تھی اور دیگر ازواج سے آپ کی کثیر اولاد پیدا ہوئی واللہ اعلم۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے ۳۷ لڑکے تھے۔"

حضرت علیؓ کے چھ خلفا تھے۔ اوّل امام حسنؓ، دوئم امام حسینؓ۔ سوئم خواجہ حسن بصریؒ چہارم خواجہ کمیل بن زیادؓ۔ پنجم۔ خواجہ اویس قرنیؓ کو بھی خلافت کا خرقہ عطا کیا تھا انہوں نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؓ سے بیعت کی اور اسی جنگ میں شہادت پائی۔ ششم، قاضی ابو المقدام سریح بن ہانی بن زید البنانیؓ۔ لیکن مراۃ الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ سے صرف چار افراد کو خرقہ خلافت ملا۔ امام حسنؓ و امام حسینؓ و خواجہ حسن بصریؒ و کمیل ابن زیادؓ۔ لیکن سلسلہ چشتیہ حضرت علیؓ تک خواجہ حسن بصریؒ سے پہنچتا ہے اور سلسلہ قادریہ

حضرات حسین رضؓ سے پہنچتا ہے اور سلسلہ کبرویہ کمیل بن زیادؓ سے پہنچتا ہے۔ چنانچہ سلسلہ چشتیہ کے تمام مشائخ کا ذکر درجہ بدرجہ اس کتاب میں کیا جائے گا البتہ ہمارا سلسلہ قادریہ کہ جو حضرات حسینؓ سے پہنچتا ہے۔ یوں ہے:

فقیر نجم الدّین من خواجہ محمد سلیمانؒ من خواجہ نور محمدؒ من خواجہ فخر الدینؒ من خواجہ نظام الدّین اورنگ آبادیؒ من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ من خواجہ یحییٰ مدنیؒ من خواجہ محمدؒ من خواجہ حسن محمدؒ من شیخ غیاث نوربخش قادریؒ من سیّد محمد علی نوربخشؒ من سیّد محمد نوربخشؒ من خواجہ اسحاق ختلانیؒ من سیّد علی ہمدانیؒ من سید شرف الدین محمود مزدقانیؒ من شیخ علاؤ الدولہ سمنانیؒ من نور الدین عبدالرحمٰن الکوفیؒ من شیخ جمال الدین احمد جوزقانیؒ من شیخ رضی الدین علی لالاؒ من شیخ مجد الدین بغدادیؒ من شیخ نجم الدین کبریٰؒ من شیخ عمار یاسر بدلیسیؒ من شیخ نجیب عبدالقاہر سہروردیؒ من حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ من شیخ ابوسعید علی المبارک مخزمیؒ من خواجہ ابوالحسن علی الہنکاریؒ من شیخ ابوالفرح طرطوسیؓ من شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمیؓ من شیخ ابوبکر شبلیؓ من خواجہ جنید بغدادیؓ من خواجہ سری سقطیؓ من خواجہ معروف کرخیؓ من امام علی موسیٰ رضاؓ من امام موسیٰ کاظمؓ من امام جعفر صادقؓ من امام محمد باقرؓ من امام زین العابدینؓ من امام حسینؓ شہید کربلا من حضرت علی مرتضیٰؓ من حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک خرقہ امام حسنؓ سے شہید کربلا امام حسینؓ کو ملا تھا اس لئے بعض سلاسل قادریہ میں حضرت علیؓ کے بعد امام حسنؓ اور امام حسنؓ کے بعد امام حسینؓ کا نام لکھتے ہیں۔ البتہ سلسلہ جدّیہ قادریہ جو امام حسنؓ تک پہنچتا ہے یوں ہے:

حضرت شیخ عبدالقادرؒ بن سیّد ابی صالحؓ بن سیّد ابی عبداللہؓ بن سیّد یحییٰ زاہدؒ بن سیّد محمد سیف الدّینؓ بن سیّد داؤدؓ بن سیّد موسیٰؓ بن سیّد عبداللہؓ بن سیّد موسیٰ الجونؓ بن سیّد عبداللہ محضؓ بن حسن مثنیٰؓ بن امام حسنؓ بن علی مرتضیٰؓ۔

البتہ سلسلہ کبرویہ کا ذکر جو حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے واسطہ سے خواجہ کمیلؓ

وعلی مرتضیٰؓ تک پہنچتا ہے، خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے تذکرے میں لکھا جائے گا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہٗ

جان لیجئے کہ آپ کا نام کشف المحجوب اور مرات الاسرار میں ابو علی الحسین بن بصری درج ہے اور ان کی کنیت ابو محمد اور ابو سعید ہے۔ اکابر تابعین میں سے ہیں اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ ان کے والد ماجد بارھویں سال ہجرت میں حضرت ابوبکرؓ کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے اور طبقات حسامیہ میں لکھا ہے کہ ان کے باپ کا نام سیار تھا اور وہ ثابت انصاری کے غلام تھے۔ اور سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ ان کے باپ کا نام موسیٰ راعی بن خواجہ اویس قرنیؓ تھا۔ اور ان کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔ جو بی بی اُم سلمہؓ کی کنیز تھیں۔ اور تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ان کا نام حسن تھا اور اسی میں لکھا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو انہیں حضرت عمر بن الخطابؓ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا" اس کا نام حسن رکھو کہ یہ خوب صورت ہے" پس یہی صحیح قول ہے کہ ان کا نام حسن ہے۔

ان کی ولادت ۲۱ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور میں ہوئی انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کو اور ایک دوسرے قول کے مطابق ایک سو تیس صحابہ کو دیکھا تھا۔ جیسا کہ شواہد النبوت اور تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ خواجہ حسن بصریؓ حضرت علی مرتضیٰؓ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اگرچہ بعض لوگ کچھ دوسری آراء بھی رکھتے ہیں۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ حضرت علیؓ کی صحبت میں رہے۔ انہیں سے ظاہری و باطنی فیض پایا اور خرقہ حاصل کیا۔ اس قول پر تمام مشائخ اور صوفیہ کا اتفاق ہے۔ حضرت مولانا خواجہ فخر الدین صاحب دہلویؒ نے فخر الحسن میں خوب تحقیق کی ہے اور حضرت علیؓ سے آپ کی بیعت اور خرقہ حاصل کرنے کی تصدیق کی ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ خواجہ حسن بصریؓ نے ستر بزرگوں کو دیکھا اور

امام حسنؓ ابن علیؓ سے ارادت تھی اور علوم میں انہی سے رجوع کیا تھا۔ تحفہ میں درج ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ کی ارادت حضرت علیؓ سے تھی اور انہی سے خرقہ لیا تھا۔ پس ان دونوں اقوال کی تطبیق یوں کی جا سکتی ہے کہ کوئی عجب نہیں کہ حضرت علیؓ کے وصال کے بعد خواجہ حسن بصریؒ نے امام حسنؓ ابن علیؓ سے رجوع کیا ہو اور انہی سے خرقہ بھی حاصل کیا ہو اس لئے کہ پیر کے خلیفہ کا حکم پیر کا حکم ہی ہے۔

شواہد النبوت میں ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ کی عمر ۸۹ برس تھی۔ ان کا وصال پانچ رجب ۱۱۰ھ کو ہوا۔ سفینۃ الاولیاء، شواہد النبوت اور مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ ان کا وصال ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم کے زمانہ میں یکم رجب ۱۱۰ھ کو ہوا۔ منتخب التاریخ اور اقتباس الانوار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا وصال چار محرم ۱۱۱ھ کو ہوا۔ جیسا کہ اقتباس الانوار اور آداب الطالبین میں لکھا ہے آپ کا مزار مبارک بصرہ میں ہے۔ آپ کے بیٹے بھی تھے جیسا کہ تین کے نام ان کی کنیت سے معلوم ہوتے ہیں کہ علی، محمد، اور سعید نام تھے۔ کہ ان کی وجہ سے ابو علی، ابو محمد، اور ابو سعید ان کی کنیت تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

خلفاء: ان کے چھ خلفاء تھے۔ اوّل خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ، دوم ابن زرینؒ سوم حبیب عجمیؒ۔ چہارم عتبہ بن غلامؒ۔ پنجم شیخ محمد واسعؒ۔ ششم مالک دینارؒ اور رابعہ بصریؒ کو ساتواں خلیفہ بھی لکھا گیا ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ عورت خلافت امامت اور نبوّت کے قابل نہیں ہے چاہے کتنے ہی مرتبۂ کمال تک پہنچ جائے۔ اور شجرۃ الانوار میں فرقدؒ، صہبان ابن سنانؒ۔ ثابت بنانیؒ اور سجستانیؒ کو بھی ان کے خلیفہ میں لکھا گیا ہے۔ البتہ سلسلۂ چشتیہ ہم تک ان کے خلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ سے پہنچا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ

آپ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور ایک خرقۂ خلافت خواجہ کمیل ابن زیادؓ سے بھی پہنا تھا۔ آپ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ اور بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا وصال ۲۷ ماہِ صفر ۱۷۷ھ کو ہوا اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۱۷۱ھ میں ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک بصرہ میں ہے جیسا کہ مراۃ الاسرار[1]۔ اقتباس الانوار[2] اور سفینۃ الاولیاء[3] میں لکھا ہوا ہے۔ نیز سیر الاقطاب[4] میں ان کی تاریخ وصال یہ لکھی ہوئی ہے۔ اولیائے کامل (یعنی اس سے تاریخ وصال نکالی گئی ہے)۔

خلفاء: آپ کے تین خلفاء تھے۔ اوّل خواجہ فضیل ابن عیاضؒ۔ دوم ابوالحسن بن زرینؒ۔ سوم ابو یعقوب موسیٰؒ۔ البتہ جو خرقہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے حاصل کیا تھا وہ خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کو دیا۔ چنانچہ ہمارے سلسلہ چشتیہ میں ان کا ذکر آئے گا۔ اور جو خرقۂ خلافت اپنے عم پیر خواجہ کمیل بن زیادؓ سے پہنا تھا، اُسے خلیفہ شیخ ابو یعقوب موسیٰؒ کو عطا کیا۔ چنانچہ ہمارا سلسلہ کبرویہ اُس جانب سے ہے۔ ترتیب یہ ہے:۔

نجم الدینؒ من حضرت خواجہ سلیمانؒ من خواجہ نور محمدؒ من خواجہ فخر الدینؒ من خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ من خواجہ یحییٰ مدنیؒ من خواجہ حسن محمدؒ من خواجہ شیخ غیاث نور بخشؒ من شیخ محمد علی نور بخشؒ من سید محمد نور بخشؒ من خواجہ اسحاق ختلانیؒ من سیّد علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ من شیخ نورالدین کرخی الاسفرائنیؒ من شیخ احمد جوزقانیؒ من شیخ رضی الدین علی لالاؒ من شیخ مجدالدین بغدادیؒ من شیخ نجم الدین کبریٰؒ من شیخ اسماعیل قصیریؒ من شیخ محمد بن مانکیلؒ من شیخ محمد داؤدؒ المعروف

بخادم الفقرا من شیخ ابو العباس بن ادریس من شیخ ابو القاسم بن رمضان من شیخ ابو یعقوب طبری من شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن عثمان مکی من شیخ ابو یعقوب نہر جوری من شیخ ابو یعقوب سوسی من خواجہ عبد الواحد بن زید من خواجہ کمیل بن زیاد من حضرت علی مرتضیٰ من حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذکر خواجہ فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ

جان لیجئے کہ ان کی کنیت ابو علی اور ابو الفیض ہے۔ نام فضیل۔ ان کے والد کا نام عیاض ہے۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں بعض کہتے ہیں کہ خراسان سے تھے "مرو" کے گردو نواح میں سے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سمرقند سے تھے۔ اور ماورد میں پرورش پائی اور بعض کہتے ہیں کہ بخاری الاصل تھے اور ابتدا میں قزاقی ڈاکہ زنی کرتے تھے۔ آخر توبہ کرکے پہلے حضرت امام اعظم کوفی کی خدمت میں حاضر ہوکر علم حاصل کیا۔ پھر حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید کی خدمت میں حاضر ہوکر ارادت وخلافت کا خرقہ حاصل کیا۔ بعض ثقہ راویوں نے لکھا ہے کہ ابی غیاث بن منصور بن معمر سلمی کوفی سے بھی خرقہ خلافت پہنا۔ ابی غیاث مذکور محمد بن مسلم کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور وہ محمد حلیب نوفلی کے خلیفہ تھے اور وہ حبیب مطعم قریشی کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت ابو بکر صدیق کے خلیفہ تھے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے (اقتباس الانوار)

وصال: ان کا وصال ۳ ربیع الاول کو ہوا۔ جیسا کہ آداب الطالبین اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے مگر سفینۃ الاولیاء اور نفحات الانس اور ثمرات الاسرار میں لکھا ہے۔ کہ ان کا وصال ماہ محرم ۱۸۷ھ میں ہوا۔ مکہ معظمہ میں تھے سورۃ القارعہ

سُن رہے تھے کہ نعرہ لگایا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

مزارِ مبارک: ان کی قبر مبارک مکہ معظمہ میں جنت المعلیٰ میں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کی قبر کے قریب ہے۔ سیر الاقطاب میں ان کی تاریخ وصال یہ لکھی گئی ہے: او قطب جہاں بودہ (یعنی اس سے تاریخ وصال نکالی گئی ہے)

آپ حضرت ابراہیم ادہمؒ بشر حافیؒ، سفیان ثوریؒ، اور داؤد طائیؒ کے ہم عصر تھے۔ آپ کا ایک بیٹا علی نام تھا جیسا کہ مختصر الاحباب یا مجمع الاحباب میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے بھی قرآن پاک کی ایک آیت سُن کر نعرہ لگایا اور اپنے باپ سے قبل فوت ہو گئے۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں جو امیر یمن کے بیٹوں کے نکاح میں تھیں جیسا کہ نفحات الانس میں لکھا ہے۔

خلفاء: سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے پانچ خلفاء تھے۔ اوّل حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ دوم شیخ محمدؒ بن زید شیرازیؒ سوم خواجہ بشر حافیؒ چہارم ابی رجا عطارؒ پنجم عبداللہ سیاریؒ۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ ششم ابو شعیبؒ، ہفتم شیخ محمدؒ۔ ہشتم علی بن فضیلؒ، یہ بھی آپ کے خلفاء تھے۔

ذکر حضرت سُلطان ابراہیم ادہم بلخی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ابراہیم تھا، کنیت ابو اسحاق اور لقب امان الارض۔ آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد بھی بلخ کے بادشاہ تھے۔ آپ کے والد کا نام ادہم بن سلیمان بن منصور ہے۔ آپ فاروقی شیخ ہیں۔ کہ آپ کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ تک یوں پہنچتا ہے:

سلطان ابراہیمؒ بن ادہمؒ بن سلیمانؒ بن ناصر بلخیؒ یا منصور بلخیؒ بن

عبداللہؓ بن عمر بن الخطابؓ ۔ جیسا کہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے ۔
اور تاریخ وسیرت کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کی والدہ سلطان بلخ کی بیٹی تھیں اور آپ کے والد ادہم قلندر تھے کہ اس شہزادی پر عاشق ہو گئے تھے جیسا کہ بعض کتابوں میں اس قصّہ کو تفصیلاً لکھا گیا ہے ۔ مگر قول اوّل صحیح ہے ۔

وصال : آپ کا ۲۶ جمادی الاوّل کو وصال ہوا ۔ جیسا کہ آداب الطالبین میں لکھا ہے اور مرات الاسرار و سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ان کا وصال ۱۶ جمادی الاوّل ۱۶۲ھ کو ہوا ۔ ایک اور روایت کے مطابق ۱۰۱ھ میں وصال ہوا ۔ اور مرات الاسرار کی ایک روایت کے مطابق شوال ۱۶۱ھ میں انتقال فرمایا ۔ ایک اور روایت کے مطابق ۱۶۶ھ میں وصال فرمایا ۔

قبر مبارک : اُن کی قبر مبارک شام کے پہاڑوں میں ہے اور ایک دوسری روایت کے مطابق بغداد میں ہے ۔ مگر پہلا قول صحیح ہے جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ تذکرۃ الاولیا میں شیخ فریدالدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو گم ہو گئے معلوم نہیں کہ آپ کی قبر مبارک کہاں ہے ۔ البتہ جب فوت ہو گئے تو ہاتف نے غیب سے آواز دی کہ "امام الارض فوت ہو گئے ۔" اس سے لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں جیسا کہ سیر الاقطاب میں لکھا ہے ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ بغداد شریف میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پہلو میں مدفون ہیں ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ شام میں حضرت لوط علیہ السّلام کی قبر کے نزدیک دفن ہیں ۔ آپ کی تاریخ وصال یہ ہے :- " امامِ اصفیا بودہ " (یعنی اس سے آپ کا سالِ وصال نکالا گیا ہے)

آپ نے حضرت خضر علیہ السّلام کی ہدایت پر سلطنت چھوڑی ۔ سب سے پہلے حضرت امام اعظمؓ کی خدمت میں جا کر علم حاصل کیا ۔ اس کے بعد حضرت فضیل ابن عیاضؒ کے مرید ہو گئے ۔ اور خرقۂ خلافت پہنا ۔ حضرت ابوسفیان ثوریؒ اور حضرت ابو یوسف غسولیؒ کی صحبت میں بھی رہے اور حضرت خضر علیہ السّلام کے بھی صحبت یافتہ تھے ۔
تذکرۃ العارفین میں لکھا ہے کہ آپ کے تین بیٹے تھے ۔ اوّل ناصر الدّین کہ مکہ

میں فوت ہوئے۔ دوم اسحاق جو فرخ شاہ والیٔ کابل کے جدّ تھے۔ سوم ناصح الدین۔ البتہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ اسحاق بن ابراہیم ادہم بلخی کی اولاد نہ تھی۔ واللہ اعلم۔ آپ کو تین پیرانِ عظام سے نعمت ملی۔ ایک حضرت خضر علیہ السلام سے (جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نعمت پائی) دوسرے امام محمد باقر صاحب رضی سے۔ تیسرے فضیل ابن عیاض رضی سے۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ سلطان ابراہیم ادہم رضی کو حضرت عمران موسیٰ بن زید راعی رضی سے بھی خلافت ملی۔ اور انہیں دو جگہ سے بھی ملی تھی۔ ایک حضرت خواجہ اویس قرنی رضی سے اور دوسرے معمر جبلی رضی سے جو اصحاب رسول صلعم سے تھے۔

ان کا ایک سلسلۂ پیران یہ ہے: سلطان ابراہیم ادہم رضی من امام محمد باقر رضی من امام زین العابدین رضی من امام حسین رضی من علی مرتضیٰ رضی من حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور دوسرا سلسلۂ پیران یہ ہے:۔

سلطان ابراہیم ادہم رضی من فضیل ابن عیاض رضی من عبدالواحد بن زید رضی من امام حسن بصری رضی من علی مرتضیٰ رضی من حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اسی طرح سلسلہ حضرت خضر علیہ السلام و سلسلۂ عمران موسیٰ رضی ہے۔

آپ کے خلفاء بے شمار ہیں مگر مشہور ترین چھ خلفاء ہیں۔ ایک خواجہ حذیفہ مرعشی قدس کہ چشتیہ سلسلہ ان کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ آگے لکھا جائیگا۔ دوسرے شفیق بلخی رضی۔ سوم ابراہیم بن شیبہ ہروی رضی۔ چہارم علی بن بکار رضی۔ پنجم خلف بن ایوب بلخی رضی۔ ششم یحییٰ رضی جو آپ کے خادم تھے۔ البتہ سہروردی سلسلہ شیخ شفیق بلخی رضی کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ترتیب یہ ہے:۔

نجم الدین رح من خواجہ سلیمان رح من خواجہ نور محمد رح من خواجہ فخر الدین رح من خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رح من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی رح من خواجہ یحییٰ مدنی رح من خواجہ شیخ محمد رح من خواجہ شیخ حسن محمد رح من خواجہ جمال الدین جمن رح من خواجہ شیخ محمود راجن رح من شیخ قادن رح من شیخ علم الدین ساطی رح

من شیخ صدرالدین راجو قتالؒ من سید جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ من شیخ ابوالفتح رکن الدینؒ من شیخ صدرالدین عارفؒ من شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ من شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ من شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردیؒ من شیخ وجیہ الدینؒ من شیخ اخی فرخ زنجانیؒ من شیخ ابوالعباس نہاوندیؒ من شیخ ابی محمد جعفر خلدیؒ من شیخ ابوتراب نخشبیؒ من خواجہ شیخ حاتم اصمؒ من شیخ شفیق بلخیؒ من شیخ سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ من خواجہ فضیل بن عیاضؒ من خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ من خواجہ حسن بصریؒ من حضرت علی مرتضےٰؓ من حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز سلسلہ گازرونیہ شیخ شفیق بلخیؒ کے واسطہ سے سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ تک پہنچتا ہے۔ ترتیب یہ ہے:

نجم الدینؒ من خواجہ سلیمانؒ من خواجہ نور محمدؒ من خواجہ فخرالدینؒ من خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ من خواجہ یحییٰ مدنیؒ من خواجہ شیخ محمدؒ من خواجہ حسن محمدؒ من خواجہ غیاث نوربخشؒ من شیخ محمد علی نوربخشؒ من سید محمد نوربخشؒ من خواجہ اسحاق ختلانیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانی من شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ من نورالدینؒ من شیخ عبدالرحمن اسفرائنی الکرخیؒ من شیخ احمد جوزقانیؒ من شیخ کبیرکی ثم رضی الدین علی لالاؒ من شیخ سعیدؒ من عبدالجلیل جونیؒ من خواجہ ابویوسف ہمدانیؒ من خواجہ ابی اسحاق ابن شہریار گازرونیؒ من شیخ ابی علی بن شیخ حسین ہکاریؒ من شیخ عبداللہ خفیفؒ من شیخ ابی محمد جعفرؒ من شیخ ابی عمران الاصطرانیؒ من شیخ ابوتراب نخشبیؒ من شیخ حسامؒ من شیخ شفیق بلخیؒ من سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ۔ اور اس سے آگے سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ کے دوسرے مشائخ تک۔

ذکر حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام سید بدرالدین ہے حذیفہ لقب ہے مرعش کے رہنے والے ہیں جو ملک شام کا ایک قصبہ ہے۔ شجرۃ الانوار اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ مرعش دمشق کے نواح میں ایک موضع ہے آپ علوم ظاہری و باطنی کے فاضل تھے اور صاحب وجد و سماع۔ سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔

وصال۔ آپ کا وصال ۲۵ ماہ شوال میں ہوا۔ جیسا کہ آداب الطالبین میں لکھا ہے۔ اقتباس الانوار شجرۃ الانوار اور مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ چار شوال کو انتقال ہوا۔ ایک روایت کے مطابق ۱۴ شوال اور ایک قول کے مطابق ۲۴ شوال ۲۲۵ھ کو وصال ہوا جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ ان کے وصال کی تاریخ سیر الاقطاب میں یوں درج ہے کہ "قطب الزماں بود" (یعنی اس سے تاریخ وصال نکلتی ہے) مختصر مجمع الاحباب میں لکھا ہے کہ ان کا وصال ۲۰۷ھ میں ہوا انہوں نے حضرت خواجہ فضیلؒ اور بایزید بسطامیؒ کو دیکھا تھا۔ ان کے بے شمار خلفاء تھے مگر ان میں سے مشہور ترین خواجہ ہبیرہ بصریؒ ہیں۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے اور ان کو ایام شیرخوارگی سے خرقہ مل گیا تھا۔ حضرت خواجہ حذیفہ مرعشیؒ کے مزار مبارک کے بارے میں حقیقی طور پر علم نہیں ہے۔

ذکر خواجہ ہبیرہ بصری رضی اللہ عنہ

آپ بصرہ سے ہیں۔ اکابر وقت سے تھے۔ نام امین الدین۔ کنیت ابو ہبیرہ بصری۔ کنیت کے ساتھ مشہور ہوئے۔ عمر مبارک ۱۲۰ سال ہے اور ایک روایت کے مطابق ۱۳۰ سال۔ جیسا کہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے آپ کا وصال ۷ ماہ شوال کو ہوا جیسا کہ آداب الطالبین، اقتباس الانوار، مرات الاسرار اور شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔ مگر سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ماہ مذکور کی ۱۸ تاریخ کو وصال ہوا مگر قول اول صحیح ہے **مزار مبارک**: آپ کی قبر مبارک بصرہ میں ہے۔ جیسا کہ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے مگر سب سے مشہور خواجہ ممشاد علو دینوریؒ ہیں۔

ذکر خواجہ ممشاد علو دینوری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام علو اور لقب کریم الدین ہے۔ ممشاد علو دینوری کے نام سے مشہور ہیں آپ کا مولد دینور ہے۔ بغداد میں نشو ونما پائی۔ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ دینور (بفتح دال وسکون یا وضم نون) حنبل کے شہروں میں سے ایک شہر ہے جو قزوین کے نزدیک ہے اور مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ دینور کوہستان مغرب کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ خیر الاذکار میں مولوی محمد گھلویؒ نے جو مولانا نور محمد صاحب نارووالہؒ کے مرید تھے حضرت قبلۂ عالمؒ سے یہ روایت لکھی ہے کہ آنحضرتؒ فرماتے تھے کہ دینور (بکسر دال وسکون یا وفتح نون) ہمدان و بغداد کے درمیان ایک شہر ہے واللہ اعلم بالصواب۔

وصال۔ آپ کا وصال ۱۴ محرم ۲۹۹ھ کو ہوا۔ جیسا کہ اقتباس الانوار اور آداب الطالبین میں لکھا ہے۔ البتہ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ چار محرم کو وصال ہوا۔ سیر الاقطاب میں آپ کی تاریخ وصال "قدوۂ اولیائے حق بودہ" لکھی ہے۔ (یعنی اس سے سال وصال نکلتا ہے)

مزار مبارک : آپ کی قبر مبارک کی تحقیق نہیں ہوسکی۔ آپ کے تین خلفاء تھے۔ اوّل خواجہ ابو اسحاق شامیؒ۔ دوئم۔ ابو عامرؒ۔ سوئم شیخ احمد اسودؒ۔ سفینۃ الاولیاء میں اور دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ تذکرۃ الاصفیا اور بہت سے شجرات مشائخ چشت میں جو اس سلسلہ میں لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ علو دینوریؒ اور شیخ ممشاد دینوریؒ ایک ہی بزرگ ہیں۔ انہیں ممشاد علو دینوریؒ لکھا جاتا ہے۔ مگر نفحات الانس میں اور بعض دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ علو دینوریؓ اور ہیں اور ممشاد دینوریؓ اور ہیں۔ اور یہ کہ ممشاد دینوریؒ سلسلہ سہروردیہ میں ہیں اور وہ خواجہ جنید بغدادیؒ کے مرید تھے اور خواجہ رویمؒ اور ابو الحسن نوریؒ کے ہمعصر تھے۔

ذکر خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رضی اللہ عنہ

آپ ملکِ شام میں پیدا ہوئے۔ آپ خواجہ ممشاد علو دینوریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے۔

وصال۔ آپ کا وصال ۱۴ ماہ ربیع الآخر ۳۲۹ھ کو ہوا۔ سفینۃ الاولیاء، مراۃ الاسرار اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ کا مزارِ مبارک ملک شام میں عکہ کے مقام پر ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے البتہ ہمارا سلسلہ چشتیہ اُن کے خلیفہ خواجہ ابی احمد چشتیؒ کے واسطہ سے ہے اور خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ کو سرِسلسلۂ چشتیاں اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے چشت میں آکر خواجہ ابو احمد چشتیؒ کو مرید کیا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ کچھ عرصہ چشت میں رہ کر اس جگہ کی مخلوق کو ظاہری و باطنی فیض سے نوازا۔ نیز خواجہ ممشاد علو دینوریؒ نے جب انہیں بیعت کیا تھا تو فرمایا تھا کہ آج کے بعد تمہیں اور تمہارے مریدوں کو چشتی کہا جائے گا۔

ذکر خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام آپ کی کنیت سے مشہور ہوا یعنی ابو احمد۔ آپ کا لقب "قدوۃ الدین" ہے۔ آپ کے والد کا نام سلطان فرسنافہ چشتی ہے جو ساداتِ حسنی سے ہیں۔

سیر الاقطاب میں آپ کا نسب یوں لکھا گیا ہے:

خواجہ ابو احمدؒ بن سید سلطان فرسنافہؒ بن سید ابراہیمؒ بن سید یحییٰؒ بن سید حسنؒ بن سید مجید المعانیؒ بن سید ناصر الدینؒ بن سید نور اللہؒ بن سید حسن مثنیٰؒ بن امام حسنؓ بن حضرت علی مرتضیٰؓ

آپ کا درجہ "قطب الابدال" کا ہے۔ آپ کا وصال (امیر المومنین) ابوبکر عبدالکریم

بن مطیع کے زمانہ میں ہوا جو بنو عباس کے چوبیسویں خلیفہ تھے۔ سفینۃ الاولیا، آداب الطالبین اقتباس الانوار اور مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال یکم جمادی الثانی ۳۵۵ھ کو ہوا۔ سیر الاقطاب میں آپ کی تاریخ وصال "قطب العالمین بودہ" سے نکالی گئی ہے۔

آپ کا مزار مبارک قصبہ چشت میں ہے جو ہرات سے تیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ قول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھا ہے کہ اس وقت بلدہ چشت شاتلان کے نام سے مشہور ہے۔ خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ فرماتے تھے کہ "چونکہ حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ سردار زادہ چشت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ کے مرید ہوئے اور خواجہ ابو محمدؒ اپنے والد خواجہ ابو احمد چشتیؒ سے مرید ہوئے اور خواجہ ابو یوسف چشتیؒ اپنے خالو خواجہ ابو محمد چشتیؒ سے مرید ہوئے۔ اور خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ اپنے والد خواجہ ابو یوسف چشتیؒ سے مرید ہوئے یعنی یہ چاروں خواجگان بلدہ چشت کے ساکنان تھے اور سلسلہ چشتیہ ان ہی بزرگوں سے منسوب ہوا۔ لہٰذا خواجہ ابو اسحاق شامیؒ کا لقب سر سلسلہ چشتیاں ہوا۔ مزید برآں ملا عبدالغفور لاریؒ نے جو مولانا جامیؒ کے خلیفہ اور خواہر زادہ تھے نفحات الانس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ فرسنافہ کے لفظ فاء اور سین پر زبر ہے۔ آگے سین پر جزم اور آخر میں پھر فاء اور ہاء ہے۔ تو گویا اس کا تلفظ فَرَسنافہ ہے لیکن مجھے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ مولانا فخر الدین محمدؒ سے سند ملی ہے کہ یہ لفظ فرشتافہ ہے۔"

حضرت خواجہ ابو احمدؒ کے بے شمار خلفاء تھے مگر ہمارا سلسلہ چشتیہ ان کے فرزند اور خلیفہ ابو محمد چشتیؒ سے آگے چلا۔

ذکر حضرت خواجہ ابو محمّد ناصر الدّین چشتی رضی اللہ عنہٗ

آپ کا نام آپ کی کنیت ابو محمد سے مشہور ہوا۔ آپ کا لقب ناصر الدّین ہے اور ایک قول کے مطابق ناصح الدّین۔ آپ اپنے والدِ بزرگوار حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔

ولادت : آپ کی ولادت دس محرم کو شبِ عاشورہ میں ہوئی۔ آپ ستّر سال کی عمر میں حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کے مطابق سلطان محمود غزنویؒ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے لئے گجرات تشریف لے گئے۔ آپ کی برکت سے سومنات فتح ہوا

وصال : آدابُ الطالبین کے مطابق آپ کی تاریخِ وصال یکم جمادی الآخر ہے مگر سفینۃ الاولیاء کے مطابق ابوالعباس احمد بن اسحاق کے زمانہ میں، جو بنو عباس سے تھا جس کا لقب قادر تھا اور جو سلطان محمود غزنوی سبکتگین کا ہم عصر تھا، یکم رجب ۴۱۱ھ کو ہوا۔ اقتباس الانوار و شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۴ ربیع الثانی ۴۲۱ھ کو ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق ۴۱۱ھ میں وصال ہوا۔ سیر الاقطاب میں آپ کی تاریخِ وصال یوں لکھی ہے: "امام برحق بودہ"

آپ نے ۶۵ برس کی عمر تک شادی نہ کی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی عمر ۷۰ سال تھی۔ آپ کی قبر مبارک بلدہ چشت میں آپ کے والد گرامی کی قبر مبارک کے قریب ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے مگر مشہور ترین تین خلفاء ہیں۔ اوّل محمد کاکوؒ دوم استاد مردانؒ سوم آپ کے خواہر زادہ خواجہ ابو یوسف چشتیؒ جو آپ کے قائم مقام ہوئے اور جن سے آگے سلسلہ چشتیہ چلا۔

ذکر خواجہ ناصر الدّین ابو یوسف چشتی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام آپ کی کنیت ابو یوسف سے مشہور ہوا۔ آپ کا لقب ناصر الدّین آپ کے والد کا نام محمد سمعان رضؓ ہے۔ نسب یوں ہے:

محمد سمعانؒ بن سیّد ابراہیمؓ بن سیّد محمدؓ بن سیّد حسنؓ بن سیّد عبداللہ الملقّب علی اکبرؓ بن امام علی نقیؓ بن امام محمد تقیؓ الجواد بن امام علی موسیٰ رضاؓ بن امام موسیٰ کاظمؓ بن امام جعفر صادقؓ بن امام محمد باقرؓ بن امام زین العابدینؓ بن امام حسینؓ شہید کربلا بن حضرت علی مرتضےٰؓ

آپ سادات حسینی سے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ عصمت خاتون تھیں جو خواجہ ابی احمد چشتیؓ کی دختر تھیں یعنی آپ اپنے پیر خواجہ ابو محمد چشتیؓ کے خواہرزادہ حقیقی ہیں اور منہ بولے بیٹے بھی ہیں۔ آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔

وصال: آداب الطالبین کے مطابق آپ کا وصال ۲۶ ربیع الآخر کو ہوا اور سفینۃ الاولیاء کے قول کے مطابق چار ربیع الآخر ۴۵۹ھ میں اور شجرۃ الانوار اور مرات الاسرار کے مطابق ۳ رجب ۴۵۹ھ میں۔ اقتباس الانوار کے مطابق آپ کا وصال ۳ رجب ۴۵۹ھ کو ابو جعفر عبداللہ کے عہدِ خلافت میں ہوا۔ ابو جعفر عبداللہ کا لقب قائم بن قادر تھا۔ وہ خلفائے بنو عباس سے تھے اور سلطان طغرل بیگ بن میکائیل بن سلجوق کے ہمعصر تھے۔ اور یہ سلاجقہ میں سے پہلا بادشاہ ہے کہ جس نے خراسان وغیرہ کا علاقہ سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی سے فتح کیا جیسا کہ مراۃ الاسرار میں لکھا ہے۔

ان کا مزار مبارک قصبہ چشت میں ہے۔ آپ کے بہت سے خلفاء تھے مگر ان میں سے مشہور ترین خواجہ قطب الدّین مودود چشتیؒ ہیں جو آپ کے فرزند تھے اور دوسرے خلیفہ ان کے بیٹے تاج الدّین ابو الفتحؒ تھے۔

ذکر خواجہ قطب الدّین مودود چشتی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مودود ہے اور لقب قطب الدّین۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام خواجہ ابو یوسف چشتی رضؓ ہے۔ وہ اپنے والد کے مرید تھے اور اُن ہی کے سجادہ و قائم مقام تھے آپ کی عمر ۹۷ برس تھی اور ایک روایت کے مطابق ۲۰ ابرس۔

وصال:۔ آدابُ الطالبین کے مطابق آپ کا وصال ۱۳ رجب کو ہوا۔ ایک اور روایت کے مطابق ۳ رجب کو جیسا کہ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق یکم رجب ۵۲۷ھ کو وصال ہوا اور یہ زمانہ سلطان معز الدّین سنجری بن سلطان ملک بن سلطان الپ ارسلان کا تھا جو طغرل بیگ سلجوقی کا برادر زادہ تھا۔ ایک اور قول کے مطابق ۵۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ سب روایات مراٰت الاسرار، اقتباس الانوار اور سفینۃ الاولیاء میں موجود ہیں ”سرور اولیاء بود“ سے آپ کا سالِ وصال اخذ ہوتا ہے آپ کی قبرِ مُبارک چشت میں ہے اور چشت پہاڑی درے میں ہرات سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے، جسے شاقلان کہتے ہیں، جیسا کہ شفا العلیل ترجمہ قولِ جمیل میں لکھا ہے۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ چوبیس برس کی عمر میں اپنے والدِ گرامی کے بعد سجادۂ مشیخت پر بیٹھے۔ آپ نے تکمیل حضرت شیخ احمد جامؒ سے کی اور اُن سے خرقۂ خلافت بھی پہنا۔ اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ نفحات الانس میں درج ہے۔ آپ کو دو جگہ سے خلافت ملی۔ ایک اپنے والدِ گرامی خواجہ ابو یوسف چشتی رضؓ سے اور دوسری شیخ احمد جامؒ سے۔ چنانچہ آپ سے دو سلسلے جاری ہوئے۔ ایک اپنے والد کی جانب سے جس کا ذکر اس کتاب میں ترتیب کے ساتھ آئے گا اور دوسرا شیخ احمد جامؒ کی جانب سے کہ اسے سلسلہ چشتیہ مودودیہ کہتے ہیں۔ اور وہ یوں ہے:

خواجہ قطب الدّین مودود چشتی رضؓ من شیخ احمد جامؒ من ابو سعید ابوالخیرؒ من عبد الرحمٰن اسلمی رحؒ من ابوالقاسم نصر آبادی رحؒ من ابو بکر شبلی رحؒ من خواجہ

جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقطیؒ من خواجہ معروف کرخیؒ من امام علی موسیٰ رضاؒ من امام موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفر صادقؒ من امام محمد باقرؒ من امام زین العابدینؒ من امام حسینؓ من حضرت علی مرتضےٰؓ من حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

یُوں بھی ہے:

خواجہ قطب الدّین مودود چشتیؒ من شیخ احمد جامؒ من سعید ابوالخیرؒ من ابوالفضلؒ من حسن سرخسیؒ من ابونصر سراجؒ من ابو محمد مرتعشیؒ من ابوحفص حدادؒ من ابو عبداللہ باوردیؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ آگے آخر تک۔ نفحات الانس اردو صفحہ ۲۱۴ پر تحریر ہے کہ،

یُوں بھی ہے:

خواجہ قطب الدّین مودود چشتیؒ من شیخ احمد جامؒ من شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ من ابوالعباس آملیؒ من محمد طبریؒ من ابومحمد جریریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ۔ آگے آخر تک۔

اور یوں بھی ہے:

خواجہ قطب الدّین مودود چشتیؒ من احمد جامؒ من امام علی موسیٰ رضا اویسیؒ آگے آخر تک۔

حضرت خواجہ قطب الدّین مودود چشتیؒ کے نواحی بیت المقدس سے لے کر چشت و بلخ تک دس ہزار خلفاء تھے۔ مگر ان میں گیارہ خلفاء کا ذکر کیا جائے گا۔

(۱) ان کے سب سے اوّل خلیفہ ان کے بیٹے خواجہ ابی احمد چشتیؒ بن خواجہ قطب الدّین مودود چشتیؒ ہیں، جو اپنے والد کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے۔ ان کا وصال ۵۷۷ھ میں ہوا۔ اس فقیر کے پیروں کا سلسلہ خواجہ ابی احمدؒ مذکور کے واسطہ سے خواجہ قطب الدّین مودود چشتیؒ تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر حضرت شیخ محمود راجنؒ کے ذکر میں آئیگا۔

(۲) دوسرے خلیفہ حاجی شریف زندنیؒ ہیں کہ ہمارے سلسلۂ پیران میں سے ہیں۔

ان کا ذکر بھی ہمارے سلسلہ میں آئیگا۔ (۳) تیسرے خلیفہ شاہ سنجان رکن الدین محمودؓ سکنہ دہ سنجان خواف (۴) چوتھے ابونصر شکیبانؓ (۵) پانچویں دبا زناہدؓ (۶) چھٹے یشخ حسن تبسیؓ (۷) ساتویں خواجہ سبزپور آذر بائیجانیؓ (۸) آٹھویں شیخ عثمان رومیؓ کہ حضرت بایزید بسطامیؓ کا خرقہ بھی ان تک پہنچا تھا۔ اور صاحب سلسلہ تھے (۹) نویں شیخ احمد بدرونؓ (۱۰) دسویں خواجہ محمد شامؓ (۱۱) گیارھویں خواجہ ابوالحسن ہالیؓ کہ تاریخ حالی ان کی تصنیف ہے۔

ذکر خواجہ حاجی شریف زندنی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام شریف ہے۔ حج کی وجہ سے حاجی مشہور ہو گئے۔ زندن ایک پرگنہ ہے بخارا کے سات پرگنوں میں سے، جیسا کہ سفینۃ الاولیاء اور شفاء العلیل میں لکھا ہے۔

آداب الطالبین کے مطابق آپ کا وصال ۱۳ رجب کو ہوا۔ سفینۃ الاولیاء کے مطابق ۶ رجب کو۔ اور مرأت الاسرار و شجرۃ الانوار اور اقتباس الانوار کے مطابق ۳ رجب کو سلطان سنجر سلجوقی کی سلطنت کے زمانہ میں وصال ہوا۔ آپ خواجہ یوسف ہمدانی کے ہم عصر تھے۔ آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔

آپ کا مزار مبارک ملک شام میں ہے جیسا کہ مرأت الاسرار میں لکھا ہے۔ سیر الاقطاب کے مطابق قنوج میں ہے۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ اُن کی قبر قنوج میں دریا کے کنارے شہر سے متصل شمال کی جانب ہے۔ اگرچہ ان کا سندوستان میں آنا اور یہاں رحلت پانا ثبوت کو نہیں پہنچا مگر اس زمانہ کے بزرگوں میں یہی مشہور ہے۔ البتہ شجرۃ الانوار میں ہے کہ ان کی قبر مبارک زندنہ میں ہے جو ملک بخارا میں ایک قصبہ ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایک شخص محمد قاسم نام قوم پراچہ سکنہ بلدہ مکھڈ اُس جگہ (بخارا) کے سوداگروں میں سے اس سال ۱۲۷۸ھ میں تونسہ شریف آیا۔ وہ

میرا پیر بھائی تھا اور وہ تونسہ شریف میں حضرت خواجہ محمدؐ سلیمان تونسوی رحؒ کے عُرسِ مبارک میں شرکت کے لئے آیا تھا میرے سامنے اُس نے ذکر کیا کہ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رضؓ کی قبرِ مُبارک شہر بخارا میں محلّہ زندنہ میں ہے اور میں نے اُس کی زیارت کی ہے اور اب اس محلّہ کو محلّہ زندانیاں کہتے ہیں۔ چودہ دیگر سوداگروں نے بھی جو اس کے ہمراہ تھے اس امر کی گواہی دی کہ ہم نے بھی اُس جگہ قبرِ مبارک کی زیارت کی ہے۔

آپ کے بے شمار خلفاء تھے، مگر اُن میں سے مشہور ترین حضرت خواجہ عثمان ہَرْوَنی رضؓ (ہارُوَنی) ہیں جو ہمارے سلسلہ کے پیر ہیں۔

ذکر خواجہ عثمان ہارُوَنی رضی اللہ عنہ

جان لیجئے کہ ہارُوَن (بفتحہ ہاء مہملہ و الف و رائی و فتحہ واؤ و سکون نون) زندن سے نصف کوس کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے جیسا کہ شفاء العلیل میں لکھا ہے۔ البتہ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ کا مسکن ملک خراسان کے قصبہ ہارُوَن میں تھا جو نواحِ نیشاپور میں ہے۔ ایک اور قول کے مطابق ہارُوَن ملکِ ماوراءالنہر میں سے دیارِ فرغانہ کا ایک قصبہ ہے۔ خیرالاذکار میں لکھا ہے کہ خواجہ نور محمد رحؒ صاحب فرماتے تھے کہ "ہارُوَن کے واؤ پر زبر ہے کیونکہ آپ کی جائے ولادت ہارُوَن تھی۔ یہ جگہ عراق میں نیشاپور کے مضافات میں واقع ہے۔ اس لفظ کو ہارُونی یعنی را پہ پیش اور واؤ پر جزم پڑھنا غلط تلفظ ہے۔"

آپ کی کنیت ابوالنور تھی۔ آپ حافظِ قرآن تھے اور دن رات میں دو ختم کرتے تھے۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔

آپ کا وصال چھ ماہ شوال ۶۳۰ھ کو ہوا۔ جیسا کہ مرات الاسرار اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے۔ اور آداب الطالبین کے مطابق ۵ شوال کو۔ شجرۃ الانوار میں دونوں قول لکھے ہیں۔ سفینۃ الاولیاء میں دس شوال تاریخ وصال لکھی ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق ۶۰۳ھ میں وصال فرمایا۔

مزارِ مبارک :۔ آپ کی قبرِ مبارک مکہ معظّمہ میں کعبہ شریف اور جنت معلیٰ کے مابین ہے۔ سیر الاقطاب کے مطابق آپ کے چار خلفاء تھے۔ اوّل خواجہ معین الدّین اجمیریؒ۔ دوم سیّد محمّد ترک نارنولیؒ سوم شیخ سعدی لنگوچیؒ کہ ان کی قبر بھی نارنول میں پہاڑ کے اوپر ہے۔ چہارم شیخ نجم الدّین صغریؒ کہ ان کا مزارِ مبارک پرانی دلّی میں خانقاہِ خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ میں مغرب کی طرف پہاڑ میں ہے۔ البتّہ ہمارا سلسلہ حضرت خواجہ معین الدّین اجمیریؒ سے پہنچتا ہے۔

ذکر حضرت خواجہ معین الدّین حسن سجزی ثم اجمیری رضی اللہ عنہ

آپ کا اسمِ مبارک معین الدّین ہے اور لقب "خواجہ بزرگ" آپ کی ولادت ۵۳۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی جائے ولادت ملک خراسان میں بلدہ سیستان ہے، جس کا معرّب سجستان ہے۔ جیسا کہ سفینۃ الاولیاء اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے۔ اور یہ جو حضرت خواجہ کو سَنجَری (سین پر زبر، نون پر جزم۔ جیم پر زبر اور آخر میں راء مہملہ کے نیچے زیر اور یائے ساکن) یعنی سَنجَر سے منسوب کرتے ہیں۔ غلط ہے۔ وہ لفظ دراصل سِجزی ہے (یعنی سین پر زبر ہے۔ جیم پر سکون ہے اور زاء معجمہ ہے) جو سُنجر کی جنس خطی سے متعلق ہے (یعنی خطی لحاظ سے سنجر سے ملتا جلتا ہے) اور لفظ سجز سجستان کا مخفف ہے جو سیستان کا معرّب ہے اور سیستان ولایتِ خراسان میں واقع ہے۔ یہی خواجہ بزرگ کی اصل جائے ولادت ہے، جیسا کہ شفاء العلیل اور انتباہ میں

جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیف ہے آیا ہے اور قولِ مستحسن وغیرہ میں بھی یہی لکھا گیا ہے پس حضرت خواجہ کو سجزی کہنا چاہیئے نہ کہ سنجری۔

خیر الاذکار فی مناقب الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی فرماتے تھے کہ "حضرت خواجہ کو سنجری اس لئے لکھتے ہیں کہ سنجر ایک شہر کا نام ہے جو موصل سے تین دن کے راستہ پر ہے اور سلطان سنجر کا مولد ہے جیسا کہ منتخب اللغات میں مذکور ہے۔ اور ملفوظات مشائخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنجار عراق کے ایک قصبہ کا نام ہے جو بغداد سے سات دن کے راستہ پر واقع ہے۔ حضرت خواجہ کو اس شہر کی نسبت سے اس لئے سنجری کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے والد حضرت سید حسن کا یہی شہر وطن مالوف تھا" اور میں نے گلستان کے حاشیے پر لکھا دیکھا ہے کہ سنجار (سین مہملہ کی فتحہ کے ساتھ) ایک قلعہ کا نام ہے جو موصل اور دیار بکر کے نواح میں ہے اور سلطان سنجر کی جائے ولادت ہے۔

قولِ مستحسن فی فخر الحسن میں لکھا ہے کہ سجستان کے نام کے بے شمار قصبے ہیں ایک تو یہ سجستانہ ہے جو بصری کے دیہات اور قریوں میں سے ہے۔ ایک سجستان بلادِ ہند میں ہے اور ایک سجستان خراسان میں ہے۔ لیکن خواجہ بزرگ کا مولد خراسان کا یہی سجستان ہے۔ کتاب ما مقیمان میں شیخ علاؤ الدین چشتی اودھی خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے اس شعر میں گویا اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

گر بہندوستان شدیم چہ باک
سبزۂ گلشن خراسانم

(ہم اگر ہندوستان جا بھی نکلے تو کیا ہوا، درحقیقت تو ہم خراسان کے گلشن ہی کا سبزہ ہیں)

پس صحیح قول یہی ہے کہ خواجہ بزرگ کا مولد خراسان کا سجستان ہے اور آپ نے نشو و نما بھی خراسان میں پائی ہے۔ البتہ ایک قصبہ سنجرہ نام ملک سندھ میں بھی ہے کہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی اولاد اس جگہ رہتی تھی اور وہ سنگھڑ شریف کے قریب ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ خواجہ بزرگ نہ اس سنجر کے تھے اور نہ اس سنجر کے بلکہ سجستان سے ہیں کہ اس کا مخفف سجز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کی والدہ کا نام بی بی ماہ نور ہے۔ جو سادات حسنی سے تھیں جیسا کہ مدارالعین میں لکھا ہے۔ البتہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے۔ کہ ان کی والدہ کا نام خاص الملکہ ہے اور خواجہ بزرگؒ والد کی جانب سے حسینی سیّد ہیں۔ آپ کے والد کا نام سیّد حسنؒ تھا اور لقب سیّد غیاث الدین۔ نسب یوں ہے۔

سیّد غیاث الدینؒ بن سیّد نجم الدین طاہرؒ بن سیّد عبدالعزیزؒ بن سیّد ابراہیمؒ بن سیّد ادریسؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ بن امام محمد باقرؒ بن امام زین العابدینؒ بن امام حسینؓ بن امیر المؤمنین علی مرتضےٰؓ۔ جیسا کہ مدارالعین، مرات الاسرار اور اشجار و اولادِ خواجہ بزرگؒ میں لکھا ہے۔ البتہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگؒ سیّد رضوی ہیں یعنی امام علی موسیٰ رضاؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ ترتیب یہ ہے۔

"خواجہ معین الدینؒ بن سیّد غیاث الدین حسنؒ بن سیّد کمال الدینؒ بن احمد حسنؒ بن سیّد طاہرؒ بن سیّد عبدالعزیزؒ بن سیّد ابراہیمؒ بن امام علی موسیٰ رضاؓ بن امام موسیٰ کاظمؓ اور آگے آخر تک مگر پہلا قول صحیح ہے اور اس کی تحقیق و تصدیق مناقب الحبیب سے ہوتی ہے۔

عمر: ۔ آپ کی عمر ایک سو چار سال ہے۔ جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے اور ایک قول کے مطابق ۹۷ سال ہے جن میں سے آپ نے چالیس سال اجمیر شریف میں گزارے۔ پندرہ سال کے تھے کہ اپنے وطن سے خدا کی تلاش میں نکلے اور باقی عمر سفر میں گذاری۔ بیس سال چھ ماہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہے جیسا کہ مرات الاسرار میں لکھا ہے **درجہ** :۔ آپ کا درجہ محبوبی اور حبیبی کا تھا یعنی کہ اپنے عہد میں محبوبانِ خدا کے حلقہ کے سرخیل تھے جیسا کہ مرات الاسرار، سیر الاولیاء و دیگر تمام ملفوظاتِ خواجگانِ چشت میں لکھا ہے۔

خرقہ: آپ نے ۵۲ برس کی عمر میں اپنے پیر سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

آپ نے اجمیر شریف میں آکر دو عورتوں سے شادی کی۔ ایک بی بی عصمت دختر سیّد وجیہہ الدین جو سیّد حسین خنگ سوار کے حقیقی چچا تھے اور امام جعفر صادقؒ کی اولاد

سے تھے۔ دوسری بیوی کا نام بی بی امۃ اللہ تھا جو نواحِ اجمیر کے ایک راجہ کی بیٹی تھیں۔ وہ جہاد میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ آپ نے اس بی بی کو بطور ملکِ یمین یعنی کنیز کے اپنے تصرّف میں رکھا۔ ان دونوں بیبیوں سے آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی بی بی حافظ جمال تھیں۔ بیٹوں میں سب سے بڑے سیّد فخر الدین تھے کہ ان کی اولاد آج تک کہ سن ۱۲۷۸ھ ہے اجمیر شریف میں سجّادہ نشین ہے۔ اس وقت دیوان سراج الدین صاحب سجّادہ نشین ہیں۔ دوسری اولاد بھی کثیر ہے۔ چنانچہ میں نے خواجہ بزرگؒ کی اولاد کی تفصیل مناقب الحبیب میں لکھی ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام ابو سعید ضیاء الدینؒ تھا اور تیسرے کا نام حسام الدین ابدالؒ تھا جو غائب ہو گئے تھے۔

وصال: ۔ خواجہ بزرگؒ کا وصال سلطان شمس الدین التمش کے عہدِ سلطنت میں پیر کے دن ۶ رجب ۶۳۳ھ میں ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق اتوار ۳ ذی الحجہ ۶۳۳ھ کو۔ نیز ایک اور روایت کے مطابق ۶۳۲ھ میں ہوا۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ جیساکہ سفینۃ الاولیاء، مرات الاسرار اور سیر الاولیاء میں لکھا ہے اور کلماتُ الصادقین میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگؒ کا وصال ۶ رجب ۶۲۷ھ کو ہوا۔ کسی صاحب نے آپ کی ولادت عمر اور وصال کو ایک رباعی میں بیان کیا ہے: رباعی

ولادت عاشق نو سال عمرش
بود در والی ہند آشکارا
وفاتش آفتاب ملک ہندست
ز ابجد کن شمار ایں را خدارا

مزار مبارک: آپ کا مزار شریف اجمیر میں آپ کے حجرۂ مبارک میں ہے۔ سیر الاولیاء، اخبار الاخیار اور تمام ملفوظاتِ خواجگانِ چشت میں لکھا ہے کہ جب خواجہ بزرگؒ کا انتقال ہوا تو آپ کی پیشانیٔ مبارک پر سبز حروف اس عبارت کے ظاہر ہوئے:

"حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ"

(عاشقِ خدا، خدا کے عشق میں فوت ہو گیا)

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے تیرہ خلفاء تھے ۔ ۱۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ۲۔ حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی السوالی الناگوریؒ ۳۔ خواجہ فخر الدینؒ پسر خواجہ بزرگؒ ۴۔ خواجہ معین الدینؒ ۵۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ (آپ اگرچہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے مگر خواجہ بزرگؒ کی طرف سے بھی مجاز تھے) ۶۔ شیخ وجیہہ الدین ۷۔ شیخ برہان الدینؒ عرف شیخ بدو ۔ ۸۔ شیخ احمدؒ ۹۔ شیخ محسنؒ ۱۰۔ شیخ سلیمان غازیؒ ۱۱۔ شیخ شمس الدینؒ ۱۲۔ خواجہ حسن خیاطؒ ۱۳۔ اجے پال جوگی بعرف عبداللہ بیابانیؒ ۔
بعض نے چودھویں خلیفہ کا بھی ذکر کیا ہے جن کا نام شیخ اوحد کرمانیؒ ہے ۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ بعض نے حضرت بی بی حافظ جمالؒ دختر خواجہ بزرگؒ کو بھی خلفاء میں شمار کیا ہے اور سالار مسعود غازیؒ کو بھی آپ کا خلیفہ لکھا ہے مگر دونوں روایات ضعیف ہیں اور اس کی تفصیل اقتباس الانوار میں لکھی ہوئی ہے اور فخر الاولیاء اور اقتباس الانوار اور مدائن المعین از زبدۃ الحقائق مصنفہ حضرت بختیار کاکیؒ میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگؒ کو ایک خرقہ خلافت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی ملا تھا ۔ لیکن ہمارا سلسلہ چشتیہ نظامیہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے واسطہ سے خواجہ بزرگؒ تک پہنچتا ہے ۔

ذکر حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام بختیار ہے لقب خواجہ قطب الدین اور دوسرا لقب کاکی ہے ۔
خیر الاذکار میں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ سے منقول ہے کہ لفظ بختیار یا آپ کا اصلی نام ہے یا لقب مدح ۔ البتہ اس فقیر نے بعض ثقہ حضرات سے سُنا ہے کہ بختیار سادات میں سے ایک قوم ہے ۔ اس قوم کے اکثر صاحبان سے اس فقیر کی ملاقات بھی ہوئی ہے ۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدّین بختیارؒ ہماری قوم سے تھے ۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ کا نام قطب الدّین اور آپ کا لقب بختیار ہے ۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کا نام بختیار ہے اور قطب الدّین خدا کی طرف سے آپ کو خطاب ملا تھا ۔ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدّینؒ نے نہایت مہربانی سے آپ کو قطب الدّین بختیار فرمایا ۔

اس وقت سے بختیار لقب ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ حسینی سادات سے ہیں۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام سید کمال الدین احمدؒ بن سید موسیٰ اوشیؒ بن سید محمدؒ بن سید حمدؒ بن سید اسحاق حسنؒ بن سید احمد چشتیؒ بن سید رضی الدینؒ بن سید حسام الدینؒ بن سید رشید الدینؒ بن سید جعفر ثانیؒ بن امام محمد تقی الجوادؓ بن امام علی موسیٰ رضاؓ بن امام موسیٰ کاظمؓ بن امام جعفر صادقؓ بن امام محمد باقرؓ بن امام زین العابدینؓ بن امام حسینؓ بن حضرت علی مرتضیٰؓ ہے۔

آپ کے والد سید کمال الدین احمدؒ بن موسیٰ اوشیؒ سادات اوش سے تھے، آپ کا مولد قصبہ اوش ہے، جو ماوراالنہر میں ایک قصبہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دیارِ فرغانہ میں ہے جیسا کہ مراۃ الاسرار میں لکھا ہے مگر سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ اوش اندجان کے مضافات میں ہے۔ خیر الاذکار میں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ سے منقول ہے کہ "اوشی اوش شہر کی نسبت سے ہے جو دیارِ ماوراالنہر میں خواجہ قطب الدینؒ اوشی کا مسکن تھا۔

کاکی کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں بے شمار روایات ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرتؒ کا دستور تھا کہ لنگر اور گھر کا سلسلہ قرض سے چلتا تھا۔ نجم الدین نام بقال تھا جس سے قرض لیتے تھے۔ اور اُسے فرمایا ہوا تھا کہ پانچ سو روپیہ تک قرض یا اُدھار ہو جایا کرے۔ پس جس وقت فتوحات آتیں اس کا قرض ادا فرما دیتے۔ ایک دن بقال کی بیوی نے حضرت کی اہلیہ محترمہ کو طعنہ دیا کہ اگر ہم آپ لوگوں کو ادھار نہ دیں تو آپ کا حال تباہ ہو جائے۔ آپ کی اہلیہ پر یہ بات گراں گزری اور حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب اس بقال سے قرض نہ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب نہیں لیں گے پس اس دن سے ایک چاندی کا قرص اپنے مصلیٰ کے نیچے سے برائے خرچ عطا فرماتے تھے۔ اور اپنی اہلیہ کو فرما دیا تھا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ ایک دن وہ بقال حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ کے پاس آیا اور کہا کہ اب کیسے گزر اوقات ہوتی ہے۔ آپ کی اہلیہ نے اس کشف کا ذکر کر دیا۔ اُس دن سے حضرت خواجہ نے مصلیٰ کے نیچے سے ادا کرنا موقوف کر دیا اور فرمایا کہ آج کے بعد اگر بھوک لگے تو اندرونِ خانہ کے طاق میں ہاتھ ڈال کر تازہ نان لے

لیا کرو۔ اور کاک چپاتی کو کہتے ہیں۔پس اس دن سے اس طاق سے تازہ روٹی لے کر کھاتے تھے۔ پس اس بناء پہ آپ کا لقب کاکی ہوًا۔ کاتب الحروف کہتاہے کہ اس فقیر نے اس طاق کی زیارت کی ہے جو آپ کی حویلی میں آج تک موجود ہے۔ درگاہِ خواجہؒ اور سرائے لاڈو کے درمیان وہ حویلی اب بھی موجود ہے۔ خیرالاذکار میں حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ سے منقول ہے کہ کاکی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی اہلیہ آپ کے ارشاد کے مطابق اہلِ خانہ اور مہمانوں کے کھانے کے لیئے گرم کاک (چھوٹی یا پتلی سی چپاتی) ایک مقرّرہ پہاڑ سے لاتی تھیں اور صرف کرتی تھیں۔

دوسری وجہ سبع سنابل میں لکھی ہے کہ جب خواجہ بزرگؒ نے اجمیر سے خواجہ قطب الدّینؒ کو رخصت کیا اور دہلی بھیجا تو آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے حال کو لوگوں سے پوشیدہ رکھیں۔ آپ نے دہلی آکر ایک نانبائی کے ہاں مزدوری اختیار کی اور وہ تنور والا بادشاہ کا ملازم تھا۔ ہر روز سات من آٹا نان تیار کرنے کے لئے بادشاہ کے ہاں سے اُس کے پاس آتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز شاہی نان تنوُر میں جل گئے۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے اُسے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ خواجہ قطب الدّینؒ نے ان کو منع کیا اور کہا لاؤ تمہاری روٹیوں کو بہتر اور اچھا بنا دوں۔ پس ان جلی ہوئی روٹیوں کو پھر تنور میں ڈالا اور باہر نکالا۔ ایسی صاف اور اچھی نکلیں کہ ایک سیاہ داغ بھی ان پر نہ تھا۔ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی اُس نے جان لیا کہ آپ ولیٔ کامل ہیں کہ جلی ہوئی روٹیوں کو دوبارہ تنور میں ڈال کر ٹھیک کر دیا ہے۔ پس آپ کی زیارت کے لئے روانہ ہُوا۔ جب آپ کو معلوم ہُوا تو وہاں سے بھاگ کر قاضی حمید الدّین ناگوریؒ کے گھر میں آگئے۔ اس روز سے کاکی مشہور ہو گئے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب سلطان شمس الدّین التمش بادشاہِ دہلی کا خواہر زادہ سعد الدّین تنبولی حضرت خواجہ قطب الدّینؒ سے مرید ہُوا تو سلطان شمس الدّین بھی اپنے تمام لشکر کے ساتھ حضرت خواجہؒ کی زیارت کے لئے آیا اور عرض کیا کہ آج ہماری اور لشکر کی دعوت کریں۔ پس حضرت خواجہؒ نے اپنی دونوں آستینوں کو جھاڑنا

شروع کیا۔ اس قدر تازہ کاک (چپاتیاں) گرے کہ تمام لشکر نے پیٹ بھر کر کھائے۔ پس سعد الدین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی آستین کو جھاڑے۔ اس قدر پان کے پتے گرے کہ سب کے لئے کفایت کر گئے۔ اس دن سے حضرت خواجہؒ کا لقب کاکی اور سعد الدین کا تنبولی ہوا۔ پس شمس الدین التمش یہ کرامت دیکھ کر حضرت خواجہ کا مرید ہو گیا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ مغلوں کی قید میں تھے۔ اُس قید خانہ میں ایک بچّہ والی عورت بھی قید تھی۔ نصف رات کے وقت اُس عورت کا بچّہ رونے لگا۔ حضرت خواجہؒ نے پُوچھا کہ کیوں روتا ہے۔ اُس عورت نے کہا کہ اس بچہ کی عادت ہے کہ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو آدھی رات کو روٹی طلب کرتا ہے۔ اس وقت اس حال میں اس کو روٹی کہاں سے دُوں۔ خواجہ صاحبؒ نے اپنی آستین سے کاک نکال کر اُسے دی۔ نیز اس جگہ کے تمام قیدیوں کو بھی دی۔ اس دن سے کاکی مشہور ہوئے۔ ان وجوہات کے علاوہ اور بھی لکھی گئی ہیں۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت آدھی رات کے وقت اوش کے قصبہ میں ہوئی۔ آپ نے پندرہ پارے اپنی والدہ کے شکم میں حفظ کئے تھے۔ آپ کے استاد کا نام ابوحفص تھا۔ ایک اور قول کے مطابق قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے پندرہ پارے آپ کو پڑھائے تھے جیسا کہ سبع سنابل میں ہے۔

وصال۔ سیر الاقطاب کے مطابق آپ کا وصال چاشت کے وقت ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۵ھ کو ہوا۔ مرات الاسرار کے مطابق پیر کی رات ۱۴ ربیع الاوّل ۶۵۳ھ کو ہوا اور یہ زمانہ سلطان التمش کی سلطنت کا تھا اس بادشاہ نے آپ کو غسل بھی دیا تھا۔ حالتِ سماع میں آپ کا وصال اس شعر پر ہوا تھا ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر ست

مزارِ مُبارک:۔ آپ کا مزار پرانی دلّی میں ہے۔ آپ کی عمر پچّاس سال کی تھی۔ اور ایک قول کے مطابق باون سال کی۔ ایک اَور قول کے مطابق ۴۷ سال کی۔ ایک اور روایت

کے مطابق ۴۳ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

تاریخ وصال - آپ کی تاریخِ وصال سیر الاقطاب میں لکھی ہے کہ "خواجہ بود" اور خواجہ بزرگ معین الدینؒ اور خواجہ قطب الدینؒ دونوں کا ایک ہی سال میں وصال ہوا۔ پہلے ۶ رجب کو خواجہ بزرگؒ کا وصال ہوا۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی اپنے وطن یا مولد اوش میں کی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد اُسے طلاق دے دی۔ دوسری شادی دہلی میں کی۔ اس بیوی سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ ۱۔ سیّد احمدؒ جو عالمِ طفولیت میں فوت ہو گئے۔ ۲۔ سیّد محمدؒ جو حضرت سلطان المشائخؒ کے عہد تک زندہ تھے۔ فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہؒ کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ ایک بچپن میں فوت ہو گئے۔ دوسرے بڑے ہوئے۔ البتہ جو بڑے اور جوان ہوئے وہ حضرت شیخؒ کی مانند ہرگز نہیں تھے یعنی اُن کے احوال کو ہمارے شیخؒ کے احوال سے کوئی نسبت نہ تھی۔

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدینؒ کے بائیس خلیفہ تھے۔ ۱۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ۔ ۲۔ حضرت بدر الدین غزنویؒ۔ ۳۔ برہان الدین بلخیؒ۔ ۴۔ شیخ ضیاء رومیؒ۔ ۵۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ۔ جو اگرچہ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے مگر خواجہ بزرگ سے بھی خلافت تھی یعنی آپ کی صحبت و خلافت سے بھی مشرف تھے۔ ۶۔ سلطان شمس الدین التمشؒ بادشاہِ دہلی۔ ۷۔ بابا بحری بحر دریاؒ۔ ۸۔ مولانا فخر الدین حلوائیؒ ۹۔ خواجہ پیرؒ۔ ۱۰۔ شیخ سعد الدینؒ۔ ۱۱۔ شیخ محمد بہاریؒ۔ ۱۲۔ مولانا احمد جاجرمیؒ۔ ۱۳۔ سلطان ناصر الدین غازیؒ۔ ۱۴۔ شیخ محمدؒ۔ ۱۵۔ برہان حلوائیؒ۔ ۱۶۔ شیخ احمد تماجیؒ ۱۷۔ شیخ حسینیؒ۔ ۱۸۔ شیخ حسینؒ۔ ۱۹۔ شیخ فیروزؒ۔ ۲۰۔ شیخ بدر الدین موئے تابؒ۔ ۲۱۔ شاہ خضر قلندر رومیؒ۔ ۲۲۔ شیخ نجم الدین قلندرؒ۔ مگر اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین غازیؒ اور شمس الدین التمشؒ کی خلافت میں شک ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ صاحبِ اقتباس الانوار نے دیگر چند مسائل میں بھی چند جگہ شک کا ذکر کیا ہے مگر اس خلافت کے معاملہ میں اس کو کیا شک ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ اگر انہوں نے

ان دونوں کو بادشاہ اور اہلِ دنیا سمجھ کر شک کیا ہے تو ان کے فہم میں نقص ہے کیونکہ سلطان شمس الدّین التمش کے زُہد و ریاضت و بزرگی اور حضوریِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر ملفوظاتِ خواجگانِ چشت میں بہت جگہ لکھا ہوا ہے۔ عجب نہیں ہے کہ آپ نے اُسے خلافت دی ہو۔

آپ کے تمام خلفاء میں سے تین مشہور خلفاء سے سلسلہ جاری ہوا۔ ۱۔ حضرت شیخ فریدالدّین گنج شکرؒ جو آپ کے قائم مقام تھے۔ اور آپ کے خلیفہ بزرگ تھے۔ ہمارے پیروں کے سلسلہ میں آپ کا ذکر آئے گا (۲) دوسرے شیخ بدرالدّین غزنویؒ۔ شیخ بدرالدین غزنویؒ کے خلیفہ عمادالدّین ابدالؒ تھے۔ ان کے خلیفہ شہاب الدین عاشقؒ تھے۔ ان کے خلیفہ شیخ شرف الدّین بوعلی قلندرؒ تھے۔ اُن کے خلیفہ مصطفٰے امانیؒ تھے۔ ان کے خلیفہ شاہ احمد چشتیؒ تھے۔ ان کے خلیفہ شاہ برہان چشتیؒ تھے جو تالہ دہولہ قصبہ میں آرام فرما ہیں۔ (۳) تیسرے خلیفہ شاہ ظفر قلندر رومیؒ تھے جن سے سلسلہ قلندریہ جاری ہوا۔

ذکر حضرت شیخ فریدالدّین گنج شکر مسعود اجودھنی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی مسعود ہے اور لقب فریدالدّین۔ نیز آپ کا لقب گنج شکرؒ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی قرسم خاتون ہے جو اس زمانہ کی کاملات میں سے تھیں۔ جیسا کہ فجر الاولیاء اور روضۃ الاسلام میں لکھا ہے۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ بی بی قرسم خاتون والدہ گنج شکرؒ مولانا وجیہہ الدّین خجندی کی بیٹی تھیں۔ حضرت گنج شکرؒ حضرت شیخ سلیمانؒ کے فرزند تھے جو حضرت امیرالمومنین عمر بن الخطابؓ کی اولاد سے تھے۔ شیخ سلیمانؒ فرخ شاہ والئ کابل کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ آپ کا نسب یہ ہے:

شیخ فریدالدّین گنج شکرؒ بن شیخ جمال الدّینؒ بن شیخ سلیمانؒ بن شیخ شعیبؒ بن

شیخ احمدؒ بن شیخ یوسفؒ بن شیخ محمدؒ بن سلطان شہاب الدینؒ بن شیخ احمد المشہور بہ فرخ شاہؒ والی کابل بن شیخ نصیر الدینؒ بن شیخ محمودؒ بن شیخ سلیمانؒ زبان زد بن شیخ سامانؒ بن سلطان مسعودؒ بن شاہ عبد اللہؒ بن شیخ واعظ الاصغرؒ بن شیخ واعظ الاکبرؒ بن شیخ ابو الفتحؒ بن شیخ اسحاقؒ بن شیخ ابراہیمؒ بن شیخ ناصرؒ بن شیخ عبد اللہؓ بن امیر المومنین عمر ابن الخطابؓ

یہ سلسلۂ نسب فخر الاولیاء میں جو شیخ رشید میاں گجراتیؒ بن شیخ یحییٰ مدنیؒ کی تصنیف ہے، لکھا ہوا ہے۔ نیز روضۃ الاسلام میں بھی یونہی درج ہے۔ مزید برآں روضۃ الاسلام میں جو شیخ ابراہیم معصوم بن شیخ زین الدین اولیا چشتیؒ خلیفہ حضرت شیخ سلیم چشتی فتحپوریؒ (جو حضرت گنج شکرؒ کی اولاد سے ہیں) کی تصنیف ہے، لکھا ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کا سلسلۂ نسب ۱۷ ویں واسطہ سے حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ اس سلسلۂ نسب میں ناموں کی تفصیل اور ان کی ترتیب وہی ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا۔ اقتباس الانوار میں سیر الاولیاء کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب فرخ شاہ والی کابل تک پہنچتا ہے۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کا نسب فرخ شاہ والی کابل تک پہنچ کر حضرت عمر بن الخطابؓ تک اس ترتیب سے پہنچتا ہے:۔

شیخ فرید الدین گنج شکرؒ بن شیخ جمال الدین سلیمانؒ بن شعیبؒ بن احمدؒ بن یوسفؒ بن محمدؒ بن شہاب الدینؒ بن احمدؒ المعروف بہ فرخ شاہ والی کابل بن نصیر الدینؒ بن محمودؒ المشہور بہ سیما شاہ بن سلیمان شاہؒ بن مسعودؒ بن عبد اللہؒ بن واعظ اصغرؒ بن واعظ اکبرؒ بن ابو الفتحؒ بن اسحاقؒ بن سلطان ابراہیمؒ بن ادہم بلخیؒ بن سلیمانؒ بن ناصرؒ بن حضرت عبد اللہؓ بن عمر ابن الخطابؓ۔

اقتباس الانوار میں ہے کہ حضرت گنج شکرؒ کا سلسلہ سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ تک غیر صحیح ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اسحاق بن سلطان ابراہیم ادہمؒ سے آگے اولاد نہیں چلی۔ وہ لاولد فوت ہوئے تھے البتہ حضرت گنج شکرؒ کا اولادِ عمر فاروقؓ میں سے ہونا درست ہے۔ اور مونس الارواح میں لکھا ہے کہ حضرت گنج شکرؒ کے والد سلطان محمود غزنوی کے حقیقی خواہر زادہ تھے۔ جیسا کہ سیر الاقطاب میں بھی ہے مگر اقتباس الانوار

مونس الارواح

میں لکھا ہے کہ اس بات کی اصل نہیں ہے۔ فخر الاولیاء میں ہے کہ تذکرۃ الاصفیاء میں جو شیخ یوسف چشتی صدیقی کی تصنیف ہے، لکھا ہے کہ شیخ سراج الدینؒ جن کا لقب قاضی شعیب تھا، کے تین بیٹے تھے۔ ایک شیخ سلیمانؒ جو شیخ فریدالدینؒ کے والد تھے اور یہ شیخ سلیمانؒ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مریدوں میں سے تھے اور اپنے والد سے بھی خلافت یافتہ تھے۔ اور شیخ سراج الدین شعیبؒ کے والد جن کا نام شیخ عبدالرحمٰنؒ اور لقب احمد تھا حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے خلافت و ارادت رکھتے تھے۔ اور ان کے والد شیخ محمد شرف الدین، حاجی شریف زندنیؒ سے خلافت رکھتے تھے۔ دوسرے بیٹے قاضی شعیب یعقوبؒ نام کے تھے کہ اُن کے دو بیٹے تھے ایک رشید الدینؒ دوسرے سراج الدینؒ۔ البتہ قاضی شعیبؒ کے تیسرے بیٹے کا نام نہیں لکھا گیا کہ اُن کے نام کی تحقیق نہیں ہو سکی۔

شیخ سلیمانؒ بن قاضی شعیبؒ کے تین بیٹے تھے۔ جن میں سب سے بڑے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ تھے۔ دوسرے شیخ نجیب الدینؒ۔ تیسرے اعزالدین محمودؒ۔ اور فرخ شاہؒ ان کا دادا کابل کا بادشاہ تھا اور ان سے سلطان غزنی نے سلطنت حاصل کی۔ البتہ ان کی اولاد کابل میں تھی۔ جب چنگیز خان نے خراسان میں قتل عام کیا تو ان کے دادا شہاب الدینؒ اپنے بیٹوں قاضی شعیبؒ وغیرہ کو ہمراہ لے کر لاہور آ گئے۔ وہاں سے قصور چلے گئے اور وہاں سے موضع کھوتووال آ گئے اور قاضی مقرر ہوئے حضرت شیخ فریدالدین کا مولد موضع کھوتووال ہے کہ آج کل اُسے چاولی مشائخ کہتے ہیں۔ جو ملتان کے مضافات میں مہار شریف اور پاک پٹن شریف کے قریب ہے۔ آپ کا نام اور لقب شیخ فریدالدین عطارؒ کا بخشا ہوا ہے۔ ایک اور روایت بھی ہے کہ غیب سے اس لقب سے ملقب ہوئے۔ جیسا کہ سیر الاقطاب اور اقتباس الانوار میں درج ہے۔

گنج شکرؒ کے لقب کی کئی وجوہات تسمیہ بیان کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ آپ نے دہلی میں روزہ طے رکھا ہوا تھا اور آدھی رات کے وقت طے کے بعد افطار کے لئے

کوئی چیز نہ تھی جس سے روزہ افطار کریں۔ بھوک کی شدت میں زمین پر ہاتھ رکھا۔ چند سنگریزے ہاتھ آئے انہیں اپنے منہ میں ڈال لیا۔ وہ سنگریزے شکر ہو گئے۔ جب آپ کے پیر خواجہ قطب الدینؒ کو خبر ہوئی تو فرمایا "فرید الدین گنج شکر ہے"۔ (بحوالہ سیر الاولیاء)

دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دن اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جا رہے تھے بھوک کی وجہ سے سخت نقاہت کی حالت میں زمین پر گر گئے۔ آپ کی منہ میں مٹی پڑ گئی۔ جو شکر ہو گئی جب آپ کے پیر و مرشد کو خبر ہوئی تو فرمایا "شیخ فرید گنج شکر ہیں"۔ (بحوالہ مونس الارواح)

تیسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن راہ میں جا رہے تھے کہ ایک بنجارہ بیلوں پر شکر کے پالان لادے آ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ ان پر کیا لدا ہے۔ اس نے ازراہ تمسخر کہا۔ نمک ہے۔ فرمایا نمک ہی ہو گا۔ اسی وقت تمام نمک بن گیا۔ جب اس نے بوجھ اتارا تو دیکھا کہ تمام نمک ہے۔ وہ سوداگر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں نے شکر لادی ہوئی تھی آپ کی زبانِ مبارک سے نمک بن گیا۔ فرمایا۔ شکر ہی بن جائے گی۔ اسی وقت شکر بن گئی۔ چنانچہ جناب خانخاناں بیرم خاں نے اس سلسلہ میں آپ کی یوں تعریف کی ہے ؎

کانِ نمک جہانِ شکر شیخ بحر و بر
آں کز نمک شکر کند و از نمک شکر

(وہ نمک کی ایک کان ہیں وہ شکر کی ایک دنیا ہیں۔ اور وہ بحر و بر کے ایسے عظیم بزرگ ہیں جو نمک کو شکر میں اور شکر کو نمک میں بدل سکتے ہیں) بحوالہ اخبار الاخیار

وصال:۔ آپ کا وصال سہ شنبہ کے دن ۵ محرم ۶۶۸ھ میں ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق ۶۶۹ھ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں ہوا۔ جیسا کہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے۔ سفینۃ الاولیاء اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۶۶۴ھ میں ہوا۔ تاریخ وصال مخدوم ہے۔ آپ کی عمر فوائد الفواد کے مطابق ۹۳ برس ہے اور اخبار الاخیار کے مطابق ۹۵ برس۔ آپ پندرہ یا اٹھارہ سال کے تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے ملتان میں بیعت ہوئے۔ بیعت کے بعد اسّی برس زندہ رہے۔ ان دو روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ کی عمر ۹۵ برس تھی یا

۹۸ برس۔ جیسا کہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے۔ پاکپتن شریف کا پہلا نام اجودھن ہے جب حضرت گنج شکرؒ نے وہاں رہائش اختیار کی اور اُسی جگہ مدفون ہوئے اور پاک باز، صالح افراد اور اخیار وابرار حضرت گنج شکرؒ کی زیارت کے لیئے دریا عبور کر کے آنے جانے لگے تو اجودھن کا نام پاک پتن ہو گیا۔ جیسا کہ خیر الاذکار میں لکھا ہے۔

آپ کی چار بیویاں تھیں ایک ہزبرہ بانو دختر سلطان غیاث الدّین بلبن بادشاہِ دہلی جو آپ کا مرید تھا۔ دو کنیزیں تھیں۔ ایک شادو نام دوسری شکر دنام کہ ہزبرہ بانو دونوں کو اپنے ساتھ لائی تھیں اور پھر حضرت گنج شکر کی ملک کر دیں۔ چوتھی بیوی ام کلثوم تھیں جو ایک بیوہ عورت تھیں کہ اس سے نکاحِ ثانی کیا تھا۔ جیسا کہ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ بی بی ہزبرہ بانو سے آپ کے چھ بیٹے تھے۔ اور تین بیٹیاں۔ بیٹوں کے نام نصیر الدّینؒ شہاب الدّینؒ۔ بدرالدین سلیمانؒ۔ نظام الدّینؒ۔ یعقوبؒ اور عبداللہ بیابانیؒ تھے۔ عبداللہ بیابانیؒ شہید ہو گئے تھے۔ مگر مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت گنج شکرؒ کے روایت صحیح کے مطابق پانچ فرزند تھے۔ اور تین بیٹیاں۔ اور چھٹے بیٹے عبداللہ بیابانیؒ کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ پسرِ صُلبی نہ تھے۔ اور حضرت شیخ نصیر الدّین محمود چراغ دہلیؒ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت گنج شکرؒ کی حرم کافی تھیں اور اجودھن میں ہی جا کر یہ شادیاں کی تھیں۔ البتہ اُن کے بڑے بیٹے نصیر الدّینؒ تھے جن کے اپنے چھ فرزند تھے۔ نصیر الدّین کی والدہ ایک روایت کے مطابق شادو کنیزک ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی والدہ ام کلثوم بیوہ عورت تھیں جن سے آپ نے نکاح کیا تھا۔ اس بیوی کے ہمراہ نصیر الدین آئے تھے یعنی یہ پہلے شوہر کی اولاد تھے۔ حضرت گنج شکرؒ کی اولاد نہیں تھے۔ البتہ حضرت باباصاحبؒ انہیں اپنے بیٹے کی طرح سمجھتے تھے۔

حضرت گنج شکرؒ کے دوسرے بیٹے کا نام شہاب الدّینؒ تھا۔ ان کے پانچ بیٹے تھے۔ تیسرے فرزند بدرالدین سلیمانؒ تھے۔ ان کے چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ شیخ تاج الدّین سرورؒ جن کا مزار چشتیاں میں ہے (چشتیاں مہار شریف سے تین کوس جنوب کی طرف ہے) اور اسے بستی تاج سرور بھی کہتے ہیں، شیخ بدرالدّین سلیمانؒ

کی صُلبی اولاد تھے اور تاج سرورؒ صاحب کی اولاد اُسی قصبہ میں رہتی تھی اور حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحبؒ مہارویؒ کی خانقاہ بھی اُسی جگہ ہے۔ چوتھے بیٹے کا نام شیخ نظام الدینؒ تھا اور ان کے ۲ دو بیٹے تھے۔ پانچویں بیٹے کا نام شیخ یعقوبؒ تھا جو سب سے چھوٹے تھے۔ اور اُن کے ۲ دو بیٹے تھے۔ بیٹیوں میں سے سب سے بڑی بیٹی کا نام بی بی مستورہؒ تھا کہ شیخ عمر صوفی کے نکاح میں آئیں اور ان کے بطن سے شیخ عمرؒ کا ایک بیٹا محمد نام پیدا ہُوا تھا جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ آپ کی دوسری بیٹی کا نام بی بی شریفہؒ تھا جو جوانی میں بیوہ ہو گئی تھیں اور اس کے بعد نکاح نہ کیا۔ مگر مرات الاسرار میں آپ کے خاوند کا نام نہیں لکھا گیا۔ البتہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ حضرت گنج شکرؒ کے ایک داماد کا نام شیخ علی صابرؒ ہے۔ شاید اس بیٹی کے شوہر یہی ہوں۔ کیونکہ حضرت گنج شکرؒ کی تین بیٹیاں تھیں، زیادہ نہیں تھیں۔ آپ کی تیسری بیٹی کا نام بی بی فاطمہؒ تھا جو حضرت سید بدرالدین اسحاقؒ کے نکاح میں تھیں۔ اور ان کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہُوئے۔ ایک کا نام خواجہ محمدؒ تھا اور دوسرے کا نام خواجہ موسیٰؒ ان دونوں کی آگے اولاد ہے۔ یہ دونوں فرزند حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے۔

خلفاء : حضرت گنج شکرؒ کے خلفا بے شمار ہیں۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے ستّر ہزار خلفاء تھے اور جواہر فریدی میں لکھا ہے کہ آپ کے پچّاس ہزار تین سو بیالیس خلفاء تھے۔ جو زمین پر مشہور ترین ہیں۔ وہ پانچ ہیں :۔

(۱) حضرت قطب جمال الدین ہانسویؒ

(۲) حضرت نظام الدین اولیاءؒ

(۳) مخدوم علاؤالدین علی صابرؒ کہ سلسلہ صابریہ چشتیہ آپ سے جاری ہُوا۔

(۴) حضرت بدرالدین اسحاقؒ

(۵) سید محمد کرمانیؒ

البتہ ہمارا سلسلۂ چشتیہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے جاری ہُوا۔ حضرت گنج شکرؒ

مرتبۂ محبوبی پر تھے اور اسی پر وصال ہوا۔ جیسا کہ بحر المعانی میں سید محمد جعفر مکیؒ نے جو حضرت چراغ دہلویؒ کے خلیفہ تھے، لکھا ہے۔

ذکر حضرت نظام الدین اولیاءٔ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہٗ

آپ کا نام نظام الدین محمدؒ تھا۔ اور لقب سلطان المشائخ اور اولیاء۔ آپ کا درجہ محبوب الٰہی کا تھا۔ اور اولیاءؒ کے لقب کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء ولی کی جمع ہے۔ ایک پر اس کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کو اولیاء اس لئے کہتے ہیں کہ آپ تمام اولیاء کی عظمت و کرامات کے جامع تھے۔ جیسا کہ محبوب العارفین میں لکھا ہے۔

جائے ولادت:۔ آپ بدایوں میں پیدا ہوئے جو ہندوستان کا ایک مشہور شہر ہے جیسا کہ خیر الاذکار میں لکھا ہوا ہے۔ بدایوں مضافات سنبھل میں سے ایک قصبہ ہے۔ جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔

آپ حسینی سادات میں سے ہیں۔ والد کی جانب سے بھی اور والدہ کی جانب سے بھی۔ آپ کا نسب پدری یہ ہے جیسا کہ اقتباس الانوار میں شیخ اکرم چشتیؒ نے لکھا ہے:

نظام الدینؒ بن سید احمدؒ بن خواجہ علی بخاریؒ بن سید عبد اللہؒ بن سید حسینؒ بن سید علیؒ بن سید احمدؒ بن سید عبد اللہؒ بن سید علی اصغرؒ بن سید جعفر ثانیؓ بن سید امام علی نقی ہادیؓ بن سید امام محمد تقی جوادؓ بن امام علی موسیٰ کاظمؓ بن امام جعفرؓ بن امام باقرؓ بن امام زین العابدینؓ بن حضرت امام حسینؓ بن امیر المومنین علی مرتضےٰؓ

آپ کا نسب مادری یہ ہے:۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی زلیخا بنت سید جعفر عرب بخاری بن سید ابو المفاخر بن سید محمد اطہر (جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ کے خلفاء میں سے تھے) بن سید حسینؒ بن سید علیؒ (یہ سید حسین اور سید علی وہی ہیں جو آپ کے نسب

پدری میں مذکور ہیں جیساکہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے) اور اس سے آگے جیساکہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اور یہ جو نفحات الانس میں لکھا ہے کہ والدہ کی جانب سے خالدی ہیں۔ یہ بات کسی دوسری کتاب سے نہیں ملتی جیساکہ اقتباس الانوار میں درج ہے۔

ولادت:۔ قصبہ بدایوں مذکور میں آپ کی ولادت بروز آخری چہارشنبہ طلوع آفتاب کے بعد ۶۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۹۴ سال ۸ ماہ ہوئی۔ **وصال:۔** آپ کا وصال چہارشنبہ کے دن چاشت کے وقت اور بعض کے نزدیک طلوع آفتاب کے بعد ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو سلطان محمد عادل بن تغلق بادشاہِ دہلی کے زمانہ میں ہوا۔

مزار مبارک:۔ آپ کا مزار شریف پرانی دلی میں شاہ جہان آباد سے تین کوس جنوب کی جانب اس موضع میں ہے جہاں آپ سکونت رکھتے تھے۔ اور اس موضع کو غیاث پور کہتے ہیں۔ آپ کی تاریخ وصال یہ ہے:۔

نظامِ دو گیتی شہ ماؤ طیں   سراجِ دو عالم شدہ بالیقیں
چو تاریخ جُستم ُ ز تش زغیب   ندا داد ہاتف شہنشاہِ دیں

(آپ شاہ بحر و بر تھے اور دونوں جہاں کے لئے آپ کی ہستی چراغ کی مانند تھی۔ جب مجھے ان کی تاریخ وفات کی جستجو ہوئی تو غیب سے ہاتف نے آواز دی "شہنشاہ دین")

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ پندرہ رجب چارشنبہ کے دن ۶۵۵ھ میں پاکپٹن شریف میں حضرت گنج شکرؒ کے مرید ہوئے۔ ۲ ربیع الاوّل چارشنبہ کے دن ۶۵۶ھ میں خلافت پائی اور خرقہ سے مشرّف ہوئے اور چالیس روز بیمار رہ کر اٹھارہ ماہ ربیع الثانی ۷۲۵ھ میں طلوع آفتاب کے بعد واصل بحق ہوئے۔ نماز ظہر کے بعد مدفون ہوئے۔

آپ نے شادی نہ کی تھی کیونکہ آپ کے پیر و مرشد حضرت گنج شکرؒ نے دہلی رخصت کرتے وقت آپ کو فرمایا تھا کہ دہلی میں آپ کی شہرت بہت ہوگی۔ بادشاہ، شاہزادے اور ان کی عورتیں اور بیٹیاں تیری زیارت کے لئے آئیں گے تم اپنے ازاربند کو مضبوط رکھنا۔ اگرچہ حضرت گنج شکرؒ نے آپ کو زنا و حرام سے منع کیا تھا مگر آپ فرماتے تھے کہ جب مرشد کا حکم یہ تھا کہ میں اپنے ازاربند کو مضبوط رکھوں تو میں اب حلال پر بھی اسے نہیں

کھولوں گا۔

آپ کے خلفاء بے شمار تھے کہ ہر ایک زمانہ کا کامل ترین تھا. مگر ان میں سے چودہ خلفاء خلفائے اعظم تھے:۔

(۱) خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کہ ان کا ذکر ہمارے سلسلہ میں آئے گا۔

(۲) حسام الدین ملتانیؒ

(۳) قطب الدین منوّر ہانسویؒ

(۴) سراج الدین عثمان المشہور بہ اخی سراجؒ

یہ چاروں خلفاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے چار یاروں کے طریق پر خلفائے راشدین تھے۔ دسؔ خلفاء دوسرے ہیں کہ جنہیں یارانِ اعلیٰ کہتے ہیں۔

(۱) مولانا شمس الدین محمد بن یحییٰؒ

(۲) مولانا فخر الدین رازیؒ

(۳) مولانا علاؤالدین نیلیؒ

(۴) شیخ برہان الدین غریبؒ

(۵) شیخ مولانا وجیہہ الدین یوسفؒ کلاکھری یا چندیری

(۶) شیخ شہاب الدین امامؒ

(۷) امیر خسروؒ

(۸) وجیہہ الدین پایلیؒ

(۹) شیخ لطیف الدین دریا نوشؒ

(۱۰) امیر حسن علا سجزیؒ

صاحبِ فوائد الفواد اور حضرت شیخ کمال الدین علّامہؒ کو بھی حضرت محبوب الٰہیؒ سے خلافت حاصل تھی۔

ذکر حضرت شیخ مخدوم نصیر الدّین چراغ دہلی اودھی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام محمود، عرف نصیر الدّین اور لقب چراغ دہلی ہے۔ آپ کی جائے ولادت بلدہ اودھ ہے جو پورب کے ضلع میں ہے کہ اب اُسے فیض آباد کہتے ہیں۔ جیسا کہ شفاء العلیل میں لکھا ہے۔ خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ اودھ دہلی کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔ البتہ آپ کے لقب چراغ دہلی کے بارہ میں اختلاف ہے اور اس کی چند وجوہ ہیں :۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت سلطان المشائخ رحؒ نے آپ کو یہ لقب عطا کیا تھا۔ (۲) دوسری یہ کہ ایک دفعہ جب چراغ تیل کی کمی کی وجہ سے بجھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اس چراغ میں پانی ڈال دو۔ آپ کی کرامت سے وہ چراغ پانی سے روشن ہو گیا۔ لہٰذا آپ کو چراغ دہلی کہتے ہیں (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ ایک دن شیخ عبد اللہ یافعی رحؒ نے مکہ مکرّمہ میں اپنی مجلس میں فرمایا تھا کہ حضرت نظام الدّین اولیاء کے وصال کے بعد اب ان کی جگہ آپ کے خلیفہ شیخ نصیر الدّین چراغ دہلی ہیں۔ اس دن سے آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا۔

آپ کے والد کا نام شیخ یحییٰ اودھی رحؒ ہے جو حضرت عمر ابن الخطاب رضؓ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا نسب یہ ہے :۔

شیخ نصیر الدّین محمود چراغ دہلی رحؒ بن شیخ یحییٰ اودھی رحؒ بن شیخ عبد اللطیف رحؒ بزدوی لاہوری بن شیخ یوسف رحؒ بن شیخ عبد الرشید رحؒ بن شیخ سلیمان رحؒ بن احمد رحؒ بن یوسف رحؒ بن محمد رحؒ بن شہاب الدّین رحؒ بن شیخ سلطان رحؒ بن شیخ اسحاق رحؒ بن مسعود رحؒ بن عبد اللہ رحؒ بن واعظ اللہ اکبر رحؒ بن ابو الفتح رحؒ بن اسحاق رحؒ بن سلطان ابراہیم رحؒ بن ادہم رحؒ بن سلیمان رحؒ بن ناصر الدّین رحؒ بن حضرت عبد اللہ رضؓ بن حضرت عمر ابن الخطاب رضؓ۔

مرات الاسرار میں نفحات الانس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ خالدی تھے مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ سیّد حسنی ہیں۔ یہ بھی ضعیف

قول ہے۔ مخزن الاولیاء میں آپ کا نسب یہ لکھا ہے: شیخ نصیر الدینؒ بن شیخ یحییٰؒ بن عبداللطیفؒ بن عمرؒ بن طیبؒ بن شمس الدین احمدؒ بن فرخ شاہ کابلیؒ (اس سے آگے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے) اور یہ قول صحیح ہے کیونکہ شیخ کمال الدین علامہؒ اور آپ یکجدی ہیں جس کی تفصیل شیخ کمال الدین علامہؒ کے ذکر میں لکھی جائے گی۔

مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ کے دادا شیخ عبداللطیف یزدویؒ ولایت (یعنی بیرونی ملک) سے آئے اور لاہور میں متوطن ہوئے۔ اُن کے بیٹے شیخ یحییٰؒ جو حضرت چراغ دہلیؒ کے والد تھے، لاہور میں پیدا ہوئے۔ جب جوان ہوئے تو اودھ میں آکر قیام پذیر ہوئے پس حضرت چراغ دہلیؒ اودھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد آپ کو نو سال کا چھوڑ کر فوت ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کی والدہ نے علم حاصل کرنے کے لئے آپ کو مولانا عبدالکریم سروانی کے سپرد کیا۔ اُن کے پاس آپ نے ہدایہ اور بزدوی تک پڑھا۔ جب آپ کے اُستاد فوت ہو گئے تو آپ نے مولانا افتخار الدین گیلانی کی خدمت میں رہ کر ہر علم میں کمال حاصل کیا۔ پچیس برس کی عمر میں ریاضت و مجاہدہ اختیار کیا سات سال درویشوں کے ساتھ سیر و سیاحت کی تاکہ نماز با جماعت فوت نہ ہو جائے۔ اکثر صوم دوام میں رہتے تھے یہاں تک کہ چالیس برس ہو گئے۔ پھر حضرت سلطان المشائخؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے مرید ہو گئے۔ آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ایک بہن سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام کمال الدین علامہؒ تھا جو آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ دوسری بہن سے بھی بیٹا تھا، جس کا نام زین الدینؒ تھا جو آپ کا مرید و خلیفہ تھا۔ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ ۲۸ سال ۳ ماہ اور ۲ دن قطب مدار کے مرتبہ پر رہے یعنی غوث تھے۔ اس کے بعد مرتبہ افرادی میں جو مرتبہ غوثی سے بڑا مرتبہ ہے، وصال فرمایا جیسا کہ بحر المعانی میں بھی درج ہے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال چاشت کے وقت اٹھارہ ماہ رمضان المبارک ۷۵۷ھ میں ہوا۔ یہ سلطان فیروز شاہ کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ اٹھارہ ماہ مذکور کو شب جمعہ میں وصال فرمایا۔ مخزن الاولیاء میں بھی ایسا ہی تحریر ہے آپ کی عمر ۸۲ برس تھی اور آپ کی مشیخت کی مدت بتیس سال تھی۔ آپ کی تاریخ وصال ——

"گل بہشت" اور "شمع جمع صوفیاں" سے نکلتی ہے۔ آپ کا مزار مبارک پرانی دلّی میں شاہ جہاں آباد سے جنوب کی جانب پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے بھی اپنے پیر و مرشد کی پیروی میں شادی نہ کی۔

آپ کے بے شمار خلفاء تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔
(۱) حضرت شیخ کمال الدّین علّامہؒ کہ اس فقیر کے پیروں کے سلسلہ میں ہیں (۲) زین الدّینؒ (یہ دونوں حضرات کے خواہرزادہ تھے) (۳) سیّد محمد گیسو درازؒ۔ (۴) محمد سادیؒ (۵) صدرالدین طبیب دلھاؒ (۶) مخدوم جہانیاں سیّد جلال الدّینؒ (۷) خواجہ معین الدّین خوردؒ نبیرہ خواجہ بزرگ معین الدّین اجمیریؒ (۸) بدرالدین غزنویؒ (۹) شیخ سراج الدّینؒ بن کمال الدّین علّامہؒ (۱۰) علاؤالدّین اودھیؒ صاحب ما مقیماں (۱۱) قاضی عبدالمقتدرؒ

ذکر حضرت شیخ کمال الدّین علّامہ رضی اللہ عنہ،

آپ کا نام کمال الدّین اور لقب علّامہ ہے اور علّامہ کثرتِ علم کے سبب آپ کا لقب پڑا۔ آپ کی والدہ حضرت شیخ نصیرالدّینؒ کی حقیقی بہن تھیں۔ آپ کے باپ کا نام عبدالرحمٰنؒ ہے، جو حضرت شیخ نصیرالدّین چراغ دہلیؒ کے حقیقی چچا کے بیٹے تھے۔ جیسا کہ آداب الطالبین کے جمل ودو نسخہ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے مطابق حضرت شیخ کمال الدّینؒ و شیخ نصیرالدّینؒ برادر یک جدی بھی ہیں۔ آپ کی قوم شیخ فاروقی ہے۔ آپ حضرت عمر ابن الخطابؓ کی اولاد سے ہیں۔ ایک جگہ آپ کا نسب اس طرح لکھا ہوا دیکھا ہے:

شیخ کمال الدّین علّامہؒ بن شیخ عبدالرحمٰنؒ بن محمدؒ بن عمرؒ بن شیخ طیبؒ بن شیخ طاہرؒ بن شمس الدّین احمدؒ بن سلطان فرخ شاہ کابلیؒ بن شیخ نیسمانؒ بن نصیرالدّینؒ بن سلطان محمودؒ بعرف شہنشاہ بن شیخ سامانؒ بن مسعودؒ بن عبداللہ ثانیؒ بن واعظ اللہ اصغرؒ بن واعظ اللہ اکبرؒ بن ابوالفتحؒ بن اسحاقؒ بن سلطان ابراہیمؒ بن ادہم بلخیؒ بن سلیمانؒ بن ناصرالدّینؒ بن حضرت عبداللہؓ بن حضرت عمر ابن الخطابؓ

مخبر الاولیا، حضرت یحییٰ مدنیؒ کے مرید شیخ رشید میاں گجراتی احمد آبادی کی تصنیف ہے۔ اس میں لکھا ہے: کہ

"جاننا چاہیئے کہ آپ کے نسب میں یعنی شیخ کمال الدین علامہؒ کے نسب میں خلاف واقعہ غلطی ہوئی ہے اور وہ غلطی دہلی کے بزرگوں کے ناموں کے سلسلہ میں واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ حضرت قطب الاقطاب شمس الحق والشرع والدین ابوالحسن شیخ محمد چشتیؒ بن شیخ قطب الاولیا، و شیخ الاتقیا شیخ حسن محمد چشتیؒ، شیخ یحییٰ مدنی چشتیؒ کے جد حقیقی ہیں۔ شرح رسالہ کے دیباچہ میں نسب یوں لکھا ہے: شیخ کمال الدینؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن محمدؒ بن عمرؒ بن طیبؒ بن طاہرؒ بن شمس الدینؒ احمد بن فرخ شاہ کابلیؒ بن شیخ نعمانؒ بن شیخ نصیرالدینؒ بن شیخ شہاب الدینؒ بن سیمانؒ بن شیخ المعروف بسلطانؒ بن حضرت عبداللہؓ بن حضرت عمر ابن الخطابؓ۔

پھر اسی کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ یہ سلسلۂ نسب بلاشبہ درست ہے۔ (اس کے آگے بھی کتاب مذکورہ میں عبارت موجود ہے)

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس روایت سے شیخ نصیرالدین چراغ دہلیؒ کا سلسلہ بھی یہی ہوگا۔

چہل و دو نسخہ میں مجالس حسنیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ کمال الدینؒ شادی نہیں کرتے تھے۔ حضرت چراغ دہلیؒ نے آپ کو فرمایا کہ تم بھی مجرد رہو گے تو ہمارے اجداد کی نسل نہیں رہے گی۔ اور اگر تم شادی کر لوگے تو ہمارے اجداد کی نسل باقی رہے گی کہ یہ دونوں بھی یک جدی ہیں۔ پس شیخ کمال الدینؒ نے اپنے پیر و مرشد کے حکم سے جو آپ کے ماموں بھی تھے، شادی کی۔ پس آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ سب سے پہلے بیٹے شیخ نظام الدینؒ تھے جو عالم و فاضل تھے۔ دوسرے شیخ نصیرالدینؒ جو سید محمد گیسو درازؒ کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ ان کی اولاد گلبرگہ میں ہے۔ ان کا ایک بیٹا شیخ میرانؒ نام تھا جس کی اولاد گلبرگہ میں ہے اور ان کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔ شیخ میرانؒ

عالم و فاضل ولی تھے۔ تیسرے بیٹے کا نام سراج الدّین تھا، جو آپ کے مرید اور اپنے والد کے قائم مقام تھے۔ اور اس فقیر کے پیروں کا سلسلہ اُن سے منسوب ہے۔

شیخ کمال الدّینؒ کی ایک بیٹی شیخ برہان الدّینؒ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں۔ اُن سے اولاد نہ ہوئی۔ دوسری بیٹی شیخ لطیف الدّینؒ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں، جیسا کہ چہل و دو نسخہ میں مجالسِ حسنیہ میں ہے۔ اور شیخؒ کی ایک بہن تھی جو ملک حمید الدّین سفالیؒ کے نکاح میں تھیں، اُن کے بطن سے ملک خطیر الدّینؒ پیدا ہوئے اور اُن کے آگے بیٹوں میں ایک جلال خاںؒ تھے جو امرائے کبار سے تھے اور مخدوم جہانیاںؒ، تاتا خاںؒ، مولانا عالم سنگریزہ ملتانیؒ، مولانا احمد تھانیسریؒ اور مولانا عالم پانی پتیؒ حضرت شیخؒ کے شاگردان رشید ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے شرحِ مشارق حضرت شیخؒ سے پڑھی جیسا کہ جامع العلوم میں ہے۔ اور حضرت مخدوم جہانیاںؒ کو جو خلافت نامہ حضرت چراغ دہلیؒ سے ملا تھا آپ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا تھا۔ حضرت شیخ کمال الدّین علامہؒ کو اپنے دادا پیر حضرت شیخ نظام الدّین اولیاءؒ سے بھی خلافت تھی۔

وصال: آپ کا وصال ۲۷ ماہ ذیقعد ۷۵۶ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک پرانی دہلی میں اُن کے پیر و مرشد حضرت شیخ چراغ دہلیؒ کے روضہ کے مابین شیخ زین الدّینؒ خواہرزادہ کے روضہ کے برابر مشرق کی طرف ہے۔

ذکر حضرت شیخ سراج الدّین رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والدِ ماجد کے قائم مقام، مرید اور خلیفۂ اعظم تھے۔ اور حضرت شیخ نصیر الدّین چراغ دہلیؒ سے بھی خلافت رکھتے تھے جیسا کہ قولِ مستحسن شرح فخر الحسن میں لکھا ہوا ہے۔ مجمع الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ حضرت چراغ دہلیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور اپنے والد سے بھی خلافت رکھتے تھے۔ مگر سلسلہ اپنے والدؒ کی طرف سے رکھتے ہیں اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ چار سال کے تھے کہ حضرت شیخ نصیر الدّین محمودؒ کے مرید ہو گئے۔ آپ کی زوجۂ محترمہ کا نام بی بی صفیہ تھا، جو شیخ یحییٰ بن شیخ عبداللطیفؒ کی بیٹی تھی اور

یہ شیخ عبداللطیفؒ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ بی بی صفیہ کے بطن سے حضرت شیخ سراج الدینؒ کے پانچ بیٹے تولّد ہوئے۔

(۱) سب سے بڑے فرزند معین الدینؒ تھے، جو مجذوب تھے۔ (۲) دوسرے شیخ علم الدینؒ جو اپنے والد کے قائم مقام اور خلیفہ تھے۔ اور اس فقیر کے پیروں کا سلسلہ اُن تک پہنچتا ہے۔ (۳) تیسرے مجد الدینؒ کہ وہ بھی اپنے والدؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کی وفات ۲۲ شوّال کو ہوئی اور ان کی قبر پیران پٹن گجرات میں اپنے والدؒ کے روضہ میں اُن کے مزار کے برابر ہے۔ (۴) شیخ سعد الدینؒ عرف خواجہ کند وری (۵) پانچویں شیخ محمدؒ کہ عالم متبحّر تھے۔ اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ یہ پانچوں فرزندان اولیاء کامل اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ اور یہ شیخ محمدؒ جو شیخ سراج الدینؒ کے پانچویں فرزند ہیں، شیخ رکن الدین کان شکرؒ کے مرید ہیں اور اپنے والد گرامیؒ سے بھی خلافت رکھتے ہیں اور شیخ سراج الدینؒ کی ایک بیٹی بی بی مریم نام تھیں اور چار بیٹے تھے جن کا ذکر اُوپر آ گیا ہے۔ یہ فرزند اپنے والدؒ سے بیعت و خلافت رکھتے تھے۔ لیکن شیخ محمدؒ خلافت اپنے باپ سے رکھتے تھے مگر مرید شیخ رکن الدین کان شکرؒ کے تھے۔ شیخ معین الدین مجذوبؒ پسر بزرگ لاولد فوت ہوئے۔ البتّہ شیخ علم الدینؒ کی اولاد کثیر تھی جن کا ذکر آگے آئے گا۔ شیخ محمدؒ کی اولاد باقی نہ رہی مگر شیخ مجد الدینؒ جو بہت صاحب کرامت تھے اُن کی اولاد کافی تھی جن کا ذکر آگے آئے گا۔

شیخ سراج الدینؒ عالم علوم ظاہری و باطنی تھے۔ آپ کا ایک دیوان بھی ہے اور اُن کی ایک غزل کا ایک آخری شعر یہ ہے:

یارِ دیگر ہم ہمیں گوید سراجؔ   قبلۂ ما نیست اِلّا روئے دوست

وصال: آپ کا وصال ۲۱ ماہِ جمادی الاوّل ۷۸۱ھ کو جمعرات کی رات عشاء کے وقت ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک قلعہ پیراں پٹن نہر والہ محلہ برکات پورہ میں آپ کی خانقاہ کے صحن میں واقع ہے، جیسا کہ مخبر الاولیا میں تحریر ہے اور مجالس حسنیہ میں جو جہل ودو نسخہ میں ہے پہلے تو یہ لکھا ہے کہ آپ کا وصال تاریخ مسطور کے مطابق ہے۔ جیسا کہ

اوپر لکھی جا چکی ہے مگر بعد میں لکھا ہے کہ آپ کے شاگرد مولانا ہمزہ ناگوری نے آپ کی تاریخِ وصال یوں نظم کی ہے:

نظم

امروز رفت علم ازیں شہر چو عیاں | امروز نیست آنکہ کند بزودی بیاں
مفتاح وہم مطالعہ توضیح وہم بدیع | آں کیست کو بگوید در درس میتواں
ایں ظلمت سراسر در دہر از کجا ست | دانم سراجِ ملّت و دیں رفت از جہاں
از عالمانِ شہر چنیں بود آیتے | افسوس صد ہزار زمار فت ہ ازیں گاں
ماہ جمادالاوّل در بست و یک زشہر | لیل الخمیس وقت عشاءؒ بود دفن شاں
در سال بود ہفصد و ہفدہ شمار او | ہمزہ بگفت سال وصالش چنیں عیاں

آپ کے خلفاء بے شمار تھے مگر آپ کا سلسلہ آپ کے دو بیٹوں شیخ علم الدّینؒ اور شیخ مجدّ الدینؒ سے جاری ہوا۔ چنانچہ دونوں سلسلے ہمارے خاندان میں جاری ہیں۔

ذکر حضرت شیخ علم الدّین رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والدؒ کے مرید و خلیفہ ہیں اور حضرت سیّد محمد گیسو درازؒ سے بھی خلافت رکھتے ہیں جیسا کہ مخزن الاولیاء اور قولِ مستحسن میں لکھا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی صفیہ ہے جو شیخ یحییٰ ابن شیخ لطیف الدّین دریانوشؒ کی دختر تھیں۔ ایک اور قول کے مطابق آپ کے والد کا نام یحییٰ عبداللطیفؒ تھا۔ آپ کا وصال ۲۶ ماہ صفر ۸۰۹ھ بروز بدھ ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق سنہ ۹۰۱ھ میں آپ واصل بحق ہوئے اور یہ قول صحیح ہے آپ کا مزار مبارک پیراں پٹن نہر والہ میں اپنے والد شیخ سراج الدّینؒ کے گنبد میں محلّہ بیر پورہ میں ہے جسے اب برکات پورہ کہتے ہیں۔ آپ کے بہت خلفاء ہیں۔ مگر آپ کا سلسلہ آپ کے بیٹے شیخ محمود راجنؒ سے جاری ہوا۔

ذکرِ حضرت شیخ محمود راجن رضی اللہ عنہ

آپ کا نامِ مبارک محمودؒ اور لقب راجن ہے۔ آپ اپنے والدِ گرامی شیخ علم الدّینؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ نے خاندانِ سہروردیہ و شطّاریہ کا خرقہ حضرت شیخ قادنؒ کے ہاتھوں سے پہنا۔ ایک خرقۂ خلافتِ چشتیہ شیخ ابی الفتحؒ سے بھی حاصل کیا، جو حضرت سیّد محمدؐ گیسو درازؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ چشتیہ سلسلہ کا ایک اور خرقۂ خلافت حضرت شیخ عزیز اللہؒ المتوکل علی اللہ بن شیخ یحییٰؒ بن شیخ لطیف الدّینؒ سے بھی پہنا جو حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدّین اولیا محبوبِ الٰہیؒ کے خلیفہ تھے۔ شیخ عزیز اللہؒ حضرت شیخ زاہد چشتیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ انہوں نے ایک خرقۂ خلافت اپنے پیر بھائی شیخ رکن الدّین کان شکرؒ سے بھی پہنا تھا جو حضرت زاہد چشتیؒ کے خلیفہ تھے۔ نیز حضرت شیخ محمود راجنؒ کو خاندان سلسلۂ مغربیہ کی خلافت بھی حضرت شیخ احمد کھٹوؒ سے پہنچی تھی۔

وصال: حضرت شیخ محمود راجنؒ کا وصال بروز جمعۃ المبارک صبحِ صادق کے وقت ۲۲ صفر ۹۰۰ھ میں ہوا۔ تاریخ وصال کے اشعار:

نظم

(۱)

پاسِ انفاس داشت لیل و نہار

روزِ جمعہ بوقتِ طلعتِ صبح — کہ تنزل کند درآن غفّار

بست و دویم صفر زنہصد سال — بحرِ امید سوئے دار قرار

(۲)

آں قطبِ زماں کہ عارف کامل بود — از دارِ فنا سوئے دارِ بقا روئے نمود

در بست و دویم ماہِ صفر آدینہ — در وقتِ طلوعِ صبح رحلت فرمود

جُستم چوں تاریخ وفاتش از عقل — از ہاتفِ غیب در دلم کرد ورود

حرفے کہ چو جسم خرد و خال ست بگو — تاریخ وصالِ شیخ راجن محمودؒ

مزارِ مبارک: آپ پہلے احمد آباد گجرات میں خانِ اعظم خانِ جہاں کے حوض پر مدفون ہوئے تھے۔ اس کے پانچ ماہ بعد آپ کے بیٹے شیخ جمال الدّین جمنؒ نے آپ کے جسدِ مبارک

کو وہاں سے نکالا اور پیران پٹن نہروالہ میں دفن کیا جیسا کہ مخبر الاولیاء میں لکھا ہے۔ اسی طرح شیخ نصیر الدّین ثانیؒ بن شیخ مجد الدّینؒ بن شیخ سراج الدّینؒ بن شیخ کمال الدّین علّامہؒ پہلے احمد آباد میں حوض مذکور پر دفن ہوئے تھے، اس کے بعد آپ کو وہاں سے نکال کر پیران پٹن نہروالہ مذکور میں دفن کیا گیا۔ جیسا کہ مجالس حسنیہ چہل و دو نسخہ مصنفہ شیخ محمدؒ میں ہے

خُلفاء: آپ کے خلفاء بہت تھے مگر ہمارا سلسلہ آپ کے بیٹے شیخ جمال الدّین جمنؒ سے جاری ہوا۔ چنانچہ ان کا ذکر ہمارے اس سلسلہ میں آئے گا۔ آپ کے دیگر سلاسل بھی ہیں کیونکہ آپ نے دیگر خاندانوں سے بھی خلافت حاصل کی تھی۔

سلسلہ چشتیہ: (۱) شیخ محمود راجنؒ من شیخ ابوالفتحؒ من سید محمد گیسو درازؒ من حضرت نصیر الدّین چراغ دہلیؒ (آگے آخر تک) بحوالہ مخبر الاولیاء

(۲) شیخ محمود راجنؒ من شیخ عزیز اللہؒ من شیخ زاہد چشتیؒ من شیخ یوسف بن ابی احمد چشتیؒ من ابی احمد چشتیؒ من شیخ محمد چشتیؒ من علی بن احمد چشتیؒ من خواجہ احمد چشتیؒ ابن خواجہ قطب الدّین مودود چشتیؒ (آگے آخر تک)

سلسلہ مغربیہ: شیخ محمود راجنؒ من شیخ احمد کھٹورؒ من شیخ بابا اسحاق مغربی الکھٹویؒ من شیخ محمد مکی المغربیؒ من شیخ فقیہ ابی العباس احمد مغربیؒ من شیخ ابی محمد صالح دکالی الغربؒ من شیخ ابومدین مغربیؒ بن شیخ ابوسعید اندلسیؒ من شیخ ابوالبرکاتؒ من شیخ ابوالفضل بغدادیؒ من شیخ احمد غزالیؒ من شیخ ابوبکر نساجؒ من شیخ ابوالقاسم کرگانیؒ من ابو عثمان مغربیؒ من ابوعلی کاتبؒ من ابوعلی رودباریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقطیؒ من خواجہ معروف کرخیؒ من امام موسیٰ کاظمؓ من امام جعفر صادقؓ من امام باقرؓ من امام زین العابدینؓ من امام حسینؓ من حضرت علی مرتضیٰؓ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلسلہ سہروردیہ: شیخ محمود راجنؒ من شیخ قادنؒ من شیخ علم الدّین شاطبیؒ من سید صدر الدّین راجو قتالؒ من مخدوم جہانیاں سید جلال الدّینؒ من شیخ رکن الدّین ابوالفتح سہروردیؒ من صدر الدّین عارفؒ من شیخ

بہاءالدین زکریا ملتانیؒ من شیخ شہاب الدین سہروردیؒ من شیخ ضیاءالدین ابونجیب سہروردیؒ من شیخ وجیہہ الدینؒ من شیخ ابی فرخ زنجانیؒ من ابوالعباس نہاوندیؒ من خواجہ رویمؒ من حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ (آگے آخر تک)

سلسلہ شطاریہ: شیخ محمود راجنؒ من شیخ قادنؒ من شیخ قاضی علم الدین شاطیؒ من عبداللہ شطاریؒ من شیخ عارف طیفوریؒ من محمد عاشق بن خدا قلیؒ من شیخ خدای ماوراالنہریؒ من خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ من ابوالمظفر ترک طوسیؒ من ابویزید عشقیؒ من خواجہ محمد مغربیؒ من بایزید بسطامیؒ من ابوجعفر امام محمد تقیؓ من امام علی موسیٰ رضاؓ من امام موسیٰ کاظمؓ (آگے آخر تک)

ذکر شیخ جمال الدین جمن رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک جمال الدین ہے اور لقب شیخ جمنؒ۔ آپ اپنے والد گرامی شیخ محمود راجنؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ نیز شیخ نصیر الدین ثانیؒ عرف شیخ خواجہؒ سے بھی خلافت رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنے والد سے اور شیخ مجدالدینؒ پسر و خلیفہ شیخ سراج الدینؒ سے ارادت و خلافت رکھتے ہیں جیسا کہ مجالس حسنیہ میں چہل و دو نسخہ (تصنیف شیخ محمدؒ) میں ہے۔ نیز خاندان مغربیہ کی خلافت شیخ احمد کھٹوؒ سے بھی رکھتے ہیں اور شیخ احمد کھٹوؒ سے آپ کو محبت تھی۔ شیخ جمال الدینؒ جمن کی والدہ کا نام بی بی دُر ملک دختر بنت شیخ عزیزاللہ المتوکل علی اللہؒ تھا، ولیۂ کاملہ تھیں جیسا کہ مجالس حسنیہ میں ہے۔

وصال: آپ کا وصال ۲۰ ذوالحجہ ۹۴۰ھ کو احمد آباد میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک نور پورہ (شاہ پور) میں دریائے سابرمتی کے کنارہ پر ہے۔ جیسا کہ مخزن الاولیاء میں ہے۔ البتہ مرآت ضیائی میں لکھا ہے کہ ان کا مزار جاپانیر خانقاہ میں ہے ایک رات چند کافر ڈاکو آئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۹۸۲ھ میں ۲۹ ربیع الاول کو پیش آیا اور آپ اُسی جگہ مدفون ہوئے۔ گلزار ابرار میں یہ مصرع آپ

کی تاریخ وصال میں لکھا ہے۔ مصرعہ ؎

شہیدِ خنجرِ تسلیم عمر جاوداں دارد

(اس سے آگے بھی عبارت ہے) آپ کی اولاد قصبہ پرگانوم میں ہے جو احمد آباد گجرات سے بیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔

آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے۔ ایک دیوان بھی چھوڑا ہے جس میں دیوان مغربی کی طرح کی غزلیں ہیں چنانچہ آپ کے دیوان سے تین غزلیں لکھتے ہیں:۔

(۱)

عاشق و معشوق و عشق اینجا یکے است | در دو چشم و در دلم پیدا یکیست
قطرہ و موج و حباب از بحر شد | لیک موج و قطرہ و دریا یکیست
پیشِ غافل صد ہزاراں صورت اند | پیشِ عارف صورتِ معنی یکیست
صورت حوّا و آدم آفرید | درحقیقت آدم و حوّا یکیست
گرچہ در فردوس اشجار اند بیش | شد محقّق کاندراں طوبیٰ یکیست
ہمچو مجنوں عاشقاں بیحد و عد | لیک پنہاں و عیاں لیلیٰ یکیست
چوں بدریائے جمالش غوطہ خورد | دید جمنؔ دنیا و عقبےٰ یکیست

(۲)

ایکہ بنمودی جماعت را باطوار دگر | بہر حُسنت ساختی ہر سو خریدار دگر!
طالبِ حُسن خودی بر خود نظر ہا میکنی | نیست مارا جز محبّت با خودت کار دگر
گاہ پوشی دلق صُوفی کہ قبائے سلطنت | مظہرے سازی دگر از بہر اظہارِ دگر
جمنؔ آشفتہ نہ تنہا بر رُخِ زیبائے تو | زُلفِ تو دارد بہر مُوئے گرفتارِ دگر

(۳)

اے جلوۂ جمالِ تو در جملہ کائنات | وے مظہر کمال تو اعیانِ ممکنات
جاریست بحرِ فیضِ وجودِ تو ہر طرف | گر خانقاہ باشد وگر دیرِ سومنات
طالع شدہ آفتاب ظہور تو بر عدم | احداث یافت زاں ہمہ ذرّات محدثات
فی الجملہ ہر چہ ہست ہمہ حُسن روئے تُست | گر بنگرم بدیدۂ دل در تعیّنات
چوں از وجودِ خویش بکلّی عدم شدم | دیدم جمالِ قُدس بہر ذات و ہر صفات

سلسلہ ہائے خلافت:

(۱) سلسلہ چشتیہ نظامیہ: شیخ جمال الدّین جمنؒ من شیخ نصیر الدّین ثانیؒ من شیخ مجد الدّینؒ من شیخ سراج الدّینؒ من شیخ کمال الدّین علاّمہؒ (آگے آخر تک)

(۲) سلسلہ مغربیہ: شیخ جمال الدّین جمنؒ من شیخ احمد کھٹوؒ من بابا اسحاق مغربیؒ (آگے آخر تک)

آپ کے بہت سے خلفاء تھے مگر آپ کا سلسلہ حضرت شیخ حسن محمدؒ سے جاری ہُوا

ذکر شیخ الاتقیا شیخ حسن محمد رضی اللہ عنہٗ

آپ کا نام شیخ حسن محمدؒ اور کنیت ابی صالح ہے۔ آپ احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم ہیں اور صاحب تصنیف بھی ہیں چنانچہ تفسیر محمدی، تقسیم الاوراد، رسالہ چہار برادران، حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ قوت القلوب حاشیہ شرح مطالع از قسم ثانی (اور یہ حاشیہ بہت اعلیٰ ہے) اور حاشیہ نزہۃ الارواح اُن کی تصانیف ہیں۔ حضرت شیخ محمود غوث گوالیاریؒ نے اپنی تصنیف گلزار ابرار میں آپ کا بہت ذکر کیا ہے۔ تقسیم الاوراد، رسالہ چہار برادران آپ کے فرزند حضرت شیخ محمد م ۱۰۴۰ھ کی تصانیف ہیں محمد جعفر حنفی نوشاہی

ولادت : آپ کی ولادت ۹۲۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۵۹ سال ہے۔
فرادیس فرخشاہی میں لکھا ہے کہ آپ کا نام شیخ محمدؒ اور کنیت ابو صالح ہے۔ البتہ حسن محمدؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ احمدؒ المشہور بہ میاں جیو بن نصیر الدین ثانیؒ بن شیخ مجد الدینؒ بن شیخ سراج الدینؒ بن شیخ کمال الدین علامہؒ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی خدیجہ تھا جو حافظ قرآن تھیں اور رمضان شریف میں تراویح میں ختم کرتی تھیں۔ اور خدیجہ بی بی میاں شیر ملک بن شیخ یوسف بن شیخ بدیع اللہ عرف مدن بن عطاء اللہ عرف اتن بن نصر اللہ بن شیخ یحیی بن شیخ لطیف الدینؒ (جو نظام الدین اولیاؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور سفر حجاز میں شیخ کمال الدین علامہؒ کے رفیق سفر تھے) کی بیٹی تھیں جیسا کہ مخزن الاولیاء میں لکھا ہے

آپ اپنے چچا شیخ جمال الدین جمنؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور اپنے والد گرامی سے بھی خلافت رکھتے ہیں۔ آپ کے والد گرامی اپنے آبا و اجداد سے خلافت رکھتے تھے۔
حضرت شیخ حسن محمدؒ شیخ محمد غیاث نور بخشؒ ابن محمد علی نور بخشؒ سے بھی چند سلاسل کی خلافت رکھتے ہیں۔ نیز شیخ بہاء الدین المشہور بہ حکیم سہروردیؒ سے بھی خلافت رکھتے ہیں

وصال :- شیخ حسن محمدؒ کا وصال ۲۸ ذیقعدہ ۹۸۲ھ بروز ہفتہ نماز ظہر سے دو گھڑی قبل ہوا۔

مزار مبارک :- آپ کا مزار شریف احمد آباد محلہ شاہ پورہ میں ان کے والدؒ کی قبر مبارک کے قریب دو قبروں کے درمیان ہے۔ آپ کی تاریخ وصال یہ ہے :

آں سراج الاولیاء شیخ حسنؒ — قطب دوراں سید و سالار چشت
چوں بحق پیوست تاریخ وصال — گفت ہاتف بود گلزار بہشت

اس مصرع سے بھی آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے :

" عاشق مست بُدہ "

یہ سب کچھ مخزن الاولیاء میں لکھا ہے۔ البتہ مرآت حنیائی میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۲۷۔ اور ایک قول کے مطابق ۲۸ ذیلقعد کو ۱۰۸۱ھ میں ہوا۔ آپ کی

یہ قول غلط ہے جب [illegible] میں آپ کے [illegible] شیخ محمد [illegible] نے ۹۸۲ھ [illegible] لکھا ہے

عرس مبارک ملاحظہ کریں روز عشرہ اثنی وثمانون
وتسع مائۃ شہر یعنی ۹۸۲ھ

اثنی ۲
ثمانون ۸۰
تسع مائۃ ۹۰۰

قبر مبارک احمد آباد گجرات میں محلہ شاہ پورہ میں ہے۔ مگر مجالس حسنیہ میں آپ کے فرزند شیخ محمدؒ نے جہل و دو نسخہ میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۲۸ ذیقعدہ ۸۲۹ھ بروز ہفتہ ہوا۔

غلط بلکہ اصل نسخہ میں ۹۸۲ھ ہے محمد رمضان میمن قادری

خلافت :- مخزن الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے والد شیخ میاں جیوؒ سے چھ سال کی عمر میں خلافت پائی تھی اور لوگ ان کے معتقد ہو گئے تھے۔ پھر بارہ سال کی عمر میں شیخ جمال الدین جمنؒ کے مرید ہوئے اور جب اٹھارہ سال کی عمر کے ہوئے تو اُن کے چچا و مرشد شیخ جمال الدین جمنؒ فوت ہو گئے۔ اُن کے وصال کے بعد شیخ حسن محمدؒ اُن کے سجادہ پر بیٹھے اور ۴۱ سال مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔ ستائیس ۲۷ برس اپنے والد گرامی کی حیات میں اور چودہ سال اپنے والد گرامی کے بعد مخلوق خدا کی تعلیم و تربیت کی۔ مخزن الاولیاء میں ہے کہ فرادیس فرختاہی میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ محمد ابن علی نور بخشؒ جو صاحب کشف و کرامت ولی تھے احمد آباد میں آئے تھے اور شیخ احمد جیوؒ مشہور بہ میاں جیو کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ شیخ احمدؒ مذکور حج کا ارادہ رکھتے تھے۔ شیخ حسن محمدؒ اس وقت دو ڈھائی سال کے تھے۔ شیخ محمدؒ بن علی نور بخشؒ نے کشف سے دریافت کیا کہ یہ بیٹا ولی ہوگا۔ پس شیخ موصوف نے حضرت شیخ حسن محمدؒ کو سورۂ تکاثر سے آخر تک تعلیم دی۔ ایک دن انہوں نے ان کے والد شیخ احمدؒ المشہور بہ میاں جیوؒ کو کہا اے بھائی شیخ احمد تیرا بیٹا حسن محمد عالم متخلق باخلاق اللہ اور متصف باوصاف اللہ ہوگا۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اسے خلافت دوں۔ اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ حج سے واپسی کے بعد اسے خلافت دے دوں۔

وہ حج کے لئے روانہ ہو گئے اور ایک مدت تک وہاں رہے۔ جب شیخ حسن محمدؒ پانچ یا چھ سال کے ہوئے شیخ جمال الدینؒ نے انہیں کہا کہ بھائی جیو میں نے تمہارے بیٹے کو مرید کر لیا ہے اور خلافت دے دی ہے وہ خوش ہوئے اور شیرینی تقسیم کی۔ پھر آپ کے والد گرامی نے بھی آپ کو خلافت دے دی۔ بایں ہمہ آپ سلسلہ چشتیہ

جمال الدین جمنؒ سے رکھتے ہیں۔ بعد میں جب شیخ محمد بن علی نور بخشؒ حج سے واپس آئے تو آپ نے شیخ حسن محمدؒ کو اپنے خاندان کی خلافت دے دی۔ یہ شیخ محمد بن علی نور بخشؒ وہی ہیں کہ ہمارے سلسلۂ قادریہ میں ان کا نام شیخ غیاث الدین نور بخشؒ لکھا ہے۔ نیز کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت شیخ حسن محمدؒ سلسلہ چشتیہ دو طریق سے رکھتے تھے۔ ایک شیخ جمال الدین جمنؒ کی طرف سے، جیسا کہ ہمارے سلسلۂ پیران میں ذکر ہے۔ دوسرا سلسلہ اپنے والد کی طرف سے بھی رکھتے تھے۔ اور اس فقیر نے ایک حال پوشؒ (جو اپنے حال کو چھپاتا تھا) درویش کے پاس چمن شاہ دکھنی کو دیکھا تھا کہ اس کا سلسلہ دو واسطہ حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ تک پہنچتا تھا اور حضرت اورنگ آبادیؒ نے سلسلہ پیرانِ چشتیہ اس کو طریق مذکور سے دیا تھا یعنی بہ طریق شیخ احمد المشہور بہ میاں جیوؒ دیا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر آئے گا۔ مراتِ ضیائی میں رحمت علی شاہ جو حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ (خلیفہ مولانا فخر الدینؒ) کے خلیفہ و قائم مقام تھے، نے لکھا ہے:

"جس وقت شیخ محمد غیاث نور بخش قادریؒ احمد آباد میں آئے تو ایک دن شیخ جمال الدین جمنؒ اُن کی ملاقات کے لئے گئے۔ شیخ حسن محمدؒ ان کے ہمراہ تھے شیخ محمد غیاث نور بخشؒ نے نورِ باطن سے معلوم کیا کہ یہ بچہ ولی کامل ہوگا بلکہ یہ بچہ مادر زاد ولی ہے۔ سو اُن کے چچا سے کہا کہ اے شیخ جمال الدین یہ بچہ مجھے عطا کر دے یعنی میرا مرید بنا دے۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے یہ بچہ اب تمہارا ہے مگر ابھی بہت چھوٹا ہے آپ سفر سے فراغت پا لیں اور یہ بھی علم ظاہری سے فارغ ہو لے اور کچھ بڑا ہو جائے اس کے بعد آپ مرید کر لیں۔ فرمایا۔ بہتر ہے۔ وہ حج پہ چلے گئے اور شیخ جمال الدین جمنؒ نے اپنے دل میں سوچا کہ میں نے حسن محمدؒ کو شیخ محمد غیاث نور بخش قادریؒ کی ملک کر دیا ہے لیکن خاندانِ چشتیہ کی نعمت سے محروم نہیں ہونا چاہیئے پس پہلے آپ نے خود شیخ حسن محمدؒ کو مرید کیا اور اپنے خاندانِ چشتیہ کی نعمت و خلافت سے مشرف کیا۔ جب شیخ محمد غیاث بن شیخ محمد علی نور بخشؒ حج سے واپس آئے تو شیخ جمال الدین جمنؒ شیخ حسن محمدؒ کو آپ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ آپ کا یہ بیٹا حاضر ہے اپنے خاندان کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔

آپ نے مزاح کے طور پر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہم چاہتے تھے کہ آپ حسن محمدؒ کو بلا شرکت ہمیں بخش دیں۔ لیکن آپ نے کارسازی کی اور اپنی شرکت بھی کر دی۔ انہوں نے کہا میں نے انہیں آپ کی غلامی میں دیا ہے مگر یہ خرقہ آبا و اجداد سے پشت بہ پشت آرہا ہے، میں نے چاہا کہ یہ سلسلہ چشتیہ ہمارے گھر سے نہ چلا جائے۔ انہوں نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ پس شیخ محمد غیاث نور بخشؒ نے حضرت شیخ حسن محمدؒ کو اپنے خاندان قادریہ میں بیعت کیا اور تربیت فرمائی یہاں تک کہ کمالیت کے درجہ تک پہنچا دیا۔ پس خرقہ خاندان قادریہ، گاذرونیہ، فردوسیہ، کبرویہ، نوربخشیہ، اور ہمدانیہ عطا کیا۔ چنانچہ آپ کے سلسلہ میں ہر خاندان کی خلافت کا شجرہ لکھا جاتا ہے مگر آپ سلسلہ چشتیہ دو طریق سے رکھتے ہیں۔ ایک شیخ جمال الدین جمنؒ کی طرف سے، جیسا کہ ہمارے سلسلۂ پیران میں ذکر آیا ہے۔ دوسرا اپنے والد کی جانب سے اس طریق پر: شیخ حسن محمدؒ من (والدِ خود) شیخ احمد المشہور بہ میاں جیوؒ من شیخ نصیر الدین ثانیؒ من (والدِ خود) شیخ مجد الدینؒ من (والدِ خود) شیخ سراج الدینؒ من (والدِ خود) شیخ کمال الدین علامہؒ من (اپنے حقیقی خالو) شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ (آگے آخر عبارت تک) کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ اس ترتیب سے بھی سلسلہ چشتیہ رکھتے تھے۔

آپ کا سلسلہ سہروردیہ اس طرح بھی ہے:۔

شیخ حسن محمدؒ من شیخ بہاء الدین الملقب بہ حلیم سہروردیؒ من شیخ شہر اللہ سہروردیؒ من شیخ یوسف سہروردی من شیخ برہان الدین سہروردی من شیخ صدر الدین من شیخ محمد سہروردی من شیخ الاسلام سہروردی من شیخ رکن الدین سہروردی۔ من شیخ صدر الدین حکیم سہروردیؒ من شیخ اسماعیل سہروردیؒ من شیخ رکن الدین ابو الفتحؒ من شیخ صدر الدین عارفؒ من شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ من شیخ شہاب الدین سہروردیؒ من شیخ ابو النجیب سہروردیؒ من شیخ وجیہ الدین سہروردیؒ من شیخ محمد بن عبد اللہؒ من شیخ احمد اسودؒ من شیخ ممشاد دینوریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقطیؒ من خواجہ معروف کرخیؒ من شیخ داؤد طائیؒ من خواجہ حبیب عجمیؒ من خواجہ حسن بصریؒ

من امیر المومنین حضرت علیؓ من حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلسلۂ قادریہ یوں ہے:

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نوربخشؒ من والدِ خود شیخ علی نوربخشؒ من سید محمد نوربخشؒ من خواجہ اسحاق ختلانیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانیؒ من شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرقی الاسفرانیؒ من شیخ مجدالدین بغدادیؒ من شیخ رضی الدین علی لالہؒ من شیخ نجم الدین کبریٰؒ من شیخ عمار یاسر بدلیسیؒ من شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ من شیخ عبدالقادر جیلانیؒ من شیخ ابوسعید علی المبارک مخزمیؒ من خواجہ ابوالحسن علی الہنکاریؒ من شیخ ابوالفرح یوسف طرسوسیؒ من شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمیؒ من شیخ ابوبکر شبلیؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقطیؒ من خواجہ معروف کرخیؒ من امام علی موسیٰ رضاؓ من امام موسیٰ کاظمؓ من امام جعفر صادقؓ من امام محمد باقرؓ من امام زین العابدینؓ من امام حسینؓ من حضرت علیؓ من حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلسلہ گاذرونیہ اس طرح ہے:

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نوربخشؒ من (والدِ خود) شیخ علی نوربخشؒ من شیخ سید محمد نوربخشؒ من خواجہ اسحاق ختلانیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ من شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرقیؒ من شیخ احمد جوزقانیؒ من شیخ رضی الدین علی لالہؒ من شیخ سعید بن عبدالجلیلؒ من خواجہ ابویوسف ہمدانیؒ من خواجہ ابی اسحاقؒ بن شہریار گازرونیؒ من شیخ ابی علی بن حسین اکاریؒ من خواجہ عبداللہ خفیفؒ من شیخ ابی محمد جعفرؒ بن شیخ ابی عمران استرخیؒ من شیخ ابی تراب نخشبیؒ من شیخ حاتم اصمؒ من شیخ شفیق بلخیؒ من سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ من خواجہ فضیل ابن عیاضؒ من خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ من خواجہ حسن بصریؒ من حضرت علی مرتضےٰؓ من حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ کا سلسلۂ نوربخشیہ:

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نوربخشؒ من (والدِ خود) محمد علی نوربخشؒ من سید محمد نوربخشؒ من خواجہ اسحاق ختلانیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ من نورالدین کسرتیؒ من احمد جورقانیؒ من رضی الدین علی لالہؒ من مجدالدین بغدادیؒ من نجم الدین کبریٰؒ من عمار یاسر بدلیسیؒ من ابوالنجیب سہروردیؒ من امام محمد غزالیؒ من ابوبکر نساجؒ من عبداللہ گرجستانیؒ من ابوعثمان مغربیؒ من ابوعلی کاتبؒ من ابوعلی رودباریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من سری سقطیؒ من معروف کرخیؒ من امام علی موسیٰ رضاؓ من امام موسیٰ کاظمؓ من امام جعفر صادقؓ من امام محمد باقرؓ من امام زین العابدینؓ من امام حسینؓ من حضرت علی مرتضیٰؓ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا سلسلہ ہمدانیہ:

شیخ حسن محمدؒ من غیاث نوربخشؒ من علی نوربخشؒ من سید محمد نوربخشؒ من خواجہ اسحاق ختلانیؒ من سید علی ہمدانیؒ من تقی الدین علی دوسیؒ من علاؤالدولہ سمنانیؒ من نورالدین کسرتیؒ من شیخ احمد جورقانیؒ من رضی الدین علی لالہؒ من مجدالدین بغدادیؒ من نجم الدین کبریٰؒ من روزبہان بقلیؒ من شیخ محمود بن خلیفہؒ من شیخ عبدالسلامؒ من شیخ احمدؒ من ابوالحسن سالبہؒ من ابوسلمہ قسویؒ من ابوعلی رودباریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ (آگے حسبِ سابق جیسا کہ قادریہ و نوربخشیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے)

سلسلۂ فردوسیہ:

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نوربخشؒ من شیخ علی نوربخشؒ من سید محمد نوربخشؒ من خواجہ اسحاق ختلانیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من علاؤالدولہ سمنانیؒ من نورالدین کسرتیؒ من احمد جورقانیؒ من رضی الدین علی لالہؒ من مجدالدین بغدادیؒ من نجم الدین کبریٰؒ من روزبہان کبیر مصریؒ من ابوالنجیب سہروردیؒ من امام احمد غزالیؒ من ابوبکر نساجؒ من ابوالقاسم گرگانیؒ من ابوعثمان مغربیؒ من ابوعلی کاتبؒ من ابوعلی رودباریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ۔ اور آگے جیسا سلسلہ قادریہ میں ہے۔

سلسلہ کبرویہ :

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نوربخشؒ من شیخ علی نوربخشؒ من سید محمد نوربخشؒ (اس سے آگے جیسا کہ اُوپر ہے) پھر شیخ نجم الدین کبریٰؒ من اسمٰعیل قیصریؒ من محمد مانکیلؒ من محمد بن داؤدؒ من ابوالعباس بن ادریسؒ من ابوالقاسم بن رمضانؒ من ابویعقوب طبریؒ من ابوعبداللہ بن عثمانؒ من ابویعقوب نہرجوریؒ من ابویعقوب سوسیؒ من خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ من خواجہ حسن بصریؒ من حضرت علیؓ من حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شیخ حسن محمدؒ کے تین فرزند تھے (۱) شیخ محمدؒ (۲) شیخ قطب محمدؒ (۳) شیخ احمدؒ شیخ قطب محمدؒ اور شیخ احمدؒ دونوں لاولد فوت ہوئے۔ آپ کی اولاد حضرت شیخ محمدؒ سے جاری ہوئی۔ آپ کے خلفاء بے شمار ہیں۔ مگر ہمارا سلسلہ آپ کے فرزند حضرت شیخ محمدؒ سے مشہور ہوا۔ چنانچہ اس ہمارے سلسلہ میں ان کا ذکر آئے گا۔

ذکر حضرت مظہر اللہ التام الصمد شیخ محمد رضی اللہ عنہ بن شیخ حسن محمد رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والد گرامی شیخ حسن محمدؒ کے مرید و خلیفہ ہیں نام شمس الدین ہے اور لقب محمدؒ۔ مخبر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کا نام آپ کے والد نے محمد رکھا تھا نیز یہ کہ آپ کا لقب قطب ہے۔ اور یہ لقب قطب آپ کو حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے مزار پُرانوار سے عطا ہوا تھا۔ مرأت ضیائی میں یہ قصہ اس طرح لکھا ہے کہ :

"جب حضرت شیخ محمدؒ بن شیخ حسن محمدؒ دہلی میں حضرت مخدوم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے مزار پُرانوار کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کی قبر مبارک جو سنگِ خارا سے بنی ہوئی تھی، درمیان میں سے شق ہو گئی اور آپ قبر مبارک کے اندر چلے گئے۔ کافی دیر کے بعد جب قبر مبارک سے باہر نکلے تو آپ کے ہاتھ میں حلوہ و نان تھا اور آپ کے گلے میں گلاب کے پھولوں کا ہار تھا اور وہ تبرکات جو حضرت چراغ دہلیؒ قبر مبارک میں لے

گئے تھے، آپ کے پاس تھے۔ آپ کو حضرت چراغ دہلیؒ نے یہ تبرکات عطا کئے اور فرمایا تو قطب ہے۔ اس دن کے بعد جو کوئی آپ کو دیکھتا تھا آپ کو شیخ محمد قطب کہتا تھا۔ یہ واقعہ ثواب الاتقیا میں بھی ایسے ہی مرقوم ہے۔

آپ کی والدہ صاحبہ کا نام بی بی امۃ الغنیؒ تھا وہ شیخ عطاء اللہؒ بن سلیمان اللہؒ بن رفیع اللہؒ بن سعد اللہؒ بن عزیز اللہؒ بن شیخ یحییٰ بن لطیف الدینؒ (خلیفہ حضرت سلطان المشائخؒ) کی بیٹی تھیں۔ بی بی امۃ الغنیؒ کی والدہ تاج العلماء شیخ تاج الدینؒ کی بیٹی تھیں۔ اور شیخ تاج الدینؒ بابا فریدالدین مسعود حضرت گنج شکرؒ کی اولاد سے تھے۔ (جیسا کہ مخبر الاولیاء میں لکھا ہے۔) آپ کا مولد احمد آباد گجرات ہے جہاں آپ کی ولادت باسعادت ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ لفظ شیخ ولی سے آپ کا سن ولادت نکلتا ہے۔

آپ کا وصال بروز یک شنبہ بوقت چاشت ۲۹ ربیع الاوّل ۱۰۴۰ھ کو ہوا ایک دوسری روایت کے مطابق ۹ جمادی الآخر ۱۰۴۰ھ کو ہوا لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔ آپ کے مادہ ہائے تاریخ وصال یہ ہیں:-

(۱) بود چشتی محمد اکبر　　(۲) واصل بحق محمد چشتی

یہ سب کچھ مخبر الاولیاء میں درج ہے، جو میاں محمد رشید گجراتیؒ کی تصنیف ہے میاں محمد رشید گجراتیؒ شیخ یحییٰ مدنیؒ کی اولاد سے تھے۔ مرآت ضیائی میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال بروز جمعۃ المبارک بوقت نماز مغرب ۲۹ ربیع الاوّل ۹۹۱ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک احمد آباد گجرات میں آپ کے والد گرامی شیخ حسن محمدؒ کے مزار مبارک کے قریب مسجد انصار سے متصل ہے۔ (جیسا کہ مرآت ضیائی میں لکھا ہوا ہے) البتہ مخبر الاولیاء میں یوں درج ہے کہ آپ کا مزار مبارک آپ کے والد گرامیؒ کے مزار مبارک کے قریب مشرق کی طرف ہے۔ آپ کے مفصل حالات ثواب الاتقیاء میں موجود ہیں۔

آپ کے چار فرزند تھے (۱) شیخ عزیز اللہؒ (۲) شیخ سراج الدینؒ (۳) شیخ حسن محمدؒ (۴) شیخ محمودؒ (جو حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کے والد تھے) آپ کے خلفاء بے شمار ہیں، مگر آپ کے خلفاء میں سے مشہور ترین آپ کے پوتے شیخ یحییٰ مدنیؒ ہیں جن سے

ہمارا مشائخ کا سلسلہ جاری ہوا۔

آپ عالمِ علومِ ظاہری و باطنی تھے اور صاحبِ وجد و سماع۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے تفسیرِ حسینی اور چہل و دو نسخہ (جس کے اندر بیالیس ابواب ہیں) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ذکر حضرت شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک محی الدّین، لقب شیخ یحییٰ مدنی اور کنیت ابی یوسف ہے۔ آپ کے والد کا نام شیخ محمودؒ بن شیخ حسن محمدؒ بن شیخ احمدؒ میاں جیو بن نصیر الدّین ثانیؒ بن شیخ مجد الدّینؒ بن شیخ سراج الدّینؒ بن شیخ علاّمہ کمال الدّینؒ چشتی تھا۔ شیخ یحییٰ مدنیؒ کے ایک اور بھائی شیخ فرید نام بھی تھے۔ وہ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحبِ وجد و سماع بھی تھے۔

حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کی ولادت ۲۰ ماہ رمضان ۱۰۱۰ھ بروز جمعرات ہوئی۔ آپ کی جائے ولادت احمد آباد گجرات ہے۔ مجمع الاولیاء میں آپ کی تاریخِ ولادت ان اشعار سے نکالی گئی ہے:

(۱)

چو سلطان الولایت شیخ یحییٰ — کہ بر وے از خدا صد آفریں باد
تولّد یافت در تاریخ مسعود — سعادت ذاتِ پاکش زآفریں باد

(۲)

آں شیخ حرم چو در جہاں گشت پدید — آوازہ خوشدلی با فلاک رسید
از لفظ رضی بہ پیشِ اربابِ کمال — تاریخ تولّدش مبیّن گردید

آپ کی والدہ محترمہ کا نام بی بی رابعہؒ بنت شیخ تاج محمدؒ عرف ملک تاجو ولد ملک قطب محمدؒ

بن ملک لطف اللہؒ تھا جو قاضی النسب تھے۔ حضرت یحییٰ مدنیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و اشارہ سے احمد آباد سے منتقل ہو کر مدینہ منوّرہ جا کر سکونت اختیار کی تھی۔ اسی نسبت سے آپ کو مدنی کہتے ہیں۔ آپ کی عمر نوّے (۹۰) سال ہوئی۔ آپ کا وصال مدینہ منوّرہ میں ۲۸ ماہ صفر ۱۱۲۲ھ کو رات کے تیسرے پہر کے آخری حصّہ میں ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق ۱۱۰۱ھ میں وصال ہوا جیسا کہ مخبر الاولیاء میں لکھا ہے۔ مرأت ضیائی میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۲۷ ماہ صفر کو ہوا مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری چودہ سال مدینہ منوّرہ میں رہے۔ آپ کی قبر مبارک مدینہ طیّبہ کے جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کے قبہ مبارک کے قریب ہے۔

معارج الولایت فی مدارج الہدایت میں آپ کا مفصّل ذکر موجود ہے نیز محمد فاضل بن شیخ فیروزؒ نے جو آپ کے مریدوں میں سے ہے۔ مفتاح الکرامات کے نام سے ایک کتاب آپ کے ملفوظات و حالات میں لکھی ہے جس میں آپ کا مفصّل ذکر ہے۔ آپ کی کافی اولاد تھی جو احمد آباد میں رہتی تھی۔ آپ کے خلفاء بھی بہت تھے۔ مگر آپ کے مشہور ترین خلیفہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ ہیں جن سے ہمارے پیروں کا سلسلہ جاری ہوا۔

ذکر حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک کلیم اللہ ہے اور آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی حاجی نور اللہؒ بن شیخ احمدؒ بن شیخ حامد صدیقیؒ ہے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد جو ترکستان کے شہر خجند کے رہنے والے تھے سلطان شہاب الدّین شاہ جہاں بادشاہ دہلی کے زمانہ میں شاہجہان آباد یعنی دہلی میں آکر آباد ہوئے۔ آپ کے والد علم نجوم و ہیئت میں درجۂ کمال پر تھے۔ اسی لئے شاہجہان بادشاہ نے لال قلعہ کی تعمیر کے وقت انہیں خجند سے طلب کیا تھا۔ جیسا کہ مرات ضیائی میں لکھا ہے۔ مگر مخبر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کے والد صاحب کا نام شیخ طیّب تھا اور وہ لاہوری الاصل تھے۔ کاتب الحروف

کہتا ہے کہ عجب نہیں کہ دونوں آپ ہی کے نام ہوں اور خجند سے لاہور آکر ساکن ہوئے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رح کے مرید و خلیفہ ہیں۔ البتہ آپ کو بہت جگہوں سے خلافت اور فیض حاصل ہوا۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے علوم ظاہری میں آپ کے استاد شیخ ابو رضا ہندی تھے، جو شیخ عبدالعزیز شکربار چشتی رح کی اولاد سے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۸۰ھ میں ہوئی چنانچہ اپنی تاریخ ولادت آپ نے غنی کے لفظ سے نکالی ہے اور رقعاتِ کلیمی میں درج کی ہے جیسا کہ مراتِ ضیائی میں لکھا ہوا ہے۔ مراتِ ضیائی میں آپ کی عمر ۸۸ سال اور مخبر الاولیا میں ۸۳ سال لکھی ہوئی ہے۔ آپ کا وصال ۱۱۴۲ھ میں ۲۴ ربیع الاوّل کی رات بروز منگل ہوا، جیسا کہ مراتِ ضیائی میں لکھا ہوا ہے۔ البتہ مخبر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال بتاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ منگل کی رات (یعنی پیر و منگل کی درمیانی رات) کو جبکہ ایک پہر تین گھڑی رات گزر چکی تھی، ہوا۔

آپ کا مزارِ مبارک شاہجہان آباد (دہلی) میں لال قلعہ کے نیچے خانم بازار میں جامع مسجد کے قریب ہے۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدّین) کہتا ہے کہ سال غدر (۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی) میں جب نصاریٰ (یعنی انگریزوں) نے دہلی کے اہلِ اسلام پر فتح پائی تو لال قلعہ (شاہی قلعہ) کے قریب تمام مکانات کو تباہ کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کی خانقاہ کو بھی منہدم کر دیا البتہ مزار شریف باقی ہے۔ اب مزار شریف کے اردگرد وسیع میدان ہے۔ البتہ اس سال میاں نظام الدّین نبیرہ حضرت مولانا فخر الدّین رح فرماتے تھے کہ میں نے انگریز کی اجازت لی ہے، مزار شریف کے اردگرد احاطہ تعمیر کروں گا۔

آپ کے وصال کی تاریخیں درج ذیل اشعار سے نکالی گئی ہیں:

(۱)

موسیٰؑ امتِ کلیم اللہ عصر | بود مقبول دو عالم از قبول
واصل حق بود در باطن کنوں | ہم بظاہر با خدا کرد وصول
سال وصلش ہاتف از کلکِ جلی | زد رقم شد حشر با آلِ رسولؐ

یعنی لفظ "شد حشر با آلِ رسولؐ" سے تاریخ نکلتی ہے۔

(۲)

فضل و کمالش بیش بودہ　　مرہم قلبِ ریش بودہ
سالِ وصلش گفت ہاتف　　قطبِ زمانۂ خویش بودہ

لفظ "قطبِ زمانۂ خویش بودہ" سے تاریخ نکلتی ہے۔ مراتِ ضیائی میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ وصال کے وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے: ؎

بخلوتے کہ منم یادِ دوست بے ادبی ست　　غبارِ خاطرِ عشّاق مدعا طلبی ست

آپ کی مجلسِ سماع کا طریقہ یہ تھا کہ اپنی مجلس میں غیر سلسلہ کو داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ دروازہ کو بند کرا دیتے تھے اور کسی شخص کو دروازہ پر بیٹھا دیتے تھے۔ مگر اپنے خلیفہ اورنگ آبادیؒ کو اجازت دے رکھی تھی کہ آپ کا اختیار ہے کہ چاہے بند (مخصوص) مجلس کریں یا ظاہر مجلس (عام) کریں۔

آپ کے دو نکاح تھے۔ ابتدائے سلوک میں ایک شادی شرفا کے ایک خاندان میں کی تھی وہ بغیر اولاد پیدا کئے فوت ہوگئیں۔ اس کے بعد ایک کنیز کو اپنی زوجیت میں لیا۔ جس سے چار فرزند پیدا ہوئے (جیسا کہ رقعاتِ کلیمی میں لکھا ہوا ہے) (۱) سب سے بڑے حامد سعیدؒ (۲) دوسرے فضل اللہؒ (۳) تیسرے احسان اللہؒ (۴) چوتھے خواجہ محمدؒ جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ آپ کی پانچ بیٹیاں تھیں (۱) بی بی رابعہ جو آپ کے خلیفہ محمد ہاشم کے نکاح میں آئیں (۲) فخر النساء جو آپ کے بھتیجے شیخ عبدالرحیم کے نکاح میں تھیں (۳) بی بی زینب عرف بی بی مصری جو شاہ میر کی زوجہ تھیں (۴) چوتھی بیٹی کا نام راوی نے نہیں لکھا مگر یہ بیٹی بھی محمد ہاشم کے نکاح میں آئیں، جب ان کی پہلی بیوی فوت ہوگئیں (۵) اور پانچویں بیٹی کا حال راوی نے نہیں لکھا کہ اس کا کیا نام تھا اور کس کے نکاح میں آئیں۔ یہ سب کچھ رقعاتِ کلیمی میں درج ہے۔

آپ کے مرشدوں کا ذکر، ان سے اجازت و خلافت اور ان کے ارشادات کا تذکرہ یوں ہے۔ کہ آپ (کلیم اللہؒ) حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ تکمیلِ تمام کے

سلسلہ میں حضرت ابو فتح قادریؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ خاندان نقشبندیہ میں حضرت امیر محترم لاہوریؒ کے دست مبارک سے خرقہ پہنا۔ مخزالاولیا میں لکھا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں حضرت سید محمد کبر دویؒ سے بھی قادریہ خلافت حاصل کی۔ اور آپ کے نقشبندیہ سلسلہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے ذکر میں پہلے ہی تحریر کیا جاچکا ہے۔

خلفاء: آپ کے بے شمار خلفاء تھے۔ (۱) سب سے پہلے حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ (۲) دوسرے سید بدھنؒ (۳) حافظ محمودؒ (۴) شیخ جمال الدینؒ (۵) پانچویں آپ کے فرزند شیخ حامد سعیدؒ (۶) چھٹے قاضی عبدالولیؒ ساکنہ سنگھانہ (۷) ساتویں شیخ مداری ناگوریؒ نبیرہ سلطان التارکین حمید الدین ناگوریؒ (شیخ مداری ناگوریؒ کا مزار مبارک سنگھانہ میں ہے) (۸) آٹھویں شاہ ضیاء الدینؒ (۹) شاہ اسداللہؒ (۱۰) شاہ جلال الدینؒ (۱۱) گیارھویں آپ کے اپنے داماد محمد ہاشمؒ۔ البتہ آپ کا سلسلہ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی نسبت سے جتنا مشہور ہوا، اس طرح دیگر حضرات کی نسبت سے مشہور نہیں ہوا۔ اس لئے کہ وہ ہی آپ کے قائم مقام تھے۔

حضرت شیخ کلیم اللہؒ کی تصانیف بھی بہت ہیں۔ آپ نے القرآن کے نام سے تفسیر قرآن بھی لکھی جو تفسیر جلالین کے مشابہ ہے۔ البتہ (دونوں میں فرق یہ ہے کہ) آپ کی تفسیر مذہب حنفی کے مطابق ہے۔ اور جلالین مذہب شافعی کے مطابق ہے۔ تفسیر قرآن کے علاوہ سواء السبیل، تسنیم، عشرہ کاملہ، کشکول، مرقع، رقعات کلیمی اور علم منطق میں رسالہ آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رضی اللہ عنہ

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور صاحب وجد و سماع۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا اصل وطن ضلع پورب تھا، جہاں لکھنؤ کے قریب قصبہ کاکوری

یانگرد اس میں آپ پیدا ہوئے (جیسا کہ مراتِ ضیائی میں لکھا ہوا ہے ۔) آپ کے بزرگ باہر سے آکر اس جگہ سکونت پذیر ہوئے تھے۔ جس وقت حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کے درس و تدریس اور لنگر برائے طلبہ کا شہرہ آپ کے کان میں پڑا تو طلب علم کے ارادہ سے شاہجہان آباد (دہلی) میں آئے اور شیخ کلیم اللہؒ کی خدمت میں رہ کر ایک مدت تک علم حاصل کیا۔ علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد اُن سے بیعت کی اور تھوڑی ہی مدت میں حضرت شیخ کلیم اللہؒ کی توجہ سے زہد، ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعہ تکمیل کے مرتبہ تک پہنچ گئے۔ آپ اپنے شیخ و مرشد سے ہر خاندان کی خلافت سے فیض یاب ہوئے۔ اور ملک دکن کے صاحب ولایت مقرر ہوئے۔ دکن میں آکر آپ مبارک بنیادوں والے شہر اورنگ آباد میں مقیم ہوئے جہاں ہزار ہا مخلوقِ خدا نے آپ سے ہدایت حاصل کی۔

آپ کا وصال ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ کو منگل کی رات نماز عشاء کے بعد ہوا۔ جبکہ رات کا تیسرا حصہ گذر چکا تھا (جیسا کہ مراتِ ضیائی میں لکھا ہوا ہے) مگر مخبرالاولیاء میں مرقوم ہے کہ آپ کا وصال منگل کے دن سن مذکور میں ظہر کے وقت ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر بیاسی (۸۲) برس تھی اور اس وقت آپ کے پیر و مرشد کے وصال کو چھ ماہ ۱۸ دن ہوئے تھے۔ آپ کا مزار مبارک اورنگ آباد میں ہے۔ اورنگ آباد کا پہلا نام دہارا نگری تھا۔ اس کے بعد اس کا نام دیوگڑھ ہوا۔ پھر سلطان محمد تغلق نے اس کا نام دولت آباد رکھا۔ اس کے بعد عالمگیر بادشاہ نے اسے اورنگ آباد کا نام دیا (جیسا کہ غیاث اللغات میں ہے)

آپ کا ایک سجع یہ تھا :

دررعایت دلہا کوشش   نظام دین بدنیا مفروش

دوسرا سجع یہ تھا : طاعتِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

آپ کے پانچ فرزند تھے۔ سب سے بڑے شیخ محمد اسمٰعیلؒ دوسرے مولانا فخرالدینؒ تیسرے غلام معین الدینؒ چوتھے غلام بہاؤالدینؒ۔ پانچویں غلام کلیم اللہؒ۔ شیخ محمد اسمٰعیلؒ خواجہ کامگار خاںؒ کے مرید ہوئے جو حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ حضرت اورنگ آبادیؒ کے ملفوظ جس کا نام احسن الشمائل ہے خواجہ کامگار خاںؒ

کی تصنیف ہے۔ باقی تینوں بھائی اپنے برادرِ بزرگ حضرت مولانا فخر الدینؒ کے مرید ہوئے (جیساکہ مراتِ ضیائی میں ہے) حضرت اورنگ آبادیؒ کی تصانیف بھی ہیں۔ ان میں سے ایک رسالہ نظام القلوب ہے جس میں اشغال و اذکار ہیں۔

آپ کے خلفا بہت ہیں ان میں سے بعض اسمائے گرامی یہ ہیں:

کامگار خانؒ۔ محمد علیؒ، خواجہ نور الدینؒ، مولانا فخر الدینؒ، سید شریفؒ۔ شاہ عشق اللہؒ غلام قادر خانؒ۔ محمد یار بیگؒ (کہ ملک توران کے شرفا سے تھے) محمد جعفر، شیر محمدؒ، کرم علی شاہؒ (جن کا مزار قصبہ پنمل میں ہے)

کاتب الحروف کہتا ہے کہ خلفائے اورنگ آبادیؒ میں سے یہ کرم علی شاہؒ صاحب حال تھے۔ ان کے خلفاء کے مریدوں میں سے ایک شخص چمن شاہ نام اس فقیر سے قصبہ گھاٹوٹ میں (جو ناگور کے قریب ہے) ملا تھا۔ وہ ذکر و اشغال میں مشغول رہتا تھا۔ مگر وہ ان بزرگوں کا طریقہ اپنائے رکھتا جو اپنے کمال پہ پردہ ڈالے رہتے ہیں۔ ایک روز وہ اپنا سلسلہ (شجرہ) پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے جناب اورنگ آبادیؒ اور دیگر پیرانِ عظامؒ کا نام سنا میں نے جانا کہ یہ بھی ہمارے سلسلہ سے ہے۔ مجھے اس سے محبت ہوگئی۔ اُس کے سلسلہ کو یاد کر لیا اور وہ یہ ہے: چمن شاہؒ من اشتیاق شاہؒ سکنہ کھنڈوتی من آفتاب شاہؒ سکنہ قصبہ مذکور من محمود شاہؒ سکنہ کھنڈوتی (اور یہ کھنڈوتی ملک ملوار میں ہے جو حیدرآباد سے مغرب کی طرف ہے) من معزز شاہؒ (جن کی قبر مبارک قصبہ پنمل میں ہے جو ملک دکن میں حیدرآباد کی طرف ہے) من کرم علی شاہ پنملیؒ (کہ جن کی قبر بھی پنمل میں ہے) من حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ اور اس سے آگے جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ ہمارا سلسلۂ چشتیہ شیخ حسن محمدؒ تک۔ پھر آگے شیخ حسن محمدؒ من شیخ احمد میاں جیوؒ من نصیر الدین ثانیؒ من شیخ مجد الدینؒ من شیخ سراج الدینؒ من شیخ کمال الدین علامہؒ اور اس سے آگے حسب مذکور)

چمن شاہؒ مذکور اکثر ذکر پنجتن کی ضرب اس ترتیب سے لگاتا تھا: یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) دائیں طرف۔ یا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بائیں طرف یا فاطمہؓ سامنے، یا حسنؓ پیچھے کی طرف۔ اور یا حسینؓ کی ضرب دل پہ۔ اور یہ ذکر حضرت اورنگ آبادی کی کتاب نظام القلوب میں درج ہے۔

نیز حضرت اورنگ آبادیؒ کے خلفاء میں سے ایک امام الدینؒ نام کے تھے۔ جیسا کہ رقعاتؒ کلمی میں ہے۔ آپ کے خلفاء میں سے ایک شیخ محمود حافظ مودودؒ تھے۔ ان کے خلیفہ کریم شاہؒ تھے۔ اور اُن کے خلیفہ محمد پناہؒ تھے کہ پاک پتن کے قریب قصبہ کنہیر میں اُن کا روضہ ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس سال ایک شخص محمد اکرم کلال جو بلدہ قاسم (جو مہار شریف کے قریب ہے) کا رہنے والا تھا۔ اور قوم کلال سے تھا، اس فقیر سے اسی قصبہ کی مسجد میں ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اپنا سلسلہ پڑھ۔ جب اس نے پڑھا تو اس کا سلسلہ حضرت اورنگ آبادیؒ تک پہنچا۔ ترتیب یہ تھی: محمد اکرمؒ من محمد پناہؒ لوہار من کریم شاہؒ من حافظ مودودؒ من شاہ محمودؒ من حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ (اور آگے آخر تک جیسا کہ ہمارا سلسلہ چشتیہ ہے) ان کے علاوہ آپ کے اور بھی بہت سے خلفاء ہیں۔ مگر جیسا آپ کا سلسلہ حضرت مولانا فخر الدینؒ سے جاری ہوا اور کسی خلیفہ سے نہیں ہوا۔

ذکر حضرت مولانا فخر الدین محب النبی رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والد حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے بیٹے، مرید، خلیفہ و قائم مقام ہیں۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے۔ آپ کی جائے ولادت اورنگ آباد ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ سید محمد گیسو درازؒ کی اولاد سے تھیں آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۲۶ھ میں ہوئی۔ جب آپ کی ولادت کی خبر حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ تک پہنچی تو اپنا لباس حضرت مولانا صاحبؒ کے لئے بھیجا اور اورنگ آبادی صاحبؒ کو لکھا کہ ان کا نام مولانا فخر الدینؒ رکھا جائے۔ یہ میرا بیٹا ہے جو شاہجہان پور کو اپنے نور ہدایت سے منور کرے گا۔ اس سبب سے آپ کا لقب مولانا پڑا (جیسا کہ مرات ضیائی میں ہے) آپ کا دوسرا لقب محب النبیؐ ہے۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ میں دو باتیں لکھی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ خلاصۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے محب النبیؐ کے لقب اور لفظ مبارک سے کوئی واقف نہ تھا۔ ایک

روز حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم ایک دن مخدوم حضرت چراغ دہلیؒ کے عرس کے موقعہ پر اُن کے مزار پر گئے۔ دیکھا کہ رات کے وقت مخدوم صاحبؒ عرس کے تبرّک کے طور پر اپنے لنگر سے کچھ تبرّک اپنے ہاتھ میں لئے ہیں اور مجھے دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "تم محب النبیّ ہو" جب یہ لقب اُن کی زبانِ مبارک سے سُنا تو مجھے بہت مرغوب و پسند آیا۔ دوسری یہ کہ مراتِ ضیائی میں مرقوم ہے کہ جب مولانا صاحبؒ اورنگ آبادؒ سے دہلی کی طرف تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ بزرگؒ کے عُرس میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص مدّتوں سے اس بارگاہ میں جس پر آسمان کی بلندیوں کا گمان گزرتا تھا، اپنی حاجت برآری کے لئے پڑا تھا۔ اُسے ایک رات خواب میں خواجۂ بزرگؒ نے فرمایا کہ اُس شخص کو دیکھ رہے ہو، صبح ان کی خدمت میں جاؤ اور اپنی حاجت طلب کرو۔ اور حضرت مولانا صاحبؒ کو اسے دکھا دیا۔ اور فرمایا کہ اس کا نام محب النبیّ ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص آستانہ شریف میں تجسّس کی خاطر آیا۔ اور آپ کو مسجد میں دیکھ کر شناخت کر لیا کہ یہی وہ صاحب ہیں جنہیں حضرت خواجہ بزرگؒ نے کل اشارہ فرمایا تھا۔ ان کے بارہ میں پوچھنے لگا۔ حضرت مولانا صاحبؒ کے ہمراہ دو آدمی تھے۔ ان کو کہا ہوا تھا کہ جو کوئی میرے بارہ میں پُوچھے، کہہ دیں کہ سوداگر ہے۔ تجارت کے لئے جا رہا ہے۔ القصہ وہ شخص مولانا صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور اپنا رات کا احوال ظاہر کیا۔ مولانا صاحبؒ ایک طرف ہو گئے اور فرمایا کہ اے عزیز میں مسافر ہوں اور روزگار کے سلسلہ میں پھر رہا ہوں۔ اس واقعہ سے میری کوئی نسبت نہیں ہے۔ اُس نے کہا مجھے خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ہے اور آپ کی صورت خواب میں دکھائی ہے۔ آپ بالکل وہی ہیں صرف نام میں فرق ہے۔ مولانا صاحبؒ نے پوچھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے کیا نام فرمایا تھا۔ کہنے لگا کہ محب النبیّ۔ مولانا صاحبؒ نے جان لیا کہ شخص سچّا ہے کیونکہ مولانا صاحبؒ پر غلبۂ فنا فی الرسول بہت زیادہ تھا۔ آپ نے اس کی حاجت پوری کی اور فرمایا کہ اس راز کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ اس خطاب کو پسند فرمایا اور اس دن سے اس القاب کو اپنے سلسلۂ شجرہ میں داخل کر لیا۔ آپ ناز کیا کرتے تھے کہ

یہ لقب مجھے حضرت خواجہ بزرگؒ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ عجب نہیں ہے کہ دونوں بزرگ یعنی خواجہ بزرگؒ اور مخدوم نصیر الدینؒ سے یہ لقب مذکور عنایت ہوا ہو۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ سات سال کے تھے کہ ایک دن اپنے والد صاحبؒ کو مٹھی چاپی کر رہے تھے۔ اس وقت ان کو غنودگی آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بن کے پانچ دانے بہشت سے لاکر آپ کو دیئے۔ کھانے کا ارادہ کیا کہ اتنے میں آپ کے والد گرامیؒ نے فرمایا "اے بیٹے اکیلے اکیلے نہ کھاؤ۔ ہمارا حصہ بھی دو" پس آپ نے چند دانے اپنے والد کو دے دیئے۔ جب آپ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو آپ نے تمام علوم حاصل کر لئے۔ اپنے والد صاحبؒ سے ہر علم کی چند کتابیں پڑھیں۔ علم حدیث میں مشارق، ایک رسالہ تیر اندازی ایک رسالہ طب، ایک کتاب فقہ شرح وقایہ ایک کتاب سلوک نفحات الانس۔ اور باقی علوم دوسری جگہ سے حاصل کئے۔ آپ سولہ سال کے تھے کہ آپ کے والد گرامیؒ وفات پا گئے اور اپنی نعمت باطنی اور خرقہ خلافت آپ کو عطا کر گئے۔ بعد ازاں آپ نے دن رات کی محنت سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اور پھر مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور رتبہ کمالیت تک پہنچے۔

تکمیل تعلیم کے بعد اپنے حال کو چھپانے کی خاطر جوانوں کی روش کے مطابق تین سال نوکری کی تاکہ ظاہر بین آپ کے بارہ میں بدظن ہو کر زبان شکایت دراز کریں۔ آخر ایک دن کامگار خانؒ نے جو آپ کے ہم خرقہ اور پیر بھائی تھے، بطور نصیحت کہا کہ اے صاحبزادے یہ روش آپ کے لئے درست نہیں ہے اپنے والد کا طریقہ اختیار کرو، خلق بہت شکوہ کرتی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے لئے دعا کریں کہ حق تعالیٰ مجھے ہدایت دیں۔ انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ آپ نے بھی اٹھائے آپ نے اسی وقت کامگار خانؒ کی تمام نعمت سلب کر لی۔ انہوں نے قدموں میں گر کر عرض کیا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ نے اپنے کام کی تکمیل کر کے شیوہ رندانہ اختیار کیا ہوا ہے۔ فرمایا۔ خیر اللہ کی مرضی یہی تھی کہ میں اپنے آپ کو ظاہر کر دوں حالانکہ میں چاہتا تھا کہ میرے احوال سے کسی کو خبر نہ ہو۔ پس اس دن سے اپنے والد گرامیؒ کی خانقاہ میں سجادہ مشیخت پر بیٹھ گئے اور خلق خدا کو طریقت و شریعت کے راستہ کی تلقین کرنے لگے

منقول ہے کہ ایک دن عین محویت کے عالم میں آپ کے کانوں میں غیب سے یہ مصرع آیا:

ع بند بگسل باش آزاد اے پسر

اور جناب خواجہ بزرگ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ دہلی میں آجائیں۔ آپ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میرے والد صاحب نے بھی مجھے شاہجہان آباد کے بارے میں فرمایا تھا۔ البتہ اپنے والد صاحب کی خانقاہ کو کیسے چھوڑوں۔ ایک دن روضہ شریف سے یہ شعر آپ کو سنائی دیا:

شہ اقلیم فقرم بیخودی تخت روان من
نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمین دارم

(میں سلطنت فقر کا بادشاہ ہوں اور بے خودی میرا تخت رواں ہے میں نہ تو فرہاد کی طرح مزدور ہوں اور نہ مجنوں کی طرح زمین کا مالک ہوں)

مولانا صاحب نے اس شعر سے جانا کہ دہلی جانے کے لئے شیخ نے اجازت دے دی ہے ۱۱۶۵ھ پس دہلی تشریف لے آئے۔ خلاصۃ الفوائد میں بھی یوں ہی لکھا ہوا ہے کہ آپ اپنے شیخ سے مذکورہ بالا شعر سننے کے بعد ۱۱۶۵ھ میں دہلی تشریف لے آئے۔ نواب غازی الدین خان نے آپ کے ورود دہلی کے سال کو اپنی مثنوی میں یوں بیان کیا ہے:

بود سالے کہ فرخ و میمون	شصت و پنج و ہزار صد افزون
فخر دیں باقدوم سعد و سعید	دہلی کہنہ را نوا بخشید
کرد آں مردمک درو چو وطن	گشت دہلی چو چشم مار وشن

~~چھ ماہ کے بعد اسی سال مذکور میں آپ پاک پتن تشریف لے گئے۔~~

آپ کا وصال ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو ہوا۔ ہفتہ کی رات نماز عشاء کے بعد جب ایک پہر اور چار گھڑی رات گزری تھی آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کی تاریخ وصال یہ ہے:

"محب النبی ہادی محمد فخر الدین"

آپ کی ایک اور تاریخ وصال سنگ مرمر کی تختی پر جو آپ کے مزار مبارک کے سرہانے نصب ہے یوں لکھی ہوئی ہے:

۱۱۶۵ھ کی بجائے ۱۱۶۲ھ ... [illegible]

بگذاشت فخر دیں چو جہاں سرائے فانی — در آستانہ جا داد آں قطب جاودانی
سالِ وصالِ آں مہ از غیب چوں بجستم — آواز داد ہاتف خورشید دو جہانی

لفظ خورشیدِ دو جہانی میں تاریخِ وصال ہے۔ آپ کا مزارِ مبارک پرانی دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں مسجد کے بالکل قریب ہے۔

آپ کے ایک ہی فرزند تھے، جن کا نام مولانا قطب الدینؒ تھا۔ اور اُن کے آگے ایک ہی بیٹا تھا، غلام نصیر الدین نام عُرف کالے میاں صاحبؒ اور ان کے آگے پانچ بیٹے تھے۔ سب سے بڑے غلام نظام الدین صاحبؒ جو اِس وقت حضرت مولانا صاحبؒ کے صاحبِ سجادہ ہیں۔ دوسرے غلام معین الدینؒ یہ دونوں ایک والدہ سے ہیں۔ جو سیّد زادی تھیں۔ تیسرے وجیہہ الدینؒ۔ چوتھے امین الدینؒ۔ پانچویں کمال الدینؒ۔ امین الدین بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ اور یہ تینوں بھائی سلاطین تیموریہ کی اولاد میں سے ایک شہزادی کے بطن سے تھے۔ آپ کی تین بیٹیاں تھیں۔ دو سیّد زادی سے جن کی فتح پور سیکری میں حضرت شیخ سلیم چشتی رحؒ کے نواسوں سے شادی ہوئی تھی۔ اور ایک بیٹی شہزادی سے تھی۔

آپ کی تصانیف بہت سی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب فخر الحسن ہے۔ اس کتاب میں مولوی (شاہ) ولی اللہ دہلویؒ کے موقف کی تردید ہے۔ دوسری کتاب عقائد نظامیہ علم عقائد میں ہے۔ متفرق رقعات بھی ملے ہیں۔ چنانچہ ان رقعات میں سے ایک ذیل میں تبرکاً درج کیا جاتا ہے:

حضرت مولانا صاحبؒ کا مکتوب گرامی

جو آپ نے ایک عزیز کو تحریر فرمایا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب حمد و ستائش اُس ذاتِ اقدس کے لئے ہے، جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ صلوٰۃ و سلام ہوں اللہ تعالیٰ کے سچے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

پر جنہوں نے فرمایا ہے کہ میں میم کے بغیر احمد ہوں" اور "جس نے مجھے دیکھا اس نے گویا ذاتِ برحق کا دیدار کر لیا۔"

حمد و صلوٰۃ کے بعد گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل چند اہم کلمات جو میں نے ایک بزرگ کی زبان سے سُنے تھے آپ جانِ عزیز کے گرامی نامہ کے جواب میں تحریر کر رہا ہوں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا وجود واجب اور لابدی ہے اس طرح اس کی پرستش اور عبادت بھی واجب اور لابدی ہے۔ نیز جس طرح رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مجسّم خیر و صلاح ہے بعینہٖ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکامات کا اتباع بھی موجبِ حکمت و فلاح ہے لیکن جو اشخاص اس کو کافی خیال کرتے ہیں اور اس کو ہی مرتبۂ کمال جانتے ہیں وہ بُوئے حقیقت نہیں پاتے بلکہ وہ چوپائے ہیں۔"

انسانی صلاحیّتوں کا یہ تقاضا ہے کہ انسان ہر چیز کی حقیقت اور اس کی اصل ماہیّت پر غور و فکر کرے۔ انسان سوچتا ہے کہ یہ تمام موجودات کہاں سے آئیں اور ان کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن واقع یہ ہے کہ مردانِ خدا نے برسوں ریاضتیں کیں۔ اُن کا روحانی سفر زمین سے شروع ہو کر عرشِ الٰہی تک جا کر ختم ہوا۔ لیکن بایں ہمہ وہ آخر کار مجبور ہو کر پکار اُٹھے "لا موجود الّا اللہ" یعنی اللہ کے سوا کسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ نظریہ ان کی ذاتی رائے نہیں ہوتا بلکہ وہ اسے قرآن و حدیث سے بھی ثابت کرتے ہیں:

نیست دقت آشنا طبعی کہ ہمچوں مردمک
خط کشد بر جملہ دفتر ہا بمد نقطۂ

واقعی حقیقت کی دنیا میں پورے علم کی حیثیّت ایک نقطہ سے زیادہ نہیں ہے۔

موجودہ دور کے چند مقلّد لوگ جنہوں نے بظاہر محقّق کا لبادہ اور بھیس پہن رکھا ہے اور اپنے آپ کو دنیا کا پیر و مُرشد سمجھے بیٹھے ہیں، وہ اپنے باطل نظریات سے لوگوں کو خراب اور گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ خدا کی شان! یہ لوگ شریعت کے میدان میں اپنے آپ کو بایزیدؒ و جنیدؒ کا ہم پلّہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ مگر جب ان کا کھوج لگایا جاتا ہے

تو پتہ چلتا ہے کہ ان بے چاروں کو تو توحید کی بھی خبر نہیں۔ نہ یہ صاحب وحدت ہیں اور نہ ہی نظریۂ وحدت کی انہیں جستجو ہے۔ سچّی بات تو یہ ہے کہ جو شخص نظریۂ وحدت الوجود کا قائل نہیں، اسے نہ تو فقیر کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ پیروں کے زمرہ میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ایسے آدمی کو تو فقراء کے گروہ سے نکال کر باہر پھینک دینا چاہیئے۔ کیونکہ فقراء کا اصل مسلک یہ ہے کہ اُس ذات کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ پس جو شخص بھی نظریۂ وحدت الوجود کا قائل نہیں اور اس نظریہ کی لذّت سے بہرہ ور نہیں تو ایسا شخص بلاشبہ ایک اندھا دُھند مقلّد ہے۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایسے کم عقل افراد جو نشۂ توحید سے سرشار نہیں، وہ جادۂ شریعت سے ہٹے ہوئے ہیں۔ البتہ یہ ضرور کہونگا کہ وہ درجۂ کمال سے دُور ہیں۔

بلاشبہ راہِ حقیقت کے مسافر کو ہر قدم پر لغزش کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ کبھی تو لوگ اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور کبھی اسے دہریہ کہا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا رسی کا کمال اسی میں ہے کہ انسان خواہ کتنی ہی حدُود طے کر لے اور اس کی پرواز کتنی بھی بلندی پر ہو، اُسے راہِ شریعت سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالنا چاہیئے۔

ہزار بار تواں کرد با خدا شوخی!
ولیک دم نتواں زد بمصطفےٰ گُستاخ

یعنی "با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار"

الغرض حقیقت میں فقیر کہلوانے کا حقدار وہ شخص ہے جو توحید پرست ہو بلکہ اس سے بڑھ کر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ آدمی ہی انسان کہلوانے کا مستحق ہے جو "وحدت الوجود" کا قائل ہو۔ میرے بہت سے احباب یہ سمجھتے ہیں کہ توحید کا تعلّق فقط "حال" سے ہے۔ مجھے ان کے اس نظریہ پر دُکھ اور افسوس ہوتا ہے۔ توحید تو یہ ہے کہ انسان کے "حال و قال" دونوں وحدت کے عکاس ہوں۔ اور وحدتِ ذات میں "الآن کما کان" کا مظہر ہوں۔ ہم لوگ جو عرفانِ نفس سے ناواقف ہیں، ہم پر جو مصیبتیں آپڑی ہیں، وہ دراصل ہمارا اپنا کیا دھرا ہے۔ مصرعہ:

آنکہ من سرگشتہ داریم منم

دانشوروں نے پختہ دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ تینوں طرح کی مخلوقات کی پیدائش چاروں عناصر کے باہم ملنے سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ یہ عناصر در اصل آپس میں ایک ضد ہیں۔ یہ عناصر فلکِ اوّل سے پیدا ہوئے اور فلکِ اوّل فلک دوم سے پیدا ہوا۔ اسی طرح تمام فلک ترتیب وار "جسم کل" سے پیدا ہوئے اور جسمِ کُل عقلِ کُل کے ذریعہ پیدا ہوا۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ واجب الوجود یعنی اللہ تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے۔

چنانچہ جو چیز بھی وجود میں آئی اور جس شے نے بھی ممکن یعنی فنا اور مجاز کا لباس پہن رکھا ہے اس کی حیثیت اللہ تعالیٰ سے الگ اور علیحدہ نہیں ہے۔ اس طرح "لاموجود الااللہ" کا نظریہ واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک دن حضرت قبلہ حاجی محمد قاسم سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی مجلس منعقد تھی کہ دوران گفتگو ایک دوست نے کہا کہ "ہمہ از دوست" یعنی سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہوا اور ہو رہا ہے۔ دوسرا دوست کہنے لگا کہ "ہمہ اوست" یعنی سب کچھ وہی اللہ کی ذات ہی تو ہے۔ حضرت والاؒ نے سُنا تو فرمایا کہ دراصل سب کچھ اللہ ہی تو ہے اوّل و آخر یا ظاہر و باطن سب کچھ فی الحقیقت اللہ کی ذاتِ بابرکات ہے۔

مپرس فاش سراغ کسے ز من دیگر
بگوش ہوش تو گویم کہ نیست غیر تو کس

اس نظریہ سے ایک قدم بھی اِدھر اُدھر ہونا انسان کو منزل سے سینکڑوں سال کی مسافت پر دُور کر دیتا ہے۔

آنکہ ما سرگشتہ روئیم در دل بودہ است
دوریٔ ما غافلان از قربِ منزل بودہ است

جو لوگ عارف باللہ ہیں وہ اس مؤقف سے ایک قدم بھی باہر نکلنا اپنی ہلاکت خیال کرتے ہیں۔

برخوردار! جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو غور سے مطالعہ کرنا اور جو کچھ میرے دل

میں ہے اور جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، اسے کھلم کھلا نہیں لکھ سکتا کیونکہ دور دور تک بے عقل لوگوں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آرہا۔ کہتے ہیں کہ شیعہ مسلک میں تقیہ کرنے کی اجازت ہے۔ مگر اس طرح کے مسائل میں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے تقیہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اللھم صل علیٰ محمدؐ و علیٰ آل محمدؐ وسلّم ۔

من باغ جہاں را نفسے دیدم و بس　　اللہ و بس باقی ہوس

فقط

خلفاء: حضرت مولانا صاحبؒ کے خلفاء بے شمار ہیں۔ (۱) ان میں سے سب سے بزرگ اور آپ کے قائم مقام حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ ہیں۔ جن کا ذکر آیندہ صفحات میں آئے گا۔ (۲) مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ (۳) مولانا جمال الدین رامپوریؒ (۴) سید احمدؒ (۵) مولوی غلام فرید چشتیؒ (۶) میر بدیع الدینؒ (۷) صوفی یار محمدؒ (۸) میر محمد عظیمؒ بن عبدالرحمٰن (ان کو سلسلۂ نقشبندیہ میں خلافت تھی) (۹) مولانا ظہور اللہؒ (۱۰) محمد امان اللہؒ (۱۱) مولوی روشن علیؒ (۱۲) میاں عصمت اللہؒ (۱۳) مولانا شمس الدینؒ (۱۴) حاجی لال صاحبؒ (یاد رہے کہ حاجی لال صاحبؒ مولانا شمس الدینؒ کے مرید تھے مگر خلافت اور فیض حضرت مولانا صاحبؒ سے بھی رکھتے تھے (۱۵) مولوی عبداللہؒ (۱۶) مولوی خدا بخشؒ (۱۷) شاہ فتح اللہؒ (۱۸) مولوی قطب الدینؒ (۱۹) نواب غازی الدین خانؒ ملقب بہ نظام الملک (۲۰) مولوی محمد غوثؒ (۲۱) حاجی احمدؒ (۲۲) حاجی خدا بخشؒ (۲۳) شاہ قمر الدینؒ (۲۴) شاہ روح اللہؒ (۲۵) شاہ سید شریفؒ (۲۶) مولوی عبداللہ ثانیؒ (۲۷) مولانا حسن علی صاحبؒ (۲۸) محمد واصلؒ (۲۹) میر محمدؒ (۳۰) حافظ سعد اللہؒ (۳۱) مولوی محمد گلؒ (۳۲) میرزا محمدی بیدارؒ۔ خلفاء کے یہ نام مراتِ ضیائی اور مثنوی نواب غازی الدین خانؒ میں موجود ہیں۔ نیز مثنوی مذکور میں نواب صاحبؒ فرماتے ہیں:

من قبضنا وبعض لم تنقص

ربّنا زد فزد ولا تنقص

یہ مثنوی ۱۱۹۱ھ میں تصنیف ہوئی تھی جس کے درج ذیل آخری شعر سے سال

تصنیف نکلتا ہے : ؎

بکمال نظام ادائے کلام
سال نظم کتاب گفت نظام

میں کہتا ہوں کہ بعض سے لم تنقص، ممکن ہے۔ جیسا کہ یہ مثال ہے کہ مولوی (شاہ) نیاز احمد صاحب بریلوی قدس سرہ اپنے والد گرامی شمس الدین کے مرید تھے مگر اُن کو خلافت اور فیض حضرت مولانا صاحبؒ (مولانا فخر الدین دہلویؒ) سے تھا اور اُن کے سلسلے کے مریدین اب تک ہمارا شجرہ چشتیہ پڑھتے ہیں اور اُن کے خلفاء اس سلسلۂ فخریہ پر ناز کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے خاندان کے بعض مریدوں کی اسناد میں لکھا ہے کہ وہ حضرت مولانا صاحبؒ سے خلافت کے حصول کے بعد جناب شاہ عبداللہ بغدادی رامپوریؒ کے مرید ہوگئے۔ اس امر میں بعض کو اعتراض ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے خلیفہ کو کسی اور جگہ سے تکمیل کی حاجت نہیں ہوسکتی۔ مگر یہ اعتراض قوی نہیں ہے۔ جیسا کہ اس مثال سے واضح ہوگا کہ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ احمد جامؒ سے مستفیض ہوئے۔ نیز "لم تنقص" کی یہ مثال بھی ہے کہ مولوی مسیح اللہ صاحب امروہی جو دھپوری حضرت مولانا صاحبؒ کے یارانِ کاملین میں سے تھے۔ اور لوگوں کو مرید کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ البتہ قاضی علی حیدر صاحب سکنہ رادی (جو اس جگہ موجود ہیں) کے ہندی اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے خلفاء سے تھے۔ واللہ اعلم۔

ان کے علاوہ بھی حضرت مولانا صاحبؒ کے اور خلفاء ہوں گے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کا سلسلہ جتنا حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ سے جاری ہوا اُتنا دوسروں سے کم ہوا۔ آیندہ صفحات میں آپ کا ذکر خیر کیا جائے گا۔

حصّہ سوم

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمدؒ مہارویؒ

حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلوی کے جانشینان

حضرت خواجہ غلام قطب الدین صاحب متوفی ۱۲۳۸ھ ماخذ کلیات مسعون

حضرت خواجہ غلام نصیر الدین صاحب عرف کالے میاں صاحب ۱۲۷۸ھ ماخذ کلیات موصوف دہلی

حضرت خواجہ غلام نظام الدین صاحب متوفی ۱۲۹۶ھ

حضرت خواجہ غلام معین الدین صاحب متوفی ۱۳۰۵ھ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب متوفی ۱۳۲۷ھ

حضرت خواجہ سیف الدین صاحب

حضرت خواجہ اصلح الدین صاحب

حضرت خواجہ غلام معین الدین صاحب عرف تیو میاں م ۱۳۸۵ھ

پاکستان میں جانشینان

حضرت خواجہ غلام نصیر الدین صاحب بن حضرت خواجہ حکیم فرید الدین صاحب

مدفون ملتان

حضرت خواجہ عارف الدین صاحب مدفون چشتیاں شریف

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب متوفی بن حضرت خواجہ غلام نصیر الدین صاحب مقیم لاہور

آپ نے مجازی نہیں کی ہے

نوٹ اورنگ آباد میں حضرت خواجہ غلام معین الدین صاحب عرف تیو میاں صاحب کی دختر کے بچے نیر میاں صاحب اور محمد میاں عرف غلام معین الدین صاحب بچے پوری مشغولیہ درگاہ میں

آفتابِ فلکِ ولایت، خورشیدِ برجِ ہدایت، وارثِ ملکِ نبوّت، شاہنشاہِ اقلیمِ غوثیت، قطبِ مدارِ عالم، سندالواصلین، فخرالعارفین منبعِ انوارالصّمد، مظہرِ اسرارِ احد

حضرت خواجہ نور محمّد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

خاندان:۔ آپ کا اسم مبارک ہبلی تھا اور لقب نور محمدؒ۔ یہ لقب آپ کو آپ کے مرشد حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ نے عطا فرمایا تھا۔ آپ کھرل تھے جو ہنوار قوم کی ایک شاخ ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام عاقل بی بی تھا۔ جن کے والد کمال صاحب قوم چھٹا سے تھے اور قصبہ بھولرہ میں رہتے تھے۔ بھولرہ مہار شریف سے جنوب کی طرف تقریباً ۳۵ یا ۴۰ کوس کے فاصلہ پر ہے۔

آپ کے والد صاحب کا نام ہندال تھا۔ حضرت خواجہ نور محمدؒ کا سلسلہ نسب یوں ہے: خواجہ نور محمدؒ بن ہندال بن تاتار بن فتح محمد بن محمود بن مرّہ بن عزیز بن داتا بن دینا بن کوہا بن جاہڑ بن سالار شنبہ بن اوہڑ بن کول رائے بن جگسی بن گجسی بن سرنگ بن چتی بن دیورائے بن گوڈن شہید بن موا بن بدہ بن بھبل بن باڈہ بن کھرل بن کہینوا بن رانا بن سٹھڑا بن دریا بن جیمل بن حجّا بن اہرا بن جھٹّا بن رائے دیون بن چالنگ بن سلنگھی بن کیدہرو بن راجہ کرن بن سورج بن بنڈ بن مول چند بن راجہ جگی بن راجہ اودی دیپ بن پنوار۔ یعنی پنوار کی اولاد میں چوالیسویں پشت میں ہے۔ میں نے شجرۂ نسب کے

ماہرین سے یونہی سُنا ہے۔ البتہ صحیح صحیح حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ [۱]

ولادت: آپ کی ولادت ۱۱۴۲ھ میں ۱۴ رمضان المبارک کی رات ہوئی۔ آپ کی جائے ولادت قصبہ چوٹالہ ہے۔ چوٹالہ مہار شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر مشرق کی طرف ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد اِسی بستی میں رہتے تھے۔ بعد ازاں آپ کے والدِ ماجد اس قصبہ سے نقلِ مکانی کرکے مہار شریف میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ چار بھائی تھے۔ سب سے بڑے ملک سلطان تھے۔ دوسرے ملک برہان۔ تیسرے خواجہ نور محمدؒ اور چوتھے ملک عبدل آپ کی ایک بہن تھیں جن کا نام بی بی قائم خاتون تھا۔ اِن کے خاوند کا نام اسلام خاں بن ساہوکا تھا۔

واقعہ: حضرت صاحبزادہ نور بخشؒ بن حضرت خواجہ محمودؒ بن حضرت خواجہ نور احمدؒ بن حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے دادا حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ سے سُنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ رات کے وقت

---

[۱] گلشنِ ابرار: یہ کتاب خواجہ امام بخش مہارویؒ کی تالیف ہے۔ خواجہ امام بخش مہارویؒ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے صاحبزادہ و سجادہ نشین حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ کے پوتے ہیں۔ اِس کتاب کا اردو ترجمہ حدیقۃ الاخیار کے نام سے ۱۳۶۴ھ میں صالح محمد صاحب ادیب تونسوی نے مکمل کیا۔ اِس کتاب کے ابتدائی چوتھے حصہ کا ترجمہ چشتیاں شریف کے سجادہ نشین مخدومی جنابِ میاں نور جہانیاں صاحب مہاروی دامت برکاتہٗ نے کیا تھا۔ اِس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کا سلسلۂ نسب یوں درج ہے: خواجہ نور محمدؒ بن ہندال بن طاطار بن فتح بن محمود بن مرّہ بن عزیز بن ڈاتا بن دینا بن کوبھ بن چھرّ بن سالار بن اُدھر بن واسو بن گوگرا بن جگ سین بن کھج سین بن سرکیک بن اچت بن دیورائے بن گڈن شہید بن مُوّا بن بدھ بن بوہل بن بابدہ بن کھرل بن کھیوہ بن رانو بن دہوہڑ بن جبل بن ججع بن آہرا بن ہوٹا بن رائے دیون بن چالک بن سلنگھی بن راجہ کرن بن سورج بن قنب بن قاسم بن مُولراج بن راجہ جگ دے بن اودھے دیپ بن بنوار بن بنسیر بن قیصر بن ہرمز بن نوشیرواں عادل۔ (مرتّب)

مہار شریف سے پاکپتن شریف کے لئے روانہ ہوئے تاکہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے عرس مبارک میں شرکت کریں۔ جب اپنے آبائی گاؤں چوٹالہ میں پہنچے تو آپ نے اپنے خادم احمد کو لہیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا (اور وقتِ کلام آپ اُسی کو عام طور پر مخاطب کیا کرتے تھے۔) کہ میاں احمد ہم نے بچپن میں دوسرے بچوں کے ساتھ اِس جگہ جال لگایا (اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس جگہ) ۔ قدرت کا تماشہ یہ ہوا کہ میرے دوسرے ساتھیوں کے جال میں تیتر پھنستے تھے مگر میرے جال میں کوئی تیتر نہیں پھنستا تھا۔" احمد مذکور نے عرض کیا کہ قبلہ آپ کا جال باطنی شہبازوں اور ہماؤں کے لئے تھے۔ نہ کہ تیتروں کے لئے۔ اِن کی کیا مجال تھی کہ وہ آپ کے جال میں پھنستے اور شہبازوں اور ہماؤں کی جگہ لیتے۔

مادرزاد ولی: قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ مادرزاد ولی تھے۔ منقول ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ ابھی نابالغ تھیں اور ابھی شادی نہیں ہوئی تھی اور اپنے والد کے گھر قصبہ پھولرہ میں رہتی تھیں کہ ایک بزرگ فتح دریا نیکوکارہؒ اس قصبہ میں آئے۔ صاحب موصوف اپنے دور کے کاملوں میں سے تھے۔ صاحب نسبت و کشف و کرامت تھے اور حضرت شیخ عبداللہ جہانیاںؒ کے خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔ نیکوکارہ دراصل حضرت شیخ عبداللہ جہانیاںؒ کا لقب تھا۔ اِن کی اولاد اور ان کے خلفا بھی اِسی نسبت سے نیکوکارہ کہلاتے تھے۔

حضرت شیخ عبداللہ جہانیاں نیکوکارہؒ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ کے خلفاء سے تھے۔ اِن کا وطن موضع داہن تھا جو کوٹھا قائم کے نواح میں ہے۔ اور بہاولپور کے ریاستی عملہ کی رہائش گاہ ہے۔ موضع شیخ داہن مذکور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ شریف بھی ہے۔

فتح دریا نیکوکارہؒ کے قصبہ پھولرہ اور اس کے نواح میں بہت مرید تھے۔ لہٰذا وہ ہر سال اپنے مریدوں کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ بزرگ اِسی قصبہ پھولرہ میں اپنے مریدوں کے پاس آئے ہوئے تھے۔ پھولرہ کی چھٹہ قوم

مرد وزن اُن کے مرید تھے۔ سب ان کی زیارت کے لئے گئے۔ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی والدہ محترمہ ابھی دوشیزہ تھیں۔ وہ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ اُن کی زیارت کے لئے گئیں۔ حضرت نیکو کارہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ بلکہ بار بار تیز تیز نظروں سے عاقل بی بی صاحبہ کے چہرہ کی طرف دیکھتے تھے۔ ظاہر بیں مردوں نے اس بزرگ پر بدگمانی کی اور ایک دن کہا کہ حضرت آپ ہمارے پیر و مرشد ہیں اور ہم تمام آپ کے غلام ہیں اس لئے آپ کے لئے لازم ہے کہ آپ ہماری بیٹیوں کو اس نظر سے نہ دیکھیں۔ حضرت نیکو کارہؒ نے کہا کہ اے ظاہر بینو تمہاری بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں۔ مَیں غیر نظر سے اس لڑکی کی طرف نہیں دیکھتا۔ میرے بار بار اور تیز تیز نظر سے اس کے چہرہ کی طرف دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے بطن میں ایک قطب کو دیکھتا ہوں۔ حق تعالےٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس عاقل بی بی کے شکم سے ایسا غوثِ زمانہ پیدا ہوگا۔ جس کے فیضان سے تمام جہان سیراب ہوگا۔

منقول ہے کہ جب عاقل بی بی صاحبہ کی شادی میاں ہندال سے ہوگئی اور وہ اپنے گھر چوٹالہ میں لے گئے تو وہاں ایک بزرگ شیخ دوڈی والاؒ تشریف لائے وہ پہلے بھی وہاں آیا کرتے تھے۔ یہ بزرگ سلسلہ قادریہ کے ایک شیخ حضرت سلطان محمود لنگاہؒ کے مرید تھے۔ اِن دونوں بزرگوں کی خانقاہ قصبہ دوڈہ میں موجود ہے۔ قصبہ دوڈہ دریائے راوی کے کنارے کوٹ کمالیہ کے قریب ہے۔ البتہ حضرت دوڈی والاؒ اُس وقت قصبہ حسن میں رہتے تھے، جو مہار شریف کے قریب ہے۔ وہ اکثر چوٹالہ اور اُس کے نواح میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ وہ اِس علاقہ میں کافی شہرت رکھتے تھے اور سادے چہرے والا کے لقب سے مشہور تھے۔ لیعنی سبز دستار والا جب بھی وہ چوٹالہ میں آتے تو حافظ محمد مسعود مہاری کی مسجد میں ڈیرہ کرتے اور تمام مرید وہیں آ کر اُن کی زیارت کرتے، نذر و نیاز لاتے اور اپنی مراد پاتے۔ جس وقت بھی عاقل بی بی صاحبہ اِن کی زیارت کے لئے جاتیں تو وہ سرو قد کھڑے ہو جاتے۔ ایک دن عاقل بی بی صاحبہ نے عرض کیا کہ یا حضرت میری تعظیم کا باعث کیا ہے؟ فرمایا میں تمہاری تعظیم

نہیں کرتا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تمہاری پیشانی میں حضرت غوثِ زماں کا نور خورشید کی طرح چمکتا ہے، میں اس کی تعظیم کرتا ہوں۔

جس دن خواجہ نور محمدؒ پیدا ہوئے آپ کی دادی صاحبہ نے خواب دیکھا کہ گویا ایک ایسا چراغ اِن کے گھر میں روشن ہو گیا ہے، جس کی روشنی آسمان سے زمین تک ہر جگہ جلوہ فگن ہے۔ اور تمام روئے زمین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ تمام گھر میں خوشبو پھیل گئی ہے۔ جب بیدار ہوئیں تو ان کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہوا کہ شاید جنات کا اثر ہے۔ اُن ہی دنوں شیخ احمدؒ مذکور گاؤں میں تشریف لائے۔ آپ کی دادی صاحبہ اِن کے پاس گئیں اور اپنا خواب سنایا۔ حضرت دودی والاؒ نے تسلی دی اور فرمایا کہ بالکل خوف نہ کریں۔ آپ کے گھر میں ایک ایسا چراغ روشن ہو گا۔ جس کے نور سے تمام عالم منور ہو جائے گا۔

فقیر نجم الدینؒ نے پیر و مرشد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کی زبان مبارک سے سُنا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت شیخ احمدؒ مذکور کا گزر ایک کنوئیں پر ہوا۔ اس کنوئیں پر گاؤں کی عورتیں پانی بھرنے آیا کرتی تھیں۔ اُس دن عاقل بی بی صاحبہ بھی دوسری عورتوں کے ہمراہ پانی بھرنے آئی ہوئی تھیں۔ جب شیخ احمدؒ کی نظر خواجہ نور محمدؒ کی والدہ صاحبہ پر پڑی تو تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے اور ساتھ ساتھ کہتے تھے، بہل۔ بہل۔ بہل۔ بہل" عورتوں نے پوچھا کہ اے فقیر یہ کیا" بہل بہل" کہتا ہے اور کیوں اِس عورت کی طرف ایسی تیز تیز نظروں سے دیکھتا ہے۔ فرمانے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ غوثِ زماں کس جاٹ کے گھر پیدا ہو گا۔

صاحبزادہ میاں عبداللہؒ بن حضرت نور حسینؒ بن حضرتِ نور الصمد شہیدؒ بن حضرت خواجہ نور محمدؒ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ انہوں نے اپنی دادی صاحبہ یعنی حضرتِ شہیدؒ کی زوجہ محترمہ سے سُنا تھا۔ وہ فرماتی تھیں کہ" انہوں نے اپنی ساس عاقل بی بی صاحبہ سے سُنا تھا۔ وہ فرماتی تھیں کہ" میں ایک دن بچپن میں موضع پھولرہ میں اپنی ہم عمر سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ سانولے چہرے والے درویش

یعنی شیخ احمدؒ مذکور تشریف لائے اور ہماری طرف دیکھنے لگے جب میں کھڑی ہو جاتی تو وہ بھی کھڑے ہو جاتے اور جب میں بیٹھ جاتی تو وہ بھی بیٹھ جاتے۔ انہوں نے اسی طرح چند بار کیا۔ میری سہیلیوں نے اُن سے پوچھا کہ اے درویش یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا اس لڑکی کا ادب کر رہا ہوں اور عاقل بی بی صاحبہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اِس لڑکی کے شکم میں ایک لعل ہے مَیں اس لعل کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔ اور مراد اس لعل سے حضرت قبلۂ عالمؒ تھے۔ چونکہ لڑکیوں نے اِس درویش سے یہ بات سُن رکھی تھی اس لئے حضرت قبلۂ عالمؒ کی والدہ کو خوش طبعی سے کہا کرتی تھیں کہ اے بی بی تمہارے شکم میں لعل ہے آؤ اسے توڑیں اور باہر نکالیں"

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت خواجہ نور محمدؒ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ کی رات پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد آپ تعظیمِ رمضان المبارک کی وجہ سے دِن کے وقت دودھ نہیں پیا کرتے تھے صرف رات کے وقت پیتے تھے۔ جب کبھی دن کے وقت آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو دودھ پلانا چاہتیں تو گریہ وزاری کرتے۔ آپ کی والدہ اور دادی نے خیال کیا کہ کسی بیماری یا دوسرے عارضہ کی وجہ سے دودھ نہیں پیتے لہٰذا انہیں تشویش ہوئی۔ اتفاقاً ایک دن شیخ احمدؒ مذکور پھر موضع چوٹالہ سے گزرے۔ آپ کی دادی آپ کو اِس بزرگ کی خدمت میں لے گئیں اور اپنی تشویش کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بالکل غم نہ کرو۔ آپ کا یہ بچہ غوث زماں ہے۔ رمضان المبارک کی تعظیم کی وجہ سے دن کے اوقات میں دودھ نہیں پیتا اور روزہ رکھتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے بعد دن کے وقت بھی دودھ پیا کرے گا۔ شیخ احمدؒ مذکور آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور قبلۂ عالم کی زیارت سے بہت مسرور ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس خاندان کی قسمت و سعادت کا کیا کہنا جہاں ایسا قطبِ زمانہ پیدا ہو کہ ایک دن تمام جہان اِس سے فیض یاب ہو گا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ان کی ذات سے تازگی حاصل ہو گی۔ پھر فرمایا اِس بچے کا ادب کیا کریں۔ آپ کی دادی صاحبہ یہ

خوشخبری سن کر بہت خوش ہوئیں۔ ۔ ۹

تاباں چو گشت مہر ز نورِ محمدیؐ　　پُر نور شد سپہر ز نورِ محمدیؐ

پُر فرح گشت مادرِ گیتی ز مقدمش　　روشن نمود چہرہ ز نورِ محمدیؐ

صاحبزادہ غلام فریدؒ بن خواجہ نور احمدؒ بن خواجہ نور محمدؒ سے منقول ہے کہ اُن کے والد گرامی فرماتے تھے کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ کی عمر پانچ چھ سال کی ہوئی تو آپ کے والدین آپ کو حافظ محمد مسعود مہار کے پاس لے گئے۔ حافظ محمد مسعود مہار اِس زمانہ میں ایک صالح اور متقی بزرگ تھے جو بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے حافظ صاحب مذکور سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور جلد تمام قرآن پاک پڑھ لیا۔ اور ساتھ ساتھ حفظ بھی کر لیا۔ اِس کے بعد مہار شریف سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر موضع بہدہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر پاکپتن شریف کے نواح میں موضع بلانہ میں جا کر شیخ احمد کھوکھر سے چند کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں لاہور تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ اور بالآخر مزید تعلیم کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں حضرت مولانا فخر الدینؒ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے اور نعمت و خلافت پائی۔ غرضیکہ پندرہ برس وطن سے باہر رہ کر پھر واپس مہار شریف لوٹے اور خلقِ خدا کی تربیت فرمانے لگے۔

منقول ہے کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ مہار شریف سے لاہور اور دہلی کی سمت تشریف لے گئے اور ایک مدّت تک آپ کے والدین کو آپ کے احوال کی کوئی خبر نہ ملی تو وہ آپ کی جدائی سے بہت مغموم ہوئے۔ ایک دن شیخ احمد دودی والا مہار شریف میں حسبِ معمول آئے۔ آپ کی والدہ صاحبہ اُن کی خدمت میں نذر و نیاز لے کر گئیں اور اپنے بیٹے کی واپسی کے لئے دُعا کرائی۔ انہوں نے دُعا کی اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو۔ آپ کا بیٹا جلد واپس آئے گا اور بڑے اعلےٰ اور بلند مراتب کے ساتھ آئے گا۔

منقول ہے کہ جن دنوں حضرت قبلۂ عالمؒ حافظ محمد مسعود سے مہار شریف میں قرآن پاک پڑھتے تھے تو شیخ احمد دودی والا کا بھی اتفاقاً مہار شریف سے گزر ہوا اور اتفاق سے ڈیرہ بھی حافظ محمد مسعود مہار کی مسجد میں کیا۔ وہاں جب اِن کی نظر حضرت

خواجہ نور محمدؒ کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو فرمایا۔ سبحان اللہ اس بچے پر ایک زمانہ آئے گا کہ شاہانِ وقت اس کے درِ اقدس پر سجدہ کریں گے اور تمام خانوادوں کے لوگ آپ سے توسّل حاصل کریں گے۔ آپ کے استاد محمد مسعود مہار نے جب یہ سُنا تو مسکرائے اور کہنے لگے سبحان اللہ اس زمانہ میں ایسے اولیاء اللہ رہ گئے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ ہندال کا بیٹا جو اپنے سر پہ گنج رکھتا ہے۔ ایسا بن جائے گا کہ بادشاہ اِس کے دروازہ پر سجدہ کریں گے۔ اِسے خبر نہیں کہ قدیم ایام سے اِس بچے کے آباؤ اجداد جاہل ہیں اور چوری پیشہ ہیں۔ شیخ احمدؒ مذکور نے کہا۔ اے محمد مسعود تو اس بات سے بے خبر ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ میرے خاندان کو بھی اس کے طفیل عزت ملے گی۔ اور میری اولاد اس کے مبارک سایہ میں پروان چڑھے گی۔ آخر وہی ہوا۔ شیخ احمدؒ مذکور کا بیٹا شیخ غلام محی الدین حضرت قبلۂ عالمؒ کا مرید بنا۔ اور غلام محی الدین کا بیٹا امام الدین حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کا مرید ہوا۔ امراء و وزراء یہاں تک نواب بہاول خان والئی بہاولپور نے بھی آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اس در کی غلامی کو اپنے لئے باعثِ شرف سمجھا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ حافظ محمد مسعود مہار سے قرآن پاک اور چند کتابیں پڑھ کر جب سنِ تمیز کو پہنچے تو آپ کے والد صاحب اور آپ کے بھائیوں نے چاہا کہ آپ کو کاروبارِ دنیا میں مشغول کریں اور مزید تحصیل علم سے باز رکھیں۔ مگر حضرت قبلۂ عالمؒ نے اپنے وطن سے ہجرت کی۔ کچھ عرصہ موضع بڈھیرانؔ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر ڈیرہ غازی خاں کی طرف چلے گئے اور وہاں شرح ملاّ تک پڑھا۔ اِس کے بعد مزید علم حاصل کرنے کے لئے حضرت محکم دین سیلانیؒ کی رفاقت میں لاہور چلے گئے۔ حضرت محکم دین سیلانیؒ اپنے وقت کے اولیاء میں سے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ جب لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو گدائی کر کے پیٹ پالتے تھے۔ ایک رات جبکہ تاریک رات تھی اور بادل و طوفان تھا۔ آپ گدائی کے لئے گئے ہوئے تھے کہ آپ کا پاؤں پھسل گیا۔ آپ زمین پر گر

پڑے۔ اور آپ کے کپڑے گندے اور ناپاک ہوگئے آپ نے اُس حالت میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں مناجات کی کہ خداوندا! اب مجھے اس گدائی سے رہائی دلوا دیجئے۔ اُس دن سے حق تعالیٰ آپ کو غیب سے روزی پہنچاتے تھے اور اس طرح آپ کو گدائی سے نجات مل گئی اور پھر مانگنے کی حاجت نہ رہی۔

حضرت قبلۂ عالمؒ لاہور سے پاکپتن آئے اور وہاں سے اپنے وطن آئے (جیسا کہ خلاصۃ الفوائد میں لکھا ہوا ہے) آپ چند دن وطن میں رہے۔ وہاں سے دہلی چلے گئے اور نواب غازی الدین خانؒ کے مدرسہ میں حافظ برخوردار سے کافیہ کا سبق شروع کر دیا۔ اُن ہی ایام میں حضرت مولانا صاحبؒ اورنگ آباد سے دہلی تشریف لے آئے چنانچہ حصول علم کے لئے اُن کے پاس رہنے لگے اور اُن سے قطبی کا درس لیا۔ بعد میں جب حضرت مولانا صاحبؒ کی کرامت و بزرگی کا پتہ چلا تو اُن سے بیعت کی۔ پھر اس کے چند ماہ بعد حضرت مولانا صاحبؒ کے ہمراہ پاکپتن آئے۔ (جس کا ذکر آگے خلاصۃ الفوائد سے درج کیا جا رہا ہے۔)

صاحبزادہ میاں غلام فرید مہارویؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ نور محمدؒ پندرہ سال کے بعد مہار شریف واپس تشریف لائے تو دراصل اِن کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پیرو مرشد حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے ایام عرس سے چند روز قبل پاکپتن تشریف لائے۔ خواجہ نور محمد صاحبؒ اپنے مرشد کے ہمراہ تھے بلکہ لنگر اور ڈیرے کا تمام انتظام آپ کے سپرد تھا۔ پاکپتن پہنچ کر حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا میاں نور محمد عرس میں ابھی دیر ہے تمہیں آٹھ دن کی رخصت ہے۔ تم مہار شریف چلے جاؤ۔ وہاں چند دن قیام کر کے اپنی والدہ صاحبہ سے ملاقات کر کے واپس آجاؤ۔" اپنے مرشد کے حکم کے مطابق قبلۂ عالمؒ مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مہار شریف پہنچے تو ندی آگئی۔ اِس ندی میں بارش کے دنوں میں پانی آجایا کرتا تھا۔ اور باقی دنوں میں خشک رہتی تھی۔ (اب بھی اس ندی کا نشان باقی ہے،) اُن دنوں اس میں پانی تھا۔ جب قبلۂ عالمؒ کمر میں سلوار

بدن پر کرتا، سر پہ کلاہ چار ترکی اور کاندھے پر مٹی کا لوٹا رکھے ایک ہندوستانی کے روپ میں اُس ندی سے گذر رہے تھے۔ تو اس وقت مہار شریف کی چند عورتیں ندی میں کپڑے دھو رہی تھیں۔ ان میں سے ایک آپ کی چچی یا خالہ تھیں۔ جب اُس نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو ہندوستانیوں کے روپ میں دیکھا تو پوچھا۔ اے درویش تو ہندوستان سے آرہا ہے۔ ہمارا بھی ایک بیٹا بابل نام اس شکل وصورت کا اس طرف گیا تھا کیا اس کی کچھ خبر ہے۔ حضرت نے فرمایا میں وہی ہوں۔ جب آپ کی چچی نے یہ خبر سنی تو بھاگ کر آپ کی والدہ صاحب کو خبر دی اور مبارک دی۔

حضرت قبلۂ عالمؒ پہلے اپنے استاد محمد مسعود مہار کی مسجد میں گئے اور ان سے ملاقات کی۔ یہ مسجد آج کل مسجد نواب غازی الدین خان کے نام سے مشہور ہے۔ اس لئے کہ پہلی مسجد کے گر جانے کے بعد نواب مذکور نے اسی جگہ پر حجرۂ قبلۂ عالمؒ کے قریب از سر نو بہت اعلیٰ مسجد تعمیر کی تھی۔ (کاتب الحروف نجم الدین کہتا ہے کہ پہلی مسجد ابھی موجود ہے۔ البتہ اس کی چھت گر چکی ہے اور اب بغیر چھت کے کھڑی ہے۔) اتنے میں آپ کی والدہ محترمہ وہیں مسجد میں تشریف لے آئیں۔ اور اپنے بیٹے سے ملاقات کی۔ پہلے تو آپ کو نہ پہچانا مگر پھر ناک کی نشان سے قبلہ عالمؒ کو پہچانا۔ آپ کی ناک پر تل تھا۔ اُس سے پہچانا۔ بعض کہتے ہیں کہ واقعہ یوں ہے کہ جب قبلۂ عالمؒ نے مسجد میں جا کر اپنے استاد محمد مسعود صاحب سے ملاقات کی تو انہوں نے کسی آدمی کو آپ کی والدہ صاحبہ کے پاس بھیجا کہ ایک شخص دہلی سے آیا ہے۔ آپ آئیں اور اپنے بیٹے کی خبر پوچھ لیں اور حضرت کا احوال ظاہر نہ کیا۔ آپ کی والدہ صاحبہ چہرہ پر نقاب ڈالے مسجد میں پہنچیں اور محمد مسعود کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئیں۔ پھر انہوں نے قبلۂ عالمؒ سے اپنے بیٹے کا حال پوچھا۔ محمد مسعود کو ہنسی آگئی۔ عاقل بی بی صاحبہ نے خیال کیا کہ ان کا ہنسنا خالی از حکمت نہیں۔ جب نقاب ہٹایا تو اپنے بیٹے کو پہچان لیا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ فوراً اپنی والدہ صاحبہ کے قدم بوس ہوئے اور ان کے ہمراہ گھر چلے گئے۔

ع غرضم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد - آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد

خواجہ غلام فرید مہارویؒ اپنی والدہ صاحبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ مہار شریف میں تشریف فرما ہوتے۔ تو آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ نمازِ فجر سے زوال تک محمدؐ مسعود صاحب کی مسجد میں مراقبہ میں مشغول رہتے اور اُس وقت کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ پھر گھر جا کر کھانا کھاتے۔ کھانے کے بعد پھر مسجد میں جا کر مشغول ہو جاتے۔ ایک دن حافظ محمدؐ مسعود کے قریبی عزیز حافظ شرف الدین مہار نے حضرت قبلۂ عالمؒ سے پوچھا کہ اے میاں بابل آپ ہندوستان میں اتنا عرصہ رہے وہاں کچھ تعلیم بھی حاصل کی یا نہیں۔ آپ نے فرمایا مَیں نے کچھ نہیں پڑھا۔ البتہ ایک ہندوستانی پیرزادہ دکن سے آیا تھا۔ میں دہلی میں اِن کی خدمت میں رہا ہوں۔ اور اُن کے دیگچے و برتن صاف کرتا رہا ہوں۔ حافظ شرف الدین نے کہا تُو نے کیوں اتنی مدت تک اپنی عمر برباد و ضائع کی۔ حالانکہ یہاں سے مولوی احمد یار، مولوی محمد صالح اور مولوی اسد اللہ و دیگر لوگ بھی دہلی گئے مگر وہاں سے علم حاصل کر کے واپس لوٹے اور آپ دیگچے صاف کرنے یا چاٹنے میں مصروف رہے۔ یہ سُن کر آپ خاموش رہے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے آٹھ دن کے بعد اپنی والدہ صاحبہ سے اجازت طلب کی۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ اے بیٹے پندرہ سال کے بعد آیا ہے اور اب اتنی جلدی رخصت مانگتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے اماں اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ مَیں پھر جلدی واپس آؤں تو اس وقت اجازت دے دیجئے۔ آخر والدہ صاحبہ نے آپ کو رخصت دے دی۔ اور آپ پاکپتن میں حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

منقول ہے کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ مہار شریف سے پاکپتن شریف کے لئے روانہ ہوئے تو مہار شریف سے حافظ شرف الدین مذکور اور دیگر بہت سے افراد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے عرسِ مبارک میں شرکت کے لئے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے حافظ شرف الدین اپنے گھوڑے پر سوار ساتھ تھا۔ جب پاکپتن شریف پہنچے تو ہر شخص نے چاہ حضرت علاؤ الدین موجد ریاؒ پر دستو کے لئے قیام کیا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے بھی وضو کیا۔ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے رفقاء نے جب حضرت قبلۂ عالمؒ کو دیکھا تو بھاگ بھاگ

کر آپ کے قدم بوس ہونے لگے۔ اور خوشی سے کہنے لگے میاں صاحب آگئے، میاں صاحب آگئے۔ حافظ شرف الدین نے جب یہ دیکھا تو تعجب کیا اور دل میں کہا کہ ہندلال کے بیٹے بابل کا ہندوستان کے آدمی اتنا ادب کرتے ہیں۔ اِن میں کون سی بزرگی ہے جو یوں میاں صاحب میاں صاحب پکار رہے ہیں۔

حضرت قبلۂ عالمؒ پہلے حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے روضہ مبارک میں حاضر ہو کر حضرت باباصاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں جاکر قدم بوسی کی۔ حضرت مولانا صاحبؒ قبلۂ عالمؒ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ کی والدہ صاحبہ اور دیگر گھر والوں کا حال پوچھا۔ اِس کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا۔ میاں صاحب اب آپ کی پہلی خدمت معاف کی جاتی ہے۔ البتہ ایک دوسری خدمت پہ آپ کو مامور کیا جاتا ہے۔ آپ برجِ نظامی میں قیام کریں۔ اور وہیں مشغول ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے برجِ نظامی میں قیام کیا۔ اِس دن کے بعد جو کوئی بھی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے یا اپنی کسی دینی یا دنیاوی حاجت براری کے لئے آتا آپ اسے قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بھیج دیتے اور فرماتے کہ میاں نور محمدؒ سے اپنی حاجت کہو اور انہیں سے مرید ہو جاؤ۔ چنانچہ پاکپتن شریف میں اس سال بہت سے لوگ حضرت قبلۂ عالمؒ سے مرید ہوئے۔

حافظ شرف الدین مذکور نے حضرت مولانا صاحبؒ کی عظمت و کرامت دیکھی تو اُن سے اعتقاد ہو گیا۔ ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ سے آکر کہنے لگے کہ مجھے بھی اپنے پیرو مرشد کا مرید کرا دیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ حافظ مذکور کو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں لے گئے اور بیعت کے لئے درخواست کی۔ ایک اور روایت ہے کہ آپ نے غلام مرتضٰے بھیٹر سکنہ مہار کو کہا کہ وہ حافظ شرف الدین کو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں لے جائیں۔ غلام مرتضٰے مذکور عالم دین تھے اور حضرت مولانا صاحبؒ کے مرید تھے۔ بہر حال جب مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بھیج دیا اور فرمایا اسے شرف الدین میاں صاحب سے بیعت ہو جاؤ کہ ان کی بیعت میری بیعت ہے۔ تمہارا

پیروی ہے۔ حافظ شرف الدین نے حضرت مولانا صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت کی۔

جب حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کا عرس مبارک اختتام پذیر ہوا۔ اور سات محرّم کو مخلوقِ خدا پاکپتن سے ہرطرف روانہ ہونے لگی تو حضرت مولانا صاحبؒ نے قبلۂ عالمؒ کو فرمایا اے نور محمدؒ ہم یہاں پاکپتن میں دو ماہ قیام کریں گے. آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ آپ مہار شریف جائیں اور اپنی والدہ صاحبہ سے اچھی طرح ملاقات کریں۔ اور دو ماہ کے بعد ہمارے پاس واپس آجائیں قبلۂ عالمؒ اجازت کے بعد مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ اس دفعہ حافظ شرف الدین نے قبلہ عالمؒ کو اپنے گھوڑے پر سوار کرایا اور خود پاپیادہ آگے آگے چلے حضرت قبلۂ عالمؒ نے مہار شریف میں دو ماہ قیام کیا۔ اس دوران دن رات یادِ حق میں مشغول رہے اور ساتھ ساتھ مہار کے رہنے والوں کو راہِ ہدایت کی تلقین کرتے رہے۔

دو ماہ قیام کرنے کے بعد اپنی والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر پاکپتن شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ اس دفعہ اپنے بھائیوں ملک سلطان اور ملک برہان کو، اپنے چچا لکھمیر کو اور اپنے استاد محمد مسعود کو اپنے ہمراہ لے گئے تاکہ حضرت مولانا صاحبؒ سے بیعت کرائیں۔ جب پاکپتن شریف حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو مولانا صاحبؒ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، آپ کے تمام ہمراہیوں کی خیریت وعافیت دریافت کی اور ہر ایک کا نام ونشان پوچھا۔ قبلہ عالمؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ میرے بھائی، چچا اور استاد بیعت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اٹھ کر ہر ایک سے معانقہ کیا اور سب کو بیعت سے مشرف فرمایا نیز سعید احمد کو، جو حضرت مولانا صاحبؒ کے خلفا اور خدام سے تھے۔ فرمایا کہ میاں صاحب کے ان تمام صاحبان کی خوب خدمت کریں اور جو حاجت ہو پوری کریں۔ اس واقعہ کے تین چار روز بعد حضرت مولانا صاحبؒ دہلی کی طرف روانہ ہو گئے اور قبلہ عالمؒ بھی ان کے ہمراہ چلے گئے۔ البتہ قبلہ عالمؒ کے برادران چچا اور استاد مہار شریف واپس آ گئے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کا معمول تھا کہ آپ چھ ماہ دہلی میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہتے تھے اور چھ ماہ مہار شریف میں قیام کرتے تھے۔ جب حضرت مولانا صاحبؒ نے حکم دیا تو پھر آپ نے شادی کی۔ شادی کے بعد فرمایا کہ اسے نور محمدؒ اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹے عطا کرے گا۔ ان میں سے پہلا بیٹا ہمارا ہے۔ چنانچہ سب سے بڑے فرزند خواجہ نور الصمد شہیدؒ کو قبلۂ عالمؒ دہلی لے گئے اور حضرت مولانا صاحبؒ سے بیعت کرایا۔ حضرت قبلہ عالم کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے خواجہ نور الصمد شہیدؒ مذکور جو حضرت مولانا صاحبؒ کے مرید تھے۔ دوسرے خواجہ نور احمد صاحبؒ جو اپنے والدِ محترم کے مرید تھے اور تیسرے خواجہ نور الحسنؒ جو قاضی محمد عاقلؒ صاحب سے مرید تھے۔ حاجی نجم الدینؒ لکھتے ہیں کہ اُنہیں حضرت قبلہ عالمؒ کے اِن دو بیٹوں کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ اِن تینوں بیٹوں کی باقی اولاد ہے جو قصبہ مہار شریف اور منگھیرال شریف میں آباد ہے۔

حضرت قبلہ عالمؒ کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی زینب بی بی صاحبہ جن کی شادی غلام محمد صاحب سکنہ لالی کا سے ہوئی تھی۔ چھوٹی صاحب بی بی صاحبہ جن کا نکاح سیّد شیر شاہ سے ہوا تھا۔ (الیکا)

منقول ہے کہ پاکپتن شریف کے قیام کے دوران (جس قیام کا ذکر ہو چکا ہے) حضرت مولانا صاحبؒ کے لنگر کا تمام انتظام حضرت قبلہ عالمؒ کے سپرد تھا۔ ہوا یہ کہ خرچ کی رقم ختم ہوگئی۔ قبلہ عالمؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت خرچ کی رقم ختم ہوگئی ہے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے پوچھا کہ کوئی چیز موجود ہے کہ اُسے فروخت کرکے لنگر جاری رکھا جائے۔ عرض کیا کہ آپ کی تلوار کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ فرمایا کہ کل میری یہ تلوار فروخت کر دی جائے اور اس رقم سے لنگر کا کام جاری رکھا جائے۔ اور درویشوں کو کھانا کھلایا جائے اتفاقاً اُسی رات چور آئے اور حضرت مولانا صاحبؒ کی وہی تلوار چوری کر کے لے گئے۔ صبح ہوئی تو تلوار نہ ملی۔ قبلہ عالمؒ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی تلوار چوری ہو گئی۔ فرمایا الحمد للہ کہ ہمارے توکل کو تلوار

کے فروخت سے نقصان پہنچنے کا خدشہ تھا۔ اچھا ہوا کہ چوری ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ چوروں نے وہ تلوار قصبہ ملتان کے نواب ہاشم خاں ہانس کے پاس فروخت کر دی جس دن ہاشم خاں نے تلوار خریدی وہ اُسی دن سے بیمار رہنے لگا۔ ایک دن نواب مذکور کا ایک دوست مزاج پرسی کے لئے آیا نواب نے تلوار کے خریدنے اور اُسی دن سے بیمار ہو جانے کا واقعہ بیان کیا۔ چونکہ حضرت مولانا صاحبؒ کی تلوار چوری ہونے کا واقعہ مشہور ہو چکا تھا لہٰذا اس شخص کو بھی پتہ تھا۔ اُس نے نواب مذکور سے کہا کہ یہ تلوار ہندوستان کے ایک کامل بزرگ کی ہے۔ وہ آج کل پاکپتن شریف آئے ہوئے ہیں۔ وہیں سے ان کی تلوار چوری ہوئی ہے اور یہ وہی تلوار ہے ہاشم خاں نے اپنے دوست سے کہا کہ یہ تلوار لے جا اُن کو واپس کر دے اور میرے لئے دعائے صحت کرا۔ اُس شخص نے کہا کہ تلوار واپس نہ کرو۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں یہ تلوار ان کی طرف سے تمہیں بخشش کرا دوں گا۔ اور صحت کی دُعا کراؤں گا۔ وہ شخص حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور ہاشم خاں کے تلوار خریدنے اور اُس دن سے بیمار رہنے کا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ فی الحال آپ وہ تلوار اُسے بخش دیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ اُس کے حق میں بہتر نہیں ہے کہ وہ تلوار اپنے پاس رکھے۔ اُسے کہو کہ اگر وہ اپنی بہتری چاہتا ہے تو مذکورہ تلوار حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں بھیج دے اُس شخص نے حضرت مولانا صاحبؒ کا حکم ہاشم خاں کو پہنچا دیا۔ ہاشم خاں نے وہ تلوار حضرت سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں پیش کر دی۔ اُسی دن سے اس کی بیماری جاتی رہی۔ صاحبزادہ غلام فرید مہارویؒ فرماتے تھے کہ وہ تلوار اب بھی دیوان صاحب پاکپتن شریف کے ہاں موجود ہے۔

صاحبزادہ خواجہ محمودؒ بن حضرت خواجہ نور احمدؒ بن خواجہ نور محمدؒ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں سنگھڑ شریف میں چاشت کے وقت غوث زماں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی خدمت میں عین مشغولی کی حالت میں ان کے حجرہ میں حاضر ہوا۔

آپ مراقبہ میں مشغول بیٹھے تھے۔ البتہ آپ کے چہرۂ مبارک پر بشاشت و خوشی نمایاں تھی۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت آج آپ کے چہرۂ مبارک پر مسرت پاتا ہوں۔ فرمایا ہاں صاحبزادہ صاحب۔ بات یہ ہے کہ آج میں نے اپنے دادا پیر حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کو دو دفعہ عالم امثال میں دیکھا ہے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ "اے محمد سلیمان وہ فولادی قلم جو انتقال کے وقت میں نے تمہیں دیا تھا اور جو بعد میں گڑھی اختیار خاں میں چوری ہو گیا تھا۔ اُس قلم نے ان لوگوں کی جڑیں اکھیڑ دی ہیں جنہوں نے اسے چوری کیا تھا۔ اور وہ شخص جس نے پاکپتن میں میری تلوار چرائی تھی۔ اس کی نسل میں ہر سال ایک دو آدمی قتل ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس کی نسل میں تلوار چلتی رہے گی"۔

میاں غلام فرید مہارویؒ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ جس وقت قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے مہار شریف میں مستقل قیام اختیار کر لیا تو آپ نے یہ معمول بنا لیا کہ آپ ہر جمعہ کو مہار شریف سے پاکپتن جاتے۔ حضرت بابا صاحبؒ کے مزار مبارک کا طواف کرتے اور جمعہ پڑھتے۔ پندرہ سال یہی معمول رہا۔ ایک جمعہ ناغہ نہ ہوا۔ مہار شریف سے پاکپتن شریف چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ جب پندرہ سال گذر گئے تو حضرت باباصاحبؒ کا حکم ہوا کہ اب آپ تکلیف نہ کیا کریں۔ یہاں آنے کی بجائے ہر جمعہ کو میرے پوتے تاج سرورؒ کی زیارت کر لیا کریں۔ اس حکم کے بعد آپ نے یہ معمول بنا لیا کہ ہر جمعہ کے دن مہار شریف سے بستی چشتیاں شریف جاتے اور حضرت تاج الدین سرورؒ کی زیارت کرتے۔ بستی چشتیاں شریف مہار شریف سے تین کوس جنوب کی طرف ہے اور اب حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ بھی وہیں موجود ہے۔ جب حاضر ہوتے تو کچھ فاصلہ سے ننگے پاؤں ہو جاتے۔ فرماتے تھے کہ اس بستی میں بہت سے صُلحا سو رہے ہیں۔

حضرت شیخ تاج الدین سرورؒ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے بیٹے حضرت دیوان بدر الدین سلیمانؒ کے فرزند ہیں۔ جس قصبہ میں آپ رہائش پذیر تھے۔ حضرت تاج سرورؒ کی نسبت سے اسے بستی تاج سرور بھی کہتے ہیں اور اس جگہ کو بستی چشتیاں بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت تاج الدین سرور چشتیؒ کی اولاد کثیر تعداد میں یہاں رہتی تھی۔ یہ بستی بیکانیر سے

پاکپتن شریف کو جاتے ہوئے شمال کی طرف ۸۰ کوس کے فاصلہ پر ہے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ تاج الدین سرورؒ کامل و کامل ہیں مگر صاحبِ ارشاد نہیں ہیں۔ حضرت شیخ تاج الدین سرورؒ کے نبیرگان میں ایک صاحب میاں محمد بخش چشتیؒ نام تھے۔ جو حضرت قبلہ عالمؒ کے مریدانِ مجاز میں سے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ شیخ تاج الدین سرورؒ کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اور وہاں اہل قبور پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ میں بھی وہیں کھڑا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ قبرستان اہل قبور سے بھر گیا ہے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے والد اور دادا ہندال اور محمود کے مزارات بھی یہیں ہیں۔ اب یہاں آپ کی قبر کے لئے کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ جب حضرت قبلۂ عالمؒ کا وصال ہو گا تو آپ کی قبر کہاں ہو گی۔ میرے دل میں یہ خطرہ آیا ہی تھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے میری طرف چہرۂ مبارک کیا اور فرمایا، میاں محمد بخش انشاء اللہ تعالیٰ میری قبر جنت البقیع میں ہو گی۔ حاجی نجم الدینؒ تحریر کرتے ہیں کہ "میں نے خواجہ غلام فریدؒ نبیرہ حضرت خواجہ نور محمدؒ سے بھی یہ واقعہ اسی طرح سُنا ہے"۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالمؒ حضرت گنج شکرؒ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے پاکپتن جا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ سوار اور پیادہ بھی بے شمار تھے۔ رات کو ایک گاؤں میں قیام فرمایا جو مہار اور پاکپتن کے درمیان تھا۔ اگلی صبح وہاں سے روانہ ہو گئے۔ دوسرے دن میاں محکم دین سیلانیؒ جو اپنے وقت کے ابدالوں میں سے تھے اُسی گاؤں کی مسجد میں اترے۔ وہ تنہا تھے اور اپنے ہمراہ کوئی رفیق نہیں رکھتے تھے اور اکثر اکیلے ہی پیادہ پا سفر کرتے تھے۔ صاحبِ موصوف بھی قوم کھرل سے تھے اور ان کا سلسلہ اویسیہ تھا۔ اُن کے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے درمیان کمال محبت تھی۔ وہ بھی پاکپتن جا رہے تھے۔ گاؤں کا ایک شخص اُن کے لئے روٹی لایا۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص اُن کا مرید تھا۔ اُن سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اُس شخص نے حضرت سیلانیؒ کے نزدیک بیٹھ کر گفتگو شروع کی۔ باتوں باتوں میں کہنے لگا کہ سبحان اللہ

سیرانی

درویش تو یہ حضرت ہیں۔ یعنی میاں محکم دین سیلانیؒ کہ کسی سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور ان کے آنے سے کسی کو تنگی اور سردردی نہیں ہوتی۔ کل حافظ بابل پاکپتن گئے۔ رات یہاں تھے ان کے ساتھ پیادہ اور سوار بہت تھے۔ اُن کے آنے سے یہاں لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی یہ کیا درویشی ہے۔ یہ تو دنیاداری ہے۔ حضرت محکم دین سیلانیؒ نے جب یہ بات سنی تو روٹی رکھ دی اور اُٹھ کر چل دیئے۔ اور فرمایا "لاحول ولا قوۃ" جس جگہ کسی ولی کا شکوہ ہو رہا ہو۔ اس جگہ کو آگ لگ جانی چاہیئے اور اسے تباہ و برباد ہو جانا چاہیئے۔ بس جونہی انہوں نے یہ کہا اُسی وقت اس گاؤں کو آگ لگ گئی۔ (حاجی نجم الدینؒ لکھتے ہیں کہ) "میں نے خواجہ نور بخشؒ سجادہ نشین حضرت قبلۂ عالمؒ سے ایسے ہی سُنا ہے۔ البتہ میاں غلام رسول چنڑ سکنہ بہاول پور کہتے تھے کہ یہ واقعہ بہاول پور کے قریب ایک قصبہ میں ہوا تھا۔ اور وہ قصبہ اب بھی ویران ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ جب اُچ اور کوٹ مٹھن کی طرف جاتے تھے۔ تو اس قصبہ سے ہو کر جاتے تھے۔ بہرحال اصل واقعہ کہاں ہوا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے سجادہ نشین میاں نور بخشؒ فرماتے تھے کہ انہوں نے مولوی خدا بخشؒ بن قاضی احمد علیؒ بن قاضی محمد عاقلؒ سکنہ کوٹ مٹھن، خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ سے سُنا ہے کہ ایک قاضی صاحب تھے جو کوٹ مٹھن کے قریب قصبہ داجل میں رہتے تھے۔ اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے مرید تھے۔ ایک دفعہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ اس قصبہ میں تشریف لے گئے تو قاضی صاحب مذکور نے عرض کیا کہ حضرت آپ سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں اگر آپ قبول فرمائیں۔ فرمایا قبول ہے۔ کہو۔ قاضی صاحب نے کہا کہ جس وقت میں فوت ہو جاؤں تو آپ میرا جنازہ پڑھائیں۔ فرمایا، وعدہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں ہی تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا۔ ہوا یہ کہ حضرت قبلۂ عالمؒ قاضی صاحب مذکور سے پہلے وصال کر گئے۔ قاضی صاحب نے جب یہ خبر سُنی تو گریہ و زاری کرنے لگے اور کہنے لگے کہ افسوس صد افسوس حضرت قبلۂ عالمؒ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تیرا جنازہ میں پڑھاؤں گا۔ مگر وہ مجھ سے پہلے فوت ہو گئے ہیں۔ اگرچہ حق تعالیٰ نے انہیں حیاتِ جاودانی دی ہے اور وہ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی روحِ پاک میرے جنازہ پر موجود ہو کر میری نماز جنازہ پڑھے

مگر آپ نے تو فرمایا تھا کہ پیش امام مَیں ہوں گا۔ اب یہ کیسے ممکن ہوگا۔ اور لوگ کس طرح سمجھیں گے کہ حضرتؒ نے میری نمازِ جنازہ پڑھائی ہے۔ الغرض ایک مدّت کے بعد قاضی صاحب مذکور فوت ہوگئے۔ اُن کا جنازہ تیار کرکے صحرا کی طرف لے گئے۔ جب جنازہ کی تیاری ہوگئی تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا ہے اور چار پانچ آدمی پاپیادہ اُس کے ساتھ دوڑتے آرہے ہیں۔ جب قریب آئے تو حاضرین میں سے سب نے پہچانا کہ حضرت قبلہ عالمؒ ہیں۔ چونکہ سب حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے۔ اس لئے سب نے قدم بوسی کی۔ اُس وقت سب کے دل سے یہ بات محو تھی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کا وصال ہو چکا ہے۔ سب یہی جان رہے تھے کہ زندہ ہیں اور قاضی صاحب کا جنازہ پڑھنے آئے ہیں۔ جونہی آپ نے قاضی صاحبؒ کی نمازِ جنازہ پڑھی، لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے۔ اُس وقت سب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تو وصال پا چکے ہیں۔ البتہ یہاں اُس ایفائے عہد کے لئے تشریف لائے ہیں، جو قاضی صاحب مذکور سے کیا تھا۔ قاضی خدا بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ اُنہوں نے یہ بات اُس شخص سے سُنی تھی۔ جو قاضی صاحب مذکور کے جنازہ میں موجود تھا۔ اور اس نے اپنی آنکھوں سے اُس جنازہ میں حضرت قبلۂ عالمؒ کو دیکھا تھا۔ یہ شخص حضرت قبلہ عالمؒ کا مرید بھی تھا۔

میاں نور بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت قبلۂ عالمؒ اُچ اور کوٹ مٹھن کی طرف جاتے تھے۔ تو اکثر آپ قصبہ گہلواں میں ایک دو رات قیام کیا کرتے تھے۔ مولوی محمد صاحبؒ بھی اِسی قصبہ میں رہتے تھے۔ وہ حضرت مولانا نور محمد نارووالہؒ کے مرید تھے اور انہوں نے خیر الاذکار کے نام سے حضرت قبلۂ عالم کے ملفوظات بھی مرتب کئے تھے۔ وہ اکثر حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ اور حضرتؒ کو پنکھا جھلا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حسبِ معمول حضرت قبلۂ عالمؒ قصبہ گہلواں میں قیام پذیر تھے۔ مولوی محمد صاحبؒ اُن دنوں ایک خوب صورت عورت پر عاشق تھے۔ جس کو دیکھے بغیر انہیں ایک لحظ قرار نہیں آتا تھا۔ اس وجہ سے انہیں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہونے میں دیر ہوگئی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اُنہیں یاد کیا۔ جب وہ آئے تو فرمایا کہ میرے پاس آنے میں

اس قدر دیر کی کیا وجہ ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے مگر اُن کی زبان سے بات نہ نکلتی تھی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے اپنے نورِ باطن سے معلوم کیا کہ اصل ماجرا کیا ہے۔ فرمایا۔ میاں محمد پانی کا لوٹا بھر کر لاؤ تاکہ صحرا میں چلیں۔ انہوں نے آفتابہ بھرا اور اپنے ہاتھ میں لیا حضرت قبلۂ عالمؒ نے اُن کے سوا کسی اور کو ساتھ نہ آنے دیا۔ جب صحرا میں گئے اور قضائے حاجت سے فارغ ہوئے۔ فرمایا۔ میاں مولوی محمد تمہارے اس قصبہ میں کوئی خوب صورت عورت ہے۔ ہمیں شوق پیدا ہوا ہے کہ کسی جمیل چہرے کو دیکھیں۔ کیونکہ وہ خود اِسی آفت میں مبتلا تھے۔ اپنے مقصود کے مطابق سمجھا اور حضرت قبلۂ عالمؒ کو اپنی محبوبہ کے گھر لے گئے۔ اور اُسے کہنے لگے کہ آؤ تمہارے لئے غوث زمانہ کو تمہارے گھر میں لایا ہوں۔ زیارت کرو اور دعا چاہو۔ انہوں نے اپنی سعادت مندی سمجھ کر حضرت قبلۂ عالمؒ کے لئے اپنے گھر میں فرش بچھایا۔ یہاں تک کہ قبلۂ عالمؒ اُن کے گھر بیٹھ گئے۔ اُن کی محبوبہ حاضر نہ تھی۔ اُسے بھی طلب کیا اور حضرت کی خدمت میں لے آئے تاکہ قدم بوسی حاصل کرے۔ آخر قبلۂ عالمؒ نے سب کو فرمایا کہ باہر چلے جائیں۔ اور وہ جمیلہ حضرت کے پاس تنہا رہ گئی۔ حضرت اُس کے ساتھ دیر تک کلمہ و کلام میں مشغول رہے۔ اِس کے بعد اپنے ڈیرہ میں آئے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اِس کے ساتھ کیا کلام کیا اور کیا نگاہ اُس کے چہرہ پر ڈالی کہ مولوی محمد کہتے ہیں کہ اُس جمیلہ کا حال دگرگوں ہو گیا۔ بہت مدت کے بعد میں جب سفر سے واپس آ کر اُس کے سامنے گیا تو اس طرح کی معرفت کی باتیں اور حقائق اُس کی زبان سے سُنے کہ میری عقل حیران رہ گئی کہ یہ کیسے کامل سخن زبان سے بیان کرتی ہے ؎

آں ہا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
سگ را ولی کنند مگس را ہما کنند

البتہ صاحبزادہ نصیر بخشؒ بن حضرت نور حسنؒ بن حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ میں نے یہ قصہ مولوی نور محمد بڈرہؒ سے خود سُنا ہے اور وہ حضرت نارووالہ صاحبؒ کے مریدانِ مجاز میں سے تھے۔ اور اکثر حضرت قبلہ عالمؒ کی صحبت میں رہتے تھے۔ وہ کہتے

ہیں کہ میں اپنے گاؤں سے جس کا نام محمد پور ہے اور وہ مہار شریف کی طرف ہے، اکثر حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں آتا جاتا رہتا تھا، دریائے سندھ کے کنارے پر ایک گاؤں تھا وہاں ایک حسین عورت تھی جس کا حسن وجمال بہت زیادہ تھا۔ ایسا کہ اگر وہ تاریکی میں بیٹھتی تو اُس کی پیشانی کے نور کی شعاؤں سے عین تاریکی میں بھی اُس کے خدوخال معلوم ہو جاتے۔ مجھے اُس کے دیکھنے کا عشق ہو گیا اور میں اُس کے لئے مبتلا ہو گیا اس حد تک کہ مہار شریف آتے جاتے وہاں ایک رات ضرور گزارتا اور اُس عورت کے ساتھ کلمہ کلام اور محبت آمیز گفتگو کر کے اپنے دل کو تسکین دیتا۔ اور پھر آگے چلا جاتا۔ ایک دفعہ اُس عورت نے کہا کہ مجھے بھی اپنے بڑے پیر حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کسی طریقہ سے کرا دو۔ میں نے کہا کہ حق تعالےٰ کوئی سبب پیدا کریں گے کہ تمہیں بھی اُس محبوبِ حق تعالےٰ کی زیارت ہو گی۔ آخر کار ہوا یہ کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کو کوٹ مٹھن جانے کا اتفاق ہوا۔ اتفاقاً اُس گاؤں میں قیام کرنا پڑا۔ اور مجھے فرمایا کہ نور محمد لوٹا پانی کا بھر دو تاکہ قضائے حاجت کے لئے جائیں۔ میں نے لوٹا بھرا اور قبلۂ عالمؒ کے ہمراہ گیا۔ راستہ میں فرمایا کہ مولوی صاحب اس قصبہ میں کوئی ایسا صاحبِ حُسن وجمال ہے تو مجھے دکھاؤ جس کے دیکھنے سے میرے دِل کو اور میری رُوح کو فرحت حاصل ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں حضرت ایک عورت بہت ہی حسین اور خوب رو ہے۔ اُسے دیکھ لیں۔ میں اس عورت کے گھر جا کر خبر کرتا ہوں۔ جب میں اُس کے گھر گیا اور خبر کی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تمہارے گھر کو از راہِ نوازش رشکِ عدن بنائیں گے۔ تو اُس نے اپنی خوش بختی و عزت افزائی سمجھتے ہوئے فرش بچھایا یہاں تک کہ قبلۂ عالمؒ نے اُس گھر میں جا کر جلوس کیا۔ البتہ وہ عورت اُس وقت گھر میں موجود نہ تھی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے آنکھ کے اشارہ سے مجھ سے پوچھا کہ وہ عورت کہاں ہے، میں نے اُس عورت کی ساس سے کہا کہ تمہاری بہو کہاں ہے کہ اُسے ہمیشہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی زیارت کا شوق تھا۔ انہوں نے کسی کو اُس کے پاس بھیجا وہ آئی اور حضرت قبلۂ عالمؒ کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئی۔ جب دیر کے بعد ہوش میں آئی عرض کیا کہ قبلہ مجھے بیعت کر لیں۔ فرمایا کہ الگ حجرہ میں چلو وہاں فرش بچھایا گیا اور آپ نے خلوت میں اسے بیعت کیا اور چند وظائف و اشغال

عطا فرمائے۔ اور تا دیر اُس حجرہ میں اُس کے پاس تنہا قیام فرمایا۔ واللہ اعلم کیا نظر کیمیا اثر تھی جو اُس پر ڈالی کہ اُس کا کام تمام ہو گیا۔ مولوی صاحب نور محمد بڈرہ فرماتے تھے کہ بیعت کے وقت اُس عورت نے چالیس روپیہ نقد اور کپڑے کے چند تھان حضرت قبلۂ عالمؒ کی نذر کئے۔ آں حضرت نے خوش طبعی سے فرمایا کہ یہ مولوی صاحب کا حق ہے اُن کو دے دے۔ میں نے وہ تمام نقد و جنس اٹھا لیا۔ جب قبلۂ عالمؒ وہاں سے اُٹھ کر باہر آئے۔ روانگی کے وقت اُسے فرمایا کہ اگر تمہیں پھر کبھی کوئی کسی قسم کی حاجت پیش آئے تو مولوی صاحب سے تحقیق کر لینا۔ اُس کے بعد قبلۂ عالمؒ مہار شریف آگئے اور دو تین سال کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ مولوی صاحب مذکورؒ کہتے تھے کہ انہیں پانچ چھ سال بعد دوبارہ اُس گاؤں سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس میں وہ جمیلہ عورت رہتی تھی۔ میں اُس کے گھر گیا۔ دیکھا ایک عورت کسی اور ہیئت میں اُس گھر میں بیٹھی ہے۔ اُسے پوچھا کہ فلاں عورت کہاں ہے۔ اُس نے کہا میں وہی ہوں۔ میں حیرت زدہ ہو گیا کہ اس عورت کا وہ حسن و جمال اور وہ ملامت و خوب صورتی کہاں گئی۔ جب اُس کے ساتھ کلمہ کلام میں مشغول ہوا ایسا ایسا کلام عرفان و توحید میرے سامنے بیان کیا کہ میں حیران رہ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اس عورت میں جو اسرار و معارف ہیں، میرے اندر اس کا ایک حصہ بھی نہیں مگر میں ظاہراً اس کی ہر بات پر ہاں ہاں کرتا رہا اور دل میں کہتا تھا سبحان اللہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی اصل صحبت اور نگاہ توجہ خاص اگرچہ اس عورت پر تھوڑی سی تھی مگر اس عورت پر اُس کا کتنا اثر ہوا ہے۔ اور ہم نے اگرچہ قبلۂ عالمؒ کی ظاہری صحبت بہت زیادہ کی ہے۔ ہمارے اندر یہ معنی موجود نہیں۔ اُس عورت کا ایک عقدہ رہتا تھا۔ اُس نے میرے سامنے بیان کیا۔ اور اُس کا حل طلب کیا۔ میرے اندر اس کے حل کی طاقت نہ تھی۔ میں نے کہا میرے ساتھ حضرت قاضی صاحبؒ قبلہ عاقل محمد جیوؒ کی خدمت میں چلو۔ وہ تمہارا یہ عقدہ حل کریں گے۔ وہ عورت میرے ساتھ کوٹ مٹھن میں قاضی صاحبؒ کی خدمت میں آئی۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے۔ قاضی صاحبؒ اپنے مکان سے اُٹھ کر اپنے گھر تشریف لے گئے تھے۔ میں نے قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ یہ عورت آپ کی پیر بہن ہے۔ اس کا ایک عقدہ رہ گیا ہے اِس کے حل کے لئے آپ کی خدمت میں آئی ہے اُسے گھر کے اندر لے گئے اور راستہ میں کھڑے ہو کر اُس سے اُس کا مقصود پوچھا۔ اور اس کا عقدہ حل کر دیا۔ بعد ازاں

جب گھر سے باہر تشریف لائے۔ تو روتے ہوئے سامنے آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت قبلہ عالمؒ کی ذات بابرکات کو کتنا فیاض اور کامل و مکمل کیا تھا کہ اپنے ہر ایک غلام کو چاہے مرد یا عورت، عام یا خاص، دوسرے کا محتاج نہیں رہنے دیا۔ یہ عورت کم علمی کی وجہ سے اس عقدہ کو حل نہ کرسکتی تھی۔ البتہ بات وہی تھی جو اُس کے فہم میں پہلے سے موجود تھی۔

صاحبزادہ نور بخشؒ بن خواجہ نور حسن صاحبؒ بن حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ مولوی ضیاء الدین صاحبؒ سکنہ مہار شریف حضرت قبلہ عالمؒ کے بڑے بیٹے حضرت نور الصمد شہیدؒ کے استاد تھے۔ اور حضرت مولانا صاحب دہلویؒ کے مرید تھے۔ اُنہیں حضرت قبلۂ عالمؒ کی ولایت پر زیادہ اعتقاد نہ تھا۔ فقط آپ کو اپنے پیر بھائیوں کا درجہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ اُن کا حج کا ارادہ ہوا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اُن کو فرمایا کہ مولوی صاحب تمہارا یہاں رہنا بہتر ہے۔ کہ چند اور لوگ آپ سے علم حاصل کرلیں گے۔ انہوں نے حضرت کے حکم پر عمل نہ کیا اور رخصت لے کر روانہ ہوگئے۔ روانگی کے وقت حضرت قبلہ عالمؒ نے اُنہیں فرمایا کہ خیر مولوی صاحب آپ حج پر جائیں البتہ اگر کسی جگہ آپ کو مشکل پڑے تو اس فقیر کو یاد کریں۔ انشاء اللہ بندہ کو حاضر پائیں گے۔ مولوی صاحبؒ جہاز پر سوار ہوئے اور جب سمندر کی گہرائیوں میں پہنچے تو جہاز غرق ہونے لگا۔ جہاز کی تمام مخلوق نالہ و فغاں کرنے لگی۔ مولوی صاحبؒ نے حضرت قبلہ عالمؒ کے وہ الفاظ یاد کئے اور مدد چاہی کہ "یا حضرت خواجہ نور محمد وقت مدد ہے۔" اسی وقت مولوی صاحب مذکور کو غنودگی آگئی۔ سوگئے کیا دیکھتے ہیں کہ قبلۂ عالمؒ اُسی جہاز میں سوار ہیں اور فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب غم نہ کرو اس تمام مخلوق کو تمہارے طفیل غرق ہونے سے امان ہے اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو تمام جہاز میں سوار لوگوں سے کہا کہ دوستو غم نہ کرو خیر ہے۔ انشاء اللہ ہم غرق نہیں ہوں گے۔ ہر شخص نے ان کی طرف رجوع کیا اور جب واقعہ سُنا تو یہ خیال کیا کہ اِس مصیبت کے وقت کہ ہر شخص غرقِ جہاز کے خوف سے گریہ و نالہ میں تھا۔ اس خواب کا آنا حکمت سے خالی نہیں تمام معتقد ہوگئے اور نذر و نیاز آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ آخر اللہ تعالےٰ نے جہاز کو خیر و عافیت سے دوسرے کنارے پر لگادیا۔

صاحبزادہ نور بخشؒ بن خواجہ محمود بن خواجہ نور محمود بن خواجہ نور محمد مہاروی

اور سب صحیح وسلامت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ جب حج کے لئے میدانِ عرفات میں گئے اور امام خطبہ پڑھ رہا تھا۔ تو مولوی صاحب مذکور صف میں کھڑے کیا دیکھتے ہیں کہ تین آدمی چھوڑ کر حضرت قبلۂ عالمؒ بھی وہیں موجود ہیں اور اسی صف میں کھڑے ہیں۔ کیونکہ خطبہ کا وقت تھا۔ مولوی صاحب نے دل میں سوچا کہ حضرت قبلہ عالمؒ بھی برائے حج تشریف لے آئے ہوں گے۔ انشاء اللہ خطبہ سے فارغ ہو کر آپ کی قدم بوسی کروں گا۔ جب خطبہ ختم ہو گیا۔ تو حضرت قبلۂ عالمؒ غائب ہو گئے۔ مولوی صاحب نے اِن لوگوں سے جو حضرتؒ کے برابر صف میں کھڑے تھے پوچھنے پر کہنے لگے اللہ ہی بہتر جانتا ہے یہ آدمی پنجابی ہے اور ہم اسے ہمیشہ خانہ کعبہ میں دیکھتے ہیں۔ کہ یکایک ظاہر ہو جاتے ہیں اور یکایک غائب۔ اور اسی طرح ہر سال موسم حج میں اس جبلِ عرفات پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ سُن کر مولوی صاحب کو حضرت کی قدم بوسی کا بہت شوق ہو گیا۔ حرمین الشریفین کی زیارت کے بعد جب مہار شریف کی سمت روانہ ہوئے۔ اور قریب پہنچے تو قبلۂ عالمؒ آپ کے استقبال کے لئے نہر ہر یاری تک جو مہار شریف کے قریب ہے پہنچے جب آپ کو مولوی صاحب نے دیکھا۔ دوڑ کر قدموں پر گر پڑے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب آپ کا یہ سر حرمین الشریفین میں پہنچا ہوا ہے۔ میرے پاؤں میں نہ رکھیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت میں دونوں جگہوں کو آپ کی قدم بوسی کی خاطر چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ نے اُن کی راہ خدا میں تربیت کی اور تکمیل و خلافت کے درجہ تک پہنچا دیا۔ میاں غلام فرید صاحبؒ فرماتے تھے۔ کہ وہ بھی حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلفاء سے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کا دستور تھا۔ کہ جب ملک ملتان کا سفر کرتے جس سے مراد بہاول پور، احمد پور، اُچ اور کوٹ مٹھن کا علاقہ ہے تو پہلے اُچ تشریف لے جاتے پھر سید پور میں پھر نارو والہ میں اور پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ جب اس ملک کی طرف گئے اور بلدہ سید پور پہنچے تو قاضی عاقل محمد کی علالت کی خبر سُنی۔ یہ سُن کر نارو والہ نہ گئے بلکہ سیدھے کوٹ مٹھن کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت نارو والہ صاحب آپ کے استقبال کے لئے نارو والہ سے سید پور پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت

سیت پور
سیت پور
سیت پور

آپ کا دستور یہ ہے کہ سید پور سے اس فقیر کے غریب خانہ پر تشریف لے جاتے ہیں اور اس کے بعد کوٹ مٹھن جاتے ہیں۔ اس دفعہ غلام کی دعوت تناول فرما کر پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جائیں۔ آپ نے بلا تکلف خوش طبعی سے فرمایا کہ دعوت تین قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل خام دوم پختہ سوم نقد ان میں سے جو بھی میسّر ہے اسی جگہ دے دو ہمارا اسی وقت کوٹ مٹھن جانا ضروری ہے۔ الغرض وہاں سے کوٹ مٹھن گئے۔ قاضی صاحبؒ خبر سنتے ہی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپ کی قدم بوسی و استقبال کے لئے آگئے۔ نارووالہ صاحبؒ نے پوچھا کہ قاضی صاحب اب آپ کے مزاج کیسے ہیں۔ انہوں نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا "لقا الخلیل شفا العلیل" یعنی دوست کی ملاقات بیمار کی شفایابی ہے۔ قاضی صاحبؒ پر اس کلام کے سننے سے وجد طاری ہو گیا۔ اور اس حالت میں آپ کی بیماری بھی جاتی رہی۔ حاجی نجم الدینؒ لکھتے ہیں کہ انہوں نے صاحبزادہ نصیر بخشؒ سے ایسا ہی سُنا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مولانا صاحبؒ دہلوی سے سوال کیا کہ یا حضرت کہتے ہیں کہ سید حسن رسول نماؒ ہر شخص سے پانچ سو روپیہ نذر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیتے تھے۔ یہ درست ہے یا نہیں۔ فرمایا درست ہے مگر حق تعالےٰ نے ہمیں ایک ایسا مرید دیا ہے کہ وہ خدا نما ہے اور مفت بغیر نذر لئے خدا کو دکھا دیتا ہے۔ اور اس مرید سے مراد حضرت قبلۂ عالمؒ تھے۔ مولوی دیدار بخش صاحبؒ پاکپٹنی اس فقیر (حاجی نجم الدینؒ) کے سامنے فرماتے تھے۔ کہ میں نے میاں صابر بخش صاحب جو خاندان چشتیہ صابریہ کے مشایخ میں سے تھے۔ کی زبان سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے جب حضرت کے وصال کے دن قریب آئے۔ میں اور دیگر مشایخ دہلی جمع ہو کر حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس ارادہ سے کہ پوچھیں کہ آپ کے بعد کس خلیفہ کو آپ کی مسند شریف پر بٹھائیں گے۔ پس میں اور میرے چچا خواجہ بخش صاحب نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کے انتقال کے بعد آپ کے خلفاء میں سے کس خلیفہ کو آپ کے سجادۂ ارشاد پر بٹھایا جائے؟ فرمایا جس

کو میں نے اپنی جگہ خلیفہ و قائم مقام بنانا تھا۔ پہلے ہی بنا دیا ہوا ہے اور اس کام سے فارغ ہو گیا ہوں اور وہ میاں صاحب نور محمد مہارویؒ ہیں۔ اب ظاہری رسم کے مطابق جس کو چاہو میرے بعد یہاں بٹھا دینا۔ تمہارا اختیار ہے"۔ حاجی نجم الدینؒ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کے بعد سید احمد عارضی طور پر مسند ارشاد پر بیٹھے مگر جلد ہی صاحبزادہ مولانا قطب الدین نے اپنے والد حضرتِ مولانا صاحبؒ کی جگہ لی جن کے بعد اُن کے بیٹے میاں غلام نصیر الدین صاحبؒ عرف میاں کالے صاحب گدی نشین ہوئے۔

ان کے بڑے بیٹے میاں غلام نظام الدینؒ سجادہ نشین ہوئے اور اب تک کہ ۱۲۷۸ھ ہے۔ وہ موجود ہیں حق تعالےٰ اِن کی عمر میں برکت دے اور حضرت مولانا صاحبؒ کے فیض سے مشرف فرمائے۔ البتہ حضرت مولانا صاحبؒ کے مدرسہ میں آپ کے خلفاء میں سے سید احمد صاحبؒ کے بعد غلام فرید چشتی صاحبؒ اور اِن کے بعد حاجی لعل صاحبؒ کہ یہ دونوں بھی حضرت مولانا صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ خلقِ خدا کو فیض پہنچاتے رہے اور لال قلعہ میں میر مہدی صاحبؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ کے فیض کو جاری رکھا۔

منقول ہے کہ جس وقت مولانا قطب الدین صاحب اورنگ آباد دہلی میں تشریف لائے تو خلافت کے طریق پر وراثتاً حضرت مولانا صاحبؒ کے سجادہ پر بیٹھ گئے اور طالبانِ خدا سے بیعت لے کر فیض جاری کیا۔ بعد ازاں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف تشریف لائے۔ کچھ مدت رہے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی تربیت کے مطابق بہت ریاضت و مجاہدہ کیا، مقصودِ اصل حاصل کیا اور خلافت و نعمت لے کر پھر دہلی تشریف لے گئے۔ اُس وقت اکبر شاہ دہلی کا بادشاہ تھا۔ بادشاہ اور دہلی کی بہت سی مخلوق آپ کی مرید ہو گئی۔ اور آپ کا شہرہ دور دور پہنچا۔ کہتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے آپ کی طرف بہت توجہ فرمائی۔

عـ۱ : سید احمدؒ حضرت مولانا صاحبؒ کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔ اُن کے بیٹے نہیں تھے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی تاریخ مشائخ چشت (ص ۵۲۰) میں لکھتے ہیں کہ "حضرت شاہ فخر صاحبؒ کے بعد مولانا سید احمد صاحبؒ مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ اس دوران میں حضرت شاہ فخر صاحب کے صاحبزادے مولانا قطب الدین صاحبؒ اورنگ آباد سے تشریف لائے اور اپنے والد کے سجادۂ مشیخت پر جلوہ فرما ہو گئے۔

(مرتب)

نقلست نواب غازی الدین خان

از مرید حضرت مولانا صاحب بود و صحبت و تربیت حضرت قبله عالم بسیار یافته بود و خلافت هم قبله عالم باو بخشیده بود
و یک مثنوی تصنیف کرده است دران ذکر فضائل حضرت قبله عالم نوشته است **مثنوی**

دگر انور محمد آن همه نور | گر نو نسیم جهان شود پر شور
حق که این عالمست آیاتش | آمد اطلاق نور بر ذاتش

هست نور محمدی زان نور | زانکه بل آن خودش نموده ظهور
بیکر او تمام بیکر جان | هست معنیش گوهر جان

شد زمانیکه جانش آگاه حال | طایر شوق دل گشادش بال
گشت پروانه سوی شمع روان | و حبا عاشق کنان و بال افشان

سوی محمد چو برق جست سپند | هجر در راه وصل راند سمند
چنگ در زد وعده دل مشتاق | وقت معهود کرد قطع فراق

وارث انسبت عیان کشید اورا | جذب دل سوی جان کشید اورا
آمد او را انداز دیر انست | که رسیده است باده شوم مست

بانگ زد ناله دلش یکبار | که برون آی آمدت دلدار
ماک آورد در کف مالک | حق فحمد الله علی ذلک

یافت از بیعتش تجلی نور | سر مکنون گرفت رنگ ظهور
سلسله بود مستعد فیضان | چشم بر راه سلسله جنبان

شمع کان بزم سوزنی آراست | شعله زآتش نفس منحو است
دهشت کشتی که سوختن امید | یک اشاره و برق مطلب دید

دل او دست دل کشی بیعت | خم او وصل آتشی صحبت
گوهر از کان استعداد | جوهرش از جهان استرشاد

خواجه را مورد عنایت شد | مصرف لطف بی نهایت شد
ابر در آن شد ز فیضگاه متن | دو لب آمد برای او دهن

آن بمغرب همای موج سداد | شد عنقاسے مغربش صیاد
آن تنش ازین دلش ز کهن | همه جا آنچه آشکار از تن

آن دل او به بند فخر جهان | از ازل در کمند فخر جهان
لب بسم اللهش جراحت دل | دل به تیغ خبوتیش بسمل

خواجه را شد مرید با اخلاص | مورد التفات خاص الخاص
گشت از خواجه کامیابی او | ولی آمد بهر کام بے او

سالها ماند در حریم حضور | گشت مانند اسم خود همه نور
اولیا را بود زمان بکمال | صفت اسم خویش ظاهر حال

هرش از خرد دین گرامی شد | وارث انسبت نظامی شد
کرد حاصل چو رتبه ارشاد | شد مرخص با خجسته سواد

شیخ در حق او چنین فرمود | کین نامه هر چه بوده است ربود
نیز ارشاد ازان شه دین است | کین جان قطب وقت خود دانست

هم بگفتا که زین جهان آرا | شده امید مغفرت ما را
هم ز پیغمبر بزرگ جناب | حکم ارشاد یافت در غایب

از بشارت بود ز پاک متن | وان سه فلک قدر ره آهو ظن
شد در آنجا کمال او شایع | گشت خورشید فیض او لامع

یکجهان یافت فیض بیعت او | عالمی ذو ارادت او
هست اهل وزرا و مراد جهان | مرجع خاص و عام شیخ زمان

بندگان درش هزاران اند | برگ گلشن نار هزاران اند
میشود بعد یک دو سال امام | فائض بارگاه ذوالاکرام

باد در ظل شیخ و قبله ما + خلد الله ظله ابدا + مترقی باد عروج کمال + پایه افسر از صدر جاه و جلال

(۴) تھا کہ آپ کے پیر کو ملیں۔ اب جبکہ آپ جو مولانا صاحبؒ کے مرید ہیں اِس قدر کامل ہیں تو آپ کے پیر تو بہت ہی کامل ہوں گے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ خیر آئندہ اِس خانقاہ میں ایسی حرکت نہ کرنا۔ ورنہ تمہیں سزا ملے گی۔ اَور مَیں نے بھی اِس خانقاہ شریف کا لحاظ کیا ہے ورنہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرتا کہ دنیا دیکھتی۔ جب قبلۂ عالمؒ دہلی میں حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے۔ تو مولانا صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ میاں صاحب وہ ہندو جو ہماری زیارت

---

(۵) منقول ہے کہ میاں نصیر بخش صاحبؒ بن حضرت نور حسن صاحبؒ فرماتے تھے کہ مَیں نے اپنے والد صاحبؒ سے سُنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ "میں نے اجمیر شریف میں معتبر آدمیوں سے سُنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالمؒ اپنے وطن سے براستہ اجمیر شریف دہلی شریف روانہ ہوئے۔ جب اجمیر شریف پہنچے تو خواجہ بزرگ یعنی خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے عرس کے دن تھے۔ اجمیر شریف میں ایک ہندو تھا کہ اپنے فن میں کاملِ وقت تھا۔ اَور صاحبِ مجاہدہ ریاضت تھا۔ اَور اُس کے ۱۳۴ مرید تھے کہ ہندی میں اُنہیں چیلے کہا جاتا ہے۔ جب قبلۂ عالمؒ اجمیر شریف پہنچے تو وہ ہندو حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چالیس روپے نقد اور کپڑے کے چند تھان نذر کئے اَور کہا کہ مَیں بھی دہلی میں آپ کے مرشد کو دیکھنے کے لئے جاؤں گا۔ جب رات ہوئی تو پہلی رات مجلسِ سماع تھی۔ وہ ہندو بھی مجلس میں آیا اَور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور ایسا تصرّف کیا کہ تمام قوالوں کی زبان بند ہو گئی اَور مزامیر کی آواز بھی بند ہو گئی۔ حاضرینِ مجلس تمام حیران ہو گئے۔ اِس مجلس میں بہت سے مشائخ اَور صوفیا حاضر تھے۔ مگر کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ قوالوں اَور سازوں کی آواز کھولے۔ پس اجمیر شریف کے سجادہ نشین یعنی جناب دیوان صاحب نے ایک آدمی کو حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بھیجا۔ اَور آپ اُس وقت اوراد و وظائف میں مشغول تھے۔ وہ شخص حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پہنچا اَور محفل کا سارا حال بیان کیا۔ آپ اُٹھ کر مجلس میں آئے اَور اُس ہندو کے مقابل بیٹھ گئے اور قوالوں کو فرمایا کہ وہ شروع کریں۔ انہوں نے بدستور سابق قوالی شروع کی۔ یہاں تک کہ مجلس میں خوب ذوق شوق پیدا ہُوا۔ دوسرے دن وہ ہندو آیا اَور قبلۂ عالمؒ کے قدم بوس ہوا۔ اَور کہا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خوب کامل کیا ہے۔ ہمارا ارادہ

کو آرہا تھا آپ نے اُسے کیوں آنے نہیں دیا۔ پھر فرمایا کہ وہ ہندو اپنے فن میں کامل تھا۔ مگر اس بے ادبی کی وجہ سے اس کا حال سلب ہوگیا ہے۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدینؒ) کہتا ہے کہ میں نے یہاں امام بخش صاحبؒ بن حضرت غلام فرید نبیرۂ قبلۂ عالمؒ سے یہ حکایت سُنی ہے اور اکثر دوسرے آدمیوں سے بھی اس واقعہ کو اسی طرح سُنا ہے۔ کہ جب قبلۂ عالمؒ دہلی سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف آرہے تھے تو مولانا صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ خواجۂ بزرگ کا عرس قریب ہے۔ اجمیر کے راستہ سے جانا چاہیئے۔ پس آپ عرس مبارک کے دنوں میں اجمیر شریف پہنچے۔ اور جب اُس ہندو نے محفل میں اپنا تصرف کیا تو قبلۂ عالمؒ بھی محفل میں آکر بیٹھ گئے مزامیر جو رکھ دیئے گئے تھے، اُن سے خود بخود آواز آنے لگی۔ اور محفل میں بہت ذوق وحال پیدا ہوا۔ وہ ہندو یہ دیکھ کر قدموں میں گر گیا۔ اور اپنے تین سو چیلوں کے ہمراہ مسلمان ہوگیا۔ مگر اس کے بقیہ ۴ چیلے کافر رہے۔

جناب زاہد شاہ صاحبؒ نے رسالہ "اسرار الکمالیہ" میں لکھا ہے کہ میرے پیر و مرشد حافظ صاحب جمال الدینؒ ملتانی فرماتے تھے کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ دہلی میں اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ خانقاہ کے تمام فقرا کا وظیفہ اور خوراک مقرر تھی۔ ایک چھٹانک سے لے کر نصف پاؤ تک آٹھ پہروں میں ایک وقت ہر ایک کو مذکورہ وزن کے مطابق روٹی دی جاتی تھی۔ جب قبلۂ عالمؒ وہاں پہنچے تو حضرت مولانا صاحبؒ نے باورچی کو کہا کہ میاں نور محمد صاحب کے یاران کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا کہ آٹھ پہر میں ایک وقت نصف سیر دیں۔ قبلۂ عالمؒ کے ہمراہی بہت زیادہ کھانے والے تھے۔ سیر نہ ہوتے تھے مگر صرف ضیافت کے وقت جبکہ قبلۂ عالمؒ کے پیر بھائیوں سے کوئی ضیافت کرتا تو سیر ہو کر کھاتے

اس سلسلہ میں ایک اور حکایت کہ قبلۂ عالمؒ کا ایک اور پیر بھائی سید مجذوب تھا۔ ایک دن مولانا صاحبؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں میاں نور محمد صاحبؒ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں درحقیقت وہ مفلس آدمی تھا۔ اور خود حضرت مولانا صاحبؒ کے لنگر سے کھانا کھاتا تھا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا۔ ضیافت کا سامان کہاں سے لائے گا کہنے لگا آپ دیں گے۔ فرمایا بہت خوب چنانچہ لانگری کو فرمایا کہ شاہ صاحب جس طرح کی میاں صاحب

کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ اس حساب سے گوشت و دیگر سامانِ طعام تیار کریں۔ لانگری نے فرمان کے مطابق تیار کیا اور یاران نے کھایا۔

منقول ہے کہ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ جب مولانا صاحبؒ قضائے حاجت کے لئے شہر کے باہر گئے ہوئے تھے۔ قبلۂ عالمؒ کوزہ بھر کر آپ کے پیچھے روانہ ہوئے چلتے چلتے دور جنگل میں چلے گئے۔ حضرت مولانا صاحبؒ قضائے حاجت اور استنجا سے فارغ ہوئے اور وضو کرنے میں مشغول ہو گئے تو چار اشخاص چار جانب سے آکر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا میاں نور محمد انہیں پہچانتے ہو۔ کہا نہیں۔ فرمایا کہ یہ چاروں جنات کے بادشاہ ہیں۔ اگر کوئی حاجت ہو تو یہ حاضر ہیں۔ قبلۂ عالمؒ نے کہا کہ اس فقیر کو صرف آپ کی مبارک ذات کی طلب ہے اور تمام حاجات آپ ہی کو تفویض ہیں۔ مجھے آپ کو چھوڑ کر ان جنات سے کیا کام۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا اے جنات چلے جاؤ کہ میاں صاحب تمہیں قبول نہیں کرتے۔ وہ اسی وقت غائب ہو گئے۔

حافظ صاحب سے منقول ہے کہ جب قبلۂ عالمؒ دہلی تشریف لے گئے تو میاں شمس الدین نے جو قبلۂ عالمؒ کے اچھے پیر بھائیوں سے تھا۔ آپ کی بہت عمدہ ضیافت کی اور وہ اس قدر صاحبِ تعظیم تھے۔ کہ ایک دن نئے جوتے خرید کر پاؤں میں ڈال کر مولانا صاحبؒ کی خدمت میں آئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ جوتے کس قیمت میں خریدے ہیں۔ عرض کیا ایک روپیہ میں مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سے بہتر پہننے چاہئیں۔ اپنے پیر کے فرمان کے مطابق پانچ روپیہ کے دوسرے جوتے خریدے اور پہن کر آئے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ اچھے ہیں۔

حافظ صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ جب قبلۂ عالمؒ حضرت مولانا صاحبؒ سے رخصت ہوئے تو حضرت شمس الدین صاحبؒ آپ کو الوداع کہنے اور رخصت کرنے کیلئے اجمیر شریف تک پیادہ پا آپ کے ساتھ آئے اگرچہ قبلۂ عالمؒ کے فقرا کی سواری کے لئے بہت سی بہلیاں اور گھوڑے اور راستہ میں پانی پلانے کے لئے ماشکی کرایہ پر ہمراہ لئے مگر خود پیدل چلتے تھے۔ قبلۂ عالمؒ ہر چند انہیں سواری کے لئے کہتے تھے۔ مگر وہ سوار نہ ہوئے اور پیادہ پا کمر باندھ کر قبلۂ عالمؒ

کے گھوڑے کے آگے آگے چلتے تھے اور جب اجمیر شریف پہنچے تو تقریباً پانچ سو روپیہ نقد اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے پارچات، اسباب، جو ان کی تحویل میں تھے تمام حضرت خواجہ بزرگؒ کے خدام اور خلفاء میں تقسیم کر دیئے اور کہا "الحمد للہ کہ حفاظت کی قید سے آزاد ہو گیا"۔ جب اجمیر شریف سے روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ بزرگؒ کے تمام خدام و خلفاء جو قبلۂ عالمؒ کے مرید تھے کچھ مسافت تک شہر کے باہر رخصت کرنے کے لئے آئے اور حضرت کے سامنے نذر و نیاز پیش کی۔ چنانچہ پہلے سے زیادہ نقد و جنس جمع ہو گیا۔ "بس پھر ان کی حفاظت میں مشغول ہو گیا"

اسرار الکمالیہ میں لکھا ہے، کہ حافظ محمد جمال ملتانیؒ فرماتے تھے کہ ایک پنجابی محمد نام حضرت مولانا صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ پنجاب سے دہلی کی طرف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ جب بیکانیر کے شہر میں پہنچا تو وہاں ایک رند فقیر تکیہ نشین تھا۔ اس نے اُن سے پوچھا کہ میاں کہاں جا رہے ہو۔ کہا اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے دہلی جا رہا ہوں۔ اُس نے کہا کہ اگر اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہو جائے تو پھر دہلی جانے کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ اس نادان نے یہ بات قبول کر لی۔ پس اُس فقیر نے اُسے داڑھی منڈوانے کا حکم دیا۔ اُس نے قبول کیا اور اپنی داڑھی منڈوا دی مگر اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل نہ ہوئی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے۔ اور داڑھی منڈوانا غیر شرعی فعل ہے۔ اس کے بعد میاں محمد مذکور دہلی پہنچے حضرت مولانا صاحبؒ چونکہ کشفِ باطن سے اُس کے احوال سے واقف ہو چکے تھے۔ اُس کی طرف التفات نہ کیا۔ اتفاقاً ان دنوں حضرت قبلۂ عالمؒ بھی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کو اپنا وسیلہ بنا کر اُس کی معافی تقصیر کے لئے عرض کیا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ چند دن حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کی تربت پر بیٹھے۔ اس کی تقصیر وہاں سے معاف ہو گی اُس نے ایسا ہی کیا۔ ایک رات اُسے خواب آیا۔ دیکھا کہ ایک بہت بڑا باغ ہے۔ جب وہ اُس باغ میں گیا تو باغ کے درمیان میں دیکھا کہ تین شخص بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ اُس نے جواب میں کہا کہ ایک تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دوسرے شیخ

کلیم اللہ جہان آبادیؒ ہیں ۔ اور تیسرے حضرت مولانا فخر الدینؒ ہیں اُس نے وہاں جاکر عرضِ حال کیا حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی تقصیر کی معافی کے لئے عرض کیا ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولانا صاحبؒ کو کہو کہ اس کی تقصیر معاف کردیں ۔ کہ اِس نے اُن کی تقصیر کی ہے ہماری نہیں کی ۔ شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ کو کہا کہ اِس کی تقصیر معاف کردیں ۔ پس مولانا صاحبؒ نے اس کی تقصیر معاف کی ۔ جب بیدار ہوا تو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں آکر قدم بوس ہوا ۔ اِسے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اے محمد تیرا مقصود حاصل ہوگیا ۔ اُس نے کہا ہاں جناب آپ کی امداد سے حاصل ہوگیا ۔

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے مریدوں میں سے ایک صاحب سید عارف شاہ تھے جو اپنے مرشد کامل کے عاشق صادق تھے ۔ ایک دفعہ اپنے مرشد سے رخصت ہوکر اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے ۔ ان کا گھر مہار شریف اور پاکپتن شریف کے درمیان تھا ۔ اور قبلۂ عالمؒ بھی حضرت گنج شکرؒ کے عرس پر جانے کے لئے تیار تھے ۔ دوسرے دن جب عارف شاہ روانہ ہوئے ۔ ایک عورت اُنہیں راہ میں ملی ۔ پوچھا کہاں سے آرہی ہو ۔ اُس عورت نے کہا ۔ مہار شریف سے آرہی ہوں ۔ کیوں کہ سید مذکور کو مہار شریف سے روانہ ہوئے اور اپنے پیر سے جُدا ہوئے ایک دن ہوچکا تھا ۔ غلبۂ عشق جوش میں آگیا ۔ اُس عورت کے سر پر جو چرخہ تھا اُسے اُس سے لیا اور اپنے سر پر رکھ لیا اور پوچھا اے عورت تو نے مہار شریف میں حضرت قبلۂ عالمؒ کو دیکھا ہے ۔ اُس نے کہا ہاں ۔ دیکھا ہے ۔ کہا اُن کی صورت کیسی ہے ۔ اور اُن کی آنکھیں کس طرح صیادِ خلق ہیں ۔ اُس عورت نے بھی تعریف شروع کی ۔ سید مذکور کو وجد ہوگیا ۔ چرخہ زمین پر پھینک دیا ۔ اور رقص کرنے لگے ۔ پھر ہوش ہوا تو چرخہ سر پر رکھ لیا اور چلنے لگے اور اپنے مرشد کا حال و حلیہ پوچھنے لگے ۔ پھر وہی حالت ہوگئی ۔ چند بار راستہ میں ایسی ہی حالت ہوگئی ۔ بار بار اپنے مرشد کا حلیہ و حال پوچھتے ۔ اتنے میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی سواری آگئی اور وہ ابھی اُس عورت سے اپنے مرشد کا حلیہ پوچھ رہے تھے ۔ جب منہ موڑا دیکھا کہ قبلۂ عالمؒ پہنچ گئے ہیں ۔ قبلۂ عالمؒ نے مسکرا کر اُس عورت سے کہا کہ اے عورت

عجب نادان ہے کہ عارفوں اور عاشقوں سے سروں پر اپنا چرخہ رکھتی ہے۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) کہتا ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلفائے مجاز سے علاوہ دیگر بہت سے صاحبِ نسبت اور کامل مرید تھے کہ جن کی کرامت و بزرگی خلق میں مشہور ہے اور یہ سیّد عارف شاہ بھی کاملوں میں سے تھے۔ مگر ان کی خلافت تحقیق سے ثابت نہیں ہو سکی۔ البتہ ان کی ایک اور کرامت کا ذکر حضرت غلام فرید صاحبؒ اور ان کے بیٹوں سے سُنا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جس وقت سیّد مذکور فوت ہوئے ان کی لڑکی رونے لگی اور لوگوں کو جمع کر کے تجہیز و تکفین کے لئے اپنے گھر طلب کیا جب لوگ آ گئے دیکھا کہ فوت ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بھی تجہیز و تکفین کا ارادہ کیا کہ اتنے میں سیّد مذکور اُٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ ابھی نہیں مرنا پھر دیکھا جائے گا۔ حاضرین حیران ہو گئے اور اپنے گھر چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اُسی طرح فوت ہو گئے اور ان کی لڑکیاں رونے لگیں۔ شہر کے لوگ جمع ہو گئے مگر پھر زندہ ہو گئے۔ بیٹھ گئے اور کہنے لگے پھر مریں گے ابھی نہیں جب چند بار اسی طرح کیا تو لڑکیاں کہنے لگیں آپ تو مسخری کرتے ہیں فوت نہیں ہوتے۔ کہا مسخری نہیں کرتا مگر میرے مرشد نے مجھے مرنا اور پھر زندہ ہونا سکھا دیا ہے۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) کہتا ہے کہ یہ مرنا حضرت جامیؒ کے مرنے کی مثل تھا کہ وہ فرماتے ہیں ؎

یک بار میرد ہر کسے بیچارہ جامیؒ بار بار

میاں غلام فخرالدین صاحبؒ بن حضرت خواجہ محمودؒ بن حضرت نور احمد صاحبؒ بن حضرت قبلۂ عالمؒ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ سابو نام ایک جٹی تھی کہ حضرتؒ کی بھینسوں کو چراتی تھی۔ ایک دن قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کرنے لگی کہ مجھے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیں۔ فرمایا وقت پر موقوف ہے ذرہ صبر کر۔ چند روز کے بعد پھر عرض کرنے لگی۔ پھر وہی جواب ملا۔ اسی طرح چند بار سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ آخر بداعتقاد ہو کر مہار شریف سے روانہ ہو گئی۔ اور شہر فرید کا راستہ لیا۔ راستہ میں ایک شخص میاں محمد اعظم تھا جو حضرت قبلۂ عالمؒ کا بااعتقاد مرید تھا اور وہ قوم چنڈال سے تھا۔ اُس سے راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ پوچھنے لگے کہ سابو کہاں

جارہی ہو۔ کہا کہ میاں اللہ یار جیوٹانوئیؒ کی خدمت میں جارہی ہوں جو شہر فرید میں رہتا ہے۔ اس کے پاس ایک حاجت لے جارہی ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں بڑی مدت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں رہتی تھی اور ان کی بھینسیں چراتی تھی اور دیگر تمام خدمات سرانجام دیتی تھی اس امید پر کہ مجھے وہ زیارت کرادیں گے مگر میری حاجت اُن سے پوری نہیں ہوئی۔ اب اُن کی اجازت کے بغیر روانہ ہوگئی ہوں۔ تاکہ اپنی حاجت اللہ یار جی کے سامنے پیش کروں اور اب وہیں رہوں گی۔ میاں محمد اعظم نے کہا اسے بے وقوف اتنے بڑے دروازہ کو چھوڑ کر اُس کے پاس جارہی ہے اور حالت یہ ہے کہ قبلۂ عالمؒ کے غلاموں کو اللہ تعالےٰ نے یہ رتبہ دیا ہے کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کریں۔ اور تیرے مقصود کو پہنچائیں۔ اللہ یار کے پاس نہ جا۔ کل میرے پاس میرے کنوئیں پر آ تاکہ تیرا مقصود حاصل ہوجائے۔ وہ عورت دوسرے دن اُن کے پاس کنوئیں پر گئی اور اپنا مدّعا بیان کیا۔ محمد اعظم نے کہا کہ آ۔ اِس لکڑی پر بیٹھ جا جہاں میں بیٹھ کر بیلوں کو اور رہٹ کو چلاتا ہوں۔ اور میرے بیلوں کو ہانک اور اپنے چہرہ پر چادر ڈال لے۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور ہوا یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں داخل ہوگئی۔ اور اُسے سعادتِ دارین حاصل ہوگئی۔ صاحبزادہ مذکور فرماتے تھے کہ یہ محمد اعظم چنڈال حضرت قبلۂ عالمؒ کا مرید تھا اور اُس نے ساتو کو ایک لحظہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کردیا۔ یہ شخص قوم جٹ سے تھا اور صرف ایک سال حضرت قبلۂ عالمؒ کو وضو کرانے اور لوٹا بھرنے کی خدمت کی تھی۔ بعد ازاں حضرت قبلۂ عالمؒ کی اجازت سے ایک کنوئیں پر رہتا تھا۔ کھیتی باڑی کرتا تھا۔ حق تعالےٰ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی ایک سال کی خدمت کے بدلہ میں اُسے اس مرتبہ پر پہنچادیا کہ لوگوں کو رسول اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کرتا تھا۔ اُس بزرگ کا کیا حال و مقام ہوگا کہ جو سالہاسال حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں رہا۔ ریاضت و مجاہدہ کیا اور حضرتؒ کی صحبت میں رہ کر مرتبۂ خلافت پر پہنچا۔

منقول ہے کہ جب حضرت مولانا فخر الدینؒ کی توجہ اور محبت حضرت قبلۂ عالمؒ کے ساتھ زیادہ ہوگئی تو شہر دہلی میں مشہور ہوگیا۔ کہ مولانا صاحبؒ کو مولوی نور محمد صاحبؒ سے بہت زیادہ

محبت وعشق ہوگیا ہے۔ مولانا صاحبؒ سے مریدوں میں سے ایک عورت بڑے اعلےٰ خاندان سے تھی۔ اسے شوق ہُوا کہ مَیں بھی قبلۂ عالمؒ کی زیارت کروں۔ یہاں تک کہ ایک دن مولانا صاحبؒ کے تمام دوستوں کی دعوت کی۔ دعوت میں قبلۂ عالمؒ بھی بیٹھے تھے۔ جب کھانا سامنے لایا گیا اور ہر شخص کھانے میں مصروف ہوگیا تو وہ عورت اندرون خانہ سے کھڑکی کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی جب اُس کی نظر خواجہ نور محمد صاحبؒ پر پڑی تو دیکھا سیاہ فام ہیں اور حُسن ظاہری نہیں رکھتے دل میں کہنے لگی کہ حضرت مولانا صاحبؒ اس صورت پر عاشق ہوگئے ہیں۔ میں سمجھی تھی کہ کوئی حسین وجمیل صورت ہوگی۔ اِس خطرہ کا آنا تھا کہ حق تعالےٰ نے قبلۂ عالمؒ کو کشف سے معلوم کرادیا۔ فرمانے لگے مائی صاحبہ جس صورت پر حضرت مولانا صاحبؒ عاشق ہیں وہ میری دوسری صورت ہے۔ میری اس ظاہری صورت پر عاشق نہیں ہیں۔ وہ عورت شرمندہ ہوئی اور آپ کے کشفِ قلوب سے حیران رہ گئی۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ نقل بارہا معتبر پیر بھائیوں سے سُنی ہے۔ اِس سال کہ ۱۲۷۷ھ ہے۔ حضرت صاحبزادہ جناب غلام نظام الدینؒ صاحب بن حضرت میاں کالے صاحبؒ بن حضرت مولوی قطب الدین صاحبؒ بن حضرت مولانا صاحبؒ جب سنگھڑ شریف میں حضرت غوث زمانؒ کے عرس پر تشریف لائے۔ تو فقیر نجم الدین بھی حاضر تھا۔ جب انہوں نے یہ واقعہ اس کتاب میں دیکھا تو فرمانے لگے۔ کہ مَیں نے اپنے والدؒ سے اس طرح سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مرزا آغا محمدی بیگ نام سکنہ دہلی حضرت مولانا صاحبؒ کے مریدوں سے تھا۔ جب وہ مرید ہوا اور دوسرے اس کے اہلِ خانہ مرید ہوئے تو وہ اپنی بیٹی جمیلہ خانم کو جو ابھی بچی تھی، مولانا صاحبؒ کے قریب لایا اور کہنے لگا کہ حضور اسے بھی مرید کرلیں۔ مولانا صاحبؒ نے اپنا دستِ مبارک اِس کے سر پر رکھا اور فرمایا یہ بھی میرے مریدوں میں سے ہے۔ پس ہاتھ رکھنے کی برکت سے اتنی نیک بخت ہوگئی کہ بیان میں نہیں آتا نیز اسے حضرت مولانا صاحبؒ سے اس قدر محبت ہوگئی کہ جب اس کے سامنے حضرت مولانا صاحبؒ کا نام لیا جاتا تھا یا وہ خود حضرت مولانا صاحبؒ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرتی تھی تو اُس کی آنکھوں سے نہر کی طرح پانی جاری ہوجاتا تھا۔ اُس نے شادی بھی نہیں کی تھی۔ تمام عمر مجرّد رہی اور یادِ خدا میں اور محنت و مجاہدہ میں گزاری۔ صاحبزادہ صاحبؒ ممدوح

فرماتے تھے کہ میں نے بھی اُسے دیکھا ہے۔ الغرض وہ کہتی ہے کہ مولانا صاحب کی عادت تھی کہ جب اِن کے خلیفۂ خاص خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کو وطن جانے کی اجازت دیتے تو اس سے قبل چند روز اپنے دہلی کے مریدوں اور امیروں کو کہتے کہ میاں صاحب اب وطن جانے والے ہیں۔ پس ہر شخص مولانا صاحبؒ کی دعوت کرتا۔ اور نذر و نیاز دیتا تھا۔ چنانچہ کئی سو روپے فتوح و نذر کے آپ کے پاس آجاتے تھے۔ جمیلہ بیگم کہتی ہیں جب آپ کی دعوت کی باری ہمارے گھر آئی اور قبلہ عالمؒ ہمارے گھر تشریف لائے تو میں چلمن کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔ جب قبلہ عالمؒ کی صورت دیکھی کہ سیاہ فام ہیں۔ دل میں کہا کہ مولانا صاحبؒ اس سیاہ فام پر کیا عاشق ہو گئے ہیں۔ اور اِن پر اتنی توجہ فرمائی ہے کہ تمام نعمت بخش دی ہے۔ اِس خطرہ کا دل میں آنا تھا کہ قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ مولانا صاحبؒ کا کرم اور اِن کی محبت میری اِس ظاہری صورت پر نہیں ہے۔ وہ صورت دوسری ہے کہ جس پر مولانا صاحبؒ عاشق ہوئے ہیں۔ کیا دیکھتی ہوں کہ یکایک حضرت قبلہ عالمؒ کی صورت بدل گئی کہ اِن کے چہرۂ مبارک کے نورانی شعاعوں نے ہمارے گھر کو روشن کر دیا چہرہ ایسا حسین و زیبا دکھائی دیا۔ کہ اُن کے چہرۂ مبارک کو دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ میں نے اِس خطرہ سے توبہ کی۔

منقول ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے مرید اور خلفاء بے شمار تھے مگر جو توجہ خاص صرف حضرت قبلۂ عالمؒ پر تھی وہ دوسروں پر نہ تھی جس روز کہ آپ کو نعمت و خلافت بخشی پھر اس روز کے بعد جو کوئی بھی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں طلب خدا کے لئے آتا اُسے قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بھیجتے اور یہ دوہرہ ہندی اکثر پڑھتے تھے۔

سو تن مٹکے من جہیر تا سرت بلوؤں بار ۔ مکھن پنجابی لیگیا چھاچھ پیّو سنسار

چنانچہ اس دوہرہ کے مطابق نواب غازی خانؒ نے اپنی مثنوی میں قبلۂ عالمؒ کا ذکر لکھا ہے۔

شیخ در حقِ او چنیں فرمود   کیں ز ما ہر چہ بودہ است بلود
نیز ارشادِ زاں شہِ دین است   کایں زماں قطبِ وقت خود بود است
ہم بگفتا کزیں جہاں آرا   شدہ امیدِ مغفرت ما را

اور نواب مذکور کی کتاب اسما الابرار میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے خلیفہ جناب

ضیاء الدین صاحبؒ جے پوری فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم حضرت مولانا صاحبؒ کے مریدوں نے محنت و مجاہدہ سے نعمت حاصل کی مگر حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنی نعمتِ خاص خواجہ نور محمد مہارویؒ کو از خود عطا کی اور وہی حضرت مولانا صاحبؒ کے قائم مقام ہیں۔

منقول ہے کہ نواب نظام الملک غازی الدین خانؒ بادشاہِ دہلی کے وزیر تھے اور جیّد عالم تھے۔ جب علی گوہر بادشاہ سے بے ادبی کی تو بادشاہ اُن سے سخت ناراض ہو گیا۔ نواب مذکور دہلی سے ملک بدر ہو کر جگہ جگہ سرگرداں تھے۔ تو کسی جگہ انہیں قرار نہ آتا تھا۔ اور کوئی انہیں اپنے پاس رہنے نہیں دیتا تھا۔ یعنی اپنی جان کے خوف سے۔ نواب مذکور چھپتے پھرتے تھے۔ حتیٰ کہ مکّہ معظمہ پہنچے اور زیارت مدینہ منوّرہ کی۔ مگر وہاں بھی نہ ٹھہر سکے۔ اور نواب مذکور حضرت مولانا صاحبؒ کے مرید تھے۔ اور اُن کے صاحبِ مجاز بھی تھے اور لقب نظام الملک تھا۔ انہوں نے اپنے اشعار میں بھی اپنا تخلص نظامؔ کیا ہے چنانچہ یہ اُن کا دوہرہ ہے:

؎ مکہ مدینہ جائیکر کیا طواف نظام | سیس نوا یا فخر کو لے اوسکا نام
سکل سسٹے مین کرت ہیں بسم اللہ کر کام | ہمکو بسم اللہ ہیوہ فخر تمہارو نام

جب دیکھا کہ حرم شریف میں بھی قیام ممکن نظر نہیں آتا اور لوگ تلاش میں ہیں۔ اور وہاں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تقصیر معاف نہیں ہوتی تو آخر کار مہار شریف میں حضرت قبلۂ عالمؒ جو ان کے پیر بھائی تھے کی خدمت میں آکر قیام کیا۔ حضرتؒ نے اُن کی پوری تشفّی کی اور پوری توجہ فرمائی۔ اپنی صحبت میں رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کی صحبت کی برکت سے اور آپ کی توجہ سے واصلانِ حق میں سے ہو گئے۔ لوگوں کو مرید کرنے لگے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ سے بھی خلافت پائی۔ اور ان کے محرمِ راز بن گئے۔ ان کی بیشمار تصانیف ہیں۔ مثل رسالہ اسماء الابرار۔ مثنوی وغیرہ۔ غزلیات و رباعیات کا بھی ایک دیوان ہے کہ جس میں بہت لطیف اور باذوق غزلیں ہیں۔ اِس فقیر (حاجی نجم الدینؒ) نے وہ دیوان دیکھا ہے۔ ایک غزل یہ ہے۔

دل ایست **غزل** درمہ جلوہ بیا بیا بحریم دل ہمہ جائی تو + کہ کنج این دل آشنا بمیان خانہ سوائے
تو + گل گلشنے مہ روشنی بکرشمہ برزدہ دامنی + تو عزیز جان و دل منی دل و جان دل بفدائی تو + ہر
ہمہ چو ذرہ دفتادہ ام برخ تو دیدہ کشادہ ام + ز دل ستمزدہ دادہ ام ہوس جہان بہوائے تو + دمی کان
درآمدی از درم شب شنبہ تو بردرم + ز دو خیال تو از سہ شتم باین کف پائے تو + تو نظام شاہ شہان
شدی چو از ان بفیض نظر جہان شدی + چو غلام خوش نگہان شدی تو ہمہ لب ست بہائی تو **غزل**
بیند ہمہ جا عارف آگاہ ہو اللہ + درویش ہو اللہ شہنشاہ ہو اللہ + با شعشعۂ انوار جمالی و جلالے
خورشید ہو اللہ ہم ماہ ہو اللہ + چون جملہ خدا گشت تو ہم ہیچ نماندی + خواہی تو انا اللہ بگو خواہ ہو اللہ
اللہ طلبی روبروی عشق نظاما + العشق ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ

منقول ہے کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ کو حضرت مولانا صاحبؒ نے بیعت سے مشرف فرمایا اور روز بروز آپ کا کام ترقی پانے لگا۔ اور مولانا صاحبؒ سے آپ کا قرب ظاہری و باطنی دن بدن بڑھنے لگا اور حضرتؒ کی صحبتِ بابرکت سے آپ کا مبارک وجود زرِ خالص بن گیا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ رباعی۔

آہن کہ بپارس آشنا شد ۔۔۔ فی الحال بصورتِ طلا شد
خورشید نظر چو کرد بر سنگ ۔۔۔ آں سنگ لعل بے بہا شد

تو حضرت مولانا صاحبؒ کے سابقہ خدام قبلہ عالمؒ پر رشک کرنے لگے اور آپ سے ساتھ کینہ رکھنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن مولانا صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ پنجابی شخص جو آپ کی خدمت میں آیا ہے اِس کی قوم کھرل ہے۔ اِس سے قبل مرزا نام ایک شخص ہوا ہے۔ وہ اِسی کے آباؤ اجداد سے تھا یا نہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس کا ہم قوم ضرور تھا۔ وہ ایک صاحب جمال عورت جس کا نام صاحباں تھا جو قوم سیال سے تھی۔ اور جھنگ سیالاں کے ایک زمیندار کی لڑکی تھی (وہ جھنگ جہاں پر رانجھا بھی ہوئے ہیں) اُسے اپنے ساتھ ورغلا کر لے گیا تھا۔ سیالوں کی فوج نے پیچھا کیا۔ اور ساندل کے جنگل میں اسے قتل کر دیا یہ نور محمدؐ اُسی

قوم سے ہیں ۔ ان کا آپ کی خدمتِ عالی میں رہنا مناسب نہیں ہے ۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ "مرزا کھرل نے تو صرف ایک عورت یعنی صاحباں کو اپنے عشق میں مبتلا کیا تھا اور اپنے ساتھ لے گیا تھا ۔ انشاء اللہ تعالےٰ ہمارا یہ پنجابی بے شمار لوگوں کو اپنے عشق میں مبتلا کرے گا ۔ اور اپنے ساتھ لے جائے گا ۔" خادموں نے جب یہ شفقت آمیز گفتگو سُنی تو شرمندگی سے سر گریبان میں ڈالے ۔ آخر وہی ہوا کہ حق تعالےٰ نے قبلہ عالمؒ کو ایسے مقام پر پہنچایا ۔ کہ آپ نہ صرف وارثِ نعمت ہوئے بلکہ حضرت مولانا صاحبؒ کے عین وجود کے بھی وارث ہوئے ۔ اور پنجاب و ہندوستان کی ہزارہا مخلوق کو اپنے عشق میں مبتلا کیا ۔ نیز مولانا صاحبؒ نے آپ کے حق میں فرمایا تھا ۔ "کہ اگر یہ پنجابی میرے پاس نہ آتا تو مَیں اِس دُنیا سے اپنے ارمان اپنے دِل میں ہی لے کر چلا جاتا ۔"

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا ، اُس وظیفۂ درود کے لئے کہ جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل ہو جائیں ۔

منقول ہے کہ ایک مکتوب حضرت قبلۂ عالمؒ نے اپنی والدہ محترمہ کے کہنے پر حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں لکھا تھا کہ والدہ صاحبہ کی دلی آرزو ہے کہ آپ ایک ایسا درودِ شریف عطا فرمائیں جس سے وہ مجلس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہو جائیں ۔ حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدین دہلویؒ نے اِس عریضہ کے جواب میں یہ نامۂ مبارک آپ کی طرف ارسال کیا ،

حضرت مولانا صاحبؒ کا مکتوبِ گرامی

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ۔ اپنے تمام دوستوں اور محبین خاص اور ان کے سلوک کے بارے تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں ۔ کہ صحبت کا اثر آدمی پر بڑا گہرا ہوتا ہے ۔ لہٰذا تنگ نظر لوگوں کی صحبت سے پرہیز کی جائے ۔ بلکہ ہونا یہ

چاہیئے کہ آپ کی صحبت کا اثر ان پر رونما ہو اور انہیں ہلاکت کے گڑھے سے باہر نکال لائیں ۔ آپ سے اگر کوئی ایک شخص بھی خدا کا نام سیکھ جائے تو آپ کا یہ عمل لازمی عبادات سے بھی افضل ہے ۔

بے چارہ محمد اکبر بڑی تکلیف اٹھا کر یہاں آیا ہے اور دوبار آپ کے مکتوب گرامی مجھ تک پہنچائے ہیں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مشقت کی جزائے خیر عطا فرمائے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۔

براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں کہ کیا آپ نے "سماع" سننا قطعی طور پر ختم کر دیا ہے یا کبھی کبھار سازوں کے بغیر سن لیا کرتے ہیں ؟

مریدوں پر "توجہ" کے عمل کو سرگرمی سے جاری رکھیں ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ احباب کے ہمراہ "مراقبہ" ضرور کیا کریں ۔ اور اس میں آپ کی نیت یہ ہونی چاہیئے کہ آپ کی روحانی حرارت کا اثر ان تک جا پہنچے ۔ واضح رہے کہ جس قدر تابعداری ایک مرید کر سکتا ہے ایسی تابعداری ایک شاگرد نہیں کر سکتا ۔ یہ قانون قدرت ازل سے چلا آ رہا ہے اور اس قانون کو اسی طرح آگے چلتے رہنا چاہیئے ۔

میں اپنے متعلق بھلا کیا لکھوں ۔ میرے تو قال میں بھی ضعف ہے ۔ میں "حال" کے بارے میں کیا عرض کر سکتا ہوں ۔ البتہ کسی صاحب حال کی دعا سے درگاہ ایزدی سے امیدوار ہوں ؏ ہوائے وصل تو دارم مگر خدا برساند

(ترجمہ :- محبوب ! میں تیرے وصل کی آرزو رکھتا ہوں ممکن ہے خدا مجھے تم تک پہنچا دے)

حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے وہ درود شریف جو اکسیر ہے لکھا جاتا ہے ۔

پڑھنے کا طریقہ ۔ فجر کی نماز اول وقت یعنی ابھی اندھیرا ہو پڑھ لی جائے ۔ نماز فجر کے فوراً بعد مندرجہ ذیل درود شریف ایک ہی جلسہ میں وقت اشراق تک بغیر کسی مقررہ تعداد کے پڑھا جائے ۔ اس طرح کی نشست ایک دن کی جائے اگر مقصد پورا نہ ہو تو دوسرے دن اور ضرورت پڑے تو تیسرے دن بھی ایسی نشست کی جائے ۔ اور

یہ طریقہ اپنی والدہ محترمہ کو بھی ضرور بتلا دینا۔

درود شریف:۔ اس نشست میں جو درود شریف پڑھنا ہے اس کے الفاظ یوں ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کُلِّھِمْ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ۔

یہ خیال رہے کہ" بارِک وَسَلِّمْ" سے پہلے واؤ نہیں پڑھنی۔ یعنی وَ بارِک وَسَلِّم" نہیں پڑھنا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ و تبارک اپنے رسول برحق کے طفیل آپ کے ایام زندگی اس طرح عمدہ گذارے کہ آپ اس اللہ کی ذات کا شکر اور تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ خدا آپ جیسے محب صادق کو اپنے فیوضات سے نوازے اور آپ کو جلوت و خلوت میں حقیقتِ خداوندی اور حقیقتِ نبوی کی تابعداری کی توفیق عطا فرماتے ہوئے آپ کو درجہ کمال پر سرفراز فرمائے۔

آپ نے اپنے مکتوب میں عالم برزخ میں ترقی کے متعلق بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ حسب الحکم میں وہ بھی لکھ رہا ہوں اگرچہ میں نے اس موضوع پر پہلے کبھی بھی قلم اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ سالک کو چاہیئے کہ اولاً وہ مدینہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہو کر مؤدب بیٹھ جائے۔ اپنے شعور کی تمام تر توجہات کو فقط اسی مرکز پر مرکوز کر دے۔ پھر مدینہ منورہ سے اپنی توجہ کو دیواروں اور چھت پر مشتمل اس عمارت پر مرتکز کر دے جہاں حضور اقدس کا جسم اطہر آرام فرما ہے۔ پھر روضہ پاک سے خواب گاہ و آرام گاہ و مرقد مبارکہ کی جانب توجہ مرکوز کرے اس کے بعد آرام گاہ سے جسدِ اطہر و اقدس کی جانب ہمہ تن متوجہ اور مشغول ہو جائے اور پھر یہ درود شریف پڑھے :"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ"

پہلے سانس اپنے اندر روک لے اور اس دوران اکیس بار یہ درود شریف پڑھے پھر دوسری بار روکے حتیٰ کہ اس طرح نو بار سانس روکنے کا یہ عمل کرے۔ یہ تو پڑھنے کا ایک طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور اپنے جسم کے نور کو جدا کر کے اپنے شیخ کے جسم کے نور میں فنا کر دینے کا تصور باندھے اور اس دوران ایک لاکھ بار مندرجہ بالا درود پڑھے۔

اسی سلسلہ میں ایک مبارک عمل یہ بھی ہے کہ یا احمد کہہ کر اپنے بائیں پہلو ضرب لگائے اور یا محمد کہہ کر دائیں پہلو ضرب لگائے۔ اور دل میں "یا رسول اللہ" کی ضرب لگائے اور ایک ضرب اسم ذات یعنی "یا اللہ" کی بھی لگائے۔ والسلام والاکرام۔ یہ میاں محمد اکبر اگرچہ غریب آدمی ہے لیکن ایک سچا محب ہے۔ اس نے آپ کی بھی بے پناہ خدمت کی ہوگی۔ آپ اسے اپنی خدمت سے زیادہ سے زیادہ مستفیض کیا کریں۔ کیونکہ یہ آپ کے ساتھ بے حد خلوص اور عقیدت رکھتا ہے آپ اگر مندرجہ بالا دونوں "عمل" یعنی وظیفے کسی شخص کو بتلانا چاہیں تو میری طرف سے بالکل اجازت ہے۔ فقط

کاتب الحروف حاجی نجم الدینؒ کہتا ہے کہ وہ خط جو حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنے خلفاء مولانا ضیاء الدین صاحب جے پوریؒ اور شیخ نجیب الدینؒ کو لکھا تھا تبرکاً یہاں درج کیا جاتا ہے اور وہ ذکر یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنے دونوں دوستوں مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ اور نجیب الدینؒ کو حکم دیا کہ تم حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مزار پر فتح پور سیکری میں چند روز مشغول رہو۔ ایک دن دونوں بزرگ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مزارِ مبارک پر مشغول بیٹھے تھے کہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ اپنے مرقد سے باہر آئے اور ان سے پوچھا کہ تم کون سے شغل میں مشغول ہو عرض کیا کہ اسم الّا ھُو کو پاس انفاس میں ذکر کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اس ذکر میں الّا ھُو کی جگہ اللہ ھُو ذکر کرو۔ انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا صاحبؒ کو لکھا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اس کے جواب میں خط لکھ کر

بھیجا جس کی عبارت یہ ہے :

مکتوبِ گرامی حضرت مولانا صاحب رح

اے برادر سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ نظامیہ میں خود کو خود پکڑ کر بیٹھنا اور اپنے آپ سے لذت حاصل کرنا ہے۔ قطرہ قطرہ ہے اور دریا دریا بندہ بندہ ہے جب تک کہ اپنے آپ کو خدا نہیں سمجھتا۔ آجاؤ کہ تمہارا کام ہو گیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

خلاصۃ الفوائد میں مولوی محمد عمر سید پوری کہ جو حضرت خواجہ نور محمد صاحب رح کے خلیفہ مولوی نور محمد صاحب رح ناروالہ کے یاروں ہی سے تھے۔ لکھتے ہیں کہ ایک رات حضرت خواجہ نور محمد صاحب رح نے فرمایا کہ میں جب دہلی گیا تو مدرسہ کے حوض کے کنارہ پر رات کو سو رہا تھا۔ حافظ میاں محمد اصلح نام (محمد صالح) ساکن بھیرہ خوشاب نے بھی اپنی چارپائی مدرسہ کے حوض کے کنارہ پر میرے قریب ڈالی ہوئی تھی۔ اور کبھی کبھی اپنی خوردہ روٹی کا کوئی ٹکڑہ مجھے دے دیتا تھا۔ میری طبیعت ان دنوں پریشان و متفکر تھی کبھی خیال کرتا تھا کہ دکن کی طرف چلا جاؤں اور کبھی مدینہ منورہ کا عزم کرتا تھا کہ حاجیوں کے ساتھ چلا جاؤں ایک رات حافظ مذکور نے مجھ سے پوچھا کہ اے فلاں کیوں اتنے غمگین رہتے ہو۔ میں نے کہا کہ میرے شفیق و رفیق استاد واپس وطن چلے گئے ہیں۔ اپنی تعلیم کے لئے فکر مند ہوں۔ حافظ موصوف نے کہا کہ چند دن ہوئے کہ بہت اچھے بزرگ عالم اور پیرزادہ دکن سے آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی طالب علم پڑھنا چاہے تو میں پڑھاؤں گا۔ پس میں نے ان کی یہ بات دل میں رکھی۔ قلندر بخش نام ایک شخص ہمیشہ میرے پاس آیا کرتا تھا اور کافیہ (علم نحو کی کتاب) کی دہرائی کرتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے گزارہ کرتے ہو۔ اس نے کہا ایک فاضل پیرزادہ دکن سے آیا ہے جو مثلِ آفتاب کے ہے وہی مجھے کھانے پینے کے لئے پیسے دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ خاص رقم مقرر نہیں مگر ہمیشہ لیتے جاؤ۔ میں نے کہا کہ کل ہم اکٹھے ان کی مبارک خدمت میں چلیں گے۔ خیر اگلے دن صبح

ہم دونوں اُن کی خدمت میں گئے۔ جب حویلی کے نزدیک پہنچے تو خوشحال نام ایک خادم حویلی کے دروازہ پر بیٹھا تھا کہنے لگا کہ خود آں جناب تو خانم بازار گئے ہیں۔ ہم دونوں واپس آگئے۔ دوسرے دن کہ میں راہ سے واقف تھا ظہر کے وقت تنہا اُن کی خدمت میں گیا۔ جب حویلی کے دروازہ پر پہنچا ایک دربان بیٹھا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ نامحرم ہوں کیسے جاؤں لیکن لوگ آجا رہے تھے۔ ہم بھی آگے گئے۔ حویلی کے اندر دروازہ اور دروازہ کے مقابل ایک دالان تھا۔ کہ اس دالان میں خود بدولت حضرت مولانا فخرالدینؒ تخت پوش پر، کہ سفید چاندنی اس پر بچھی تھی بڑا گاؤ تکیہ رکھے تشریف فرما تھے اور میرا تمام انگرکھا گندہ تھا اور ایک چادر تھی اور میرے سر کے بال بھی بڑے تھے۔ میں نے اپنا حال دیکھا اور متفکر ہوا میرے دل میں خیال آیا کہ خدا کرے اس بزرگ پیرزادہ کے پاس میرے پڑھنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ چوں کہ بندہ دروازہ کے مقابل کھڑا تھا حضرت مولانا صاحبؒ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ بندہ کو آگے طلب کیا جب نزدیک گیا خود اُٹھے اور تخت پوش سے اتر کر بڑی تعظیم کے ساتھ فقیر سے معانقہ کیا کہ گویا ہم یارانِ قدیم ہیں۔ اور مدت سے جدا تھے۔ کہ اب ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے ہیں۔ پھر فقیر کا ہاتھ پکڑا تخت پر اپنے پاس بٹھا لیا اور میرا حال پوچھا کہ کون سا وطن ہے۔ میں نے کہا کہ پاکپتن کے قریب فرمایا باباصاحبؒ کی اولاد سے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ لیکن صرف پاکپتن کا نام سن کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا اس جگہ کیسے آئے ہو۔ عرض کیا کہ میں نے سنا ہے حضور تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا میں بھی امیدوار آیا ہوں پوچھا پہلے کہاں پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا میاں برخوردار جیو کے پاس۔ فرمایا ہمارا پڑھانا مدت سے موقوف ہے اس لئے بہتر ہے کہ ابھی تم انہیں سے اسباق پڑھو۔ اور پھر یہاں آ کر تکرار کر لیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اور اُن کے مکان کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ آمد و رفت میں بہت وقت ضائع ہو گا مسکرا کر یہ شعر پڑھا۔ ؎

ما برائے وصل کردن آمدیم — نہ برائے فصل کردن آمدیم

فرمایا پھر میرے پاس ہی پڑھو۔ اور بڑی نوازش فرما کر مجھے پڑھانا شروع کیا سبحان اللہ

علم کا سمندر تھے۔ چند دنوں کے بعد فرمایا کہ ہم حضرت خواجہ صاحبؒ (حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ) کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ چار پانچ دن اب تم آنے کی تکلیف نہ کرنا وہیں سبق پڑھتے رہنا۔ بندہ نے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت فرما دی قلندر بخش نے بھی مجھے کہا کہ میں کافیہ کا سبق آپ سے لوں گا۔ لہٰذا ساتھ جاؤں گا۔ القصہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے مزار شریف سے مشرف ہوئے اور حضرت مولانا صاحبؒ دہلی کی طرف واپس لوٹنے لگے تو میں نے عرض کی کہ میں چند دن یہاں مزار شریف کی زیارت کے لئے رہوں گا۔ اور اس سے پہلے بھی جب کبھی حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت کے لئے گیا۔ دل چاہتا رہا کہ یہیں رہنا چاہیئے۔ اور ان دنوں بھی میری طبیعت میں کچھ دیوانگی سی تھی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ پھر تمہارے یارانِ درس مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس لئے فی الحال میرے ہمراہ آجاؤ البتہ پھر کسی وقت دوستوں سے اجازت لے کر چند روز یہاں رہ جانا۔ بندہ نے پھر رخصت طلب کی کہ صرف چند دن رہوں گا۔ آپ نے مہربانی فرمائی اور اجازت دے دی خرچ کے لئے بھی کچھ عنایت فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے داروغۂ لنگر میاں نور اللہ تھے۔ اور ان دنوں حضرت خواجہؒ صاحب کے لنگر میں کھچڑی پکتی تھی۔ داروغہ مذکور کو آپ نے فرمایا کہ ہمارا یہ درویش چند دن یہاں رہے گا۔ اس کے حصہ کی لنگر کی کھچڑی اس کے مکان پر پہنچا دیا کریں۔ پھر حضرتؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور باہر آئے۔ چاروں یاروں کی قبر کے نزدیک بندہ نے عرض کیا کہ کوئی وظیفہ عطا فرمائیں کہ یہاں پڑھوں۔ فرمایا ہم ملّا ہیں تم ہماری بزرگی سے کہاں سے واقف ہو۔ بہر حال رات کے وقت ایک کلام بندہ کو عنایت فرمایا اور اپنے مکان کی طرف چل دیئے۔ بعد میں وہ دوست جو پڑھنے کی غرض سے میرے ہمراہ تھے، وہاں سے روانگی کے وقت میرے نزدیک آئے اور بہت بحث کرنے لگے کہ تو چلّہ دار ہو گیا ہے اور ہم تیرے منتظر ہیں اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت و موانست رکھتے ہیں اس لئے ضرور ہمارے ساتھ آؤ کہ ہم تیرے بغیر اداس ہیں بہر حال اِن کی خواہش کے مطابق لاچار دوستوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب حضرت

مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے اپنے مبارک کندھوں سے سفید دوپٹہ اتارا اور مجھے عطا کیا اور فرمایا کہ دیکھ لو تمہارے دوستوں نے تمہیں وہاں ٹھہرنے نہیں دیا۔ اور یہ بات ہم نے پہلے کہہ دی تھی۔

ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ آپ دہلی میں حضرت مولاناؒ صاحب کی خدمت میں کب تک مشرف رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولاناؒ صاحب اوّل اوّل جب دہلی میں تشریف لائے۔ اور ابھی آپ کی تشریف آوری کو چھ ماہ کے قریب ہوئے تھے کہ رمضان شریف سے دو ماہ قبل حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے عرس کے روز بندہ نے آپ کی خدمت عالیہ میں بیعت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت مولاناؒ صاحب ۱۲ تاریخ ماہ ذیعقدہ کو اپنے والد صوری و معنوی حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کا عرس مبارک کر کے ۱۴ ذیقعد کو پاکپتن شریف کے لئے روانہ ہوئے۔

پانی پت میں چار رات رہے۔ وہاں سے لاہور تشریف لائے۔ آٹھ دن لاہور میں قیام کیا۔ اس کے بعد پاکپتن کی طرف روانہ ہوئے۔ منزل بمنزل بلا وقفہ روانہ رہے یہاں تک کہ تمام ماہ ذوالحجہ راستہ میں گذر گیا۔ اور جب موضع ملکہ میں ورود کیا تو وہی رات ماہ محرم کی پہلی رات تھی۔ حضرت مولاناؒ صاحب صبح کے وقت پا برہنہ پاکپتن جاکر محفل سماع میں شامل ہو گئے۔ ہم جو پیچھے رہ گئے تھے آپ کی تلاش میں اچھی رفتار سے چلے مگر حضرت مولانا صاحبؒ تک نہ پہنچ سکے۔ پس حضرتؒ دو ماہ گیارہ دن پاکپتن شریف میں مقیم رہے۔ اور دہلی طرف واپس لوٹے۔ بندہ بھی نو ۹ ماہ آٹھ دن دہلی جاکر آپ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ اور چند ماہ اپنے وطن آکر پھر جاکر رہا۔ اس طرح بہت سی مدت حضرت مولاناؒ صاحب کی خدمت میں گزاری۔ اور حضرتؒ کے دہلی میں ورود کے وقت سب سے پہلے بندہ ہی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت سے متوسل ہوا۔ یعنی اوّل اوّل جس نے حضرت مولاناؒ صاحب سے دہلی میں بیعت کی۔ میں تھا۔ حافظ جمال الدین ملتانیؒ نے جو کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے خلفاء سے تھے۔ جناب عالی میں عرض کی کہ حضرت مولاناؒ صاحب سے بیعت کئے کتنا عرصہ گذر گیا ہے۔ فرمایا

۲۴ برس اور یہ بات آپ نے ۱۱۹۹ھ میں فرمائی تھی۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ کا وصال ۲ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو ہوا تھا۔

منقول ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے والد اور پیر و مرشد حضرت اورنگ آبادیؒ کا وصال ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ کو ہوا۔ نواب غازی الدین خاںؒ نے حضرت اورنگ آبادیؒ کی تاریخ وصال کو اپنی مثنوی میں اِن اشعار میں لکھا ہے۔

شد ز ذیقعدہ تا دوازدہم — آں قمر شد مودع از انجم

سالِ ہجرت زمان رحلت او — یک ہزار است و یک صد و چہل دو

حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنے احوال کو چھپانے کے لئے کچھ عرصہ سپاہگری کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد اپنے والد کے خلیفہ اعظم خواجہ کامگار خاںؒ کی نصیحت پر سپاہگری کا پیشہ ترک کر کے خانقاہ میں اپنے والد کے سجادہ مشیخت پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد اشارہ غیبی ملا کہ دہلی چلے جائیں مگر اپنے والد کے حکم کے منتظر تھے کہ اِن کے والد حضرت شیخ نظام الدینؒ کے روضہ مبارک سے اس شعر سے اشارہ ہوا۔

؎ شہ اقلیم فقرم بیخودی تخت رواں من — نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمیندارم

پس اس اشارہ کو حکم سمجھا اور ۱۱۶۵ھ میں دہلی پہنچ گئے چنانچہ نواب غازی الدین خاںؒ نے دہلی میں آپ کی آمد کا سن کر اپنی مثنوی میں لکھا ہے۔ اشعار:۔

؎ بود سالے کہ فرخ و میموں — شصت و پنج و ہزار صد افزوں

فخر دیں با قدوم سعد و سعید — دہلی کہنہ را نوا بخشید

کرد آں مرد حق درو چو وطن — گشت دہلی چو چشم ما روشن

پس چھ ماہ کے بعد اسی سن مذکور میں ۱۴ ذیقعد کو پاکپتن روانہ ہوئے اور قبلہ عالمؒ آپ کے ہمراہ تھے اور یہی سن قبلہ عالمؒ کی بیعت کا ہے یعنی سن ۱۱۶۵ھ میں آپ حضرت مولانا صاحبؒ کے مرید ہوئے۔ یعنی مولانا صاحبؒ کی دہلی میں تشریف آوری کے بعد پاکپتن روانہ ہونے سے قبل اور ماہ رمضان شریف سے دو ماہ قبل حضرت سلطان التارکین سلطان المشائخؒ کے عرس کے دن قبلہ عالمؒ مرید ہوئے۔

اسی سلسلہ میں ایک دن قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ جب بندہ بیعت کے لئے حضرت مولاناؒ صاحب سے عرض کی تو فرمایا پہلے استخارہ کرو۔ اس کے بعد اشارہ کے مطابق جیسا کہ تجھے معلوم ہوگا عمل کروں گا کہ یہی دستور ہے۔ جب حکم کے مطابق رات کے وقت ورد پڑھ کر سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بنے پکے ہوئے کھانے کا طبق میرے ہاتھ میں دیا اور حضرت مولانا صاحبؒ کا جبہ میری گردن میں ڈال دیا اور خود حضرت مولانا صاحبؒ آگے آگے جا رہے ہیں اور بندہ حضرت مولانا صاحبؒ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ جب صبح ہوئی تو مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گیا۔ فرمایا رات کے استخارہ کی حقیقت بیان کرو۔ جو معلوم ہوا تھا عرض کر دیا۔ پس فرمایا کہ چند دن کلمہ استغفار پڑھو۔ میں نے اسے بھی چند دن پڑھا۔ اس سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ خواجہ قطب الدینؒ کے مزار کے قریب ایک قبر کے سرہانے بیٹھ کر مجھے بیعت فرمایا اور میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ چنانچہ بندہ جب دوسری مرتبہ دہلی گیا تو ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے بندہ بھی ہمراہ تھا۔ فرمایا کہ یہ جگہ یاد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور یاد ہے۔ یعنی جس جگہ مجھے بیعت کیا تھا۔ اس جگہ کی نشاندہی فرما رہے تھے۔

منقول ہے کہ ایک رات حضرت قبلہ عالمؒ حضرت مولانا صاحبؒ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کر رہے تھے آپ کے خلیفہ اعظم مولوی نور محمد صاحبؒ نارووالہ نے عرض کیا کہ یا حضرت کہ جب ہم آپ کی معیت میں حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت سے مشرف ہوئے تھے تو مولانا صاحبؒ نے آپ کے تمام دوستوں کی دلداری کے لئے جو آپ کے ہمراہ گئے تھے ایک ایک دفعہ تنہا خلوت خاص میں سب کو سرفراز کیا تھا اور کتاب سے ایک لفظ سمجھاتے ہوئے فرمایا تھا کہ یاد رکھیں کہ کسی دوسرے وقت اس کی معنی بنائے جائیں گے۔ پس بندہ رات کے وقت چراغ کی روشنی میں مطالعہ کر رہا تھا کہ حضرت مولانا صاحبؒ بندہ کے نزدیک تشریف لائے اور اسی لفظ کو یاد فرمایا اور بیٹھ گئے میاں محمد اکرم صاحب کو طلب کیا۔ پھر لفظ مذکور سمجھایا۔ عجب خلق عظیم

تھا کہ ہماری عرض کو کہتے تھے کہ کیا ارشاد ہے اور اپنے ارشاد کو کہتے تھے کہ عرض یہ ہے۔ پس حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ میرا تعلق مولانا صاحب قبلہؒ سے تقریباً ۳۵ سال رہا لیکن ابتدائے زمانہ سے لے کر اب تک جو کچھ بھی بندہ کو ارشاد فرماتے رہے یا جو بھی احوال گزرے سب سرگزشت حضرت مولانا صاحب کو یاد تھی۔ چنانچہ ابتدائے حال میں حضرت مولانا صاحبؒ نے بندہ کو ایک عمل پڑھنے کا حکم دیا تھا کہ ایک پہر یا نصف پہر اس پر صرف ہوتا تھا۔ اور میں نے بھی اس کا پڑھنا سالہا سال تک جاری رکھا اور سفر و حضر میں کبھی ناغہ نہ کیا۔ مگر کوئی اثر ظاہر نہ ہوتا تھا۔ مدت کے بعد ایک دفعہ مولانا صاحبؒ نے پوچھا کہ فلاں ورد پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں پڑھتا ہوں۔ فرمایا کہ کیا اس کے کوئی آثار و فوائد ظہور میں آئے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ اب اُسے کم پڑھا کرو۔ میں نے کہا کہ بہت خوب۔ اس دن سے میں نے اُسے کم پڑھنا شروع کر دیا۔ چند روز بعد پھر پوچھا کہ اب کوئی اثر معلوم ہوتا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ اب آئندہ اس ورد کا پڑھنا موقوف کر دو۔ میں نے موقوف کر دیا۔ پس اسے ترک کرنے سے اس ورد کے آثار ظاہر ہونے لگے بلکہ اب تک ظاہر ہو رہے ہیں۔ میں اب اسے پڑھنا چاہتا ہوں مگر میسّر نہیں آتا۔ اس ضمن میں مولوی نور محمد صاحب نارؒوالہ نے عرض کیا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے منع کرنے کی وجہ سے حضورِ عالی اِسے نہیں پڑھ سکتے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ میں پہلے پہل مہار شریف سے میاں محمد قاسم کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوا اور میں ایک بزرگ ساکن دہلی مولوی برخوردار جی صاحب سے اسی مدرسہ میں کہ اب مولانا صاحب قبلہؒ بھی اسی مدرسہ میں استقامت رکھتے ہیں۔ قطبی پڑھا کرتا تھا اور میاں برخوردار جی خوب انسان تھے اور صاحب نسبت تھے۔ چنانچہ پانچ روپیہ یومیہ انہیں غیب سے ملتے تھے سلسلہ چشتیہ میں داخل تھے اور دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے۔ یعنی آٹھ پہر کے بعد سوا پاؤ چاول اور ایک پاؤ گوشت اور ایک پاؤ آٹا اور اگر چاول نہ ملتے تو ڈیڑھ سیر آٹا گندم کا پکاتے۔ میں بھی آپ کے پاس

ہی کھاتا تھا۔ مجھے روٹی دیتے تھے اور اگر روٹی خود کھاتے تو چاول مجھے دے دیتے اور اپنے ہاتھ سے پکاتے۔ مگر ان دنوں میں پکاتا تھا۔ نیز وہاں ایک بزرگ تھے میاں فتح محمد نام۔ میں ہر روز اُن کی خدمت میں جاتا تھا۔ وہ میرے ساتھ بہت التفات کرتے تھے۔ اور پہلی مرتبہ ہی مجھے بہت دعا دی۔ اور ان کا دستور تھا کہ ہر جمعہ کی رات ختم پڑھتے تھے۔ اور بزرگوں کی فاتحہ پڑھتے وقت یہ بھی فرماتے تھے کہ اس حافظ کے حق میں بھی فاتحہ خیر پڑھیں اور مجھے حافظ کے نام سے پکارتے تھے۔

پھر مولانا صاحبؒ دکن سے دہلی تشریف لے آئے۔ پس میں نے مولانا صاحبؒ سے دہیں قطبی پڑھنی شروع کی۔ بعد میں وہ بھی رہ گئی۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنا وقت علم ظاہری میں ضائع نہ کرو۔ ضرورت کے مطابق اتنا علم ہی کافی ہے۔ تم جس علم کے لائق ہو اب اُس میں مشغول ہو جاؤ۔ پس میں نے تعمیل ارشاد کی۔

حضرت قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ ایک دن میاں فتح محمد جیو نے مجھ سے کہا کہ مولانا صاحبؒ جو دکن سے آئے ہیں اُن کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دو اور کہو کہ آپ کی زیارت کا اشتیاق ہے مگر میں ضعیف ہوں آ نہیں سکتا۔ اور وہ جوان ہیں۔ جب میں نے یہ پیغام حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچایا۔ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی خدمت میں جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ میں حضرتؒ کے ہمراہ گیا۔ بازار میں آکر کوئی میٹھی چیز ایک برتن میں نذر کے لئے خریدی اور تمام راستہ خود اٹھاتے رہے۔ جب نزدیک آئے وہ برتن میں نے اٹھالیا۔ جب اُس جگہ پہنچے۔ میاں فتح محمد جیو وضو کر رہے تھے چنانچہ دو چوکیاں پڑی تھیں ایک پر خود بیٹھے تھے اور دوسرے پر آفتابہ رکھا تھا۔ اور وضو میں مشغول تھے۔ جب مولانا صاحبؒ پہنچے۔ میاں فتح محمد صاحب اسی طرح بیٹھے رہے یہاں تک کہ وضو پورا کیا۔ اور وضو کے دوران بالکل کھڑے نہ ہوئے اور مولانا صاحبؒ بھی اُن کے برابر کھڑے رہے۔ جب میاں صاحب مذکور وضو سے کلی طور پر فارغ ہو گئے اور ہاتھ و منہ صاف کر لیا۔ تو چوکی سے نیچے اترے جوتے پہنے اور اُٹھے۔ اُس وقت مولانا صاحبؒ ادب کے ساتھ ملاقی ہوئے۔ میاں فتح محمد صاحب نے کہا کہ ہمارے ساتھ بغل گیری کر کے

ملاقات کریں۔ پس بغل گیر ہوئے اُسی وقت میاں فتح محمد جیو نے حضرت مولانا صاحبؒ کو فرمایا کہ آپ شہبازِ عشق ہیں اور مجھے آپ سے عشق کی خوشبو آتی ہے۔ پھر بیٹھ گئے اور میاں فتح محمد جیو نے کھانا حاضر کیا۔ ہر دو صاحبان نے اکٹھے کھایا اور مجھے بھی اپنے ساتھ کھلایا۔ جب مولانا صاحبؒ اپنے مکان کی طرف چلے تو میاں فتح محمد جیو نے مجھے ایک لاکھ پچیس مرتبہ درود شریف پڑھنے کا حکم دیا کہ جب اتنا پڑھ لو۔ پھر مجھے خبر دو۔ جب میں نے اتنی تعداد میں درود شریف پڑھ لیا تو اِن دنوں حضرت مولانا صاحبؒ دہلی تشریف لائے اور میاں فتح محمد اُس وقت عیال دار ہو گئے اور بادشاہ کے منصب دار بن گئے۔

حضرت مولوی محمد عمر صاحب، صاحبِ ملفوظ خلاصۃ الفوائد لکھتے ہیں کہ ایک دن بندہ نے اپنے پیر مولانا نور محمد مہاروالہؒ سے پوچھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ مہاروی ہر شخص سے جو آتا مصروفِ گفتگو ہو جاتے ہیں اور انحراف نہیں کرتے اور عوام کی عرض معروض معقول یا غیر معقول سے مکدّر نہیں ہوتے۔ قبلۂ کونین حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اِس طرح تو محض ہم عام آدمیوں کی رعایت اور فائدے کے لئے ہے اور اگر قبلۂ عالم مشیت الٰہی سے اپنی ذات مبارک کو اِس طرف مائل نہ کریں تو واللہ اعلم ہمارا کیا حال ہو۔ اور ہم حضرت کو کہاں پائیں۔

حضرت قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ میاں محکم دین جیو خوب صاحبِ شوق اور بہت بزرگ انسان تھے مگر اُن کے مزاج میں برداشت اور تحمل کم تھا کیوں کہ مجرد تھے۔ پھر فرمایا کہ پہلے پہل میں اور میاں محکم دین جیو شہر لاہور میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ اور لاہور کے کوچوں میں اکٹھے گدائی کرتے تھے میاں محکم دین عمر میں مجھ سے بڑے تھے کچھ عرصہ بعد میں پاکپتن کی طرف چلا آیا اور میاں محکم دین بھی کسی طرف چلے گئے۔ سات آٹھ سال بعد واپس آئے۔ ایک گاؤں جو شہر فرید کے قریب ہے۔ وہاں آئے اور فارسی میں کلام کرتے تھے چنانچہ دور نزدیک مشہور ہو گیا کہ ایک بزرگ غیر ملک سے آیا ہے اور مردِ درویش ہے۔ ہم بھی اس آرزو سے کہ ایک غیر ملکی درویش کی زیارت کریں،

گے۔ دیکھا کہ میاں محکم دین ہیں۔ لیکن انہوں نے بندہ کو نہ پہچانا۔ اور نہ مجھ سے التفات سے ملاقات کی۔ ہم بھی واپس آ گئے اس کے بعد بھی ایک مرتبہ کہ ہم دہلی شریف گئے اور چند بزرگ ایک دن جامع مسجد دہلی میں آثارِ مبارک پر مولود پڑھ رہے تھے اور میں بھی کھڑا تھا۔ اتنے میں میاں محکم دین جیو اسی جگہ آ گئے۔ ہم نے پہچانا۔ اور چاہا کہ ان کے حال کو پہچانیں میاں محکم دین کا ہاتھ پکڑ کر ملاقات کی۔ کہنے لگے تم کون ہو۔ میں نے کہا۔ آپ کون ہیں کہنے لگے فلاں ہوں۔ میں نے بھی کہا کہ میں فلاں ہوں۔ بہت خوش ہوئے بغل گیری کی اور کہا کہ ہم نے پہچانا نہیں تھا۔ میں نے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو۔ کہنے لگے پورب سے آیا ہوں پس تین چار روز فقیر کے پاس رہ کر پھر کہیں چلے گئے حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ محکم دین جیو خوب آدمی تھے۔ ان کی تمام زندگی ذوق میں گزری۔ مگر ان کے بعد دوستوں میں سے کوئی ان جیسا صاحب رشتہ نہ رہا۔

اسی سلسلہ میں ایک دن فرمایا کہ ہم پاکپتن سے کافی سواروں کے ساتھ اپنے مکان کی طرف آ رہے تھے راستہ میں میاں محکم دین کو دیکھا کہ پا پیادہ تنہا جا رہے تھے گرمی کا موسم تھا۔ اور بڑا گرم وقت تھا۔ ہم نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم قدرے آہستہ آؤ۔ میں تنہا گھوڑا دوڑا کر ان کے نزدیک گیا اور گھوڑے سے اتر کر میں نے کہا کہ بڑا گرم وقت ہے اس گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ کہنے لگے کہ تم پھر کس گھوڑے پر سوار ہو گے۔ میں نے کہا میرے ساتھ بہت سے گھوڑے ہیں۔ کسی ایک گھوڑے پر سوار ہو جاؤں گا۔ پس گھوڑے پر سوار ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم شہر فریب کے قریب جا رہے ہیں۔ گھوڑا واپس کیسے پہنچائیں گے۔ میں نے کہا کہ آپ اطمینان سے جائیں۔ میں اپنا آدمی بھیج کر وہاں سے منگوا لوں گا۔ پس روانہ ہو گئے۔ ہم دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر آ گئے۔ مولوی محمد عمر صاحب خلاصۃ الفوائد میں لکھتے ہیں کہ بندہ نے بہت سے معتبر افراد سے سنا ہے کہ میاں محکم دین جیو کہتے تھے کہ جس دن سے میاں صاحب یعنی حضرت قبلۂ عالمؒ نے مجھے گھوڑے پر سوار کرایا تھا۔ اس دن سے آج تک میرے پاس ہر وقت سواری کے لئے گھوڑا موجود رہتا ہے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ وضو کرتے وقت بہت خوش تھے۔ بندہ سے پوچھا کہ تمہارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ زراعت کرتے تھے، مویشی چراتے تھے اور مویشی جانوروں کا دودھ دوہتے تھے۔ نیز لوگوں کے جانوروں کے پیچھے اِدھر اُدھر بھاگتے پھرتے تھے۔ آئندہ جو بھی آپ حکم فرمائیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے قدرے سکوت فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں تجھے اپنا کسب سکھاؤں گا۔

ایک روز حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں مہار سے حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے تمام دوستوں کے احوال جو اُن کی مرضی کے خلاف ہوتے تھے اُن کی مکمل سرگذشت بندہ کے سامنے بیان فرمائی۔ میں نے جانا کہ یہ میرے لئے بطور تلقین و نصیحت فرما رہے ہیں۔ تاکہ جو کچھ آپ کی مرضی کے خلاف ہو اُس سے بچ جاؤں۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے بعض دوست مثلاً میاں غلام حسین سکنہ اکبرآباد کو کوئی چیز وارد احوال ہوئی۔ صاحبِ موصوف نے جس طرح کتب میں پڑھا تھا اس واردات کو بزرگوں کے حالات پر منطبق کیا اور مولانا صاحبؒ کی خدمت میں وہ واردات پیش کی۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے ابھی تک اس مقام کی بو بھی نہیں آئی تم مجھ سے پہلے وہاں کیسے پہنچ گئے۔

ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اجمیر شریف کے راستے سے دہلی کی طرف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گیا جس دن میں دہلی میں داخل ہوا اُس دن حضرت مولانا صاحبؒ اپنے مکان پر چاندنی کی چھت کے نیچے دیر تک یعنی اپنے مقررہ وقت سے زیادہ تشریف فرما رہے۔ یعنی بندہ کے انتظار میں تا دیر تشریف فرما رہے۔ جب میں نے قدم بوسی حاصل کی تو شربت گلاب خوب ٹھنڈا کر کے میرے رفقا یعنی بندہ کے دوستوں کو عنایت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے ایک اچھا عمل نکال کر رکھا ہوا ہے۔ میں نے تسلیمات بجا لا کر عرض کیا کہ بہت خوب، میرے پہنچنے سے پہلے بھی آں جناب اپنے دوستوں سے فرما رہے تھے کہ ہم نے ایک اچھا عمل تلاش کر کے رکھا ہوا

ہے۔ لیکن فلاں کو بتائیں گے۔ پس چند دنوں کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ الگ جگہ پر خوش بخوش تشریف فرما تھے، بندہ کو یاد فرمایا۔ مَیں حاضر ہوا فرمایا اس جگہ اور کوئی تو نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی نہیں ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ دیکھو کوئی چھپا نہ بیٹھا ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی نظر نہیں آتا مگر ایک دو آدمی دور بیٹھے ہیں۔ فرمایا خیر انہیں کوئی اِن باتوں کی سمجھ نہیں ہے۔ وہ بیٹھے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد از راہ کرم اس عمل کو جس کے بارہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ مجھے تلقین کیا اور فرمایا کہ اگر کسی کو اس کام کے لائق سمجھو اور اتنا اہل جانو تو پھر اسے بتانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس وقت ہماری طبیعت خوش نہ ہو تم میرے سامنے نہ بیٹھا کرو۔ اور ہمارے تمام عملوں کو حفاظت تمام سے رکھنا کہ کوئی تجھ سے دغابازی سے لے جائے اور بے محل صرف کرے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص بھی حضرت کی ناخوشی کے وقت روبرو بیٹھ جاتا جڑ سے اکھڑ جاتا۔

قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ مولانا صاحبؒ کی ذاتِ مبارک خوش طبع تھی۔ مگر جس وقت بندہ حاضر ہوتا تھا۔ خوش طبعی نہیں فرماتے تھے اور مَیں بھی جب دیکھتا تھا کہ اب خوش طبعی کرنے والے احباب آگئے ہیں۔ تو مَیں اٹھ کر چلا جاتا۔ آپ ہر انسان کی تربیت و نگہداشت اُس کے مزاج کی مناسبت سے کرتے تھے۔ یعنی جس طرح کی کسی کی طبیعت ہوتی، اُس کے مطابق گفتگو فرماتے اور یہ بھی تلقین کا ہی ایک طریق تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحبؒ کے دالان کے نزدیک تمام دوست سوتے تھے مگر مجھے وہاں جگہ میسّر نہ تھی۔ خود حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا تھا کہ تو علیحدہ مکان میں رہا کر۔ کتاب کا سبق بھی بندہ کو خلوت میں دیتے تھے۔ جب کہ اور کوئی موجود نہ ہوتا تھا۔ بعد میں پھر دیگر مولوی صاحبان آتے تھے اور پڑھتے تھے۔

ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ بندہ و خدا کے درمیان پردہ و حجاب صرف یہی دوئی ہے۔ اور ہم نے ساری زندگی میں صرف ایک شخص کو دوئی سے پاک دیکھا ہے یعنی حضرت مولاناؒ صاحب کی ذاتِ پاک کو۔ بعد میں فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ حضرت مولانا صاحبؒ دہلی تشریف لائے تو خدمت میں ایک آدمی اور ایک غلام تھا اور بندہ نے بھی حضرتؒ کی

تشریف آوری کے تقریباً تین ماہ بعد غلامی حاصل کی تھی. مگر پھر بعد میں بادشاہ، امراء اور وزراء اکثر آپ کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے مگر پہلے دن سے لیکر اب تک کہ تقریباً ۲۵ برس ہو گئے ہیں۔ آپ کے مزاج میں ذرہ فرق نہیں پایا۔ صرف اس کے لئے کہ روٹی بالکل نہیں تھی - اور جب فاقہ میں تھے تو بھی یہی حال تھا۔ اور جب تین تین ہزار چار چار ہزار روپیہ آنے لگا تو پھر بھی وہی حال تھا۔ فرماتے تھے کہ فاقہ ہم انسانوں کی شامت کے سبب سے آتا ہے۔ اِس لئے کہ دوست روٹی کے لئے ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں. بس جب کبھی تنگی آتی تو تمام دوست اُسی طرح سو جاتے۔ کبھی اگر آدھی رات کو چند روٹیاں آجاتیں تو اُسی وقت میاں احمد جیو تقسیم پر مامور ہو جاتے - ایک ایک ٹکڑا روٹی کا مدرسہ میں تمام چھوٹوں بڑوں کو دے دیتے - اور کبھی اسی طرح صبح تک فاقہ رہتا اور خود حضرت بھی دوستوں کے ساتھ فاقہ میں رہتے نہ آنے کا پتہ چلتا اور نہ نہ آنے کا۔ فرمایا کہ اس دفعہ جب حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ تو حضرت کا یہ حال تھا کہ کسی سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے اور بالکل بے گانگی نظر آتی تھی۔ چلنے پھرنے میں بھی اور کلام کے وقت بھی عدم اُنس ظاہر ہوتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر میرے دل پر ہیبت طاری ہو گئی - یہاں تک کہ میں اکثر سامنے حاضر نہ ہوتا۔ اور سامنے والے دالان میں پڑا رہتا تھا اور آپ کے سامنے بیٹھنا ناممکن ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے سید احمد کو فرمایا کہ آج کل فلاں (اور اشارہ میری طرف تھا) ہمارے پاس زیادہ نہیں بیٹھتا۔ سید احمد نے مجھے کہا کہ مولانا صاحبؒ نے ایسے فرمایا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے ہیبت آتی ہے۔ سید مذکور نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ ایسا کہتا ہے حضرت مولانا صاحبؒ مجھے بلوایا اور فرمایا کہ تم ایسے کہتے ہو کہ مجھے ہیبت آتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ مجھے ہیبت آتی ہے کہ آپ کے مزاج شریف میں کوئی رابطہ نہیں دیکھتا۔ آپ ازراہِ کرم مسکرائے اور فرمایا کہ تیرے ساتھ یہ روش نہیں ہے۔ بعد ازاں جب بھی بندہ زیارت کے لئے جاتا تو اُس بات کو یاد رکھتے ہوئے ہمیشہ مسکراتے۔ یہاں تک کہ ایک دن جب اکیلے تھے تو حضرتؒ نے بطریقِ خوش طبعی فرمایا کہ اے نور محمد

میں اُسی طرح ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ خیر۔ بہت مسکرائے،

ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حضرت مولاناؒ صاحب کا ایک خاص بیاض تھا کہ بہت سے عجیب و غریب اعمال اور فوائد اس میں درج تھے لیکن بیاض کسی کے کام نہیں آ سکتا تھا۔ اس لئے کہ جملہ اعمال و اشغال اشارات اور رموز میں درج کئے گئے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔ بیاض مذکور چند دیگر اوراد کی اجازت کے ساتھ حضرت مولانا صاحبؒ نے بندہ کو عنایت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ اس بیاض شریف کی جلد و شکل اور طرح نظر آ رہی ہے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ بیاض بعینہٖ وہی ہے۔ قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ اس بیاض میں عجائبات کبیر اور اشغال کثیر درج تھے۔ نیز وہ احوال اور واردات جو حضرتؒ کو اورنگ آباد سے دہلی کی طرف سفر کرنے کے دوران پیش آئے یا وہ احوال و واردات جو اجمیر شریف کے سفر میں وقوع پذیر ہوئیں۔ اس بیاض میں مفصل درج ہیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ اس بیاض کو سب سے چھپا کر رکھتے تھے۔ اور کسی کو نہیں دکھاتے تھے۔ البتہ بندہ نے اُس بیاض کو اچھی طرح دیکھا ہوا ہے کہ خود بدولت نے از راہِ کرم بندہ کو خود مطالعہ کے لئے دیا تھا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت مولاناؒ صاحب نے فرمایا کہ اے نور محمد سبحان اللہ کہاں دکن اور کہاں پاکپتن پروردگار کی قدرت دیکھو کہ مجھے دکن سے لائے اور تمہیں پاکپتن سے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

؎ حسنؓ ز بصرہ، بلالؓ از حبش، صہیبؓ از روم

ز خاکِ مکّہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است،

مولوی محمد عمر لکھتے ہیں کہ جس دن مہار شریف میں قبلۂ عالمؒ کو حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کی خبر ملی تو اس واقعہ سے حاضرینِ مجلس پر گزری جو گزری حضرت قبلۂ عالمؒ نے بہ نفسِ نفیس حضرت مولاناؒ صاحب کے اوصافِ بے نہایت کے سلسلہ میں بہت سی حکایات بیان کیں۔ ایک دن میرے پیر و مرشد حضرت مولانا نور محمد صاحب ناروالہ

صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ کا فراغت کا وقت ہو تو مجھے خبر کرنا۔ تاکہ کوئی بات عرض کروں۔ چنانچہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد فراغت کا وقت دیکھ کر میں نے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کر دیا چنانچہ میرے مرشد اور میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت مرشدیؒ نے عرض کیا کہ چونکہ آپ کو حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کا بہت غم واندوہ ہے۔ ہم آپ کو کس طرح تسکین کے لئے عرض کریں کہ تمام قسم کی تلقین تو ہم جناب سے پاتے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی طرح آپ کو تسکین خاطر حاصل ہو تو بہتر ہے۔ فرمانے لگے کہ ایسے حضرات پر موت کا لفظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ مفارقت کہا جا سکتا ہے۔ ممات نہیں۔ اور ایک طرح کی مفارقت تو پہلے بھی تھی۔ حق تعالےٰ اُن سے فیض کو بند نہیں کرتا اور یہ الفاظ مکرر فرمائے کہ حق تعالےٰ اولیاء اللہ کے فیض کو بند نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ اس غم کا علاج تم لوگوں کی ملاقات ہے۔ اور الحمد للہ کہ تم بھی اتفاقاً پہلے ہی آئے ہوئے تھے۔ اور خود حضرت مولاناؒ صاحب نے بھی مجھے دیدہ و دانستہ مفارقت میں رکھا ہوا تھا۔ اور یہ بلا حکمت نہیں تھا۔ اور بندہ کے تمام امور شادی کرنا اور اس جگہ قیام کرنا حضرت کے ارشاد کے مطابق تھا۔ ورنہ بندہ کو از خود ان امور کی طرف التفات نہ تھا۔ یہ بھی فرمایا کہ تسکین بھی مشیت کے مطابق ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف اس قدر آفتابِ ہدایت تھی کہ حق تعالےٰ اس طرح کی ذات عالی کو قیامت تک عالم ظاہر میں قائم و دائم رکھتے تاکہ ہر شخص فیض یاب زیارت ہوتا۔ اور ہدایت پاتا مگر چونکہ تقدیر الٰہی یہی تھی اِس لئے وصال فرما گئے۔ اِس واقع کے ظہور پذیر ہونے سے اس میں چاشنی دیکھی جنہوں نے دیکھی۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوئے۔ جب صحابہ کرامؓ کا یہ حال ہو تو ان کے برابر تو کوئی بھی نہیں ہے وہ اس قدر کمالات رکھنے کے باوجود اس قدر بے اختیار ہو گئے تھے، تو ہم کیا ہیں۔ بعض صحابہؓ مقام تسکین پر تھے۔ جس طرح اس کو مشیت چاہتی ہے ظہور پذیر ہوتی ہے۔

مگر باایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تاقیامت روشن باقی رہے گا۔ عوام کہتے ہیں کہ دین کم ہوگیا ہے۔ جب کوئی ایسا کہتا ہے تو مجھے تعجب آتا ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ اگرچہ بعض پیغمبروں کا دین اُن کے وصال کے بعد کچھ مدت تک رہا۔ مگر اللہ اللہ کہ یہ دین شریف ایسا ہے کہ قیامت تک رہے گا۔ دوسری رات فرمایا کہ آج کل اس قدر غمگین ہوں اور میرے دل میں ایسا اندوہ ہے کہ چاہتا ہوں کہ سب سے چھپ کر کسی جنگل میں چلا جاؤں اور وہاں بیٹھ جاؤں نہ کوئی میرے نزدیک آئے اور نہ میں کسی کو دیکھوں اور ایک دن حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کی ذاتِ شریف کیا کمال کی تھی۔ جس طرح کہ دہلی میں آئے تھے اُسی طرح پاک صاف دنیا سے رخصت ہوگئے۔ نہ کسی سے لینا نہ کسی کو دینا۔ اپنے بعد کوئی نزاع نہیں چھوڑا۔ چنانچہ آپ کی علالتِ طبع کے دوران دو ہزار روپیہ دکن سے آپ کی خدمت میں آیا۔ اُس وقت اُس میں سے ۱۲۰۰ روپیہ قرض خواہوں کو دے دیا، جہاں سے لے کر لنگر میں فقراء پر خرچ ہوا تھا۔ اور ۸۰۰ روپیہ مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ اس کے سوا کتابیں اور کچھ نہ تھا۔ ایک دن مولانا نور محمد نارووالہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ ایک شخص نے مولانا صاحبؒ کی تاریخ وصال محبّ النبی ہادی فخر الدین کے الفاظ سے نکالی ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ اس لفظ محبّ النبی سے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کا لقب تھا کوئی واقف نہ تھا۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے عرس کے دن حضرت چراغ دہلیؒ نے اپنے لنگر کا تبرک میرے ہاتھ میں دیا، اور فرمایا کہ تم محبّ النبی ہو چنانچہ یہ القاب حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی زبان سے صادر ہوا تھا۔ مجھے بہت مرغوب ہے۔ اور پسند ہے۔

وصال حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد صاحبؒ مہاروی کا وصال ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو ہوا۔ آپ کی تاریخ وصال "حیف وا ویلا جہاں بے نور گشت" سے نکلتی ہے۔

عمر:۔ آپ کی عمر ۸۳ برس کی تھی۔ **قبر مبارک:۔** آپ کا مزار پر انوار تاج سرور میں ہے جو مہار شریف سے ۳ کوس جنوب کی طرف ہے اور آپ یہ مصرع اکثر پڑھا کرتے تھے ؎ ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

ارشاداتِ قدسیہ حضرت قبلۂ عالمؒ

۱۔ حضرت قبلۂ عالمؒ اکثر ہندی کا یہ دوہڑہ بہت پڑھا کرتے تھے۔

بھلی ہوئی ہر بسیرے سر سے ٹلی بلائے
جیسی تھی ویسے بھی اب کچھ کہا نہ جائے

اور یہ بیت بھی پڑھا کرتے تھے۔

مگو کہ پیر شدی ذوقِ عاشقیت نماند
شرابِ کہنۂ ما مستیٔ دگر دارد

اور یہ بیت بھی پڑھا کرتے تھے۔

تامست نگردی نکشی بارِ غمِ عشق
آرے شترِ مست کشد بارِ گراں را

۲۔ فرمایا کہ انسانِ کامل جانِ عالم ہے اور اس کا فوت ہونا تمام جہان کا فوت ہونا ہے۔

۳۔ اور فرمایا کہ جملہ موحدان جنت میں داخل ہوں گے۔

۴۔ فرمایا کہ معصیت وحدت کے منافی نہیں ہے۔ جس کسی کو اقرارِ وحدت زبان سے حاصل ہے۔ اور اس کی تصدیق دل میں ہے کوئی اور امر اس کی وحدت کے بغیر زوال کا باعث نہیں بن سکتا۔

۵۔ فرمایا کہ تحفہ خانی کتاب کے مطابق اب شاید کوئی بھی مسلمان رہا ہو۔ اس کتاب میں تو سب کو کافر لکھا گیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے علماء محض تنبیہہ کی خاطر اور ڈرانے کی خاطر یہ مبالغہ کرتے ہیں اور درست ہی کہتے ہیں تاکہ لوگ ناشائستہ کاموں سے رک جائیں۔

۶۔ ایک دن ایک شخص نے حضرتؒ کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

نقاب و پردہ ندارد نگارِ دلکش ما!
تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

فرمایا اگر پردہ محسوس ہو تو پردہ اٹھا دینا چاہیئے اور جب بھی پردہ اٹھائے گا تو معلوم ہو گا کہ اس ہستیٔ موہوم کے سوا اور کوئی پردہ نہیں تھا۔

۷۔ فرمایا ہر شخص کا دل اس کے محبوب کی طرف رُخ کرتا ہے۔ یعنی تیرا محبوب وہی ہے جو تیرے دل میں ہے "ہم پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہمارے دل میں اللہ کے سوا کسی اور کی محبت ہو" اور فرمایا کہ تمام موجودات حق کے جمال کا پرتو ہیں۔ بعدازاں یہ بیت پڑھا:

آں لحظہ کہ بر آئینہ تابد خورشید
آئینہ گماں برد کہ من خورشیدم

۸۔ فرمایا۔ کام کا دارومدار ایمان پر ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی استقامتِ ایمان کے بعد ہی ہے۔ خواہ کوئی جمعہ کی رات مرے یا رمضان میں۔

۹۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اولیاء کا احوال قبر میں کیسا ہوتا ہے۔ فرمایا اولیا کا جسد روح کا حکم رکھتا ہے۔ جہاں اُن کی روح ہوگی ان کا جسم روح کے ہمراہ ہوگا۔ چنانچہ ابدال کا عالم یہی ہے کہ جب ان کی روح پرواز کرتی ہے تو جسم بھی ساتھ پرواز کرتا ہے۔ کہ روحانیت اِن کے جسم پر غالب ہے۔ فرمایا کہ اہل حیات کے احوال یہی ہیں اسی قسم اولیا کے لئے ممات کا لفظ کہنا جائز نہیں لہٰذا حق تعالیٰ کی مشیت سے جہاں اولیاء کی ارواح ہوتی ہیں ان کا جسم بھی بمنزلہ سایہ ہمراہ ہوتا ہے اور اُن کی روح کا تعلق اپنی قبر سے بقدرِ موانست ہوتا ہے۔

۱۰۔ فرمایا کہ شیخ اُس شخص کو اپنے آپ سے دور کر دیتا ہے جو دوسروں کے لئے موجبِ تلقین اور لائق تکمیل ہو جائے اور اُس سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ اور جو ابھی پرورش کے لائق ہوں ان کو تکمیل و تربیت کی خاطر اپنے پاس سے دور اور جدا نہیں کرتا۔

۱۱۔ فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ نور محمد جس وقت ہم قرآن پڑھنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو جو آیت بھی پڑھتے ہیں وہی ہمارا شغل اور وظیفہ

ہے۔ نیز فرمایا کہ میں اپنے آپ کو لوگوں کے ضروری امور میں مصروف رکھتا ہوں اور ہر شخص کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں اور توجہ کرتا ہوں مگر خداوند تعالےٰ ہی جانتے ہیں کہ ہمارا حال کیا ہوگا۔ البتہ میری یہ کوشش ہے کہ مخلوقِ خدا کو فیض رسانی کا کام جو اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ رُک نہ جائے۔ مولوی محمد عمر سید پوری صاحب خلاصۃ الفوائد میں اِس ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ اکثر اوقات ہر آنے والے شخص سے گفتگو میں متوجہ ہو جاتے تھے اور کسی سے انحراف نہیں کرتے تھے۔ اور عوام کی معقول و نامعقول عرض معروض سے مکدّر نہیں ہوتے تھے۔ اُس کی کیا وجہ تھی۔ فرمایا کہ یہ طریقہ صرف ہمارے ساتھ رعایت کی خاطر اور ہم لوگوں کی خوش بختی کی خاطر تھا۔ اگر اس طرف مائل نہ ہوتے تو خدا نہ کرے پتہ نہیں ہمارا کیا حال ہوتا۔ اور ہم لوگ حضرت کو کہاں پا سکتے۔

۱۲۔ فرمایا کہ اہلِ شہود وجود کے منکر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خالی ہیں۔ اگر اُن کو فی الواقع شہود ہوتا تو وجود کے کیسے منکر ہوتے۔ یہ سُن کر اُن کے خلیفہ اعظم مولانا نور محمدؒ صاحب نارووالہ صاحب نے عرض کیا کہ اس طرح بھی ہے کہ بعض اہل شہود جن کا درجۂ شہود سلب ہو جاتا ہے تو اُس وقت وہ وجود کے منکر ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس طرح کی بھی تحقیق ہے۔ ہمیں بھی یاد ہے لیکن اگر اُن میں سے کسی کو مشاہدہ ہو تو وہ مشاہدہ بھی اُن کا ظنّی ہوگا کہ اُسے مشاہدہ خیال کریں گے۔ حالانکہ اگر مشاہدہ حقیقی ہوتا تو منکر نہ ہوتے۔ چنانچہ اگر کسی نے ملتان و لاہور دیکھا ہو تو کیسے منکر ہو سکتا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا فرمایا کہ اگر کوئی شخص مخلوق کو خوشحال کرے تو حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ تو نے مجھے خوشحال کیا۔ اور یہ بات سب جانتے ہیں اور اس کے قائل ہیں۔

۱۳۔ فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ اپنے سفر میں ایک ہندو کو دیکھا کہ ضرورت کی ہر چیز اس کے پاس موجود رہتی تھی۔ اور

جتنی چاہتا تھا اس میں سے خرچ کرتا تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ عمل بڑی سعی و مشقت سے حاصل کیا ہے۔ اگر کرم فرما کر میرے گھر تشریف لائیں تو اس عمل کے موکلوں کو آپ سے آشنا کرا دوں گا۔ میں نے کہا کہ حبلہ اوراد قرآن شریف میں موجود ہیں' مجھے موکلوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

۱۴ - فرمایا کہ ایک بزرگ تھے کہ رات کے وقت ہمیشہ ایک دو جن اُن کے پاس پڑھنے آتے تھے۔ اُس بزرگ نے چاہا کہ اُس شخص کو جو جنات کا منکر ہے جنات دکھا دوں پس اُس شخص کو کہا کہ آج رات میرے ہاں رہنا۔ وہ اس رات وہیں رہا مگر جنات سبق کے لئے رات نہ آئے۔ اُس بزرگ نے سمجھا کہ شاید آج رات انہیں کوئی کام ہوگا۔ دوسری رات بھی اُس منکر کو طلب کیا۔ اُس رات بھی جنات نہ آئے۔ پھر اگلی رات بھی اُسے کہا کہ آج رات بھی یہاں رہنا۔ وہ رہا۔ اس رات بھی جنات نہ آئے۔ غرض اسی طرح چند بار ہوا۔ کہ جس رات بھی وہ استاد اس شخص منکر کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ جنات نہ آتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات جنات آئے۔ اُس نے پوچھا کہ اس رات جب وہ شخص میرے ہاں آتا تھا تمہارے نہ آنے کا سبب کیا تھا۔ کہنے لگے کہ ہمیں حق تعالےٰ کا ایسا ہی حکم تھا۔ کہ آج رات نہ جانا۔ ہم لاچار وہیں رہے۔ وہ بزرگ حیران ہوئے اور جناب باری تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور جنات کے نہ بھیجنے کا سبب پوچھا۔ الہام ہوا۔ تو یہ چاہتا ہے کہ الزام دینے کی وجہ سے ہمارے فرقوں میں سے ایک فرقہ کو گم اور ضائع کر دے۔

۱۵ - ایک دن ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ کیا مرضِ نفسانیت کی بھی کوئی دوا ہے؟ فرمایا کہ دوا بہت ہے اگر کوئی کرے لیکن تمام زبان سے تو اپنے آپ کو مریض کہتے ہیں۔ مگر ہمیں کوئی نظر نہیں آتا۔ کہ جو علاج کا طالب بھی ہو۔ طبیب تو بہت ہیں۔ اس شخص نے پھر عرض کیا کہ یا حضرت میں اپنے آپ کو مریض جانتا ہوں۔ لیکن علاج نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ اپنے آپ کو مریض خیال کرنا بھی غنیمت ہے کہ کبھی تو علاج میسر آ ہی جائے گا۔ مگر وہ جو اپنے آپ کو مریض ہی نہیں جانتا

اس کا علاج مشکل ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

شعر عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست
آں کہ تو تشنہ آب او بود
روبرو شستن براز پہلو بود

پھر آپ نے حکیم مولوی محمد عمر سید پوری کی طرف رخ مبارک کیا اور فرمایا کہ حکیم صاحب آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر مرض پرانا ہو تو دیر تک علاج کرتے رہنا ضروری ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ قبلۂ عالم آپ نے بجا فرمایا ہے۔ پرانا مریض ایک آدھ دن میں تو ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ مسکرائے۔ فرمایا کہ پیٹ بھر کر اس قدر کھانا کہ مذموم نہ ہو اور پھر اسے ریاضت۔ عبادت، تلاوت درود پڑھنے اور بیداری میں ہضم کیا جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ سیر ہو کر نہ کھائیں۔ بھوکے سو جائیں اور غفلت سے گزاریں اور جب سیر خوری کر کے عبادت میں وقت گزارا جائے تو تمام خوراک نور ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ قالب کو شریعت کے موافق کرنا اور اس کے مطابق قلب کا انضمام کرنا اتباع شریعت ہے۔ اور عوام کو اسی کی پرسش ہوگی۔ اور فناء عام عبارت ہے نفئ خواطر سے۔ فرمایا کہ ہم اَن پڑھ ہیں مگر یہ علماء بزرگ کہ ہمارے پاس آتے ہیں بہت غنیمت ہے کہ ان کی صحبت سے ہم بھی بہت سے مسائل حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت سید میرن شاہ نے عرض کیا کہ حضور عجیب ناخواندہ ہیں کہ اس ملک کے تمام پڑھے لکھے اور علماء وقت تعلیم کے لئے آپ کی خدمت میں آتے ہیں اور اپنے عقدے حل کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بھی ہمارا ایک مکر ہے۔ سید موصوفؒ نے عرض کیا کہ یہ فنِ مکر کسی اور کو بھی عطا فرمائیں۔ فرمایا کہ اس مکر کا طالب کوئی نہیں ہے کہ لے اور یہ بات بار بار فرماتی کہ کہاں ہے کہ ہم سے لے۔

۱۶۔ اور فرمایا کہ ایک بزرگ پر اللہ تعالےٰ کی عنایت وارد ہونے لگی تو اُس بزرگ

نے چاہا کہ خلوت میں چلا جائے تاکہ اس نعمت میں ترقی ہو۔ صرف اس جگہ کے ترک کرنے سے اس کی واردات منقطع ہوگئیں۔ اس وقت کسی شخص نے قبلۂ عالمؒ سے پوچھا کہ واردات و نعمت کے فقدان کا باعث کیا ہوا۔ فرمایا کہ نزولِ نعمتِ عظمیٰ محض عنایتِ ازلی سے تھا۔ اور صرف فضلِ لم یزلی تھا اور اس بزرگ نے خلوت میں جانے کو باعثِ ترقی خیال کیا۔ اور اپنی تدبیر کو دخل کیا لاچار اس مقام سے محروم ہوگیا۔

۱۷۔ فرمایا کہ یہ مکان مہار شریف دارالشفاء ہے کہ حکیم بھی موجود ہے۔ مولوی حکیم محمد عمر نے عرض کیا کہ امراضِ ظاہری و باطنی کے شفا بخش تو آپ ہیں کہ ہر آنے والے کو آپ کی زیارت سے ظاہری و باطنی شفاء حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اس شفا کا طالب کہاں ہے کوئی ہے تو آئے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

۱۸۔ فرمایا کہ شیخ و مرشد طالب کو ذکر و فکر اور اشغال و اوراد تلقین کرتا ہے جب وہ اس کو قضا کرتا ہے اور نہیں پڑھتا تو شیخ بھی اس کو نہیں پہچاننا چاہے مدت تک ان کے پاس بیٹھا ہو۔

۱۹۔ فرمایا حضرت مولانا خواجہ فخرالدین صاحبؒ کی والدہ صاحبہ سید محمد گیسودراز صاحبؒ کی اولاد سے تھیں۔ اور قدرت الٰہی سے دستور تھا کہ سید محمد گیسودراز صاحبؒ اور ان کے تمام خاندان کو جذب کا اثر ہو جاتا تھا۔ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحبؒ جہاں آبادی نے حضرت مولانا صاحبؒ کا نام مولانا فخرالدین رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور جب ان کے والد حضرت شیخ نظام الدینؒ اورنگ آبادی کا وصال ہوا تو ان کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے شرح وقایہ، مشارق الانوار، نفحات الانس، ایک کتاب طب اور ایک رسالہ تیر اندازی پڑھا تھا اور فرماتے تھے کہ ولی کو ماضی و مستقبل

کا حال بشرطِ توجہ معلوم ہو جاتا ہے ۔

۱۹ ۔ فرمایا کہ اس زمانہ میں ایسے اشخاص موجود ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت انہیں بیداری میں حاصل ہے۔ لیکن خلقت وقوعِ حوادث سے سبب ان کی منکر ہو جاتی ہے ۔ حالانکہ حادثِ حوادث آدم علیہ السلام کی فطرت سے چلا آرہا ہے۔ چنانچہ آدم کے ساتھ کیا نہیں ہوا۔ جو دوسروں کے ساتھ نہیں ہوا بہشت سے نکالا اپنے آپ سے جدا کر دیا اور کپڑا بھی پاس نہ تھا۔ فرمایا مختصراً یہ سب آدم تھا اور جو کچھ اس عالم پر گزرتا ہے وہ اُس کی تفصیل ہے اور آدم کو جامع الاسما کہتے ہیں ۔

۲۰ ۔ فرمایا کہ ہر شخص پیدائش کے دن سے جانے کی تیاری میں ہے ۔ اگر کسی کے زندگی کے ایام ماشاءاللہ چھ سات ہزار بھی ہو جائیں ۔ تب بھی زندگی کا وقت مقرر ہے ۔ ہر روز جتنا بڑا ہوتا ہے۔ اتنے ہی عمر کے دن کم ہو جاتے ہیں اور آخر لاچار یہاں سے جاتا ہے اور اپنی منزل پوری کرتا ہے ۔

۲۱ ۔ فرمایا کہ سخاوت وہ قابلِ قدر ہے جو تنگدستی میں کی جائے اور معافی وہ قابلِ قدر ہے ۔ جو قدرت رکھنے کے باوجود کی جائے ۔ یہ دونوں باتیں بہت خوب ہیں ۔

۲۲ ۔ فرمایا کہ شغل پاس انفاس کو اس ترتیب سے کرنا چاہیئے کہ "اللہ" کے لفظ آخر میں جو "ہ" ہے اس کے پیش کو لمبا کر کے پڑھا جائے کہ اس میں واؤ کی آواز نکلے، اور اللہ کے لفظ میں ل حرف کو لمبا کرے دل میں پڑھے۔ سانس کو نیچے لاتے وقت "ہُو" کہے اور اس کے برعکس اس طرح نہ کرے کہ سانس نیچے لاتے وقت اللہ کہے اور جب سانس اوپر جا رہا ہو تو "ہُو" کہا جائے۔ کیونکہ یہ صحیح طریقہ نہیں ہوگا۔ اگر پاس انفاس کے اس عمل میں زبان کو تالو سے چپاں رکھا جائے تو توجہ میں ممد ہوتا ہے اور فرمایا کہ میرا بھی یہی شغل ہے ۔

۲۳ ۔ فرمایا کہ آزارِ نقرس یعنی پاؤں کے جوڑوں کا درد اور گھٹنے کا درد ہمارے پیروں کا موروثی مرض ہے ۔ یعنی مولانا صاحبؒ اُن کے والد صاحبؒ شیخ کلیم اللہ صاحبؒ

اور شیخ یحییٰ مدنی صاحبؒ اِن تمام بزرگوں کو یہ مرض لاحق رہا ہے۔ مولوی محمد عمر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قبلۂ عالمؒ کو بھی یہ درد تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا علاج کرائیں۔ فرمایا یہ مرض علاج سے رفع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ ہمارے پیران عظام کا موروثی مرض ہے۔ کاتب الحروف حاجی نجم الدین کہتا ہے کہ یہی مرض میرے پیر و مرشد غوثِ زماں حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کو بھی تھا کہ آخر عمر تک رہا۔ اور اسی مرض میں وصال ہوا عین تعویذ لکھتے ہوئے فرمایا کہ حضرت گنج شکرؒ نے اپنے پیر صاحبؒ کو لکھا کہ اکثر پنجاب سے آدمی تعویذ کے لئے آتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ کام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کا اسم لکھ کر دے دیا کرو۔ اس کے بعد قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ ایک فائدہ تو نقد ہے کہ سائل کا دل خوش ہو جاتا ہے

قبلۂ عالم نے فرمایا کہ حضرت اورنگ آبادی صاحبؒ نے اپنے بیٹوں میں سے مولانا صاحبؒ کو خود بیعت کیا۔ بڑے لڑکے کو اپنے کامل و اکمل خلیفہ خواجہ کامگار خاں صاحبؒ سے بیعت کرایا۔ اور دیگر بیٹوں کو حضرت مولانا صاحبؒ سے بیعت کرایا۔

۲۵۔ فرمایا کہ اگر کلام و طعام کو کسی خاص شخص کی روح کو ایصالِ ثواب کی نیت سے بخشا جائے تو درست ہے اور دوسروں کی ارواح کو بھی ساتھ ہی بخش دیا جائے تو بھی روا ہے۔ مگر حضرت مولانا صاحبؒ اگر کسی معین شخص کی نیت سے پڑھتے تھے تو پھر خاص طور پر اس شخص کی ارواح کو بخشتے تھے۔

۲۶۔ فرمایا کہ درود اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے کہ مجرد پڑھنے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک براہ راست پہنچ جاتا ہے مگر حضرت مولانا صاحبؒ فرماتے تھے کہ غلام کی طرف سے یہ کسی واسطہ کے ساتھ پیش ہونا چاہیئے۔

۲۷۔ فرمایا کہ فقراء کا کام ہر کسی کو نیک بات کہنا اور دعا دینا ہے۔ آگے جو کسی کے ساتھ ہونا ہے ہو جائے گا۔ اللہ کے کام میں کسی نبی یا ولی کو دخل نہیں ہے۔ وہ خداوند

ہے اپنا کام جمال سے بھی کرتے ہیں اور جلال سے بھی۔

۲۸۔ منقول ہے کہ ایک روز محمد اصلح نے عرض کی کہ قبلہ! سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تصوف بھی ایک قسم کا شرک ہے کیونکہ تصوف کی غرض یہ ہوا کرتی ہے کہ انسان کا نفس غیر اللہ کے تصور سے محفوظ رہے۔ حالانکہ حقیقتِ واقع یہ ہے کہ "لاموجود الا اللہ" کے نظریہ کے مطابق غیر کا تو سرے سے اس دنیا میں وجود ہی نہیں۔ اس شبہ کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ غیر اللہ سے تحفظ بھی اس شخص کے لئے غنیمت ہے جو شرک جیسی باتوں سے بے خبر ہو۔ البتہ شرک تو تب ہوگا جب اسے ان باتوں کی خبر ہو۔

۲۹۔ آپ نے فرمایا کہ بوعلی قلندرؒ شیخ شہاب الدینؒ کے مرید اور سچے عاشق تھے۔ اور وہ آگے خواجہ قطب الدینؒ کے مرید تھے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں قلندر اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اِن نے بال بڑھا رکھے تھے ورنہ ویسے تو آپ بے حد متقی پرہیز گار اور شریعت کے صحیح معنوں میں متبع تھے۔ اور یہ زلفیں آپ نے اس وقت بڑھائی تھیں جب آپ واصلِ حقیقت ہو گئے اور آپ پر سُکر کی کیفیت غالب آگئی۔ ظاہر ہے کہ آدمی جب صاحب سکر ہو جاتا ہے تو پھر وہ بے اختیار اور معذور ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مُردوں کی روحیں خواہ نیک ہوں یا بد اپنے گھر ضرور آتی ہیں۔ واقعی مُردوں کی ارواح سے کلام کرنا ایک اچھی بات ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں کچھ خرچہ وغیرہ بھی کرنا پڑتا ہے اور روٹی بھی پکانی پڑتی ہے۔ کیوں کہ روٹی پکانے پر وہ ذرا جلدی آتی ہیں اور اچھی طرح گھل مل جاتی ہیں۔ پھر آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ جاہل اور ناواقف کلام کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اور جو علماء ہیں اور جن میں یہ اہلیت ہے وہ روٹی وغیرہ نہیں پکاتے۔ چنانچہ وہ ارواح واپس لوٹ جاتی ہیں۔

۳۰۔ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ نے فرمایا پہلی قوموں پر جو عذاب آئے تھے وہ وحدتِ الٰہی کے اظہار کے طور پر آئے تھے۔ کیوں کہ

مرتے وقت تو ہر شخص فرعون کی طرح اللہ تعالٰے کی وحدانیت کا قائل ہو ہی جاتا ہے۔ عین اُس وقت محمد اصلح نے عرض کیا کہ یہ تو جبراً اقرارِ وحدت کروانا ہوا۔ فرمایا کہ جبراً اقرار کروانا کیا؟ بلکہ اُس وقت تو غیر اللہ کا تصوّر ختم ہو کر صرف وحدت کا تصوّر رہ جاتا ہے۔

۴۱۔ فرمایا کہ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحبؒ جہاں آبادی نے اپنے تمام بیٹوں کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ سلسلہ چشتیہ پُرمشقت اور پُر ریاضت ہے اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کا دامن فراخ ہے اور سب کی پوشیدگی کی اُس میں گنجائش ہے۔

۴۲۔ فرمایا کہ عالم حلال کھانے کے لئے بہت غور کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ بھینس کا دودھ پینا بھی ایک وجہ سے حلال ہے اور دودھ دو کٹورے سیر ہو کر پیتے ہیں۔ حالانکہ چوتھا حصہ یعنی آدھا کٹورہ پینا چاہیئے، اس طرف خیال نہیں کرتے کہ شریعت کا باطن بھی شریعت کے ظاہر پر منحصر ہے۔ اور دراصل اہم ترین کام کم کھانا۔ کم سونا، کم بولنا اور لوگوں سے کم میل جول رکھنا ہے۔ مگر اس طرف رجوع نہیں کرتے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ پرہیز ظاہری زیادہ نہ کرتے تھے۔ مگر آپ کی کم خوری بدرجۂ کمال کو تھی اور پانی بھی بہت کم پیتے تھے۔ بارہا آپ کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کو ہر بار یہی دیکھا کہ ادہر اُدھر ہر طرف ہاتھ ڈالتے تھے۔ کہ حاضرین یہ سمجھیں کہ گویا ہر طرف سے اور ہر چیز سے کھا رہے ہیں مگر آپ ہر بار ہاتھ ایک جگہ ہی رکھتے اور یہ بھی فرمایا کہ اتنا کم کھانے والا شخص کم ہی ہوا ہے۔

۴۳۔ فرمایا کہ مومن کا جوٹھا کھانا شفا ہے۔ یہاں مراد مومنِ کامل نہیں ہے بلکہ ہر خاص و عام مومن کے حق میں ہے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ ہر کسی کے بہ اندازۂ مدارجِ ایمان شفا ہے۔ مگر ایمان سے کوئی خالی نہیں ہے جتنا جتنا ایمان ہے اتنی اتنی اس سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ زیادہ قدیم مریض کو زیادہ دن دوا کھانی پڑتی ہے اس طرح مومن کے جوٹھے میں بھی مداومت سے شفا مطلق حاصل ہو سکتی ہے،

۴۴۔ فرمایا کہ اگر سالک ہمیشہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں اپنے آپ کو نووارد خیال کرے اور ہر دن کو پہلا دن تصوّر کرے تو وہ اپنے مقدر کو جلد پہنچ جائے گا اور اگر دوسرے دن کو دوسرا دن سمجھا تو تباہی میں پڑ جائے گا۔

۴۵۔ ایک دن نفیِ وجود کے سلسلہ میں ذکر چلا ایک شخص کتاب لوائح پڑھتا تھا۔ فرمایا کہ سلطان باہوؒ ابتدائے حال میں ایک زمیندار کے بیٹے پر عاشق ہو گئے اور اپنے محبوب کے گھر کے سامنے سرکنڈے کی جھونپڑی بنا کر اس میں رہنے لگے۔ ایک رات آدھی رات کے وقت اپنے محبوب کی زیارت کا شوق ہوا۔ وہ گھر میں سو رہا تھا۔ اور محبوب کے گھر کا دروازہ بند تھا آخر مجبور ہو کر اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو اپنے گھر کو آگ لگا دی۔ آگ دیکھ سب اپنے گھروں سے باہر نکلے وہ حسین بھی اپنے گھر سے باہر آیا تو آپ نے اچھی طرح سے جی بھر کر اپنے محبوب کو دیکھ لیا اور اُس کے دیدار سے فیض یاب ہو گئے۔ چنانچہ شاہ حسنؒ کی کافی میں ہے۔

ہندی ؎ جھگا ساڑ تماشہ دیکھے

۴۶۔ منقول ہے کہ ایک دن اس مصرع کے بیان میں کہ

؎ گر گل است اندیشۂ تو گلشنے

فرمایا کہ صرف اس میں اندیشہ کرنے اور جان لینے سے کام نہیں بنتا جب تک کہ کسب میں مصروف ہو کر اپنے آپ کو محو نہ کرے۔ چنانچہ ایک شخص حج کا ارادہ کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مکہ اس طرف ہے مگر جب تک کمر باندھ کر چل نہیں پڑتا اور سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کرتا اور منزلیں طے نہیں کرتا، اس خیال کی تکمیل نہیں کر سکتا اور اس کا طریقہ مجاہدہ ہے۔ یعنی کم کھانا۔ کم سونا۔ کم بولنا۔ کم ملنا لوگوں سے) اس سلسلہ میں بہت لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ دنیاوی وسوسے اور خیالات ہمارے دل کی دنیا کی رکاوٹ بنتے ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ دل کو خود ہی کلی طور پر دنیاوی کاموں میں، عورتوں

اور بچوں اور کھیتی باڑی سے تعلق میں لگا رکھا ہے۔ چنانچہ اس طرح کے خیالات "حال" کے لیے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ چاہیئے کہ دل کو ان خیالات سے پاک کریں۔

ما فقیراں را تماشائے چمن درکار نیست
داغ ہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

پھر فرمایا کہ جب رات کو کنوئیں چلانے کی آواز سنتا ہوں کہ تمام رات کنوئیں چلاتے ہیں اور بے قرار رہتے ہیں تو میرے لئے بڑے تعجب کا سبب بنتا ہے کہ یہ شب بیداری اور اتنی شدید محنت صرف چند دانوں کے لئے قبول کرتے ہیں اور وہ بھی اگر آفاتِ سماوی سے بچ رہے تو کوئی چیز حاصل ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ مگر خدا کی بندگی کی خاطر کوئی شخص تمام رات نہیں جاگتا ورنہ محنت نہیں کرتا۔ البتہ جو لوگ اس طرح شب بیدار رہ کر راہ سلوک پر چلتے ہیں۔ وہ حق تعالےٰ کی عنایت سے مقدر کو پہنچتے ہیں اور خالی نہیں اٹھتے۔

۳۷۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ علماء کفار کی تعظیم نہیں کرتے مگر اہل اللہ ہر مومن یا کافر کی تعظیم کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت و شریعت میں مخالفت نہیں ہے۔ یہ کس طرح ہے۔ فرمایا شریعت و حقیقت میں مخالفت ہرگز نہیں ہے۔ فرق صرف سمجھنے میں ہے اور یہ دونوں گروہ اپنے حسب حال درست کرتے ہیں۔ جو تعظیم نہیں کرتے کہ یہ کفر والے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ علماء کی نظر اُن کے ظاہر پر ہو اور اہل اللہ ان کی حقیقت کی تعظیم کرتے ہیں کہ ان کی نظر میں اُن کی حقیقت ملحوظ ہوتی ہے یعنی علماء ظاہر کی نظر اُن کے فعل پر ہوتی ہے اور اہل اللہ کی ان کی مظہریت پر۔ پھر فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ یہ کتاب نفحات تیرے بہت کام آئے گی۔ اکثر اس کتاب کو دیکھا کرو کہ یہ کتاب جذبہ پیدا کرنے والی ہے۔

۳۸۔ منقول ہے کہ حضرت نارووالہ صاحبؒ کے دوستوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پیر و مرشد کے مزار پر چراغ روشن کرنے کو اُس جگہ کے علماء جائز نہیں سمجھتے

نیز یہ عالم اُن گانے والوں کو جو میاں صاحب کی خانقاہ پر آکر سرود کرتے ہیں منع
کرتے ہیں اور آنے نہیں دیتے آئندہ جس طرح آپ حکم فرمائیں اُسی طرح عمل ہوگا۔
فرمایا میاں صاحب جس جگہ کے تھے وہیں پہنچ گئے۔ تم کسی کو بھی خانقاہ پر آنے
سے منع نہ کرو۔ اس لئے کہ رسمِ قدیم ہے کہ تمام قسم کے لوگ تمام بزرگوں کی
خانقاہوں پر آتے ہیں۔ اور سرود کرتے ہیں۔ اور چراغاں بھی ہوتا ہے چنانچہ
ہمارے پیران وخواجگانِ عظام کے مزارات پر ہمیشہ چراغ روشن رہتے ہیں۔

۴۸۔ فرمایا کہ مولانا صاحب کا ایک بیاض خاص تھا کہ جس میں بہت سے اعمالِ غریبہ
وفوائدِ عجیبہ درج تھے۔ لیکن وہ بیاض کسی کے کام کا نہیں تھا کہ تمام اعمال واشغال
اشاروں اور کنایوں میں درج تھے۔ کسی شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔ پھر فرمایا
کہ آج میں نے حضرت مولانا صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وہ بیاض عنایت
فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس بیاض شریف کے شیرازہ کی بندش اور طرح کی معلوم
ہوتی ہے۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ بیاض بعینہٖ وہی ہے نیز فرمایا کہ میں نے اُس بیاض
کو اچھی طرح دیکھا ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے مطالعہ کرایا تھا مگر دوسروں سے
مخفی رکھتے تھے (یہ سب خلاصۃ الفوائد میں مذکور ہے) لیکن خیر الاذکار میں مولوی
محمد گھلوی لکھتے ہیں کہ میں نے عبداللہ خاں چانڈا ساکنہ ڈیرہ غازی خاں خلیفہ حاجی پور
والہ صاحبؒ سے یوں سُنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں اپنے پیر کے وصال کے بعد مہار شریف
میں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں گیا تھا۔ ایک دن آں قبلہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔
کہ فرمایا میری نسبت میاں صاحب نارووالہ صاحبؒ سے ایسی ہے جیسی حضرت سلطان
المشائخؒ کی خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے۔ میں نے عرض کیا کہ سلطان المشائخؒ کی نسبت
چراغ دہلیؒ سے کیسی تھی۔ فرمایا کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ کو الہام غیبی سے معلوم ہوا تھا کہ
سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے درمیان تمہارے یاروں میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس
کا وجودِ مبارک اس سلسلہ میں شامل ہونے والے اولین وآخرین کے لئے نجات کا
موجب ہوگا۔ اور اس شخص کی علامات کی نشان دہی کر دی کہ ایک وقت اس پر

ایک خاص قسم کی استغراقی حالت طاری ہوگی۔ چنانچہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ
مدت تک اس صورت کی تلاش میں رہے مگر ان کے مریدوں اور دوستوں میں وہ
صورت نظر نہ آئی۔ انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو وصیت
فرمائی کہ اگر ان کے مریدوں اور دوستوں میں کوئی ایسی صورت و علامت نظر آئے
تو ان سے تمام اہل سلسلہ کے حسنِ خاتمہ کے لئے دعائے خیر کرائیں۔ حضرت
خواجہ بزرگؒ نے بھی اپنی زندگی میں وہ صورت نہ دیکھی تو انہوں نے حضرت
خواجہ بختیار کاکیؒ کو وصیت فرمائی۔ یہاں تک کہ یہ وصیت سینہ بہ سینہ
سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ تک پہنچی۔ وہ
بھی اس انتظار میں رہتے تھے کہ وہ صورت و علامت نظر آئے۔ ایک دن
انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو حوض کے کنارے بیٹھے
دیکھا۔ اُن کے دونوں پاؤں پانی میں تھے۔ استغراق کا عالم تھا اور وہی علامات
اُن پر وارد تھیں، جن کی نشان دہی کی گئی تھی۔ حضرت سلطان المشائخؒ نے
جونہی وہ علامات دیکھیں چراغِ دہلیؒ کی طرف اتنی جلدی بھاگے کہ دوسرے
کنارے سے کپڑوں سے حوض میں داخل ہو گئے اور خواجہ نصیر الدین چراغِ دہلیؒ
کے پاؤں پکڑ لئے۔ جب وہ قدرسے ہوش میں آئے اور اپنے شیخ کو اپنے پاؤں
پکڑے دیکھا تو اپنے پاؤں کھینچ لئے۔ اور اس بات سے غمگیں ہوئے کہ "میرے
شیخ نے میرے پاؤں پکڑے ہیں"۔ حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ میں
نے یہ کام از خود نہیں کیا۔ بلکہ ہمیں حضراتِ خواجگانِ چشت سے یہ وصیت پہنچی ہے۔ میں
نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ سلسلہ چشتیہ میں دورِ اول سے لے کر قیامت تک داخل
ہونے والوں کے لئے حسنِ خاتمہ، نجات اخروی اور رضائے خداوندی کے حصول کی دعا
نہ کریں۔ پس انہوں نے دعا کی اور اس طرح سلسلہ چشتیہ کی نسبت رکھنے والوں کو بشارت
حاصل ہوئی اور اُن کا معاملہ آسان ہو گیا۔ اس نسبت مذکور کا اسی طرح بیان آیا ہے
صاحبِ رسالہ خیر الاذکار لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس حکایت کو عام آدمیوں سے

بھی سُنا تھا مگر مکمل تصدیق خان صاحب عبداللہ خان کی زبان سے ہوئی۔

کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) اپنی طرف سے اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "اس فقیر نے ایک رسالہ میں اس قصّہ کو اس طرح دیکھا ہے کہ جب یہ وصیت حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ تک پہنچی تو آپ نے ربّ العزت کی جناب میں عرض کیا کہ یا الٰہی یہ وصیت ہمارے پیروں سے چلی آرہی ہے آپ پر آسان ہے۔ آپ کیوں نہیں بتا دیتے کہ فلاں شخص ہے اور فلاں کے مریدوں میں ہے۔ چنانچہ حکم ہوا کہ تمہارے مریدوں میں سے ایک نظام الدینؒ بدایونی نام ہیں۔ جن کے مریدوں میں سے وہ شخص ہوگا۔ پس جب حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو خلافت دے کر دہلی کی طرف رخصت کیا تو یہی وصیت فرمائی کہ تمہارے مریدوں میں سے وہ خاص شخص پیدا ہوگا۔ اُس سے سلسلۂ چشتیہ کے لئے دعائے بخشش کرائیں"۔ چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت محبوب الٰہیؒ خلوت میں بیٹھے تھے کہ حضرت چراغ دہلیؒ پر وہ خاص حالت وارد ہوئی۔ آنکھ بند کئے حالتِ مستی میں بیٹھے تھے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کو کشف سے معلوم ہوا پس آکر پاؤں پکڑ لئے حضرت چراغ دہلیؒ نے پوچھا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا نظام کہنے لگے کہ نظام کا اس وقت کیا کام۔ فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ کو بخش دیجیو۔ کہا کہ بخش دیا۔" اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

خیرالاذکار میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا۔ ملاّ عبدالغفور حاشیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ نقب خواجہ فردۃ الدین بن فرسنافہ جو ہے۔ یہ لفظ فرسنافہ فا اوّل کی زبر، را کی زبر، سین مہملہ ساکن نون الستادہ یعنی کھڑا اور آخر میں فا کے ساتھ تحقیق شدہ ہے۔ مجھے مولانا صاحبؒ سے فا کی زبر، را مہملہ کی زیر، سین معجمہ ساکن، اوپر نقطوں والی تا مثنات اور آخر میں فا کے ساتھ سند کے ساتھ پہنچا ہے۔ اور بعض اس ضبطِ تحریر آخر میں قاف کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں۔ اور ہمیں وہی مرغوب و مختار ہے جو ہم نے اپنے قبلۂ عالمؒ سے سنا ہے۔

اور فرمایا لفظ دینوری جو خواجہ ممشادؒ کا لقب ہے، بھی دال مہملہ کی زیر اور

نون کی زبر کے ساتھ ہے۔ نہ کہ دال کی زبر اور نون کی پیش کے ساتھ ہے۔

اور فرمایا لفظ ہارونی ہا و را کی زبر کے ساتھ ہے۔ ہارون دو زبروں کے ساتھ خواجہ عثمانؒ کے مولد کا نام ہے، جو ولایت عراق میں نیشاپور کے نواح میں واقع ہے۔ اور را کی پیش اور واؤ ساکن کے ساتھ غلط العوام ہے۔

اور فرمایا کہ منتخب اللغات میں اس طرح آیا ہے، سنجر ایک شہر کا نام ہے جو موصل سے تین دن کا راہ ہے اور سلطان سنجر کا مولد ہے۔ اور ملفوظاتِ مشائخ میں اس طرح وارد ہے، سنجار عراق کے ایک قصبہ کا نام ہے جو بغداد سے سات دن کا راستہ ہے۔ اور سنجری اُس سے منسوب ہے کہ خواجہ معین الدینؒ کے والد بزرگوار حضرت سید حسنؒ کا وطن ہے

اور فرمایا اوشی ہمزہ (الف) کی پیش کے ساتھ شہر اوش سے نسبت ہے جو ماوراء النہر کے علاقہ میں خواجہ قطب الدین اوشیؒ کا مسکن تھا۔ اور کاکی اس لئے کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدینؒ کی اہلیہ آپ کے حسب ارشاد افرادِ خانہ اور مہمانان کے کھانے کے وقت مقررہ جگہ سے گرم روٹیاں لے آتی تھیں اور کھلا دیا کرتی تھیں۔

اور فرمایا لفظ بختیار آنخواجہ کا اسم اصلی و لقبِ مدح ہے۔ اور فرمایا پاکپٹن کا اصل نام اجودھن ہے بعد میں اس سبب سے کہ وہاں حضرت فرید گنج شکرؒ کا مزار ہے۔ اور اہل اللہ و پاک لوگوں کے ورود کی جگہ بن گئی ہے۔ پاکپٹن کے نام سے مشہور ہو گیا حضرت بابا صاحبؒ کے القاب "شکر بار" و "گنج شکر" کی وجہ تسمیہ میں بہت اختلاف ہے جیسا کہ آپ کے ملفوظات میں مذکور ہے۔ مولانا عبدالغفور خواہرزادہ مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ سات دن گذر گئے تھے اور بابا صاحب شیخ فریدؒ نے افطار نہیں کیا تھا اسی طرح کمالِ فاقہ اور بھوک کی حالت میں خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ نعلین چوبیں آپ کے پاؤں میں تھی۔ اتفاقاً آپ کا پاؤں پھسلا اور زمین پر گر پڑے۔ کلمہ اللہ اللہ اللہ آپ کی زبان پر جاری تھا۔ اور کچھ مٹی آپ کے منہ میں چلی گئی۔ وہ تمام کی تمام شکر بن گئی۔ جب وہاں سے اٹھ کر آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچے۔ خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا: اے فرید الدین مسعود یہ قدرت

مٹی جو آپ کے منہ میں چلی گئی وہ تمام کی تمام شکر بن گئی عجب نہیں ہے کہ حق تعالیٰ آپ کے وجود کو گنج شکر کر دے اور وہ ہمیشہ شیریں رہے گا۔ اس روز کے بعد جو کوئی آپ کو دیکھتا گنج شکر کہتا تھا۔

اور فرمایا اودھ ہمزہ (الف) اور واؤ کی زبر کے ساتھ ایک شہر کا نام ہے جو دہلی کے قریب واقع ہے۔

اور فرمایا براؤن بائے موحدہ کی زبر اور واؤ کی پیش کے ساتھ ہندوستان میں واقع ایک شہر کا نام ہے۔

اور فرمایا چراغِ دہلیؒ کی وجہ تسمیہ میں بھی اختلافِ وجوہ ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ ایک دفعہ آپکا خادم تیل کی کمی کی وجہ سے ایک چراغ لئے جا رہا تھا حضرت چراغ دہلیؒ نے خادم سے فرمایا کہ تیل کی بجائے اُس میں پانی ڈال دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ پس وہ چراغ اُس پانی سے بھی تیل کی طرح روشن ہو گیا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ بھی مذکور ہے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخؒ نے آپ کو چراغ کہہ کر بلایا تھا۔ ان معنی میں کہ چراغ کی پشت نہیں ہوتی بلکہ سارے کا سارا رُوبرو اور سامنے ہوتا ہے۔ واہ، حق تعالیٰ نے حضرت چراغِ دہلیؒ کو اسی طرح کا رتبہ و درجہ دیا تھا۔

کاتب الحروف کہتا ہے تیسری وجہ یہ کہ ایک دن حضرت شیخ عبداللہ یافعیؒ مکہ معظمہ میں اپنی مجلس میں بیٹھے فرما رہے تھے، حضرت سلطان المشائخؒ دہلی میں فوت ہو گئے ہیں اب اُن کے جانشین چراغِ دہلیؒ حضرت شیخ نصیر الدینؒ ہیں۔

اور خواجہ قطب الدینؒ (بختیار کاکی) نے فرمایا خواجہ قطب الدین مودودؒ فرزندِ خواجہ ابو یوسف چشتیؒ ہیں اور وہ خواہر زادۂ خواجہ ابو محمد چشتیؒ اور وہ فرزندِ خواجہ ابو احمد چشتیؒ ہیں۔ اور حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا خواجہ ابو اسحاق شامیؒ کو چشتی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سرِ سلسلۂ چشتیہ ہیں۔ لیکن اُن کا وطن ملک شام ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ چشت میں تشریف لائے تھے اور خواجہ ابو احمد چشتیؒ کو وہاں بیعت کیا۔ خلافت عطا کی اور کچھ مدت رہ کر پھر شام کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ اور شہر عکہ میں جو ملک شام کے اندر ہے۔ فوت ہوئے ہیں اور اُن کا مزار وہیں ہے۔

اور فرمایا شیخ یحییٰ مدنیؒ ابن الابن شیخ محمدؒ بن شیخ حسن محمدؒ ہیں کہ شیخ محمدؒ کے اپنے بیٹے کو یہ نعمت نہ ملی اور پوتے سے نصیب ہوگئی۔ شیخ محمدؒ فرزندِ شیخ حسن محمدؒ ہیں۔ علاوہ بر آں شیخ حسن محمدؒ و شیخ جمال الدینؒ و شیخ محمودؒ ایک دوسرے کے قرابتدار ہیں۔

اور فرمایا سلطان المشائخؒ سے لے کر یحییٰ مدنیؒ تک سب مشائخ سید حسینی بختیاری ہیں۔ اور شیخ کلیم اللہؒ و شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ ہر دو قریشی ہاشمی نسل سے ہیں کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہاں راوی کو غلطی لگی ہے اور اس سے سننے میں سہو و اشتباہ ہوئی ہے ورنہ حضرت قبلۂ عالمؒ اس طرح کے غلط الفاظ نہ فرماتے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو ظاہری و باطنی علم عطا کیا تھا۔ اور اگر یہ مقولہ حضرت قبلۂ عالمؒ سے منسوب و سرزد ہے تو پس گمانِ غالب ہے اور محمول کیا جاتا ہے اس کو حضرتؒ کے استغراق پر اور حالاتِ انساب سے عدم وقوف پر، ایسی حالت میں جو اہل اللہ پر وارد ہوتی ہے۔

ابیات:

گہی بر طارم اعلیٰ نشینم   گہی بر پشت پای خود نہ بینم
اگر درویش بر یک حال ماندی   سر دست از دو عالم بر فشاندی

مشائخ عظام مذکور و خواجگانِ کرام موصوف کے حسب کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ معین الدینؒ و حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ و حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ سب سادات حسینی میں سے تھے۔ لیکن حضرت فرید الدین گنج شکرؒ و حضرت شیخ نصیر الدینؒ اور حضرت شیخ کمال الدینؒ علامہ سے حضرت یحییٰ مدنیؒ تک سب شیوخ فاروقی الاصل تھے۔ اور حضرت شیخ کلیم اللہؒ جہان آبادی و شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ دونوں حضرات صدیق اکبرؓ کی اولاد سے ہیں جیسا کہ اُن کی کتب ملفوظات میں اُن کا نسب نامہ تحریر ہے اور فقیر کو بھی یاد ہے۔ لیکن کتاب کی طوالت کے خوف سے میں نے یہاں نہیں لکھا۔ اور حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ خواجہ سراجؒ، اور اُن سے لے کر شیخ محمدؒ تک سب پیران عظام کی قبریں گجرات جنوبی میں واقع ہیں۔

ایک دفعہ مسجد سے کسی چیز کی چوری کا ذکر ہوا۔ ایک عالم نے کہا کہ مسجد حرز و محافظت

کی جگہ نہیں ہے۔ لہٰذا مسجد سے چوری کرنے والے کے ہاتھ شرعاً کاٹنے نہیں چاہئیں حضرت نارووالہ صاحبؒ نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ اس کے بعد قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ بجا ہے۔ مگر ہم دوسری طرف لے جاتے ہیں کہ مسجد خانۂ خدا ہے اور خوانِ لغیما ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ قبلہ میں نے اپنے خواب میں ایک صورتِ حال دیکھی ہے آپ براہ کرم واحسان اُس کی تعبیر فرمادیں۔ قبلۂ عالمؒ نے اس کے جواب میں یہ بیت پڑھی۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم

وہ سائل خاموش ہو گیا اور دوستوں کو ذوق وشوق ہوا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ قاضی عاقل محمدؒ کے بیٹے احمد علی کی شادی پر کوٹ مٹھن میں تشریف فرما تھے۔ مولوی احمد واعظ کہ عالم بے مثل تھا حضرت قبلہ عالمؒ کی مجلس میں حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ "طعام المرید حرام علی الشیخ" (مرید کا طعام شیخ پر حرام ہے) پس آپ یا دیگر حضرات کس وجہ سے مریدوں کی دعوت قبول کرتے ہیں؟ فرمایا کہ دنیا کے تمام مریدوں میں سے اصحابِ کرام سے زیادہ مقام کس کا ہوگا۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مشائخ کائنات کے سردار ہیں کہ کوئی ولی اللہ آپ کی خاکِ پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ خود حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کی دعوت قبول فرماتے تھے اور اُن کا کھانا کھاتے تھے۔ ہمارے لئے یہی دلیل کافی ہے۔ پس مولوی احمد اس جواب سے لاجواب ہو کر اس طرح چپ سادھ کر بیٹھا کہ یاروں نے دم نہ مارنے دیا۔ جب اس شادی کے بعد حضرت قبلۂ عالمؒ دریا کے راستے گڑھی اختیار خاں کی طرف روانہ ہوئے تو عین سواری میں اپنا چہرۂ مبارک نارووالہ صاحبؒ کی طرف کر کے فرمایا کہ میاں صاحب مولوی احمد کو اُس جواب سے مطمئن تو کر دیا۔ مگر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کلام کی تاویل کرنی چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی معانی بھی ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ بہت سے علماء رکاب عالی میں جا رہے ہیں۔ میں اس کی تحقیق کرتا ہوں۔ آخر بہت مکالمہ اور مناظرہ کے بعد جناب نارووالہ صاحبؒ کی مرضی کے مطابق یہ طے پایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ مرید کے تناولِ طعام میں البتہ خواہشِ نفسانی عارض ہو سکتی ہے اور شیخ درجۂ نہایت تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور اُن کا تمام کام رضائے حق کے لئے ہوتا ہے۔ بلکہ اِن کے لئے فاعل تو اللہ کی ذات ہے اور بندہ بمنزلہ آلہ ہے پس شیخ کو مرید کا کھانا نفس کی خواہش سے کھانا حرام ہے اُس کا کھانا محض اللہ تعالےٰ کے فرمان کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے "کھاؤ اور پیئو"۔ پس مرید کے طعام کا کھانا اگر خواہش نفسانی سے ہوگا۔ تو واقعی شیخ کے لئے اپنے مقام سے تنزّلِ درجات کا باعث ہوگا اور سالک کا منصب ترقی ہے نہ تنزّلی۔ یہ تمام باتیں مشہور ہیں اور ہر ایک کو معلوم ہیں اور میں نے یہ باتیں اپنے بہت سے بزرگوں سے سنی ہیں اس بات پہ میں خدا کا شکر گذار ہوں۔ یہ سب کچھ خیرالاذکار میں بھی درج ہے۔

ذکر اولادِ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمدؒ صاحب مہارویؒ:-

حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ کی ایک بیوی تھیں۔ مسماۃ عظمت بی بی اُن کے بطن سے حضرتؒ کے تین بیٹے تھے سب سے بڑے حضرت خواجہ نور احمدؒ کہ شہید ہو گئے۔ ان کی بیعت حضرت مولانا فخر الدینؒ سے تھی۔ اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد چند ماہ ان کے سجّادہ ارشاد پر بیٹھے۔ اس کے بعد قوم مہاراں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ آپ کی قبر مبارک حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضہ کے اندر ہے۔ دوسرے حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ اُن کی بیعت اپنے والد حضرت قبلۂ عالمؒ سے تھی اور اپنے بڑے بھائی کی شہادت کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ ان کی قبر مبارک بھی روضۂ قبلہ عالمؒ میں ہے تیسرے حضرت خواجہ نور الحسن صاحبؒ اُن کی بیعت حضرت قاضی عاقل محمد صاحبؒ سے تھی۔ ان کی قبر مبارک بھی روضہ شریف میں ہے۔ ان تینوں مرحوم بھائیوں کی کثیر اولاد ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ بڑی زینت بی بی جو جمال محمد بن غلام محمد سکنہ موضع اُودھیرا کے نکاح میں تھیں۔ ان کی اولاد نہ تھی۔ لاولد فوت ہوئیں اور یہ مذکورہ غلام محمد حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ دوسری بیٹی صاحب بی بی تھی جو سید شیر شاہ سکنہ شہر منور کے نکاح میں تھیں ان سے بھی اولاد موجود نہیں ہے۔ حضرت نورُ الصمد شہید صاحبؒ کے تین بیٹے تھے۔ بڑے میاں نور حسین صاحبؒ۔ دوسرے میاں غلام نبی صاحبؒ اور تیسرے میاں غلام مصطفٰے صاحبؒ۔ میاں نور حسینؒ صاحب کے آگے تین بیٹے تھے۔ بڑے غلام محی الدین صاحبؒ دوسرے میاں عبداللہ صاحبؒ تیسرے اللہ بخش صاحبؒ میاں غلام نبی صاحبؒ کے بھی تین بیٹے تھے۔ بڑے میاں عبدالغفور صاحبؒ دوسرے میاں عبدالستار صاحبؒ تیسرے میاں محمود صاحبؒ۔ میاں غلام مصطفٰے صاحبؒ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے میاں عبدالرحمٰن صاحب کہ بغیر شادی کے فوت ہو گئے۔ دوسرے میاں عبدالرحیم صاحبؒ جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کے دوسرے بیٹے خواجہ نور احمد صاحبؒ کے چھ بیٹے تھے (۱) بڑے

حضرت خواجہ محمود صاحبؒ کہ اپنے باپ کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ اِن کے آگے تین بیٹے تھے۔ بڑے میاں نور بخش صاحبؒ کہ اپنے باپ کے وصال کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور اب تک زیب و زینت سجادۂ آباؤ اجداد خود ہیں۔ اِن کا ایک بیٹا ہے جن کا نام میاں نور جہانیاں صاحبؒ ہے۔ حق تعالےٰ اِن کی عمر میں برکت کرے۔ دوسرے میاں غلام قطب الدین صاحبؒ کہ لاولد فوت ہوئے تیسرے میاں غلام فخر الدین صاحبؒ کہ اِن کا اب تک ایک بیٹا ہے۔ حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ کے دوسرے بیٹے (۲) میاں غلام فرید صاحبؒ ہیں۔ اُن کے آگے پانچ بیٹے ہیں اول میاں امام بخش صاحبؒ دوسرے غلام دستگیر صاحبؒ تیسرے غلام رسول صاحبؒ چوتھے غلام صدیق صاحبؒ پانچویں کمال الدین صاحبؒ حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ کے تیسرے بیٹے (۳) میاں نبی بخش صاحبؒ ہیں کہ اِن کے بھی فرزند موجود ہیں۔ خواجہ نور احمد صاحبؒ کے چوتھے (۴) بیٹے خدا بخش صاحبؒ ہیں اِن کا ایک بیٹا ہے۔ خواجہ نور احمد صاحبؒ کے پانچویں (۵) بیٹے میاں قادر بخش صاحبؒ ہیں ان کا ایک بیٹا ہے۔ خواجہ نور احمد صاحبؒ کے چھٹے (۶) بیٹے میاں گنج بخش صاحبؒ ہیں اِن کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے تیسرے بیٹے خواجہ نور حسن صاحبؒ کے پانچ بیٹے ہیں[1]۔ بڑے میاں نظام بخش صاحبؒ کہ وصال پا چکے ہیں اور اِن کا ایک بیٹا ہے دوسرے میاں نصیر بخش صاحبؒ تیسرے میاں سلطان محمود صاحبؒ (چوتھے اور پانچویں فرزند کے نام حاجی نجم الدین نے نہیں لکھے) خواجہ نور حسن صاحبؒ کی اولاد موضع منگھیراں میں رہتی ہے اور حضرت شہید صاحبؒ و خواجہ نور احمد صاحبؒ کی اولاد مہار شریف میں رہتی ہے۔ خدا تعالےٰ حضرت قبلۂ عالمؒ کی اولاد میں رسول پاک کے طفیل برکت دے اور انہیں اپنے آباؤ اجداد کی متابعت نصیب کرے،

---

[1] گلشنِ ابرار مؤلفہ خواجہ امام بخش مہارویؒ کے اردو ترجمہ حدیقۃ الاخیار کے صفحہ ۱۳۸ پر لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نور حسنؒ کے چھ بیٹے تھے۔ بڑے میاں نظام بخشؒ۔ دوسرے میاں نصیر بخشؒ تیسرے میاں تاج محمودؒ چوتھے میاں غلام قادرؒ پانچویں میاں عمر بخشؒ اور چھٹے میاں غلام علیؒ (مرتب)

ذکر خلفا حضرت قبلۂ عالمؒ خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ : حضرت قبلۂ عالمؒ کی حضرت مولانا صاحبؒ

سے بیعت سے قبل اور آپ کی دہلی شریف سے خلعتِ خلافت کے ساتھ تشریف آوری سے قبل ملک سندھ۔ مہار شریف، ضلع بہاول پور، ملتان اور اس کے نواح میں اکثر سلسلہ قادریہ وسہروردیہ کا زور تھا اور سلسلہ چشتیہ کا زور حضرت گنج شکرؒ اُن کی اولاد اور اُن کے خلفاء کے بعد کم ہو گیا تھا۔ بلکہ اکثر علماء اس خاندانِ عالی شان کے منکر تھے اور سماع، سرود، وجد اور رقص کا بے حد انکار کرتے تھے۔ اور نعمتِ ذوق وشوق سے محروم تھے پس پہلی شخصیّت جس نے حضرت گنج شکرؒ اور اِن کی اولاد، احفاد اور خلفاء کے بعد اِس ملک پر اپنا سکہ جمایا حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ تھے۔ ملک پنجاب وسندھ وغیرہ میں آپ کا فیض اس قدر جاری ہوا کہ ہر قریہ وشہر وگاؤں میں آپ کے غلام اور درویش اور آپ کے غلاموں کے غلام صاحبِ ذوق ووجد وسماع وصاحبِ خانقاہ پھیل گئے اور بے شمار علماء جوق در جوق آکر آں جناب کی غلامی واطاعت کا پٹہ تمام اعتبار کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال کر سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں داخل ہو گئے اور درجہ خلافت ورتبہ تکمیل کو پہنچے اور اور پھر خود اللہ کی مخلوق کو فیض پہنچانے لگے۔ اُس آفتاب جہاں تاب کے فیض سے ہزاروں ذرّے آفتاب کی مانند نمایاں ہوئے اور کسی کو سماع ووجد کا انکار نہ رہا۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء سے ایسا فیض جاری ہوا کہ کسی ولی سے کم جاری ہوا ہو گا۔ چنانچہ ہر شہر وقصبہ میں آپ کے درویش اور غلام آپ کے غلاموں کے غلام موجود ہیں جو ذوق سماع رکھتے ہیں اور خانقاہوں کے مالک ہیں۔ مہار شریف سے لے کر کوٹ مٹھن ملتان، سنگھڑ، حاجی پور، کلاچی، خراسان، لکھنؤ تک غرضیکہ چاروں طرف آپ کے غلام اور خلفاء پھیل گئے اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے سامنے دیگر سلاسل کی رونق ایسی کم ہو گئی جیسے آفتاب کے سامنے ستاروں اور چراغوں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔

حضرت قبلہ عالمؒ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے بے شمار مرید تھے۔ جن میں خواص

بھی تھے اور عوام بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:

"اَصحابی کالنّجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم"

ترجمہ: میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی بھی کرو گے۔ ہدایت پا جاؤ گے

اللہ تعالےٰ نے حضرت قبلہ عالمؒ کو جو مصاحب دیئے تھے۔ وہ بھی ستاروں کی مانند تھے۔ جن میں سے ہر ایک دوسروں کے لئے راہ نما تھا۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے اور بہت سے مریدانِ مجاز بھی تھے جن میں سے مشہور ترین خلفاء درج ذیل ہیں اِن مشہور ترین خلفاء میں سے پہلے چار اصحاب باقی تمام خلفاء میں سے اُسی طرح ارفع و اعلےٰ تھے، جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں یار یا خلفائے راشدین باقیوں سے ارفع و اعلےٰ تھے۔ اور دس خلفاء عشرہ مبشرہ کی طرح خلفائے خاص بلکہ خاص الخاص تھے۔

خلفائے کے اسمائے گرامی:- (۱) خواجہ نور محمد نارووالہ صاحبؒ (۲) قاضی محمد عاقل صاحبؒ کوٹ مٹھن (۳) حافظ محمد جمال صاحب ملتانیؒ (۴) خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ۔ یہ چار خلفا خلفائے اعظم تھے اور یارانِ خاص تھے۔ اِن چاروں خلفائے خاص الخاص کے علاوہ اور بھی خلفائے خاص تھے۔ (۱) قاری عزیز اللہ صاحبؒ اور ان کے بھائی (۲) قاضی صبغۃ اللہ صاحبؒ (۳) میاں محمد فاضل نیکوکارؒ سکنہ شہارم (۴) میاں غلام حسن بھٹی صاحبؒ (۵) غلام محمد کیٹر لوایالہؒ (۶) حافظ ناصر الدینؒ۔ یہ دس خلفاء مثل عشرہ مبشرہ تھے اِن کے علاوہ اور خلفاء بھی تھے۔ (۱) مولوی محمد مسعودؒ سکنہ جہان کی جن کو سلسلہ سہروردیہ میں خلافت تھی (۲) چشتی نورالحقؒ سکنہ شہر فرید (۳) غلام محمدؒ سکنہ اومیرالالیکا ان کے بیٹے سے بی بی زینت دختر قبلہ عالمؒ کا نکاح ہوا (۴) حافظ الیاسؒ قوم سیال (۵) محمد غوثؒ بجیدانہ (۶) حافظ پہل جویاؒ (۷) محمد بخش چشتیؒ سکنہ تاج سرور (۸) اسالت خانؒ (۹) نواب غازی الدین خانؒ (۱۰) لطف اللہؒ سکنہ نواحی خیرپور (۱۱) مولوی نور محمدؒ پہل سکنہ نواحی بہاولپور (۱۲) مولوی محمد حسینؒ قوم

چنڑ سکنہ نواحی بہاول پور (۱۳) میاں اکبر لکھیؒ سکنہ قصبہ رانیا (۱۴) حافظ غلام نبیؒ (۱۵) مولوی محمد اکرمؒ سکنہ ڈیرہ غازی خاں (۱۶) مولوی محمد عجیبؒ سکنہ گڑھی اختیار خاں (۱۷) مخدوم شیخ محمودؒ سکنہ سید پور (جو حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی اولاد سے تھے) (۱۸) مخدوم نو بہار سکنہ اوچ سجادہ نشین سید جلال بخاریؒ (۱۹) مخدوم عبدالوہابؒ سکنہ اوچ (۲۰) مخدوم عبدالکریمؒ سکنہ اوچ، اولاد سید جلال بخاریؒ (۲۱) مخدوم محب جہانیاںؒ اولاد سید جلال بخاریؒ (۲۲) مولوی سلطان محمدؒ گوریجہ برادر قاضی عاقل محمدؒ (۲۳) میاں محمدؒ سکنہ صورت بندر جو مجذوب تھے (۲۴) مولوی تاج محمودؒ سکنہ گڑھی اختیار خاں (۲۵) شیخ جمال چشتیؒ سکنہ فیروز پور وہ عاشق بے مثال تھے۔ قصبہ فیروز پور مہار شریف کے قریب ہے اور وہیں ان کا مزار ہے (۲۶) حافظ عظمتؒ سکنہ طغیراں (۲۷) صاحبزادہ نور الصمدؒ (۲۸) میرن شاہ سید صالح محمد شاہؒ (۲۹) دین محمد شاہؒ۔ یہ دونوں قصبہ بھیھٹی کے رہنے والے تھے جو ملتان کے قریب ہے (۳۰) میاں احمد گونڈلؒ جنہیں سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت تھی (۳۱) شیخ نظام بخشؒ جو حضرت قطب جمال ہانسویؒ کی اولاد سے تھے۔ (۳۲) شاہ عبدالعزیز ہندوستانیؒ (۳۳) مولوی ضیاالدین مہارویؒ (۳۴) خلیفہ عبداللہؒ (۳۵) مولوی عبدالرحمٰن سندھیؒ جن کو سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت تھی۔ (۳۶) قاضی احمد علیؒ بن قاضی عاقل محمد صاحبؒ۔ اِن کے سوا آپ کے بےشمار خلفاء تھے جو زمین کے اطراف واکناف میں تھے جن میں سے ہر ایک صاحبِ کرامت وخوارق عادت تھا۔ طوالت کے خوف سے ان کے اسماء نہیں دیئے گئے اِن کے علاوہ اور بھی بےشمار صاحبِ کرامت بزرگ تھے جو حضرت قبلۂ عالمؒ کے یاروں میں سے تھے اگرچہ خلافت سے مشرف نہ تھے۔ اور ایسے بزرگ جو حضرت قبلۂ عالمؒ کے یاروں میں سے تھے مگر خلافت سے مشرف نہ ہوئے تھے اگر ان کی کرامات کا بیان کیا جائے تو سامعین کی عقل حیرت میں آ جائے جیسے عارف شاہ سیدؒ اور محمد اعظم چنڈلؒ۔ جن کا تھوڑا سا ذکر پہلے لکھا جا چکا ہے۔ الغرض حضرت قبلہ عالمؒ کے جملہ خلفاؒ واحباب صاحبِ کرامت وبزرگ تھے۔ البتہ آپ کے چاروں خلفائے عظام اولیائے سلف کی مثل تھے کہ جن سے ایک عالم کو

فیض پہنچا۔ یہ ایسا فیض تھا جیسا کہ لوگ پہلے زمانہ کے اولیائے کرام سے پایا کرتے تھے۔ اِس زمانہ میں فقیر (حاجی نجم الدینؒ) نے ایسا نہ سُنا نہ پایا۔ لہٰذا اِن چاروں خلفاء عظام کی کرامات اور مناقبات کا ذکر اختصار سے کیا جاتا ہے۔

جانشینانِ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی

حضرت خواجہ نور الصمد صاحب متوفی یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۰۶ھ

حضرت خواجہ نور احمد صاحب متوفی ۱۸ رمضان سنہ ۱۲۵۴ھ

حضرت خواجہ محمود صاحب متوفی ۱۰ رمضان ۱۲۶۶ھ

حضرت خواجہ نور بخش صاحب متوفی ۱۵ شعبان سنہ ۱۲۸۰ھ

حضرت خواجہ میاں نور جہانیاں صاحب متوفی ۲۹ شوال ۱۳۰۷ھ

حضرت خواجہ میاں محمد یوسف صاحب متوفی ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

حضرت خواجہ محمود بخش صاحب مہاروی ۳ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ

حضرت خواجہ میاں نور جہانیاں صاحب ثانی متوفی ۵ ذوالحجہ سنہ ۱۴۱۲ھ

حضرت خواجہ میاں محمد معین الدین صاحب ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ میں تولد ہوئے۔ حضرت خواجہ محمود صاحب تونسوی کے گھرانے میں اپنے ماموں حضرت خواجہ محمد نظام الدین صاحب محمود کا سے دستِ بیعت ہیں اور آپ کو خلافت اپنے دادا حضرت خواجہ میاں محمود بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے

راقم الحروف محمد رمضان ... تونسوی

سدِ شہبازِ میدانِ لاہوت، پاک آمدہ از عالم جبروت محبوبِ بارگاہِ احد، منظہر انوار الصمد مولانا نور محمد ثانی عرف حضرت نارووالہ صاحب رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا نور محمد صاحب نارووالہ قبلۂ عالم حضرت نور محمد مہاروی سے خلفائے عظام میں سے تھے۔ سب سے پہلے جو خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے آپ تھے۔ آپ عالمِ علوم ظاہری و باطنی صاحبِ وجد و سماع اور محرمِ راز قبلہ عالم تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام صالح محمد تھا۔ آپ کی قوم بدیار تھی۔ آپ حاجی پور علاقہ سندھ کے رہنے والے تھے۔ مگر بعد ازاں چاہ نارووالہ پر آباد ہوئے۔ مولوی محمد گہلوی نے خیر الاذکار میں حضرت قبلۂ عالم سے آپ کی بیعت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ جب حافظ محمد سلطان پوری حضرت مولانا فخر الدین دہلوی سے بیعت ہوئے اور اپنے ملک واپس آئے تو واپس آکر حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحب کی خدمت میں علوم ظاہری کی تحصیل کرنے لگے۔ اکثر اوقات حضرت مولانا صاحب کی توجہ سے حافظ صاحب مذکور پر حالتِ مستی و ذوقِ الٰہی وارد ہوتی۔ چنانچہ مرغِ نیم بسمل کی طرح جگہ بجگہ تڑپتے۔ بلکہ بعض دفعہ ایک غیر آباد کنوئیں میں جو خشک ویران تھا گر پڑتے تھے اور آدمی انہیں وہاں سے نکالتے تھے۔ مولانا نور محمد نارووالہ صاحب ابھی تک حضرت قبلۂ عالم سے بیعت نہیں ہوئے تھے۔ نہایت عابد و زاہد، امام و متقی اور علوم ظاہری کے عالم باعمل تھے۔ جب انہوں نے حافظ صاحب کی حالتِ ذوق اور دردِ عشقِ الٰہی دیکھی تو ان کے دل میں بھی اہل اللہ کی بیعت کا شوق ہوا۔ چنانچہ محب النبی حضرت مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا اور اسی حافظ محمد صاحب سلطان پوری کے ہاتھ ارسال کیا۔ حضرت مولانا صاحب نے جواب میں لکھا کہ مثنوی معنوی مولانا روم کا مطالعہ کریں اور کچھ اشغال اور اوراد بھی عطا فرمائے۔ اور یہ ارشاد بھی لکھا کہ اگر بیعت کی

خواہش ہو تو میاں نور محمد مہارویؒ سے بیعت کریں۔ کہ اُن کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جب حضرت مولانا صاحبؒ کا گرامی نامہ آپ کے نزدیک پہنچا۔ چند روز حسب الارشاد وظائف واشغال اور مطالعہ مثنوی شریف میں مصروف رہے۔ آخر عشق کی بے قراری اور غلبۂ شوق سے بیعت کے ارادہ سے مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قصبہ خیر پور ٹامے والی میں پہنچے تو کسی نے خبر دی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ چند دنوں سے دہلی شریف کی طرف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر آپ کچھ لمحہ خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مہار شریف جائیں اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی آستانہ بوسی کریں۔ خواہ حضرت وہاں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ جب مہار شریف میں پہنچے تو بحکم الہٰی حضرت قبلۂ عالمؒ ایک رات قبل مہار شریف پہنچ گئے تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کی قدم بوسی سے انہیں حظِ کمال پہنچا۔ اور خدا تعالےٰ کا شکر بجا لائے کہ یہ طویل سفر بیکار نہ گیا۔ رات کے وقت حضرت قبلۂ عالمؒ خود پُر تکلف کھانا اور گائے کا دودھ آپ کے لئے لائے اور اُن کے تقوےٰ کے پیش نظر فرمایا کہ میاں صاحب یہ کھانا اور دودھ تناول فرمائیں کہ رزق حلال ہے اور دل میں خیال نہ لائیں اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارا وظیفہ یہ تھا کہ جب ہم دہلی میں حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں جاتے تھے تو دو تین ماہ وہاں گزارتے تھے۔ مگر اس دفعہ چند دن نہ گزرے تھے کہ خود بدولت حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ یہاں سے وطن کے لئے جلدی روانہ ہو جاؤ کہ ایک مردِ خدا مغرب کے دور دراز علاقہ سے بیعت کے ارادہ سے آپ کے گھر آرہا ہے۔ لہٰذا جلدی تمام دہلی سے تمہاری خاطر آیا ہوں۔ پس دوسرے دن مولانا نور محمد صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت ہوئے۔ اور کچھ مدت وہاں رہ کر واپس نارووالہ آگئے۔

خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ نارووالہ صاحبؒ کے بیعت کرنے اور وطن واپس جانے کے چند ماہ بعد حضرت قبلۂ عالمؒ اُن کی ملاقات کے لئے نارووالہ تشریف لے گئے اور چند روز وہاں مقیم رہے۔ اتفاقاً ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ وہاں قضائے حاجت انسانی

کے لئے باہر گئے ہوئے تھے۔ چونکہ آپ کے پائے مبارک کے نشان زمین پر موجود تھے۔ ایک ہندو عورت کے قدم آپ کے قدموں کے نشانات پر پڑ گئے۔ جونہی اس کے پاؤں نے اس نشان کو چھوا وہ عورت بے ہوش ہو گئی اور زمین پر گر پڑی۔ یہ خبر پھیل گئی اور ہر کسی نے جانا کہ اس عورت کا یہ حشر اس لئے ہوا کہ اس نے حضرت قبلۂ عالمؒ کے قدم مبارک کے نشانات پر اپنے پاؤں رکھے۔ اس دن سے حضرت قبلۂ عالمؒ کے لئے گاؤں میں ہی ایک بیت الخلا تعمیر کروایا گیا۔ جب حضرت قبلہ عالمؒ کی قصبہ نارووالہ میں تشریف آوری اور آپ کے کمالاتِ ولایت کی شہرت دور و نزدیک پہنچی تو ہر روز چاروں طرف سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے اور بیعت سے مشرّف ہونے لگے۔ ان ہی ایام میں قاضی نور محمد صاحبؒ گوریجہ کوٹ مٹھن سے آکر حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت ہوئے اور حضرت قبلہ عالمؒ کی اپنے قصبہ یارانوالی میں اپنی جاگیر میں دعوت کی اور ایک قاصد جلدی سے کوٹ مٹھن دوڑایا اور اپنے برادر بزرگوار قاضی عاقل محمد صاحبؒ کو حضرت قبلہ عالمؒ کی تشریف آوری کی خبر بھیجی۔ انہیں جب خبر ملی تو بہت جلد حاضر ہوئے اور خدمتِ والا میں پہنچ کر بیعت سے مشرّف ہوئے۔ الغرض یہ کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے بیعت کے شرف میں نارووالہ صاحب سب سے مقدّم تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی اس ملک میں تشریف آوری اولاً محض نارووالہ سے ملاقات کرنے اور ناشر برکات کے لئے تھی۔ حافظ محمد سلطان پوریؒ کہ حضرت مولاناؒ صاحب کے خلفاء میں سے تھے فرماتے تھے کہ میرے حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں مشرّف ہونے سے قبل ہی حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ ملک کے اس حصّہ میں جس سے مراد ملک مہار شریف اور اس کے نواح سے تھی۔ قطبِ یگانہ تھے اور ایک عالم اُن سے فیض یاب تھا۔ ایک دفعہ مہار شریف میں نارووالہ صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ ایک مرید نے عرض کی نواب غازی الدین خاں کے باغ میں رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اس کو دیکھنا چاہیئے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

ما اسیراں را تماشائے چمن درکار نیست داغہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

منقول ہے کہ میاں غلام فخر الدینؒ صاحب ابن حضرت خواجہ محمودؒ صاحب بن خواجہ نور احمد صاحبؒ بن حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ جس وقت مولوی نور محمد مدڑہؒ نے قاضی عاقل محمد صاحبؒ سے پوچھا کہ اے میرے شیخ کوئی چیز میرے پیر مولانا نارووالہ صاحبؒ کے فضائل وکرامات سے فرمائیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میری کیا طاقت ہے کہ اُس زبدۃ الواصلین کے فضائل بیان کروں۔ البتہ ہمیں اُن کے فضائل سے جو بہت تھوڑا سا معلوم ہے اس میں سے ایک بات یہ ہے کہ جن ایّام میں مَیں اپنے پیر ومرشد قبلہ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف میں حاضر تھا۔ ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ میرے ڈیرہ میں تشریف لائے اور جس حجرہ میں مَیں بیٹھا تھا وہاں آکر بیٹھ گئے اور مجھے فرمایا کہ میاں صاحب جس حاجت کی خاطر آپ میرے پاس اتنی دور کا سفر کر کے آئے ہیں بیان کریں کہ کیا حاجت ہے تاکہ پوری کی جا سکے۔ میں نے اپنے مقصود کا ذکر کیا۔ فرمایا حجرہ کے دروازہ کو بند کر دو۔ میں نے بند کر دیا۔ فرمایا مراقبہ کرو۔ میں نے مراقبہ کیا اور آں جناب نے بھی سر جھکا کر مراقبہ کیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے انوار کے طبق نازل ہو رہے ہیں اور ہماری طرف آکر نارووالہ صاحبؒ کے سر کی طرف جاتے ہیں اور اُن کے وجود مبارک پر جاکر ختم ہو جاتے ہیں۔ جب میں نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو حضرت قبلہ عالمؒ نے بھی سر اٹھایا۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اب پھر مراقبہ کرو۔ میں نے کیا۔ خود آپ نے بھی مراقبہ کیا۔ پھر اُسی طرح میں نے انوار دیکھے کہ آسمان سے نیچے اترتے ہیں اور ہمارے سروں پر سے ہو کر نارووالہ صاحبؒ کے سر پر جاتے ہیں۔ پھر سر اوپر کیا اور قبلہ عالمؒ نے مسکرا کر فرمایا پھر مراقبہ کرو۔ اس طرح تین بار مراقبہ کیا۔ اور دیکھا کہ انوار نارووالہ صاحبؒ کے سر پر جاتے ہیں اور پھر ہمارے سر پر نہیں آتے۔ چوتھی مرتبہ جب میں نے حضرت قبلہ عالمؒ کے حکم سے مراقبہ کیا تو جو کچھ میرے نصیب میں تھا میرے سر پر بھی انوار نازل ہوئے۔ اس سے نارووالہ صاحبؒ کی کمالیت کا اندازہ لگانا چاہیئے۔

خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب نارووالہ صاحبؒ کشتی میں سوار

تھے اور بہت سی اور بھی مخلوق کشتی میں سوار تھی جو آپ کے مرید تھے۔ کہ یکایک کشتی کا ایک تختہ چوبی الگ ہو گیا اور کشتی پانی سے بھر گئی اور غرق ہونے لگی۔ خلق نے واویلا کیا۔ آخر آپ کی برکت سے کشتی کو قرار آگیا اور غرق کے خوف سے نجات ملی۔ اور تختہ جو الگ ہوا تھا پھر درست ہو گیا۔ اس اثنا میں محمد موسےٰ والا نے جو آپ کا مرید تھا کہا کہ یہ کشتی کس طرح غرق ہوتی کہ اولیاء اللہ کی کوئی کشتی آج تک غرق نہیں ہوئی۔ آپ کو غصہ آگیا۔ فرمایا۔ اس کشتی میں کون سا ولی تھا۔ ہو سکتا ہے تم ولی ہو تمام ہیبت سے خاموش ہو گئے غرض کہ باوجود اس کمالیت کے، کہ کسی کافر و مومن کو حضرت سے انکار نہ تھا۔ اپنے آپ کو اتنا کم تر جانتے تھے کہ گویا مبتدی ہیں۔ اللہ کا خوف ہر وقت آپ پر اتنا رہتا تھا اور یہ کمال عبودیت کی نشانی ہے۔ اس قدر خوف آپ کے دل پر غالب تھا کہ مرضِ وصال میں آپ سیت پور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور ارادہ یہ رکھتے تھے کہ اپنے آپ کو مہار شریف میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے حضور پہنچا دیں تاکہ اپنے پیر کے روبرو فوت ہوں۔ مگر یہاں چند روز سیت پور میں قیام کر کے حکیم قاضی محمد عمر کا علاج کرایا۔ اسی قیام کے دوران ایک دن قاضی صاحب نے جب حضرتؒ کے جسم میں ضعفِ تمام دیکھا تو چشمِ پُرنم سے کہا کہ حق تعالےٰ آپ کی ذاتِ مبارک کو شفائے کلّی عطا فرمائے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے بعد روئے زمین پر خلیفۂ برحق آپ کی ذاتِ مبارک ہے۔ حضرتؒ جوش میں آگئے اور فرمایا کہ اے قاضی کیا کہتا ہے۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو اپنے سرمایۂ ایمان کو سلامت لے جائے۔ یہ سن کر قاضی صاحب پر گریہ طاری ہو گیا۔

ایک دن حضرتؒ مسجد چاندنی چوبیں کے باہر قیلولہ فرما رہے تھے۔ میاں محمد جو یہ جو حضرتؒ کے مرید تھے کہتے ہیں کہ ہم بھی وہیں حضرتؒ کے نزدیک سو گئے۔ نمازِ ظہر کے وقت خادمت عالی کے سامنے بیدار ہو کر بیٹھا تھا کہ میرے دل میں اچانک یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ آج تو ہم تمام غلام حضرت نارووالہ صاحبؒ کے فیض سے ہر طرح سے مستفیض ہیں، کل حضرت کے وصال کے بعد اگر ہم غلام زندہ رہے تو ہمارا

کیا حال ہوگا۔ اور ہم پر یہ کرم اور توجہ کس صورت میں ہوگی۔ حضرتؒ نے اپنا چہرہ مبارک میری طرف کیا اور فرمایا کہ اے فلاں یہ اندیشہ نہ کر۔ اہل اللہ اپنی زندگی میں ایک حصّہ حق تعالےٰ کے ساتھ مشاغل و متوجہ ہوتے ہیں اور ایک حصّہ اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور وصال کے بعد دو حصے دوستوں کی طرف اور ایک حصہ حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وقتِ ضرورت وہ ایک حصہ بھی (یعنی کلّی طور پر) دوستوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس میں نے اس اشارہ سے پایا کہ حضرت کا وصال میری موت سے پہلے ہوگا۔ البتہ مجھے تسلّی ہوگئی کہ حضرتِ عالی کی توجہ ہم غلاموں کی طرف پہلے سے زیادہ ہوگی۔

اس کے مناسب ایک اور حکایت ہے۔ کہ جس وقت حضرت نارووالہؒ صاحب مہار شریف میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور اپنے حجرۂ خاص میں بیٹھے تھے۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب خواجہ نور الصمد جیو شہیدؒ بن حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ بھی اسی مجلس میں تھے۔ حضرتؒ نے اس جگہ سے حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت شہید صاحبؒ نے دوڑ کر ان کے جوتے اپنے ہاتھ سے سیدھے کر دیئے۔ یہ حرکت دیکھ کر نارووالہؒ صاحب بہت غمگین ہوئے۔ شہید صاحبؒ نے معذرت کی کہ میاں صاحبؒ آپ اس قدر نیاز رکھتے ہوئے تنگ دل نہ ہوں۔ حالانکہ ہم قبلۂ عالمؒ کے تمام صاحبزادگان اور دوسرے احباب حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد گھوڑوں پر زین ڈالے بغیر آپ کے دروازہ پر حاضر ہوں گے۔ چوں کہ نارووالہ صاحب حضرت شہید صاحبؒ کے جوتے اٹھانے کی وجہ سے بہت غمگین تھے جوش میں آگئے۔ اور فرمایا کہ حق تعالےٰ مجھے حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے دن تک زندہ نہ رکھے گا۔ اس سخت لفظ سے حاضرین پر دہشت طاری ہوگئی کہ یہ لفظ اثر سے خالی نہ ہوگا۔ آخر اسی طرح ہوا جیسا کہ فرمایا تھا کہ ان کا وصال حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال سے پہلے ہوا۔

میاں محمد جویہ سے منقول ہے کہ نارووالہؒ صاحب کے اہل پردہ اکثر اوقات ایک مرض میں گرفتار رہتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں شدید بیماری ہوگئی کہ زندگی کی

امید نہ رہی۔ اور نارووالہ صاحبؒ مہار شریف میں آمد و رفت میں اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی مصاحبت و زیارت میں اپنی مقررہ عادت کے مطابق عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مائیؒ صاحبہ کی بیماری کی حالت یہ ہوئی کہ کفن کی تیاری کا ارادہ کرنے لگے۔ مگر حضرت مولانا نارووالہ صاحبؒ اُس وقت بھیؒ شدت مرض کے باوجود مہار شریف کی طرف روانہ ہو گئے اور لوگ حیران تھے کہ اپنے مریض کو چھوڑ کر کیسے سفر پر جائیں گے۔ حضرتؒ حاجی پور سے باہر آئے اور بہت لوگ آپ کو رخصت کرنے کے لئے آپ کے ساتھ تھے۔ اور آپ ہر کسی کو رخصت فرما رہے تھے میاں محمد موسئے والا قبلہ عالمؒ کے غلاموں میں سے تھے اور آپ کے خادموں میں تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں بے تکلفی سے گفتگو کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت کے نزدیک جا کر عرض کیا۔ کہ آپ کو کوئی آدمی سیدھی اور سچی بات نہیں کہتا آپ اپنے مریض کو چھوڑ کر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جا رہے ہیں اور یہ کام جو آپ کر رہے ہیں کوئی نہیں کرتا۔ آپ میاں محمد سے قریب ہوئے اور اُس کے کان میں کہا کہ مریض ابھی نہیں مرتا۔ پس میاں محمد دہشت زدہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور دم مارنے کی تاب نہ رہی۔ آخر وہی ہوا کہ مائی صاحبہ کو اس مرض سے شفا ہو گئی۔ بلکہ وہ حضرتؒ کے وصال کے بعد تیس سال تک زندہ رہیں۔

حضرت نارووالہ صاحب کے دوستوں میں سے ایک صاحب یار محمد صاحب تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرتؒ حاجی پور میں اپنی خاص حویلی میں کنویں کی مرمت میں مصروف تھے اور خرچ بہت ہو رہا تھا تو بندہ اپنے گھر گیا اور ایک چاندی کا کنگن لایا۔ اور آپ کی نذر کیا اور عرض کیا کہ حضور ایک دو دن کی مزدوری کا سامان اس میں سے ہو جائے گا۔ قبول فرما لیں۔ فرمایا کہ اے یار محمد ہم فقیروں کے کام اللہ تعالے اپنے کرم سے خود کرتے ہیں۔ تو مرد مسکین ہے تم سے یہ کنگن نہیں لوں گا۔ میں نے ایک دو بار عاجزی سے عرض کیا۔ مگر قبول نہ کیا۔ آخر ایک دن جب اپنے حجرہ میں قیلولہ فرما رہے تھے میں محض بہانہ سے آپ کی مالش کے لئے اندر گیا۔ اور پھر عرض کیا کہ میری نذر قبول فرما لیں۔ پھر وہی جواب دیا۔ جب میں نے بہت التجا کی تو قضائے الٰہی سے بغیر ہوا یا جھونکے کے

آپ کے فرش کا بوریا جو اس حجرہ میں تھا خود ایک کونہ سے اوپر اُٹھ گیا میں نے دیکھا کہ بوریا کے نیچے تمام زمین سونے کی ہوگئی اور پھر وہ بوریا کا کونہ خود بخود درست ہو گیا۔ یہ عجیب و غریب بات دیکھ کر مجھ پر دہشت طاری ہوگئی۔ اور میں باہر چلا گیا۔ میرے دل میں آیا کہ یہ صورت حضرتؒ کے غصہ و خشم سے ہوئی ہے۔ آخر حجرہ کے دروازہ پر بیٹھ گیا اور دل میں یہ خیال کیا کہ جب حضرتؒ قیلولہ سے بیدار ہوں گے اور میرا نام لے کر مجھے لوٹا بھرنے کا حکم دیں گے۔ تب میری تسلی ہوگی۔ ایسا ہی ہوا اور مجھے اس روز سے یقین ہوگیا کہ قرض اٹھانا تو حضرتؒ کا محض بہانہ و مراعاتِ ظاہر ہے۔

آنحضرتؒ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے کسی بیگانہ عورت کی طرف نظر شہوت سے دیکھا۔ جب رات ہوئی خواب میں دیکھا کہ عذاب کے فرشتے اِس قسم کی بُری نظر رکھنے والوں کو تانبے کی دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیتے ہیں۔ جب بیدار ہوا تو حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلہ زنِ بیگانہ کو نظر بد سے دیکھنے کا سخت عذاب ہوگا۔ فرمایا کہ جو چیز مشاہدہ میں آگئی ہو اِس کے بارہ میں سوال کرنے کے کیا معنی ہیں اور جس کام کی سزا خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے ہم سے کیا پوچھ رہے ہو۔

جب حضرتؒ کا وصال ہوگیا تو اِن کے وصال کے بعد بہت سے دوست اور میاں محمد بری جو اس قصّہ کا راوی ہے۔ قبلہ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف گئے۔ اِن میں سے ایک نے قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ہمارے شیخ فرماتے تھے کہ ہماری قبر پر کوئی عمارت یا چھت نہ ڈالیں اور نہ کسی اور قسم کا سایہ کریں۔ تاکہ آسمانی نور کے راستہ میں رکاوٹ نہ ہو۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ تم میاں صاحب کی قدر نہیں جانتے کہ وہ گھوڑے کی باگ پکڑ کر جدھر چاہیں گھوڑا لے جا سکتے تھے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ میاں صاحب کی قدر و منزلت حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی قدر و منزلت سے کہیں کم تر ہے۔ اور اُن کی قبر مبارک پر روضہ مبارک ہے۔ جاؤ اور جلدی روضہ کی بنیاد رکھو۔ اِن کے دل کا نور ہی کافی ہے آسمانی نور کی ضرورت نہیں۔ پھر حضور عالی

میں عرض کیا کہ روضہ کے لئے جگہ تنگ ہے کہ ان کے مزار اور اُن کے والد میاں صالح محمدؒ صاحبؒ کے مزار میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ فرمایا کوئی بات نہیں۔ خود بخود روضہ کی جگہ بناتے وقت فراخ ہو جائے گی۔ آخر ایسا ہی ہوا۔

حضرت ناروواله صاحبؒ جامع شریعت وطریقت تھے اور شریعت ظاہر کی مراعات کا پاس درجۂ اتم پر تھا۔ کہ کوئی مستحب فوت نہ ہوتا تھا۔

اور ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ طریقت کے مراتب کی تقدیم اور آداب و مجاہدہ و ریاضت میں اس طرح مصروف تھے کہ اُن کی محفل میں کسی کی جرأت نہ تھی کہ دنیاوی امور کا ذکر کرے بلکہ اُن کے حضور میں اگر ہزاروں خاص و عام حاضر ہوتے تو حضرتؒ کی ہیبت کی وجہ سے آپ کی مرضی مبارک کے بغیر کوئی سانس نہ لیتا تھا۔ اور ہر شخص سر جھکائے خاموش بیٹھا رہتا تھا۔ آپ کم کھاتے۔ کم بولتے، کم سوتے اور لوگوں سے کم ملنے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے۔ کھانا صرف دو تین لقمہ سے زیادہ نہ کھاتے تھے۔ پانی بھی کم پیتے تھے۔ اور خاموشی و کم خوابی بھی بہت زیادہ تھی۔

اسرار الکمالیہ میں لکھا ہے کہ حضرت حافظ صاحب جمال الدینؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپ کے پاس نذر و نیاز کے بہت سے پیسے جمع ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرضی لکھی کہ ان روپیوں کے جمع ہونے سے فقیر پر حج فرض ہو گیا ہے اگر اجازت ہو تو حج ادا کروں۔ آپؒ نے جواب میں لکھا کہ جتنے روپے آپ کی حاجت سے زیادہ ہیں ہمارے پاس بھیج دو تاکہ آپ پر حج فرض نہ رہے خلیفہ صاحب نے ایسا ہی کیا۔

حافظ صاحب جمال الدینؒ ملتانی کے ملفوظات اسرار الکمالیہ میں زاہد شاہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ناروواله صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں آئے کسی نے پوچھا کہ سوار آئے یا پیادہ۔ فرمایا پیادہ آیا ہوں۔ حاضرین نے کہا کہ سواری کا انتظام کیوں نہ کیا۔ اس وقت حضرت قبلۂ عالمؒ احمد جامؒ کا یہ شعر پڑھا۔

شوقِ طوافِ کعبہ اگر دامنت گرفت   اسبابِ زاد و راحلہ شد خر نشد نشد

حافظ جمال الدین ملتانیؒ فرماتے تھے کہ ہم تینوں دوست یعنی ناروواله صاحب، قاضی

عاقل محمدؒ صاحب اور میں مہار شریف میں قبلہ عالمؒ کے سامنے کتب حقائق مثل لوائح، سواء السبیل. تسنیم اور بہت سے رسائل کا سبق لے کر اپنی جگہ پر لوٹ آتے تھے اور ان اسباق کی تحقیق میاں صاحب سے کیا کرتے تھے۔ اگرچہ ظاہر میں یہ فیض قبلہ عالمؒ سے تھا۔ لیکن درحقیقت ادراک مسائل اور ان کی فہم کا فیض میاں صاحب نارووالہؒ صاحب سے تھا کہ جو اپنے بیان سے تمام مسائل واضح طور پر سمجھا دیتے تھے۔

شاہ احمد یار جو قبلہ عالمؒ کے مرید تھے۔ کہتے تھے کہ حضرت مولانا صاحب خواجہ فخرالدین صاحبؒ کے عرس مبارک کے دنوں میں مہار شریف میں جبکہ میں بھی اس عرس میں شریک تھا۔ کہ خواجہ نور محمد نارووالہؒ صاحب کو کیف آ گیا۔ اور جذبۂ شوق ایسا ہوا کہ پہلے تو اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کے پاؤں میرے گھٹنوں پر آ گرے۔ پھر زمین سے اوپر اٹھے۔ تو ان کے قدم میرے سینہ پر آپ آ گرے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ تیسری دفعہ اس سے بھی آگے پہنچے۔ حافظ جمال الدین ملتانیؒ نے ان کے قدم مبارک پکڑے اور کہا شریعت کا پاس کیجئے۔ یہ کہنا تھا کہ آپ کے جذب کی کیفیت جاتی رہی جب اس وجد و حال اور حافظ صاحب کے منع کا تمام واقعہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں بیان کیا گیا تو قبلۂ عالمؒ نے حافظ صاحبؒ کو فرمایا کہ اے حافظ صاحب جیو آپ کو امر معروف وہاں کرنا چاہیئے تھا۔ حافظ صاحبؒ پر دہشت طاری ہوئی اور دست بستہ ادب کے ساتھ نادم ہوئے۔

مولوی محمد گہلوی مصنف خیر الاذکار رسالہ مذکور میں لکھتے ہیں کہ شاہ احمد یار نے یہ قصہ مجھے بیان کیا، مجھے زیادہ اعتبار نہ آیا۔ یہاں تک کہ مدت مدید کے بعد مولوی عزیز اللہ جھنجنؒ جو میرے ہم خرقہ تھے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی بیان کیا کہ میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا کہ حضرت نارووالہ صاحبؒ اس طرح عالم سلوک میں بلندیوں تک جا پہنچے اور میں نے یہ اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ تب مجھے پوری تسلی اور یقین تمام ہوا۔

مولوی عزیز اللہؒ مذکور فرماتے تھے کہ میں نے مخدوم حامد گنج بخش صاحبؒ دستارِ اُوچ سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے مخدوم ناصر الدین کلاںؒ سے جو حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے۔ سُنا ہے کہ ایک دفعہ نارووالہ صاحبؒ مہار شریف کی طرف جارہے تھے۔ جب اوچ میں پہنچے تو ایک رات ہمارے پاس مہمان رہے میں نے اُن کے لئے مجلسِ سماع کی۔ ان پر وجد ہو گیا کہ ایک ساعت زمین سے بالاتر رقص کرتے تھے۔ اور زمین سے ایک گز اوپر معلق تھے۔

میاں غلام فخر الدین صاحبؒ بن حضرت خواجہ محمود صاحبؒ سے منقول ہے فرماتے تھے کہ حضرت نارووالہ صاحبؒ اکثر سنگھڑ شریف کی طرف جاتے تھے کیونکہ اس علاقہ میں آپ کے بہت مرید تھے ایک دفعہ حضرتؒ تونسہ شریف میں تشریف لائے ہوئے تھے اور مسجد سفید میں جسے اُس ملک کی زبان میں بگی مسیت کہتے ہیں قیام پذیر تھے اور آپ کے ہمراہ چند علما اور خدام بھی تھے اتفاقاً علما کے گروہ میں معراج شریف کا ذکر چھڑ گیا۔ ہر ایک تعجب کرتا تھا کہ حالتِ بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے آسمان پر تشریف لے گئے۔ مولوی احمد صاحب تونسویؒ کے والد مولوی نور محمد حضرتؒ کے مرید تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں معراج شریف کے بارہ میں علماء کے استعجاب کا ذکر کیا کہ یا حضرت علماء کا گروہ حالتِ بیداری میں معراج کے واقعہ پر متعجب و حیران ہے۔ اس مسئلہ میں وہ آپس میں بحث و مناظرہ میں پڑے گئے ہیں۔ فرمایا تو کس طرف ہے۔ انہوں نے کہا کہ قبلہ ہر ایک ایک ہی طرف ہے اور قائلِ معراج بدنی ہے۔ صرف حیران ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس وجودِ ظاہری کے ساتھ حالتِ بیداری میں ایک لحظہ میں آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ خیر جب نمازِ عشا کا وقت آیا اور نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوئی۔ اور تکبیر تحریمہ کے بعد ہر ایک نے نیت باندھی تو یکایک حضرت نارووالہ صاحبؒ نے توڑ دی اور صف کے باہر آگئے۔ مولوی نور محمدؒ کہتے تھے کہ میں نے سمجھا کہ حضرت کا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ وضو کے لئے مسجد کے باہر جارہے ہیں۔ میں بھی نیت توڑ کر آپ کے

پیچھے پیچھے مسجد سے باہر اس نیت سے چلا کہ لوٹا پانی کا بھر کر دوں گا تاکہ آپ وضو فرمالیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ چارپائی پر بیٹھے ہیں اور یکایک آپ کی چارپائی آسمان کی جانب اڑنے لگی اور اتنی بلند چلی گئی کہ میری نظر سے غائب ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد حضرتؒ اسی چارپائی پر زمین پر آگئے۔ میں نے یقین کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمانوں پر اس جسمِ ظاہری کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ مسئلہ معراج کے بارہ میں میری تشفی کے لئے حضرت نے یہ کرامت دکھائی ہے۔

خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ جب نارو والہ صاحبؒ دہلی میں حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے قبلہ عالمؒ سے ہمراہ گئے۔ تو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمیں ان کی آنکھوں سے عشق نظر آتا ہے۔ واقعی ٹھیک فرمایا تھا۔ کہ حضرتؒ اگرچہ وحدت حقیقی میں مستغرق تھے۔ مگر وصف وجذبۂ عشق ان پر بہت غالب تھا۔ چنانچہ اکثر سماع میں ان پر وجد عشقیہ ابیات سے ہوتا تھا۔ اور اکثر رات کو چراغ جلا کر عشق کے قصے سنتے تھے۔

منقول ہے کہ حضرتؒ مرضِ وصال کے وقت سیت پور میں تھے۔ آپ نے دوستوں کو وصیّت کی کہ میرے وصال کے وقت تین کام ضرور کریں۔ پہلا یہ کہ قوالوں کو حاضر کریں کہ وہ عشقیہ غزلیں گائیں۔ دوسرے یہ کہ عین نزع کے وقت ایک گوسفند ذبح کریں کہ موجبِ سہولتِ سکراتِ موت ہے۔ (اور صاحب خیر الاذکار لکھتے ہیں کہ یہ بندہ اپنے قاصر فہم سے مطابق یہ خیال کرتا ہے کہ حضرتؒ کا مقصد مبارک اور اشارہ و رمز اپنی جان قربان کرنے کی طرف تھا کہ گویا اللہ کی راہ میں ایک گوسفند قربان ہوگی۔) تیسرے یہ کہ دو تین آدمی اقربا میں سے اُس وقت حلقہ کریں اور اللہ اللہ اللہ کا ذکر کریں کہ خود آپ اُس وقت اپنی زبان سے ذکر کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ کیوں کہ ضعفِ بدن کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ مگر چونکہ حضرت کا وصال اتفاق سے راستہ ہی میں وقوع پذیر ہوگیا۔ دوستوں نے ذکر جہر شروع کر دیا اور دوسرے دو امر میسر نہ آئے۔ نواب غازی الدین خانؒ سے سُنا ہے کہ وہ محمد بخش برادرِ خورد

میاں محمد جو یہ کی زبان سے نقل کرتے ہیں کہ نارو والہ صاحبؒ کے قلبِ پاک سے وصال کے بعد سے لے کر دفن تک ذکر ہُو ہُو جاری تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نزدیک ہو کر سُنا تھا اور دوسروں کو خبر نہ تھی۔ کیونکہ سب اُس وقت حضرتؒ کے ولولۂ فراق میں رونے دھونے اور غم واندوہ میں تھے جب شاہ پور کے نزدیک قطب واہ کے کنارہ پر غسل دیا تو ذکرِ قلبی ختم ہو گیا اور یہ اس لئے کہ مراعات امر شریعت کے مطابق چونکہ آدمی کا بدن مرنے کے بعد حکم ناپاکی میں آگیا ہے۔ اس لئے حضرتؒ صرف راستہ میں دلِ ذاکر سے تھے۔

آپ کا وصال ششم جمادی الاوّل ۱۲۰۴ھ کو ہوا۔ آپ کی تاریخِ وصال لفظ "چراغ" سے نکلتی ہے آپ کا مزارِ مبارک حاجی پور میں ہے آپ کا ایک بیٹا حافظ محمدؒ نام تھا۔ جو آپ کے بعد مسندِ مشیخیت پر بیٹھا۔ اور اُن کے آگے تین بیٹے تھے۔ عبدالرحمٰن۔ عبدالرحیم اور غلام رسول آج کل سجادگی پر غلام رسول صاحب ہیں۔ اور دونوں بڑے بھائی فوت ہو چکے ہیں البتہ نارو والہ صاحبؒ کے خلفاء بے شمار تھے۔ چنانچہ عبداللہ خاں چانڈ ڈیرہ غازی خاں میں۔ مولوی محمد حسنؒ راجن پور میں، مولوی نور محمد بڈرہؒ سکنہ محمد پورہ، مولوی ابو بکرؒ سکنہ حاجی پور اور رسالہ اسماء الابرار میں نواب غازی الدین خانؒ لکھتے ہیں کہ مولوی عبداللہؒ سکنہ ڈیرہ غازی خاں، جو نارو والہ صاحبؒ کے خلفاء سے تھے۔ جب فوت ہوئے اور انہیں لکڑی کے تختے پر غسل کے لئے لائے دیکھا کہ اُن کے قلب سے الا ھو کی آواز آرہی ہے۔ اور خلاصۃ الفوائد میں مولوی محمد عمر حکیم شید پوری لکھتے ہیں کہ نارو والہ صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال سے دو سال قبل فوت ہوئے۔ آپ نے اپنے وصال سے ایک دن قبل مجھے وصیت کی تھی کہ میرا سلام قبلہ عالمؒ تک پہنچا دیں۔ پس میں آپ کے وصال کے بعد جب مہار شریف پہنچا تو اُن کا سلام حضرت قبلہ عالمؒ کی جناب میں پہنچایا۔ آپ ایک ساعت خاموش رہے پھر فرمایا ماشاء اللہ۔ نیز ایک دن قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ "اگر میاں صاحبؒ یعنی نارو والہ صاحب چند دن اور زندگی پاتے تو ایک جہان اُن سے روشن ہو جاتا"۔ اور ایک دن فرمایا کہ "بے چارے میاں صاحب نے کئی

مصیبتوں سے میری جان چھڑائی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب ناروواله صاحبؒ کے دوستوں میں سے کوئی حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں آتا اس کے حال پر بڑی شفقت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ "جو کچھ تمہیں میاں صاحب نے کہا ہے اس پر پابندی کرو۔ اور اگر کوئی حاجت ہو تو بلا تکلف مجھ سے پوچھو"

منقول ہے کہ نارووالہ صاحبؒ کے دوستوں میں سے ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اُس جگہ کے بعض علماء و بزرگان میاں صاحب کے مزار پر چراغ روشن کرنے کو جائز نہیں سمجھتے اور رقاصائیں وغیرہ جو میاں صاحب کی خانقاہ پر سرود کرتی ہیں انہیں منع کرتے ہیں اور آنے نہیں دیتے۔ آئندہ اس بارہ میں جس طرح آپ ارشاد فرمائیں اسی طرح عمل ہوگا۔ فرمایا میاں صاحبؒ جس جگہ کے تھے وہیں پہنچ گئے تم لوگ کسی کو اُن کی خانقاہ پر آنے سے منع نہ کرو کہ رسمِ قدیم ہے کہ ہر قسم کے لوگ خانقاہوں پر آتے ہیں سرود کرتے ہیں اور چراغاں بھی ہوتا ہے۔

آپ کے ارشاداتِ گرامی

مولوی محمد گھلوی آپ کے مرید رسالہ خیر الاذکار میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرتؒ نے فرمایا کہ رشحات میں یہ مسئلہ ہے کہ محویت کی حالت میں صوفی کا نفسِ کلی اُس کے جزئی نفس پر غالب ہوتا ہے۔ خواہ بشریت کس قدر بھی ہو مگر انہیں وضو کی تجدید ضروری نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ مسئلہ اگرچہ اسی طرح ہے لیکن ہمارے مشائخ کا معمول یہ ہے کہ اگر صوفی کو اس حال میں حرکات و سکنات و افعال و احوال کا شعور ہو اور وہ خود بھی جانے کہ وہ اُس وقت یہ حال رکھتا ہے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر غلبۂ مستی میں اپنے احوال سے بے خبر ہو جائے تو وضو دوبارہ کرے کیونکہ جنون اور غشی وضو کو توڑ دیتے ہیں (۲) اور فرمایا کہ اولیاء اللہ کا مرنا اور جینا دوسروں سے جدا گانہ ہے۔ بندہ مرنے کے بعد زمین میں ایک دو لمحے بیٹھتا ہے پھر اس کی حرکات ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر اولیاء اللہ کو حیاتِ ابدی حاصل ہے (۳) اور فرمایا کہ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں چٹخانا یا انہیں کھینچنا مکروہ ہے۔ آپؒ نے مزید فرمایا کہ اسی طرح دوسرے شخص سے انگلیاں کھینچوانا بھی مکروہ ہے۔ اور یہ فعل عام ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ عمل نماز

کے اندر اور باہر دونوں جگہ مکروہ ہے۔

(۴) اور فرمایا کہ بیعت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ شیخ زندہ ہو اور زندہ کو مردہ سے مناسبت نہیں ہے۔ جو لوگ عالم ارواح میں چلے گئے ہیں انہیں زندوں سے بظاہر واسطہ نہیں رہتا۔ البتہ کسی زندہ شیخ کی اعانت سے یہ نسبت قائم ہو سکتی ہے۔

سجادہ نشینان حضرت خواجہ نور محمد صاحب نارووال ضلع گوجرانوالہ

حضرت خواجہ حافظ محمود صاحب متوفی ۱۲۷۱ھ

حضرت خواجہ معصوم رسول صاحب متوفی ۲۸ شوال سنہ ۱۲۹۰ھ

حضرت خواجہ نور محمد ثانی صاحب متوفی ۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۰۲ھ

حضرت خواجہ حافظ محمد ثانی صاحب متوفی

قدوۂ اربابِ توحید، اسوۂ اصحابِ تفرید، زبدۃ العارفین، یعسوب الموحدین

مظہرِ اسرارِ احد مورد انوارِ صمد حضرت قاضی عاقل محمدؒ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

بن قاضی محمدؒ شریف رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قاضی محمدؒ عاقل صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے خلفائے عظام میں تھے اور اس بارگاہ کے مقبولوں میں سے تھے۔ اور آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ اور صاحبِ وجد و سماع۔ آپ کا وطن کوٹ مٹھن تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد صاحبِ کرامت بزرگ تھے آپ کے والد گرامی کا نام قاضی محمد شریفؒ ہے۔ آپ کی قوم قریشی ہے مگر مشہور ہے کہ قوم گوریجہ تھی اور اس قوم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے آبا و اجداد علماء، فضلا، اور صاحب کرامت تھے اور اکثر آپ کے اجداد صاحبِ خانقاہ تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ تھے کہ جب ایک دن مسجد میں نماز کے لئے آئے۔ پوچھا کہ کسی نے اذان دی ہے یا نہیں۔ بتایا گیا کہ نہیں۔ آپ نے ایک مٹی کے لوٹے کو جو وہاں پڑا تھا کہا کہ اذان کہو۔ پس اس کوزہ نے اذان دینی شروع کی۔ اور کوزہ کو سندھی زبان میں کورا (بفتح کاف و سکون واؤ) کہتے ہیں اور اسی زبان میں گفتن کو چوُ (بفتح جیم و سکون واؤ) کہتے ہیں۔ پس "کورا جو" ہو گیا یعنی کوزہ بگو اذان بگو (یعنی اے کوزے بولو اور اذان کہو) اس بزرگ سے یہ کرامت ظاہر ہوئی تو وہ کوراجو کے نام سے مشہور ہوئے اور آپ کے والد قاضی محمد شریف صاحبؒ عالم باعمل و صاحب کرامت تھے اُن کے دو بیٹے تھے۔ بڑے قاضی عاقل محمد صاحبؒ دوسرے نور محمد گوریجہؒ اور دونوں بھائی حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے۔ دونو جید عالم تھے۔

منقول ہے کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ نارووالہ صاحبؒ کو بیعت کرنے کے چند ماہ بعد حاجی پور کی طرف گئے تو مولوی نور محمد صاحبؒ پہلے آئے اور حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت ہو گئے اور پھر انہوں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی اپنی جاگیر قصبہ یارانوالی میں دعوت کی اور اپنے بڑے بھائی قاضی عاقل محمد صاحبؒ کو بھی وہاں بلایا تو وہ بھی کوٹ مٹھن سے آئے اور

بیعت ہو گئے۔ خیر الاذکار میں ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے ارشاد کے مطابق حضرت قاضی صاحبؒ نے مجاہدہ و ریاضت پر ایسی کمر باندھی کہ تھوڑے عرصہ میں تکمیل کے درجہ پر پہنچ گئے اور خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ نواب غازی الدین خاں صاحبؒ کی تصنیف اسماء الابرار میں لکھا ہے کہ قاضی عاقل محمد صاحبؒ جب ذکرِ جہر بلند آواز سے مہار شریف میں اپنی ماڑی میں بیٹھ کر کرتے تھے تو آپ کی آواز شہر فرید تک جو تین کوس پر ہے پہنچتی تھی۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ کوٹ مٹھن تشریف لے گئے اور آپ کا ڈیرہ حجرۂ مسجد میں تھا۔ آپ استنجا کے لئے باہر تشریف لائے۔ قاضی محمد عاقل صاحبؒ کو راستہ سے گذرتے دیکھا تو قاضی عاقل محمد صاحبؒ کو فرمایا کہ اپنے والد صاحب کو میرے پاس لاؤ۔ قاضی صاحبؒ جلدی گئے اور اپنے والد کو اپنے ساتھ مسجد میں لے آئے۔ اس وقت قبلۂ عالمؒ اپنے حجرہ میں کسی شخص کو بیعت کر رہے تھے۔ جب وہ شخص مرید ہو کر باہر نکلا اور قبلۂ عالمؒ ابھی حجرہ میں تھے۔ تو قاضی صاحب نے اپنے والد کو کہا کہ آپ بھی حجرہ میں قبلۂ عالمؒ کے پاس جائیں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے تم چلو اور میرے آنے کی اجازت لے لو انہوں نے جا کر اجازت لی۔ قاضی محمد شریف صاحبؒ حجرہ کے اندر گئے اور دونوں کے علاوہ اس وقت حجرہ میں اور کوئی نہ تھا۔ پس حضرت قبلۂ عالمؒ نے قاضی صاحبؒ مذکور پر توجہ خاص فرمائی اور مقصودِ حقیقی تک پہنچا دیا۔ قاضی صاحبؒ حجرہ سے گریہ کرتے ہوئے اور مئے ذوق سے مخمور باہر آئے۔ فرمایا کہ اے عاقل محمد تجھے اللہ تعالےٰ نے نیک ساعت میں میرے گھر پیدا کیا تھا کہ تیرے طفیل میں بھی اس مرتبہ پر پہنچا ورنہ یہ نعمت مجھے کہاں ملتی۔

صاحبزادہ نصیر بخش صاحبؒ بن حضرت نور حسن صاحبؒ بن حضرت قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پیر مولانا قاضی خدا بخش صاحبؒ بن قاضی احمد علیؒ بن حضرت قاضی عاقل محمد صاحبؒ سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ قاضی محمد شریفؒ کو نعمت عطا کر کے حجرہ سے باہر آئے تو قاضی صاحبؒ کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا

کہ اے قاضی صاحب تمہارے باپ سے ہمارا کوئی واسطہ نہ تھا۔ (یعنی وہ قبلۂ عالمؒ سے بیعت نہ رکھتے تھے) مگر ہم نے انہیں دیکھا کہ ہمارے سامنے جارہے ہیں۔ افسوس آیا کہ بیٹا تو ایسے درجہ پر پہنچا ہو اور باپ اس درجہ سے محروم ہو۔ اس لئے تمہاری وجہ سے اُن پر توجہ ہو گئی۔

منقول ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ کو حالتِ وجد بہت ہوتی تھی اور آپ سماع میں رقص بہت کرتے تھے۔ اور اکثر انہیں اس غزل پر کیفیّت ہوتی تھی۔

غزل

ساقیا جامے بدہ تا مست لایعقل شوم | شاید از غم ہائے دوراں لحظۂ غافل شوم
بسملم کردی و دارم شوقِ شمشیرت ہنوز | کاش گردم زندہ و بارِ دگر بسمل شوم
میل ابروئے تو دارم قبلۂ من روئے تو | کافرم گر من بمحرابِ دگر مائل شوم
ایکہ مے گوئی ہلاکی بعد ازیں بیدل شو | دل چہ کار آید مرا بگذار تا بیدل شوم

ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر اُن کی خانقاہ پر قاضی صاحبؒ و حافظ محمد جمال ملتانی صاحبؒ اور قبلہ عالمؒ کے دوسرے خلفاء حاضر تھے کہ قوالوں نے نواب غازی الدین خاں کی یہ غزل شروع کی۔

غزل

خوبیٔ جلوۂ دیدارِ تو سبحان اللہ | لمعۂ مطلعِ انوارِ تو سبحان اللہ
جاں بکف خیلِ خریدار بہر سو جمع اند | یوسفا رونقِ بازارِ تو سبحان اللہ
صد دلِ مردہ شود زندہ بلطفِ سخنت | معجزِ لعلِ شکر بارِ تو سبحان اللہ
شانِ حسنت نمایاں ز خطِ مشکینت | آیتِ مصحفِ رخسارِ تو سبحان اللہ
گلشنِ حسنِ تو از فیضِ ازل شد سرسبز | نو بہارِ گلِ گلزارِ تو سبحان اللہ
میزند برقِ تجلّی زنگاہے بر دل | جادوئے چشمِ فسونکارِ تو سبحان اللہ

دل برفتن ندہد حوری جنت زیخا | راحتِ سایہ دیوارِ تو سبحان اللہ
سنگِ ما موم کند حرفِ لطیفت بدمے | لذتِ ترمیٔ گفتارِ تو سبحان اللہ
گلبنِ حسنی و ہر طرز تو گل مے ریزد | مرحبا شکلِ تو اطوارِ تو سبحان اللہ
میکنی غارتِ دل میشوی آنگہ منکر | آفریں کارِ تو انکارِ تو سبحان اللہ
غنچہ آساز تو دل تنگیٔ عشاق زہے | ہمچو گل خندۂ بسیارِ تو سبحان اللہ
کفرِ عشقِ تو نہ بمن ناظم ایمانست نظام | گفت تسبیح بزنّارِ تو سبحان اللہ

قاضی صاحبؒ کو اس غزل کے پہلے شعر پر ہی کیفیت ہوگئی۔ اٹھے اور بہت رقص کیا۔ پھر جب بیٹھ گئے اور قوالوں نے جب دوسرا شعر شروع کیا۔

۵ جاں بکف خیل بہر سو جمعند | یوسفا رونقِ بازارِ تو سبحان اللہ

تو اس شعر پر حافظ محمد جمال ملتانیؒ پر حالت طاری ہوگئی۔ بہت رقت ہوئی اور آپ نے بہت رقص کیا۔ چنانچہ حالت یہ ہوئی کہ قوال جب پہلا شعر پڑھتے تو قاضی صاحبؒ کو وجد ہوتا اور جب دوسرا شعر پڑھتے تو حافظ صاحبؒ کو رقص ہوجاتا اسی طرح اِن دونوں مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کے ذوق و شوق سے مجلس میں کافی دیر تک ہنگامہ گرم رہا۔ اور اِن کی تاثیر سے تمام حاضرینِ مجلس کو ذوق و رقت پیدا ہوئی۔

منقول ہے کہ قاضی صاحبؒ حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے دہلی حضرت قبلۂ عالمؒ کے ہمراہ دو مرتبہ گئے۔ بلکہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے تینوں نامدار خلفاء یعنی خواجہ نور محمد ثانیؒ، حافظ صاحب محمد جمال ملتانیؒ اور قاضی محمد عاقل صاحبؒ اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ گئے اور حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے اور کتبِ حقائق اُن سے پڑھی ہیں۔ صاحبزادہ نیر بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ قاضی عاقل محمد صاحبؒ نے تمام کتاب شرح عبدالحق وسواء السبیل حضرت مولانا صاحبؒ سے پڑھی ہے۔ البتہ صاحبزادہ امام بخش صاحبؒ و غلام دستگیر صاحبؒ پسران جناب صاحبزادہ غلام فرید صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم نے تحقیق

سے سنا ہے کہ تینوں خلفا نے کتاب سوائ السبیل کا سبق اکٹھے ہی حضرت مولانا صاحبؒ سے لیا تھا۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ ساتھ تھے۔

منقول ہے کہ صاحبزادہ نصیر بخش صاحبؒ اس کاتب الحروف سے فرماتے تھے کہ دہلی سے رخصت ہوتے وقت حضرت مولانا صاحبؒ نے قاضی صاحبؒ کو چار کتابیں اپنے کتب خانہ سے عنایت کی تھیں۔ اوّل مکتوبات حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی انصاریؒ اور اس کاتب الحروف فقیر حاجی نجم الدینؒ نے بھی اُس کتاب کی زیارت موضع منگھراں میں صاحبزادہ مذکور کے پاس کی ہے۔ بہت خوشخط لکھی ہوئی ہے اور حاشیہ پر حضرت مولانا صاحبؒ کے دستخط موجود ہیں دوسری کتاب مطول۔ تیسری سواء السبیل۔ چوتھا ایک مجموعہ تھا جس میں سوانح جامیؒ اور اس کی شرح، قصیدہ خمریہ اور شرح رباعیات مولانا جامیؒ و لوامع وغیرہ تھیں۔ نیز رخصت کرتے وقت ان کو تاکید فرمائی کہ ذکر جہر بکثرت کریں۔ نیز ختم کبیر کی ترکیب اور اجازت بھی عطا فرمائی۔ چنانچہ اب تک اُن کے خاندان میں ذکر جہر کی کثرت ہے اور ختم مذکور کا بہت رواج ہے۔ اُن کے خلفا بھی یہی پڑھتے ہیں۔

ختم کبیر کی ترکیب یہ ہے۔ سَو دفعہ درود شریف چار۴ بار سورہ فاتحہ چار۴ بار آیت الکرسی۔ امن الرسول بارہ۱۲ دفعہ۔ آیت قطب ثم انزل علیکم سے صدور تک ۱۲ بار۔ سورہ انا فتحنا ۵ بار۔ سورہ یاسین تین۳ بار۔ آیۃ محمد رسول اللہ سے عظیما تک ۱۲ بار۔ سورہ اخلاص ۱۰۰ بار۔ معوذتین ۳۳ بار۔ درود شریف ۱۰۰ بار یہ سب پڑھ کر حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدینؒ، خواجہ قطب الدینؒ، خواجہ فرید الدینؒ، خواجہ نظام الدینؒ، خواجہ نصیر الدینؒ اور مولانا فخر الدینؒ کی ارواح کو بخشے اور اُن سے مدد چاہے۔ جس حاجت کے لئے پڑھے گا بر آئے گی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ پانچ آدمی یا سات آدمی باطہارت کاملہ ایک مکان میں بیٹھ کر پڑھیں۔

میاں نصیر بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ قاضی صاحبؒ حضرت

قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے کوٹ مٹھن سے مہار شریف کی طرف آرہے تھے جب خیر پور میں پہنچے تو سُنا کہ حضرت قبلہ عالمؒ دہلی کی طرف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے بھی دہلی کا ارادہ کر لیا۔ البتہ جتنی نذر و نیاز حضرت قبلہ عالمؒ کے لئے اور صاحبزادگان مہاروی کے لئے لائے تھے۔ تمام مہار شریف میں بھیج دی اور خود خیر پور سے بیکانیر کے راستے سے دہلی کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب دہلی پہنچے تو اُن کے پاس خرچ نہ تھا۔ پس اپنے پکے لوٹے کو آٹھ آنے میں بیچ کر حضرت مولانا صاحبؒ کی نذر کے لئے شیرینی خریدی۔ پہلے اپنے پیرومرشد حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں جا کر قدم بوسی کی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ کوئی چیز حضرت مولانا صاحبؒ کی نذر کے لئے لائے ہو۔ عرض کیا کہ حضور میرے پاس صرف لوٹا رہ گیا تھا۔ اُسے آٹھ آنے میں فروخت کر کے حضرت مولانا صاحبؒ کے لئے شیرینی لایا ہوں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے چار ... فیاں اپنے پاس سے دیں کہ انہیں بھی حضرت مولانا صاحبؒ کی نذر کریں۔ بعد ازاں حضرت قبلہ عالمؒ قاضی صاحبؒ کو ہمراہ لے کر حضرت مولانا صاحب کے حجرہ کے دروازہ پر آئے۔ حجرے کا دروازہ بند تھا۔ اور حضرت مولانا صاحبؒ مشغول تھے۔ قبلہ عالمؒ نے دستک دی۔ فرمایا کون ہے عرض کیا نور محمد مہاروی حاضر ہے۔ فرمایا کیوں آیا ہے؟ عرض کیا کہ قاضی عاقل محمد کوٹ مٹھن سے آئے ہیں اور آپ کی زیارت و قدم بوسی کے لئے کھڑے ہیں۔ فرمایا تم چلے جاؤ اور انہیں میرے پاس بھیج دو۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ واپس چلے گئے اور قاضی صاحبؒ نے حجرے کے اندر جا کر قدم بوسی کی۔ کیوں کہ حضرت قبلہ عالمؒ کو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں گئے ہوئے چند ماہ ہو گئے تھے اور اُن کی رخصت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے۔ اس لئے حضرت مولانا صاحبؒ نے قاضی صاحبؒ کو فرمایا کہ میاں صاحب نور محمد جی دو تین دن میں مہار شریف کی سمت تیار ہیں تم ابھی ابھی آئے ہو۔ انہیں جانے دیں۔ اور تم میرے پاس چند روز رہو۔

قاضی صاحبؒ نے عرض کیا غریب نواز اس غلام پر جو کرم و نوازش کرنی ہے میرے پیر قبلہ عالمؒ کے واسطہ اور ذریعہ سے کریں اور مجھے اجازت دیں تاکہ اپنے مرشد کی رکاب میں جاؤں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے یہ بات سُنی تو اُن کے اس اعتقاد سے بہت خوش ہوئے اور اُن میں پیر پرستی کا ذوق دیکھ کر حضرت قبلہ عالمؒ کو رخصت کے وقت سفارش کی اور فرمایا میاں صاحب آپ قاضی صاحب پر پہلے جو شفقت کرتے تھے اپنی جانب سے کرتے تھے اب ہماری جانب سے اور میری خاطر ان پر کرم فرمائیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے قبول کیا۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا صاحبؒ اور حضرت قبلہ عالمؒ کی نوازشات قاضی صاحبؒ پر اس قدر ہوئیں کہ ہزارہا مخلوق آپ کے دروازہ سے فیض یاب ہوئی۔ اور آپ سے صدہا صاحبِ خانقاہ پیدا ہوئے۔

منقول ہے کہ قاضی صاحبؒ نے اپنے وصال سے چھ ماہ قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "اے قاضی صاحب ہم تم سے بہت خوش ہیں۔ تونے ہمیں بہت خوش کیا کہ ہماری تمام سُنتوں کو زندہ کر دیا۔ اب مَیں تیرے سامنے موجود ہوں جو کہنا ہو کہو" کاتب الحروف حاجی نجم الدین کہتا ہے کہ صاحبزادہ نصیر بخش جیؒ فرماتے تھے کہ میں نے کوٹ مٹھن کے اکثر معتبر آدمیوں سے سُنا ہے اور اپنی والدہ صاحبہ سے بھی سُنا ہے نیز خواجہ محمود صاحبؒ بھی فرماتے تھے کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت قاضی صاحبؒ کا سایہ گم ہو گیا تھا کہ آپ کا سایۂ وجود مبارک چاند یا سورج کی روشنی میں زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ پس اس حال کو چھپانے کے لئے چاند یا سورج کی روشنی میں باہر نہیں جاتے تھے اور اپنے حجرہ سے مسجد تک چھپر ڈال دیا تھا اور اُس کے سایہ میں سے مسجد میں جاتے تھے۔ تاکہ معلوم نہ ہو کہ آپ کا سایہ زمین پہ نہیں پڑتا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ عجب نہیں کہ یہ سایہ کا قصّہ صحیح ہو کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ اُن کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اور اولیاء اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُلکِ نبوت کے وارث ہیں اس لئے کمالِ مطابعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

کے سبب کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے " فاتبعونی یحببکم اللہ" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اگر یہ درجہ اولیاء اللہ کو حاصل ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ منکر کو اس میں کوئی حجت نہیں ہے۔

منقول ہے کہ قاضی صاحبؒ کے وصال کے بعد چیونٹیوں نے ان کے روضہ شریف میں سوراخ کر دیئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین بھی موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر قائم اولیاء اللہ کے بھی لوگ منکر ہوئے ہیں۔ اس لئے بعض منکرین نے زبانِ طعن دراز کی اور کہنے لگے کہ دیکھو قاضی صاحب اپنے آپ کو ولی کہتے ہیں مگر ان کی قبر میں چیونٹیوں نے سوراخ کر دیئے ہیں۔ حاسدوں کی یہ باتیں سُن کر حضرت قاضی صاحبؒ کے پوتے اور سجادہ نشین میاں خدا بخش صاحبؒ نے ان کے صندوق کو چودہ سال کے بعد قبر سے باہر نکالا اور مشتاقینِ جمالِ باکمال حضرت قاضی صاحبؒ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے ایک بار پھر مشرف ہوئے۔ کہتے ہیں کہ چہرۂ مبارک میں اور وجودِ مبارک میں کوئی فرق نہ تھا۔ چودہ سال گزر چکے تھے مگر غسل کے پانی کے قطرے ابھی تک آپ کے چہرۂ مبارک پر اسی طرح موجود تھے۔ یہ حال دیکھ کر منکرین نے اپنے انکار سے توبہ کی۔ پس صندوق کو پھر قبر میں رکھ کر دفن کر دیا گیا اور اس پر مزار شریف بنایا گیا۔

آپ کی مناقبات بہت زیادہ ہیں مگر طوالت کے خوف سے تبرکاً اس قدر ہی لکھا گیا ہے۔ آپ کا وصال ۸ رجب ۱۲۲۹ھ کو ہوا۔ اس مصرع سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے۔ ؎ روز ہشتم بود از ماہِ رجب۔ آپ کا مزار مبارک کوٹ مٹھن میں ہے۔ آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام قاضی احمد علیؒ تھا۔ وہ اپنے والدِ گرامی کے وصال کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور کچھ مدت بعد جب اُن کا وصال ہو گیا تو اُن کے بڑے بیٹے میاں خدا بخش صاحبؒ مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ قاضی احمد علی صاحبؒ کے دو بیٹے تھے۔ ایک میاں خدا بخش صاحبؒ

اور دوسرے میاں تاج محمود صاحبؒ دونوں اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے اور صاحبِ سلسلہ وارشاد تھے، البتہ قاضی خدابخش صاحبؒ صاحبِ سجادہ تھے۔ اِس کاتب الحروف نے اِن کی زیارت کی ہے وہ حضرت قبلہ عالم کے عرس پر بستی تاج سرور میں آئے ہوئے تھے۔ بہت صاحبِ ذوق وشوق اور صاحبِ وجد وسماع تھے۔ چنانچہ ایک دن مجلسِ سماع میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ میں چاشت کے وقت جبکہ میرے پیرومرشد حضرت محبوبِ ربانیؒ و دیگر مشائخ اور یہ فقیر موجود تھے۔ اُن کو اس غزل پر حالت وجد ہوگئی۔

غزل

نازیست ازاں جانب نازے کہ چہ گویم　　　قائم نیازے و نیازے کہ چہ گویم
تا طاقِ دو ابروش مراقبلہ نما شد　　　کردیم نمازے و نمازے کہ چہ گویم

رقص کے دوران قوالوں کو مٹھی بھر بھر کر پیسے کپڑے اور جو بھی میسر آتا عطا کر دیتے تھے اور حضرت محبوبِ ربانیؒ کہ جنہیں ہمیشہ ذوق ہوتا تھا اور رقص کرتے تھے اُس وقت دست بستہ کھڑے رہے۔ میاں خدابخش صاحبؒ کا وصال ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۶۹ھ کو ہوا۔ ان کا مزار مبارک اِن کے والد صاحبؒ اور دادا مرحوم کے مزارات کے نزدیک ہے۔ اُن کے دو صاحبزادے تھے بڑے غلام فخر الدین صاحبؒ دوسرے غلام فرید صاحبؒ اُن کے وصال کے بعد میاں غلام فخر الدینؒ اپنے والدِ گرامی کے مسند نشین ہوئے۔

حضرت قاضی عاقل محمدؒ صاحبؒ کے خلفاء: (۱) اُن کے فرزند میاں احمد علیؒ صاحبؒ (۲) اُن کے نبیرہ مولانا خدابخش صاحبؒ (۳) دوسرے نبیرہ میاں تاج محمود صاحبؒ (۴) مولوی عبداللہ صاحبؒ (۵) مولوی شرف الدین صاحبؒ سکنہ قصبہ پیرپور (۶) مولوی سلطان محمود صاحبؒ اِن حضرات کے علاوہ اور خلفاء بھی تھے۔

عاشقِ لایزال، عارف باکمال، واصلِ صاحبِ حال

حضرت حافظ محمّد جمال صاحب ملتانیؒ

بنِ محمّد یوسف صاحبؒ بنِ حافظ عبدالرشید ملتانی رحمت اللہ علیہ

حافظ محمّد جمال صاحبؒ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی کے کامل اردں اور اعظم خلفاء میں سے تھے۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم، حافظ و عارفِ کامل اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔ آپ مدت تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت س لوٹا اٹھانے اور وضو کرانے کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ سے ان کی بیعت کا حال حضرت غلام فرید صاحبؒ بن حضرت خواجہ نور احمدؒ بن حضرت قبلہ عالمؒ کی زبان گوہر فشاں سے سُنا ہے کہ جب اِن کے دل میں طلبِ خدا اور شوقِ لقاءِ ذاتِ کبریا پیدا ہوا تو چند روز پیر کامل کی طلب میں حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدینؒ بن شیخ صدر الدین عارفؒ بن حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے روضہ شریف میں رہے۔ ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے اور ان کی ارواح کو بخشتے، اور اُسی جگہ سو جاتے اور حضرتؒ سے پیرِ کامل کے لئے استدعا کرتے۔ یہاں تک کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ گویا شیخ رکن الدینؒ اور حضرت قبلہ عالمؒ ایک جگہ بیٹھے ہیں اور خود حافظ صاحب بھی موجود ہیں۔ حضرت رکن عالمؒ نے اِن کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قبلہ عالمؒ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب تمہارے پیر یہ ہیں۔ اِن کا نام نور محمد مہارویؒ ہے اور ان کا وطن قصبہ مہار میں ہے۔

حافظ صاحبؒ جب بیدار ہوئے تو انہیں حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کا شوق ہوا۔ ملتان سے روانہ ہوئے اور مہار شریف میں آئے اور حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت ہوئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے بیعت کے وقت اُن سے پوچھا کہ کیا علوم ظاہری سے کچھ حاصل کیا ہے۔ عرض کیا کہ ضروری مسائل نماز روزہ و قرآن شریف

پڑھے ہیں۔ زیادہ نہیں پڑھے ہیں۔ باوجود فضیلت کے اپنے علم کو اپنے پیر سے چھپایا۔ حضرت قبلہ عالمؒ کا دستور تھا کہ جب کوئی عالم حضرتؒ کی خدمت میں آتا اسے اپنے ہمراہ دستر خوان پر کھانا کھلاتے اور اگر غیر عالم ہوتا تو غلام رسول لانگری کو حکم دیتے کہ اِسے دوسرے درویشوں کی مثل کھانا دے۔ جب کھانے کا وقت آیا تو تمام علماءؔ کو اپنے پاس کھانا کھانے کے لئے بلایا۔ سب قبلہ عالمؒ کے دستر خوان پر حاضر ہوئے اور حافظ صاحبؒ کو بھی یاد کیا۔ وہ جب حاضر ہوئے تو مولوی محمد حسین صاحبؒ قوم چنڑ جو حضرت قبلہ عالمؒ کے یارانِ مجاز و محرمِ راز میں تھے۔ تعظیم کے لئے اُٹھے اور معانقہ و مصافحہ کیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے مولوی محمد حسین صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ انہیں پہلے سے جانتے ہیں۔ عرض کیا کہ قبلہ میں اور یہ ایک استاد سے علم حاصل کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بہت جید عالم ہیں اور ہم طالب علم تعلیم کے زمانہ میں انہیں علامۂ زماں کہا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا، حافظ صاحب آپ نے اپنے علم کو ہم سے کیوں چھپایا تھا۔ عرض کیا کہ قبلہ میں نے سنا ہے کہ گروہِ فقرا فرقۂ علماءؔ سے نفرت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اپنے علم کو حضور سے پنہاں رکھا۔ فرمایا حافظ صاحبؒ ہم تو علماءؔ کے طالب ہیں۔ ہمیں تو علماء ہی پہچانتے ہیں۔ جاہل کیسے پہچانیں گے۔ ہم فرقۂ علماءؔ سے بہت خوش ہیں۔ پس اُس دن سے حافظ صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں خادم کے عہدہ سے مشرف ہوئے اور پھر آپ کے وصال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ چنانچہ سفر و حضر میں حضرت قبلہؒ عالمؒ کے ہمراہ جاتے۔ درویشوں کو روٹی اور کپڑے تقسیم کرنے کا کام آپ کے ذمہ تھا۔ چنانچہ رسالہ اسرار الکمالیہ میں سید زاہد شطی والا نے جو حضرت حافظ صاحبؒ کے با اعتقاد مریدوں میں تھے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت حافظ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ دہلی گیا تھا۔ جب دہلی سے رخصت ہوئے تو میاں شمس الدین صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کے پیر بھائی اجمیر شریف تک حضرت قبلہ عالمؒ کو رخصت کرنے کے لئے پا پیادہ آئے حضرت قبلہؒ عالمؒ کے ہمراہ سواری کے لئے گھوڑے تھے ہر چند کہ

اُن کو سوار ہونے کے لئے فرماتے تھے۔ مگر وہ حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس ادب سے سوار نہ ہوتے تھے اور پا پیادہ حضرت قبلہ عالمؒ کے گھوڑے کے آگے آگے چلتے تھے۔ جب حضرت قبلہ عالمؒ دہلی سے رخصت ہوئے تھے۔ تو پانچ سو روپیہ نقد و دیگر اسباب اور کپڑے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس تھے۔ وہ آپ نے حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے خدام میں تقسیم کر دیئے۔ میں نے شکر کیا کہ اِن کی حفاظت سے نجات پائی۔ مگر جب اجمیر شریف سے مہار شریف کے لئے روانہ ہوئے تو پھر پہلے سے زیادہ نقد و جنس بطور نذرانہ حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس اجمیر شریف میں جمع ہو گیا۔ وہ بھی میرے حوالہ کر دیا۔ اور میں نے اس کی حفاظت شروع کر دی۔ ان دنوں میرے جوتے بہت پرانے تھے۔ ایک شخص بہت عمدہ نئے جوتے حضرت قبلۂ عالمؒ کے لئے لایا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ میرے جوتے پرانے ہیں۔ شاید قبلہ عالمؒ اپنے پہلے جوتے مجھ کو عطا فرمادیں۔ جب نئے جوتے پہنے تو اپنے پہلے جوتے وہیں کسی کو دے دیئے۔ فقیر نے جانا کہ اِس میں بھی کوئی حکمت ہو گی۔ جب مہار شریف میں پہنچے تو اس فقیر کو تمام نئے کپڑے عطا فرمائے اور ایک گھوڑی سواری کے لئے بھی دی مزید بر آں دوسرے باطنی اکرام بھی بہت فرمائے۔ پس میں نے جانا کہ اس سفر کی صعوبت میں عین حکمت پوشیدہ تھی پھر مجھے ملتان کیطرف روانہ فرما دیا۔

منقول ہے کہ میاں امام بخشؒ بن حضرت غلام فرید صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والدِ گرامیؒ سے سُنا تھا کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ دہلی میں تھے۔ تو ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ کی مجلس میں حضرت قبلہ عالمؒ بھی تشریف فرما تھے اور حافظ صاحبؒ بھی اِس مجلس میں یہ تذکرہ چلا کہ ملتان میں بہاالدین ذکریا ملتانیؒ کی عظمت کے سامنے کسی ولی کا تصرّف نہیں چلتا۔ اور کوئی شیخ اُس جگہ کسی کو بیعت نہیں کرتا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ میاں نور محمد اب تک ملتان کی ولایت حضرت بہاء الحق صاحبؒ کے سپرد تھی لہٰذا کسی ولی کا تصرّف

کارگر نہیں ہوتا تھا۔ مگر اب ملتان ہمارے حوالے کر دیا گیا ہے۔ لازم ہے کہ آپ اپنے مریدوں میں سے ایک مرید اس جگہ بھیجیں اور کہیں کہ عین خانقاہ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ میں بیٹھ کر خلق کو بیعت کریں اور اپنا تصرف کریں۔ جب حضرت قبلۂ عالمؒ دہلی شریف سے مہار شریف آئے تو حافظ صاحب جمال الدینؒ کو رخصت کرکے ملتان کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے مولوی خدا بخش ملتانیؒ کو کہ ان کے نامدار خلفا میں سے تھے اور مقبولانِ بارگاہ پروردگار میں سے تھے عین حضرت بہاؤالحق صاحبؒ کی خانقاہ میں مرید کیا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حافظ صاحبؒ سے پوچھا کہ جب آپ حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ دہلی جاتے تھے تو حضرت قبلہ عالمؒ حضرت مولانا صاحبؒ سے کس طرح ملاقات کرتے تھے بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ ہمیں بھی شوق تھا کہ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات دیکھیں مگر چوں کہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے گھوڑے کی حفاظت کرتا تھا۔ اور اس کی رسی اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ تو مجھے دیکھنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے چاہا کہ ان کی ملاقات دیکھوں۔ گھوڑے کو کسی چیز سے باندھا اور ایک کونہ میں کھڑے ہو کر دیکھا کہ قبلہ عالمؒ حضرت مولانا صاحبؒ سے ایسے ملاقات کررہے تھے جیسے بندہ اپنے خدا سے ملاقات کرتا ہے۔

حضرت حافظ صاحبؒ کو اکثر عشقیہ غزلیات پر وجد اور ذوق و شوق کی کیفیت ہو جاتی تھی۔ اور رقص و وجد بہت کرتے تھے۔ آپ آوازِ بلند سے ذکر جہر بھی کرتے تھے۔

منقول ہے کہ راجہ رنجیت سنگھ والئی لاہور چند بار قلعہ ملتان کی تسخیر کے ارادہ سے حملہ آور ہوا۔ چونکہ حضرت حافظ صاحبؒ تیر و کمان لے کر قلعہ میں موجود رہتے تھے۔ اس لئے سکھوں کے لشکر کو شکست ہو جاتی تھی اور ملتان سے بے مراد جاتے تھے۔ جب تک حافظ صاحبؒ زندہ رہے ملتان پر سکھوں کا قبضہ نہ ہو سکا۔ آپ کے خادمِ خاص میاں صالح محمد نے اس فقیر کاتب الحروف

نجم الدینؒ کو بتایا تھا کہ ایک دفعہ سکھ کثیر فوج کے ساتھ لاہور سے اِس ارادہ سے روانہ ہوئے کہ ملتان کو تسخیر کریں۔ ابھی ملتان ایک دو منزل رہتا تھا حافظ صاحبؒ تلاوت میں مشغول تھے کہ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت راجہ رنجیت سنگھ اِس دفعہ بہت بڑی فوج کے ساتھ ملتان پر حملہ کے لئے آ رہا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ ملتان کو نہیں چھوڑے گا۔ یہ خبر سُن کر حافظ صاحبؒ جذبہ میں آگئے اور فرمایا کہ کیا رنجیت ملتان کو ہمارے ہوتے ہوئے فتح کرے گا یعنی نہیں کرسکے گا۔ آخر کافی جنگ وجدال کے بعد سکھ مذکور بے مراد واپس چلے گئے اور قلعہ فتح نہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ اِس جنگ میں حافظ صاحبؒ قلعہ ملتان کے برج میں تیر وکمان ہاتھ میں لئے کافروں پر تیر چلاتے تھے اور جس برج میں بھی دیکھتے تھے حافظ صاحبؒ موجود ہوتے تھے۔ میں نے "حاجی نجم الدینؒ" اسی طرح میاں غلام دستگیر صاحب نبیرہ حضرت قبلہ عالمؒ سے سنا ہے اور انہوں نے اپنے والد صاحبؒ سے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ قاضی نور محمد گوریجہؒ برادرِ حقیقی حضرت والا قاضی عاقل محمد صاحبؒ نے نواب جمی خاں خراسانی سے جو سلاطینِ خراسان کی جانب سے ڈیرہ غازی خاں کا صوبہ دار تھا چند دیہات اجارہ پر لئے اور حضرت قاضی صاحبؒ اس کے ضامن تھے۔ جب اس اجارہ میں نقصان ہوا اور رقم وصول نہ ہوئی تو اس شخص نے قاضی عاقل محمد صاحبؒ اور ان کے بھائی صاحب کو گرفتار کرکے قید کردیا۔ دونوں نے اپنے آپ کو رضا وتسلیم الٰہی پر چھوڑ دیا تھا۔ مگر جب چند دن گزر گئے اور حال تنگ ہوا تو آپ نے ایک خط اپنے پیر بھائی جناب حافظ محمد جمال ملتانی صاحبؒ کو لکھا اور انہیں بلایا اور اس خط میں یہ شعر لکھا۔

شعر: بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

اور یہ مصرع بھی لکھا:

مصرع: بجنازہ گر نہ آئی بمزار خواہی آمد

اس خط کے پڑھتے ہی حافظ صاحب بغیر جوتا پہنے پیادہ پا روانہ ہوئے۔

آپ کے خادم میاں صالح محمد نے میرے سامنے بیان کیا کہ جوتا اور گھوڑا حافظ صاحبؒ کے پیچھے پہنچایا گیا جب ڈیرہ غازی خاں پہنچے تو قاضی صاحبؒ سے کہا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو نواب مذکور کو میرا تعویذ پلا دے۔ کہنے لگے کہ یہ مشکل ہے۔ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ تعویذ لکھا اور فرمایا کہ اِسے اُس کنوئیں میں ڈال دو جہاں سے وہ پانی پیتا ہے۔ اور قدرتِ حق کا معائنہ کرو۔ حافظ صاحبؒ نے وہ تعویذ اسں کنوئیں میں ڈلوا دیا اور خود اجازت لی کہ بس اب مجھے اجازت ہے۔ روانہ ہو کر ملتان آئے۔ جب نواب مذکور نے اس کنوئیں کا پانی پیا تو اُسی وقت اِسے دردِ شکم پیدا ہوا۔ اور تڑپنا شروع کر دیا۔ بہت علاج کرتے تھے۔ مگر چونکہ یہ قہرِ خدا غیرتِ اولیائ سے تھا۔ لہٰذا ہر لحظہ درد بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب پہنچا۔ اُسے کہا گیا کہ جن بزرگوں کو تو نے قید کیا ہوا ہے یہ سب درد کی مصیبت اُن کی بے ادبی کی وجہ سے ہے۔ اُس مردود نے اُسی وقت اُنہیں خلاصی دے دی۔ یہاں تک کہ قاضی صاحبؒ اپنے گھر آ گئے اور نواب اُسی درد سے فوت ہو گیا۔ صالح محمد کہتے تھے کہ قاضی صاحبؒ اُس مردود کی قید میں چالیس روز رہے اور حافظ صاحبؒ فرماتے تھے کہ آپ کی قید کی یہ وجہ تھی کہ آپ سے بعض مراتب اور عقدے جو باقی تھے اور اُن کا حصول تعلق ظاہری کے سبب سے ممکن نہ تھا۔ جب قید میں تخلیہ تمام ملا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوئے تو وہ تمام عقدے حل ہو گئے۔

صاحبزادہ عبداللہ صاحبؒ بن میاں نور حسین صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ جب حافظ صاحبؒ دہلی میں حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ تو مدرسہ میں اِن کا ڈیرہ تھا اور اسی مدرسہ میں ایک بزرگ جو حضرت مولانا صاحبؒ کے دوستوں میں سے تھے۔ اور بانسبت آدمی تھے۔ رہتے تھے۔ قضائے الٰہی سے وہ فوت ہو گئے اور حافظ صاحبؒ نے اپنے ہاتھ سے اِن کی تغسیل، تکفین اور تدفین کی۔ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے حافظ صاحبؒ

کو فرمایا کہ ملتان میں میلے اور ہجوم خلق ہوتا ہوگا۔ عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا تم بھی کبھی کبھی میلے کا تماشا دیکھنے کے لئے جاتے ہوگے۔ حافظ صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے جانا کہ اس فرمانے میں حکمت ہوگی۔ پس جب ملتان میں آئے تو ایک دن ملتان میں ایک بزرگ کا میلہ تھا اور ہزارہا خلق جمع تھی۔ حافظ صاحبؒ بھی حضرت مولانا صاحبؒ کے فرمان کے مطابق میلہ دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ درویش جو مدرسہ میں فوت ہوگیا تھا اور آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے دفن کیا تھا اس میلہ میں موجود تھا اور میلہ کا تماشا کر رہا تھا۔ آپ نے اسے پہچانا اور پوچھا کہ تم فلاں بزرگ ہو جو دہلی کے مدرسہ میں فوت ہوگئے تھے اور میں نے اپنے ہاتھ سے تمہاری تجہیز و تکفین کی اور تمہیں دفن کیا۔ کہا کہ ہاں۔ میں وہی ہوں۔ ہم فقیر فوت نہیں ہوتے۔ یہ صرف پردۂ شریعت ہے کہ دنیا سے سفر کرکے چلے جاتے ہیں ورنہ فقیر تو زندہ رہتا ہے اور کبھی فوت نہیں ہوتا۔

؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔

حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مولاناؒ صاحب کے فرمانے میں اور میلہ میں جانے میں یہ حکمت تھی۔

رسالہ اسرار لکھا یہ میں زاہد شاہ ؒ کھٹی والا جو حافظ صاحبؒ کے با اعتقاد مریدوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ پاکپٹن کی طرف روانہ تھا۔ اتفاقاً ایک منزل پر پڑاؤ کیا اور حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ پانچ سو درویش تھے اور ایک نیک بخت شخص جو خراسان کے مشائخ میں سے تھا۔ اُس کے ساتھ چالیس درویش تھے۔ اُس نے بھی اُسی قصبہ میں جہاں حضرت قبلہ عالمؒ نے قیام کیا تھا ڈیرہ کیا اور حضرت کا رفیق ہوا۔ وہ بھی پاکپٹن کی طرف جا رہا تھا۔ اُسی گاؤں کے رہنے والوں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی دعوت کی تھی۔ جب کھانا لائے تو حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنے لانگری کو کہا کہ پہلی نشست میں خراسانیوں کو کھانا کھلا دو۔ لانگری جب آن

کے سامنے کھانا لایا تو اُس بزرگ نے کہا کہ ہم اس ملک کے رہنے والوں کی دعوت قبول نہیں کرتے کیوں کہ یہاں کے لوگوں کا کھانا شرعی لحاظ سے مشکوک ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اکثر لوگ چوری کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم اپنے پاس سے کھانا کھائیں گے۔ خادم نے حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس جاکر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا خیر وہ جانیں۔ جب دوسرے دن روانہ ہوئے تو خراسانی مشائخ حضرت کی رفاقت سے الگ ہو گئے۔ راستہ میں جا رہے تھے کہ اِن پر چوروں نے حملہ کر دیا۔ اور اِن کا تمام اسباب نقد و جنس لوٹ کر لے گئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کا قافلہ خیریت سے گزر گیا۔ اتفاقاً دوسری منزل میں بھی ایک جگہ پڑاؤ ہو گیا اور حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ ٹھہرنا پڑا۔ آں جناب نے پھر لانگری کو کہا کہ پہلے خراسانیوں کو کھانا دے دو۔ اس کے بعد ہمارے درویشوں کو دو۔ جب اس رات لانگری اُن کے لئے کھانا لے کر گیا تو انھوں نے بڑی رغبت سے کھانا لے لیا اور کھایا جب حضرت قبلہ عالمؒ کو کھانا کھانے کی خبر ملی تو مسکرا کر فرمایا سبحان اللّٰہ۔ کل رات اِس ملک کا کھانا حرام تھا۔ آج رات حلال ہے۔ پھر فرمایا کہ لانے والے سے کھانے کی چھان پھٹک کرنا کہ کھانا کہاں سے لائے ہو۔ کس طرح لائے ہو اور میزبان سے پوچھنا کہ یہ طعام حلال ہے یا حرام، منع ہے کہ واجب کا ترک ہے۔ کیوں کہ جب تک حرمتِ طعام کا ظاہری ثبوت نہ ہو شریعت میں اُس کا کھانا جائز ہے البتہ حرمت کے علم کے بعد حرام ہے۔

زاہد شاہ لکھتے ہیں کہ ایک دن میرے قبلہ حافظ محمد جمال صاحبؒ نے مجھے یاد فرمایا کہ کچھ ضروری اور اہم باتیں تم سے کرنی ہیں جلدی پہنچ جاؤ۔ بندہ موضع ٹھٹھی سے روانہ ہو کر ملتان پہنچا تو مجھ سے پوچھا کہ تم نے کسی جگہ شادی کی ہے یا نہیں؟ مَیں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمانے لگے کیا کوئی جگہ پسند نہیں آئی۔ مَیں نے عرض کیا کہ ایک جگہ پسند آئی ہے لیکن دو مشکلات ہیں۔ ایک یہ کہ وہ سید نہیں ہیں اور میرے سید بھائی کہتے ہیں کہ سادات میں شادی کرو۔ دوسرے یہ کہ اس برادری میں

بہت سے با اثر لوگ میرے خلاف ہیں۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اس لئے کہ سادات کا نکاح غیر سادات سے جائز ہے تو جاہلوں کی بات سنتا کیوں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے حضور کا فرمان قبول ہے۔ مجھے جاہلوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ فرمایا آفرین صد آفرین۔ پھر فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو تیرا کام وہیں بن جائے گا۔ اور تیرے مخالفین خود ہی عرقِ ندامت میں غرق ہو جائیں گے۔ نیز اسی وقت فرمایا کہ مناسب سمجھو تو ابھی کچھی کے راستہ سے ڈیرہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ کہ بعض جگہ فاتحہ خوانی ادا ہو جائے۔ بندہ نے عرض کیا کہ بہت خوب۔ اسی دوران حضرت صاحبزادہ کے والد صاحبؒ کا قاصد آیا کہ کہ میں بہادل پور کی طرف آرہا ہوں آپ (یعنی حافظ صاحبؒ) بھی بہادل پور میں ہم سے ملاقات کریں۔ بندہ یہ خبر سن کر نا امید و حیران ہو گیا۔ کیونکہ اس وقت تو مجھے اپنے کارِ خیر (یعنی شادی) کی غرض در پیش تھی۔ میں نے سوچا کہ جب حضرت بہادل پور تشریف لے جائیں گے تو میرے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ حضرت حافظ صاحبؒ اپنی صفائی باطن کی وجہ سے میرے دلی خطرہ سے آگاہ ہو گئے۔ علی الصبح بندہ کو فرمایا کہ صاحبزادہ کی طرف اس مضمون کا نیاز نامہ لکھو کہ اس طرف گھر کے تمام آدمی مریض ہیں۔ میں بالکل مجبور ہوں حاضر نہیں ہو سکتا۔ میں نے یہی مضمون لکھ دیا۔ قاصد روانہ ہو گیا۔ قاصد کے جانے کے بعد فرمانے لگے کہ تیاری کرو کہ تیرے ساتھ جا رہا ہوں میں نے خوش ہو کر تیاری کی یہاں تک کہ دائرہ میں پہنچے اور چند دن دائرہ میں رہ کر پھر اس غلام کے گاؤں میں تشریف لائے اور حضرت کی موجودگی میں میری شادی خانہ آبادی ہو گئی۔ بعد ازاں بارھویں ربیع الثانی ۱۲۲۶ھ کی رات حضرت حافظ صاحبؒ وہاں سے ملتان شریف کی جانب روانہ ہو گئے راستہ میں ایک منزل پر خبر ملی کہ راجہ رنجیت سنگھ نے ملتان پر پھر حملہ کیا ہے علی الصبح ۱۲ ویں ماہ مذکور کو نماز تہجد ادا کرنے کے بعد ملتان کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہم راہ میں تھے کہ اس شعر قصیدہ کے معنی حضرت

حافظ صاحبؒ سے پوچھے گئے کہ یا حضرت جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؓ نے اپنے قصیدہ میں فرمایا ہے:

وَکُلِّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَ اِنِّی عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

اس کا مفہوم کیا ہے فرمایا اس شعر کے معنی یہ ہیں کہ ہر ولی کو کسی نہ کسی نبی علیہ السّلام کے قدموں کی پیروی حاصل ہے یعنی کسی کو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیروی صفتِ جلال کی صورت میں حاصل ہے اور کسی کو صبرِ ایوب صابر علیہ اسلام نصیب ہے اور کسی کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی صفتِ جمال کی صورت میں نصیب ہے اور میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں۔

پس اسی روز دن کی ایک گھڑی گزری تھی کہ دریائے چناب کے کنارہ پر پہنچے۔ دریا کے اُس طرف کشتی بندھی ہوئی تھی۔ جب حضرت نے ملّاحوں کو دیکھا کہ اِس طرف کشتی لانے سے ڈرتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ ملّاحوں کو میرا نام لو تا کہ کشتی لائیں۔ خادموں نے ملاحوں کو حضرت کی آمد کی خبر کی۔ افغان برخوردار خاں یا جو کوئی بھی حضرت کے آشناؤں میں سے کشتی میں موجود تھا۔ اُس نے جب حضرت کی آواز سُنی تو کشتی لے آئے۔ اُسی وقت پار گزر گئے۔ دو گھڑیاں سعداللہ خاں کے باغ میں گزاریں۔ غلام بھی ہمراہ تھا۔ اسی دن دوپہر کے وقت آپ کو گرمی کا بخار ہو گیا۔ وقت ظہر نماز پڑھ کر روانہ ہوئے اور گھر پہنچے۔ آٹھ دن مسجد میں جانا ناممکن ہو گیا۔ غلام (یعنی زاہد شاہ صاحب) کو فرمایا کہ میری جگہ نماز پڑھانے کے لئے کسی اور کو امام کر دو۔ بندہ امامت کرتا تھا اور حضرت کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اِن دنوں حکیم صاحب منشی جان محمد نے اس خادم کو کہا کہ حضرت کو منع کریں کہ وہ گلاب اور ٹھنڈا پانی اپنے جسم مبارک پر نہ ڈالیں کہ تپش نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کیا تو فرمایا عجیب حکیم ہے کہ حق تعالےٰ کے فرمان کے خلاف کہتا ہے کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے کہ ہم نے پانی کو زندگی کا سرچشمہ بنایا ہے اس دن بندہ حضرتؒ کے قریب بیٹھا تھا کہ مائی صاحب زوجہ حافظ صاحبؒ تشریف لائیں اور رونے لگیں

کہ آپ دنیا سے سفر نہ کریں۔ ہمیں کس کے سپرد کریں گے کہ میرا بیٹا کوئی نہیں ہے۔
حضرت نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا یہ ہے اور اس غلام کی طرف اشارہ کیا۔ اور بندہ کو فرمایا کہ تم خود بھی کہو کہ میں حاضر ہوں۔ مجھے اپنی فرزندی میں قبول کریں۔ غلام نے کہا کہ میں حلقہ بگوش ہوں۔ فرزندی کی قدر و منزلت نہیں جانتا۔ انہی دنوں ایک دن خادم کھانا پکا کر لایا۔ تناول فرمایا اور فرمایا کہ اس حدیث شریف "لِکُلِّ شَیْءٍ سِتْرٌ وَلِلطَّعَامِ اُسْتَاذٌ" کے معنی کیا ہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں۔ کہ کھانا کھاتے وقت غیر کی نظر سے مکمل ستر کریں۔ فرمایا نہیں اس کے معنی اور ہیں۔ یہاں ستر سے مراد ستر عیوبِ طعام ہے یعنی طعام پر طعن سے بالکل منع کیا گیا ہے۔ (یعنی کھانے میں قطعاً عیب نہ نکالو) ہر ایک نے تسلیم کیا۔

الغرض ماہ جمادی الاوّل کے آغاز سے نماز بیٹھ کر پڑھنے لگے اور پھر اشاروں سے ادا کرنے لگے۔ یہاں تک کہ پنجم جمادی الاوّل کو نمازِ فجر اشاروں سے ادا کی۔ اس کے بعد استغراقِ ذکر قلبی میں چلے گئے۔ جب ایک لحظہ اس استغراق سے افاقہ میں آئے تو پھر اشاروں سے نماز پڑھنے لگے اور اسی طرح تین بار نمازِ فجر ادا کی۔ دوپہر ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے۔ کہ واصل بحق ہوئے۔ آپ کے وصال کا سننا تھا کہ مخلوقِ خدا میں شور پڑ گیا۔ ہر شخص غم و الم میں تھا۔ اور گریہ و زاری کر رہا تھا۔ آخر خواجہ خدا بخش جی ملتانیؒ نے جو حضرتؒ کے خلفائے کاملین میں سے تھے۔ بندہ سے فرمایا کہ تجہیز و تکفین کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اور قبر مبارک اور مقبرہ کی تعمیر انبیاء کے مسنون طریقہ پر ہونی چاہیے۔ اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں وصال فرمایا تھا اور اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا تھا۔ آخر بندہ نے بھی اس جگہ سے جہاں کہ حضرت کا وصال ہوا تھا۔ قبر مبارک کھودنی شروع کی۔ بعض قبر کے کام میں لگ گئے اور بعض غسل کے کام میں مشغول ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ غسل کے وقت اللہ اللہ کا ورد میتِ مبارک سے بہت سے لوگوں نے سنا۔ آخر جنازہ تیار کیا گیا اور کھلے میدان میں لائے۔ اتنے لوگ جمع تھے کہ صفوں کی تعداد نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ناظم

ملتان کو نمازِ جنازہ میں نماز کی جگہ نہ ملی۔ نواب مظفّر خاں والئی ملتان اپنے لڑکوں کے ساتھ آیا۔ جنازہ کو اٹھایا اور آگے رکھا اور خود اس جگہ کھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بھی حضرتؒ کے جنازہ پر شریک تھے۔ جنازہ کی امامت خواجہ خدابخش جیؒ آپ کے خلیفہ نے کی۔ اس کے بعد وہاں سے جنازہ اٹھا کر مقرّرہ جگہ پر دفن کیا۔ وقت عشا تدفین ہوئی۔ تیسرے روز قل خوانی ہوئی اور دستارِ خلافت خواجہ خدا بخش صاحبؒ کو نواب صاحب مظفر خاں نے باندھی۔ نیز نواب صاحب اور دوسرے لوگوں نے اِن کے سامنے روپے نذر کئے۔ جب ہر کوئی رخصت ہو گیا تو خواجہ خدا بخش صاحبؒ اس پگڑی اور دستار کو لے کر اور اِس بندہ کو اور اپنے چھوٹے بھائی مولوی قادر بخش کو لے کر مائی صاحبہ زوجہ حافظ صاحبؒ کی خدمت میں گئے اور یہ چیزیں آپ کی خدمت میں نذر کیں۔ حضرت مائی صاحبہ نے حضرت کا کلاہ مبارک اور جبّہ خواجہ خدا بخش صاحبؒ خلیفہ کو عطا فرمایا۔ اور ایک ریشمی رومال جو حضرت کے سر پہ وصال کے وقت تھا۔ اِس غلام کو انعام کے طور پر دیا۔ اور اپنے گھر سے ایک اور دستار مولوی قادر بخش صاحبؒ کو عطا فرمائی۔ جب واپس آئے حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کرتا بھی اِس بندہ کو عنایت فرمایا اور بعض باطنی الطاف و مراحم سے بھی اِس غلام کو سرفراز فرمایا۔ بندہ پہلے دن سے وصال کے وقت تک حضرتؒ کی خدمت میں تھا۔ چوں کہ بندہ کو اپنی نادانی اور کم علمی کی وجہ سے مسئلہ وحدتِ وجود کے بارہ میں اور ادائے ورد و وظائف و شغل و اشغال کے بارہ میں زیادہ خبر نہ تھی۔ اس نے حضرت کے وصال کے بعد خواجہ خدا بخش صاحبؒ کہ حضرتؒ کے قائم مقام بلکہ عینِ حضرت تھے۔ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ اور بہت سے مراحم و الطاف حاصل کئے۔ اور یہ بیعت اس بیعت کی مثل تھی کہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے بعد صحابہ کرامؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ نیز خزانۂ جلالی میں ہے کہ جس کے شیخ کا وصال ہو گیا ہو اور اس سے کوئی معصیت ذلت اور نقصان واقع ہو گیا ہو۔ پس اس شخص کے لئے جائز ہے کہ پیر کے خلیفہ

کے ہاتھ پر تجدید بیعت کرے اور ورد و وظائف اور شغل و اشغال پوچھے۔ کہ مرشد کا خلیفہ بھی بعینہٖ مرشد ہوتا ہے۔

جناب حافظ صاحبؒ قبلہ کے ملفوظات بہت ہیں۔ جن میں آپ کے مناقبات درج ہیں۔ چنانچہ رسالہ خصائل رضیہ مولوی عبدالعزیز صاحب سکنہ قصبہ مڑپہاڑاں نے جو آپ کے با اعتبار مریدوں میں سے تھے اور جید عالم تھے۔ تصنیف کیا ہے اور ایک رسالہ انوارِ جمالیہ منشی صاحب غلام حسن رشید ملتانی نے جمع کیا تھا۔ نیز ایک رسالہ اسرار کمالیہ زاہد شاہ سکنہ ٹھٹھی نے بھی لکھا تھا۔ جناب حافظ صاحبؒ کی دو شادیاں تھیں۔ مگر اولاد نہ تھی۔ ایک لڑکی ہوئی تھی کہ وہ بھی لاولد فوت ہو گئی تھیں۔ حافظ صاحبؒ کی تاریخ وصال یہ ہے:

سو چو در رسید صاحب جمال صاحب حال | خطاب شد غیبی کہ خوش تعال تعال
تمام شد غم ہجراں رسید وقتِ وصال | فرو گزار جہاں را کہ ہست خواب و خیال
بچہ شنبہ ز پنجم جمادی الاوّل | وداع کرد بہر کس قبیل وقتِ زوال
خرد ز سال وصالش چو جست وجوئے کرد | ندائے داد سر دشتم کہ یافت خوب وصال

لفظ "یافت خوب وصال" میں آپ کا سن وصال نکلتا ہے کہ ۱۲۲۶ھ تھا۔ منشی غلام حسن ملتانی نے بھی تاریخ وصال کہی ہے

سو وہ روضہ کہ ہست سائبانش | ایں طاق خمیدہ مقرنس
رضوان چو بنائے فرخش دید | گفتا ... روضۂ مقدس

لفظ "روضۂ مقدس" میں تاریخ روضہ و وصال حضرتؒ نکلتی ہے۔ آپ کا مزار مبارک ... ملتان میں ہے۔

آپ کے خلفاء بے شمار تھے مگر ان میں سے مشہور ترین اور ارشد ترین خواجہ خدا بخش صاحبؒ ملتانی ثم خیرپوری ہیں۔ کہ صدہا انسانوں نے اِن سے فیض پایا۔ آپ اولیائے کاملین میں سے تھے۔ اور صاحبِ کرامت و خوارقِ عادات تھے کہ اب بھی اُن کے مزار سے کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے حضرت حافظ صاحبؒ کے

اکثر دوستوں کی تربیت کی اور خلافت دی۔ چنانچہ زاہد شاہ صاحبؒ، مولوی غلام حسن منشیؒ، قاضی عیسےٰ صاحب خان پوریؒ اور مولوی عبید اللہ صاحب ملتانیؒ وغیرہ۔ خواجہ خدا بخش صاحبؒ کا وصال ماہ صفر میں ۱۲۵۱ھ میں ہوا۔ آپ کی تاریخ وصال یہ ہے۔ ؎

ساخت چو آں شاہ بجنت مکاں ۔ "غرّہ" ماہ آمدہ تاریخ آں

لفظ غرّہ ماہ میں سے تاریخ نکلتی ہے۔ ایضاً۔

غرّہ ماہ صفر گشت وصال آنجناب ۔ غرّہ ماہ آمدہ سال وصالش حساب ۔

مولوی حامد صاحبؒ اور صاحبزادہ غلام فرید صاحبؒ بھی حضرت حافظ محمد جمال صاحبؒ کے خلفاء سے تھے۔ رسالہ اسرار جمالیہ میں مولوی عبدالعزیز بڑھیاری نے جو حافظ صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھے، آپ کا حلیہ مبارک اور دیگر فوائد عجیبہ عربی عبارت میں نقل کئے ہیں اور مولوی محمد عمر سوکڑی ثم تونسوی نے، جو اس کاتب الحروف کے پیر بھائی ہیں، حسبِ درخواست صاحبزادہ صاحب غلام فریدؒ، اس عبارت کا فارسی ترجمہ کیا ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

حلیہ مبارک یعنی حضرت حافظ محمد جمال صاحبؒ کا حلیہ مبارک یہ ہے۔ خوبرو روشن رنگ برابر قد۔ سبک گوشت۔ نازک اندام۔ روئے مبارک ذرا دراز۔ دندانِ مبارک گویا موتیوں کی لڑی۔ بلند بینی۔ ابرو کے بال تھوڑے، نازک لب و برابر داڑھی کے بال درمیانہ تھے نہ زیادہ نہ کم۔ آپ کی پیشانی اور ناک اثرِ سجود کی وجہ سے سخت تھی۔ اور حضرتؒ کے پشتِ پا نزدیک تر تھے برابری اور یکسانی میں۔ آنکھیں بھی معتدل اور برابر تھیں۔ تمام صفات میں نیک چشمی۔ جب چلتے تھے تو نوجوان بھی اُن کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ اور اکثر چلتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے کر لیتے تھے پشت کے پیچھے یہ اُس وقت ہوتا تھا جب آپ کے ہاتھ میں عصا نہ ہوتا تھا۔ اور اکثر رکھتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اکثر عصا آپ کے ہاتھ میں دیکھا ہے۔ اور یاد نہیں کہ کبھی چلتے وقت آپ نے ہاتھوں کو ہلایا ہو جیسا کہ عام آدمیوں کی عادت ہے۔

راستہ میں چلتے تھے تو اپنے سر کو جھکائے رکھتے تھے۔ دائیں یا بائیں جانب نہیں دیکھتے تھے۔ مگر ضرورت کے مطابق

رسم سگانست بہر سو نگاہ　　　شیر سر افگندہ خرامد براہ

آپ کی چھڑی بانس کی لکڑی ہوتی تھی۔ جس کو عربی میں رمحہ کہتے ہیں۔ یعنی نیزہ ایک دفعہ کسی شخص نے دوسری چھڑی ارسال کی واللہ علم اس کی لکڑی کس درخت کی تھی کر کوئی شخص اس لکڑی کو نہ پہچان سکا۔ عموماً آپ التحیات کی شکل میں دوزانو بیٹھا کرتے تھے۔ اور کبھی چوکڑی مار کر بیٹھتے تھے اور آخر عمر میں ضعف کے سبب تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔

آپ کے علم کا ذکر: پیچیدہ اور دقیق مسائل میں آپ فکری لحاظ سے عمدہ ترین صلاحیت رکھتے تھے۔ اگر کسی علمی مسئلہ میں ہمیں دقت پڑتی تو ہم آپ سے پوچھتے پس آپ مسئلہ بیان فرماتے۔ ہر تقریر سے خوب تر تقریر میں مسئلہ بیان فرماتے۔ اور ذہانت و علمیت کے لحاظ سے آپ کا شمار ذہین ترین طلباء میں ہوتا اور طالب علمی کے زمانہ میں بھی علوم میں بہت زیادہ ملکہ ہونے کے باوجود آپ کسی سے بحث نہ کرتے الّا یہ کہ آپ کو مجبور کر دیا جاتا۔ آپ نے ظاہری علوم کتاب دائرۃ الاصول تک پڑھے پھر آپ علم معرفت کے حصول میں لگ گئے۔ پس بقیہ علوم کا پڑھنا ترک کر دیا۔ اور راہِ خدا میں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے اور اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی کی صحبت اختیار کی۔ جن کا مزار مبارک تاج سرور میں ہے۔ آپ علم مسئلہ وحدتِ وجود میں بزرگ ترین عالم تھے۔ ابن عربیؒ کی اور مولانا جامیؒ کی کتابوں کو دوست رکھتے تھے۔ اور کتاب نفحات الانس، مثنوی شریف۔ لوائح۔ اللمعات فصوص الحکم کو پسند کرتے تھے، خاص طور پر فصِ محمدیؐ کو کہ جب اسے یاد کرتے تھے تو اپنے سر مبارک کو ہلاتے رہتے تھے۔ اور اپنے دونوں لبوں کو لذت سے باہم ملا کر چٹخارے لیا کرتے تھے۔ اور جب مریدوں میں سے کسی کو کتاب کا سبق دیتے اور مسئلہ وحدت الوجود پر بیان کرتے تو اس مسئلہ کو ایسا بیان

رماتے کہ عقل و فکر حیران رہ جائے۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ علم کے دریائے موجزن تھے۔ آپ نے جو علم حاصل کر رکھا تھا۔ اس کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی تمام علوم و معانی پر بھاری تھا۔ آپ مسئلہ سمجھانے میں اتنی مثالیں دیا کرتے تھے کہ کند ذہن یک بھی اس مسئلہ کو اتنی خوبی سے سمجھ جاتے جیسے کہ ذہین لوگ سمجھ جایا کرتے ہیں۔

شرب و طعام۔ آپ کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ جتنا کوئی درمیانہ درجہ کا آدمی کھانا کھاتا تھا۔ اس کا چوتھا حصہ کھاتے تھے اور ہمیں گمان ہوتا تھا کہ حضرتؒ نے بہت کھا لیا۔ اس لئے کہ آپ سب سے پہلے کھانا شروع کرتے تھے اور سب سے آخر میں دسترخوان سے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس وجہ سے کہ دوست بلا تکلف اور بے دریغ کھائیں۔ اور کوئی باوجود بھوک کے کھانے سے ہاتھ نہ اٹھالے۔ اکثر اوقات تنہا کھانا کھاتے تھے اس خوف سے کہ کہیں دوستوں کے ساتھ زیادہ نہ کھا لیں۔ کہ اُن کی رعایت سے دسترخوان سے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ چھوٹا لقمہ اٹھاتے تھے اور دوسروں کو بہت کھلاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ بہتر یہ ہے کہ کھانا تنہا کھایا جائے۔ اس لئے کہ نفس چور ہے اور لوگوں کے درمیان چوری کرتا ہے۔ کھانے کے وقت پسندیدہ قصے اور شعر شروع کر دیتے تھے اور نصیحت آمیز نکات بیان فرماتے تھے۔

ایک دن حضرتؒ کی دعوت تھی۔ اور ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ بس آپ نے کھانا شروع کیا اور آپ روٹی کا لقمہ توڑتے اور اُسے سالن میں بھگوتے۔ ہم میں سے کوئی اُسے اٹھا لیتا اور کھا لیتا اور حضرت دوسرا لقمہ توڑتے اور تر کرتے اُسے کوئی دوسرا اُٹھا لیتا اور پہلے کی طرح کھا لیتا۔ میزبان کو بھی پتہ نہ چلتا اور نہ دوسرے آدمیوں کو کہ حضرت کھا رہے ہیں یا نہیں۔ سوائے چند دوستوں کے اور اگر غنی اور فقیر آپ کی دعوت یکبار کر دیتے تو دونوں کو قبول کر لیتے۔ مگر فقیر کے گھر بڑی محبت اور خوشی سے جاتے تھے۔ حتّیٰ کہ اس خوشی کا پتہ چل جاتا تھا کیونکہ آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نظر آتے تھے۔ البتہ امیروں کے گھروں میں سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جاتے تھے اور کھانے

میں کبھی عیب نہیں نکالتے تھے اور کھانے کے عیب نکالنے والوں کو ملامت کرتے تھے۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ کئی جگہوں سے دعوت آگئی۔ پس درویشوں کو دوسری جگہ بھیج دیا اور خود ایک فقیر کے گھر چلے گئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ہمارے سامنے گائے کا گوشت لایا گیا اور وہ بھی اچھی طرح نہیں پکایا گیا تھا۔ میں اُسے مکروہ سمجھتا تھا۔ پس جونہی آپ نے میری پیشانی پر کراہت کا اثر دیکھا۔ اُس کھانے کی تعریف شروع کردی اور بڑی خوشی سے کھانے لگے۔ پس میں نے بھی جبراً وہ کھانا کھایا۔ اور حضرتؒ کی تقلید کی۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے اور رومال یا تولیے سے صاف کئے۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا کی : اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ وَلِاٰکِلِہٖ وَلِمَنْ سَعٰی فِیْہِ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا بِفَضْلِکَ وَکَرَمِکَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ ۔

ترجمہ: خدایا! کھانے کے مالک اور کھانا کھانے والے کو اور جس نے اسے محنت سے پکایا اِن کو بخش دے۔ پروردگار! اپنے فضل وکرم سے اِس میں برکت عطا فرما۔ تو تمام کرم کرنے والوں سے زیادہ کرم کرنے والا ہے۔

اور آپ خود پہلے نہ کھاتے تھے بلکہ دوستوں میں پہلے تقسیم سے فارغ ہو جاتے تو پوچھتے کہ کوئی باقی تو نہیں رہ گیا۔ کہ جسے کھانا نہ پہنچا ہو۔ جب سب دوستوں تک کھانا پہنچ جاتا تو پھر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور فرماتے شروع کرو۔ دعوتوں میں بعض اہل شرف کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھاتے اور کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھونے سے پہلے دوسروں کے ہاتھ دھونے کو ترجیح دیتے۔ اگر کوئی بچہ ساتھ ہوتا تو سب سے پہلے اُس کے ہاتھ دھلاتے۔ اگر گوشت کھاتے تو خلال کے لئے کوئی چیز ضرور طلب کرتے۔ کھانا کھانے کے بعد خلال کرتے۔ اکثر نیم کے درخت کی لکڑی سے خلال بنائے جاتے تھے۔

آداب لباس: آپ اچھا اور عمدہ لباس پہنتے تھے۔ تہ بند کم پہنتے تھے۔ مگر سوتے وقت آپ اکثر شلوار پہنتے۔ آپ بالعموم لٹھے کے کپڑے سے لباس بنوایا کرتے اور سر

پر کلاہِ قادری رکھتے تھے۔ کہ اِسے چار ترکی بھی کہتے ہیں۔ کبھی روئی دار اَور کبھی بغیر روئی دار دُہری پہنتے تھے۔ اکثر اوقات کرتا پہنتے۔ مگر سینہ پر چاک گریبان ہوتا۔ اَور کبھی قلندری پہنتے کہ انگرکھا کی ایک قسم ہے کشادہ کمر پر سلوٹ سے بغیر۔ سفید پگڑی بہت کم باندھتے تھے۔ بلکہ آپ عام طور پر لنگی یعنی پشاوری پگڑی باندھتے۔ سفر میں موزہ یا جراب پہنتے تھے۔ اَور فراخ جوتے پہننے پسند کرتے تھے۔ عام لوگوں کی طرح نرم و نازک اَور تنگ جوتے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

وضو کرنے کا ذکر: آپ پوری کوشش کرتے تھے کہ وضو کے لئے پانی بھی پاک ہو اَور وضو کا لوٹا یا برتن بھی پاک ہو۔ آپ کے وضو کا لوٹا مخصوص تھا کہ اس سے دوسرے وضو نہ کرتے تھے فرماتے تھے کہ اگرچہ اِس کا مخصوص کرنا اچھا نہیں۔ مگر لوگ پاک و پلید کا خیال نہیں رکھتے۔ لہٰذا مَیں نے مخصوص کیا ہُوا ہے۔ وضو کے پانی میں نہ کمی کرتے نہ اسراف۔ بلکہ سنت کے مطابق استعمال کرتے اَور چھوٹی سی چارپائی پر بیٹھ کر وضو کرتے۔ جسے ہندی میں پیڑھی کہتے ہیں۔ جو رسیوں سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ جب وضو کا ارادہ کرتے تو اپنے رومال کو طلب کرتے اَور وہ رومال اکثر سفید ہوتا۔ اَور دو طرف سے بندھا ہوتا۔ جس میں مسواک اَور کنگھی ہوتی تھی۔ اَور کنگھی اَور مسواک کا غلاف سُرخ چمڑے کا ہوتا تھا مگر الگ الگ۔ آپ ہر وضو کی ابتدا میں مسواک کرتے تھے اَور آخر میں کنگھی کرتے تھے۔ جب ظہر اَور عشاء کے وضو سے فارغ ہو جاتے تو مسجد کی طرف آتے تھے اَور ہم آپ کے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ پھر آپ جسے چاہتے اُسے امام بناتے اَور خود اقتدا کرتے اکثر حاضرین میں سے عالم ترین کو نماز کا امام بناتے جو شریعت کے مطابق زیادہ پرہیز گار ہوتا۔ اگر اُس صفت کا امام نہ ملتا تو خود امام ہو جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ صبح کے وقت یعنی نمازِ فجر میں اکثر خود امام ہو جاتے اَور جب قرأت کرتے تو ترتیل سے کرتے یعنی جدا جدا حرف سنت کے مطابق ادا کرتے۔ آپ قرأت بلند آواز سے نہ کرتے جیسا کہ عام قاری یا امام کرتے ہیں۔ بلکہ قرأت میں درمیانہ

آواز نکالتے۔ پس جب نماز سے فارغ ہوتے تو مختصر دعا مانگتے۔ جس میں
دین و دنیا کی بھلائی طلب کرتے تھے۔ خود عصر کی نمازِ فرض کے بعد ورد
پڑھتے اور آسمان کی طرف دم کرتے اور دعا کرتے نمازِ ظہر و عشاء میں
پہلے دعا کرتے بعد میں وردِ مذکور پڑھ کر آسمان کی طرف پھونک مارتے
اور اگر آپ مقتدی کے طور پر نماز پڑھ رہے ہوتے تو امام دعا کرنے میں ذرا
توقف کر لیتا تاکہ آپ کا ورد نامکمل نہ رہ جائے۔ جب آپ آسمان کی طرف منہ
کر کے پھونک مارتے تو پتہ چل جاتا کہ آپ کا ورد مکمل ہو گیا ہے تو امام اس وقت
دعا کرتا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ منہ پھیر کر بیٹھ جاتے۔ لوگ جو صفوں میں
بیٹھے ہوتے تھے وہ آپ سے مل کر آ بیٹھتے لیکن آپ نے اس سے منع کر دیا کیونکہ
مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔ آپ فرض نماز کو اوّل وقت پڑھنا پسند کرتے
تھے۔ خاص طور پر نمازِ جمعہ کو۔ اور جمعہ کے دن مؤذن کو حکم دیتے کہ اوّل وقت
اذان دے۔ جمعہ کو غسل کرتے اور لباس فاخرہ پہنتے۔ خوشبو ملتے اور پھر مسجد
میں آتے اور ہم آپ کے بعد یا پیچھے آتے۔ اور جب آپ مسجد میں داخل ہوتے
تو خادمِ خاص آپ کے جوتے اٹھا لیتا اور خادم بھی تھے جو جوتے اٹھانے میں جلدی کرتے تھے
تاکہ یہ سعادت حاصل ہو۔ اور جوتے اٹھا کر مسجد میں رکھتا۔ اس حدیثِ نبوی
کے مطابق تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلنَّعْلَیْنُ تَحْتَ الْعَیْنَیْنِ" ترجمہ
جوتے آنکھوں کے سامنے رہنے چاہئیں۔ خطبہ مختصر پڑھتے لمبا نہ پڑھتے۔

ذکرِ شجاعت: حضرتؒ شجاع ترین مردوں میں سے تھے۔ چنانچہ ایک رات کو کوئی
خطرہ رونما ہوا۔ پس قوم کے جوانوں میں سے آپ نے سبقت لی اس حال میں
کہ آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور جب سکھوں نے ملتان کے قلعہ کا محاصرہ کیا
تو محاصرہ سے قبل حضرتؒ کو یہ بات پیش کی گئی کہ دوسرے شہر میں ہجرت کی
جائے۔ فرمایا کہ کفّار سے عام جنگ ہے اس لئے اب ان سے جنگ فرضِ عین
ہے۔ پس فی الحال شہر سے باہر نہیں جائیں گے کہ ہمارے لئے دو ہی مقام ہیں۔

ایک غازی کا دوسرا شہادت کا۔ پس ایک رات کافروں نے ایک برج میں سوراخ کرنا شروع کیا اور پھر کافروں نے برج کے اس سوراخ کے راستہ سے قلعہ میں داخل ہونا شروع کیا اور بہت سخت خوف پیدا ہو گیا اتنا کہ دلیر ترین آدمی بھی لرزنے لگے۔ پس جب حضرتؒ نے برج کے ٹوٹنے کا سنا اور یہ سنا کہ کفار اس راستہ سے قلعہ میں آ گئے ہیں۔ تو آپ دوسرے آدمیوں سے قبل جلد جلد اس ٹوٹے ہوئے برج کے مقام پر پہنچے اور اس جگہ کو دیکھا اس وقت آپ کے پاس کمان اور تلوار کے سوا کوئی تیسرا ہتھیار نہیں تھا۔ آپ تیر اندازی میں بے مثال تھے۔ حتیٰ کہ آپ اس فن تیر اندازی کی لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ آپ ہر ہتھیار کی کیفیت کو پہچانتے تھے۔ آپ ان دنوں شجاعت کے جذبہ میں سرشار تھے اور کسی جائے خوف و ہلاکت سے نہیں ڈرتے تھے۔ کیوں کہ آپ کا توکل اور اعتماد خدائے کریم پر بہت تھا۔

ذکرِ خُلق: حسنِ خُلق میں آپ نیک ترین انسان تھے۔ چھوٹوں پر سب سے زیادہ شفقت اور مہربانی کرنے والے تھے۔ جب آپ کے پاس کوئی بچہ آتا تو اُسے کوئی چیز دیتے جس سے وہ خوش ہو جاتا۔ آپ اُس سے ایسا کلام کرتے کہ اُس کا دل خوش ہو جاتا۔ آپ اُس سے پیار کرتے اور اُسے کوئی میٹھی چیز دیتے اگر کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو اپنی زبانِ دُرافشاں سے تو کچھ نہ کہتے البتہ آپ کی پیشانی سے ناپسندیدگی کا اظہار ہو جاتا اور اگر اُس غلط بات کو منع کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا تو پھر بھی کھلے الفاظ میں منع نہ کرتے بلکہ اشارے کنائے سے اِس کا اظہار کرتے تاکہ متعلقہ آدمی کو پتہ چل جائے۔

ذکرِ خاتم: آپ کے پاس ایک چاندی کی انگوٹھی تھی جس میں آٹھ کونوں والا یمنی عقیق جڑا تھا اور اس پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ "اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ" یہ انگوٹھی کسی معتقد نے آپ کی نذر کی تھی اور یہی سجع حضرت جمال الدین ہانسویؒ کی انگوٹھی میں تھا۔ اور یہ حدیث مسلم اور ترمذی کی ہے۔ "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّنَعْلُہٗ

حسنٌ فقال علیہ السلام اِنَّ اللّٰہَ جمیلٌ ویحبّ الجمال" (ترجمہ) ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی مذمت بیان فرمائی تو ایک شخص نے عرض کی کہ حضور! ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا لباس اور جوتے حسین ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ خود بھی جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند بھی فرماتا ہے۔ اور مولوی عبدالعزیز پڑھیاری سے منقول ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضرت حافظ صاحبؒ انگوٹھی کو اپنی اُنگلی میں پہنتے ہوں بلکہ وہ کپڑے میں بندھی ہوئی اُن کے خادم کے پاس رہتی تھی اور اُس سے خطوں پر مہر لگاتے تھے۔ بعض کم فہم لوگ یہ گمان رکھتے تھے کہ آپ کا نام چونکہ "جمال" تھا اور اس حدیث میں آیا ہے کہ "اللہ جمال کو محبوب رکھتا ہے" تو گویا آپ نے ایک طرح سے محبوبیت خداوندی کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ یہ تو بطور ایک نیک شگون اور ایک دُعا کی حیثیت سے الفاظ کندہ کرا رکھے تھے یا اللہ کی نعمت کے بیان کے طور پر بتلانا مقصود تھا کہ انسان خدا کا دوست تب ہی بن سکتا ہے کہ وہ بدی کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرے۔

<u>آپ کے بیعت کرنے کا ذکر</u>: آپ جب کسی کو بیعت کرتے تھے تو پہلے خود وضو فرماتے اور اُسے بھی وضو کراتے پھر کونہ میں لے جا کر اسے بیعت کرتے تھے۔ اُسے اپنے سامنے بٹھانے سے پہلے استغفار و تسبیح و تہلیل اور قرآن شریف سے ایک آیت جیسے آیتِ نور وغیرہ پڑھتے تھے۔ پھر اُس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ کہو میں نے بیعت کر لی ہے فلاں طریقہ میں اور میں نے عہد کیا ہے کہ اِس کے خلاف نہ کروں گا۔ اُسے پہلے پوچھتے تھے کہ کس طریقہ میں مجھ سے بیعت کرنا چاہتے ہو۔ پس جو وہ کہتا اِسی طریقہ و سلسلہ میں داخل فرماتے۔ اور آپ کو چاروں سلاسل یعنی چشتیہ قادریہ نقشبندیہ و سہروردیہ میں جامع خلافت حاصل تھی۔ مگر آپ کا خاص سلسلہ چشتیہ تھا اور یہی آپ کو پسند تھا اور اکثر کو اسی سلسلہ میں بیعت کرتے تھے۔

بیعت کرنے کے بعد اُسے اوراد وغیرہ جو وہ چاہتا عطا کرتے تھے اور وضو ٹھیک طرح کرنے اور مسواک، کنگھی کرنے سوتے وقت سرمہ ڈالنے اور گندگی سے دور رہنے کے بارہ میں حکم فرماتے تھے۔ اور اس کے موافقِ حال اُسے اشغال عطا فرماتے تھے۔ آپ عام طور پر اپنے اوراد و وظائف کو درود شریف سے شروع کرتے یا پھر لا الہ الا اللہ سے آغاز کرتے۔ سوتے وقت آپ اللہ، اللہ کا وِرد بکثرت کیا کرتے تھے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ سلسلۂ جمالیہ میں یعنی جناب حافظ محمد جمال ملتانی صاحبؒ کے مریدوں اور آپ کے خلفاء کے مریدوں میں "ختم سرّی" بکثرت پڑھا جاتا ہے۔ جناب حافظ صاحبؒ بھی یہ پڑھا کرتے تھے کہ انہیں جناب حضرت قبلۂ عالمؒ سے موصول ہوا تھا۔ اِس کی ترکیب یہ ہے:

ترکیب ختم سرّی

ختم سرّی پڑھنے کا وقت زوال کے بعد سے آخر شب تک ہے۔ ضرورت و لاچاری کے وقت جب بھی ممکن ہو سکے پڑھ لے۔ طریقہ یہ ہے کہ جب پڑھنے کے لئے بیٹھے تو اپنے آپ کو اپنے دل میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام تصور کرے، یعنی یہ جانے کہ میرا نام محمّد ہے۔ پھر ختم کو اس طرح شروع کرے کہ اوّل فاتحہ ایک بار اور اخلاص سات مرتبہ پڑھ کر اُن کا ثواب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ، محمد یونس ازہریؒ، حافظ محمد اسعدؒ، محب النبی حضرت مولانا فخر الدینؒ قبلہ عالمؒ خواجہ نور محمدؒ اور حافظ جمال الدین ملتانیؒ کی ارواح کو بخشے۔ اس کے بعد" یا باسِطُ یا ودودُ" کے اسماء کا ۹۲ بار وِرد کرے۔ اس کے بعد یہ دعا ۹۲ بار پڑھے "یَا حَیُّ یَا وَہَّابُ یَا وَلِیُّ یَا جَوَادُ اُنْفُحْنِیْ بِنَفْحَاتِ خَیْرَاتِکَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" پھر تحمد والم نشرح ۹۲ بار اور پھر یہ درود ۹۲ بار پڑھے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النُّوْرِ الذَّاتِیِّ السَّارِیِّ سِرُّہٗ فِیْ جَمِیْعِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ"۔ بعد ازاں پھر ایک بار الحمد اور سات مرتبہ اخلاص پڑھ کر بزرگانِ مذکور کو نیاز و ثواب پہنچائے اور درگاہِ ایزدی میں دعا کرے۔

اُور اپنی حاجت طلب کرے۔

جناب حافظ جمالؒ معمولاً مختصر کلام میں گفتگو فرمایا کرتے تھے مگر اُن کی گفتگو طالبان کے لئے نفع بخش اُور حکمت و معرفت سے بھرپور ہوتی تھی۔ حافظ صاحبؒ کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر شخص سے اُس کے مزاج کے مطابق گفتگو کرتے تھے اگر کوئی عالم ہوتا تو علمی مسائل کی گفتگو شروع فرماتے۔ اگر کوئی زراعت پیشہ ہوتا تو اس کے ساتھ اس کے تالیف قلب کے لئے اُور اس کی خوش طبعی کے لئے دلچسپ حکایات بیان کرتے۔ کبھی کبھی آپ محض حاضرینِ مجلس کے دلوں کو راضی کرنے کے لئے کلام فرماتے تھے مگر اس میں صرف حق اُور سچ کو ہی دخل ہوتا تھا۔

حافظ جمالؒ صاحب کے کلماتِ قدسی وارشاداتِ معنوی

(۱) آپ نے فرمایا خوارقِ عادت وکرامت یہ ہے کہ سالک عاداتِ نفس میں سے اپنی کسی عادت کو توڑ دے اُس عادت کو کم کرکے یا خاموشی سے یا ریاضات وغیرہ سے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ نے عاداتِ نفس میں سے تیری کسی عادت کو توڑ دیا تو اس کا ثمرہ دو طرح سے ہے۔ ایک یہ کہ اس عادت شکنی کے باعث تجھے کوئی بدلہ دے دیا جائے۔ لیکن یہ مناسب اور اچھی بات نہیں۔ بعض اہلِ تحقیق تو اس بدلہ پر ہی فریفتہ ہوکر اس گھڑی اس کو کرامت شمار کرلیتے ہیں۔ حالانکہ کرامت تو ریاضت کرنے والے کفار کو بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس عادت شکنی کی پاداش میں حق تعالیٰ تیرے درجات میں بلندی عطا فرمادے اُور تجھے معرفتِ ربانی اور فقر جیسی عظیم نعمتوں سے نواز دے۔ عادت شکنی کا طریقہ ہی حق اور سچ ہے اُور سالک کی عظمت وشرافت و نیک نامی کا موجب ہے۔ اِسی زمرہ میں اولیاء کی کرامتیں آجاتی ہیں اُور اُن کا ظاہر ہونا بڑا اچھا ہے۔ بظاہر تو یہ اسی عادت شکنی کا بدلہ نظر آتا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ یہاں پر مصنف فرماتا ہے کہ یہ لفظ رمز ہائے علوم میں سے ہے جسے صرف سیاہیِ چشم ہی سے لکھا جاتا ہے۔ اِس لئے اِس راز کو خوب ذہن نشین کرلیں۔

(۲) فرمایا کہ تمام اشغال میں سے نیک ترین و بہترین شغل شغلِ ندا و صدا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس وقت "وجود از تو یا غیر از تو" ظاہر ہو تو جان لے کہ در حقیقت یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا ہے۔ فاعلِ حقیقی وہی ہے۔ اُس کا ظہور اُس کے سوا نہیں ہو سکتا مگر بصورتِ امر باطل۔ پس خدا تعالیٰ کا کام ندا کی طرح ہے اور تیرا فعل صدا کی طرح۔ اور صدا خالی آواز کو کہتے ہیں جو کوہ و دریا اور اس طرح کی دوسری جگہوں سے آتی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ بیت پڑھا۔

؎ ہمہ عالم صدائے نغمہ اوست   پاک شنید اینچنین صدائے دراں

(۳) فرمایا ہر شخص اپنے آپ کو قیامت کے دن مختلف شکلوں میں سے ایک شکل میں دیکھے گا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ "اَن اللّٰہ یتجلی لہم فی صورۃ منکرۃ فیقولون نعوذ باللہ من ان تکون ربنا فتجلی لہم فی صورۃ حسنہ فیقولون انت ربنا ولیسجدون لہ بعدہٗ۔

واللہ تعالیٰ نے اپنا جلوہ جب نا مانوس شکل میں دکھایا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ خدا کی پناہ! کہ ہمارا رب اس شکل کا ہو لیکن جونہی اس نے اپنا جلوہ حسین شکل میں دکھا تو سب اُس کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے اور فرمایا جب اس حدیث کو سلطان المشائخؒ نے سُنا تو یوں فرمایا "اللہ انجلی علی فی صورۃ شیخی فرید الدین مسعود الاجودھنی وان لم یتجلی علی فی صورتہ فلا اراہٗ"

(۴) فرمایا۔ درویشی کیا ہے؟ درویشی خاک چھاننا اور آبرو لٹانا ہے۔ اور درویش وہ ہوتا ہے جس سے کسی شخص کو ذرّہ برابر بھی تکلیف نہ پہنچے۔

(۵) فرمایا! اکثر اہل بہشت دیوانے ہوں گے کہ یہ بات حدیث میں بھی مذکور ہے لیکن دیوانوں سے مراد مجنوں نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ دیوانوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا سے غافل اور ماسوی اللہ سے جاہل ہیں یعنی غیر خدا کو نہیں مانتے۔

(۶) فرمایا کہ یہ دوا اعضا کی سستی دور کر دے، اعضاء کو قوت دینے اور لکنت زبان کو ہٹانے کے لئے بہت مفید ہے۔ سونٹھ کو آٹے میں بھون لو۔ پھر آگ سے اتار کر اُس

لے وزن کے برابر چینی ملا لو اور کھاؤ۔

۷۔ فرمایا میں نے سنا ہے کہ جو سرمہ ہلیلہ زرد کے پانی سے پیسا جائے وہ آنکھوں سے پانی بہنے کو فائدہ دیتا ہے۔ اور حضرت حافظ جمال صفراوی بخار کا علاج کدو کے پانی سے کرتے تھے کہ عربی میں اسے ہندبا کہتے ہیں۔ اس میں نمک بھی ملا لیا جائے تو بہتر ہو جاتا ہے۔ حافظ صاحبؒ اپنا اور اپنے اکثر مریدوں کا اسی سے علاج کیا کرتے تھے۔ مصنّف کہتا ہے کہ مَیں ایک روز حافظ صاحبؒ کے ساتھ کشتی میں سوار تھا ملّاح نے پانی کی گہرائی معلوم کرنے کے لئے ایک لمبی لکڑی دریا میں ڈالی جب پانی اس قدر گہرا دیکھا کہ اس کی انتہا معلوم نہ ہوئی تو کہا اللہ۔ حافظ صاحبؒ نے پانی کی گہرائی معلوم نہ ہونے کے بعد جب یہ لفظ سُنا تو میری طرف اشارہ فرمایا اور کہا۔ اے عبدالعزیز سمجھ گئے اس رمز و بھید کو۔ مَیں نے کہا جی ہاں حق تعالیٰ کی حقیقت بحرِ عمیق کی مانند ہے کہ اس کی گہرائی اور اس کی انتہا معلوم نہیں ہو سکتی۔ پس فرمایا۔ بس اس میں یہی رمز ہے۔

۸۔ فرمایا "اَلصُّوْفِیُّ بَعْدَ الثَّلَاثِیْنَ یَبُوْدُ" تیس سال کی عمر کے بعد ٹھنڈا ہو جاتا ہے اس لئے کہ حق سبحانہٗ تک پہنچنا اور عرفان کے درجات کا بلند ہونا اس کے سوا نہیں ہے کہ نفسِ سرکش کی مخالفت کی جائے اور آرزوؤں کو قطع کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے فرشتوں کو ترقی اور سربلندی کے مواقع حاصل نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مقررہ مقام پر رکے رہتے ہیں۔ اس سے آگے اُن کا گزر نہیں ہوتا۔ اسی سبب سے خاص الانسان خاص فرشتوں پر شرف و بزرگی رکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ آغازِ جوانی ہوتی ہے اور نفسِ امّارہ کی خواہشات تیس سال کی عمر سے قبل بہت سخت تر ہوتی ہیں۔ پس مذکورہ عمر سے پیشتر نفس کی مخالفت حق تعالیٰ تک رسائی کے لئے بہت اثر رکھتی ہے۔

۹۔ فرمایا "اَلْوُجُوْدُ کُلُّ هَا خَیْرٌ" یعنی تمام صورتیں درست ہیں۔ مَیں نے کہا اشراقیوں کی حکمت کے مقدمات میں سے یہ ایک عظیم الشان مقدمہ ہے اور صوفیا نے اس مقدمہ کو قبول کیا ہے۔ جب کافر قاتل کی بعض نیکیوں کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں دو خیر ہیں اور وہ یہ ہے کہ کافر کا قاتل غازی ہے اور اس کا مقتول شہید ہے۔

۱۰۔ اور فرمایا "وصول الی اللہ" یا معرفت الٰہی کا احسن طریق طریقۂ مشائخ ہے جو اسنادِ صحیح کے ذریعہ سے حضرت رسول اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور وہ ظاہر شریعت کو آراستہ کرنا۔ اس پر استقامت رکھنا اور باطن کو اوصافِ ذمیمہ سے پاک رکھنا ہے۔

۱۱۔ اور فرمایا: حدیث "اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ" یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ کی مانند ہے۔ کے معنی دو طرح کے ہیں۔ اوّل یہ کہ لفظ مومن سے مراد حق تعالیٰ ہے یعنی مومن حق تعالیٰ کا نام بھی ہے۔ اور لفظ مومن کے دوسرے معنی ہیں بندۂ مومن۔ دوئم یہ کہ جیسے فتوحات میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری ذات کو دکھانے والا آئینہ ہے، اور اس اللہ کے اسماء و صفات کا آئینہ تم ہو۔

نقل ہے کہ ایک دن میں حضرتؒ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھا جب آپ نے دریا کی موجوں کو دیکھا تو فرمایا۔ سمندر کی موجیں اس دنیا میں "وجودِ مطلق" کے ظہور کی بہترین مثال ہے۔ اکثر اوقات میں حضرتؒ سے یہ بیت سنا کرتا تھا۔

رباعی: البحر بحر علی ما کان فی قدم. الخ

اور فرمایا: "ان الحوادث امواج و انہار لاتحجبنک الاشکال عن تشاکلہا:"

۱۲۔ اور فرمایا: ہم قرآن کے قاری حضرات سے سنا کرتے تھے کہ وہ "ایاک نعبد" کے دو کلموں کے مابین فرق کیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح "ایاک نستعین" کے دو کلموں کے مابین بھی جدائی کرتے تھے۔ پس ہم نے کتاب منیۃ المصلی کی شرح کبیری میں دیکھا، وہاں لکھا ہے کہ ان کو الگ الگ نہ کیا جائے۔ میں کہتا ہوں بہتر یہ ہے کہ میانہ روی اختیار کی جائے۔ مگر کچھ لوگ فاصلہ و فرق میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ قریب قریب دونوں کلمات ایک دوسرے سے مکمل طور پر جدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا منیۃ المصلی میں جو ممانعت کی فصل آئی ہے وہ قطعی طور پر مبالغہ کرنے والوں کے بارے میں ہے

۱۳۔ اور فرمایا: حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ ہر آنے والے خاص و عام

کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ جب آپ سے اس تعظیم کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے قصیدۂ بردہ کا یہ بیت جواب میں پیش کیا۔ شعر:

والنفس کالطفل ان تہملہ یشب علی حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

درستی نفس کی مثال ایک شیر خوار بچے کی سی ہے کہ اس کو دودھ چوسنے کا مسلسل موقع ملتا رہے۔ تو وہ دودھ پینے کی بدولت جوان ہو جاتا ہے اور اگر اُسے دودھ پینے سے روک دیا جائے تو وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ پس مَیں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کی یہ عادت نہ بن جائے کہ وہ کسی کی قرار واقعی تعظیم نہ کرے۔ چنانچہ فی نفسہٖ حضرت مولاناؒ کے نزدیک ہر کسی کی تعظیم کا سبب یہ تھا کہ وہ ہر شخص میں ذاتِ حق کو ملاحظہ کرتے تھے۔ پس دراصل وہ ذاتِ حق کی تعظیم کرتے تھے۔

اور فرمایا حضرت شیخ سعدیؒ کے اس شعر:

؎ یا مکن با پیل بانان دوستی یا بنا کن خانہ را در خوردِ پیل

کے معنی یہ ہیں کہ فیل سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہے اور فیل باناں سے مراد اولیاء اللہ ہیں۔ یعنی مقصود مدعا یہ ہے کہ اگر اولیاء اللہ کے ساتھ دوستی طلبِ حق کے واسطے کی جائے تو اپنے خانۂ دل کو دھوکہ، فریب، بغض، کینہ اور حُبِّ ماسوی اللہ سے پاک کر دیا جائے۔ تاکہ ولی کا فیض تم تک پہنچ جائے۔

مولوی عبدالعزیز بھیاری رسالہ مذکور میں لکھتے ہیں کہ چونکہ میں پیرو مرشد حضرت حافظ جمالؒ کی خدمت میں خطوط ارسال کیا کرتا تھا۔ اس لئے مجھے واضح خط لکھنے کا امر فرمایا تھا اور خوشخطی کو ترک کرنے کا، ایسی خوش خطی جس میں پیچیدگی پائی جائے اور فرمایا کرتے تھے کہ لکھنے والے کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ پڑھنے والے کو اس کا خط پڑھنے کی تکلیف سے ایذا پہنچے۔

فرمایا کہ ذاتِ خدا کی ماہیت کو پانا ممکن نہیں ہے اور یہ اشارہ ہے اُس قولِ باری تعالیٰ کی طرف "وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ" یعنی خدا تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اور یہ جملہ تحذیر کے لئے بمنزلۂ دلیل و

ثبوت ہے "انما یحذرکم راتنۃ" یعنی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اُن کو محض مہربانی کے طریقے سے ڈراتا ہے تاکہ وہ اپنے اوقات کا زیاں نہ کریں کسی ایسے امر میں جس کو وہ پا نہیں سکتے۔

فرمایا جب حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج شریف پر تشریف لے گئے تو حق تعالیٰ نے آپ کو بہت سے علوم کی تعلیم دی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا۔ پس جب آپ معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ایک روز ایک دیوانے کو دیکھا کہ وہ اُن اسرار کو گلیوں اور بازاروں میں بیان کر رہا ہے۔ پس جب آپ نے رب تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے رب یہ کیا معاملہ ہے کہ مجھے تو اس کے افشا سے منع کر دیا گیا ہے۔ مگر اُسے کہاں سے معلوم ہو گیا جو وہ ظاہر کرتا پھرتا ہے پس وحی آئی کہ یہ بھی ہمارے رازوں میں سے ایک راز ہے تو اس راز کے بارے میں مت پوچھ۔ اگر تو بھی وہ راز کہہ دے تو دنیا میں فتنہ کا خوف واندیشہ ہے۔ لیکن مجنوں اور دیوانے کے کلام وگفتگو پر لوگ اعتبار نہیں کرتے۔

کاتب الحروف (مولانا نجم الدین سلیمانی) کہتا ہے کہ یہ سب کلمات قدسی وغیرہ جو جناب حافظ صاحبؒ کے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو میں نے مولوی عبدالعزیز ٹڈھیاری کے رسالہ سے نقل کیا ہے۔ البتہ زاہد شاہ ٹھٹھی وال نے رسالہ اسرار الکمالیہ میں جناب حافظ صاحبؒ کے جو الفاظ فارسی تحریر کئے ہیں، اُن میں سے چند یہ ہیں۔

فرمایا: جو لوگ وضو کے دوران بازو دھوتے وقت صرف کلائی سے لے کر کہنی تک دھوتے ہیں وہ تارکِ سنت ہیں۔ اس لئے کہ وہ پہلے ہاتھ دھو لینے کو بازو دھونے کے حساب میں لے آتے ہیں۔ لہٰذا وہ تارکِ سُنّت ہو گئے اور امام شمس الائمۃ الحلوائی نے کہا: اس کا وضو جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ سُنّت فرض کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

اور فرمایا کہ استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے کہ حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔

اور فرمایا کہ وضو جوانوں کی طرح کیا جائے اور نماز کمزوروں کی طرح یعنی بالکل آہستگی کے ساتھ ادا کی جائے۔

منقول ہے کہ ایک روز میرا بھائی سید امیر شاہ بڑی جلدی سے نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت حافظؒ نے فرمایا: ای برخوردار مجھے نماز شروع کئے سو سال ہو گئے ہیں مگر اس قدر ضبط حاصل نہیں ہوا جو ضبط تجھے تھوڑے سے دنوں میں حاصل ہو گیا ہے۔

اور فرمایا: طالب کو چاہیئے کہ ہر وقت باوضو رہے۔ اور اگر وضو دشوار ہو تو تیمم کر لینا چاہیئے۔

اور فرمایا: "الوضوء علی الوضوء نور علی نور" یعنی وضو کے باوجود تجدید وضو نور علی نور ہے۔

اور فرمایا: لوٹا کو ہمیشہ پانی سے بھر کر رکھنا چاہیئے کہ مستحب و مستحسن ہے۔

اور فرمایا: ایک روز مجھ سے نے پوچھا کہ اس مصرع کے معنی کیا ہیں؟

مصرع: "وَضو را در وِضو کردہ وُضو کن"

میں نے عرض کیا حضور ہی فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا: وَضو واؤ کی زبر سے پانی کے معنی میں ہے۔ وِضو واؤ کی زیر کے ساتھ لوٹے یا کوزے کے معنی میں ہے۔ اور وُضو واؤ کی پیش کے ساتھ مطلق وضو کے معنی میں ہے۔ وضو اعضاءِ خاص کو دھوتے کا نام ہے۔

اور فرمایا: "الوضوء سلاح المومنین" یعنی وضو مومنوں کے لئے ہتھیار کے بموجب ہے۔

اور فرمایا: ہمیشہ باوضو رہنا عزیمت کے دفعیہ کے لئے ایک مفید عمل ہے۔

اور فرمایا: وضو کے بعد کنگھی کرتے وقت الم نشرح پڑھنی چاہیئے کہ یہ عمل رزق کی فراخی اور قرض سے دوری کا باعث ہے۔

اور فرمایا: جو شخص مسواک نہیں کرتا اس کا کوئی وضو نہیں ہوتا کامل وضو کے لئے مسواک کرنا ضروری ہے۔

اور فرمایا: کہ آیت شریف "جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا" کے دو معنی ہیں۔ اوّل اہل ظواہر کے نزدیک یوں ہے کہ گناہ کی جزا، گناہ کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے یعنی جو شخص کسی کے ساتھ بدی کرتا ہے۔ تو دوسرا اس کے ساتھ اسی قدر بدی کر سکتا ہے دوئم عرفا کے نزدیک اس طریق پر ہے کہ بدی کا بدلہ لینا بدی کا ہے اُسی بدی کی طرح۔ چنانچہ اس کے لئے مناسب تو تھا کہ معاف کر دیتا۔ اب یہ جو کسی شخص نے بدی کا بدلہ لے! تو گویا اُس نے بھی اُس شخص کی طرح بدی کی۔ اور بُرا بن گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا

قولہ "فمن عفیٰ و اصلح فاجرہٗ علی اللہ" عرفا کے مذکورہ بالا قول کی تائید و حمایت کرتا ہے۔ اس کے مطابق باری کی دلیل یہ ہے جو عرفا فرماتے ہیں کہ تمام امور کا ظہور حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور غیریت اُن کی نگاہ سے رفع و دور ہو جاتی ہے جب کہ حق تعالیٰ جمال و جلال کے اوصاف سے متجلی و آراستہ ہے۔ یہ عجیب ایمان ہے جو ایک صفت سے آجاتا ہے اور دوسری صفت سے چلا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ مجازی عاشقوں کو بیٹے اور بیوی جیسے مجازی معشوق مل جائیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ عاشق پر رحم کریں تب بھی خوش ہوگا۔ اگر بے رحمی کریں تب بھی خوش ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں حق سبحانہ تعالیٰ چونکہ معشوق حقیقی ہے اور اس کے عاشق بھی عاشقانِ حقیقی ہیں۔ تو اگر یہ عشاق اپنے محبوبِ حقیقی کی بعض صفات پر ایمان لے آئیں اور اِنہیں تسلیم کر لیں۔ اور بعض سے بیزار ہو جائیں تو پھر یہ کس طرح عاشقِ صادق ہوں گے۔

اور فرمایا کہ شیخ رکن عالم ملتانیؒ میرے سلسلۂ چشتیہ کے ساتھ نسبتِ تمام رکھتے ہیں۔ اکثر و بیشتر میرا اُن کی زیارت کی رغبت رکھنا اِس سبب سے ہے۔ دریافت کیا گیا کہ اُن کا سلسلہ تو سہروردیہ ہے وہ اِس سلسلہ سے کیسے نسبت رکھتے ہیں: فرمایا حضرت رکن عالمؒ سلسلۂ چشتیہ میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ سے مجاز ہیں۔ انتہی عبارتہ۔

منقول ہے کہ ایک روز حضرت حافظ صاحبؒ تشریف فرما تھے آپ کی مجلس میں توکل کا ذکر چھڑ گیا۔

فرمایا: ہمارے مابین حضرت قبلۂ عالمؒ کے جملہ خلفاء جانشینان میں سے حق تعالیٰ نے جتنا رتبۂ توکل حضرت سنگھڑ والہ صاحبؒ کو دیا ہے کسی اور کو وہ رتبہ حاصل نہیں ہوا۔ یعنی حضرت خواجہ سلیمانؒ نے توکل کو اِس درجہ تک حاصل کر لیا ہے کہ ہم میں سے کسی وہ درجہ حاصل نہیں ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک،

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی

حضرت خواجہ گل محمد صاحب متوفی ۱۱ رمضان ۱۲۴۰ھ / حضرت خواجہ درویش محمد صاحب در کم سنی متوفی بچپن ۱۲۲۰ھ / حضرت خواجہ عبداللہ صاحب / حضرت خواجہ احمد صاحب

حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب متوفی ۲۲ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ / حضرت خواجہ حمید محمد صاحب متوفی ۱۳۱۱ھ

زوجہ اول سے / زوجہ دوم سے / زوجہ سوم سے

حضرت خواجہ سلطان محمود صاحب / حضرت خواجہ غیاث محمد صاحب / حضرت خواجہ غیاث احمد / حضرت خواجہ محمد موسیٰ صاحب / حضرت خواجہ احمد صاحب / حضرت خواجہ محمود صاحب / فائزہ بی بی زوجہ حضرت میاں محمد ابو اسحاق صاحب میانوی

دختر

زوجہ اول سے / زوجہ دوم سے / زوجہ سوم سے

حضرت خواجہ احمد صاحب ۸ ذوالحجہ ۱۲۷۸ھ پ ۱۳۰۵ھ وفات ۳ ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ / حضرت بخت بی بی / حضرت خواجہ غیاث زکریا صاحب متوفی ۱۳۳۸ھ / حضرت خواجہ غیاث نظام الدین صاحب / مریم بی بی زوجہ حضرت میاں محمد بخش صاحب میانوی / فاطمہ بی بی زوجہ حضرت خواجہ فخر محمد صاحب چشتی تونسوی لنگر والا صاحب

حضرت خواجہ غیاث معین الدین صاحب / حضرت خواجہ غیاث فخر الدین صاحب / حضرت خواجہ غیاث معین الدین ثانی صاحب / دختران

حضرت خواجہ محمد نور المحمود صاحب / حضرت خواجہ محمد نظام المحمود صاحب

زوجہ حضرت عصمت بی بی نور جہاں میاں صاحب ثانی / حضرت خواجہ غیاث قطب الدین صاحب

مسلم بی بی زوجہ حضرت میاں ... الدین صاحب میانوی / رشیدہ المحمودہ بی بی زوجہ حضرت خواجہ محمد نور المحمود صاحب خورسی تونسوی / حمیدہ بی بی / حضرت خواجہ سیف المحمود صاحب / حضرت خواجہ غیاث نظام الدین ثانی صاحب / حضرت خواجہ غیاث الحجۃ بخش عثمان صاحب / حضرت خواجہ علم الحق صاحب

حصّہ چہارم

حضرت خواجہ محمدؐ سلیمان تونسویؒ

سلطانِ تارکاں، برہانِ عارفاں، دلیلِ واصلاں، محبوبُ الرحمٰن حبیبُ السبحان

حضرت خواجہ محمّد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام خواجہ محمد سلیمانؒ ہے اور آپ کی والدہ کا نام بی بی زلیخا ہے۔ آپ کے والد کا نام زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خاں بن خان محمد تھا۔ آپ افغان تھے اور قوم جعفر سے تھے جو قبیلہ رملانی کی شاخ تھی۔ اس قبیلہ کے جدِّ امجد رحیم داد خاں جعفر تھے۔ جن کے نام سے قبیلہ کا نام رحیملانی مشہور ہو گیا۔ اور بعد میں رحیملانی کی حاء کو حذف کر دیا گیا تو رملانی رہ گیا۔ یہ رملانی دراصل رحیمدانی کا مخفف ہے۔ بعض نے آپ کے قبیلہ کا نام سالارانی بھی لکھا ہے۔

آپ کا مولد اور وطن مالوف موضع گڑگوجی ہے جو کوہ درگ میں واقع ہے یہ پہاڑ تونسہ شریف سے مغرب کی طرف تیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد اسی موضع مذکور میں رہتے تھے۔ اور آپ کی ولادتِ باسعادت بھی اسی موضع میں ہوئی تھی۔ آپ کا ایک بڑا بھائی تھا جس کا نام یوسف تھا۔ جو عین جوانی میں نکاح سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے۔ اُن کی قبر گڑگوجی میں ہے۔ آپ کی چار بہنیں تھیں۔ (۱) بی بی حلیمہ جن کا نکاح اسماعیل جعفر سے ہوا تھا۔ اُن کا ایک بیٹا تھا جس کا نام محمّد عرف مڈر تھا۔ (۲) بی بی حوّا جن کے شوہر کا نام الیاس جعفر تھا اور اُن کا بیٹا محمّد گوکڑا تھا (۳) بی بی فاطمہ جن کے شوہر کا نام محمد جعفر تھا اور اُن کے بیٹے کا نام اخون محمد عمر تھا۔ (۴) بی بی بائی جن کے شوہر کا نام ابراہیم جعفر تھا۔ اُن کے بیٹوں کے نام نور محمد۔ عبدالرحمٰن۔ جو آپ کا داماد تھا۔ اور محمد عرف مڈی تھے۔ یعنی آپ کی اِن چار بہنوں سے اولاد کثیر تھی، جو تونسہ شریف میں آپ کے قرب وجوار میں سکونت پذیر ہے۔

آپ کو حق تعالےٰ نے ولیٔ مادر زاد پیدا کیا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ صاحبہؒ کوہ گڑگوجی کے ایک چشمہ سے ۔ جہاں سے عورتیں پانی لاتی تھیں پانی مشکیزہ میں لاکر اپنے گھر کی طرف آ رہی تھیں کہ ایک درویش جس کا لباس ہندوستانی تھا۔ راستہ میں کھڑا تھا۔ اچانک اس درویش کی نظر آپ کی والدہ کے جمال پر پڑی تو کہنے لگا سبحان اللہ اس شکم میں بادشاہِ دو جہاں ہے کہ اپنے عہد میں سلیمانِ زماں بنے گا۔ اور ہزارہا مخلوق کو فیض پہنچائے گا۔ اور تمام جن و انس سجدہ کریں گے۔ یہ بات کہہ کر وہ درویش وہاں سے چل دیا اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور پھر اُنہیں کسی نے نہ دیکھا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ مَیں نے یہ حکایت ایک درویش پیر بخش کی زبان سے اِس طرح بھی سنی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ایک شخص سکنہ کوہ درگ باشندۂ گڑگوجی سے سُنا ہے کہ ایک درویش نے نہر گڑگوجی کے کنارہ پہ آکر ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ جہاں سے عورتیں پانی لاتی تھیں ۔ وہ ہر روز عورتوں کو دیکھتا تھا۔ گڑگوجی کے ایک شخص نے اُسے کہا کہ اے درویش اس جگہ کیوں ڈیرہ کیا ہے۔ اُٹھ جاؤ اور دوسری جگہ چلے جاؤ۔ اُس نے کہا مَیں درویش ہوں اِس جگہ سے نہیں اُٹھوں گا۔ الغرض اس شخص کو اس درویش پر بدگمانی ہو گئی کہ اس درویش نے عورتوں کی گزرگاہ پر ڈیرہ کیوں ڈالا ہے۔ وہ اس کی ٹوہ میں رہتا تھا اور اِدھر اُدھر چھپ کر اُسے دیکھتا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ہر روز جب عورتیں پانی کے لینے کے لئے وہاں آتیں تو یہ درویش اپنی جگہ پر بیٹھا اُن کا نظارہ کرتا۔ ایک دن آپ کی والدہ صاحبہ پانی لینے کے لئے اُس نہر پہ آئیں جب اُس درویش کی نظر آپ کی والدہ صاحبہ پر پڑی تو بے اختیار اُن کی تعظیم کے لئے اُٹھا۔ آداب بجا لایا اور سلام کیا اور جب تک آپ کی والدہ محترمہ واپس گھر تشریف نہ لے گئیں اِن کی تعظیم کے لئے کھڑا رہا جب نظر سے غائب ہو گئیں تو بیٹھ گیا۔ وہ شخص جو اُس درویش کی ٹوہ میں تھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اِس درویش کے پاس آکر کہا کہ اے درویش اتنی عورتیں پانی کے لئے یہاں آتی ہیں تو کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہوتا۔ آج اس عورت کی کیوں اتنی تعظیم

کی ہے۔ اور آداب و سلام بجا لایا ہے۔ کہنے لگا کہ تو اس عورت کے درجہ و حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔ اس کے شکم میں غوث زماں ہے، جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہو گا۔ اور ہزارہا، لکھوکھہا مخلوق اُس سے فیض یاب ہو گی۔ میں نے یہ تمام تعظیم اِس غوث زماں کے لئے کی ہے۔ یہ کہا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب میں نے یہ حکایت سُنی تو اس کی تحقیق و تصحیح کے لئے میاں غلام رسول صاحب اور میاں شیر محمد صاحبؒ کے واقعہ کو پیش کیا یہ دونوں حضرات درویشِ صالح ہیں۔ ذکر و شغل میں مشغول ہیں آپ کے مریدوں میں سے ہیں اور مدتِ دراز سے آپ کی صحبت میں رہتے ہیں۔ اور پوچھا کہ کیا یہ حکایت صحیح ہے یا نہیں۔ میاں شیر محمدؒ مذکور نے کہا کہ میں نے یہ قصّہ ایک معتبر شخص سے یوں سُنا ہے کہ ایک دن آپ کی والدہ صاحبہ اس چشمۂ مذکور سے پانی لا رہی تھیں تو دو درویش آپ کے راستہ میں آپ کے سامنے آ گئے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا تو جانتا ہے کہ اِس عورت کے شکم میں دو جہان کے بادشاہ اور غوثِ زماں ہیں۔ اُس نے کہا ہاں۔ جو بچہ اِس عورت کے شکم میں ہے وہ اپنے وقت میں دو جہاں کا بادشاہ بنے گا۔ اور ہزارہا مخلوق اُس سے فیض یاب ہو گی۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ تین دفعہ الگ الگ ہوا ہو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد صاحبؒ آپ کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے اور حضرتؒ یتیم ہو گئے۔ جب چار سال یا اِس سے کچھ زیادہ عرصہ کے ہوئے تو آپ کی والدہ صاحبہؒ نے آپ کو استاد کے ہاں بھیجا۔ ملّاں یوسف قوم جعفر افغان نے ناعدہ لکھ کر آپ کو سبق دیا۔ کچھ عرصہ اس استاد کے پاس پڑھا۔ کہتے ہیں کہ ملّاں یوسف پندرہ سپارہ سے زیادہ نہ پڑھے ہوئے تھے۔ اِس کے بعد اُسی جگہ ایک اور بزرگ صاحبِ نسبت تھے اور حضرت کے ہم قوم تھے۔ جنہیں حاجی صاحبؒ کہتے تھے، ولی کامل تھے۔ پھر آپ نے اِن کے پاس پڑھنا شروع کیا۔ دن کے وقت اپنے استاد کے مویشیوں کو پہاڑ میں چرانے کے لئے لے جاتے اور رات کو اُن سے سبق لیتے۔ کہتے ہیں کہ حاجی صاحبؒ

کی عورت بدمزاج تھی۔ درشت خو تھی۔ وہ حضرتؒ سے ہمیشہ جنگ کرتی تھی۔ برا بھلا کہتی تھی۔ مگر آپ صبر کرتے تھے۔ کچھ عرصہ حاجی صاحبؒ سے سبق لیا۔ پھر حاجی صاحبؒ نے کشف سے معلوم کیا اور حضرتؒ سے کہا کہ آپ پہلے یہاں سے تونسہ شریف جا کر علم حاصل کریں گے۔ اس کے بعد قریہ لانگھ میں۔ اس کے بعد کوٹ مٹھن میں۔ وہاں مہار کی طرف سے ایک بزرگ کامل آئیں گے آپ اُن سے بیعت کریں گے۔ وہ آپ کو نعمت و خلافت عطا کریں گے اور آپ پھر تونسہ شریف میں واپس آکر خلق خدا کو اللہ کا راستہ بتائیں گے حق تعالےٰ آپ کو رتبہ بلند اور درجہ اعلیٰ پہ پہنچائے گا۔ البتہ میری تین وصیتیں یاد رکھو۔ اور میرے بیٹے کے حق میں ان تینوں وصیتوں کے مطابق عمل کرنا۔ پہلی یہ کہ میرے اس لڑکے کو تعلیم دینا دوسرے یہ کہ جب تک میرا لڑکا زندہ رہے اسے روٹی کپڑا یا دیگر حاجات سے محتاج نہ رکھنا۔ تیسرے یہ کہ میرے لڑکے کے وقتِ نزع میں حاضر ہو کر اس کے ایمان کو شیطان لعین سے بچانا۔ اس کی مغفرت کے لئے دعا کرنا کیونکہ میرے مرنے کے بعد میری یہ بدمزاج بیوی دوسرا شوہر کرے گی میرا ایک ہی لڑکا ہے جس کا نام محمد عرف مٹھر ہے۔ یہ یتیم ہو جائے گا ایسا نہ ہو کہ یہ خراب ہو جائے پس چاہیئے کہ آپ میری وصیت کے مطابق اسے اپنی نگرانی میں رکھیں۔ اور اس سے کوئی دریغ نہ کریں۔ اس کے نزع کے وقت حاضر ہو کر اس کے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کریں اس لئے کہ تمہاری دعا مستجاب ہو گی۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے استادِ محترم کی اس وصیت کو قبول کر لیا۔ اور جیسا کہ انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ ایک بال کے برابر فرق نہ پڑا۔

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ بیعت و خلافت اور اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ سے نعمت پانے کے بعد جب اپنے پیر کے حکم سے تونسہ شریف میں قیام پذیر ہو گئے تو ہزار مخلوق خراسان، ہندوستان، عرب، ترکستان وغیرہ سے آنی شروع ہو گئی، لنگر جاری ہو گیا۔ اور ہر شخص حضرت صاحبؒ کی صحبت سے نعمت دین و دنیا سے فیض یاب ہونے لگا۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے استاد کے لڑکے محمد عرف مٹھر کو اپنے استاد کی وصیت کے مطابق اپنی پرورش کے سایہ میں لے لیا۔

اور ہر طرح کی پرورش فرمانے لگے۔ آپ سے تعلیم بھی دلائی۔ جب اُسے مرض الموت نے آ لیا تو اِس کی عیادت کے لئے گئے۔ اور جب اُس کا نزع کا وقت آیا تو وہاں حاضر ہو گئے۔ اور اس کے خاتمہ بالخیر کے لئے بہت دعا کی اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو میں تمہارے ایمان کا ضامن ہوں۔ حق تعالےٰ کریم و غفار ہے۔ تمہیں بخش دے گا۔ پھر وہاں سے دوسرے آدمیوں کو دور کر کے خلوت میں فرمایا کہ خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور پیر کی صورت کو حاضر کرو۔ پس بلا تکلف اس کی زبان سے کلمہ جاری ہو گیا اور جو کچھ آپ سے رازِ نہانی مشاہدہ کرائے خدا ہی جانتا ہے۔ اِس کے بعد فرمایا اے مڈر میرے استادِ محترم نے جو وصیّت کی تھی میں نے اس کے مطابق عمل کیا ہے اب تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت جب وہاں سے باہر آئے تو مڈر ذکر کرتے کرتے فوت ہو گئے۔

زمانۂ تعلیم کا واقعہ ہے کہ ایک دن حضرتؒ صحرا سے مویشیوں کو چرا کر اپنے استاد کے گھر پہنچے تو اُس بدخو عورت نے حضرتؒ سے ناحق لڑائی شروع کر دی۔ جب بہت زیادہ بُرا کہنا شروع کیا تو حضرتؒ کو غصہ آ گیا۔ آپ نے مٹی کی دیگ اور دیگر برتنوں کو توڑ دیا۔ اور اس کی دشنام کا بھی جواب دیا۔ جب حاجی صاحبؒ گھر آئے تو آپ کی بیوی نے آپ کے سامنے حضرتؒ صاحب کا شکوہ کیا۔ کہ اُس نے میرے تمام برتن توڑ دیئے ہیں اور مجھے دشنام بھی دی ہے۔ حضرت صاحبؒ نے بھی اوّل سے آخر تک فساد کا تمام قصہ بیان کیا۔ چونکہ حاجی صاحبؒ اِس بدمزاج عورت کے مزاج اور اِس کے فساد سے واقف تھے اور حضرتؒ کے حُسنِ معاملہ سے بھی آگاہ ہے۔ اس لئے حاجی صاحبؒ نے اپنی بیوی کو ملامت کرنی شروع کی اور حضرت صاحبؒ کو فرمایا کہ میری عورت تمہیں یہاں پڑھنے نہیں دیتی۔ آپ چلے جائیں۔ آپ کو خدا کے سپرد کیا۔ استادِ گرامی کے حکم کے مطابق آپ وہاں سے چل دیئے اور تونسہ شریف میں آ کر میاں حسن علی صاحبؒ سے پڑھنا شروع کر دیا۔ جس کا ذکر آگے تحریر کیا جائے گا۔

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ نے سب سے اوّل ملّاں یوسف سے قرآن پڑھنا

شروع کیا تھا۔ چونکہ وہ پندرہ سپارہ سے زیادہ نہ جانتے تھے (واللہ اعلم بالصواب) اس لئے قیاس یہی ہے کہ حضرت صاحبؒ نے بھی اُن سے اتنا ہی پڑھا ہو گا۔ حاجی صاحب کے پاس آپ نے کلام اللہ پڑھا۔ اور فارسی بھی شروع کی تھی۔ فارسی کی ایک دو کتابیں پڑھی ہوں گی۔ کہ آپ تونسہ شریف میں آ گئے۔

کوہ درگ میں ایک اَور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ وہ بھی موضع گڑگوجی میں رہتے تھے اَور قوم افغان جعفر سے تھے۔ حجام گری کا پیشہ بھی کرتے تھے۔ جب انہیں کشف سے آپ کا حال معلوم ہوا کہ اس بچے پر وہ وقت آنا ہے کہ یہ غوثِ زماں ہو گا۔ تو بعض دفعہ وہ بہت گھی اور شکر ڈال کر چُوری تیار کرتے تھے۔ اور صحرا میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لے جاتے تھے۔ اَور حضرت صاحبؒ کی حجامت بھی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ آپ انہیں پتھر مارتے تھے اَور دشنام دیتے تھے ایک دن ایک شخص نے اُس بزرگ سے کہا کہ تمہیں کیا فائدہ ہے کہ اسے چوری بھی کھلاتے ہو اِن کی حجامت بھی بناتے ہو اَور اُن سے گالیاں اَور پتھر بھی کھاتے ہو۔ اُنہوں نے اس شخص کو جواب دیا کہ تو اس بچے کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔ یہ مقبولانِ حق اَور محبوبانِ خدا سے ہو گا۔ اَور اس بچے پر ایک زمانہ آئے گا کہ تمام جہان اِس کے نور سے منور ہو گا۔ اَور یہ بچہ فخر الاولین والآخرین ہو گا۔ نیز میرا جنازہ یہ بچہ پڑھائے گا۔ اَور حق تعالےٰ اِس کی برکت سے میری مغفرت کرے گا۔ وہ شخص یہ بات سُن کر حیران رہ گیا اَور خاموش ہو گیا۔ آخر وہی ہوا جو اُس بزرگ نے کہا تھا۔ ہوا یوں کہ مدتِ مدید کے بعد حضرت صاحبؒ اپنے ایک رفیق باران خاں قوم جعفر کے ساتھ اپنے پیر و مرشد حضرت قبلۂ عالمؒ صاحب کی قدم بوسی کے بعد مہار شریف سے رخصت ہو کر اپنی والدہ صاحبہ کی زیارت کے لئے اپنے وطن کی طرف آ رہے تھے۔ جب کوہ درگ میں پہنچے تو دیکھا کہ کوہ درگ کی کمین گاہ سے لوگوں کی آواز آ رہی ہے جیسے کچھ لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ حضرتؒ سے رفیق نے کہا کہ آپ توقف فرمائیں میں دیکھتا ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بلوچ راہ زن ہوں۔ اَور ہمیں تکلیف پہنچائیں۔ جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ قوم جعفر سے افغان ہیں اَور کسی شخص

کا جنازہ سامنے رکھے ہوئے امام کے منتظر ہیں۔ پس حضرت صاحبؒ اس جنازہ کے سرہانے پہنچے اور پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے جواب دیا کہ یہ دہی شخص ہے جو آپ کے لئے آپ کے بچپن میں چوری لے کر جایا کرتا تھا۔ آپ کی حجامت بنایا کرتا تھا۔ اور آپ اسے گالیاں اور پتھر مارا کرتے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اُن کے لئے دُعا معفرت کی۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص جس نے ابتدا میں اُس بزرگ سے پوچھا تھا کہ تجھے کیا فائدہ ہے کہ بچے کو چوری کھلاتا ہے اس کی حجامت بناتا ہے۔ اور گالیاں و پتھر کھاتا ہے۔ اور اُس بزرگ نے کہا تھا کہ یہ بچہ میرا جنازہ پڑھائے گا۔ وہ شخص بھی اس جنازہ میں حاضر تھا۔ اور جب یہ لوگ امام کا انتظار کر رہے تھے تو اس شخص کے دل میں انکار آگیا تھا کہ اس بزرگ نے کیسے کہا تھا کہ میرا جنازہ میاں محمد سلیمان صاحبؒ پڑھائیں گے۔ اب وہ کہاں ہیں۔ یہ شخص ابھی یہی سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت صاحبؒ حاضر ہو گئے۔ اور اس بزرگ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ تب اس شخص کو آپ کے کمال پر یقینِ کامل ہوا۔ اور وہ شخص معترف ہوا۔

تونسہ شریف میں قیام اور حصولِ علم

منقول ہے کہ جب حضرت صاحبؒ اپنے استادِ محترم کی ہدایت کے مطابق کوہِ درگ سے تونسہ شریف آگئے تو میاں حسن علی صاحبؒ کے مدرسہ میں پہنچے یہ مدرسہ اُس مسجدِ سفید میں تھا۔ جو ملک سنگھڑ کی زبان میں بگّی مسجد کے نام سے مشہور تھی اور تونسہ شہر کے بازار میں واقع تھی۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) نے بھی اس مسجد کو دیکھا تھا۔ اور اب ۱۲۷۲ھ میں اس مسجد کو ندی نے جو پہاڑ سے آتی ہے خراب و برباد کر دیا ہے۔ حضرت صاحبؒ اس مسجد میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ میاں حسن علی صاحب حضرت صاحبؒ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اور بہت محبت سے سبق دیتے تھے۔ چونکہ میاں حسن علی صاحب کے مدرسہ کے طالب علم گدائی پر گذارہ کرتے تھے اس لئے میاں حسن علی صاحب نے حضرت صاحبؒ کو بھی گدائی کا حکم دیا۔ آپ نے کبھی گدائی نہ کی تھی۔ مگر اپنے استاد صاحب کے حکم کے مطابق تونسہ شہر میں گئے اور ایک ہندو

بقال کے گھر میں پہنچے اس کی عورت روٹی پکارہی تھی۔ ہندو جس جگہ کھانا پکاتے ہیں وہاں گائے کے پیشاب اور گوبر سے چوکہ بناتے ہیں اور کسی کو اس چوکہ میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ حضرت صاحبؒ اس ہندو عورت کے پاس گئے اور فرمایا کہ روٹی دو۔ اس کافرہ نے روٹی دینے میں ذرا تامل کیا۔ حضرت صاحبؒ اس کے چوکہ میں داخل ہو گئے اور ایک بڑی روٹی اٹھالی اور اپنے استاد کی مسجد میں آگئے۔ اس ہندو عورت نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اُس کا شوہر آپ کے استاد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ آپ کے شاگرد نے ہمارا چوکہ خراب کر دیا ہے۔ اور زبردستی روٹی اٹھا کر لے آیا ہے۔ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے کہ ہماری تمام روٹیوں کو برباد کر دیا ہے۔ کہ ہمارے کسی کام کی نہیں رہیں۔ حضرت صاحبؒ کے استاد نے کہا اے روہیلہ یہ کیا کیا حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ نے کہا تھا کہ شہر سے گدائی کر کے روٹی لاؤ۔ میں سب سے پہلے اسی بقال کے گھر گیا اور اس کی عورت سے کہا کہ روٹی دو۔ اس نے مجھے روٹی نہ دی میں نے اپنے ہاتھ سے اٹھالی اور لے آیا۔ آپ کے استاد بہت ہنسے۔ اور کہا تو گدائی کرنی نہیں جانتا۔ آج کے بعد گدائی کے لئے نہ جانا۔ البتہ اگر کوئی تجھے مزدوری کے لئے لے جائے تو اس کے ہمراہ چلے جانا تاکہ جو کچھ مزدوری میں ملے وہ تمہاری روٹی کپڑا اور کتابوں کے کام آئے۔ دوسرے دن ایک شخص نے حضرت صاحبؒ کو کہا کہ اگر ہمارے کام پہ مزدوری کے لئے چلو تو آپ کو دو آنہ یومیہ دوں گا۔ حضرتؒ نے قبول کیا۔ اور دوسرے مزدوروں کے ہمراہ حضرتؒ بھی گئے جب اس جگہ پہنچے تو تمام مزدور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ اور حضرت صاحبؒ ایک بڑے پتھر پہ بیٹھ گئے۔ جب بھی کوئی آپ کو بلاتے آتا اور کہتا کہ آپ مزدوری کے لئے آتے ہیں تو کام کیوں نہیں کرتے۔ آپ پتھر اٹھا کر انہیں مارتے اور اپنے پاس سے بھگا دیتے اور اپنے پاس کسی کو نہ آنے دیتے۔ تاج خان اس تمام ٹھیکے کے کام کا منتظم تھا اُس کے پاس دوسرے مزدوروں نے فریاد کی کہ فلاں شخص نے اپنی طرف سے اس روہیلہ کو دو آنہ دے کر اپنی جگہ عوضی مقرر کر کے بھیجا ہے۔ مگر وہ ایک بڑے پتھر پہ بیٹھا ہے۔ اور کام نہیں کرتا اور اگر اسے کام کے لئے کہا جاتا ہے تو بے تحاشہ پتھر مارتا ہے اور

ے آنے نہیں دیتا۔ تاج خان مذکور نے کہا اُن کو چھوڑ دو انہیں کچھ نہ کہو۔ جب
ے کے وقت تمام مزدور اپنے گھروں کو آئے تو حضرت صاحبؒ نے بھی دو آنے لئے اور
صبہ منگروڑہ میں آئے۔ گندم کا آٹا خریدا اور اُس آٹے کو پکایا۔ پہلے خود کھایا اور باقی
روٹیوں کو اللہ کے لئے تقسیم کر دیا جب استاد کی خدمت میں آئے تو انہوں نے پوچھا کہ
اُس دو آنہ کو کیا کیا۔ فرمایا کہ دو آنہ کا آٹا لیا اور تمام پکا کر کچھ خود کھایا اور باقی فی سبیل اللہ
تقسیم کر دیا۔ استاد نے کہا کہ دو آنے ایک ہی دفعہ کیوں خرچ کر دیئے۔ اِس زمانہ میں
دو آنے کے پانچ ٹکے بنتے تھے۔ اور غلہ سستا تھا۔ اور بہت آٹا آ گیا ہوگا۔ اور حضرتؒ نے تمام
آٹا پکا کر فروخت کر دیا تھا۔ جب استاد نے آپ کو ملامت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں کیا
جانوں اُس روٹی پکانے والے نے مجھے کہا تھا کہ اِس پانچ ٹکہ سے تمہاری روٹی بن جائے گی۔ مجھے معلوم
نہ تھا کہ غلہ سستا ہے۔ اور اتنے آٹے سے چودہ روٹیاں پک جائیں گی۔ آپ کے استاد نے فرمایا
کہ آج کے بعد مزدوری کے لئے بھی نہ جانا روٹی میرے گھر سے کھانا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ اپنے استاد کے حکم کے مطابق گھاس کا
گٹھا سر پر اٹھائے تونسہ شریف کے بازار میں بیچنے کے لئے جا رہے تھے۔ کسی شخص نے
کہا کہ اس گھاس کا نصف فلوس لے لو۔ آپ نے فرمایا ہمارے گھاس کی قیمت زیادہ
ہے۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اس کے ہاتھوں میں بہت سے خرمہرے تھے۔ اگرچہ ان
سب کی قیمت پون پیسہ بھی نہیں بنتی تھی۔ حضرت صاحبؒ نے جب بہت سے خرمہرے
دیکھے تو اس گھاس کو اِن خرمہروں کے بدلے دے دیا۔ غرض کہ دنیا سے اِس قدر بے خبر
تھے۔ اور شروع ہی سے حق تعالے نے آپ کو دنیا کی محبت سے آزاد کر دیا تھا۔ منقول ہے کہ
ایک شخص کی عورت بگی مسجد کے قریب رہتی تھی۔ جہاں حضرت صاحبؒ پڑھتے تھے اُس
نے حضرت صاحبؒ کے لئے ایک چھوٹی سی روٹی مقرر کی ہوئی تھی جسے پنجابی میں وظیفہ کہتے
ہیں چنانچہ حضرت صاحبؒ اپنا وظیفہ لینے گئے ہوئے تھے اور اُس کے دیگدان کے قریب
کھڑے تھے۔ مطبخ کی دیوار پر بچھو تھا جس نے حضرت صاحبؒ کی انگلی پر کاٹ لیا۔ اتنا درد
معلوم ہوا کہ جیسے کانٹا چبھتا ہے۔ فرمانے لگے اے مائی تیرے دیگدان کے قریب کانٹا ہے

کہ میری انگلی میں چبھ گیا ہے۔ جب دن ہوا تو دیکھا کہ بچھو مرا پڑا ہے۔ یعنی پر اس بچھو کے زہر نے کچھ اثر نہ کیا۔ بلکہ خود مر گیا۔ منقول ہے کہ ایک رات تو کے زمینداروں نے طوائف کا رقص کرایا۔ اس وقت حضرت صاحبؒ بچپن کی عمر میں۔ یعنی بارہ سے پندرہ سال کی عمر کے درمیان تھے۔ اور احکامِ شرع سے بھی واقف نہ تھے۔ آپ بھی رقص کا تماشا دیکھنے چلے گئے۔ جب کافی رات گزر گئی تو حضرت صاحبؒ کو وہیں نیند آ گئی۔ آپ وہاں سو گئے اور تمام رقص دیکھنے والے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ حضرت صاحبؒ نے خواب دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ نے حضرت صاحبؒ کے چہرہ پر طمانچہ مارا اور فرمایا کہ تو اس جگہ طوائف کے رقص کے تماشا میں کیوں آیا ہے۔ اور کیوں غیر شرع کام کیا ہے۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت کے رخسار پر اس طمانچے کے درد کا اثر باقی تھا۔ مدت کے بعد جب حضرت قبلہ عالم مہارویؒ سے بیعت ہوئے تو پہچانا کہ یہ تو وہی صورت ہے جس نے تونسہ شریف میں خواب میں طمانچہ مارا تھا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے یہ حکایت صاحبزادہ نور بخش جی سجادہ نشین قبلہ عالمؒ سے سُنی ہے۔ اور وہ کہتے تھے کہ مولوی شہسوار صاحب نے جو حضرتؒ کے یارانِ مجاز سے تھے۔ میرے سامنے بیان کیا کہ انہوں نے یہ حکایت حضرت صاحبؒ سے خود سُنی تھی۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن میرے استاد میاں حسن علی صاحب نے سات بھیڑیں میرے حوالہ کیں اور فرمایا ان میں ساتویں بھیڑ تمہاری ہے اور باقی چھ ہماری ہیں چاہیئے کہ سبق سے فراغت کے بعد ہمارے کھیتوں میں ہمیشہ انہیں لے جا کر چرایا کرے۔ جب موٹی ہو جائیں گی تو پھر موسم سرما میں اِن کو ذبح کریں گے۔ اور کھائیں گے۔ میں اِن کے حکم کے مطابق انہیں لے جاتا تھا۔ ایک دن اِن سب کو چرانے کے بعد گھر واپس لا رہا تھا۔ کہ راستہ میں تین بھیڑیئے آگئے اور بھیڑوں پر حملہ کر دیا۔ میں نے اپنی بھیڑ کو پکڑ لیا اور باقی بھیڑوں میں سے اِن تینوں بھیڑیوں نے بعض کو زخمی کر دیا اور بعض کو پھاڑ کر کھا لیا۔ اور بعض بھاگ گئیں رات کا وقت ہو گیا تھا۔ میں اپنی بھیڑ کو لے کر اپنے استاد کے گھر پہنچا۔ پوچھا دوسری بھیڑیں کہاں گئیں میں نے کہا کہ انہیں بھیڑیئے کھا گئے البتہ اِس ایک بھیڑ

کو مَیں نے اپنی ران کے نیچے رکھا اور بھیڑیوں سے بچا کر سلامت لے آیا ہوں ۔

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے ۔ کہ جس وقت ہم تونسہ شریف کی بگی مسجد میں اپنے استاد میاں حسن علی صاحب سے پڑھتے تھے ۔ وہ بارھویں صدی تھی ۔ اُس وقت لوگوں کو دنیا کی اتنی محبت نہ تھی ۔ جو اب تیرھویں صدی میں ہے ۔ نیز بدگمانی ، فریب مکر ، بد دیانتی ، امانت میں خیانت اتنی نہ تھی ۔ جتنی آج کل ہے ۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ہم چند لڑکے مسجد مذکور میں اُن دنوں پڑھتے تھے ۔ ایک دن ایک شخص آیا اور گیارہ روپے ہمارے پاس لایا اور کہنے لگا کہ مَیں کسی جگہ جا رہا ہوں ۔ میری یہ امانت آپ کے پاس رہے گی فرمانے لگے کہ ہم نے کہا کہ یہ جو مسجد میں طاق ہے اس طرف جاؤ اور وہاں رکھ دو ۔ وہ وہاں رکھ کر چلا گیا ۔ مدت مدید کے بعد آیا اور ہم اتنی مدت میں اِن روپیوں کے سکّوں کو نکال کر ان سے کھیل لیتے اور پھر وہیں اسی طاقچہ میں رکھ دیتے ۔ جب وہ آیا اور اپنی امانت طلب کی ۔ ہم نے کہا کہ جس طاق میں رکھ گئے تھے وہاں سے لے لو ۔ اس نے جب اپنے روپے گنے اسی قدر تھے جتنے رکھ کر گیا تھا ۔

میاں عبد اللہ کھوکھر حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھے اور تونسہ شریف کے رہنے والے تھے ۔ وہ اپنے والد میاں احمد کھوکھر سے نقل کرتے تھے کہ حضرت صاحبؒ کے استادِ محترم میاں حسن علی صاحب صالحانِ وقت میں سے تھے ۔ اور قبلۂ عالمؒ حضرت نور محمد مہارویؒ کے خلیفۂ اعظم مولوی نور محمد نارو والہ صاحبؒ کے مرید تھے ۔ مولوی نور محمد نارو والہ صاحبؒ کو حاجی پور والا صاحب بھی کہتے ہیں ۔ اُن کے ضلع سنگھڑ (تونسہ) میں بہت مرید تھے ۔ غوثِ زماں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے تونسہ شریف میں آنے اور قیام کرنے سے پہلے حضرت نارو والہ صاحبؒ سنگھڑ میں آتے تھے کیوں کہ اس علاقہ کی بہت مخلوق آپ سے ارادت رکھتی تھی ۔ اِن کے علاوہ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے دوسرے خلیفۂ اعظم حافظ محمد جمال ملتانیؒ بھی سنگھڑ کے علاقہ میں آتے تھے ۔ ان کے بھی اِس جگہ بہت مرید تھے ۔ البتہ جب حضرت غوثِ زماں سلیمانِ دوراں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کا عہد آیا اور آپ نے تونسہ شریف میں

مستقل رہائش اختیار کی تو سنگھڑ کی تمام مخلوق آپ کی مرید ہونے لگی۔ بلکہ مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک تمام مخلوق نے آپ کی طرف رجوع کیا اور تمام ممالک کے لوگ گروہ در گروہ اور طائفہ در طائفہ بیعت کے لئے آپ کی خدمت میں تونسہ شریف آنے لگے۔

میاں احمد کھوکھر مذکور بیان کرتے ہیں کہ آپ کے استاد میاں حسن علی نے ایک دن آپ کو موضع سوکڑ سے ایک کتاب لانے کے لئے کہا۔ موضع سوکڑ تونسہ شریف سے دو کوس جنوب کی طرف ہے۔ جس دن آپ کتاب لینے کے لئے سوکڑ گئے۔ اس دن حسنِ اتفاق سے حضرت نارووالہ صاحبؒ بھی سوکڑ میں تشریف لائے ہوئے تھے، اور تونسہ شریف کے بہت سے لوگ ان کے استقبال کے لئے سوکڑ آئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحبؒ کتاب لے کر سوکڑ سے تونسہ شریف آرہے تھے تو راستہ میں حضرت نارووالہ صاحبؒ سے ملاقات ہوگئی وہ بھی تونسہ شریف آرہے تھے۔ جب حضرت نارووالہ صاحبؒ کی نظر حضرت صاحب پر پڑی۔ گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ معانقہ کیا۔ حالانکہ اس سے قبل ملاقات نہ تھی اور کوئی پہچان نہ تھی۔ حضرت نارووالہ صاحبؒ نے حضرت صاحبؒ کو اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ اور خود باوجود پیری اور ضعیفی کے پاپیادہ چلنے لگے۔ میاں احمد کھوکھر مذکور کہ وہ بھی حضرت نارووالہ صاحبؒ کے مرید تھے کہتے ہیں کہ جب دُور تک نارووالہ صاحبؒ پیدل چلتے گئے تو میرا دل جلنے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ جوان روہیلہ بچہ میرے حضرت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہے اور میرے حضرت صاحبؒ بڑھاپے کے باوجود پیادہ چل رہے ہیں۔ ان کے لئے مناسب نہیں تھا۔ آخر وہ غوثِ زمانؒ کے قریب گیا اور آہستہ سے خُفیہ طور پر کہا کہ اے جوان تمہارے عقل و ہوش کہاں گئے کہ اتنے بوڑھے بزرگ اور لطیف مزاج بزرگ کو پیادہ چلا رہا ہے اور خود ان کے گھوڑے پر سوار ہے۔ اُتر اور انہیں سوار کرا۔ حضرت صاحبؒ نے میری بات کو سُنا۔ مگر اُسی طرح سوار چلتے رہے۔ آخر میں نے اپنے پیر کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ حضرت یہ مردِ روہیلہ جسیم تن اور قوی بدن میرے اندازے کے مطابق ایک کوس سے سوار چلا آرہا ہے۔ اب آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ نارووالہ صاحبؒ نے غصّہ سے میری طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ اے میاں

دور رہو۔ اور خاموش رہو تمہیں اِس بات سے کیا سروکار۔ میں شرمندہ ہو کر خاموش ہوگیا۔ جب تونسہ شریف میں پہنچے تو حضرت ناردوالہ صاحبؒ چارپائی پر لیٹ گئے اور ہر شخص آپ کو دبانے لگا۔ میں خوف و خجالت سے دور ہٹا رہا۔ آخر سب کو حکم دیا کہ چلے جائیں سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، جب سب اُٹھ کر چلے گئے میں بھی اُٹھ کر اپنے گھر کے ارادہ سے چلا تو آپ نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا اے میاں احمد مریدِ صادق ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ تمہارا اعتقاد میرے ساتھ ہے۔ تم نے جو راستہ میں مجھے سوار ہونے کے لئے کہا تھا۔ وہ کمالِ محبت اور فرطِ اعتقاد سے تھا۔ جو تمہیں میرے ساتھ ہے مگر تمہیں اِس نوجوان روہیلہ کے درجہ شان سے واقفیت نہیں ہے کہ "ملائکہ آسمانی اس کو سجدہ کرتے ہیں اس کی پیشانی پر نور نازل کرتے ہیں۔ اور اس کے گھوڑے کی باگ پکڑنے کے آرزو مند ہیں۔ پس وہ پیادہ چلیں اور میں سوار یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ یہ وہ شخص ہے کہ کچھ دنوں کے بعد تمام جہان ان کے فیض کے نور سے منور ہوگا۔ بلکہ تمہاری اولاد اور تمہارا سارا خاندان اس شخص کے مرید ہوں گے۔ اُس وقت اِس جوان کی شان کا تمہیں پتہ چلے گا۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ حضرت غوثِ زماںؒ نے نعمت خلافت سے مشرف ہو کر تونسہ شریف میں اقامت اختیار کی۔ تو میاں احمد کھوکھر مذکور کو اِس شاہِ جہاں کی محفل کے سوا کسی اور محفل یا مجلس میں ایک ساعت بھی آرام نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن اپنے بیٹے مولوی محمد کو کہ ابھی بچے تھے اپنے ساتھ حضرت صاحبؒ کی مجلس میں لے گئے تو حضرت صاحبؒ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ اے میاں احمد یہ ہمارا بیٹا ہے اِسے کسی دوسری جگہ ملوث و آلودہ نہ کرنا۔ چنانچہ آپ نے اسے حضرت صاحبؒ کا مرید کرا دیا۔ نیز میاں کھوکھر کے دوسرے بیٹے میاں عبداللہ کھوکھر وغیرہ غرضیکہ سارا خاندان حضرت صاحبؒ کا مرید ہوا۔ اور اس مولوی محمد مذکور پسر احمد مذکور کو حضرت صاحبؒ نے "منہ بر ساڈا" کا لقب دیا ہوا تھا۔ اور اِس پر بہت شفقت و توجہ فرماتے تھے۔ اور یہ حضرت صاحبؒ کے مقربان میں سے ہو گئے تھے۔ چنانچہ اُن کا ذکر آگے آئے گا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

ہر سحر بانگِ سلیماں در خروش
تا کہ آید طالبے اندر بجوش

بانگ مے آید کہ اے طالب بیا
جُود محتاجِ گدایاں، چوں گدا

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب
کہ فتوح است ایں زمان و فتح یاب

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا
تا طلب یابی ازیں یارِ وفا

چوں سلیماں، از دلت آگاہ شد
از دلِ تو تا دلِ او راہ شد

آں کسے کو بانگِ موراں بشنود
ہم ز دور اُو ستر بہ جاں بشنود

منقول ہے کہ مدتِ مدید تک حضرت صاحبؒ تونسہ شریف میں میاں حسن علی صاحب سے مسجد سفید، جو بگی مسجد کے نام سے مشہور تھی۔ طالب علمی کرتے رہے اور اِسی جگہ چند فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ میاں غلام رسول خاں ماکوافغان ہمارے حضرتؒ کے خاصان اور مریدانِ مجاز میں سے ہیں۔ انہوں نے اس کاتب الحروف کو بتایا تھا کہ انہوں نے اپنے استاد مولوی محمد افضل صاحب سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ "میں اور حضرت صاحبؒ ابتدائے حال میں تونسہ شریف میں میاں حسن علی صاحب کے پاس کتاب عطار نامہ کا سبق لیتے تھے اور ہم دونوں ہم سبق تھے۔ حضرت صاحبؒ کو اُس وقت میں نے دیکھا کہ کبھی کبھی مجذوبوں کی طرح دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور جب سبق لیتے تھے تو ایک ایک ورق لیتے تھے۔ اور میاں غلام رسول خاں صاحب اپنے استاد مذکور سے نقل کرتے تھے" کہ حضرت غوث زماںؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ سے بیعت و خلافت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کو درگ کی طرف جا رہے تھے۔ کہ اتفاق سے حضرت نارووالہ صاحبؒ، حافظ جمال الدین ملتانیؒ اور حضرت صاحبؒ تینوں خلفاء تونسہ شریف میں اکٹھے ہو گئے۔ اِس وقت نارووالہ صاحبؒ کا ڈیرہ میاں احمد کھوکھر کے گھر تھا اور دوسرے دونوں خلفاء یعنی حضرت حافظ جمال الدین صاحبؒ ملتانی اور حضرت غوث زماں بھی وہیں بیٹھے تھے۔ میاں مولوی محمد صالح سکنہ دائرہ دین پناہ شرقی بھی موجود تھا۔ اور وہ علمِ موسیقی میں مہارتِ کامل رکھتا تھا۔ اُس نے غزل گانی شروع کی۔ پہلے حافظ صاحبؒ کو وجد ہوا اور دیر تک رہا اور اپنے کپڑوں کی گھٹڑیاں اُسے عطا کر دیں۔ اس

کے بعد حضرت غوثِ زمانؒ کو وجد شدید ہوا۔ اور ان کی وجد میں ایسی وارفتگی ہوئی کہ حضرت صاحبؒ کا سر مبارک اُس حجرہ کی چھت کے برابر جاتا تھا۔ افاقہ کے بعد نارووالہ صاحبؒ کو جو چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے وجد ہوا۔ مولوی محمد افضل کہتے تھے کہ میں اِس وقت نارووالہ صاحبؒ کو مالش کر رہا تھا اور مٹھی کر رہا تھا۔ آپ کے اعضاء وجد کی وجہ سے اتنے سخت ہوگئے تھے کہ بیان میں نہیں آتے۔ کچھ عرصہ بعد خود بدولت نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ بس کرو۔ پس مولوی مذکور نے غزل گانی بند کی۔

موضع لانگھ میں قیام: (ذکر طالب علمی کردن حضرت غوثِ زماں در موضع لانگھ کہ از تونسہ شریف ہنج کروں سمت مشرق است)

تونسہ شریف کے بعد طلب علم کے لئے آپ موضع لانگھ تشریف لے گئے۔ یہ موضع تونسہ شریف سے مشرق کی طرف پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں آپ نے میاں ولی محمد صاحب کے پاس کچھ عرصہ علم حاصل کیا۔ یعنی تونسہ شریف میں میاں حسن علی صاحب سے پڑھنے کے بعد میاں ولی محمد باغبان سے جو کہ سنگھڑ و پنجاب کی زبان میں قوم باغبان کو ارائیں کہتے ہیں، موضع مذکور میں پڑھا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس سال کہ ۱۳۷۸ھ ہے فقیر اپنے پیرو مرشد کے مزار کی زیارت کے لئے ان کے عرس مبارک پر تونسہ شریف گیا ہوا تھا۔ جب لانگھ میں پہنچا تو اُس مسجد کی زیارت کی جس میں حضرت صاحبؒ نے طلب علم کیا تھا۔ نیک بابرکت مسجد ہے۔ گنبددار ہے اور پختہ اینٹوں کی بنی ہوئی ہے میں نے اور غلام رسول خاں صاحب نے دو گھڑی اس مسجد میں ڈیرہ کیا اور وہاں حضرت صاحبؒ کے یہ مناقب بھی سنے۔

نقل ہے کہ میاں غلام رسول خاں صاحب و میاں شیر محمد صاحب کلروال کہتے تھے کہ جن دنوں حضرت صاحب اس مسجد میں پڑھتے تھے تو ایک کافر بقال عورت کی ایک چھوٹی لڑکی تھی کہ جس کے دونوں ہاتھ پاؤں شل ہوگئے تھے ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئی اور اپنی اس لڑکی کو ساتھ لائی۔ اور عرض کی کہ اس بچی کے لئے دعا کریں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمیشہ اِس مسجد میں چراغ روشن کیا کر۔

اور جھاڑو دیا کر۔ انشاء اللہ تیری بیٹی تندرست ہو جائے گی۔ اس بقالہ نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے فضل سے اس کی لڑکی کے دونوں ہاتھ پاؤں ٹھیک ہو گئے۔ اس کی شادی ہوئی اور اولاد بھی ہوئی۔

منقول ہے کہ آپ کے استادِ محترم میاں ولی محمد صاحبؒ کا بیٹا مولوی محمد یار حضرت صاحبؒ کی قدم بوسی کے لئے تونسہ شریف میں آیا۔ اور وہ حضرت صاحبؒ کا مرید تھا حضرت صاحبؒ کو اُسے دیکھ کر اپنا لانگھ کا طالب علمی کا زمانہ یاد آ گیا۔ اور فرمایا کہ ایک دن میرے استاد جی میاں ولی محمد صاحب نے صالح محمد قریشی صاحب کو میرے ساتھ کیا اور دائرہ دین پناہ کی طرف ایک کتاب لانے کے لئے بھیجا۔ ماہِ ساون کا موسم تھا اور ہم دونوں تیرنا نہ جانتے تھے۔ راستہ میں گہرا نالہ تھا جو پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اتفاقاً اِس ندی کے کنارۂ شمالی پر ایک درخت کھڑا تھا کہ جس کی بعض شاخیں جنوبی کنارہ تک گئی ہوئی تھیں۔ ہم نے آپس میں صلاح کی اور مشورہ کیا کہ اس درخت کی شاخ پر سے ہم اپنے آپ کو گزار کر اتریں تو شاید ہم ندی کے پار چلے جائیں۔ میاں صالح قریشی نے مجھے کہا کہ پہلے تم اِس درخت پر چڑھ کر دوسری طرف اترو۔ اگر آپ کا کوئی ہاتھ پاؤں ٹوٹ گیا یا زخمی ہو گیا تو تمہیں نقصان پہنچے گا۔ اور اگر تم سلامتی کے ساتھ دوسرے کنارہ پر چلے گئے تو پھر میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ جاؤں گا۔ بس پہلے میں اس درخت کے اوپر چڑھا اور اُس کی شاخوں سے جو دوسری طرف جاتی تھیں اپنے آپ کو گرایا تو نالہ سے دور گرا۔ اُس نے کہا کہ اٹھو تاکہ تمہیں دیکھوں کہ تمہاری پنڈلیاں ٹوٹ نہ گئی ہوں۔ میں کھڑا ہو گیا۔ کوئی چوٹ نہ تھی۔ میں صحیح و سلامت اُٹھ بیٹھا تو اُس بزرگ نے بھی ایسے ہی کیا اور سلامتی کے ساتھ دوسرے کنارہ پر پہنچ گیا۔ اِس کے بعد فرمایا کہ اے میاں محمد یار وہ دو درخت جو اس جنگل کے کنارہ پر تھے۔ ایک میٹھے پھل دیتا تھا اور دوسرا کڑوے اب بھی موجود ہیں یا نہیں۔ قریہ لانگھ کے بلوچوں نے وہ دونوں درخت کھانے کے لئے درویشوں کے حوالہ کر دیئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور ابھی موجود ہیں اِس کے بعد فرمایا کہ ایک دن ہمارے اُستاد میاں ولی محمد جیو صاحب نے مجھے اور صالح محمد قریشی کو فرمایا کہ تم

دونوں جاؤ۔ اور اِن درختوں کو ہلاکر بیر اتار لاؤ۔ ہم اِن درختوں سے نیچے گئے۔ میاں صالح محمد قریشی نے مجھے کہا کہ پکے پکے کھالیں اور باقی کچے پکے اپنے استاد کے پاس لے جائیں۔ ورنہ روزانہ ہمارے استاد کی یہ فرمائش رہے گی۔ مَیں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ خیانت ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن مولوی محمد یار مذکور نے بے روزگاری اور قرب وجوار کے لوگوں سے فساد وعناد کا ذکر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص میں کوئی چیز قبولیت ومنظوریت کی خود عنایت کرتے ہیں۔ اور مخلوق اس شخص سے عناد وفساد رکھنے لگتی ہے۔ اُس نے پھر کہا کہ میرے اندر تو کوئی چیز قبولیت کی موجود نہیں ہے۔ پھر بغیر وجہ کے میرے ساتھ لوگ کیوں ضد اور دشمنی رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ کی قبولیت تین طرح کی ہے۔ پہلی تو یہ کہ کوئی شخص مقبولِ حق ہوتا ہے اسے تمام مخلوق پہچانتی ہے۔ اور وہ بھی اپنے اِس مقام سے آگاہ ہوتا ہے کہ مَیں بھی مقبولِ حق ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ جانتا ہے کہ مَیں مقبولِ حق ہوں مگر مخلوق اُس کی قبولیت سے بے خبر ہوتی ہے تیسرے یہ کہ نہ اسے اپنے حال کی خبر ہوتی ہے کہ مَیں مقبولِ حق ہوں اور نہ خلق جانتی ہے کہ وہ مقبول ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ تیسرا گروہ ملکتومان کا ہے کہ اولیاء اللہ کی ایک قسم ہے اور جاننا چاہیئے۔ کہ مقبولانِ خدا کی چوتھی قسم یہ ہے کہ لوگ انہیں جانتے ہیں کہ مقبولِ حق ہے لیکن وہ اپنے آپ کو نہیں جانتے کہ ہم مقبولِ حق ہیں۔

قیامِ کوٹ مٹھن (مزید تعلیم اور بیعت) حضرت غوثِ زماںؒ نے کچھ عرصہ بستی لانگھ میں تعلیم حاصل کی اور چند فارسی کی نظم کی کتابیں پڑھیں پھر عربی تعلیم کے شوق میں کوٹ مٹھن کی طرف روانہ ہوگئے اور حضرت عاقل محمد صاحبؒ کے بیٹے قاضی احمد علی صاحبؒ کے مدرسہ میں علم عربی حاصل کرنا شروع کردیا۔ چند سال وہاں رہ کر قطبی پڑھی۔ اِسی زمانہ میں حضرت قبلہ عالمؒ مہاروی کی تشریف آوری کا ذکر سُنا اور میاں احمد علی صاحبؒ کے ہمراہ اُوچ شریف جاکر حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت ہوئے چنانچہ اِس کی تفصیل لکھی جائیگی

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ کا پاس شریعت درجہ کمال تک تھا۔ جس بے شرع

لونڈ یکھتے اس سے بہت رنجیدہ ہوتے۔ بلکہ حتی المقدور امر بالمعروف کرتے۔ چنانچہ ایک دن خود حضرت صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت قبلہ عالمؒ سے حصول بیعت سے قبل ایک دفعہ مردوں میں سے ایک کہ جنہیں راس دھاری بھی کہتے ہیں کوٹ مٹھن کے بازار میں رقص کر رہا تھا۔ اور آپ اس وقت کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ اس خبر کو سن کر مکان سے اٹھے اور اپنے ہاتھ میں قینچی لی اور اس رقاص کے علاج کے لئے آگئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جونہی اس لونڈے کو دیکھا دور سے بھاگ کر اس کی زلف ایک طرف سے کان کی لو کے قریب سے کاٹ دی اور شریعت کی غیرت کی وجہ سے کوئی لحاظ نہ کیا جب میں نے اس کے کٹے ہوئے بالوں پر نگاہ کی تو دیکھا کہ اس کے کان کے گوشت کا ایک ٹکڑا بھی کاٹ دیا ہے مگر اس گوشت کے ٹکڑے کو دیکھ کر میرے دل میں کوئی وسواس نہ آیا۔

میں (حاجی نجم الدینؒ) نے میاں عبدالشکور سے جو ہمارے حضرت صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا فخر الدینؒ نے حضرت قبلہ عالمؒ مہاروی صاحبؒ کو حکم فرمایا تھا۔ کہ مغرب کے پہاڑوں سے ایک شہباز آئے گا۔ اسے ہر طرح سے اپنے دام میں لے آنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شہباز کسی اور کے دام میں چلا جائے۔ اس لئے کہ وہ ہماری اور تمہاری نعمت کا مالک ہوگا۔ اور اپنے زمانہ کا سلیمان ہوگا۔ اسی سبب سے حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق ہر سال سفر کرتے تھے۔ اور ملک مغرب کی طرف آتے تھے۔ جسے پنجابی زبان میں تھَل کہتے ہیں یعنی کوٹ مٹھن اور اوچ کی طرف اس نیت سے آتے تھے۔ کہ میدان لاہوت کا وہ شاہباز کسی طرح میرے دام میں آجائے۔ البتہ یہ راز کسی کو بتاتے نہیں تھے۔ مولانا محمد حسین صاحبؒ مرحوم کہ قبلہ عالمؒ کے یارانِ مجازین سے تھے۔ اس راز کے محرم تھے۔

مولوی غلام رسول سکنہ بہاول پور نے جو حضرت غوث زماںؒ کے با اعتقاد مریدوں میں سے ہے۔ اس کاتب الحروف کو بتایا کہ میری مادر حقیقی کے جد (دا

مولوی محمد حسین چنڑؒ نے جو حضرت قبلہ عالمؒ کے مریدِ مجاز و محرم راز تھے۔ فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ ہمارے گاؤں میں آئے، اور ہمارا گاؤں مولوی محمد حسین چنڑ کی بستی کے نام سے مشہور تھا اور بہاولپور سے قریب تھا۔ اور وہاں ایک رات رہے تو ایک دن مجھے فرمایا کہ اے محمد حسین تمہیں معلوم ہے کہ میں اس علاقہ میں ہر سال کیوں آتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ہی فرمائیں۔ فرمایا میں ایک شہباز کے شکار میں آتا ہوں کہ شاید وہ کسی طرح میرے دام میں آجائے۔ اور یہ حضرت مولاناؒ کا حکم ہے اور میں نے اسی خاطر تمہارے اس علاقہ کا سفر اختیار کیا ہوا ہے۔ تم بھی دعا کرو کہ حق تعالےٰ اُس شہباز کو میرے دام میں پھنسا دے۔ پس اس سال کہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت ہوئے اور حضرت قبلہ عالمؒ واپس مولوی محمد حسین کے گاؤں میں آئے۔ تو فرمایا۔ مولوی صاحب ہمیں مبارک باد دو کہ وہ شہباز اس سال ہمارے دام میں آ گیا ہے۔

مولوی غلام رسول مذکور، صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ و دیگر معتبر حضرات سے سُنا ہے کہ حضرت صاحبؒ جس زمانہ میں قاضی عاقل محمد صاحبؒ خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کے فرزند قاضی احمد علی صاحبؒ سے کوٹ مٹھن میں علم عربی حاصل کرتے تھے تو اُس زمانہ میں حضرت قبلہ عالمؒ اُوچ شریف میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اُوچ شریف کوٹ مٹھن کے قریب واقع ہے۔ جب حضرت قبلہ عالمؒ کی تشریف آوری کی خبر کوٹ مٹھن میں پہنچی تو قاضی صاحبؒ اور اُن کے فرزند میاں احمد علی صاحبؒ درویشوں اور طالب علموں کے ہمراہ حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے اُوچ تشریف لے گئے حضرت صاحبؒ بھی اِن کے ہمراہ تھے۔ البتہ آپ نے سُنا ہوا تھا۔ کہ قبلہ عالمؒ گانا سنتے ہیں۔ اور گانے پر رقص وحالت کرتے ہیں۔ آپ اُس وقت طالب علم تھے اور فقہ کی کتابیں آپ کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ احتساب کی نیت سے کمر میں خنجر باندھ کر روانہ ہوئے۔ اور دل میں یہ ارادہ کیا کہ قبلہ عالمؒ سے احتساب کریں گے اور انہیں گانا سننے سے منع کریں گے۔ اس لئے کہ جب سرود شریعت میں حرام ہے

حضرت قاضی احمد علی صاحب کوٹ مٹھن کا وصال ۹ شعبان ۱۲۳۰ھ کو ہوا

تو وہ کیوں سُنتے ہیں۔ راستہ میں کوئی شخص حضرت صاحبؒ سے ملا۔ اُس کی چادر میں کھجوریں بندھی ہوئی تھیں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو۔ کہا اپنے پیر حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ پوچھا چادر میں کیا باندھا ہے۔ کہا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی نذر کے لئے رطب لے جا رہا ہوں۔ رطب کو پنجابی زبان میں پنڈ کھجور کہتے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے اُس کے ہاتھ سے وہ کھجوریں لے کر کم از کم آدھی کھالیں۔ وہ غریب بہت منع کرتا رہا مگر آپ نے نہ مانا۔ باقی نصف اُسے دے دیں کہ ان کو پیر صاحب کی نذر کر لینا۔ جب تھوڑی دور آگے گئے تو وہ نصف بھی اُس سے لے لیں۔ اور کھالیں۔ جب اُوچ شریف میں پہنچے تو ہر شخص حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ اُس مجلس میں ایک شخص مقبول نام تھا کہ اُسے مقبول ریکلہ کہتے تھے۔ وہ صاحبِ ذوق و شوق و وجد تھا۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے مریدوں میں سے اُسے اُس وقت وجد غالب تھا۔ اور وہ رقص کر رہا تھا۔ وہ شخص جسمانی طور پر توانا و فربہ تھا۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں دور کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کہ وہ حالت کر رہا ہے۔ مگر میں نے سمجھا کہ وہ درویش جو قاضی صاحب عاقل محمد صاحبؒ والد احمد علی صاحبؒ کا پیر و مرشد ہے یہی شخص ہے جو وجد کر رہا ہے۔ اِس لئے سوچا کہ یہ احتساب کا وقت نہیں ہے یہ اپنی حالت میں ہے جب ہوش میں آئے گا۔ تو اس سے احتساب کروں گا۔ چوں کہ اُوچ شریف کی خلقت حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آ رہی تھی۔ آپ کے قدموں میں گر رہی تھی۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ یہ صاحبِ وجد شخص قاضی صاحب کا پیر نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی قدم بوسی سب لوگ کر رہے ہیں چنانچہ میں نے سوچا کہ چونکہ یہ بزرگ سفید ریش ہے اس لئے مجلس میں اعلانیہ ان سے سرود کے مسئلہ پر تکرار اور احتساب نہ کروں تو بہتر ہے خلوت میں کروں گا۔ اسی سوچ میں تھا کہ آوازہ ہوا۔ کہ مخدوم نور بہار سجادہ نشین سید جلال الدین بخاریؒ حضرت قبلہ عالمؒ سے مرید ہونے کے لئے آ رہے ہیں۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے۔ کہ میرے دل میں آیا کہ درویش شاید جادوگر ہے کہ سحر و جادو سے مخلوق کو مسخر کرتا ہے۔ چنانچہ مخدوم نو بہارؒ پر بھی اِن کے جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ کہ وہ مرید ہو رہا ہے۔ آتنے

میں مخدوم مذکور پہنچے اور حضرت قبلہ عالمؒ اٹھ کر درگاہ سید جلال الدین بخاریؒ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں جاکر درگاہ جد بزرگوار میں اُن کو بیعت کیا۔ تمام مجلس اُٹھ گئی جب میں بھی اٹھا تو حضرت قبلہ عالمؒ کی نظر مجھ پر پڑی۔ اچانک میرا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ میں لے گئے میں نے خیال کیا کہ یہ جادوگر مجھ پہ جادو کر رہا ہے۔ لیکن حالت یہ تھی کہ جونہی حضرت قبلہ عالمؒ نے میرا ہاتھ پکڑا مجھ میں اتنی ہوش وطاقت نہ رہی کہ منہ سے کچھ بولوں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے پہلے مخدوم نو بہار صاحب کو سید جلالؒ کے مزار کے سرہانے بیعت کیا۔ پھر مجھے بیعت کیا۔ اور مجھے وظیفہ بھی تلقین فرمایا۔ میں نے دل میں کہا کہ میں یہ وظیفہ ہرگز نہ پڑھوں گا۔ مگر جب درگاہ شریف سے باہر آئے تو مجھے کچھ ہوش نہ تھا بے اختیاری کی حالت تھی۔ جب نماز کا وقت آیا میں نے نماز پڑھی۔ چونکہ تسبیح نہیں تھی۔ اس لئے وہ وظیفہ جو قبلہ عالمؒ نے بتایا تھا ایک اینٹ کے سنگریزے ۱۰۰ عدد بنا کر اُس پر پڑھا۔ اسی روز سے میرا حال دگرگوں ہوگیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ کی بیعت کا یہ قصہ حضرت صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ سے اس طرح سُنا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ایک دن حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ کی مسجد میں بیٹھے تھے۔ یہ فقیر بھی بیٹھا تھا حضرت صاحبؒ نے حافظ غلام مرتضےٰ صاحب کو اپنی بیعت کا یہ قصہ بیان فرمایا۔ حافظ غلام مرتضےٰ صاحب، قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کے خلیفہ مولوی غلام حسن بھٹیؒ کے چھوٹے بھائی تھے اور اُن کے خلیفہ بھی تھے۔ میں بھی قریب بیٹھا تھا اور سُن رہا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور سید جلالؒ کی خانقاہ میں لے گئے اور مجھے مرید کر لیا۔ نیز حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے بیعت کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ تازہ کھجوریں جو ایک درویش ہماری نذر کے لئے لا رہا تھا۔ تم نے کس طرح کھائیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں بھوکا تھا۔ اس لئے کھالیں۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ کھجوریں کیا تھیں بلکہ آگ کا انگارہ تھا۔ کہ جس نے میرے دل میں اثر کیا۔

جس وقت قاضی عاقل محمد صاحبؒ اور میاں احمد علی صاحبؒ اپنے درویشوں

کے ساتھ اُوچ شریف حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت سے لئے آئے اور حضرت صاحبؒ بھی ہمراہ تھے۔ تو ایک دن مخدوم صاحب نے ایک بڑا دیگچہ کھانے کا حضرت قبلہ عالمؒ کے لئے ارسال کیا۔ جب قبلہ عالمؒ کی خدمت میں لائے آپ نے لانگری کو حکم دیا کہ اس بڑے دیگچے کو قاضی احمد علی صاحبؒ کے ڈیرہ میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے درویشوں کے لئے استعمال کریں۔ لانگری نے دیکھا کہ دیگچہ بڑا ہے اور ہاتھ سے جا رہا ہے۔ اس نے اس دیگچہ سے دو طباق کھانے سے بھر کر نکال لئے اور کہا کہ باقی دیگچہ قاضی صاحبؒ کے ڈیرہ پر پہنچا دیا جائے۔ جس وقت حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا تھا کہ یہ بڑا دیگچہ قاضی احمد علی صاحبؒ کے درویشوں کے لئے بھیج دیا جائے تو اُس وقت اتفاقاً حضرت صاحبؒ بھی وہاں کھڑے تھے تو یہ بات انہوں نے بھی سُن لی تھی۔ اور جب لانگری نے دو طباق اِس دیگچہ سے نکال لئے تو حضرت صاحبؒ دیکھ رہے تھے اُن کو غصہ آگیا لانگری کو فرمایا کہ تو نے اس دیگچہ سے دو طباق کھانے کے کیوں باہر نکالے ہیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے تمام دیگچہ ہماری مِلک کیا ہے اُس لانگری نے شوخی کی۔ اور حضرتؒ کو کچھ کہا۔ آپ نے اُس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اور دونوں طباق جو کھانے سے بھرے ہوئے تھے ان کو پھر واپس دیگچہ میں ڈال دیا۔ اور اس بڑے دیگچہ کو اٹھا کر قاضی احمد علی صاحبؒ کے ڈیرہ پر لے گئے۔ اور فرمایا کہ اُسے تقسیم کر کے درویشوں کو دیں۔ اور دو طباق نکالنے اور طمانچہ مارنے اور دونوں طباق واپس دیگچہ میں ڈالنے کا تمام قصہ قاضی احمد علی صاحبؒ کے سامنے بیان کر دیا۔ وہ ڈر گئے کہ کہیں حضرت قبلہ عالمؒ ہم سے خفا نہ ہو جائیں۔ انہوں نے حضرتؒ کو ملامت کی کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ جو کچھ آپ نے کیا ہے آپ ذمہ دار ہیں ہم اس دیگچہ کو خرچ نہ کریں گے حضرت صاحبؒ نے خود اپنے دستِ مبارک سے اِس کھانے کے دیگچہ کو اپنے جملہ درویشوں میں تقسیم کیا۔ اُس لانگری نے طمانچہ کھانے کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس فریاد کی۔ کہ قاضی صاحبؒ کے حلقۂ درویشاں میں سے ایک درویش روہیلہ ہے اُس نے مجھے طمانچہ مارا ہے اور تمام دیگچہ اٹھا کر لے گیا ہے۔ حضرت قبلہ عالم صاحبؒ نے لانگری کو کہا خیر اسے کچھ نہ کہنا پھر خود اُٹھ کر قاضی صاحب کے ڈیرہ پر تشریف لائے۔ اور میاں احمد علی صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ کا وہ درویش کہاں ہے۔ کہ میرے لانگری کو طمانچہ مارا ہے۔ اور دیگچہ اٹھا کر لایا ہے۔

انہوں نے عرض کی یہ ہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ حضرت صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ مکان میں بیٹھ گئے مسکرا کر فرمایا کہ میاں صاحب آپ نے ہمارے لانگری کو کیوں مارا ہے۔ انہوں نے تمام حال بتایا۔ آپ نے لانگری کو فرمایا کہ اس درویش کو معاف کر دے۔ اُس نے اپنی فراست سے جانا کہ حضرت صاحب قبلۂ عالمؒ کی تمام توجہ باطنی اس درویش کی طرف ہے کہا کہ حضرت معاف کر دیا۔ اور اس قصّہ کے دو روز بعد حضرتؒ کو بیعت کر لیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت قبلہ عالمؒ حضرت صاحبؒ کو ہاتھ سے پکڑ کر سیّد جلالؒ کی خانقاہ میں لے گئے تو انہیں اتنی ہوش بھی نہ تھی کہ اپنی جوتیوں کو پاؤں سے اتار دیں۔ ایک پاؤں میں جوتا تھا اُسی طرح ساتھ چلے گئے۔ نیز بعض کہتے ہیں کہ جس وقت قبلہ عالمؒ حضرتؒ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کے لئے خانقاہ میں لے گئے تو مخدوم نوبہار اُس جگہ موجود نہ تھے۔ یعنی وہ سیّد جلالؒ کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے جب آپ نے حضرتؒ کو کھڑے دیکھا تو ہاتھ پکڑ کے خانقاہ میں لے گئے اور مرید بنا لیا۔

منقول ہے کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ نے حضرتؒ کو بیعت کیا تو ایک دو روز وہاں رہے اور پھر آپ اپنے وطن کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت صاحبؒ کو وصیّت فرمائی کہ آپ پہلے یہاں سے دہلی جائیں اور حضرت مولانا خواجہ فخر الدین صاحبؒ سے ملاقات کر کے پھر میرے نزدیک مہار شریف آئیں۔ حضرت صاحبؒ نے ایسا ہی کیا چنانچہ اس کا ذکر آئے گا۔ قبلہ عالم مہارویؒ صاحب حضرت صاحبؒ کو بیعت کرنے کے بعد اُوچ شریف سے مہار شریف واپس روانہ ہوئے جب مولوی محمد حسین صاحب چنڑ کے گاؤں میں پہنچے تو اُن کو فرمایا کہ مولوی صاحب ہمیں مبارک باد دو کہ وہ شہباز جس کے شکار کے لئے ہم ہر سال اِس علاقہ کی طرف آتے تھے۔ الحمد للہ کہ امسال اُوچ شریف میں ہمارے دام میں آگیا ہے۔ انہوں نے مبارک باد دی نیز دو تین معتبر حضرات سے سُنا ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنے خلیفہ کلاں مولانا نور محمد حاجی پور والےؒ کو فرمایا تھا کہ آپ بھی ملک سنگھڑ کی طرف کا دورہ کیا کریں اور اس شہبازِ لاہوتی کی تلاش جاری رکھیں۔ کہ شاید کوہستان سے باہر آئے اور آپ کے دام میں آجائے۔

اسی وجہ سے حاجی پوروالہ صاحبؒ بھی ہر سال ملک سنگھڑ کی طرف سیر کے لئے جاتے تھے جو کوہستان سے قریب ہے اور جب حضرت صاحبؒ کو قبلہ عالمؒ نے بیعت فرما لیا تو حاجی پوروالہ صاحبؒ کو پیغام بھیجا۔ کہ وہ شہبازِ کوہستان امسال ہمارے دام میں آگیا ہے اب آپ اُس کا انتظار نہ کریں۔ کہتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس کے بعد اس طرف کا سفر نہ کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دہلی شریف کا سفر : حضرت صاحبؒ دہلی شریف ۱۱۹۹ھ میں گئے۔ اُس وقت حضرت صاحبؒ کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ البتہ اِس میں اختلاف ہے کہ کہاں سے روانہ ہوئے اور کس راستے سے تشریف لے گئے۔ اور کس وقت تشریف لے گئے بعض کہتے ہیں کہ مہار شریف سے قبلہ عالمؒ کے حکم سے دہلی روانہ ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُوچ شریف سے بیعت کے حصول کے بعد روانہ ہوئے۔ البتہ صحیح یہ ہے کہ اُوچ شریف سے شرفِ بیعت کے بعد وہیں سے روانہ ہوئے چنانچہ میاں صاحب نور بخش جی صاحبؒ سجادہ نشیں حضرت قبلہ عالمؒ نے اس کاتب الحروف کے سامنے فرمایا کہ جس وقت میں سنگھڑ شریف میں حضرت غوثِ زماںؒ کی خدمت میں تھا۔ تو حضرت صاحبؒ کے وصال سے قبل میرے اور حضرت صاحبزادہ خواجہ اللہ بخش صاحبؒ سجادہ نشینِ حضرتؒ زاد اللہ عمرہٗ و برکاتہٗ کے درمیان تبادلہ خیالات ہوا کہ حضرت صاحبؒ کس راستہ سے اور کس جگہ سے دہلی کی طرف تشریف لے گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ مہار شریف سے قبلہ عالمؒ کے حکم کے مطابق تشریف لے گئے اور میں کہتا تھا کہ اُوچ شریف سے دلاور کے راستہ سے تشریف لے گئے آخر اتفاق کیا کہ حضرت صاحبؒ سے پوچھا جائے تاکہ تحقیق حال ہو محمد یار خوجہ جو حضرتؒ کے مریدوں میں سے تھا اور حضرت صاحبؒ نے اُسے ابوالوفا کا خطاب دیا تھا۔ اور جب بھی وہ حضرت صاحبؒ سے ملنے آتا تو آپ اُسے اپنے مصلے کے قریب بٹھلاتے تھے۔ اور زیادہ تر وقت اُس کے ساتھ کلمہ کلام میں مشغول رہتے تھے ہم نے اُسے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ اور خوجہ پنجاب کی زبان میں نومسلم کو کہتے ہیں میں نے اُسے کہا کہ تو حضرت صاحبؒ

سے اِس حال کی تحقیق کر کہ دہلی میں کس راستہ سے اور کس جگہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جب عام کچہری کا وقت ہوا۔ میں اور حضرت اللہ بخش صاحبؒ جیو بھی چلے گئے اور محمد یار بھی خدمت میں حاضر تھا اور انہوں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں مذکورہ حال عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ذرا توقف کرو کہ میں یاد کروں۔ پھر دیر کے بعد غور فرمایا اور یاد کیا اور فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے بلدہ اُوچ شریف میں سید جلال الدین بخاریؒ کے مزار شریف کے سرہانے بیعت کیا تو چند روز کے بعد اسی جگہ فرمایا کہ دہلی میں حضرت مولانا صاحبؒ دادا پیر کی زیارت کے لئے جاؤ میں وہیں سے روانہ ہوگیا۔ مگر چونکہ واقفِ راہ نہ تھا۔ اِس لئے بڑی تشویش تھی۔ اور دل میں سوچا کہ دہلی کس طرف ہے آخر دلادر، فلوری، جودھپور، اجمیر، جے پور اور ریواڑی کے راستہ سے دہلی پہنچا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اُس وقت کہ جب حضرت صاحبؒ دہلی روانہ ہوئے تو پندرہ سال کے تھے بلکہ اکثر حضرت صاحبؒ اپنی زبانِ مبارک سے فرماتے تھے کہ میں جب دہلی کی طرف گیا تو اُس وقت پندرہ سال کا تھا۔ مولوی محمد حسین پشاوری جو حضرت صاحبؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے اور آں جناب کا صحبت یافتہ تھے وہ بھی اور حضرت خواجہ اللہ بخش صاحبؒ سجادہ نشین وغیرہ حضرتؒ بھی فرماتے تھے کہ یہ الفاظ آپ کی زبانِ مبارک سے سُنے ہیں پس تحقیق ہوا کہ حضرت صاحبؒ اُس وقت پندرہ سال کے تھے واللہ اعلم بالصواب۔

کاتب الحروف کہتا ہے۔ کہ ایک دن اس فقیر کے جسم پر انگرکھا تھا جو کیکر کی چھال کے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ بنگلہ شریف میں نماز ظہر کے وقت حضرت صاحبؒ وضو کر رہے تھے اور میں دست بستہ سامنے کھڑا تھا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو میں نے نعلین سیدھے کئے اور کمر خم کر کے کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ آپ اپنا دستِ مبارک میری پشت پر رکھ کر کھڑے ہوئے۔ اور جوتے پہنے۔ جب آپ کی نظر میرے رنگین انگرکھے پر پڑی تو پوچھا نجم الدین یہ رنگ کس چیز کا ہے عرض کیا کہ کیکر کے درخت کی چھال کا ہے۔ فرمایا خوب ہے میں بھی ایک دفعہ اپنی دوہر اسی رنگ سے رنگ کر دہلی کی طرف فلوری کی راہ سے گیا تھا۔ اور وہاں سے اجمیر۔ جے پور اور ریواڑی ہوتا

ہوا دہلی پہنچا تھا۔

منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ اپنے تمام خلفائے اعظم کو یعنی مولانا نور محمد نارووالہ صاحبؒ، قاضی عاقل محمد کوٹ مٹھن والہ اور حافظ جمال الدین ملتانیؒ کہ تینوں اپنے وقت کے کامل اور مکمل بزرگوں میں سے تھے اپنے ہمراہ دہلی حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدین صاحبؒ کی ملاقات کی خاطر لے گئے تھے اور مولانا صاحبؒ تینوں خلفاء کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے اور آفریں فرمائی تھی اور تینوں کے حق میں باتیں کی تھیں، اور نوازشیں فرمائی تھیں۔ حضرت صاحبؒ اُس وقت خورد سال تھے بلکہ حضرت قبلہ عالمؒ کی بیعت سے بھی مشرف نہ ہوئے تھے۔ کچھ مدت بعد جب بیعت سے مشرف ہوئے تو حضرت قبلۂ عالمؒ نے حضرت غوثِ زماںؒ کو فرمایا کہ دہلی جاکر حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت سے مشرّف ہوں، پس حضرت صاحبؒ اُوچ شریف سے ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۸۴۱ء ہندی دلاور، فلوری، جودھ پور سے ہوتے ہوئے پہلے اجمیر شریف پہنچے اور حضرت محبوب رحمانی خواجہ معین دین سجستانیؒ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ اس کے بعد وہاں سے جے پور اور وہاں سے ریواڑی اور وہاں سے دہلی پہنچے کہتے ہیں کہ جب حضرت صاحبؒ ریواڑی میں تھے تو حضرت مولانا صاحبؒ جو کچھ عرصہ سے بیمار تھے وصال فرما گئے۔ البتہ وصال کے وقت چشتی تاج محمود سکنہ بیکانیر کو جو حضرت مولانا صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھے اور مولانا صاحبؒ کے قریب بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب مولوی نور محمد صاحب مہارویؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص سلیمانؒ نام ملاقات کے لئے آرہا ہے۔ تقدیر میں ملاقاتِ ظاہری نہیں ہے۔ میرا انہیں سلام کہیں اور میرا یہ فولادی قلم انہیں دے دیں۔ جب حضرت صاحبؒ دہلی پہنچے۔ اُس وقت حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کو تین دن ہو چکے تھے۔ حضرت صاحبؒ اُن کے مدرسہ میں گئے۔ چشتی صاحب مذکور نے تفتیشِ حال کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ کا سلام آپ کو پہنچایا اور فولادی قلم آپ کے سپرد کردیا۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ حضرت مولانا صاحبؒ کے مدرسہ سے اُٹھ کر اُن کے مزارِ مقدس پر حاضر

ہو گئے۔ حضرت مولانا صاحبؒ کا مزارِ اقدس حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں مسجد کے قریب ہے آپ چہلم تک حضرت مولانا صاحبؒ کے مزارِ مبارک پر معتکف رہے۔

منقول ہے کہ چونکہ آپ پر عنایتِ الٰہی ہونی تھی یعنی حضرت غوثِ زماں صاحبؒ کو حضرت مولانا صاحبؒ کی ظاہری زیارت بھی ہونی تھی، اس لئے اُس کے اسباب پیدا ہو گئے۔ ہوا یوں کہ حضرت مولانا صاحبؒ کی حیاتِ مبارکہ میں اُن کا دندانِ مبارک شہید ہو گیا تھا۔ اُسے کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ رکھا ہوا تھا۔ تاکہ وصال کے وقت آپ کے دہن مبارک میں رکھ دیا جائے اور قبر مبارک میں ساتھ ہی مدفون کر دیا جائے۔ جب حضرت مولانا صاحبؒ نے وصال فرمایا تو حاضرین پر اس قدر رنج و الم کا عالم تھا۔ کہ وہ دندانِ مبارک رکھنا بھول گئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد سات آٹھ دن گزر گئے تھے کہ وہ دندانِ مبارک یاد آیا۔ فیصلہ ہوا کہ دندانِ مبارک کو قبر مبارک میں دفن کرنا ضروری ہے چنانچہ سب مزارِ مبارک پر حاضر ہوئے تاکہ قبر مبارک کھول کر دندانِ مبارک کو قبر شریف میں دفن کر دیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ کے جمال بے کمال کے بہت سے مشتاقین اس موقع پر موجود تھے مگر حضرت مولانا صاحبؒ کی ہیبت و شوکت کی وجہ سے کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ قبر مبارک میں داخل ہو کر۔ ان کے چہرہ مبارک سے پردہ اٹھا کر دندانِ مبارک کو آپ کے دہن مبارک یا چادر مبارک میں رکھ دے۔ تمام حاضرین نے حضرت صاحبؒ کو کہا کہ یہ فریضہ آپ سر انجام دیں۔ آپ قبر مبارک میں گئے، چہرۂ مبارک سے حجاب کو دور کیا اور دندانِ مبارک ان کے دہن مبارک میں رکھ دیا۔ اس طرح آپ کرمِ خاص سے حضرت مولانا صاحبؒ کے جمالِ ظاہری سے بھی مشرف ہو گئے۔

انہی ایام اعتکاف کا واقعہ ہے کہ ایک شب مغرب کے بعد آپ حضرت مولانا صاحبؒ کے مزارِ مبارک پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور اُس نے آپ کی کلاہِ مبارک کو کونوں اور حاشیہ کے نیچے سے آپ کی پیشانی اور سر کی تمام جلد پر جلدی جلدی ہاتھ پھیرا۔ جب اس کی انگلی اس دیرینہ زخم پر پڑی جو حضرت صاحبؒ کے چہرہ مبارک پر تھا۔ تو رُک گیا۔ پھر اُس نے ایک فولادی قلم جو اُس کے پاس تھا، حضرت صاحبؒ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور کہا کہ حضرت

"مولانا صاحبؒ کا یہ قلم میرے پاس بطور امانت تھا تاکہ آپ تک پہنچاؤں۔ آپ اسے قبول کریں۔

حضرت صاحبؒ نے وہ قلم لے لیا۔ مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ روایت مولوی محمد امین صاحب سے ہے، جنہوں نے اس حکایت کو خود حضرت صاحبؒ سے سنا تھا۔

حاجی بختاور صاحب اور مولوی عابد صاحب سوکڑی سے منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب دہلی جاکر میں نے حضرت مولانا صاحبؒ کی آستاں بوسی کی تو وہاں کے جانور زبانِ لطیف و فصیح سے کہتے تھے "السلام علیکم میاں سلیمان جی"۔ اور لفظ جی کو بڑی کشش اور تحسین کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ نیز یہ بھی کہ جن دنوں میں حضرت مولانا صاحبؒ کے مزارِ مبارک پر معتکف تھا تو جگہ اتنی تنگ تھی کہ ہزار دشواری کے ساتھ اپنے دونوں گھٹنے کھڑے کر کے حضرت مولانا صاحبؒ کے چہرۂ مبارک کے سامنے مشغول بیٹھتا تھا مگر اب وہی جگہ حضرت مولانا صاحبؒ کے تصرّف اور آپ کی کرامت سے اس قدر فراخ ہوگئی ہے کہ انسان اگر تمام فراغت اور آسانی کے ساتھ مربعہ ہوکر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ سکتا ہے۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) کہتا ہے کہ واقعی وہ جگہ اب بہت فراخ ہوگئی ہے۔ اس فقیر نے حضرت مولانا صاحبؒ کے مزارِ مبارک کی زیارت کی ہے اور دیکھا ہے کہ مسجد خم کھا کر واپس مشرق کی سمت ہوگئی ہے جس سے مزار مبارک کی جگہ کافی کھل گئی ہے۔

منقول ہے کہ جس وقت صاحبزادہ غلام نصیر الدّین عرف کالے میاں صاحبؒ بن مولوی قطب الدّینؒ بن حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدّینؒ کو شوقِ خدا غالب آیا تو پہلے توبۃ النصوح حاصل کر کے اور تمام علائقِ دنیا سے ترک و تجرید کر کے حجِ کعبہ کے لئے گئے اور وہاں سے مدینہ منوّرہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرّف ہوتے پھر سنگھڑ شریف (تونسہ شریف) حاضر ہوئے اور حضرت صاحب تونسویؒ کی خدمت میں ایک سال تک رہے حضرت صاحب تونسویؒ کے فرمان کے مطابق ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ حضرت غوثِ زمانؒ کی تربیت سے آپ کا کام مکمل ہوا اور مقصودِ اعلٰے کے حصول میں کامیاب ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ کی اُن کے حال پر بہت توجہ تھی۔ چنانچہ نمازِ فجر کے بعد عین مشغول و مراقبہ میں اُنہیں اپنے حجرہ میں چاشت تک

مشغول بٹھاتے تھے۔ اُس وقت بعض حکایات و اسرار بھی اُن کے سامنے بیان فرماتے تھے۔
نمازِ ظہر کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت سے فارغ ہو کر حضرت صاحبؒ اُن کے ڈیرہ پر خود جاتے جہاں حضرت کالے میاں صاحبؒ قیام پذیر تھے۔ میاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ "اُس وقت مَیں خلوت میں آپ کے سامنے مشغول بیٹھتا تھا۔ آپ بہت سی ماضی کی حکایات اور اپنے اسرار میرے سامنے بیان فرماتے تھے۔ بعض باتوں کے بارے میں فرماتے تھے کہ انہیں کسی پر بھی ظاہر نہ کریں۔ اُن میں سے ایک حکایت جس کے بتانے سے منع نہیں کیا تھا۔ بیان کرتا ہوں"

حضرت صاحب تونسویؒ نے ایک دن یہ حکایت بیان فرمائی کہ "جن دنوں مَیں دہلی شریف میں حضرت مولانا صاحبؒ کے مزارِ مبارک پر معتکف تھا، مجھے اُن کی زیارت نصیب ہوئی۔ مَیں مشغول بیٹھا تھا۔ جب سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت مولانا صاحبؒ مزارِ مبارک سے باہر تشریف لائے میرے ساتھ معانقہ کیا اور بہت سی نوازشات فرمائیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ یا حضرت لوگ تو کہتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحب وفات پا گئے ہیں، پھر آپ قبر سے باہر کیسے آ گئے ہیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم فوت نہیں ہوتے۔ یہ تو صرف پردۂ شریعت ہے"۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ جنابِ حافظ شیرازیؒ نے ٹھیک ہی تو کہا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً"

(ترجمہ: جس بھی مرد یا عورت نے اعمالِ صالحہ کئے، تو ہم اسے عمدہ زندگی عطا فرمائیں گے)

حضرت مولانا صاحبؒ کے جہلم سے فارغ ہو کر حضرت غوثِ زمانؒ دہلی شریف سے مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ ہندوؤں کی تقویم کے حساب سے ۱۸۴۱ سن تھا۔ اِس سال ہندوستان میں بہت بڑا قحط پڑا تھا جو "کال" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ اِن دنوں دہلی شہر کی خندق لاشوں سے پُر تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو بھوک و قحط سالی کی وجہ سے فوت ہو گئے تھے۔ آپ کی پہلی منزل فرخ نگر تھی۔ یہ شہر دہلی

سے بیس کوس کے فاصلہ پر ہے ۔ وہاں سے کانود شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہندوؤں کا ایک قافلہ ملا۔ جو دریائے گنگا سے غسل کر کے آرہا تھا۔ یہ تیس چالیس افراد تھے۔ حضرت صاحبؒ اُن کے ساتھ ہو گئے اور کچھ سفر اُن کے ساتھ طے کیا۔ ایک مقام پر جب ان ہندو قافلہ والوں نے کھانا وغیرہ پکانے کے لئے قیام کیا۔ تو حضرت صاحبؒ اور آپ کا ایک رفیق اِس قافلہ سے الگ ہو گئے۔ حالانکہ آپ کے اور آپ کے ساتھی کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی جیب میں کوئی پیسہ تھا۔ دونوں متوکل تھے۔

قافلہ سے الگ ہو کر ابھی چند کوس گئے تھے کہ ڈاکوؤں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ جب ان راہ زنوں کو معلوم ہوا کہ اِن فقیروں کے پاس کوئی مال نہیں ہے تو انہوں نے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور بھاگ گئے۔ اِس طرح حق تعالےٰ نے حضرت صاحبؒ کو اُن کے شر سے پناہ دی۔ حضرت صاحبؒ اپنے رفیق کے ساتھ چند کوس اور گئے راستے میں بہت سے جال کے درخت آئے۔ پھل کا موسم تھا۔ آپ بھوکے تھے۔ درختوں پر چڑھ گئے۔ اور پھل کھانے لگے۔ اتنے میں ہندوؤں کا وہی قافلہ ننگے سر ننگے پاؤں لٹا پٹا وہاں پہنچا۔ حضرت صاحبؒ نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم پر قزاقوں نے حملہ کر دیا اور ہمارا تمام مال واسباب لوٹ کر لے گئے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ وہ تین قزاق جو پہلے ہم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی اِن چالیس آدمیوں کو لوٹا تھا۔

حضرت صاحبؒ وہاں سے روانہ ہو کر کانود میں پہنچے اور شہر کی مسجد میں اترے۔ منقول ہے کہ اس شہر میں ایک کامل بزرگ امراء کے لباس میں قیام پذیر تھا۔ اُس کے ماتحت بارہ ہزار سوار تھے۔ اور وہ نجف خاں کی طرف سے وہاں کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔ اُس کا نام علی محمد خاں افغان تھا۔ اور وہ شاہ عزت اللہ نقشبندی ابو العلائیؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ شاہ عزت اللہ نگرة شہر کے رہنے والے تھے اور وہیں اُن کا مزار مبارک بھی ہے۔ یہ شہر جھونجنوں سے جو اس فقیر کاتب الحروف کا شہر ہے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ جب حضرت صاحبؒ کانود شہر کی مسجد میں شب باش ہوئے تو اُس بزرگ امیر کو کشف سے معلوم ہو گیا۔ وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ آپ

نے سمجھا کہ اپنے کسی کام سے کسی جگہ جا رہا ہے مگر وہ یکایک مسجد میں آیا۔ السلام علیکم کہنے کے بعد آپ سے بغل گیر ہوا اور معانقہ کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں حیران تھا کہ کسی جان پہچان کے بغیر میرے پاس کیسے آیا ہے اور ملاقات کے وقت یوں معانقہ کرتا ہے جیسے کہ قدیم دوست ہو۔ یہ کیا معاملہ ہے آخر اُس امیر نے کہا آج رات آپ کی دعوت میرے ڈیرہ پر ہے۔ آپ فرمائیں تو کھانا پکا کر یہیں آپ کے ڈیرہ پر لے آؤں گا۔ آپ نے قبول کیا۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ رات کے وقت ہر طرح کے مکلّف کھانے پکا کر اپنے خادموں کے ہمراہ آیا۔ کھانا کھلایا اور جو باقی بچا وہ مسجد کے درویشوں کو کھلایا۔ پھر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ "رات عشاء کے بعد مسجد کے سب لوگ اور میرا رفیق بھی سوئے ہوئے تھے۔ میں مشغول بیٹھا تھا کہ ایک شخص درویشوں کے لباس میں آیا۔ السلام علیکم کیا اور بیٹھ گیا۔ پہلی بات جو مجھ سے کی وہ یہ تھی کہ میاں صاحب آپ کو فلاں جگہ اللہ تعالیٰ نے قزاقوں سے خوب نجات دی۔ فلاں جگہ آپ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور فلاں مقام پر آپ کے ساتھ فلاں معاملہ ہوا۔ اپنے کشف کے ذریعے اُس نے اتنی باتیں کیں کہ میں حیران رہ گیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس خاندان سے ہیں۔ اُس نے کہا کہ میں وہی امیر ہوں جس نے آپ کی دعوت کی تھی۔ اور ملاقات کے لئے بھی آیا تھا۔ میں نقشبندیہ ابوالعلائیہ خاندان سے ہوں اور شاہ عزت اللہ صاحب ابوالعلائیؒ کے مریدوں میں سے ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ نے اس احوال کو امیرانہ لباس میں کیوں پوشیدہ کیا ہے۔ امیر نے کہا کہ میرے شیخ کا یہی حکم ہے۔ پھر مجھے کہا کہ آپ میرے ساتھ میرے ڈیرہ پر چلیں اور مجھ پر شفقت فرمائیں۔ میں اُن کے ساتھ اُن کے ڈیرہ پر گیا۔ اُن کے ڈیرہ کے گرد فوج کا پہرہ تھا۔ مگر ہمیں کسی نے نہ دیکھا۔ میں اُن کے خیمہ میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس خیمہ میں ایک چارپائی ہے اور اس پر ایک مکلّف بستر بچھا ہے۔ چارپائی کے پاس مصلّہ بچھا تھا۔ مجھے اِس پر بٹھا دیا۔ چونکہ مصلّہ چارپائی کے قریب تھا۔ میرا ہاتھ اِس چارپائی کے مکلّف بستر پر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بستر کے نیچے پتھر کے بڑے بڑے سنگریزے ہیں۔

میں نے جانا کہ اس بزرگ نے بستر کے نیچے یہ پتھروں کے ٹکڑے اس لئے بچھائے ہوئے ہیں کہ تاکہ آرام و نیند میسّر نہ آئے ۔

وہ امیر میرے پاس بیٹھ گیا اور میرے ساتھ گفتگو کرنے لگا ۔ اپنے اعلٰے مقامات کے بارے میں ایسا ایسا کلام کیا کہ میں حیران رہ گیا ۔ میں دیر تک اس خیمہ میں ٹھہرا رہا ۔ پھر مجھے رخصت کیا اور مسجد تک میرے ساتھ آیا ۔ پھر کہنے لگا کہ آپ کل بھی یہیں قیام کریں ۔ میں نے کہا کہ مجھے اپنے مرشد کے پاس حاضر ہونے کی جلدی ہے ۔ وہ نہ مانا کہنے لگا کہ آپ میری خاطر ایک دن اور ضرور قیام کریں ۔ لاچار میں دوسرے روز بھی وہیں رہا ۔ دن کے وقت پھر اُسی امیرانہ لباس میں میرے پاس آیا ۔ رات ہوگئی تو اُسی درویشانہ لباس میں آیا اور مجھے اپنے ساتھ اپنے خیمہ میں لے گیا اور کافی دیر تک کلام کرتا رہا ۔ رخصت کرنے سے قبل کہنے لگا کہ اِس راستہ میں ڈاکو بہت ہیں اِس لئے آپ کے ساتھ آدمی ہونے چاہئیں اور راستہ کا سفر خرچ بھی ۔ ہندی میں ایک رقعہ لکھ کر مجھے دیا کہ بیکانیر میں جس دوکان پر بھی چاہیں ، اسکی رقم وصول کر لیں ۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا میٹھا لڈو عطا کیا اور کہا کہ اس لڈو میں سے آدھا کسی دوسرے درویش کا حصّہ ہے ۔ وہ خود ہی آکر آپ سے لے لے گا ۔ نصف آپ کا حصّہ ہے پھر مجھے رخصت کر دیا ۔

دوسرے روز میں وہاں سے روانہ ہوگیا ۔ میں قصبہ سنگھانہ کی طرف آرہا تھا کہ کانوڈ اور سنگھانہ کے درمیان ایک درویش آیا اور کہنے لگا کہ میاں ہمارا حِصّہ دے دو ، میں نے وہ لڈو اسے دے دیا ۔ اُس نے کمر بند سے چھُری نکالی ۔ لڈو کاٹا نصف خود لے لیا اور نصف مجھے دے دیا ۔ سنگھانہ پہنچ کر میں نے ایک خانقاہ میں قیام کیا ۔ خانقاہ کی عمارت پرانی تھی مگر بہت بڑی رات میں نے وہیں قیام کیا ۔ دوسرے روز قصبہ چورو میں پہنچا ۔ اِس قصبہ میں ایک کاملہ عورت تھی ۔ اِس سے ملاقات کی پھر بھٹیر کے راستہ سے ہوتا ہوا مہار شریف پہنچا اور اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی ۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ کا دہلی شریف کی آمدورفت کا یہ قصّہ صحیح ہے ۔ اِس میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے ۔ بلکہ ایک دن سنگھڑ شریف میں میرے

قبلہ و کعبہ نے اِس فقیر سے پوچھا کہ نجم الدین تمہارا گھر کس شہر میں ہے؟ چونکہ میں نے حضرت صاحبؒ کا دہلی شریف کی آمد و رفت کا قصہ اور کانود ، سنگھانہ اور چورو کے راستہ سے سفر کا ذکر حاجی بختاور مرحوم اور دیگر معتبر احباب سے سُنا ہوا تھا ، اِس لئے میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھر سنگھانہ اور چورو کے درمیان ہے ۔ سنگھانہ ہمارے گاؤں سے مشرق کی طرف پندرہ کوس کے فاصلہ پر ہے اور چورو ہمارے گھر سے مغرب کی طرف بیس کوس پر ہے ۔ جب کوئی شخص سنگھانہ سے چورو کی طرف چلے جھونجھنوں شہر راستہ میں ضرور آتا ہے ۔ وہی میرا شہر ہے ۔ فرمایا ہم نے اس علاقہ کو دیکھا ہے ۔ پھر پوچھا کہ ایک درویش صفت فقیر کامل جس کا نام عزت اللہ تھا ۔ اس ضلع میں رہتا تھا ۔ اب زندہ ہے یا نہیں ؟ میں نے عرض کیا کہ قبلہ وہ فوت ہو چکا ہے ۔ وہ موضع بکرٹہ میں جو جھونجھنوں سے پانچ کوس مشرق کی طرف ہے ، رہتا تھا ۔

حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ جب میں دہلی شریف سے روانہ ہو کر فرخ نگر کے راستے سے کانود آیا تو وہاں ایک امیر سے ملاقات ہوئی تھی ۔ جو صاحب باطن تھا ۔ اور میاں عزت اللہ صاحبؒ کا مرید تھا ۔ کانود سے چل کر ہم سنگھانہ آئے ۔ وہاں سے ہم نے ارادہ کیا تھا کہ میاں عزت اللہ شاہ صاحبؒ سے ملاقات کی جائے ۔ مگر ہمارا ساتھی نہ گیا لاچار ہم نے چورو کا راستہ اختیار کیا ۔ کاتب الحروف کا خیال ہے کہ اس سفر میں حضرت صاحبؒ شہر جھونجھنوں میں کہ فقیر کا مسکن ہے ضرور تشریف لائے ہوں گے ۔ اس لئے کہ جب بھی کوئی مسافر سنگھانہ سے چورو جاتا ہے تو شہر جھونجھنوں راستہ میں آتا ہے ۔

ایک دِن حضرت صاحبؒ موضع تاج سرور میں زوال کے وقت حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں قیلولہ کے لئے لیٹے ہوئے تھے ۔ فقیر حضرت صاحبؒ کے سرہانے بیٹھ کر آپ کے مبارک ہاتھوں کی مالش کر رہا تھا ۔ پاؤں کی طرف حضرت میاں حاجی بختاور صاحب مرحوم جو حضرت صاحبؒ کے یاران و خادمانِ خاص سے تھے ۔ پائے مبارک کی مالش کر رہے تھے حضرت صاحبؒ فقیر کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا کر فرمایا کہ نجم الدین تمہارے ملک میں خوب بہادر و شجاع لوگ رہتے تھے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب ہم اس سفرِ مبارک میں

دہلی سے آرہے تھے تو فرخ نگر کے شہر سے ہندوؤں کے ایک قافلہ کی رفاقت کا اتفاق ہوا۔ پھر ایک مقام پر ہم اُن سے جُدا ہو گئے۔ ہمیں تین ڈاکو ملے جب ہم نے اُن پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے مگر وہاں سے بھاگ کر اُن تین ڈاکوؤں نے ہندوؤں کے اُس قافلہ کو جا لیا جن سے ہم جدا ہوئے تھے۔ وہ ہندو تیس چالیس افراد تھے مگر اُن تین قزاقوں نے اُنہیں لوٹ لیا۔ جب وہ لُٹا پٹا قافلہ ہمارے نزدیک پہنچا تو ہم نے ان کا حال پوچھا۔ وہ کہنے لگے ہمیں تین ڈاکوں نے لوٹ لیا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ تین آدمیوں نے تیس چالیس کو لوٹ لیا۔ تمہارے ملک میں اتنے بہادر لوگ ہیں۔

منقول ہے کہ ایک بار نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد تونسہ شریف میں حضرت صاحبؒ لیٹے ہوئے تھے اور ہم چند غلام آپ کے وجود مبارک کی مالش کر رہے تھے۔ کہ محمد اکرم خادمِ خاص نے عرض کی کہ قبلہ وہ ہُنڈی جو کالو د کے امیر نے آپ کو بیکانیر کے لئے دی تھی کتنی مالیت کی تھی؟ فرمایا وہ ہُنڈی ستر روپے کی تھی۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے سنگھڑ شریف میں سُنا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ چورٹا شہر سے بھٹنیر کے راستے مہار شریف پہنچے تو وہ ہُنڈی جو بیکانیر کے ساہوکار کے لئے تھی آپ کے پاس موجود تھی۔ آپ نے وہ کسی درویش کو فی سبیل اللہ عطا کی وہ بیکانیر گیا۔ اس ہنڈی کو تڑوایا اور رقم وصول کر کے اپنے مصرف میں لایا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ اکثر اُس امیر کا ذکر اپنی محفل میں کیا کرتے تھے جب بھی سلطان ابراہیم ادھم بلخیؒ کا یا دوسرے ایسے بزرگوں کا ذکر آتا جو لباسِ فقیری میں کامل بزرگ تھے تو حضرت صاحبؒ اُس امیر کا ذکر ضرور کرتے تھے۔ اس فقیر نے بارہا اُس کا ذکر آپ کی زبان مبارک سے سُنا ہے۔

منقول ہے کہ صاحبزادہ میاں عبداللہ صاحبؒ بن میاں نور حسین صاحبؒ بن خواجہ نور الصمد شہیدؒ بن حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اس فقیر کے سامنے ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے خود حضرت صاحب قبلہؒ کی زبان مبارک سے سُنا تھا کہ جب ہم دہلی سے مہار شریف کی طرف اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں آرہے تھے تو ہمارے ساتھ ایک اور رفیق بھی تھا۔ جب ہم قصبہ ولڑ سے روانہ ہوئے

تو تھوڑی دور جا کر ہم راستہ بھول گئے ۔ کوئٹہ اور تاج سمر درے کے درمیان پچیس (۲۵) کوس تک جنگل ہے کہ جس کے درمیان کوئی آبادی نہیں ۔ نہ کنواں ہے اور نہ پانی کا چشمہ سارا علاقہ سخت صحرا ہے ۔ راستہ گم ہو گیا میرے جوتوں میں لوہے کی میخیں تھیں ۔ واپسی میں میں نے میخوں کے سوراخ دیکھے ۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں اور واپس کوئٹہ کی طرف جا رہے ہیں ۔ اُس نے کہا کہ یہ ضروری نہیں کہ آپ کے جوتوں کے نشانات ہوں ۔ کئی آدمیوں کے جوتوں کے تلووں میں میخ ہوتے ہیں یہ کسی دوسرے کے جوتے کے نشانات ہوں گے ۔ مگر حقیقت یہی تھی کہ میرے جوتوں کے نشانات تھے اور ہم راہ گم کر چکے تھے ۔ ہم تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ غیب سے ایک شخص پیدا ہوا ۔ وہ دور سے دونوں ہاتھ ہلاتا آ رہا تھا ۔ اُس نے کہا کہ میاں صاحب یہ راستہ جس پر آپ جا رہے ہیں ، واپس کوئٹہ کی طرف جاتا ہے ۔ اُس نے اشارہ سے بتایا کہ آپ کا راستہ وہ ہے آپ اُس طرف جائیں ۔ ہم حیران رہ گئے کہ اس جنگل میں دور دور تک آبادی کا نشان نہیں ہے ۔ میدان بھی صاف ہے ۔ دور سے آتا یہ نظر بھی نہیں آیا ۔ کہاں سے اچانک ظاہر ہو گیا ، بہر حال ہم اُس کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑے ۔ چند قدم ہی طے کئے تھے کہ وہ غائب ہو گیا ۔ ہم نے جانا کہ وہ شخص مردانِ غیب میں سے ہوگا ۔ واللہ اعلم و اللہ ہی جانتا ہے ۔

مہار شریف میں قیام

(دہلی شریف سے مہار شریف پہنچنے، وہاں اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں مدت مدید تک قیام کرنے، علم سلوک حاصل کرنے اور مجاہدہ کرنے کا ذکر)

حضرت غوث زماںؒ جب شاہ جہان آباد دہلی سے بخیر و عافیت واپس آکر اپنے پیر و مُرشد حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے پاس مہار شریف پہنچ گئے تو وہاں اپنے مُرشد کی ہدایت کے مطابق ذکر، مجاہدہ اور مشغولی میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ آپ تمام رات ذکرِ جہر بلند آواز سے کرتے تھے اور دن رات ذکر پاسِ انفاس اور وقوفِ قلبی میں بسر کرتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کی توجہ خصوصی دیگر خلفاء کی نسبت آپ پر بہت زیادہ تھی۔

حضرت صاحبؒ مہار شریف میں خدا بخش مہار کی مسجد میں رہتے تھے اور وہیں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ البتہ کچہری کے وقت حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں زیارت اور کتب تصوّف کا سبق لینے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے تصوّف کی آداب الطالبین، فقرات، لوائح، عشرۂ کاملہ اور فصوص الحکم وغیرہ اپنے شیخ سے پڑھیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کبھی کبھی خود بھی آپ کو ملنے کے لئے خدا بخش مہار کی مسجد میں تشریف لے جاتے تھے — ایک دن فقیر کاتب الحروف حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ میں حضرت صاحبؒ کے بنگلہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اُس وقت صاحبزادہ خواجہ محمودؒ بن حضرت خواجہ نور احمدؒ بن حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ بھی حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت تھا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن یہ فقیر خدا بخش مہار کی مسجد مذکور میں بیٹھا بلند آواز سے اور خوش الحانی کے ساتھ دیوانِ حافظ پڑھ رہا تھا کہ اچانک حضرت قبلۂ عالمؒ تشریف لے آئے۔ میں فوراً خاموش ہو گیا اور دیوانِ حافظ کو رکھ دیا۔ حضرت

قبلۂ عالمؒ کی تعظیم کے لئے اُٹھا۔ قبلۂ عالمؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ یارو یہ مسجد ہیں کیا شور ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں دیوان حافظ پڑھ رہا تھا۔ فرمایا ہمیں بھی کچھ سُناؤ۔ میں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو یہ شعر سُنایا :

کمالِ صنعتِ مشّاطہ شاید
کہ رُوئے زشت را زیبا نماید

حضرت قبلۂ عالمؒ بہت خوش ہُوئے اور فرمایا خوب شعر پڑھا۔ اب ہم سے بھی سُنو۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے یہ شعر پڑھا :

مگو کہ پیر شدی ذوقِ عاشقیت نماند
شرابِ کہنۂ ما مستیٔ دگر دارد

یہ تمام قصہ تفصیل کے ساتھ حضرت قبلۂ عالمؒ کے مناقبات میں لکھا ہُوا ہے اور اس شعر سے فقیر کاتب الحروف پر کیسا ذوق وارد ہُوا اس کا بھی ذکر مناقبات میں موجود ہے۔

منقول ہے کہ اُن دنوں مہار شریف اور گرد و نواح میں چوری کے واقعات بہت ہوتے تھے۔ اس لئے کہ اس علاقہ میں چور بہت تھے۔ عام طور پر جاٹ چوری کرتے تھے۔ اور وہ خاص طور پر گائے بھینس کی چوری کرتے تھے۔ کیونکہ لوگوں کو گائے بھینس کا دُودھ بہت کم میسّر آتا تھا۔ چونکہ حضرت صاحبؒ ذکر و فکر اور کثرتِ عبادت میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ وظائف و اوراد کی کثرت کی وجہ سے آپ کو خشکی بہت ہوجاتی تھی۔ اِس لئے آپ روزانہ دودھ پینا چاہتے تھے۔ تاکہ جسم اور دماغ میں قوّت رہے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ "میں اس تلاش میں تھا کہ کسی ایسے گھر سے دُودھ قیمتاً خریدوں جس کی گائے چوری کی نہ ہو۔ چنانچہ میں نے مسجد مذکور کے قریب ایک گھر تلاش کرلیا۔ ہر شخص کو اعتماد تھا کہ اس گھر میں کوئی چوری نہیں کرتا اور اس گھر کی روزی رزقِ حلال ہے۔ میں نے اس گھر سے دودھ لینا شروع کردیا۔ چند دن لیا۔ ایک دن ان کے گھر سے دُودھ لینے گیا ہُوا تھا تو دیکھا کہ ایک

شخص صاحب خانہ سے تکرار کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ گائے جس کا تم دودھ پیتے ہو۔ اس شخص کی ہے اور صاحب خانہ چرا کر لایا ہُوا ہے۔ میں نے توبہ کی اور دوبارہ اس سے دودھ نہ لیا۔

منقول ہے کہ خاندانِ چشتیہ میں ایک شغل ہے کہ تین دن بغیر شرب و طعام کے دن رات اس عمل کو کرتے ہیں اور اگر پہلے تین دن میں اس کا اثر ظاہر نہ ہو۔ تو تین دن مزید کرتے ہیں۔ ان چھ دنوں میں کھانا پینا ہرگز نہیں ہوتا اور اس عمل یا وظیفہ کو جوگ کے جلسہ میں بیٹھ کر پورا کرتے ہیں۔ اس عمل کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور اس کا اثر بے شمار ہے۔ حاجی نجابت اس فقیر کاتب الحروف کے سامنے بیان فرماتے تھے کہ حضرت صاحبؒ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کے حکم سے اس عمل کو چھ دنوں میں خلوت میں پورا کیا۔ جب ساتواں دن ہُوا تو حضرت قبلۂ عالمؒ حضرت صاحبؒ کے مکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا "میاں صاحب اُٹھیئے کہ آپ کا یہ عمل پورا ہو گیا ہے"

صاحبزادہ میاں نور بخش مہاروی سجادہ نشین خانقاہ معلّٰی قبلہ عالمؒ اور میاں غلام رسول خان صاحب سے کاتب الحروف نے یہ حکایت سُنی تھی اور دوسرے بہت سے معتبر حضرات نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ ایک بار حضرت قبلہ عالمؒ نظام الملک نواب غازی الدّین خانؒ کے ڈیرہ پر قیام فرما تھے۔ نواب صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے پیر بھائی اور محرم راز تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ "نواب صاحب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے طعامِ معرفت سے بھری ہوئی ایک دیگ حضرت علی مرتضٰیؓ کو عطا فرمائی تھی۔ حضرت علیؓ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو عطا کی تھی۔ اور پھر اُن سے آگے سلسلہ بہ سلسلہ چلتی ہوئی حضرت مولانا صاحبؒ تک پہنچی تھی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اس فقیر کو عنایت کی تھی۔ میں نے اس دیگ کو بہت خرچ کیا۔ اور تمام جہان والوں کو عطا کیا مگر اُس دیگ میں کوئی کمی نہ ہوئی اُسی طرح بھری ہوئی موجود ہے۔" نواب صاحبؒ نے عرض کیا کہ یا حضرت آں جناب کے بعد اس دیگ کا مالک آپ کے مریدوں میں سے کون ہو گا۔ فرمایا کہ

"میرا دل چاہتا تھا کہ مذکورہ دیگ میاں صاحب مولوی نور محمدؒ نارووالہؒ صاحب کو دوں۔ مگر اللہ کا حکم اس فقیر کو یہ پہنچا ہے کہ یہ دیگ محمد سلیمان روہیلہ کو دے دی جائے۔ میں اس امر میں مجبور ہوں۔ اب یہ دیگ ان کی قسمت کی ہے۔" نواب صاحب نے عرض کیا کہ وہ روہیلہ مجھے بھی دکھائیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے ایک درویش کو بھیجا کہ حضرت صاحب کو بلاؤ۔ آپ آئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ میاں صاحب وہ کتاب فقرات جو آپ کو مطالعہ کے لئے دی تھی حفاظت سے رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ گم ہو جائے۔ وہ کتاب حضرت مولانا صاحبؒ کا تبرّک ہے۔ انہوں نے مجھے عطا کی تھی۔ حضرت صاحبؒ نے عرض کیا کہ میں اس کتاب کو حفاظت سے رکھوں گا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ بس یہی بات کہنے کے لئے آپ کو بلایا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ واپس چلے گئے تو حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ نواب صاحب میری اس دیگ کا مالک یہی روہیلہ ہے، مگر اس بات کو اس روہیلہ کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ جس وقت قبلۂ عالمؒ کی یہ گفتگو نواب صاحب سے ہوئی۔ اس وقت اس مجلس میں بہت سے معتبر اشخاص موجود تھے۔ اس حکایت کی تصدیق بسم اللہ شاہ صاحب درویش نے بھی کی تھی۔ شاہ صاحب مذکور خاندان سہروردیہ سے تھے۔ قصبہ ماڑی شوق شاہ میں رہتے تھے جو مہار شریف سے قریب ہے اور حضرت قبلۂ عالمؒ سے بہت اعتقاد و محبّت رکھتے تھے انہوں نے حضرت خواجہ نور احمدؒ بن حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے سامنے یہی حکایت یوں بیان کی تھی کہ :

"میں ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی قدم بوسی و زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ اس وقت حضرت قبلۂ عالمؒ نواب غازی الدین خان صاحبؒ کے ڈیرہ پر حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ مولوی نور محمد نارووالہ صاحبؒ، قاضی محمد عاقل صاحبؒ، حافظ جمال الدین ملتانی صاحبؒ اور دیگر درویشان اہل صفہ حاضر تھے۔ چونکہ حجرہ میں جگہ تنگ تھی، اس لئے میں حجرہ کے باہر بیٹھا تھا۔ اس وقت حضرت قبلۂ عالمؒ نے نواب صاحبؒ سے مخاطب ہو کر یہ قصّہ بیان فرمایا تھا۔ بسم اللہ شاہ صاحب فرماتے تھے

کہ جب حضرت صاحبؒ (شاہ محمد سلیمان تونسویؒ) حضرت قبلۂ عالمؒ کے سامنے سے چلے گئے تو میں نے حضرت قبلۂ عالمؒ سے عرض کیا کہ یا حضرت میری سفارش اس روہیلہ کے پاس کر دیں تاکہ آپ کے بعد وہ ہر طرح سے اس فقیر کی طرف توجہ رکھیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کو آواز دی اور فرمایا کہ "میاں صاحب میں بسم اللہ شاہ صاحب کی سفارش آپ کے پاس کرتا ہوں۔ ہمیشہ ان سے رعایت کرنا اور ان کے حال پر شفقت رکھنا" حضرت صاحبؒ نے قبول کیا۔

منقول ہے کہ ایک دن نواب غازی الدین خان صاحب کے مکان پر مجلس سماع تھی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ، تمام خلفاء اور مریدان اہل صفہ بھی اس محفل میں موجود تھے۔ قوالوں نے مولانا جامیؒ کی یہ غزل پڑھی :

گفتی شبے بخواب تو آئم ولے چہ سود
چوں من بعمر خویش ندانم کہ خواب چیست

دارم تظلم بتو عشقم آہستہ راں سمند
اے سنگدل بر غم منت ایں شتاب چیست

گر من نہ غرق آتش عشقم ز شوق تو
ایں سینۂ پُر آتش و چشم پُر آب چیست

از مدرسہ بکعبہ روم یا بہ مے کدہ
اے پیر رہ بگو کہ طریق ثواب چیست

جامی چہ لاف مے زنی از پاک دامنی
بر خرقۂ تو ایں ہمہ داغ شراب چیست

حضرت صاحبؒ پر اس شعر سے کہ "از مدرسہ بکعبہ روم یا بہ میکدہ" یہ کیفیت ہو گئی۔ اس قدر وجد غالب ہوا کہ دونوں آنکھوں سے خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے پیراہن مبارک پر بھی خون کے چھینٹے پڑے۔ اس

حالتِ وجد میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے دوستوں کے گرد کر حضرت قبلہ عالمؒ کا طواف کرنے لگے۔ دیر تک وجد کی یہ حالت رہی۔ اس کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے قوالوں کو منع کر دیا کہ بس کریں ہمارا فقیر مر جائے گا۔ حضرت صاحبؒ کو اٹھا کر حجرہ میں لے گئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنی چادر مبارک آپ پر ڈال دی۔ پھر صاحبزادہ نور احمد صاحبؒ، قاضی محمدؐ عاقل صاحبؒ اور حافظ محمدؐ جمال صاحبؒ کو آپ کے پاس چھوڑ کر خود اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ نمازِ ظہر تک حضرت صاحبؒ بے ہوش پڑے رہے۔ نماز کے وقت ہوش میں آ گئے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

کاتب الحروف نے یہ قصّہ حضرت صاحبزادہ نور بخش صاحب مہارویؒ سے بھی سُنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ: "میں نے اپنے جدّ کرامی حضرت خواجہ نور احمد صاحب سے بھی ایسے ہی سُنا ہے"۔ لیکن مولوی غلام رسول چنر بہاولپوریؒ، جو حضرت غوث زماںؒ کے با اعتماد مریدوں میں سے تھے۔ حافظ خدا بخش صاحبؒ سے اور وہ اپنے باپ حافظ محمدؐ مسعودؒ (حضرت قبلہ عالمؒ کے استادِ محترم) سے یہ واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"نواب صاحبؒ کے مکان پر جب مجلسِ سماع شروع ہوئی تو حضرت قبلہ عالمؒ میرے سامنے کھڑے تھے اور میں ان کے پیچھے کھڑا تھا۔ حضرت غوث زماںؒ اس وقت میرے پہلو کے برابر کھڑے تھے۔ جب میں نے حضرت صاحبؒ کی طرف نگاہ کی تو اُن کے رُخسار پر خون کی نہر جاری تھی۔ میں حیران رہ گیا اور ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ حضرت قبلہ عالمؒ کے دوشِ مبارک پر ہاتھ رکھا تاکہ اُن کو حضرت صاحبؒ کے حال سے خبردار کر دوں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے براہِ کرم میری طرف توجّہ فرمائی اور میری طرف دیکھا۔ میں نے آہستہ سے اشارہ کیا کہ حضرت اس روہیلہ کا حال ملاحظہ فرمائیں۔ جب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں سے خون کی نہر جاری ہے تو قوّالوں کو منع فرما دیا۔ پس حضرت صاحبؒ زمین پر بے ہوش گر پڑے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے اپنی چادرِ مبارک حضرت صاحبؒ پر ڈال دی اور حافظ مسعود کو فرمایا کہ جب تک یہ جوان ہوش میں نہ آ جائے اور اپنے مکان پر نہ چلا جائے، اس کے نزدیک رہیں۔ حاجی پور

والا صاحبؒ اور قاضی محمد عاقل صاحبؒ جو شمالی صف میں کھڑے تھے۔ حضرت صاحبؒ کے قریب آئے۔ ہر دو صاحبان نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ہمارا یار ایک ہی جست میں اپنی ہمّت سے پر و بال سے اُڑ کر مقامِ اعلیٰ تک پہنچ گیا ہے یعنی تجلّی ذاتی کے مقام تک، جو اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے اور تجلّی ذاتی سے فنا بالفنا کا مقام حاصل ہوتا ہے اور پھر "خَرَّ مُوْسیٰ صَعِقًا" کی مثل حال ہو جاتا ہے اور حضرت صاحبؒ کو اس وقت وہ مقام حاصل تھا۔ لہٰذا نارنہ والہ صاحبؒ اور حضرت قاضی صاحبؒ نے اُس وقت اسی مقام کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ "یہ مردِ روہیلہ بہت نیک نصیب ہے۔" جب حضرت صاحبؒ مقامِ صحو میں آئے تو اُٹھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی چادرِ مبارک کو پہچانا۔ اُسے بوسہ دیا۔ اور اپنے سر پر رکھ کر مسجد کی طرف اپنے ڈیرہ پر چلے گئے"۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایسی حالتِ وجد حضرت صاحبؒ کو تین چار مرتبہ ہوئی ہے۔ پہلی مرتبہ حضرت قبلہ عالمؒ کی زندگی میں، مہار شریف میں جس کا ذکر ہوا ہے۔ دوسری مرتبہ حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد خانقاہِ قبلہ عالمؒ میں۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتا ہوں:۔ میاں نور بخش صاحب مہاروی ؒ سے منقول ہے کہ "حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد پہلا عُرس تھا یا دوسرا۔ خانقاہ میں بوقتِ چاشت محفل سماع تھی۔ بندہ بھی موجود تھا۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ کے تمام خلفاء بھی موجود تھے۔ نواب غازی الدین خانؒ بھی موجود تھے۔ قوّالوں نے شیخ جمال چشتی فیروز پوریؒ، جو حضرت قبلہ عالمؒ کے عاشقوں اور مریدانِ مجاز میں سے تھے، کی یہ غزل شروع کی:

مرحبا ترکِ مستِ رعنائی
دل ز ما مے بری بہ یغمائی
در جہاں نیست کس بتو مانند
بے نظیری بحُسن و زیبائی
محو مطلق شود ہمہ عالم
بہ چوں نقاب از جمال بکشائی

حضرت صاحبؒ پر وجد اس قدر غالب ہوا کہ عین حالتِ وجد میں صاحبزادہ غلام مصطفٰیؒ بن خواجہ نور الصمدؒ شہیدؒ کو جو اُس وقت چھوٹے بچے تھے اور مجلس میں موجود تھے، اپنے کندھے پر اُٹھا لیا۔ کبھی حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف کے اندر جاتے اور کبھی باہر مجلس میں آتے تھے۔ چند بار ایسا ہی کیا۔ بعد میں جب بے ہوشی غالب آگئی اور گردن سخت ہونی شروع ہوئی تو جناب صاحبزادہ موصوف کو گردن سے اتار دیا اور خود زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب مجلس تمام ہوئی تو حضرت صاحبؒ کو لنگر والے حجرہ میں لائے کہ آپ کا ڈیرہ بھی وہیں تھا۔ اُس وقت حافظ محمد جمال صاحبؒ قاضی محمد عاقل صاحبؒ اور نواب غازی الدین خان صاحبؒ تمام موجود تھے۔ جب حضرت صاحبؒ کی نبض دیکھی تو نبض نہ تھی۔ نواب صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے واقعہ کی مثل ہے۔ اُنہیں بھی حضرت احمد جامؒ کے اس شعر پر وجد ہوا تھا اور اسی پر وصال فرما گئے تھے: ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را — ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

پس ہر کسی کو گمان تھا کہ حضرت صاحبؒ وصال فرما گئے ہیں۔ جب نمازِ ظہر کا وقت آیا تو حضرت صاحبؒ کو ہوش آگیا۔ اُٹھے اور نماز حسبِ معمول ادا کی۔"

تیسری مرتبہ حاجی پور شریف میں حضرت مولوی نور محمد نارووالہ صاحبؒ کے عُرس مبارک پر بھی آپ کو وجد ہوا۔ چنانچہ یہ واقعہ اکثر معتبر حضرات سے سُنا ہے خاص طور پر مولوی محمود مفتی صاحب سے سُنا ہے اور تحقیق کیا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ "میں خود اُس وقت حضرت صاحبؒ کے پاس موجود تھا۔ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے خلیفۂ اعظم مولوی نور محمد نارووالہ صاحبؒ کے عُرس مبارک پر مہار شریف سے حاجی پور تشریف لائے ہوئے تھے۔ نمازِ اشراق و چاشت کے بعد مجلس سماع میں شرکت کے لیے آئے۔ قوالوں نے اُس وقت یہ ہندی سرود گایا۔

ہیرے ہیرے مینوں منت کوئی آکھو ناں میں ہیر سلیٹی
ناں منگ کھیڑا ایندی ساہی ناں میں چوچاک بیٹی

ذات صفات ادنی وچ رہیاں نیتاں چا کیدے نال چلیٔی

مولوی محمود مفتی کہتے تھے کہ میں اُس وقت حضرت صاحبؒ کے قریب کھڑا تھا۔ حضرت صاحبؒ کو پہلے تو اس راگ پر بہت رقّت ہوئی۔ پھر یہ حالت ہوئی کہ روتے ہوئے اور دونوں ہاتھ ملتے ہوئے قوّالوں کی طرف جاتے تھے اور اسی حالت میں واپس آتے تھے۔ چند بار ایسا ہی کیا۔ آخر عالم حیرت میں آ گئے۔ دونوں آنکھیں کھول کر اور چہرۂ مُبارک آسمان کی طرف کر کے ایک جگہ کھڑے رہ گئے۔ کافی دیر تک اسی حالت میں رہے۔ پھر زمین پر گر پڑے۔ اس وقت دونوں آنکھیں کھُلی تھیں۔ نگاہ آسمان کی طرف تھی۔ آنکھوں میں حرکت نہ تھی۔ اور نہ ہی پلک جھپکتے تھے۔ جب نبض دیکھی تو وہ بھی گُم تھی۔ اُس وقت یہ گمان کیا گیا کہ شاید وصال فرما گئے ہیں۔ چاشت سے لیکر ظہر تک یہی حالت رہی۔ اسی حالت میں حضرت صاحبؒ کو ڈیرہ پر لے آئے۔ جب مؤذن نے ظہر کی اذان دی تو حضرت صاحبؒ کے ایک پاؤں کو حرکت ہوئی۔ پھر تمام وجود پر صحو کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میری طرف آنکھیں کر کے فرمایا۔ "اے مولوی محمود نماز کا وقت ہے؟" میں نے عرض کیا کہ ابھی اذان ہوئی ہے۔ فرمایا۔ "میرے پاؤں حالتِ وجد میں قبلہ کی طرف تو نہیں ہوئے؟" میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر فرمایا کہ "میری زبان پر کوئی کلمۂ بے شرع تو نہیں آیا؟" میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا "الحمدللہ۔ مولوی محمود مجھے اٹھاؤ۔ میرے تمام اعضا سخت ہو گئے ہیں۔ انہیں کپڑے سے کس کر باندھ دو۔" میں نے سر سے پگڑی اتاری۔ حضرت صاحبؒ کو اٹھایا۔ اور آپ کے اعضا پر اپنی پگڑی کو باندھ دیا۔ اس کے بعد آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

سماع میں وجد کا چوتھا واقعہ یوں ہے اور اس کے راوی میاں محمّد صالح ہیں جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ مجازین میں سے تھے وہ اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے۔ کہ "ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حاجی پور میں حضرت نارووالہ صاحبؒ کے عُرس مبارک میں شرکت کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے۔ ہم حضرت صاحبؒ کے ساتھ تھے۔ احمد قوّال نے غزل شروع کی۔ عین سواری کی حالت میں حضرت صاحبؒ کو وجد ہو گیا۔ گھوڑے

کی پُشت پر سے ہوا میں معلّق ہو گئے۔ آپ کے سینۂ مبارک کے دائیں طرف سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اور آپ کا پیراہن مبارک خون سے تر ہو گیا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ جب میں دہلی سے مہار شریف آ گیا تو حضرت قبلۂ عالمؒ نے غلام رسُول لانگری کو فرمایا۔ کہ یہ روہیلہ پہاڑی جوان ہے۔ یہ لوگ بڑی روٹی کھاتے ہیں۔ اسے بڑی روٹی دیا کرو۔ چند دن تک لانگری نے مجھے بڑی روٹی دی۔ پھر آپ نے لانگری سے فرمایا اے غلام رسُول اس روہیلہ کو مجھے دکھائے بغیر روٹی نہ دینا کہ میں اپنے ہاتھ سے دوں گا۔ جب غلام رسول میری روٹی حضرت صاحبؒ کے پاس لے گیا تو فرمایا اتنی بڑی روٹی مت دے۔ اُس میں سے نصف حصّہ مجھے دے دیا اور نصف کسی اور فقیر کو دے دیا۔ اس کے چند دن بعد نصف روٹی دینی بھی بند کر دی گئی۔

ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ قیامِ مہار شریف کے ایّام میں ایک دن میں مسجد میں بیٹھا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ چند دن ہو گئے تھے کہ میں نے افطار نہ کیا تھا کیونکہ ان دنوں میں مجھے ایک لُقمہ بھی میسّر نہ آیا۔ ناگاہ میری نظر کبوتروں پر پڑی جو مسجد کے صحن میں دانہ چُگ رہے تھے۔ میں نے درمیانی انگلی سے ایک سنگریزہ ان کبوتروں کی طرف مارا۔ فضلِ الٰہی سے ایک کبوتر کو وہ سنگریزہ لگ گیا۔ وہ تڑپنے لگا۔ میں نے جلدی سے اُسے ذبح کیا۔ گرم تنور میں ڈالا تاکہ بھون کر کھاؤں۔ ناگاہ ایک درویش دوڑا دوڑا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تمہیں یاد کر رہے ہیں۔ جلدی چلو۔ میں جلد از جلد پیر و مُرشد کی خدمت میں پہنچا۔ فرمایا۔ "اے روہیلہ یہاں یادِ خدا کے لئے آیا ہے یا پرندوں کا گوشت کھانے کے لئے"۔ میں نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ فرمایا۔ "جاؤ اور مطالعہ میں مصروف ہو جاؤ"۔ جب میں مسجد میں واپس آیا۔ اور مذبوحہ کبُوتر کو دیکھا تو وہ تنور میں جل چکا تھا۔

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ مَیں جس وقت مہار شریف میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پہنچا۔ تو موسمِ سرما آ گیا تھا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے تمام فقراء کو

رُوئی دار کپڑے دیئے۔ بعض کو پشم کے کمبل بھی دیئے۔ مگر اس فقیر کو کچھ نہ دیا۔ اگر میرے ہاتھ میں کوئی کپڑا آتا بھی، تو آپ اُس کپڑے کو مجھ سے لے لیتے۔ اور کسی دوسرے درویش کو دے دیتے اور فرماتے کہ روہیلے بہت قوی جسم ہوتے ہیں اور یہ درویش لاغر بدن ہے یہ لاچار ہے اور مجھ سے کپڑا طلب کرتا ہے۔ تم یہ کپڑا اسے دے دو۔ لاچار میں وہ کپڑا اُسے دے دیتا۔ اور خود جنگل سے لکڑیاں اور گھاس پھُوس لا کر اُسے جلا کر اپنے آپ کو گرم کرتا۔ اور وضو کا پانی بھی گرم کرتا۔ ایک رات سردی شدید تھی۔ میں آتشدان کے قریب بیٹھ کر اپنے کپڑے گرم کر رہا تھا۔ اچانک ایک شخص نے میری حالت دیکھ کر ایک سیاہ کمبل اپنے بدن سے اُتار کر مجھے دے دیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ کو علم ہو گیا۔ آپ نے وہ کمبل لے کر کسی اور درویش کو دے دیا۔ اور فرمایا کہ کس بے خبر نے یہ کمبل اس روہیلے کو دے دیا۔ یہ مرد کہستانی ہے۔ نوجوان ہے۔ سردی اس پر اثر نہیں کرتی۔ میں پھر آگ سینکنے کے لئے آتش دان کے قریب چلا گیا۔

زاں بلاہا اولیاء برداشتند
سر بچرخ ہفتمیں افراشتند

حضرت صاحبؒ نے ایک دن خواجہ نور احمد مہارویؒ کو اپنے سابقہ ابتدائی دور کا ایک واقعہ سُنایا۔ فرمایا کہ: "ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ موضع مہتہ چھیڈو کے زمینداروں کی درخواست پر کسی زمیندار کی شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ بہت سے درویش بھی آپ کے ہمراہ گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ جس وقت حضرت قبلہ عالمؒ ان کے مکان پر گئے اور ڈیرہ کیا تو میں حضرت پیر و مرشدؒ کے پہلو میں ایک گوشہ میں سو گیا۔ دیگر تمام فقراء اور علماء کھانا کھا کر اور گرم کپڑے لے کر اپنے اپنے مکان پر آرام کرنے لگے۔ مجھے کسی نے کھانا نہ دیا اور نہ ہی سردی سے بچنے کے لئے کوئی کپڑا دیا۔ آخر حضرت قبلہ عالمؒ نے ازراہ نوازش حاضرین مجلس سے پوچھا کہ روہیلے کو کسی نے کھانا دیا یا نہیں۔؟ عرض کیا گیا کہ انہیں کسی نے کھانا نہیں دیا۔ فرمایا اگر کسی کے پاس روٹی ہو تو اُسے دے دیں۔ ایک شخص نے بغیر سالن کے خشک روٹی

کا ایک ٹکڑا لاکر حضرت قبلۂ عالمؒ کو دیا کہ اس وقت یہی موجود ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے وہ ٹکڑا مجھے دے دیا اور فرمایا کہ یہ کھالو۔ میں نے کھا لیا۔ پھر میں وہاں سے اُٹھ کر غلام رسول لانگری کے پاس آیا اور اُس سے روٹی اور کپڑا طلب کیا۔ اس نے کہا کہ اس وقت آپ کے لئے روٹی اور کپڑا کہاں سے پیدا کروں "

" میں نے رنجیدہ خاطر ہو کر صحرا کا راستہ لیا تاکہ کسی گاؤں یا کنوئیں پر جاؤں۔ شاید وہاں کسی نے آگ جلا رکھی ہو تاکہ اس سے اپنے جسم کو گرم کروں اور وہیں آگ کے نزدیک زمین پر سو جاؤں۔ چنانچہ شہر سے باہر مجھے کسی کنوئیں پہ آدمیوں کی آواز آئی۔ وہاں میں نے آگ کے نزدیک کچھ وقت آرام کیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ ایک شخص روٹی، گوشت، چاول، فالودہ اور دودھ نیز دو عدد لحاف میرے پاس رکھ کر واپس چلا گیا۔ میں نے کنوئیں والوں کو آواز دی کہ یہ شخص جو میرے پاس کھانا اور لحاف رکھ گیا ہے، تم میں سے ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا آدمی نہیں ہے۔ ہمارا کوئی ساتھی ایسا نہیں ہے جو ہمارے لئے کھانا اور کپڑا لائے۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی اس فقیر پر عنایت ہوئی ہے۔ میں نے فالودہ، چاول، گوشت، نان اور دودھ سے خوب پیٹ بھرا۔ جو کھانا باقی بچا وہ کنوئیں والوں کو دے دیا۔ ایک لحاف نیچے بچھایا اور دوسرا اُوپر لے لیا۔ جب دن چڑھا تو اُن کپڑوں اور برتنوں کا کوئی مالک نہ آیا۔ میں وہیں چھوڑ کر واپس آگیا۔ جب وہاں سے روانہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ سوار ہو کر تشریف لا رہے ہیں۔ فرمایا کہ ادھر آ اور میرے گھوڑے کے آگے آگے دوڑتا ہوا چل۔ میں گھوڑے کے آگے دوڑتا جاتا تھا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے دوسروں سے فرمایا کہ تم لوگ آہستہ آہستہ ہمارے پیچھے آؤ۔ جب دوسروں سے ہم چند قدم آگے آ گئے تو حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ "اے میاں روٹی کے لئے اس قدر تنگ دل نہ ہُوا کرو"۔ میں نے شرمندگی سے مہار شریف تک سر اونچا نہ کیا اور نہ ہی کوئی جواب دیا۔

با جامۂ صد پارہ و با خرقۂ پشمیں   بر خاک نشینیم و ازیں عار نداریم
درویش و فقیریم دریں گوشۂ دنیا   با نیک و بد خلقِ جہاں کار نداریم

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ: "حضرت قبلۂ عالمؒ نے مجھے فرما دیا تھا کہ تُو میرے کمرے میں آکر چراغ کے سامنے بیٹھ کر مطالعہ کر لیا کر۔ پس حسب الارشاد ایک رات آپ کے کمرہ میں آں قبلہ کے پہلو میں مطالعۂ کتاب میں مشغول تھا کہ مجھے نیند نے غلبہ کیا۔ میں وہیں سو گیا۔ سردی کا موسم تھا اور میرے جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے از راہِ نوازش اپنی چادرِ مبارک دوہری کر کے میرے اُوپر ڈال دی۔ آخر شب جب میں نیند سے بیدار ہُوا اور قبلۂ عالمؒ کی چادرِ مبارک اپنے جسم پر دیکھی تو آہستہ آہستہ لپیٹ کر حضرت قبلۂ عالمؒ کے زانو کے قریب رکھ کر آپ کے کمرہ سے باہر آ گیا اور اپنے ڈیرہ پر جا کر مشغول ہو گیا۔"

حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ: "ایک دفعہ مجھے مہار شریف میں بخار ہو گیا۔ چند دن تک بخار نہ اُترا۔ میں کمزور ہو گیا اور میرا رنگ زرد ہو گیا۔ اُن ایام میں کوئی بھی میری عیادت کے لیے نہ آیا۔ آخر مرض کی شدّت، بے خوابی اور کم خوری کی وجہ سے میری حالت بہت خراب ہو گئی۔ میں مسجد کے باہر بر سرِ راہ بیٹھ گیا کہ قبلۂ عالمؒ کی گزرگاہ تھی۔ اس امید پر کہ اُن کی زیارت و دیدار سے شفا کی صورت پیدا ہو۔ قبلۂ عالمؒ نمازِ فجر کی سُنّتیں اپنے مکان پر پڑھ کر مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ جب مجھے راستہ میں بیٹھے دیکھا اور شدّتِ مرض کا حال دیکھا تو میری طرف ایک نظرِ کرم ڈالی اور آگے چلے گئے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو مجھے فرمایا: "اے ردیلے تجھے کیا ہو گیا ہے۔" میں نے عرض کیا کہ کئی دنوں سے مجھے بخار ہے۔" فرمایا "تمہارے وطن میں تپ کا کیا علاج کرتے ہیں۔" عرض کیا کہ پہاڑی لوگ مرضِ تپ میں روغن زرد پلاتے ہیں نیز بکری کی کھال میں اُسے پکاتے ہیں۔ فرمایا: "تم بھی ایسا ہی کرو۔" مگر نہ اپنے پاس سے کوئی دوا دی۔ نہ کسی سے فرمایا کہ روغن زرد مہیّا کیا جائے۔ جب حضرتِ قبلۂ عالمؒ تشریف لے گئے تو آپ کے جانے کے بعد میرا بخار اُتر گیا اور میں بالکل تندرست ہو گیا۔ آپ کی زیارت سے میری تمام بیماری جاتی رہی۔

حضرت صاحبؒ کا قبلۂ عالمؒ سے اجازت سے لیکر اپنے وطن کوہِ درگ میں اپنی والدہ محترمہ کی ملاقات کیلئے آنے کے احوال

حضرت صاحبؒ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، طلب علم کے لئے کوہ درگ سے تونسہ شریف آئے تھے۔ وہاں سے قصبہ لانگھ گئے تھے اور وہاں سے کوٹ مٹھن تشریف لے گئے تھے۔ کوٹ مٹھن سے اوچ شریف جاکر حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت ہوئے تھے وہاں سے شیخ و مرشد کے مطابق شاہ جہان آباد دہلی میں حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آکر مہار شریف میں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں مقیم ہو گئے تھے۔ اس عرصہ دراز میں آپ کی والدہ محترمہ بی بی زلیخا صاحبہ اپنے بیٹے کی جدائی کی وجہ سے بہت مغموم و فکرمند ہو گئیں۔ والدہ محترمہ کے رنج و الم کا ایک اور سبب بھی بنا کہ حضرت صاحبؒ کی غیر حاضری میں آپ کے بڑے بھائی میاں یوسف صاحب انتقال فرما گئے، جن کی قبر مبارک قصبہ گڑگوجی میں اپنے والد گرامی جناب ذکریا صاحبؒ کے پہلو میں ہے۔ میاں یوسف صاحب کے انتقال کی وجہ سے حضرت بی بی زلیخا صاحبہ کو آپ کا درد فراق اور زیادہ ہو گیا۔ شدتِ بے قراری میں بذاتِ خود کوہ درگ سے چل پڑیں تاکہ اپنے بیٹے کو تلاش کریں۔

آپ موضع گڑگوجی سے روانہ ہو کر پہلے موضع سوکڑ میں تشریف لائیں۔ سوکڑ تونسہ شریف سے جنوب کی طرف دو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ ہر چند تلاش کیا مگر اُن کا سراغ نہ پایا۔ واپس چلی گئیں۔ پھر وہاں سے کسی شخص کو اور بقولِ بعض اپنے داماد کو حضرت صاحبؒ کی تلاش میں ملتان کی طرف بھیجا۔ اُن ایام میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے فرزند اکبر حضرت خواجہ نور الصمد شہیدؒ کی مہار شریف میں شادی تھی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کو حافظ محمد جمال ملتانیؒ کے ساتھ ملتان شادی کا سامان لانے کے لئے بھیجا ہوا تھا۔ وہاں جب آمنا سامنا ہوا تو حضرت صاحبؒ کے دل میں وطن کی محبت

غالب آ گئی۔ اُس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ اُس نے کہا کہ کوہ درگ سے میاں محمد سلیمان صاحبؒ روہیلہ کی تلاش میں آیا ہوں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ تو میں خود ہوں۔ مگر اس وقت میرے شیخ و مرشد نے مجھے ایک ضروری کام سے یہاں بھیجا ہوا ہے۔ یہ سامان ملتان سے مہار شریف لے جا کر حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں پہنچا کر اور شیخ و مرشد سے اجازت لے کر والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ قبلہ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کو ایک چوغہ عطا کیا تھا وہ چوغہ اُس شخص کو دے دیا کہ میرے بھائی یوسف کو دے دینا۔ اُس شخص نے حضرت صاحبؒ کے سامنے ظاہر نہ کیا کہ یوسف صاحب کا تو انتقال ہو گیا ہوا ہے تاکہ اُنہیں اپنے بھائی کے فوت ہونے کا غم والم نہ ہو۔ پس اُس آدمی کو واپس اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت صاحبؒ ملتان شریف سے شادی کا سامان لے کر جب مہار شریف پہنچے تو حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ والدہ صاحبہ نے مجھے بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا تھا۔ وہ آدمی مجھے ملتان میں ملا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تمہیں اجازت ہے۔ منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کی اجازت طلب کئے بغیر اور اُس آدمی کی خبر کے بغیر حضرت صاحبؒ کو ایک دن فرمایا تھا کہ :

"اے روہیلے تمہاری والدہ تمہاری جدائی و فراق کے درد میں دن رات روتی ہے اور اس کے سینۂ غم زدہ سے آہیں نکلتی ہیں۔ آپ اپنی والدہ کے پاس جائیں مگر دیکھنا وہاں جا کر باغی نہ ہو جانا۔ اپنی والدہ صاحبہ سے ملاقات کر کے اور چند روز ان کی خدمت میں رہ کر، اُن کی تسلّی کر کے پھر میرے پاس آ جانا۔" چنانچہ آپ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔

حضرت قبلہ عالمؒ سے رخصت ہو کر حضرت صاحبؒ کوہ درگ میں آئے اور والدہ صاحبہ کی قدم بوسی سے مشرّف و مسرور ہوئے۔ اپنے بھائی میاں یوسف صاحب کی وفات کی خبر سُن کر بہت ملول خاطر ہوئے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا۔ چند ایام کوہ درگ میں اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں رہ کر اللہ کی یاد میں مشغول

رہے۔ چند دن بعد ہی حضرت قبلۂ عالمؒ کے دیدار اور ان کی زیارت کا اشتیاق غالب آیا۔ والدہ صاحبہ سے رخصت طلب کی۔ انہیں جدائی کی طاقت نہ تھی۔ لہٰذا انہوں نے اجازت نہ دی۔ اِدھر حالت یہ ہوگئی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے دیدار کے اشتیاق نے بے حد بے قرار کر دیا۔ بے تاب ہوگئے۔ چند دن بے قراری میں اور رات اختر شماری میں گزر جاتی۔ جب آپ کی والدہ صاحبہ نے اور آپ کے اقربا اور خویشوں نے دیکھا کہ آپ مہار شریف جانے کے لئے بے قرار ہیں تو دن رات آپ کی رکھوالی کرنے لگے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ چپکے سے روانہ ہو جائیں۔

کہتے ہیں کہ کوہ درگ میں ایک قلعہ نما بُرج کلاں تھا۔ اس کا ایک ہی دروازہ تھا۔ رات کے وقت اس پر قفل ڈال دیتے تھے۔ اس بُرج کے اردگرد خندق تھی۔ اور خندق کے چاروں طرف خاربندی کی ہوئی تھی جو آدمی کے قد سے اونچی تھی۔ حضرت صاحبؒ کو رات کے وقت اس بُرج میں سلاتے تھے۔ اور دن کے وقت بھی سب لوگ ہوشیار و خبردار رہتے تھے۔ ایک رات جب حضرت صاحبؒ کو بے قراری زیادہ ہوئی تو حافظِ حقیقی کو اپنا رفیق جان جان کر آدھی رات کے وقت اُس بُرج سے چھلانگ لگا دی۔ کانٹوں کی باڑ میں گرے۔ مگر آپ کے وجود کو کوئی ضرب نہ آئی۔ البتہ آپ کے جسم مبارک میں کانٹے لگے۔ مگر مستیِ عشق میں آپ کو خبر نہ ہوئی۔ آپ فوراً مہار شریف کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت مولانا صاحب فخر الدین دہلویؒ کے دوستوں میں سے کسی بزرگ نے خوب کہا ہے:

نوبہار است جنوں چاک گریباں مددے
آتش افتاد بجاں جنبشِ داماں مددے
شب تار است دگر وادیٔ ایمن درپیش
دشت و صحرا مددے خارِ مغیلاں مددے
گرمیٔ عشق بتے در جگرم آتش افتاد
تشنگی سوخت مرا اے لبِ جاناں مددے

راہ گم گشت و بپا آبلہ منزل بس دور
خارِ صحرا مددے خضرِ بیاباں مددے

جامِ مے ناب بدست تو تغافل تا چند
گشت مخموری مے ساقی مستاں مددے

بہر تفریح دل و ضعف جگر میباید
پستہ لب مددے سیب زنخداں مددے

آمدہ فصلِ بہار است جنونم گل کرد
جوش زد خونِ دلم شعلہ مژگاں مددے

مطرب ساختہ بیدار ترا رنجوری
فخرِ دیں فخرِ جہاںؒ مرشد پاکاں مددے

الغرض وہاں سے روانہ ہو کر لمبی لمبی منزلیں طے کرتے تیسرے دن مہار شریف پہنچ گئے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی قدم بوسی سے مشرّف ہوئے۔ کہتے ہیں کہ کوہِ درگ مہار شریف سے ایک سو چالیس کوس ہے۔ اتنی مسافت تین دن میں طے کر کے اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں پہنچے اور کئی قسم کی نوازشوں سے مشرّف ہوئے۔ نیز یہ بھی سُنا ہے کہ جس وقت حضرت صاحبؒ نے بُرج سے اپنے آپ کو کانٹوں میں گرایا تو آپ کے اس قدر عُقدے حل ہوئے جو چلہ کشی اور مجاہدہ سے حل نہیں ہو سکے تھے۔ مہار شریف میں اس سال بھی آپ چند ماہ رہے پھر حضرت قبلۂ عالمؒ سے اجازت لے کر اپنے وطن والدہ صاحبہ کی زیارت کے لیے آئے۔ اسی طرح چند ماہ مہار شریف میں قیام کرتے اور پھر رخصت لے کر اپنے وطن اپنی والدہ صاحبہ کی زیارت کے لئے جاتے۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ اپنے وطن سے مہار شریف حضرت قبلۂ عالمؒ کی زیارت کے لئے جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک قبرستان سے گزرا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کا سر قبر سے باہر نکلا اور میرے پاؤں کے نیچے آگیا۔ میں دیکھ نہ سکا

اس کھوپڑی سے آواز آئی :

دور دار ازمن قدم اے بے خبر　　گرچہ خاکم بوئے عشق آید ز سر

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شعر یہ تھا:

دور دار ازمن قدم اے خام پوست　　گرچہ خاکم بوئے مے آید ز دوست

حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے یہ جانا کہ یہ سر مبارک کسی بزرگ عاشق خدا کا ہے۔ چنانچہ میں نے اُسے ادب کے ساتھ قبرستان میں دفن کر دیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ حکایت مشہور ہے اور اس فقیر نے بہت سے آدمیوں سے اس واقعہ کو سُنا ہے بعد میں جب حضرت صاحبؒ کی زبانِ مُبارک سے سُنا تو پوری تسلّی ہو گئی۔ حضرت صاحبؒ بستی تاج سرور میں اپنے بنگلہ میں تشریف فرما تھے اور اکثر مریدانِ اہلِ صفہؓ موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ ناروواله میں قضائے حاجت کے لئے باہر گیا ہوا تھا کہ اچانک میری نظر ہڈیوں کے ایک ڈھانچہ پر پڑی۔ میں نے ہلایا تو اُس خشک لاشہ نے وہ شعر پڑھا میاں امیرالدین کشمیری بھی اس مجلس میں بیٹھے تھے۔ وہ حضرت صاحبؒ کے یارانِ مجازیں سے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب تحفۂ احمدی علم سلوک میں نظم میں تصنیف کی ہے جس میں یہ قصہ بھی منظوم کیا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ نے حضرت ناروواله صاحبؒ کو وطن جانے کی اجازت دی تو حضرت غوثِ زماںؒ بھی آپ کے ہمراہ چل پڑے۔ دونوں قران السعدین اکٹھے بہاولپور کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں اپنے پیر بھائی مولوی محمدؐ حسین چنڑؒ کے ہاں گئے۔ مولوی غلام رسُول چنڑؒ اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے۔ "کہ حضرت ناروواله صاحبؒ کے پاس گھوڑا تھا۔ وہ اس پر سوار ہو گئے۔ ان کے ساتھ چند عالم اور مُرید بھی تھے۔ جیسے میاں مولوی محمدؐ کہنکو وغیرہ۔ حضرت غوثِ زماںؒ بھی پاپیادہ تھے۔ جب وہ مہار شریف سے روانہ ہوئے تو نصف منزل ناروواله صاحبؒ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور نصف منزل حضرت غوثِ زماںؒ کو اپنے گھوڑے پر سوار کراتے تھے۔ وہ علماء جو حضرت ناروواله صاحبؒ کے ساتھ تھے۔ اس بات سے

رنجیدہ خاطر تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے حضرت تو عمر رسیدہ، ضعیف وناتواں بدن ہیں۔ اور یہ روہیلہ توانا بدن، فربہ اور نوجوان ہے۔ اس کے لئے کیا ضروری ہے کہ گھوڑے پرسوار ہوا اور حضرت پا پیادہ جائیں مگر حضرت ناروو الہ صاحبؒ کے خوف وادب سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ جب مولوی محمدؐ حسین جنیڑے کے قصبہ میں، جو بہاولپور کے قریب قریہ فتو والہ کے قریب ہے۔ پہنچے، تو علمائے مذکورنے مولوی محمدؐ حسین صاحب سے کہا۔ کہ صاحب ہمارے حضرت اس روہیلہ کو اپنا پیر بھائی سمجھ کر گھوڑے پرسوار کر لاتے ہیں اور خود پا پیادہ چلتے ہیں جن سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اس نوجوان روہیلہ کو چاہیئے کہ گھوڑے پرسوار نہ ہو۔ آپ اسے سمجھا دیں۔ ہم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض نہیں کر سکتے۔ ہم ڈرتے ہیں۔ مولوی محمدؐ حسین نے کہا۔ سبحان اللہ۔ میرا خیال تھا کہ جناب ناروو الہ صاحبؒ کا دل بوئے نفسانی سے بالکل پاک ہے۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ ابھی نفسانیت باقی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیسے۔ کہا کہ اگر ان میں بوئے نفس نہ ہوتی تو اس روہیلہ کو تمام منزل سوار کر کے لاتے۔ اور خود پا پیادہ ان کی رکاب میں آتے۔ تم کیا جانتے ہو کہ اس روہیلے کا کیا مرتبہ ہے۔ ناروو الہ صاحبؒ جو تمہارے پیر ہیں انہیں اس کے مرتبہ و مقام سے خبر ہے۔ چونکہ ابھی ان میں تھوڑی سی نفسانی خواہش باقی ہے اس لئے نصف راہ سوار ہو کر چلتے ہیں۔ حضرت ناروو الہ صاحبؒ کے مرید خاموش ہو گئے۔ جب ڈیرہ غازی خاں پہنچے، جو تونسہ شریف سے تیس کوس پر جنوب کی طرف ہے اور حاجی پور سے بھی قریب ہے۔ تو مولوی عبداللہ خان چانڈیؒ کے مکان پر ڈیرہ کیا۔ مولوی صاحب موصوف حضرت ناروو الہ صاحبؒ کے یاران مجاز میں سے تھے۔ حضرت ناروو الہ صاحبؒ کا معمول تھا کہ آپ عبداللہ خان صاحب کی خاطر ڈیرہ غازی خاں میں دوران قیام کرتے تھے۔ دوسرے دن جب حضرت غوث زماںؒ حضرت ناروو الہ صاحبؒ سے رخصت ہو کر سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے تو ناروو الہ صاحبؒ الوداع کرنے کے لئے بیرون شہر دور تک گئے اور آخر دونوں شاہبازانِ میدانِ لاہوت ایک دوسرے سے معانقہ کر کے رخصت ہوئے۔

حضرت غوث زمانؒ تھوڑی دور گئے اور پھر مڑ کر چہرۂ مبارک حضرت نارووالہ صاحبؒ کی طرف کیا۔ دیکھا کہ وہ کھڑے انہیں دیکھ رہے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دور سے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے بھی جواباً سلام کیا۔ جب تک حضرت صاحبؒ انہیں نظر آتے رہے، حضرت نارووالہ صاحبؒ وہیں کھڑے رہے۔ جب نظر سے غائب ہو گئے تو حضرت نارووالہ صاحبؒ اپنے ڈیرہ پر تشریف لائے۔ فرمایا کہ میرے گھوڑے پر زین ڈالو اور چلنے کی تیاری کرو۔ عبداللہ خان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا معمول ہے کہ آپ اس غلام کے مکان پر دو رات قیام فرمایا کرتے ہیں۔ آج کیا جلدی ہے؟ فرمایا کہ راستہ میں جب میں نے اُس روہیلے محمدؐ سلیمان کو گھوڑے پر سوار کرایا تھا تو میرے دوستوں نے بھی اسے پسند نہ کیا اور تم پر بھی گراں گذرا۔ تمہارے دل میں اُن کے سوار ہونے سے کیوں رنجیدگی پیدا ہوئی تھی۔ شاید تم لوگوں کو اُن کے مقام سے آگہی نہیں ہے۔ سُنو کہ ہم حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کے مریدان مجاز ہیں۔ مگر قبلہ عالم کا خلیفہ اور قائم مقام یہی مردِ روہیلہ ہے۔ یہی ہمارے قبلہ عالم کی نعمتِ ظاہری و باطنی کا مالک ہے اور حضرت خواجگانِ چشت کا صاحب لنگر بھی یہی ہے۔ تم نہیں جانتے کہ قبلہ عالم کے وصال کے بعد آپ کا قائم مقام بھی یہی ہوگا۔ نہیں نہیں بلکہ یہ اس وقت بھی قبلہ عالم کا قائم مقام ہے۔ اس پر ایک وقت آئے گا کہ تمام سلسلۂ چشتیہ کا بوجھ اٹھائے گا اور جو زندہ رہے گا وہ دیکھے گا"۔

سب دوستوں نے جب اپنے پیرو مرشد کے یہ ارشادات سُنے تو بہت پشیمان ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہم جب مولوی محمدؐ حسین صاحب کے گاؤں پہنچے تھے تو ہم نے انہیں یہ کہا تھا اور حضرت شاہ محمدؐ سلیمان صاحب کا شکوہ کیا تھا کہ یہ روہیلہ ہمارے حضرت کے گھوڑے پر نصف راہ بھی کیوں سوار ہوتا ہے تو مولوی صاحب نے جواب میں کہا تھا کہ میں خیال کرتا تھا کہ حضرت نارووالہ صاحب میں بُوئے نفسانی نہیں ہے وہ اس سے پاک ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ ابھی نفسانیت باقی ہے کہ نصف راہ خود سوار ہوتے تھے۔ اگر بوئے نفسانی نہ ہوتی تو بالکل سوار نہ ہوتے۔ حضرت نارووالہ صاحبؒ نے فرمایا۔

کہ مولوی صاحب نے ٹھیک کہا ہے۔ تم نے مجھے اُس وقت کیوں نہ بتایا۔ تاکہ میں بالکل سوار نہ ہوتا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ قصّہ بہت سے معتبر آدمیوں سے سُنا ہے اور یہ بہت مشہُور ہے۔

صاحبزادہ میاں نور بخش جی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کے سامنے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ خلیفہ محمّد یاراں صاحبؒ حضرت صاحبؒ سے بیعت ہونے سے پہلے مہار شریف میں حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس وقت ابھی حضرت صاحبؒ خود بھی حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت نہیں ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے خلیفہ صاحبؒ سے فرمایا کہ ابھی مزید علم حاصل کرو۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ۔ خلیفہ صاحبؒ حسبِ الارشاد مہار شریف سے بغیر بیعت کے حصولِ علم کے لئے روانہ ہوگئے اور سات سال تک علوم ظاہری حاصل کرتے رہے۔ اس عرصہ میں حضرت غوثِ زماںؒ نے حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت کی اور سفرِ دہلی سے واپس آکر مہار شریف میں قیام کیا۔ پھر جن دنوں حضرت صاحبؒ قبلہ عالمؒ سے اجازت لے کر اپنے وطن گئے ہوئے تھے، خلیفہ محمّد یاراں صاحبؒ علوم ظاہری سے فارغ ہوکر مہار شریف حاضر ہوگئے اور بیعت کے لئے عرض کی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کچھ دیر صبر کرو کہ ابھی تمہارا دوست نہیں آیا۔ جب حضرت صاحبؒ کوہِ درگ سے واپس مہار شریف آگئے اور چند روز قیام کرنے کے بعد پھر واپس وطن جانے لگے تو حضرت قبلۂ عالمؒ آپ کو وداع کرنے کے لئے مہار شریف کے نالۂ مغربی تک تشریف لائے (نالہ خشک تھا) وہیں حضرت صاحبؒ کی چادر بچھاکر نالہ میں زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحبؒ کو بھی بٹھالیا۔ پھر کسی آدمی کو بھیجا کہ محمّد یاراں صاحب کو بُلا لائے۔ وہ آگئے تو حضرت قبلہ عالمؒ نے اُن کا ہاتھ حضرت صاحبؒ کے ہاتھ میں دے دیا اور محمّد یاراں صاحبؒ سے فرمایا۔ کہ یہ تمہارا پیر ہے۔ ان سے مُرید ہوجاؤ۔ حضرت صاحبؒ سے فرمایا کہ میاں صاحب یہ تمہارا خلیفہ ہے۔ ان پر بہت توجّہ فرمائیں۔ پھر دونوں کو رخصت کر دیا۔ خلیفہ صاحبؒ نے وہیں اُس نالہ میں حضرت صاحبؒ سے عرض کیا کہ مجھے ابھی بیعت فرمالیں۔ حضرت صاحبؒ نے حضرت قبلہ عالمؒ کے ادب کی خاطر دانتوں کے نیچے انگلی دباکر انہیں اشارہ سے فرمایا کہ اس جگہ بیعت نہیں کروں گا۔

اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو گئے اور جہاں شب باشی کی وہاں رات کو انہیں بیعت کیا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ لماں کے سفر سے مہار شریف کی طرف آرہے تھے۔ لمّاں سے مراد مغرب کا علاقہ ہے جیسے بہاولپور وغیرہ۔ حضرت صاحبؒ کوہ درگ (اپنے وطن) سے مہار شریف آپ کی خدمت میں جا رہے تھے۔ جب ملتان پہنچے تو خبر ملی کہ حضرت قبلہ عالمؒ بہاولپور کی طرف گئے ہوئے تھے مگر اب مہار شریف کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے بھی اُدھر کا رُخ کیا۔ جب قصبہ پھولاں میں، جو بہاولپور اور خیر پور کے درمیان ہے، پہنچے تو وہیں حضرت قبلہ عالمؒ کی قدم بوسی حاصل ہو گئی۔ اس قصبہ اور اس کے اردگرد کے لوگ حضرت قبلہ عالمؒ کے مُرید تھے۔ اس لئے بے شمار بتاشے اور دُودھ نذر کے لئے لائے ہوئے تھے۔ جب حضرت صاحبؒ وہاں پہنچے تو بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کی طرف توجہ فرمائی اور ایک بڑا پیالہ دُودھ سے بھر کر اور اس میں بہت سے بتاشے ڈال کر حضرت صاحبؒ کو عطا کیا۔ آپ نے پی لیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس پیالہ میں دوسری دفعہ دودھ اور بتاشے ڈالے اور حضرت صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ اور پئیں گے۔ حضرت صاحبؒ نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ یہ پیالہ بھی پی لیا۔ تیسری مرتبہ پھر پیالہ دُودھ سے بھر کر اور بہت سے بتاشے ڈال کر فرمایا۔ کہ اور پیو گے۔ حضرت صاحبؒ نے عرض کی۔ جی ہاں۔ چنانچہ وہ بھی پی لیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ "پٹھانوں کے پینے اور ہضم کرنے پر بھی آفرین ہے یہ ہمّت ان ہی کی ہے۔" کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے جس ہضم کی طرف اشارہ فرمایا تھا اُس سے اسرارِ باطنی کا ہضم کرنا مراد تھا۔ حق تعالیٰ نے حضرت غوث زماںؒ کو اس قدر وسیع ظرف عطا فرمایا تھا کہ معرفت کے دریا نوش کر لئے، مگر اپنی زبانِ مبارک سے ذرہ سے اسرار کو بھی فاش نہیں کیا۔

حضرت صاحبؒ چوسٹھ (۶۴) برس سجادۂ مشیخت پر بیٹھے اور خلقِ خدا کو ارشادات فرماتے۔ مگر کبھی زبانِ مبارک سے یہ نہ فرمایا کہ مجھے یہ مقام حاصل ہوا ہے یا مجھ پر یہ تجلّیات وارد ہوئی ہیں۔ کبھی اپنی کرامت اور خوارقِ عادت کا خود اعلانیہ اظہار

نہ فرمایا۔ اگر کبھی بے اختیار ظاہر ہوا تو افسوس فرمایا کہ مجھ سے یہ بات ظاہر کیوں ہوئی۔ اگر کبھی اپنی کرامت ظاہر کی تو درپردہ کسی دوسرے کے نام سے ظاہر کی۔ چنانچہ مُلّا محمد لکھو کھر کا لقب مینہ برساؤ رکھ دیا تھا۔ یعنی جب بارش کی ضرورت ہوتی اور مخلوق حضرت صاحبؒ سے عرض کرتی تو آپ اس کے ذمّے لگا دیتے۔ فرماتے کہ یہ مینہ برساؤ جب کہے گا بارش ہوگی (چنانچہ اس کا ذکر آگے آئے گا) آپ اکثر اپنے احوال کو چھپاتے اور فرماتے کہ ہم تو ملّا ہیں۔ ہم کیا جانتے ہیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ" یعنی دینِ اسلام سے مستحکم وابستگی کرامتوں سے بہتر ہے۔ سبحان اللہ! اس زمانہ میں بعض بے وقوف، جو ابھی ناسوت کی پہلی منزل پر بھی نہیں پہنچے ہوتے اور خواہشاتِ نفسانی سے بھی آزاد نہیں ہوئے ہوتے، کشف و کرامات کے دعوے کرتے ہیں۔ اور دیدہ و نادیدہ عالم امثال کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان پر اعتقاد کریں۔ اور اکثر احمق جو رازِ نہاں سے خبر نہیں رکھتے، ان پر اعتقاد لے آتے ہیں اور اُن لوگوں کو جو اعتقاد نہیں رکھتے، چشم حقارت سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا خیالی ہیں یا عامی ہیں۔ یہ لوگ حقیقت حال سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ صرف اپنی عالی حوصلگی کی وجہ سے اظہار سے گریز کرتے ہیں۔ ان کا عمل اس شعر کے مطابق ہوتا ہے جس میں اظہار کشف کو معیوب گردانا گیا ہے۔

ہر کہ او از کشف خود گوید سخن
کشف او کفش کن بر سر بزن

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے خاندان چشتیہ میں سلوک کے پندرہ مرتبے ہیں۔ ان میں پانچویں مرتبہ پر کشف و کرامت ہے۔ اگر پانچویں مرتبہ پر پہنچ کر کوئی کشف کا اظہار کرتا ہے تو اگلے دس مراتب کو حاصل نہیں کر سکتا۔ مردِ کامل وہ ہے کہ جب وہ پندرھویں مقام پر پہنچتا ہے تو تب بھی اظہار کشف نہیں کرتا۔ جیسا کہ حضرت امیر خسروؒ کی تصنیف دلیل المحبین میں لکھا گیا ہے۔

پس فقیر کا مقصود اور کمالیت کا مقصود کچھ اور ہے اور کشف و کشود کا

کچھ اور۔ کشف تو کافر کو بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کشف کا اظہار اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے یہ کون سی بزرگی ہے؟ بلکہ اگر کسی درویش سالک کو کشف نہ ہو تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ جو سالک اظہار نہیں کرتا اس کا سلوک پختہ ہے۔ کیونکہ اس کی حدِّ نظر اللہ تعالیٰ پر ہے اور دوسرا جو اظہار کرتا ہے۔ اس کی حدِّ نظر صرف اپنے کشف پر ہے اس لئے وہ محجوب ہے۔ کشکول شریف میں لکھا ہے کہ یہ سرزنش خاص انکشاف کے لئے ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جن کو کشف و کشود حاصل ہے اور وہ اس کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر وہ جاہل، جو چند دن اللہ اللہ کرتے ہیں اور ابھی خواہشاتِ نفسانی سے بھی پاک نہیں ہوتے۔ سلف صالحین کی حکایات سُن کر کشف کا جھوٹا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اکابرین کی طرح جاننے لگتے ہیں۔ وہ دائرہ ایمان اور رمز تبہ ایقان سے خارج ہیں۔ اور وہ جو علم بھی رکھتے ہیں اور ظاہری علوم سے بھی بہرہ ور ہیں اور پھر ایسے جاہلوں سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہیں ابہمق کہنا چاہیئے کہ سو احمق اکٹھے کئے جائیں تو ایک ابہمق بنتا ہے حضرت مولانا رومؒ نے درست فرمایا ہے۔

گفتہ است مولانا رومؒ **مثنوی** حرف درویشان بدزدد مرد دون + تا بخواند بر سلیمی زان فسون + صد لشان نادیدہ ہر دم می نہد + تا گمان کہ ایشان زان دہند۔ یا بجز این حرف شان ردنی نبود + یا ور آخر رحمت آمد رہنمود + لحن مرغان را اگر واصف شوی + بر مراد مرغ کے واقف شوی گر بیاموزی صفیر بلبلے + تو چہ دانی کو چہ دارد با گلے +

اے عزیز درویش وہ ہے جو شب و روز ریاضت و عبادت اور ذکر و اشغال میں مشغول رہتا ہے۔ اس کی طلب خدا تعالیٰ کے سوا اور اس کی رضا کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ پس اس ضمن میں اُسے اگر کوئی چیز انوار یا اسرار میں سے یا کشفِ قلوب و عالمِ امثال سے نظر آتی ہے تو اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ اُسے اپنا "حیض" سمجھ کر چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اصل مقصود کچھ اور ہے۔

؎ دل چہ مے بندی دریں فانی مقام　ایں جہاں راہم جہلنے دیگر است ۔

پس درویش حقیقی اپنے مقصودِ اصل کے وصال کی امید میں شب و روز مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہتا ہے ۔

؎ عمرے باید تاکہ بدست آید دوست

اور وہ شخص جو نواہی اور غیر شرع سے احتراز نہیں کرتا، جو سلوک کی پہلی منزل ہے وہ دوسری منزل پر کیسے پہنچ سکتا ہے ۔ اور وہ جو بقا باللہ کے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جو درویشوں کا آخری مقام ہے ۔ وہ بھی شریعت کی حبل متین کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور کسی حال میں بھی شریعت کا پٹہ اپنی گردن سے نہیں اتارتے ۔ وہ دن رات مبتدیوں کی طرح مجاہدہ و ریاضت میں لگے رہتے ہیں کہ

؎ نہایتِ قدم سالکاں بدایتِ اوست

خواص کا انتہائی مقام یہ ہے کہ اپنے آپ کو عوام کے کمترین درجہ میں رکھیں ۔ "اَوَّلُ العَوامِ آخِرُ الخَواصِ" کے یہی معنی ہیں ۔ اور "وَ بَدَاۃُ الجُھلاءِ نِھَایَۃُ العُلَمَاءِ" میں بھی یہی امر ہے کہ علماء کا بلند ترین مقام یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جہلا کے پست ترین مقام پر خیال کریں ۔

؎ پس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست
بانگ دو کردم اگر در دہ کس ست

ہمارے غوثِ زماں محبوبِ رحمان حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ جو تمام مقاماتِ قطبی غوثی اور افراد سے آگے گزر گئے تھے اور مقام محبوبی پر پہنچ گئے تھے ۔ انہوں نے آخر دم تک ریاضت و مجاہدہ ترک نہیں کیا تھا ۔

ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا کہ "ہم ایک دفعہ مہار شریف کی طرف قبلہ عالمؒ کی قدم بوسی کے لئے جا رہے تھے ۔ کہ ایک دفعہ چولستان یعنی تھل میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے اور خوفِ ہلاکت سے ہم جاں بلب تھے کہ اچانک مینڈک کی آواز ہمارے کان میں آئی پس میں اس مینڈک کی آواز کی طرف گیا ۔ کہ شاید وہاں کچھ پانی ہو ۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مینڈک گھاس

کے ایک کھیت میں بول رہا تھا۔ لیکن وہاں پانی نظر نہ آیا۔ بہت حیران ہوا۔ اپنے رفیق کو میں نے کہا۔ کہ گھاس کو ہٹا کر زمین کھود دو۔ جب زمین کھودی گئی تو نیچے صاف و شفاف اور شیریں پانی نکلا۔ پس اس جگہ بیٹھ کر پیاس کی حرارت کو دور کیا۔ اور اپنے کوزہ کو بھر کر روانہ ہوئے۔

حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ قبلۂ عالمؒ سے رخصت ہو کر اپنے وطن گیا۔ چند روز موضع گڑگوچی میں رہ کر والدہ صاحبہ سے اجازت لینی چاہی۔ انہوں نے اجازت نہ دی۔ ایک دن میری والدہ صاحبہ میرا بازو پکڑ کر مجھے میاں ملا محمدؒ صاحب کے پاس لے گئیں ملا محمدؒ صاحب قوم جعفر سے تھے اور گڑگوچی میں رہتے تھے۔ فرمایا کہ میرے بیٹے کو کچھ ہو گیا ہے۔ اس کے ہوش و حواس ٹھیک نہیں رہے۔ اگر کچھ جانتے ہو تو میرے بیٹے پر پڑھ کر دم کرو تاکہ ہوش و حواس بھی آجائے اور اسے سبق بھی دیں۔ اور اس کی حفاظت بھی کریں تاکہ کہیں جاتے نہیں۔ اور کوہستانیوں کی عادت یہ ہے کہ چارپائی کے پائے بلند بناتے ہیں۔ اور سرہانہ بھی بڑا بناتے ہیں جیسا کہ امیروں کا تکیہ ہوتا ہے (ٹیک لگانے والا) میاں ملا محمدؒ صاحب میری والدہ صاحبہ کے حکم کے مطابق تمام دن مجھے اپنے پاس بٹھاتے تھے اور خبر رکھتے تھے اور رات کو اپنے ساتھ اس بڑی چارپائی پر اپنے ساتھ سلاتے تھے۔ ایک رات مجھے حضرت قبلۂ عالمؒ کے کے دیدار کے لئے سخت اضطراب ہو گیا۔ دل چاہتا تھا کہ کسی بہانے بھاگ جاؤں اور کعبۂ مقصود تک پہنچ جاؤں۔ میں نے فریب کیا ایک رات عمداً نیند کی آواز پیدا کی اور سانس زور زور سے لینا شروع کیا اپنے استاد کے اطمینان کے لئے تاکہ وہ سمجھیں کہ سو گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہی سمجھا کہ اسے نیند آگئی ہے۔ خود بھی سو گئے۔ جب میں نے اچھی طرح جان لیا کہ میاں صاحب سو گئے ہیں تو میں آہستہ آہستہ چارپائی سے اتر آیا کمر کو باندھ لیا اور پاجامہ کو بھی باندھ لیا۔ اور قلعہ کے اوپر گیا۔ قلعہ کے چاروں طرف خندق تھی جس میں کانٹے دار جھاڑیاں تھیں کیکر اور ببول وغیرہ کی۔ ان جھاڑیوں کی لمبائی آدمی کے قد سے اونچی تھی۔ قلعہ کے دروازہ پر بھاری پتھر پڑا تھا۔ اور دروازہ پر کاٹنے والا کتا بھی تھا۔ میں نے قلعہ کے اوپر سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ چنانچہ خندق سے باہر گرا البتہ میرا ایک پاؤں خندق میں گرا جو کانٹوں میں پھنس گیا۔ بس میں نے

زور لگا کر باہر نکالا۔ اگرچہ کانٹے میری پنڈلیوں میں چھبے ہوئے تھے اور اُن سے خون جاری تھا۔ اور پائجامہ بھی پھٹ گیا تھا۔ مگر میرے دل میں اُس وقت اِس کا کوئی دھیان نہ آیا اور نہ میں نے دیکھا کہ میرے پاؤں میں کانٹے ہیں میں نے قدموں پر زور دیا اور دوڑ پڑا۔ پس صبح کے وقت املاک درگری میں جو قصبہ منگنوٹھ کی طرف مغرب کی سمت دامن کوہ میں واقعہ ہے پہنچا۔ قصبہ منگنوٹھ میں نہ ٹھہرا کہ لوگ مجھے پہچان نہ لیں۔ ایک لحظ آرام نہ کیا وہاں سے دریائے سندھ کے پتن کا راستہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شیخ جوندہ کے قریب کشتی ملے گی۔ پس روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک شخص شیخ محمد نام ملا جو شیخ جوندہ کی اولاد سے تھا۔ اس سے کشتی و پتن کا پتہ پوچھا۔ اُس نے کہا میں بھی دریائے اُسی طرف جا رہا ہوں اور تمہیں اس شرط پر ساتھ لیتا ہوں کہ میرے گھوڑے کو گھاس ڈالنا تو اپنے ذمہ لے۔ میں نے اقرار کر لیا۔ اور اُس کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ کشتی تک پہنچے۔ ملاحوں نے میرے پاؤں اور پنڈلیوں میں خون دیکھ کر جو قلعہ سے گرتے وقت کانٹوں کے لگنے سے جاری تھا اور پاجامہ کا پائنچا پھٹا دیکھ کر کشتی پر بٹھانے سے انکار کر دیا کہ شاید کسی کا خون کر کے آ رہا ہے۔ پس شیخ مذکور نے ملاحوں کو کہا کہ یہ میرے گھوڑے کا رکھوالا ہے اسے کچھ نہ کہیں۔ پس میں بھی کشتی پر سوار ہوا اور جب کشتی مشرقی کنارہ کے قریب ہوئی۔ میں نے جلدی سے کشتی سے چھلانگ لگائی اور جنگل کا راستہ لیا۔

جنگل میں چلتے چلتے اچانک تین چوروں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو کہ اس جنگل میں تنہا کھڑے ہو کہنے لگے ہم چور ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا کہ میں بھی چور ہوں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا کہ ایسے آدمی کو چھوڑنا مصلحت نہیں ہے شاید کسی کو ہماری خبر کر دے۔ انہوں نے تمام دن مجھے جانے نہ دیا۔ جب رات آئی تو ہم چاروں جنگل سے نکل کر دائرہ دین پناہ کے نزدیک آئے اور آپس میں صلاح کی کہ مسجد میں جا کر کسی کا گھر دریافت کر کے چوری کریں گے۔ ان تین چوروں ہی سے ایک نے کہا کہ میں نے مسجد کے ہمسایہ گھر میں چوری کرنے سے توبہ کی ہوئی ہے اور اُس چور نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک دفعہ علاقہ دامان کے شہروں میں سے ایک شہر میں مسجد

کے ہمسایہ میں ایک شخص کے گھر شب باشی کی۔ اُس گھر والے کو مجھ پر کلّی اعتبار تھا۔ رات کو اس کی گھوڑی چرا لی۔ اس پر سوار ہوا اور اپنے گھر کی راہ لی تمام رات گھوڑی دوڑاتا رہا اور صبح کو اُسی شہر میں داخل ہوا۔ جہاں سے روانہ ہوا تھا۔ پس اسی گھوڑی کے مالک نے مجھے پکڑ لیا اور بہت رسوا کیا۔ اُس دن سے میں نے توبہ کی ہے کہ مسجد کے ہمسایہ میں چوری نہیں کروں گا۔ پس تینوں چوروں نے اتفاق کیا۔ کہ لکڑہارے کے گھر میں جائیں گے اور پھر آگے کسی کے گھر میں نقب لگائیں گے جب انہوں نے لکڑہارے کے گھر کا راستہ لیا تو میں نے مسجد کا راستہ لیا۔ حضرت صاحبؒ یہ بات فرما رہے تھے۔ کہ موذن نے عصر کی اذان دی۔ سب نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ کوہ درگ تونسہ شریف سے تیس کوس کے فاصلہ پر ہے اور دائرہ دین پناہ تونسہ شریف سے بارہ کوس پر ہے۔ پس حضرت صاحبؒ نے ۴۲ کوس کا فاصلہ ایک منزل میں طے فرمایا۔

شعر اے راہ بپائے تن بپایاں نرسد

تا جاں نزند قدم بجاناں نرسد

حضرت قبلہ عالمؒ کی علالت، غوث زمانؒ کا انتظار، اور غوث زمانؒ کا کوہ درگ سے حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال سے قبل مہار شریف حاضر ہونا

حضرت قبلہ عالمؒ کے پوتے میاں غلام فریدؒ نے اس فقیر کاتب الحروف کے سامنے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے والد بزرگوارؒ سے سُنا ہے کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ کو مرضِ رحلت ہوا اور رحلت کے ایام قریب آ گئے تو حضرت غوث زماں خواجہ سلیمان صاحبؒ موجود نہ تھے۔ وہ چند ماہ سے رخصت لے کر اپنے وطن گئے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے دیگر تمام خلفا حاضر تھے۔ مثلاً قاضی عاقل محمد صاحبؒ۔ حافظ محمد جمال ملتانیؒ صاحب وغیرہ سوائے مولانا نور محمد نارووالہ صاحبؒ کے جو حضرت قبلہ عالمؒ سے پہلے وصال پا گئے تھے۔ ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنے بڑے فرزند نور الصمد شہیدؒ سے فرمایا کہ کسی کو ہمارے روہیلہ کی خبر ہے کہ کہاں ہے اُسے کسی طرح یہاں طلب کرو۔ شہید صاحبؒ نے کہا کہ اُن کا حال معلوم نہیں ہے کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں اگر ان کے حال کا علم ہو تو کسی قاصد کو بھیج دیتے۔ چاہے قاصد کو کتنی بھی رقم کیوں نہ دینی پڑتی۔ فرمایا خیر خود آ جائے گا۔ دوسرے دن پھر فرمایا کوئی ہے جو ہمارے روہیلہ کو بلائے اور اُسے یہاں لائے۔ حافظ محمد جمالؒ نے عرض کی کہ قبلہ عالمؒ اگر غلام کو حکم ہو تو میں روانہ ہو جاؤں اور انہیں لاؤں۔ فرمایا خیر ماشاءاللہ وہ خود آ جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ حضرت غوث زمانؒ اپنے گھر قلعہ گڑگوجی میں آدھی رات کے وقت مشغول بیٹھے تھے اور قلعہ کو قفل لگا ہوا تھا۔ اور قلعہ کے گرد خندق تھی اور خندق کے گرد کیکر، جنڈ اور ببول کی کانٹے دار باڑ تھی۔ حضرت صاحبؒ پر بڑی بے چینی اور اپنے مرشد کے دیدار کی شدت آرزو غالب آ گئی۔ جب دیکھا کہ قلعہ کے دروازہ کو قفل ہے اور انہیں جگایا یا قفل کھولا تو مجھے جانے سے منع کریں گے تو حضرت صاحبؒ نے قلعہ سے خار بندی پر چھلانگ لگا دی اور مہار شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ قلعہ سے چھلانگ لگانے سے حضرت صاحبؒ کے پائے مبارک پر کوئی ضرر نہ آیا پہلی منزل

دائرہ دین پناہ میں کی جو تونسہ شریف سے بارہ کوس پر ہے۔ اور دریائے سندھ کی دوسری طرف ہے کتب تاریخ میں اِس دریا کو جیہوں بھی لکھتے ہیں اور یہ دائرہ دین پناہ کوہ گڑھ کوجی سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے پیر کے شوقِ جمال میں یہ اتنی بڑی ایک ہی منزل کی اور پا پیادہ کی۔ دوسرے روز وہاں سے مخدوم رشید پہنچے جو دائرہ دین پناہ سے ۳۰ کوس پر ہے۔ آپ کشتی سے دریا پار کر کے جب ملتان پہنچے تو ایک برقعہ پوش کاملہ عورت کہ صاحب باطن تھی حضرت صاحبؒ سے ملی اور اس نے پشتو میں حضرت صاحبؒ سے کہا۔ کہ جلدی روانہ ہو جاؤ قافلہ تیار ہے۔ اور قافلہ تیار ہونے سے مراد وصال قبلۂ عالمؒ تھا۔ تیسرے دن مخدوم رشید سے روانہ ہو کر کرم پور میں منزل کی اور یہ شہر ملتان سے ۴۰ کوس پر ہے۔ چوتھے دن کرم پور سے روانہ ہوئے جہاں سے دریا تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ دریا پر آئے تو کشتی موجود نہ تھی۔ سرکاری آدمیوں نے کشتی پکڑ لی تھی اور کسی جگہ لے گئے تھے۔ تمام دن کشتی کے انتظار میں رہے۔ دریا کے کنارہ پر ایک گاؤں تھا وہاں ایک کہنہ مسجد میں رہے۔ عصر کے وقت حضرت صاحبؒ پیشاب کرنے کے لئے باہر آئے ہوئے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سفید ریش شخص چھوٹی کشتی کو کھینچتا ہوا دریا کے کنارہ پر آیا اور حضرت صاحب کو کہنے لگا کہ اے جوان جلدی آؤ اسی کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے رفیق غلام حیدر کو آواز دی کہ جلدی آؤ کشتی موجود ہے وہ حضرت صاحبؒ کا پیر بھائی تھا۔ مزاح سے کہنے لگا کہ اس جگہ تمہارے لئے کون کشتی لایا ہے فرمایا یہ ملاح ہے بلا رہا ہے الغرض حضرت صاحبؒ اپنے ساتھی کے ساتھ اس کشتی پر سوار ہوئے۔ جب اگلے کنارہ پر آئے تو اس آدمی نے کشتی کا کرایہ نہ لیا اور کہا میاں صاحبؒ یہ قصبہ غفوریاں کا راستہ ہے یہاں سے قریب ہے رات وہاں رہو۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ میرے اور میرے ساتھی کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ میں کہتا تھا کہ وہ کشتی بان سفید ریش تھا۔ اور میرا ساتھی کہتا تھا کہ سیاہ ریش تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرتؒ تین کس تھے۔ تیسرے نے کہا کہ وہ بے ریش تھا، الغرض حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم حیران رہ گئے کہ یہ کون تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت صاحبؒ سے سُنا تھا کہ ہم اس کشتی میں چار آدمی تھے۔ ایک نے کہا سفید ریش تھا۔ دوسرے نے کہا کہ آدھی سفید آدھی

کالی تھی۔ تیسرے نے کہاکہ بالکل سیاہ تھی۔ چوتھے نے کہاکہ بے ریش تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

کاتب الحروف کہتاہے کہ شک نہیں کہ وہ خضر علیہ السلام ہوں کہ اکثر دریامیں رہتے ہیں اور اولیاء اللہ سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کے کام سرانجام دیتے ہیں چنانچہ اکثر اوقات خضر علیہ السلام غوثِ زماں سے اگر ملاقات کرتے تھے جس کا ذکر پھر آئے گا۔ حضرت احمد جامؒ نے ٹھیک کہا ہے۔ ؎ باتُست خضرِ قافلہ شد شد نشد نشد

چوں پیر کامل ست شد شد نشد نشد

الغرض پانچویں دن حضرت شہر فرید میں پہنچے۔ اور چھٹے روز چاشت کے وقت مہار شریف پہنچ گئے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ نے اُس سفر میں کوہ درگ سے مہار شریف تک تین منزلیں کی تھیں۔ پہلی کوہِ درگ سے دائرہ مذکور تک۔ دوسری مخدوم رشید تک تیسری مہار شریف تک۔

جب مہار شریف پہنچے تو پہلے کنوئیں پر وضو کیا۔ وہاں سے مدہوشانہ و مستانہ قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راستہ میں جن صاحبزادگان سے ملاقات ہوئی اُن سے گفتگو نہ کی اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ سیدھے قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ میاں غلام رسول صاحبؒ فرماتے تھے کہ میری والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ میں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو اپنے حجرہ میں تکیہ دے کر چارپائی پر بٹھایا ہوا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پہنچے تو قدم بوسی کی اور چارپائی کی پائنتی کی طرف پایۂ چارپائی کے قریب بیٹھ گئے۔ قبلۂ عالمؒ کی عادت تھی کہ جب حضرت صاحبؒ اپنے گھر سے آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ تو سب سے پہلے یہ پوچھتے تھے کہ رات کہاں تھے۔ آپ نے کہا شہر فرید میں تھا۔ فرمایا تمہاری والدہ صاحبہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ عرض کی ٹھیک ہیں دُعا کرتی ہیں۔ پھر کچھ دیر خاموش حضرت صاحبؒ کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی نظرِ مبارک حضرت صاحبؒ کی طرف کرکے دیکھتے رہے میاں نور احمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں حاضر تھا۔ اور حضرت خواجہ سلیمان صاحبؒ کے چہرۂ مبارک کو دیکھتا تھا کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ آپ کے چہرہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کا چہرہ کبھی زرد پتے کی طرح ہو جاتا اور کبھی سرخ رنگ ہو جاتا۔ اُس لوہے کی طرح جو آگ میں سُرخ کرکے نکالا جائے۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ کی جمال و جلال کی تجلیات حضرت صاحبؒ

کے چہرہ پر وارد تھیں۔ جب تجلیٔ جلال ہوتی تھی تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جمالی تجلی ہوتی تھی تو سُرخ رنگ ہو جاتا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ اُس وقت بے خود اور محو بیٹھے ہوئے تھے اور تادیر یہی حالت رہی۔ کہتے ہیں اس وقت قبلۂ عالمؒ اپنے گھر کے صحن میں صحن کے باہر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے تشریف فرما تھے۔ جب سورج اُوپر آیا تو ہر شخص آفتاب کی گرمی کی وجہ سے اُٹھ گیا۔ قبلۂ عالم نے فرمایا کہ میری چارپائی حجرہ کے اندر کر دو۔ اور حضرت صاحبؒ کو فرمایا کہ جاؤ ڈیرہ کرو۔ حضرت صاحبؒ وہاں سے اُٹھے باہر آئے اور صاحبزادہ نور احمدؒ سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ مجھے معذور سمجھیں کہ جب میں قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں آ رہا تھا تو مجھے ہوش نہ تھی۔ بعد میں تمام صاحبزادگان وغیرہ سے ملاقات کی اور اس واقعہ کے پانچویں دن حضرت قبلۂ عالمؒ کا وصال ہو گیا۔

میاں غلام فرید صاحبؒ اپنے والد صاحبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت قبلۂ عالمؒ خاص توجہ غوثِ زمانؒ پر فرماتے تھے تو اُن کے چہرہ کا رنگ زرد و سُرخ ہو جاتا تھا۔ اس وقت قبلۂ عالمؒ کے لانگری میاں غلام رسول صاحب نے آکر حضرت صاحبؒ کو کہا کہ میاں صاحب آؤ اپنی روٹی لے لو۔ قبلۂ عالمؒ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو اس نے روٹی کھالی ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس نان سے مراد نانِ باطنی تھی۔ جو روح کی غذا ہے یعنی اُس وقت قبلۂ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کو وہ نانِ باطنی کھلا دی تھی۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

؎ گر خوری یک لقمہ از نانِ نور
خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور

پھر دوسری دفعہ غلام رسول لانگری صاحب آئے اور حضرت صاحبؒ کو کہا کہ میاں صاحب آؤ اور بتاؤ کہ میں کون سا حجرہ آپ کے لئے خالی کروں جس میں ڈیرہ کریں۔ قبلۂ عالمؒ نے پھر فرمایا کہ اسے کیا کہتے ہو۔ ابھی کچھ دیر بعد میرے انتقال کے بعد تمام حجرے خالی ہی ہو جائیں گے۔ میاں صاحب نور بخش صاحبؒ سجادہ نشین قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے

کہ برادرم میاں قطب الدین صاحبؒ نے میرے سامنے بیان کیا کہ میں نے مولوی شہسوار صاحبؒ مرحوم سے، جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ مجاز میں سے اور اہل ذوق وشوق میں سے تھے، سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے مولوی محمد عابد سوکڑی صاحبؒ کی زبان سے سُنا ہے اور وہ کہتے تھے کہ میں نے خود حضرت غوث زماں صاحبؒ کی زبان مبارک سے سُنا ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے مرضِ رحلت میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور قدم بوسی کر کے چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھ گیا تو فرمایا میرے نزدیک آجاؤ میں ذرا قریب ہوگیا۔ پھر فرمایا اور نزدیک آؤ۔ قریب تر ہوگیا۔ کہ میرے اور قبلۂ عالمؒ کے درمیان تھوڑا سا فرق رہ گیا۔ گویا جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا مقام حاصل ہوا۔ اسی طرح حضرت صاحبؒ کو اپنے شیخ ومرشد کا انتہائی قُرب حاصل ہوا۔ اُس وقت حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ تمام دوست باہر چلے جائیں کہ میں نے اس روہیلہ سے کوئی بات کرنی ہے۔ تمام اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ پھر مجھ پر توجہ فرمائی اور جو عنایت فرمانا تھا۔ عنایت فرمایا۔ یہاں تک کہ مجھے ہوش نہ رہا۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو مجھے فرمایا کہ جاؤ اور مسجد خدا بخش مہار میں جاکر ساکن ہو جاؤ۔ اب میرے پاس نہ آنا یہاں تک کہ میں فوت ہو جاؤں۔ جب میں مسجد مذکور میں گیا تو پھر قبلۂ عالمؒ کے حسب الامر ان کے فوت ہونے تک اُن کی زیارت کے لئے نہ گیا۔ جب قبلۂ عالمؒ کا وصال ہوگیا اور جنازہ تیار کر کے تاج سرور کی طرف چلے تو میں بھی ہمراہ ہوگیا۔ تدفین کے بعد جب تمام خلقت مہار شریف میں چلی گئی تو میں اُس رات مزارِ پُرانوار پر تمام رات رہا۔ اور روز فاتحہ کے لئے مہار شریف آیا کرتا۔

میاں غلام رسول خان ماکو افغانی فرماتے تھے کہ میں نے ملّا محمد فاضل تونسوی کی زبان سے سُنا ہے کہ میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے انتقال کے سفر میں حضرت غوث زماںؒ کے ہمراہ تھا۔ جب قبلۂ عالمؒ کی زیارت کے بعد اور اُن کی توجہ کے بعد اُن کے حکم سے اپنے ڈیرہ میں یعنی مسجد خدا بخش مہار میں تشریف لائے اور قبلۂ عالمؒ وصال پاگئے تو مجھے فرمایا کہ دیکھتے رہنا جب حضرت قبلۂ عالمؒ کا جنازہ اِس راستہ سے گزرے تو مجھے خبر کرنا چونکہ حضرت غوث زماںؒ کو قبلۂ عالمؒ نے منع فرمادیا

تھا اسلئے وہ دوبارہ نہیں گئے۔ پس جب جنازہ آیا اور میں نے حضرت صاحبؒ کو خبر کی تو آپ جنازہ کے ساتھ چلے۔ چونکہ آپ کو قبلۂ عالمؒ کی توجہ سے بہت مدہوشی اور بے خودی ہو گئی تھی کہ انہیں نہ اپنی خبر تھی نہ دوسرے کی تو مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے قبلۂ عالمؒ کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے یا نہیں میں نے کہا کہ پڑھی ہے۔

حضرت صاحبؒ نے قبلۂ عالمؒ کی صحبتِ ظاہری صرف پانچ چھ سال کی کیوں کہ بیعت کے بعد حضرت قبلۂ عالمؒ پانچ چھ سال زندہ رہے۔ اور پانچ سالوں میں بھی دو ماہ یا چار ماہ رہ کر حضرت غوث زمانؒ رخصت لے کر اپنے وطن چلے جاتے تھے۔ یعنی ان پانچ سالوں میں حضرت صاحبؒ کی مہار شریف میں بس آمد و رفت رہی پھر حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے بعد چھ چھ ماہ یا نو نو ماہ حضرت صاحبؒ قبلۂ عالمؒ کے مزار شریف پر معتکف رہے۔ اور مزار شریف سے فیض حاصل کیا۔ چنانچہ ایک دن سنگھڑ شریف میں حضرت صاحبؒ اپنے حجرہ میں بین العشائین کی مشغولی کے بعد لیٹے ہوئے تھے اور یہ کاتب الحروف اور دوسرے چند احباب بھی خدمت میں حاضر تھے۔ تو میاں محمد اکرم خادمِ خاص نے عرض کیا کہ قبلہ ولی کے مزار سے بھی طالبان کو فیض حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ اگر کوئی مزارِ ولی کے فیض کے بارہ میں پوچھنا چاہتا ہے تو مجھ سے پوچھے کہ میں نے حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار سے کیا فیض حاصل کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھے حضرت قبلۂ عالمؒ کی صحبتِ ظاہری تو پانچ سال ملی۔ مگر جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے مزار سے حاصل ہوا ہے، جہاں میں معتکف و مشغول رہا ہوں۔ اور اس طرح جو فیض حاصل کیا ہے میں ہی جانتا ہوں۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے بعد حضرت غوثِ زمانؒ چند ماہ آپ کے مزار پر معتکف رہتے اور پھر اپنے وطن واپس چلے گئے اور پھر ہر سال سنگھڑ شریف سے آپ کے عرس مبارک پر صدہا درویشوں کے ساتھ آتے تھے اور دو ماہ خانقاہِ قبلہ عالمؒ میں رہتے تھے اور اسی طرح تمام عمر یہی عمل رہا۔ چنانچہ یہ کاتب الحروف بھی پانچ چھ دفعہ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ سنگھڑ شریف سے قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ میں تاج سرور میں آیا ہے اور حضرت صاحبؒ کا معمول تھا کہ ایک سال کا وقفہ دے کر قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ سے پاکپتن شریف حضرت

گنج شکرؒ کے عرس مبارک پر جاتے تھے۔ یہ فقیر بھی تین دفعہ حضرت صاحبؒ کے ساتھ گیا۔ پس جب حضرت صاحبؒ کے مزاجِ اقدس پر ضعف غالب آیا اور سواری کی طاقت نہ رہی تو قبلۂ عالمؒ سے رخصت لے کر پھر چند سال آخر عمر میں قبلۂ عالمؒ کے عرس مبارک پر جانا چھوڑ دیا اور تونسہ شریف میں ہی عرس کر لیتے تھے جس میں بہت سا کھانا۔ حلوہ اور چاول پکاتے تھے۔ البتہ مجلس سماع نہیں کرتے تھے۔ علمائے ظاہر کے پاس خاطر کے لئے کیونکہ اکثر علماء وفقہا ملک خراسان و ہندوستان سے آتے تھے۔ مجلسِ سماع نہ کرنے میں حکمت تھی۔ البتہ حضرت صاحبزادہ گل محمدؐ صاحب مرحوم ایام عرسِ قبلہ عالمؒ میں اپنے بنگلہ میں مجلسِ سماع کرتے تھے اور صوفیوں کو وجد و ذوق و شوق ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ جب حضرت صاحبؒ کمزوری وضعیفی کی وجہ سے گھوڑی کی سواری نہ کرنے کی وجہ سے عرسِ قبلۂ عالمؒ میں جانے سے رہ گئے تو نواب محمدؐ بہاول خاں عباسی امیر بہاولپور نے جو آپ کا غلام و معتقد تھا۔ عرض کیا کہ آپ کے لئے میانہ اور پالکی تیار ہو جائیگی۔ اور کہار پالکی اٹھانے والے ہر وقت آپ کے دولت کدہ پر حاضر رہا کریں گے۔ آپ اس پالکی پر سوار ہو کر حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر تشریف لے جایا کریں۔ فرمایا کہ آدمیوں پر سوار ہو کر اپنے پیر کے عرس میں نہیں جاؤں گا۔ معاف رکھیں۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حق تعالٰے نے ہمارے حضرت صاحبؒ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی متابعت دی ہوئی تھی کہ ایک بال کے برابر خلافِ سنت عمل نہیں کرتے تھے۔ قرآن پاک میں ہے۔ "وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا" (کہ گھوڑے اور خچر تمہاری سواری کے لئے بنائے ہیں) آپ اسی پر عمل کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے پالکی کی سواری قبول نہ فرمائی۔ منقول ہے کہ جن دنوں حضرت صاحبؒ قبلۂ عالمؒ کے وصال کے بعد اُن کے مزارِ مبارک پر معتکف تھے تو میاں شیخ جمال چشتیؒ سکنہ تاج سرور کہ حضرت صاحبؒ کے پہلے مریدوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ اُن دنوں کھانا ہمارے گھر کھاتے تھے۔ ایک رات حضرت صاحبؒ کو دیر ہو گئی

تو کھانا کھانے نہ آئے۔ کچھ عرصہ انتظار کیا۔ پھر میں حضرت صاحبؒ کو بلانے آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت تاج الدین سرورؒ کے مزار مبارک اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے مزارِ مبارک سے درمیان گاؤں کے راستہ میں حضرت صاحبؒ مراقبہ میں مشغول بیٹھے تھے۔ میں نے قریب جاکر عرض کی کہ قبلہ رات بہت گزر چکی ہے کھانا کھانے تشریف لے چلیں اوپر سر اٹھا کر فرمایا۔ اے جوان اس رات اہلِ قبور کا تماشا دیکھا ہے کہ اس قبرستان میں بعض اہلِ مزار خوش و خرم ہیں اور بعض غم والم میں ہیں۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ نقل بہت سے معتبر آدمیوں سے سنی ہے۔ مثلاً مولوی عبدالشکور صاحبؒ و صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ سے۔

حضرت صاحبؒ کا کوہ درگ میں سکونت اختیار کرنا

وہاں لنگر جاری کرنا اور مستقل طور پر تونسہ شریف میں قیام پذیر ہونا۔

حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد حضرت صاحبؒ اُن کے مزار اقدس پر چند ماہ معتکف رہے۔ پھر اپنے ملک تشریف لے گئے اور وہاں پختہ طور پر استقامت اختیار کی۔ وہاں لنگر جاری کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی ہمشیرہ صاحبہ کو فرمایا کہ گھر میں جو غلہ بھی موجود ہے اُس کو پکاؤ۔ پہلے دن اِن کے گھر میں نیم پڑوپی غلہ تھا۔ رات کے وقت اس کا دلیہ پکایا اور اس دلیہ سے ہمشیرہ صاحبہ، والدہ صاحبہ و اقربا کو حصّہ دیا اور خود بھی کھایا (جیسا کہ غلام حیدر صاحب کے ملفوظ میں درج ہے، اس کے بعد بھی اسی طرح کیا کہ جو کچھ گھر میں موجود ہوتا اُسے پکا کر خویش و اقربا کو کھانا کھلاتے۔ کچھ دن اسی طرح کیا اور خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ پھر عمر خاں جعفر کی درخواست کے مطابق، جو آپ کا ہم قوم تھا اور آپ کے خاندان ہی سے تھا اس کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اور سُنّت نبوی بجا لائے۔ بعد ازاں اسی جگہ کوہ گڑگوجی میں مکانات، حرم سرا، مسجد شریف اور درویشوں کے مکانات سنگ خارا سے تیار و مرمت کرائے۔ تاکہ وہ طالبانِ حق جو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئیں اور مرید ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنا چاہیں وہ اطمینان سے رہ سکیں۔ وہیں آپ اپنے پیرانِ عظام کے عُرس بھی کرتے تھے اور ہر طرف سے گروہِ طالبانِ حق حضرت صاحبؒ کی خدمت میں کوہ درگ میں پہنچتے تھے۔ اور کچھ مدت وہیں گزارتے تھے۔ حضرت صاحبؒ وہیں سے ہر سال حضرت قبلۂ عالمؒ کے عُرس مبارک پر جاتے تھے۔

حضرت صاحبؒ کی تونسہ شریف میں تشریف آوری اور کوہ درگ سے نقلِ مکانی کے چند اسباب لکھے گئے ہیں ① اوّل یہ کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے آپ کو فرمایا تھا کہ تمہارا پہاڑی ملک حکومت کی جگہ نہیں ہے۔ وہاں ہر شخص اپنے گھر میں حاکم ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہاں سے اُٹھ کر حکومت کے علاقہ میں اقامت اختیار کریں۔ اس

وجہ سے حضرت قبلہ عالمؒ کے حکم کے مطابق وہاں سے اُٹھ کر تونسہ شریف میں سکونت اختیار کی۔ ② دوسرا سبب یہ ہے کہ جب ہر طرف سے طالبانِ حق اور درویش حضرت صاحبؒ کی خدمت میں کوہ درگ میں پہنچ کر مرید ہوتے تھے اور رشد وہدایت حاصل کرتے تھے تو راستہ میں ڈاکو اور چور فقرا کو لوٹ لیتے تھے اور اذیت پہنچاتے تھے۔ پس آں جناب کہ جن کا مقصود خلق کو فیض پہچانا تھا۔ درویشوں کی تکلیف و مصیبت کی وجہ سے کوہستان سے اُٹھ کر تونسہ شریف میں آگئے اور یہاں مقیم ہوگئے۔ ③ تیسرا سبب یہ تھا کہ جب حضرت صاحبؒ نے قصبہ گڑگوجی میں جاکر سکونت اختیار کی اور لنگر جاری کیا اور ہر طرف سے طالبان خدا آپ کی خدمت میں آنے شروع ہوئے تو آپ کی برادری کو حسد پیدا ہوا۔ اور آپ کی ایذا رسانی پر تیار ہوگئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کفارِ مکہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا تھے ایذائیں دی تھیں۔ اور جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے پر کمر باندھ لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ لہٰذا حضرت صاحبؒ بھی کوہ درگ سے اپنی قوم کی ایذا رسانی کی وجہ سے تونسہ شریف کی طرف ہجرت فرما گئے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس سے واپس آتے ہوئے حضرت صاحبؒ تونسہ شریف تشریف لائے تو خود وہیں سکونت پذیر ہوگئے۔ اور نور خاں بلوچ کرمانی کو، جو حضرت صاحبؒ کے خاص مریدوں میں سے تھا اور آپ کا وزیر تھا، موضع گڑگوجی میں بھیجا اور اہل پردہ کو تونسہ شریف بلا لیا۔ چنانچہ آپ کی والدہ صاحبہ ہمشیرہ صاحبہ اور حضرت مائی صاحبہ تونسہ شریف آگئے۔ پہلے ایک کمرہ ایک دلان اور چاروں طرف اونچی دیوار کا احاطہ اپنے دولت خانہ کے لئے تیار کیا اور ایک حجرۂ عبادت کے لئے بنایا نیز ایک دالان فقرا کی مجلس کے لئے اور ایک مسجد بغیر چھت کے تعمیر کی تھی۔ مسجد جس کے تین طرف مرد کے قد کے مطابق دیوار تھی اور مشرق کی طرف پتھر رکھ کر مسجد کی علامت تیار کی تھی اور نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ بعد ازاں ایک بنگلہ حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ کی شادی کے وقت اپنے خرچ سے تیار کیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک اصطبل مہمانوں کے گھوڑوں کے لئے تیار کرایا جس میں ایک دو

گھوڑے لنگر کے بھی تھے۔ ان مکانات کے علاوہ اپنے آرام کے لئے کوئی مکان تعمیر نہ کیا۔ بعد میں خلیفہ محمد یاران صاحبؒ نے تین حجرے اور ایک دالان درویشوں کے لنگر پکانے کے لئے تعمیر کرائے۔ کچھ عرصہ بعد برخوردار چاکی نے جو حضرت صاحبؒ کے غلاموں میں سے تھے۔ چھت دار مسجد سادہ مٹی سے تیار کرائی۔ منقول ہے کہ جب نواب بہاول خاں صاحب نے پکی مسجد پکی اینٹوں سے چند ہزار روپے کے خرچ سے تیار کرانی شروع کی۔ اور اسلام خاں بلوچ کی معرفت جو حضرتؒ کے مریدانِ مجازین سے تھے اور نواب مرحوم کے کارداروں میں سے تھے۔ اُس کچی اینٹوں کی مسجد کو جو برخوردار چاکی نے تیار کرائی تھی گرانا شروع کیا۔ تو اُس وقت یہ فقیر کاتب الحروف حضرت صاحبؒ کی خدمت میں ظہر کے وقت بیٹھا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے چشمِ پُرآب سے فرمایا کہ یارو اِس ہماری پرانی مسجد کو جو ہماری مدت مدید سے رفیق تھی۔ کیوں گرا رہے ہو۔ اِسلام خاں نے عرض کیا کہ حضور یہ آپ کی اِسی قدیم مسجد کی برکت ہے کہ یہاں اسی جگہ اب پکی مسجد گچ سے تیار ہو رہی ہے نیز یہ کہ پرانی تمام مسجد نئی پختہ مسجد کے صحن میں آجائے گی۔

بعدازاں افغان بختیار نے ایک بنگلہ رنگین چھت والا اور کنواں حضرت صاحبؒ کے لئے تیار کرایا۔ لنگر تو آپ نے روزِ اوّل سے ہی کوہ درگ میں شروع کر دیا ہوا تھا۔ وہاں کوئی ہندو بقال نہ تھا فقط توکل ربّ پر لنگر جاری کیا تھا۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی اُسے فقراء کے خرچ میں لاتے۔ جب تونسہ شریف میں تشریف لائے تو طالبانِ خدا ہر ملک سے خصوصاً خراسان، ہندوستان، عرب و عجم، روم و شام سے فوج در فوج آنے شروع ہوئے۔ آپ کے شاہانہ فیوض اور امیرانہ رفعت کا شہرہ ہر ملک میں پھیل گیا۔ چنانچہ فقراء کے لئے ہر چیز کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پیارا نام ہندو بقال تھا جو مفلس تھا اُسے لنگر کا مودی مقرر فرمایا اور بقول سعدی ؎

کسانیکہ با ما دریں منزل اند   خریدارِ دکانِ بیرونق اند

پر عمل کیا اور فقراء کے امور کے لئے اجرائے پروانہ کا کام میاں علی محمد ہوتانی کے سپرد کیا۔ مستوفیٔ حساب میاں برخوردار چاکی کو مقرر کیا اور وکیلِ سرکار و مدبرِ صلاح کار نور خان گومانی

کو مقرر کیا۔ اور نور خاں کے فوت ہونے کے کافی عرصہ گذرنے کے بعد میاں گل محمد فشیدہ امانی کو مشیر با تدبیر مقرر فرمایا۔ منشی گری کا عہدہ صادق محمد کابی کو عطا فرمایا۔ نیز تمام کسب کام کرنے والے کارکن مثلاً حجام، ترکھان، لوہار، موچی، ماشکی، خارکش، کلال، دھوبی اور کوٹانہ وغیرہ مستقل طور پر لنگر کے روزینہ خوار تھے۔ انہیں ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ درویشوں کی بھی تمام ضروریات یہیں سے پوری ہوتی تھیں۔ بیماروں کے علاج کے لئے طبیب بھی موجود تھے اور مودی کو حکم تھا کہ جس وقت کوئی حاجت مند دوائی کا نسخہ تمہاری دوکان پر لائے تو ہماری اجازت یا حکم کے بغیر دوائیاں دے دو۔ لانگری کے عہدہ پر پہلے محمود صاحب کو مقرر فرمایا۔ اس کے بعد مقبول صاحب کو لانگری مقرر کیا اور اس کے بعد خدا بخش صاحب لانگری مقرر ہوئے۔ منقول ہے کہ ایک دن خدا بخش لانگری نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اِس ماہ سات سو (۷۰۰) روپے صرف فقرا کی ادویہ پر خرچ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے خیرہ چشم حیا نہیں ہے کہ درویشوں کی جان کے نقصان پر اپنے منہ کو پراگندہ کرتا ہے اور کھولتا ہے، اٹھو اور دور ہو جاؤ۔ اگر ایک ماہ میں سات ہزار (۷۰۰۰) روپے بھی خرچ ہو جائیں تو مجھے اطلاع نہ دی جائے۔ نیز حجام کو حکم تھا کہ فقراء کی حجامت کو پندرہ دن سے زائد نہ ہوں اور خود حضرت صاحبؒ بھی جمعرات کو پندرھویں دن حجامت بنواتے تھے۔ منقول ہے کہ جب علی محمد ہوتانی مذکور فوت ہوئے تو قرض داروں نے اس کے بیٹے کے ساتھ تقاضا کیا۔ اُس نے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو علی محمدؒ کا قرض مانگتا ہے لنگر کے مودی کے پاس چلا جائے اور لکھا دے۔ کل ایک سو اسی (۱۸۰) روپے بنے۔ مودی کو بلایا اور فرمایا کہ اُس کا قرض ادا کر دیں۔ لنگر میں ہر طالبِ خدا کے لئے روٹی تین پاؤ پختہ کی اور ششماہی پوشاک اور نئے جوتے کہنہ ہونے پر اور ایک آثار روغنِ سیاہ ہر مہینے اور خشکی دور کرنے کے لئے روغن زرد مقرر تھا۔ خانقاہ میں بہت سے مدرس تھے۔ اِن علماء کے لئے معمول یہ تھا کہ ایک آثار پختہ غلّہ یومیہ اور ایک آثار پختہ روغن زرد ماہوار اور نیز ایک آثار پختہ روغن سیاہ ماہانہ مقرر تھا۔ ہر ششماہی پر انہیں نئی پوشاک دی جاتی تھی۔ ایک لنگی اور ایک گوسفند ہر سال ہر ایک معلّم کے نام مقرر تھی۔ اور اگر فرقۂ علماء اور فقراء سے کسی کی شادی ہوتی تو اُس کی

حسبِ لیاقت و اہلیت نقد روپیہ حسبِ حال دس روپے سے لے کر سو روپے عطا فرماتے تھے۔ اور اسباب زیور و پوشاک اس کے علاوہ عطا فرماتے تھے۔ مندرجہ بالا ضروریات کے علاوہ اِن کے اہلِ خانہ کے لیئے غلّہ اور روٹی ہر چھ ماہ میں اور گھی اور تیل نمک پہاڑی، ہلدی اور اس طرح کی دوسری ضرورت کی چیزیں ماہ بماہ بھجواتے تھے۔

حضرت قبلہ عالمؒ کی طرف سے حضرت صاحبؒ کو عطائے خلافت،

ایک دن میاں غلام رسول عرف کو نے اس فقیر کے سامنے حضرت صاحبؒ کی خلافت کا حال حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ شریف میں ۱۲۷۷ھ میں مولوی غلام رسول چنٹر بہاول پوریؒ کی روایت سے بیان کیا۔ چونکہ مولوی صاحب ممدوح بھی عرس قبلہ عالمؒ پر امسال آئے ہوئے تھے۔ تو کاتب الحروف نے از سرِ نو اُن سے تحقیق حال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک بار حضرت صاحب قبلہ غوثِ زمانؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر بلدہ تاج سرور کی طرف تشریف لائے رئیں یعنی مولوی غلام رسول چنٹر، مولوی نور جہانیاں بہاول پوریؒ جو آپ کے یارانِ مجاز سے تھے۔ اور دیگر گروہ علماء و فقرا بھی حضرت صاحبؒ کے ہمراہ تھے۔ جب بلدہ مخدوم رشید کی منزل سے جو ملتان سے نو کوس مشرق کی طرف ہے۔ روانہ ہوئے تو مشائخ وقت اور اُن کا مخلوقِ خدا کو بیعت کرنے کا ذکر ہم علماء و فقرا ایک دوسرے سے کر رہے تھے۔ حضرت صاحبؒ قریب تر آ رہے تھے۔ جب ہمارا یہ تذکرہ سُنا۔ تو فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے خلافت عطا کی تو مَیں نے انکار کیا اور عرض کیا کہ قبلہ یہ بارِ گراں مجھ سے نہیں اٹھایا جائے گا۔ کیوں کہ زمانہ نازک ہے۔ لوگ خدا کی نافرمانی میں مشغول ہیں۔ میں کس طرح مخلوق کے اس بار کو اپنی گردن پر ڈالوں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ "مجھے خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا ہے۔ کہ اپنی خلافت محمد سلیمان کو عطا کر۔ مَیں اپنی طرف سے نہیں دے رہا۔ یہ خلافت خدا کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔" مَیں نے پھر انکار کیا کہ صاحب یہ بارِ گراں مجھ سے نہیں اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ

دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو خلافت کیوں نہیں لیتا اور خلقت کو فیض کیوں نہیں پہنچاتا اور کیوں بیعت نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کام کے لائق نہیں ہوں۔ فرمایا کہ تو اس کام کے لائق ہے۔ اس لئے تجھے حکم دے رہا ہوں اور ہمیں تمہیں خلافت اپنی طرف سے دے رہے ہیں۔ تم خلق کو مرید کرو۔ میں نے پھر عرض کیا کہ میں نے آپ کے حکم سے خلافت قبول کی مگر یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ میں تب خلقت کو مرید کروں گا جب حق تعالےٰ میرے مریدوں کو بخش دے فرمایا کہ جو تیرا مرید ہوگا اُس کی شفاعت کروں گا اور حق تعالےٰ اُسے بخش دے گا۔ بعد میں حضرت قبلہ عالمؒ سے خلافت لی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خلافت لی ہے اس کے بعد غوث زماںؒ نے ہمیں فرمایا کہ میں نے اُس دن سے خلقت کو مرید کرنا شروع کر دیا۔"

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ نے اپنے ایک مرید کو کہا تھا کہ "مریدی لاتخف" (اے میرے مرید ڈرو نہیں) کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ قصہ بالکل ٹھیک ہے جو میاں غلام رسول صاحب باکو افغان اور میاں ابراہیم قوال نے اِس فقیر کے سامنے بیان کیا تھا۔ یہ دونوں حضرات معتبر اور ذاکر و شاغل اصحاب تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ تونسہ شریف میں اپنے بنگلہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت صاحبؒ مشرق کی طرف چہرہ مبارک کئے بیٹھے تھے اور ہم دونوں حضرت صاحبؒ کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر روغن بادام کی مالش کر رہے تھے۔ حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص حضرت صاحبؒ کے عقب کی طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت میں اپنے خاتمہ کے سلسلہ میں بہت ڈرتا ہوں مجھے ایمان کا بہت خوف ہے اور دن رات اِس فکر میں دِلگیر رہتا ہوں کہ پتہ نہیں میرا خاتمہ کیا ہوگا! حضرت صاحبؒ جس حال میں بیٹھے تھے آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھایا اور اپنے دوش مبارک تک لے جا کر اس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ "مریدی لاتخف"۔ پھر دوسری مرتبہ دایاں ہاتھ اوپر اٹھا کر کندھے تک لے گئے اور فرمایا

"مریدی لاتخف"۔ اور پھر تیسری مرتبہ اسی طرح ہاتھ اٹھا کر جذبۂ تمام کے ساتھ فرمایا "مریدی لاتخف"۔ غلام رسول خاں فرماتے تھے کہ وہ دایاں ہاتھ جس سے آپ نے اُس کی طرف اشارہ کیا تھا ہم اُس ہاتھ کی مالش کر رہے تھے آپ میرے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر پھر اشارہ فرماتے تھے اس واقعہ کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ حافظ نور دین ڈہڈی جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ مجاز میں سے تھے اور رمضان شریف میں حضرت صاحبؒ کو قرآن پاک سناتے تھے وہ اس کاتب الحروف کے دلی دوستوں اور محرمانِ راز میں سے بھی تھے اور عالم و فاضل ذاکر و شاغل اور صاحبِ ذوق و وجد تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مَیں اکثر اوقات اِن دنوں کہ جب خلیفہ محمد باراں صاحبؒ تونسہ شریف تشریف لائے تھے اِن کی خدمت میں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن میرے سامنے حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن مَیں نے حضرت صاحبؒ سے عجیب قصہ سُنا۔ مَیں نے کہا کہ بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ ایک دن مَیں نے حضرت صاحبؒ قبلہ کی خدمت میں خلوت میں جا کر عرض کیا کہ قبلہ ایک سوال لے کر آیا ہوں البتہ اپنے دل کی تسکین کے لئے یہ سوال کرتا ہوں نہ از راہِ اعتراض۔ فرمایا سوال کرو۔ مَیں نے عرض کی کہ قبلہ مشائخِ سلف عام آدمی کو مرید نہیں کرتے تھے البتہ کوئی صالح آدمی ہوتا یا طالبِ خدا و عاقبت ہوتا تو اُسے مرید کر لیتے۔ فاسق و فاجر کو مرید نہیں کرتے تھے یہ کیا سبب ہے کہ آپ نے بیعت کو عام کر دیا ہے کہ ہر فاسق و فاجر، چور شرابی و رند جو بھی آتا ہے آپ اُسے مرید کر لیتے ہیں۔ حضرت صاحبؒ کچھ عرصہ خاموش رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ اِس راز کو فاش کرنا مناسب نہ تھا مگر چونکہ آپ نے سوال کیا ہے اس لئے جواب ضروری ہے۔ فرمایا میں نے حضرت قبلہ عالمؒ سے خلافت حاصل کر لینے کے بعد چند دن خلقت کو مرید نہ کیا۔ آخر ہاتف نے آواز دی کہ اے فلاں مخلوق کو مرید کر اور ان کی راہِ خدا کی طرف رہنمائی کر۔ مَیں نے عرض کی یاالٰہی مَیں مرید کرنے کے لائق نہیں ہوں اور میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ مخلوق کا بوجھ اٹھاؤں۔ حکم ہوا کہ اے فلاں تو مرید کرنے کے قابل ہے اور ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ مخلوق کو مرید کر۔ مَیں نے پھر عرض کیا کہ الٰہی

میں اس وقت لوگوں کو مرید کروں گا کہ آپ میرے ساتھ عہد کریں کہ جو میرا مرید ہو گا. اُسے آپ بخش دیں گے. حکم ہوا کہ جو تیرا مرید ہو گا اُسے بخش دوں گا۔ اُس دن سے میں نے عام مخلوق کو مرید کرنا شروع کر دیا۔ کہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا تو وہ ہے میں مرید کرنے میں بخل کیوں کروں۔ خلیفہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت صاحبؒ نے یہ قصہ بیان کر کے میرے کان کو پکڑا اور فرمایا کہ خبردار اس راز کو فاش نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ مخلوق گمراہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی کہ جب آپ سے یہ بات ہضم نہیں ہوئی تو مجھ سے بھی ہضم نہ ہو گی۔ مسکرائے اور فرمایا جہاں تک ہو سکے چھپانا۔ اِس قصہ کو مولوی محمد حسین صاحب پشاوری نے نظم کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راوی این راز نورالدین نام	مولوی و حافظ و شیرین کلام	هم خلافت منزلت صوفی شعار	هم شرافت مرتبت فرخنده کار
بر ده سال او به پیش حضرت تا که بود	در تراویح ختم قرآن مینمود	همره بابهای حضرت هم براو	بود از خود شیدای ماه رو
گاه گاه از شفقت با لطیف	راز می گفتند با داعی لطیف	رازهای اندر خلوت از قرب ذات	کرده پیش شیخ عالم غوث ذات
کای شهنشاه تمامی اولیا	قطب عالم کاملان را پیشوا	کای سلیمان منزلت غوث زمان	بارگاه هست مسجدگاه انس و جان
ای ز نورت روشن این کون و مکان	وی ز فیضت سبز گلزار جهان	ای ز عزت فخر ذات مصطفی	وی تو محبوب دین مجتبی
ای زمین تو بنور احمدی	وی تو سرو زیب گلزار نبی	ای ز گلهای معارف گلشنی	وی چراغ چشت را تو روشنی
ای ز شفقت ملجأ او دستگیر	ملجأ و ماوای مسکین و فقیر	ای که فیض عام را گسترده	خوان نعما بهر خلق آورده
هر که آمد بر درت خالی نرفت	گرچه خالی بود از زر دولت	این صلای عام که در داده	که همه این خوان که بنهاده
گرچه باشد فی الشقی ابلیس هم	چون رسد سوی تو ملی ساز نعیم	هیچ شیخی اینچنین جرأت نکرد	حیرتم دامن گرفت ای شیخ فرد
هر که بودی صاحب معنی خلف	بیعتش کردند شیخان سلف	ور بود ناسازگار و ناخلف	دست او را گر فتند کی بکف
در جنابت ای تو خاص کردگار	سی هزار آیند گر سی صد هزار	خواه تجانند خواه از اغنیا	دست شان گیری تو داده خدا
اندرین معنی مرا حیرت فزود	حیرتم را دفع می باید نمود	گرچه گستاخیست ای عالی جناب	این سؤالم را عنایت کن جواب
شیخ عالم غوث ارض و السماء	گفت از حق آیدم هر دم ندا	کای سلیمان منزلت محبوب من	وی تو بودت خلعت موهوب من

برکه گیرد دست تو اندر جهان ‌ ‌ بحسابش آور بیش و بیشمار
من ضعیفم هم مریدانم ضعیف ‌ ‌ بر ضعیفان رحم یا رب اللطیف
بعد ازانم هر زمان آید خطاب ‌ ‌ کانچه میگوئی پذیرفتم شتاب
کز نگیرم همان او تا ندهمش ‌ ‌ آنچه خاصان را دهیم و بدهمش
هر کسی کامروز بیند مر ترا ‌ ‌ آتش دوزخ لنسوزد مرد را
زنده کامروز یارا هر که دید ‌ ‌ بیشک او از آتش دوزخ رهید
آنکه صد سالست عمرم کم و بیش ‌ ‌ این خطاب آید هم هر دم بیش
آنکه خاصان را دهیم بعد از فنا ‌ ‌ طالبانت را دهیم اندر بقا
تا که آید کسی زین فیض عام ‌ ‌ بهره یابد شاد باشد والسلام
تا نگوئی سر سلطانی بکس ‌ ‌ تا نریزی قند در کام مگس
بحر قلزم چونکه این در را بدر ‌ ‌ کرد چون بنهاد در کوزه دید
تا تو بتوانی نگهدارش تا ‌ ‌ زو بجز محمل نسازی قصه ها
چند روزی در میان داشت سینه ‌ ‌ گنج پوشیده در گنجینه داشت
خواست از وی تا سخن رانی کند ‌ ‌ وز بیانش شکر افشانی کند
اتفاقًا زدی شیرین مقال ‌ ‌ خود رامی گشت با این خسته حال

من بدین رضی نبودم انعام ‌ ‌ عرض کردم با آیه ذوالکرام
آنچه خاصان را دهی در آنجهان ‌ ‌ من ضعیفان را بده در اینجهان
که مرا سوگند ذات من بود ‌ ‌ هر که گیرد دست تو بر من بود
آن بها والدین که غوث حق ‌ ‌ یک الشنود چون از الهام حق
زین سخن بشگفت شیخ نامدار ‌ ‌ خویش را بر کرد بر اشتر سوار
ای پسر بشنو بگوش هوش تو ‌ ‌ باز آ از غفلت خرگوش تو
کای تو فانی باقی هم با ذات من ‌ ‌ هم مرا سوگند عزت ذات من
چونکه فرمانم رسد هر دم چنین ‌ ‌ این صلائی عام دارم در راه این
گفت او شیخ چون گفت این سخن ‌ ‌ گوش من بالید و گفت این سخن
او زمین بوسید گفت این خاص حق ‌ ‌ کوزه چه بود چونکه قلزم فانغلق
شیخ گفتا که بتو اسے نهار ‌ ‌ دار اندر سینه چون گنج نهان
او زمین بوسید بیرون با ادب ‌ ‌ شد خلوتخانه آن خاص رب
لیک حسب قول شه مردان شجاع ‌ ‌ کل سر جاوز الاثنین شاع
کرد پیدا بایک از یار کهن ‌ ‌ او به دیگر دیگرے اتمام من
از قضا آن بنجیبا را که داشت ‌ ‌ بر دلم از کلک خوشگوئی نگاشت

کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہی سبب تھا کہ حضرت غوث الاغواث فرماتے تھے کہ جو میرے دروازے پر آتا ہے وہ صاحبِ قسمت ہے۔ بے نصیب میرے دروازے پر آتا ہی نہیں۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ ربیع الاوّل کے مہینہ کی بارہ تاریخ کو اچانک ہزارہا مخلوق مرد و عورت سنگھڑ شریف کے گرد و نواح میں حضرت صاحبؒ کے دروازہ پر جمع ہو گئے اور بنگلہ شریف کے گرد طواف کرنے لگے۔ اُن سے پوچھا کہ تمہارے آنے اور جمع ہونے کا سبب کیا ہے۔ کہنے لگے کہ ہمارے علاقہ میں آوازۂ غیبی ہر چھوٹے بڑے

نے سُنا ہے کہ جو کوئی ۱۲ ربیع الاوّل کو حضرت خواجہ سلیمانؒ کی زیارت کرے گا بہشتی ہے۔ ہم حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے چالیس چالیس پچاس پچاس کوس سے آئے ہیں تاکہ حق تعالےٰ ہمیں بخش دے۔ اِن میں سے ایک عورت سے پوچھا گیا کہ تو اپنا حال بتا کہ کہاں سے آئی ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا گھر یہاں سے تیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ میں گزشتہ شب روٹی پکا رہی تھی کہ یکایک ایک آواز سُنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ جو کوئی کل ۱۲ ربیع الاوّل کو حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کی زیارت کرے گا۔ بہشتی ہے۔ مجھے یکایک بے قراری ہوئی میں اپنے بچوں کو اور اپنے ناپختہ آٹا کو اُسی حالت میں چھوڑ کر اِدھر روانہ ہوگئی۔ الغرض یہ گروہِ کثیر بنگلہ شریف کے گرد جمع ہوگیا۔ حضرت صاحبؒ نے جو حجرہ شریف میں مشغول تھے۔ جب لوگوں کا یہ شور و شغف سُنا تو اپنے خادمِ خاص محمد اکرم کو جو خدمت میں حاضر تھے پوچھا کہ یہ انبوہِ کثیر کس لئے جمع ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ پہلے خود ہی مخلوقِ خدا کو بلا لیا ہے اب مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آکر جمع ہیں۔ اب برائے خدا حجرہ سے باہر تشریف لائیں تاکہ آنے والے زیارت و قدم بوسی سے مشرّف ہو جائیں اِس لئے کہ انہیں یہ غیبی آواز سنائی دی ہے کہ جو ۱۲ ربیع الاوّل کو آپ کی زیارت کرے وہ بہشتی ہے۔ پس حضرت صاحبؒ حجرہ شریف سے باہر نکل کر بنگلہ شریف میں بیٹھ گئے اور آنے والے زیارت و قدم بوسی حاصل کرتے تھے اور بیعت سے مشرف ہوتے تھے اور جب حضرت صاحبؒ نے غیب سے آواز سُننے کا حال سُنا تو فرمایا " اِعْتِقَادُکُمْ یَنْفَعُکُمْ "۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میاں صاحب غلام رسول خاں جیو اس فقیر کے سامنے فرماتے تھے کہ جب ہزارہا مخلوق آوازِ غیبی سُنکر تونسہ شریف میں حضرتِ محبوبؒ کی زیارت کے لئے آئی اور بنگلہ شریف کے گرد گروہِ کثیر جمع ہوگیا۔ تو میں نے ایک شخص سے پوچھا تو کہاں رہتا ہے اور کیسے آیا ہے۔ اس نے کہا مَیں چرواہا ہوں صحرا میں اپنا گلّہ چرا رہا تھا کہ ناگاہ غیب سے ایک آواز سُنی کہ جو کوئی کل ۱۲ ربیع الاوّل کو تونسہ شریف جاکر حضرت خواجہ سلیمان صاحبؒ کی زیارت کرے گا بہشتی ہے۔ مَیں نے اپنے گلّے کو وہیں صحرا میں چھوڑا اور اُسی وقت وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اور اس جگہ پہنچ گیا۔ نیز میاں صاحب ممدوح فرماتے تھے کہ جب ہجومِ خلق زیادہ ہوگیا

قبلہ حضرت صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ حجرے کے دروازے کو بند کردو کہ جب یک بارگی خلقت میرے پاس آئے گی تو مجھے ایذا پہنچے گی۔ اور ان کو کہو کہ پانچ پانچ چھ چھ آدمی آئیں اور زیارت کرتے جائیں۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ البتہ چونکہ ہجوم بہت زیادہ تھا اس لئے جوق در جوق حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گرتے تھے اور اسی طرح عورتیں آکر حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گرتی تھیں نیز میاں صاحب موصوف فرماتے تھے کہ جب میں نے دیکھا کہ خلقت زیادہ جمع ہوگئی ہے اور حضور کی طبع نازک ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے۔ تو میں نے حضرت صاحبؒ کے حکم سے بنگلہ شریف کے شمالی اور جنوبی دروازہ کو کشادہ کردیا اور تمام حاضرین سے کہا کہ حضرت صاحب کا حکم ہے کہ جو کوئی اس دروازہ سے گزر کر اُس دروازہ سے باہر چلا جائے گا وہ بہشتی ہے۔ پس اس بات کا سننا تھا کہ تمام حاضرین نے ایسا ہی کیا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ حضور آپ کو ایذا سے بچانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ فرمایا خوب کیا البتہ یہ کرو کہ مرد عورت اکٹھے نہ داخل ہوں۔ علیحدہ علیحدہ کردو۔ جب باہر کی مخلوق نے زیارت سے فراغت پالی تو پھر تونسہ شریف اور اُس کے گرد و نواح کے لوگ بھی آئے اور انہوں نے بھی زیارت کی۔ چونکہ صاحبزادگانِ مہاروی میاں غلام قطب الدین صاحبؒ وغیرہ بھی حاضر تھے۔ وہ سب صاحبان بھی آئے اور قدم بوسی و زیارت کی۔ نیز میاں غلام رسول صاحب فرماتے تھے کہ حضرت صاحبؒ کی ایک اور کرامت یہ تھی کہ جس دن آوازۂ غیبی سے بے شمار مخلوق اکٹھی ہوگئی۔ تو اُس دن حضرت صاحبؒ کے لنگر شریف میں آٹا بدستور سابق گوندھا اور خمیر کیا گیا تھا جب ہزار ہا مخلوق جمع ہوگئی تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ خدا بخش لانگری آئے اور آواز دے کہ جو بھی باہر سے حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آیا ہے حضرت صاحبؒ کے لنگر سے کھانا کھائے۔ پس حق تعالیٰ نے اُس آٹے میں اس قدر برکت ڈالی کہ ہر شخص کے لئے وہ آٹا کافی ہوگیا۔ چنانچہ اسی آٹے سے ہزار ہا مخلوق نے روٹی کھائی۔ منقول ہے کہ میاں محمد بن سبائی اس فقیر کاتب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ جس وقت میاں صاحب کاتب نے، جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ قدیمہ سے تھے اور اپنے وقت کے صالحین میں سے تھے۔ اس انبوہِ کثیر کو دیکھا

کہ حضرت صاحبؒ کی زیارت کرتے ہیں تو وہ میرے سامنے رونے لگے اور کہنے لگے اے عزیز
ان بے شمار لوگوں کے جمع ہونے سے مجھے حضرتِ محبوب کے فراق کی بو آتی ہے کہ عن قریب
اس جہان سے رحلت فرما جائیں گے کیوں کہ جب سورۂ نصر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
ہوئی (قولہ تعالیٰ: وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً) اور خلق خدا
فوج در فوج آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے لگی تو اس کے تھوڑی مدت
بعد ہی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ اس مخلوقِ کثیر کے جمع ہونے سے
مجھے وہی ماجرا نظر آتا ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو حضرتِ محبوب کے فراق کا درد دکھا رہے
ہیں۔ چونکہ اس کی یہ بات صدقِ دل سے تھی مقبول ہوگئی۔

منقول ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے آپ سے بیعت کی وہ خلیفہ محمدؐ یاراں
جیوؒ تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ جمال الدین چشتیؒ سکنہ تاج سرور پہلے مرید تھے۔
اس کے بعد دوسری مخلوق مرید ہوئی۔ میاں محمد یار پسر مولوی ولی محمدؐ سکنہ قریہ لانگھ
جو حضرت صاحبؒ کے استاد تھے، کہتے تھے کہ میرے سامنے میاں تقی محمدؐ صاحب
فرماتے تھے کہ جب غوث زماںؒ نے خلعتِ خلافت پہنا اور حضرت قبلہ عالمؒ سے
رخصت ہوکر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت صاحبؒ کا دستور تھا کہ ہر دفعہ
مہار شریف اور درگ کے درمیان آمد و رفت کرتے وقت اپنے استاد میاں ولی محمدؐ
صاحب سے قریہ لانگھ میں ملاقات کے لئے ضرور جاتے تھے۔ اس دفعہ جب تشریف لائے
تو ہم افواجِ خراسان کے حادثہ و نقصان کی وجہ سے قصبہ لانگھ سے اُٹھ کر نقلِ وطن کر
کے دائرہ دین پناہ میں بیٹھ گئے تھے۔ حضرت صاحبؒ دائرہ دین پناہ میں آئے اور اپنے
استاد صاحب سے ملاقات کی۔ رات اپنے استاد صاحب کی خدمت میں رہ کر صبح کے وقت
اجازت لے کر کوہِ درگ کی سمت روانہ ہوگئے اور اس غلام خورد (یعنی میاں تقی محمد برادر
ولی محمد) کو بھی اپنے ہمراہ لے کر تونسہ شریف کی بگیؔ مسجد میں اترے اور وہاں مجھے اپنی بیعت
سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ مگر اُس وقت کسی کو بھی اِن کے درجۂ ولایت سے خبر نہ تھی۔ تنہا
سفر میں گئے تھے اور تنہا سفر سے واپس آئے تھے۔ دوسرے دن آپ اپنے وطن کی سمت

روانہ ہو گئے ۔ اور غلام کو اجازت دے دی کہ میں اپنے گھر چلا جاؤں ۔

نیز میاں محمد یار مذکور کہتے تھے کہ میں اپنے چچا میاں تقی محمد صاحب کے ہمراہ حضرت غوث زماںؒ کی زیارت کے لئے تونسہ شریف گیا ہوا تھا جب قدم بوسی حاصل کر لی تو آپ نے شفقتِ قلبیانہ اور کرمِ کریمانہ سے یہ الفاظِ مبارک فرمائے کہ" اے میاں تقی محمد صاحب یہ فقیر اپنے وعدہ پر قائم ہے ۔ تمہیں بھی اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے ۔ اب فقیر کے پاس استقامت و سکونت اختیار کریں کہ اب تمہیں دینوی کاروبار کی حاجت نہیں ہے" انہوں نے عرض کیا یا غریب نواز یہ میرا برادر زادہ محمد یار ہے ۔ یہ مقبول آدمی ہے ۔ اس نے آپ کے غلام کو تمام دنیاوی ضرورتوں سے فراغت دی ہوئی ہے اور فارغ البالی دی ہوئی ہے ۔ خدا کے لئے اس کے لئے دعا فرمائیں فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ محمد یار نیک ہے خدا تعالےٰ اسے اپنے فضل سے خوش و خرم رکھے گا ۔ پھر میرے چچا نے عرض کیا کہ غلام آپ کی خدمت میں رہنے کو تیار ہے ۔ جب حضرت صاحبؒ سے رخصت ہو کر اپنے گھر آئے تو میں نے اثنائے راہ میں اپنے چچا سے پوچھا کہ وہ حضرت صاحبؒ نے وعدہ کا فرمایا تھا ۔ اس میں کون سی رمز پوشیدہ تھی اور وہ کیا وعدہ تھا جو آپ کے اور حضرت صاحبؒ کے درمیان ہوا تھا ۔ فرمایا کہ جب میں چھوٹا تھا اور حضرت صاحبؒ تیرے والد صاحب کے پاس قصبہ لانگھ میں پڑھتے تھے اور میں اور حضرت صاحبؒ ہم سبق اور ہم کمرہ تھے اور آپس میں بڑا اتفاق تھا ۔ جلانے کا ایندھن لانا میرے ذمہ تھا ۔ اور استاد صاحب کے گدھوں کو چرا کر واپس لانا حضرت صاحبؒ کے ذمہ تھا ۔ ہم میں اتنا اتفاق تھا کہ ہم ہر کام میں ایک دوسرے سے الگ نہ ہوتے تھے ۔ پس حضرت صاحبؒ نے اس وقت میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر حق تعالےٰ مجھے دولت بادشاہی عطا فرمائے گا تو تمہیں اپنا وزیر بناؤں گا ۔ اور اگر تمہیں بادشاہی کی نعمت عطا ہوگی تو تم مجھے اپنا وزیر بنا لینا ۔ اس لئے کہ اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰی" (کریم جب وعدہ کرتا ہے تو ایفا کرتا ہے) حضرت صاحبؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا ۔ کہ میں اپنے وعدہ پر قائم ہوں ۔

نور خاں کرمانی کے مرید ہونے کے سلسلہ میں منقول ہے کہ جب ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کا قصبہ جیت کی مسجد میں قیام کا اتفاق ہوا تو نور خاں مذکور نے ایک شخص سے

پوچھا کہ یہ جوان کہاں سے آیا ہے۔ اور کہاں جا رہا ہے اس نے کہا کہ قوم افغان سے ہے اور ولی کامل ہے۔ اپنے پیر کے عرس مبارک میں شرکت کے بعد مہار شریف سے آ رہا ہے اور کوہ درگ میں اپنے وطن میں موضع گڑھ گوجی جا رہا ہے۔ نور خاں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ صبح میری دعوت کھا کر تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر علی الصبح کھانا تیار کر کے لے آئے گا تو تمہاری دعوت منظور ہے۔ صبح حسبِ فرمان اُس نے گوشت وغیرہ پکا کر حاضر کیا۔ حضرت صاحبؒ کھانا کھا کر وطن کی طرف روانہ ہو لئے۔ کچھ دنوں بعد نور خاں مذکور کا اپنے اقربا کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ لاچار مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے سرکار کی طرف روانہ ہوئے جب شہر منگوٹھ کے قلعہ کے نزدیک پہنچے، جو ملک سنگھڑ کا حکومت گاہ تھا۔ اور تونسہ شریف سے مغرب کی طرف پہاڑ کے دامن میں تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ تو نور خاں مذکور نے اپنے اس قریبی عزیز کے بارہ میں خیالی عناد دل سے نکال دیا۔ اور معاف کر دیا اور اپنے گھوڑے کو اپنے گھر کی طرف روانہ کر دیا اور خود حضرت غوثِ زمانؒ کی زیارت کے لئے موضع گڑھ گوجی چلا گیا۔ اور قدم بوسی حاصل کی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا تو وہ بلوچ ہے کہ قصبہ جیب جیب میں ہماری دعوت کی تھی۔ عرض کیا کہ وہی غلام ہوں فرمایا کس کام کے لئے آئے ہو۔ کہا کہ محض آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ کچھ مدت کے بعد جب اُسے حُقّہ پینے کی خواہش ہوئی تو آپ نے جو روشن ضمیر شخصیت کے حامل تھے کسی کو فرمایا کہ اِسے حُقّہ لا کر دیں اُس نے حُقّہ پیا۔ اگرچہ اُس وقت تو حُقّہ پی لیا مگر دل میں نادم ہوا اور بعد میں توبہ کی۔ جب حضرت صاحبؒ مغرب کی نماز کے بعد اپنے مکان میں عبادت خانہ میں مشغول ہو گئے۔ تو نور خاں کو طلب کر کے فرمایا کہ اپنا دایاں ہاتھ دے۔ نور خاں کہتے تھے کہ مجھ پر ہیبت غالب آ گئی۔ میں نے کہا کہ میں نہیں دوں گا۔ پھر فرمایا کہ ہاتھ دے۔ پھر میں نے انکار کیا۔ چند بار کے بعد میرے دل میں خوف پیدا ہو گیا۔ کہ اگر میں نے ہاتھ نہ دیا تو یہ بزرگ تمام عمر مجھے خوار و شرمسار کرے گا۔ پس تیار ہو کر دو زانو بیٹھ کر اپنا ہاتھ آپ کو دیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑیں اور قابو کریں۔

؎ دستم چناں بگیر کہ گویند دستگیر۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ۔

زمین کے قطعے بھی لنگر کے سلسلہ میں نذر کئے۔ مگر حضرت صاحبؒ نے اُس گھوڑی کے سوا اور کچھ قبول نہ کیا۔ اور اس کے دعائے خیر کی۔ وہ اکثر اپنے گاؤں مکول سے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں زیارت کے لئے آتا اور آپ کی خدمت میں رہتا۔ تقدیر الٰہی سے آخری عمر میں جاہل آدمیوں نے اسے جو خود بھی جاہل تھے حضرت صاحبؒ کی ارادت سے مرتد کر دیا۔ اور کہا تو کیوں اپنے آباؤ اجداد کے پیرانِ سادات سے مرتد ہوا۔ اور افغان روہیلہ کا مرید ہو گیا ہے تو ضرور اپنی عاقبت خراب کرے گا۔ اور نیک پھل نہیں پائے گا۔ چونکہ عمر خاں بے علم تھا اور پیری مریدی کے احوال کو نہیں جانتا تھا۔ لاچار جاہلوں کی صحبت کی وجہ سے ارتداد کا طریق اختیار کیا۔ اور حضرت صاحبؒ کی زیارت اور آپ کی خدمت میں آمد و رفت بند کر دی۔ کچھ مدت اسی طرح وقت گزرا۔ قضائے الٰہی سے اُس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور اس پر حالت نزع طاری تھی۔ حضرت صاحبؒ اُس وقت حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں تھے۔ عمر خاں کی اصل حالت متغیّر ہو گئی۔ کتّے کی طرح آواز نکالتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا۔ کتّے کی طرح لوگوں پر حملے کرتا تھا۔ اور کفر کے کلمات زبان پر لاتا تھا۔ چنانچہ جو شخص دیکھتا تھا یہی کہتا تھا کہ اس کا حال بدتر ہے۔ اسے تو حضور والا کے دروازہ پر جانا چاہیئے۔ جب اسی حالت میں کافی وقت گزر گیا تو اُس وقت موسیٰ نام حجام جو حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھا اور اس قصبہ مکول میں رہتا تھا، اُس کے پاس آیا اور جب اُس کا یہ حال دیکھا تو اُسے حد سے زیادہ ملامت کرنی شروع کی اور کہا کہ یہ تیرے ارتداد کا ثمرہ ہے۔ تو اپنے پیر سے برگشتہ ہو گیا تھا۔ اور غوث زماںؒ سے بیعت کرنے کے بعد پھر کسی اور کا مرید ہو گیا۔ تمہارا یہ حال اسی کا نتیجہ ہے۔ اب بھی یہی صورت ہے کہ توبہ کر اور حضرت صاحبؒ کی طرف رجوع کر کہ وہ بڑے رحم و کرم والے ہیں اور معاف کر دینے والے ہیں۔

جب اُس نے حضرت صاحبؒ کا نام سنا تو بہت نادم ہوا۔ اپنے ارتداد سے توبہ کی اور زار زار روتے لگا۔ اور سوزِ جگر سے آہِ سرد کھینچنے لگا۔ اور حضرت صاحبؒ سے مدد طلب کرتے لگا۔ یہاں تک کہ اُس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔ وہ کلمات کفر سے

توبہ واستغفار کرنے لگا اور اپنی اصل ہیئت پر آگیا۔ اور اس کے چہرہ کا نور واپس آگیا۔ پس اپنے خویش واقربا کو بلند آواز سے کہنے لگا۔ کہ مردودو اور شیطا تو اب کہاں تھے تمہارے پیر کہ میرا ایمان سلب ہو گیا تھا۔ اس وقت تمہارے کسی پیر نے میری مدد نہیں کی اور تم نے دیکھا کہ اس سے قبل میرا کیا حال تھا اور اب جب میں نے اپنے مرشد کی طرف رجوع کیا ہے تو آؤ اور دیکھو کہ کس طرح میری زبان سے بے اختیار کلمہ شہادت وطیبّ اور استغفار کے کلمات جاری ہوئے ہیں۔ یہ میرے پیر کا کمال ہے اگرچہ میں اپنی کم بختی سے حضرت صاحبؒ سے مرتد ہو گیا تھا۔ مگر جب میں نے توجہ کی اور حضرت صاحبؒ سے رجوع کیا تو انہوں نے کس طرح میری مدد کی کہ حق تعالےٰ نے میرا گیا ہوا ایمان مجھے پھر لوٹا دیا۔ اِس گفتگو کے بعد اُس کی زبان پر اسم ذات کا ورد جاری ہو گیا اور اسی حالت میں فوت ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب عمر خاں نے توبہ کی اور اپنے کئے سے نادم ہوا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں امداد کے لئے استغاثہ کیا اور استمداد چاہی تو حضرت صاحبؒ اُس وقت تاج سرور میں اپنے بنگلہ میں بیٹھے تھے۔ ناگاہ چہرے کا رنگ تیز ہو گیا۔ اور سر جھکا کر تفکر میں بیٹھ گئے۔ اور اللہ تعالےٰ کی خدمت میں متوجہ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا الحمد للہ اور زبان مبارک سے خداوند پاک کا شکرانہ ادا کیا۔ حاضرین مجلس کو اس بات پر تعجّب ہوا اور حیران ہو گئے کہ آپ کے چہرہ مبارک کے رنگ کے متغیّر ہونے سر کا نیچا کرنے، مراقبہ کرنے، الحمد للہ کہنے اور شکر کرنے کا کیا سبب ہے۔ نور خاں گورمانی جو حضرت صاحبؒ کا مشیر و وزیر تھا اور حضرت صاحبؒ کے کرم اور آپ کی شفقت پر دلیر تھا۔ اُس نے سوال کیا کہ یا حضرت چہرہ مبارک کے متغیّر ہونے غیر معمول مراقبہ کرنے اور الحمد للہ کہنے میں کیا حکمت تھی۔ فرمایا اے نور خاں ایک شخص نے پہلے پہل مجھ سے بیعت کی تھی اور آخری عمر میں مفسدوں کے کہنے میں آکر ورطۂ ارتداد میں گر گیا تھا جب اُس کا نزع کا وقت آیا تو اُس کا حال دگرگوں ہو گیا۔ اُس نے دوبارہ ہماری طرف رجوع کر کے توبہ کی اور مجھ سے مدد مانگی ہے اور اس فقیر کے نام سے استغاثہ کیا لہٰذا مراقبہ میں ہو کر اُس کی بخشش کے لئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ میری دعا قبول

ہو گئی۔ اور حق تعالےٰ اس جہان سے اُسے با ایمان لے گئے اور اس کی جان کلمہ طیبہ اور اسمِ ذات پر نکلی۔ میاں صالح محمد فرماتے تھے کہ اُس وقت مراقبہ کی صورت یہ تھی کہ مربعہ بیٹھ کر اپنے ہاتھوں کی دونوں کہنیاں زانوؤں پر رکھیں اور دونوں ہاتھ کے انگوٹھے کھڑے کر کے دونوں بھنوؤں کے درمیان رکھے اور انگلی شہادت و درمیانی انگلی ان بھنوؤں پر رکھ کر اپنے سر کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ میاں محمد فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت صاحبؒ نے عمر خاں مذکور یہ خبر دی۔ مَیں بھی حاضر تھا۔ اُسی وقت تاریخ اور وقت لکھ لیا۔ جب تحقیق کی تو حضرتؒ سے مراقبہ اور عمر خاں کی حالتِ نزع کا ایک ہی وقت تھا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں (مثنوی)

دستِ پیر از غایباں کوتاہ نیست ۔۔۔ دست او جز قبضۂ اللہ نیست

دست او را حق چو دستِ خویش خواند ۔۔۔ تا یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ براند

غادو بلوچ حضرت صاحبؒ کے غلاموں میں سے تھا اور حضرت صاحبؒ اس سے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرماتے تھے۔ لہٰذا وہ گستاخ ہو گیا تھا۔ اور اکثر حضرت صاحبؒ کے سامنے گستاخانہ و بےباکانہ کلام کرتا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ مسکرا دیتے تھے۔ ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آ کر قدم بوس ہوا۔ حضرت صاحبؒ اس وقت مشاہدۂ حق کے سمندر میں مستغرق تھے۔ اُسے نہ پہچانا۔ فرمایا تو کون ہے۔ اُس نے کہا کہ آپ جب اس جہان میں اپنے غلاموں کو نہیں پہچانتے تو قبر و حشر میں کیسے پہچانیں گے اور اپنے مریدوں کی کیسے مدد کریں گے۔ آپ مخلوقِ خدا کو کیوں خراب کرتے ہیں۔ اور مخلوق کیوں بے فائدہ آپ کے پاس آتی ہے۔ حضرت صاحبؒ اُس کی بات پر جلال میں آ گئے۔ اور فرمایا کہ اے بے وقوف مرید کی لحد میں اوّل میرا قدم ہو گا اور بعد میں میرے مرید کو قبر میں داخل کریں گے۔

اس سلسلہ میں ایک اور حکایت بھی ہے۔ میاں شیر محمد کلر ڈائی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر گئے ہوئے تھے۔ ایک رات مَیں حضرتِ اقدس کی خدمت میں اپنی چند ضروری حاجات کے سلسلہ میں حاضر ہوا اور مجھ سے پہلے اُس شہر کی چند عورتیں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھی تھیں اور قیامت کے احوال کا تذکرہ ہو رہا تھا ان میں سے ایک عورت نے سوال کیا کہ یا حضرت حضور کی بیعت میں لکھو کھا غلام

آئے اور جب تک آپ زندہ ہیں روز بروز اور مرید داخلِ سلسلہ ہوں گے۔ آپ کی عادتِ مبارکہ یہ ہے کہ اپنے پاس زیادہ بیٹھنے نہیں دیتے۔ اٹھو اٹھو فرماتے رہتے ہیں۔ اور اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کرکے فرماتے رہتے ہیں کہ دور رہو، دور رہو، ان میں سے بعض رات کو بیعت کرتے ہیں اور بعض دن کو اور پھر جلدی چلے جاتے ہیں۔ سب کو امید ہے کہ روزِ قیامت جناب اُن کا وسیلہ بنیں گے اور شفاعت کریں گے۔ اور اپنے مریدوں کو نجات دلائیں گے۔ پس آپ قیامت کے دن اُس ہجومِ خلائق میں اپنے غلاموں مریدوں کو کیسے شناخت کریں گے۔ کہ یہ میرا مرید ہے، یہ میرا مرید نہیں ہے۔ فرمایا تم نے نہیں دیکھا کہ سات آٹھ چرواہے اپنی اپنی بھیڑوں کو ایک دوسرے کی بھیڑوں کے ساتھ ملا کر چراگاہ میں چراتے ہیں۔ تمام بھیڑیں ایک رنگ کی ہوتی ہیں۔ ایک طرح کے چہرے ایک طرح کی عادت اور بالکل ایک طرح کی ہوتی ہیں۔ مگر تاریک رات کے وقت وہی چرواہے کس طرح اپنی اپنی بھیڑوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ کرکے اپنے اپنے گھر لے جاتے ہیں۔ حالانکہ تمام لوگ چرواہوں کو احمق اور بے عقل کہتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی اپنے آشناؤں اور اپنے مریدوں کی شناخت کرکے دوسروں سے جدا کرکے اپنے پاس لے جاؤں گا۔

میاں صالح محمد فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ قبلہ عالمؒ کے عرس پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ مگر ابھی صاحبزادگان دیگر علماء اور خلفائے قبلۂ عالمؒ رخصت نہ ہوئے تھے کہ ایک دن نمازِ اشراق کے بعد دکانوں سے چھپر کے نیچے کہ جہاں مجلس خانہ روضۂ مبارک کے جنوباً قائم کیا ہوا تھا۔ تمام صاحبزادگان چھوٹے بڑے نیز خلفائے قبلۂ عالمؒ مثل قاضی عاقل محمد صاحبؒ و حافظ جمال الدین ملتانیؒ صاحب وغیرہ اور دیگر علماء جمع تھے۔ صالح محمدؒ کہتے تھے کہ میں بھی اس مجلس میں داخل ہوگیا۔ دریں اثنا قاضی عاقل محمد صاحبؒ نے حافظ جمال الدین ملتانیؒ کو فرمایا کہ آپ حضرت صاحب خواجہ سلیمان صاحبؒ کی خدمت میں جائیں اور یہ اطلاع دیں۔ حضرت صاحبؒ اُس وقت خانقاہ کے جنوبی حجرہ میں جو مسجد کے قریب ہے، مشغول تھے حافظ صاحبؒ نے جا کر ایک پاؤں حجرہ کے اندر رکھا اور ابھی دوسرا نہ رکھا تھا کہ پوچھا یا حضرت آپ تشریف فرما ہیں؟ حضرت صاحبؒ نے فرمایا

کہ حافظ صاحب ہیں ؟ کیا فرماتے ہیں ؟ عرض کیا کہ حضور مجلس خانہ تک آپ کا آنا ضروری ہے۔ اُسی وقت جوتے پہنے اور مجلس میں آگئے۔ جب محفل میں انبوہ کثیر دیکھا تو حیران رہ گئے۔ قاضی صاحبؒ نے حافظ صاحبؒ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ تمام کیفیت آپ کی خدمت میں پیش کریں۔ حافظ صاحبؒ نے کہا غریب نواز یہ تمام صاحبزادگان اور فرقۂ علماء یہاں جمع ہیں۔ یہ سب کے سب اسوقت ایک تشویش میں مبتلا ہیں اور اکھٹے مل کر آپ کی خدمت میں اس مراد سے آئے ہیں کہ محمدؐ بہاول خاں کلاں کبھی صاحبزادگان کی جاگیریں اور معمولات جاری کر دیتا ہے اور کبھی بند کر دیتا ہے۔ اس کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم کوہستانی آدمی ہیں۔ پہلے دن سے لجاجت کا طریقہ نہیں جانتے۔ نہ کبھی منت کی ہے نہ کریں گے۔ فرمایا "مُٹھلا الادن۔ اتے مُٹھلا کھادن۔ اتے مُٹھلا ہنڈادن"۔ ہماری عادت ہے۔ سخت کلام کرنا۔ سخت کھانا اور سخت پہنا ہم کوہستانیوں کا کام ہے۔ اگر مجھے اُس طرف بھیجتے ہیں تو پھر گلہ وشکایت نہ رکھنا۔ کہ میرے جانے میں دو امر ضرور واقع ہوں گے۔ "یا مٹی دا گھبکار یا کھلیدا چٹکار" یعنی یا لسّی اور دہی کی آواز چاٹی سے آئے گی۔ یا گال پر سے تھپڑ کی آواز آئے گی۔ حافظ صاحبؒ نے جواب دیا کہ اِن دو امور میں سے جو بھی رونما ہو منظور و قبول ہے کیوں کہ ہم سب نے لاچار ہو کر آپ کو زحمت دی ہے۔ آپ ضرور بہاول خاں کے پاس جاکر اس کام کا بندوبست کریں۔ پس حضرت صاحبؒ وہاں سے آگئے۔ مولوی قادر بخش اجازت و خلافت یافتہ تھے مگر نواب مذکور کی طرف سے یہاں کے حالات لکھنے پر ملازم تھے نواب مذکور نے اِن کے ذمہ یہ کام لگا رکھا تھا کہ جو واقعہ درگاہ میں ہو فوراً لکھ کر بھیجا کرو۔ چنانچہ یہ لکھ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ حضور اگر آپ کل روانہ ہونا چاہتے ہیں تو پہلے میرا پیٹ چاک کر دیں۔ پھر نواب صاحب کی طرف تشریف لیجائیں کیوں کہ نواب صاحب مجھے بہت ناراض ہوں گے۔ کہ حضرت صاحبؒ کی آمد و روانگی کے بارے میں پہلے سے مجھے خبر کیوں نہ دی آپ ازراہ کرم تین دن اور یہاں قیام فرما کر پھر روانہ ہوں تاکہ میں سرکار کی خدمت میں، اطلاع کر سکوں۔ حضرت صاحبؒ تین دن

اُور خانقاہ شریف میں رہتے۔ پھر روانہ ہوئے۔ مولوی قادر بخش نے اُسی روز مبارک پور جاکر سرکار کی اطلاع میں عرضی بھیجی اُور اس عرضی کا تحسین انگیز جواب بھی آگیا نیز راستہ کے ملازمین کے نام بھی حکمنامہ آیا کہ حضور والا کے منزل بمنزل سفر کی اطلاع پہنچائی جاتی رہے۔ ابھی چند کوس سفر باقی تھا کہ نواب بہاول خاں دوسروں سے پہلے ہی استقبال کے لئے آگے آیا۔ قدم بوسی حاصل کی اُور گھوڑے کا کمر بند پکڑ کر شہر احمد پور میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ آیا۔ دوسرے دن نواب بہاول خاں جب حضرت صاحبؒ کے ساتھ ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو مولوی عبداللہ، مولوی سکندر اور دیگر اہل فضائل کو ہمراہ لے کر قدم بوسی حاصل کی اُور پہلے حضرت قاضی عاقل محمدؒ کے بارے میں بات شروع کی کہ اُن کی خانقاہ مبارک کی طرف آمد و رفت کے وقت لوگ عزبت کی وجہ سے بہت تنگ ہوتے بلکہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اُن کے لنگر میں عسرت کی جگہ فراغت ہو جائے حضرت صاحبؒ نے فرمایا ؎

جہاں پر سماع است و مستی و شور — ولیکن چہ بیند در آئینہ کور

پھر عرض کیا کہ حضور کو معلوم ہے کہ میں آپ کا پیر بھائی ہوں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اُس نے کہا کیسے معلوم نہیں ہے۔ کہ بارہا آپ کے سامنے حضرت قبلہ عالمؒ کی حاضری دی ہے۔ فرمایا آگ کی خبر دھوئیں سے ملتی ہے۔ جب دھواں اُٹھتا ہے تو دور سے پتہ چلتا ہے کہ آگ جل رہی ہے۔ جب دھؤاں نہ اُٹھے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ آگ جل رہی ہے یا نہیں اگرچہ جل رہی ہو۔ اگر تو حضرت قبلہ عالمؒ کا مرید ہوتا تو ہم اتنا سفر کیوں کرتے۔ کہنے لگا کہ حضور نے اتنا سفر کس مقصد کے لئے کیا ہے۔ فرمایا اے خان صاحب حضرت قبلۂ عالمؒ ہمارے پیر لاولد نہیں تھے۔ اِن کی حسبی و نسبی بے شمار اولاد ہے۔ مگر قابل فرزند وہ ہے جو اپنی قابلیّت و کوشش سے دولت جمع کرے۔ نیز قابل وہ ہے جو اپنے باپ کے متروکہ کا نقصان نہ کرے اُور ضائع نہ ہونے دے۔ اُور برباد نہ کرے۔ خان صاحب نے جونہی یہ لفظ سُنا اپنی مہر والی انگوٹھی انگلی سے اتاری اُور حضور کی خدمت میں ڈال دی اُور عرض کیا کہ حضور کو اختیار ہے اُور آپ اس ملک کے

مالک ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ابلیس کے اس دھوکے سے فریب نہ دے مجھے۔ اور صاحبزادگان کے کاردار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہمیں تو اِس شخص کا راضی نامہ درکار ہے۔ خان صاحب اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی رضامندی کی رسید اُس کی زبان سے حضور اقدس میں گزاری۔ پھر دُعا کی درخواست کی کہ قبلہ گڑھی اختیار خاں والی مجھ سے تسخیر نہیں ہوتی۔ دُعا فرمائیں کہ فتح ہو جائے۔ حضرت صاحبؒ نے خاتمہ خیر پڑھی اور گڑھی کی تسخیر و فتح کے لئے دُعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ گڑھی مذکور تمہارے زیر فرمان آئے گی۔ پس نواب صاحب نے حضرت صاحبؒ کو سلام کیا اور محفل کے باہر آیا اور مولوی کو کہا کہ مجھے برہنہ تلوار سے رُخ پر ڈال دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت غریب نواز کے پاسِ خاطر کے سبب امان دے دی ہے اور نگہداشت کی ہے۔ انہیں دنوں گڑھی مذکور بھی فتح ہو گئی۔ اِس کے بعد کبھی بھی صاحبزادہ صاحبان کے اہل کار کی نالش حضور اقدس میں نہ پہنچی۔ خان صاحب نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بہت نذر و نیاز پیش کی تھی بعد ازاں حضرت صاحبؒ وہاں سے روانہ ہو کر تونسہ شریف آ گئے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ صادق محمد خاں پسر نواب بہاول خاں کلاں نے حضرت صاحبزادگانِ قبلہ عالمؒ سے جرمانے اور مصادرے لئے۔ اسی وجہ سے حضرت صاحبؒ اُس سے ناراض ہو گئے۔ اور اس کی طرف خط و کتابت بند کر دی۔ یہاں تک کہ صادق محمد خاں جو بہت معتقد تھا، سخت رنج و غم میں مبتلا ہو گیا۔ اُس نے اپنی تقصیر معاف کرانے کے لئے میاں صاحب نور احمدؒ کو سید غلام شاہ کے ساتھ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں تونسہ شریف بھیجا۔ اِسی زمانہ میں گندے موسم کی وجہ سے آپ کے مزاج مبارک میں کدورت تھی۔ جب وہ تونسہ شریف آئے تو چند دنوں کے بعد میاں صاحب نور احمدؒ نے صادق محمد خان صاحب کے معاملہ اور تصفیہ کی بات کی اور عرض کیا کہ ایک دفعہ اُس طرف جانا مناسب ہے۔ حضرت صاحبؒ نے عارضہ تپ کا عذر کیا۔ میاں صاحب نے کہا کہ ہم بھی شفا تک آپ کے گھر میں بیٹھے ہیں۔ جب حضور کو شفا ہو گی اُس وقت عرض کر دی جائے گی۔ فرمایا کہ میرے مرض سے شفا کی پہلی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کو اس جگہ لایا اور یہیں آپ

کی زیارت سے مشرف فرمایا۔ میاں صاحب کو اس کلام سے تسلی ہوئی۔ تو جرأت آمیز گفتگو کرنی شروع کی چنانچہ بات جب آگے بڑھی تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا صاحبزادہ صاحب آپ کو اس کام کے لئے یہاں آنا نہیں چاہیئے تھا کیوں کہ صادق محمد خاں نے آپ کے لواحقوں کو رنج پہنچایا اور ان سے جرمانہ لیا اور اب بطریق وسیلہ ہمارے پاس آپ کو بھیجا ہے۔ فرمایا لاچار ہو کر آیا ہوں۔ اس لئے کہ ہم نواب صاحب کے ملک میں رہتے ہیں۔ فرمایا نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ نواب صادق محمد خان صاحب آپ کے ملک میں رہتے ہیں۔ آپ ان کے ملک میں نہیں رہتے۔ آپ خداوند علیم کا لحاظ نہیں رکھتے ہیں کہ آپ ایسے قطب الاقطاب کی اولاد ہیں اور پھر اہل دنیا کے دروازے پر التجا کرتے ہیں۔ میاں صاحبؒ پر اس بات سے خوف طاری ہو گیا۔ فرمایا غریب نواز میں شہر احمد پور میں محض عزیز و اقربا کے معاملہ کی خاطر گیا تھا۔ اور حضور کی زیارت کے لئے آیا ہوں نہ کہ خان صاحب کی وکالت کے لئے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا اے صاحبزادہ صاحب میں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ پر آپ سے نہیں کہا تھا کہ مجھے رنجیت سنگھ سکھ والئی لاہور کے دروازہ پر بھیجیں گے، عذر نہ کروں گا۔ اور آپ کے حکم پر اُسی وقت روانہ ہو جاؤں گا۔ مگر احمد پور جانے کے لئے آپ مجھے نہیں فرمائیں گے۔ خیر بہت اچھا ہوا کہ آپ اس کام کے لئے آئے ہیں۔ لیکن میں احمد پور شہر میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ آخر سلطان پور شہر میں خان صادق محمد سے ملاقات مقرر ہوئی۔ تونسہ شریف سے روانہ ہو کر سلطان پور پہنچے تو آپ کی پہلی نظر بھیڑوں کے ریوڑ پر پڑی جو غریب رعایا سے پکڑ کر جمع کی ہوئی تھیں۔ اور حضرت صاحبؒ کے ڈیرہ کے قریب کھڑی تھیں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا یہ کیسا گلہ ہے؟ حضرت قبلہ عالمؒ کے لانگری میاں غلام رسول ہمراہ تھے انہوں نے خوش طبعی سے کہا کہ یہ بھیڑیں غریبوں سے چھین کر جناب والا کی دعوت کے لئے لائی گئی ہیں اس بات کے سننے سے جلال پُر ملال پہلے سے زیادہ ہو گیا۔

پس ایک نیم پاس رات گزرنے کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں خبر پہنچی کہ صادق محمد خاں بھی پہنچ گیا ہے۔ حضرت صاحبؒ میاں صاحب نور احمدؒ اور صاحبزادگان کے کام کی خاطر میاں صاحبؒ موصوف کے ہمراہ میرے پاس سے اٹھے اور

اُسی مکان کو مشرف فرمایا۔ وہ نواب بے چارہ وہاں گلے میں کپڑا ڈالے اُور سر و پا برہنہ کھڑا تھا اُور ہاتھ سینہ پہ باندھے آں جناب کے سامنے شفقت کریمانہ کا منتظر تھا اُور سپاہ مکان کے چاروں طرف صفیں باندھے کھڑی تھی۔ جب خان صاحب والئی بہاول پور کی نگاہ اپنی سپاہ پر پڑی۔ تو کہنے لگے کہ اے کم بختو تم اِس طرف تماشا دیکھنے کے لئے اُور باتیں سننے کے لئے کھڑے ہو۔ دُور ہو جاؤ اُور چلے جاؤ اُور اپنے ڈیرہ پر ٹھہرو۔ بس ایک دو گھڑی اِسی حالت پر گزر گئی کہ خشک لکڑی کی طرح دونوں پاؤں پر کھڑا تھا اُور حضرت صاحبؒ نے اس کی طرف نظر بھی نہ کی۔ اُور نہ اُس کے بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ اسی حال میں میاں صاحب خواجہ نور احمد حبیبؒ کو خان صاحب کے حال پر رحم آیا۔ نرم زبان اُور لطیف الفاظ میں حضرت صاحبؒ سے گزارش کی۔ کہ اے غریب نواز یہ غریب آپ کے کم ترین غلاموں میں سے ہے اس کی تقصیر معاف فرمائیں۔ اُور جو خطا بھی اس سے ہو چکی ہے اِس سے درگزر فرمائیں۔ اِس حال میں جب خان صاحب نے میاں صاحبؒ کو اپنا وسیلہ و عذر خواہ پایا تو بے اختیار اپنا سر حضرت صاحبؒ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اُور زار و قطار رونے لگا۔ اُور یہ فریاد و نالہ کرنے لگا۔ کہ برائے خدا میری تقصیر معاف فرمادیں۔ کہ حضور کا مرید ہوں۔ اُور سلسلہ میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کس نے مرید بنایا ہے اُور کون کہتا ہے تو میرا مرید ہے اُس نے عرض کیا کہ مَیں حضرت قاضی صاحب حضرت عاقل محمّد صاحبؒ کا مرید ہوں اُور اُن سے عقدِ بیعت باندھا ہے۔ اُور سلسلہ چشتیہ پڑھتا ہوں۔ فرمایا کہ نہ تو مرید ہے اُور نہ سلسلہ میں داخل ہے۔ اُس نے سوال کیا کہ غلام کو باوجود بیعت کرلینے کے اُور پیر کامل کا ہاتھ پکڑنے کے عدم مریدی کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ فرمایا تو جاہل و احمق ہے۔ جاؤ کسی عالم دانشمند کو لاؤ کہ اسے عدم مریدی کے معنی سمجھاؤں مگر تجھے ایک مثال دیتا ہوں۔ اگر عقل و ہوش سے کچھ باقی ہے تو تمہیں یہ مثال کافی ہوگی۔ فرمایا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتی صدہا من لوہے کو لے کر دریا میں تیرتی ہے۔ اُور کشتی سے ایک میخ جدا ہو جائے تو کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح یہ بات ہے کہ پیر مرید کو سو بار کہے کہ تم میرا مرید نہیں ہے۔ مرید مرتد نہیں ہوتا اُور اگر مرید ایک بار کہہ دے کہ میں آپ کا مرید نہیں ہوں تو اسی وقت مرتد ہو جاتا

ہے اُور کیل کی طرح غرق ضلالت ہو جاتا ہے۔ خان صاحب نے سوال کیا کہ مَیں نے کس کے سامنے کہا ہے کہ مَیں آں جناب کا مرید نہیں ہوں۔ فی الفور مہر شدہ پروانہ حضرت صاحبؒ نے اپنی جیب سے نکالا اُور اُس کے سامنے پھینک دیا اُور فرمایا کہ دیکھ تو نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی جناب میں لکھا ہے کہ آپ مجھے اپنا مرید سمجھ کر تنگ کرتے ہیں مَیں مرید نہیں ہوں۔ پس خان صاحب اپنا مہر شدہ پروانہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر سوال کیا کہ غلام کو جناب کی وجہ رنجش معلوم ہوئی کہ کس تقصیر کی وجہ سے یہ غلام ماخوذ وگرفتار ہے؟ فرمایا تمہیں ابھی تک معلوم نہیں کہ تیرے باپ نے قوم مہاراں کی رفاقت سے میرے پیرزادہ حضرت نُور الصمدؒ کو شہید کیا۔ تو نے قاضی صاحبؒ کی حمایت میں نصیر گوریجہ کو مروا دیا۔ بارہ سو روپے صاحبزادگان کے لواحقان سے اُور آٹھ سو روپے مولوی عبدالرحمٰن کلروائی کے لواحقان سے بطور جرمانہ وصول کئے۔ نیز مولوی صاحب کو کچہری میں نازیبا باتیں کہیں اُور تیرے ملازم لعل ملتکانی نے کموسہ کے آدمیوں کو کہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے انہیں وہاں بٹھایا تھا، نکال دیا اُور پھر بھی رنجش کی وجہ پوچھتا ہے۔ اے نااہل تو اپنے آپ کو کیا جانتا ہے۔ اور مجھے اس سپاہ سے سیاست دکھاتا ہے۔ اٹھ اُور میرے پاس مت بیٹھ اُور میری نظر سے دُور ہو جا کہ تمہارا یہاں بیٹھنا سراسر نقصان ہے کہ تو علماء و درویشوں کا منکر ہے۔ لہٰذا تیرے اندر اعتقاد کا کوئی درجہ باقی نہیں رہا۔ پس نواب بے چارے نے نیازمندی سے عرض کیا کہ یہ غلام اسد خاں سے بھی کم ہے؟ فرمایا تمہیں اسد خاں کے خدمت گاروں کے برابر بھی نہیں سمجھتا کہ تو نے ملتان پر سکھوں کے حملہ کے وقت اُن کے لئے لشکر بطور کمک ارسال کیا تھا۔ اُور اسد خاں نے کوئی چیز انہیں نہیں دی تھی۔ اُور کافروں کی کمک کے لئے ایک سپاہی نہیں بھیجا تھا۔ جب نواب صادق محمد کو سوال وجواب میں کسی طرح خلاصی ونجات کی راہ نظر نہ آئی تو اپنے دیوان شیخ عزیز جو پہلو میں بیٹھے تھے۔ کی طرف نظر سے اشارہ کیا اُور کہا کہ اُٹھو اُور اسی وقت مبلغ دو ہزار روپے لا کر حضرت صاحبؒ کی نذر کرو۔ شیخ مذکور نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کل آپ کی نذر کیا جائے رات کے وقت اس کچّی کے علاقہ سے جہاں تمام

غریب و نادار لوگ ہیں۔ کس طرح دو ہزار پیدا ہو گا؟ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ اے گداگر دہقان یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ دور ہو جاؤ۔ اب تم اس سرکار میں بھی معتبر ہو گئے اور زبان دراز کرتے ہو۔ تم نے ہمیں بھی قاضی صاحب سمجھ لیا ہے۔ خان صاحب نے سوال کیا اے غریب نواز قاضی صاحب آدلیاً نہ تھے؟ فرمایا کیوں نہیں تھے۔ مگر صاحبِ تحمل و تسلیم تھے۔ ہم سے یہ تحمل نہیں ہوتا۔ اور تجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ کہ میری خاطر دس بارہ دن کے لئے لعل نلقانی کو اپنی ملازمت سے معطل کر دیتے اور حق تعالےٰ نے ان بے گناہوں کے خون کے قصاص کے عوض جو اسے سزا دینی ہے تو اسے خود دیکھ لیتا۔ خان نے سر خجالت جھکایا اور حکم دیا کہ فوراً میرا اسپ زرّیں زین لائیں اور دست بستہ حضرت صاحبزادہ نور احمد جیؒ کی جناب میں عرض کی کہ خدا کے لئے میری سفارش فرمائیں اور میرا قصور معاف کرا دیں۔ پس میاں جی نور احمد صاحبؒ نے عرض کیا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے "وَالصُّلْحُ خَيْرٌ"۔ اب آپ خان صاحب کی تقصیر معاف فرما دیں۔ پس حضرت صاحبؒ نے ان کی خاطر خاں صاحب کا قصور معاف فرمایا۔ اور خان صاحب کے لئے فاتحہ خیر کہی اور اسے رخصت کیا پس خان صاحب اپنے مکان پر گئے زرّیں زین سفید کپڑے میں باندھ کر صاحبزادہ میاں غلام نبی جیؒ صاحب کی معرفت جو وہاں موجود تھے۔ حضرت صاحبؒ کو بطور نذر پیش کی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اس بلا کو اٹھا کر چار دیواری سے باہر پھینک دیں کہ ہم تمام رات اس کی خاطر چوکی دہپرہ کیوں دیتے رہیں۔ پس صاحبزادہ صاحبان مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ متفق ہو گئے اور اپنا راضی نامہ حضرت کی خدمت پہنچایا۔ حضرت صاحبؒ دو روز سلطان پور میں رہے۔ تیسرے دن اپنے وطن کی طرف مراجعت فرمائی اور خان صاحب اور صاحبزادگان روانہ ہو گئے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے چند معتبر آدمیوں سے سُنا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ خاں صاحب پر غصہ ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ میری نظر سے دور ہو جاؤ تو خان صاحب مذکور نے لاچار ہو کر یہ لفظ کہے کہ خیر صاحب اگر آپ مجھ پر راضی نہیں ہوتے تو خدا تعالےٰ تو ہمارا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا اس وقت خدا تعالےٰ تمہارا نہیں ہے جب خان صاحب حضرت صاحبؒ کے ڈیرہ سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص تلوار نیام سے

نکال کر خان صاحب کو قتل کرنے کے لئے حملہ کرتا ہے۔ خان صاحب جان کے خوف سے ڈر کر واپس قدم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آگئے اور میاں صاحب نور احمد جیوؒ سے عرض کی کہ برائے خدا میری تقصیر معاف فرمادیں ورنہ مجھ پہ خدا کا غضب نازل ہوگا۔ کہ مجھے قتل کر رہے ہیں۔ پس حضرت صاحبؒ نے صاحبزادہ صاحب کی خاطر اُس کی تقصیر معاف کی۔

ایک دن رحیم شاہ کے خویشوں میں سے ایک نے سید بادشاہ کے سامنے ظاہر کیا کہ میں بلدہ نادون سے چند منزل آگے گیا تھا۔ تو ایک موضع میں پہنچا کہ جہاں ایک سیون کے درخت کے نیچے ایک چبوترہ کلاں تھا۔ عمدہ غلاف سے ملفوف اور ڈھکا ہوا تھا۔ اور گرداگرد حفین بوریاں پڑی تھیں۔ اور اس مکان کے خدمت گار حاضر تھے۔ اور اس مکان کے زائرین ہر طرف سے آتے تھے۔ پس میں نے خادموں سے پوچھا کہ یہ کیسا مکان ہے۔ اور کن مشائخ کرام کی نشست گاہ ہے۔ کہنے لگے کہ ایک دفعہ تونسہ شریف کے پیر صاحب نے ایک ساعت اس درخت کے نیچے آرام فرماتے وقت فرمایا تھا کہ تم اس مکان کو ادب کے ساتھ آباد کرو۔ پیر تونسہ شریف کی زبان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے یہ کنوئیں اور جاگیر یا دی ہیں۔ نیز اس مکان کا تصرف یہ ہے کہ جس صاحب کو کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ تو شیرینی و نذر اس مکان پر لاتا ہے اور نذر معین کرتا ہے اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے اور ہم اس مکان کی خدمت کرنے سے اور مجاوری کرنے سے خوش حال ہو گئے ہیں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ ظاہری سفر مہار شریف اور پاکپتن شریف کے سوا نہیں کرتے تھے یا ایک بار دہلی شریف اور ایک بار اجمیر شریف گئے تھے۔ باقی آپ کا نادون وغیرہ جانا تصرف ہوگا۔ کہ اولیاء اللہ ایک ہی وقت میں کوہ قاف تک سفر کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے اِس محبوب یزدانی کو غوث الثقلین کا رتبہ دیا ہوا تھا۔ کہ ان کا تصرف تمام جن و انس پر تھا اور ہر طرح کے ہر مُلک سے جن و انس آکر مرید ہوتے تھے۔ اور آپ کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈالتے تھے اور یہ حکایت مشہور ہے کہ کالو نام جن نے آپ کی [illegible]ت میں سرود کی چوکی کی تھی اور حضرت صاحبؒ کو ذوق حاصل

ہوا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ایک دفعہ عبداللہ بزدار کی عورت پر جن آگیا اور عبداللہ حضرت حافظ جمال الدین ملتانیؒ کا مرید تھا۔ اس نے اس بات کا ذکر اپنے پیر سے کیا۔ انہوں نے تعویذ لکھ دیا۔ اور اس نے پیر صاحب کے حکم سے وہ تعویذ آگ میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ اس عارضہ سے افاقہ رہا۔ کچھ مدت بعد پھر عارضہ جن ہوگیا۔ عبداللہ پھر اپنے پیر کے پاس گئے۔ وہ اس ملتان میں نہیں تھے۔ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ قبلہ عالمؒ کے عرس پر گئے ہوئے تھے۔ یہ عبداللہ واپس اپنے مکان پر گیا۔ جب حافظ صاحبؒ پھر ملتان آگئے تو خادموں نے عبداللہ کے اپنے کام کی خاطر آنے کا حال اور واپس جانے کا حال عرض کیا حافظ صاحبؒ نے حضرت صاحب غوثِ زمانؒ سے کہا کہ عبداللہ بزدار کی عورت عارضہ جن میں گرفتار ہے اس کی خلاصی کرا دیں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر حکم ہو تو تمام جنات کو پہاڑ سے ملک بدر کر دوں۔ یا صرف اس ایک جن کو۔ حافظ صاحبؒ نے کہا کہ بس اُس جن کو عبداللہ کی عورت سے دور کرا دیں۔ جب حضرت صاحبؒ تونسہ شریف آئے۔ تو کسی کی معرفت عبداللہ بزدار کو پیغام پہنچایا کہ دونوں میاں بیوی میرے پاس آجائیں۔ جب وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور جمالِ باکمال سے مشرّف ہوئے تو صرف حضرت صاحبؒ کے جمال کے لقا سے اُس جن نے عبداللہ کی عورت کو چھوڑ دیا اور چلا گیا اور اس عورت کو شفا ہوگئی۔

میاں یار محمدؒ ملتانی بیان کرتے ہیں کہ ابھی حضرت صاحبؒ کوہ درگ میں گڑگوجی قصبہ میں ساکن تھے اور تونسہ شریف میں نہیں آئے تھے کہ ایک دن ایک شخص اپنی عورت کو پکڑ کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ میری عورت پر جن آگیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے جن اسے چھوڑ دے۔ اس بے چاری کو کیوں خراب کرتا ہے۔ اُس جن نے عرض کیا حضرت میرا بیٹا شدتِ مرض سے چند دنوں سے بیمار ہے۔ لہٰذا اُس عورت پر آیا ہوں اور عورت کے وسیلہ سے آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں مجھے ایک تعویذ میرے بیٹے کے لئے لکھ کر دیں تاکہ میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ تو تعویذ کس طرح لے گا۔ کہنے لگا۔ تعویذ لکھ کر اس پتھر پر جو گرا ہوا ہے رکھ دیں۔ وہاں سے لے لوں گا۔ حضرت صاحبؒ

نے اُس سے پوچھا کہ اس عورت کو کیوں پکڑا ہے۔ کہنے لگا کہ مؤکل آپ کی خدمت میں آنے نہیں دیتے تھے۔ لاچار اس عورت کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں حضرت صاحبؒ نے تعویذ لکھ کر جب اس سنگ مذکور پر رکھا تو جن نے اُس عورت کو چھوڑ دیا اور تعویذ لے کر گم ہو گیا۔ اور وہ عورت صحت یاب ہو کر اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی۔

میاں یار محمد پسر مولوی محمد امین ذکر کرتے تھے کہ میری والدہ وضع حمل کے وقت بہت ڈرتی تھیں اور درد زہ شدت سے تھا۔ میرے والد صاحب نے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا فرمایا کہ یہ سب کچھ جنات کا کھیل ہے خدا تعالےٰ کرم کردے گا۔ دوسری بار جب ولادت کی نوبت آئی اور والد صاحب گھر آئے تو اُن کے کان میں یہ آواز آئی کہ یا تو ان دو فرزندوں میں سے جو تمہارے دونوں طرف سوئے ہیں ان میں سے ایک سے دست بردار ہو جاؤ یا اس بچے سے جو ابھی تولد ہوگا۔ یہ آواز سُنکر میرے والد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور حال بیان کیا۔ فرمایا کہ اُن کو جاکر کہو کہ سلیمان کہتا ہے کہ اگر تم تونسہ کی سکونت کا ارادہ رکھتے ہو تو بے آرام و بے نقصان سکونت کرو کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ یا پھر یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ ایسا کروں گا جیسا کہ کرنا چاہیئے۔ جب میرے والد مولوی محمد امین صاحب نے اپنے گھر جاکر یہ پیغام حضرت جن کو پہنچایا تو اُسی وقت چلا گیا اور اُس کے بعد میری والدہ کو کبھی کوئی اثر نہ ہوا۔

میاں محمد صاحب ملفوظ کہتے تھے کہ میرے سامنے اسماعیل صاحب کی اہلیہ نے ظاہر کیا کہ ایک دفعہ میں آسیب جن کے مرض میں گرفتار ہو گئی تھی اور اس وجہ سے بہت ضعف ہو گیا تھا اور بوجھ رہتا تھا اور ہر لحظہ بے قراری رہتی تھی اور خام و جنین بچے پیدا ہوتے تھے۔ میری والدہ نے میرا یہ حال مولوی محمد امین صاحب کو جو حضرت غوث زمانؒ کے یارانِ مجاز میں سے تھے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جن کا اثر ہے چند تعویذ لکھ کر میری والدہ صاحبہ کو دیئے میں نے وہ تعویذ استعمال کئے مگر کوئی فائدہ اور اثر معلوم نہ ہوا۔ لاچار میری والدہ نے غوث زمانؒ کی خدمت میں جاکر میرا حال عرض کیا۔ فرمایا لڑکی نیک بخت ہے اور دائم الصلوٰۃ ہے اور اکثر باوضو رہتی ہے پس اسے جن کا اثر کیسے ہو

سکتا ہے۔ اُس نے پھر عرض کیا کہ قبلہ ہر چند دوا دارو اور علاج معالجہ کیا ہے۔ فائدہ نہیں ہوا۔ کسی عالم نے بتایا ہے کہ یہ جن کا اثر ہے اور اب اُس کے تمام جسم پر ورم ہو گیا ہے حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ تین بار "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ" پڑھ کر پہلے دائیں کان میں دم کرو۔ پھر تین بار پڑھ کر بائیں کان میں دم کرو۔ اگر جن کا اثر ہے تو زیادہ ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی دوسرا مرض ہوا تو جاتا رہے گا۔ اُس نے جا کر ایسا ہی کیا۔ ورم زیادہ ہو گیا۔ تمام جسم پر تنگی ہو گئی۔ اور بے قراری زیادہ ہو گئی۔ پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا سورۂ جن پڑھ کر اُس پر دم کر دیں۔ میری والدہ نے کہا کہ کون پڑھے۔ فرمایا تم خود پڑھو۔ کہنے لگیں ہمارے پڑھنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ فرمایا میرے کہنے پر پڑھو گے تو فائدہ ہوگا۔ پس آ کر حضرت صاحبؒ کے حکم کے مطابق سورۂ جن پڑھ کر مجھ پر دم کیا پہلی حالت سے قدرے تخفیف ہو گئی۔ جب حضرت صاحبؒ گھر میں کھانا کھانے کے لئے تشریف لائے۔ میں بھی حلقۂ کنیزاں میں جا کر بیٹھ گئی۔ آپ نے فرمایا "بلی تو کلو کی رات میرے کول آیا تھا" اے یار تو گزشتہ رات میرے پاس آیا تھا۔ میں نے سمجھا کہ کسی دوسری کنیز کو فرما رہے ہیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہوتے اور وہی پنجابی کلمہ کہ تو "کلو کی رات میرے کول آیا تھا" فرمایا میری والدہ نے جو میرے پہلو میں بیٹھی تھیں۔ مجھے کہا کہ تمہیں کہہ رہے۔ پس میرے دل میں آیا کہ شاید میرا شوہر کل رات حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا ہوگا۔ میرے دل کے خطرہ سے آگاہ ہوتے ہوئے حضرت صاحبؒ نے فرمایا "ناں وے ناں" یعنی نہیں نہیں۔ کل رات جن آیا تھا۔ میں نے اُسے کہا تھا کہ مُساۃ فلانی اس طرف ہے۔ یعنی ہمارے ساتھ تعلق رکھتی ہے اس بے چاری کو کیوں خراب کرتے ہو اس سے دور ہو جاؤ اور پھر اس کے پاس نہ جانا۔ وہ مجھ سے اقرار کر کے چلا گیا ہے۔ اب یہ جن تیرے پاس نہیں آئے گا۔" پس معلوم ہوا کہ کل رات جو میرے تمام اعضاء کو آرام آ گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی اور اس دن کے بعد جب بھی بچہ پیدا ہوتا ٹھیک صحیح سلامت ہوتا۔

منقول ہے کہ ایک دن شادو نام بلوچ فقیر حجرہ حافظ نور میں دو آدمیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ شادو کہتا تھا کہ میں اُجرت لئے بغیر اس مکان سے نہیں اٹھوں گا۔

حافظ نور کہتے تھے کیا کہتے ہو۔کیوں نہیں جاتے۔ اور ان سے کیسی اُجرت لیتا ہے۔ شادو نے کہا کہ حضرت صاحبؒ نے حکم فرمایا ہے کہ تو اس ملتانی جو تا ساز کے ساتھ جال والے ٹیلہ پر اور اس دوسرے شخص کے ساتھ شہر منگنو ٹھے میں سید طاہر شاہ صاحب کی خانقاہ پر جاکر کہہ کہ حضرت سلیمانؑ نے کہا ہے کہ یہ دونوں اشخاص میرے شناسا ہیں ان کو خلاصی دیں اور میں نے حضرت صاحبؒ کے حضور میں عرض پہنچائی تھی۔ کہ ٹیلہ جال والا پر کسی سے کہوں۔ فرمایا کہ ان دونوں مکانوں پر عالم جنّات کا مسکن ہے۔ جنّات وہاں سکونت رکھتے ہیں۔ تو ان دونوں شخصوں کو ان دونوں مکانوں پر لے جاکر یہ کلام کہہ۔ یہ جنّات کی گرفتاری سے نجات پا جائیں گے۔ میں نے ان کے ساتھ اتنی مسافت کی ہے یہ اجرت دینے سے انکار کرتے ہیں۔ پس اگر یہ مسئلہ آپ حل کر سکتے تھے تو پھر آں جناب نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں کیوں نہ نکال دیا۔ اور یہ بات جو اُس نے کہی کمال شفقت کی بنا پر جو حضرت صاحبؒ کو اس پر تھی کہی اور خوش طبعی سے کہی۔ پھر کہا کہ میرے قریب ہی جو اتنے علماء فقراء بیٹھے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے انہیں کیوں نہ کہا اور انہیں کیوں نہ بھیجا۔ پس فی الفور اسی وقت اس جو تا ساز نے شادو کو ایک چادر دی اور دوسرے نے ایک روپیہ نقد دیا۔ پس ان کے ہمراہ گیا اور دونوں جگہ یہ پیغام دیا۔ دونوں کو جنّات سے خلاصی ہو گئی اور نجات پائی۔

منقول ہے کہ قاضی نور محمد صاحب جو حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میری معصومہ جن سے گرفتار ہو گئی اکثر دن رات بے ہوش رہتی تھی اور بے خبر پڑی رہتی تھی۔ اور گھر کے تمام افراد اس کی وجہ سے بے قرار و فکر مند رہتے تھے۔ آخر ایک دن اس لڑکی کو عین عالم بے ہوشی میں اٹھا کر حضرت غوث زمانؒ کے روضہ منورہ میں لے جاکر غلاف مبارک کے نیچے کر کے عرض کیا کہ غریب نواز عالم جنّات نے فقط آپ کے اس غلام کے گھر پر شورش برپا کر رکھی ہے۔ مدد فرمائیں تاکہ میری بیٹی کو چھوڑ دیں۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد میری بیٹی نے آواز دی کہ میں غلاف سے باہر آتی ہوں۔ میں نے کہا کچھ دیر اور غلاف میں رہ تاکہ تجھے اس گرفتاری سے نجات ملے۔ باہر نہ آ۔ پس حضرت غوث زمانؒ کے مزار مبارک کے لمس سے حق تعالےٰ نے میری بیٹی کو اُس بلا سے خلاصی بخشی۔ پس غلاف سے باہر آئی اور پھر

کبھی اِس بلا میں گرفتار نہ ہوئی۔

میاں احمد قوال بچپن سے لے کر تقریباً پچاس سال کی عمر تک حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہے اور فیوض و برکات حاصل کئے۔ وہ اِس کاتب الحروف نجم الدین کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک دن نواب شیر محمد خاں ڈیرہ اسماعیل خاں والے نے جو حضرت صاحبؒ کے مریدانِ با اعتقاد میں سے تھا۔ اپنی پریشانی حال کے سلسلے میں ایک عرضی حضرت صاحبؒ کے نام لکھی اور ایک خط میرے نام اس مضمون کا لکھا کہ میری یہ عرضی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لے جا کر اپنے سامنے مطالعہ کرادیں۔ مَیں چاشت کے وقت اُس کا وکیل بن کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ میں اس کا خط ہاتھ میں لے کر حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کی طرف گیا۔ جہاں آپ مشغول بیٹھے تھے۔ جب حجرہ شریف کے قریب گیا تو ناگاہ ایک خوش الحان آواز کہ ایسی لطیف آواز کسی قوال یا گوّیے کی نہ سُنی تھی، میرے کان میں آئی۔ یہ آواز حضرت صاحبؒ کے بنگلہ سے آرہی تھی اور کوئی یہ غزل گا رہا تھا۔

جاں بجاناں دادم و جانانِ خود را یافتم | در زدم از بہرِ او در خانہ خود را یافتم
من نہنگِ عشقم و در بحر سامی پایاں او | تا فرو رفتم درو یکدانہ خود را یافتم
سالہا گشتم بر اطرافِ جہاں چوں گردباد | از برائے آں پری دیوانہ خود را یافتم
تا شدم مست از جمال یار چوں ابن یمیں | ساغر و مست و مے و میخانہ خود را یافتم

اِس آواز کے سننے سے میری طبیعت میں بھی لذّت و ذوق پیدا ہوا۔ جب بنگلہ کے اندر گیا تو حضرت صاحبؒ کے سوا کسی اور کو بنگلہ میں نہ پایا اور حضرت صاحبؒ پر اس وقت ایسی حالت تھی۔ کہ آپ مستی کے ذوق میں بیٹھے تھے جب آپ کی نظرِ مبارک میرے اوپر پڑی تو فرمایا اے احمد تیرے آنے کا یہ کون سا وقت تھا۔ کہ اس وقت ملائکہ کو بھی میسّر نہیں ہے۔ مَیں ڈر گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا حال بھی قمر الدّین قصوریا کی طرح ہو جائے۔ اور وہ قصّہ یہ تھا کہ ایک دن حضرت صاحبؒ حجرہ میں مشغول تھے اور حضرت صاحبؒ پر حالت تھی۔ اس وقت قمر الدین نام ایک شخص حضرت صاحب کی خدمت میں گیا۔ فرمایا اے قمر الدین اِس وقت تو فرشتوں کے بھی پَر جلتے ہیں۔ تو اُس وقت میرے پاس کیوں آیا ہے۔ اُس غریب کے

بدن میں اُسی وقت جلن پیدا ہو گئی اور اسی جلن سے فوت ہو گیا۔

؎ در خلوتِ گدایاں مُرسل کجا بگنجد   با برگ بے نوائی ساماں شداست مارا

احمد کہتے تھے کہ میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ ویسا ہی حال میرا ہو جائے۔ واپس جانے لگا تو فرمایا آجا۔ کیوں آیا تھا۔ عرض کیا قبلہ شیر محمد نے درخواست بھیجی ہے۔ فرمایا کون شیر محمد خاں۔ عرض کی صدو زئی افغان ڈیرہ اسماعیل خاں والا۔ فرمایا صدو زئی کو مارو اور اس وقت اُس کے بارہ میں کچھ نہ کہو میں نے سمجھا کہ یہ اور وقت ہے۔ حضرت صاحبؒ کو کسی طرح راحت افزا باتوں سے خوشی میں لاؤں۔ میں نے خوشی آمیز باتیں شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ آپ کی طبیعت درست ہوئی۔ پھر عرض کیا کہ قبلہ شیر محمد خاں آپ کا غلام دامن گرفتہ ہے۔ اس کی عرضی دیکھ لیں۔ فرمایا کسی دوسرے وقت سہی۔ یہ وقت نہیں ہے۔ جاؤ۔ میں چلا گیا۔ فرمایا احمد خان تو نے سرود کی کون سی آواز سُنی تھی۔ میں نے عرض کیا حضور سُنی تھی مگر ایسی آواز کبھی پہلے نہیں سُنی تھی۔ کون گا رہا تھا۔ فرمایا۔ پانچ چھ دن سے ایک جن میرے پاس آ رہا تھا۔ اور کہتا تھا کہ کسی دن میری چوکی سُنیں میری یہی مراد ہے۔ کہ حضور کے سامنے کسی دن غزل گاؤں۔ آج پھر آیا اور گانے کے لئے عرض کی۔ میں نے قبول کیا اور گانے کی اجازت دے دی۔ اس وقت میرے پیچھے بیٹھا ہے۔ اگر دیکھنا چاہتا ہے تو دکھاؤں۔ جس کی شکل بہت ہیتناک آنکھیں سیدھی کھڑی ہیں انگوٹھا نیچے ہے چھوٹی انگلی کو اُوپر کیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا قبلہ مجھے خوف آتا ہے میں نہیں دیکھ سکتا۔ فرمایا جاؤ میں نے جب بنگلہ شریف سے قدم باہر رکھا تو فرمایا شاباش میاں کالو۔ پھر کہو اُس جن نے پھر وہی غزل خوش الحانی سے گانی شروع کر دی۔ دیر تک گاتا رہا یہاں تک کہ فرمایا بس کرو۔ اُس نے بس کر دی چونکہ آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا تھا کہ "صدو زیاں کو مار" چند دنوں میں اُن پر ایسی تباہی آئی کہ تمام تباہ و برباد ہو گئے۔ ریاست برباد ہو گئی۔ بعض مر گئے بعض قتل ہو گئے۔

ایک دن بلدہ تاج سرور میں میاں احمد نے اس کاتب الحروف نجم الدین کے سامنے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تاج سرور تشریف

لائے ہوئے تھے۔ آپ کے لنگر شریف کی روٹیاں پکانے کے بعد جو ہمارے ذمہ تھا۔ زوال کے وقت حضرت صاحبؒ کی خدمت میں ہمیشہ جاتا تھا۔ آں حضرت قیلولہ فرماتے تھے اور میں پنکھے سے ہوا کرتا تھا۔ اور کبھی وجود مبارک کی مالش کیا کرتا تھا۔ ایک دن حسبِ معمول پنکھا چلا رہا تھا کہ حضرت صاحبؒ کو نیند آگئی اچانک بیدار ہوئے اور بنگلہ شریف کے گوشہ میں جہاں اینٹیں پڑی تھیں گئے۔ تین چار اینٹیں پکڑیں اور بنگلہ شریف کے باہر چلے گئے اور جنگل کے کنارہ والے درخت کو جو بنگلہ کے سامنے مغرب کی طرف تھا۔ دو تین اینٹیں ماریں۔ میں بھی تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب واپس آگئے اور چارپائی پر لیٹ گئے تو میں نے پوچھا قبلہ نیند سے جلد اُٹھنے اور درخت کو اینٹیں مارنے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا تیرے مرید آتے ہیں انہیں مار رہا ہوں۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا میرے مرید کون ہیں۔ فرمایا میری زیارت کے لئے جنّ آرہے تھے۔ اُن کو اینٹیں ماری ہیں تاکہ چلے جائیں۔ اور اس بات سے ڈریں کہ کبھی میرے کسی فقیر کو آسیب نہ فرمائیں۔ میں نے عرض کیا قبلہ مجھے بھی دکھائیں فرمایا تو ڈرے گا۔ کہ بری شکل کے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ مجھے دکھائیں پھر آپ نے منع فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اچھا بنگلے کے دوسرے دروازے بند کر دو اور مشرقی دروازہ کو کھلا رہنے دو۔ اور اگر کوئی آئے تو اُسے آنے نہ دینا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک مشرقی دروازہ کھلا رہنے دیا اور باقی بند کر دیئے۔ حضرتؒ سوئے ہوئے تھے اور میں پنکھا کر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرقی دروازہ سے میرے سامنے کھڑا ہے مگر اُس کا سر نہیں ہے چاہتا ہے کہ بنگلہ کے اندر آئے میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اندر نہ آنا۔ اُس نے میری طرف طمانچہ کا اشارہ کیا۔ میں خوف سے اپنے سر کو نیچا کئے حضرت صاحبؒ کی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ جب پھر سر اوپر کیا تو دیکھا کہ اُس کا پاؤں بنگلہ کے اندر ہے اور دوسرا پاؤں باہر ہے میں نے پھر اُسے منع کیا اُس نے پھر میری طرف طمانچہ کا اشارہ کیا میں نے پھر خوف سے سر نیچا کیا۔ اس اثنا میں حضرت صاحبؒ بیدار ہو گئے اور وہ چلا گیا۔ پوچھا کیا تھا میں نے تمام حال بیان کیا۔ فرمایا تو کہتا تھا کہ مجھے جنّ دکھائیں۔ یہ جنّ تھا اب کیوں ڈرتا ہے۔

حضرت غوث زمانؒ کی ملاقات خضر علیہ السّلام سے اکثر ہوتی رہتی تھی۔ اور دونوں

حضرات کے درمیان بہت محبت اور موافقت تھی۔ چنانچہ ہمیشہ بار بار حضرت صاحبؒ سے حضرت خضر علیہ السلام آکر ملاقات کرتے تھے ان میں سے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

میاں صالح محمد صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم و عالمیانؒ غوث زماں صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ شریف سے رخصت ہوکر حضرات صاحبزادگان مہاروی کی ملاقات کے لئے مہار شریف جارہے تھے۔ میاں جمال محمد چشتیؒ اور یہ فقیر یعنی صالح محمد اور دیگر چند اشخاص حضرت صاحبؒ کے ساتھ تھے۔ جب ہریاری نالے پر پہنچے جو مہار شریف کے گرد ہے تو ایک شخص درویشوں کی شکل ولباس کا آیا۔ حضرت صاحبؒ سے مصافحہ کیا اور کچھ باتیں کرکے روانہ ہوگیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کون تھا عرض کیا کہ آپ فرمائیں۔ فرمایا حضرت خضرؑ تھے۔ مولوی احمد صاحب تونسویؒ جو حضرت محبوبؒ کے خلفائے عظام سے تھے اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ مولوی نور احمد میرے سامنے کہتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب محبوب ربانیؒ کے ساتھ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ شریف کی طرف جارہا تھا۔ راستہ میں صحرا میں ایک بزرگ شکل شخص نے حضرت صاحبؒ سے آکر مصافحہ کیا اور حضرت صاحب کے تمام [illegible] سے بھی مصافحہ کیا جب میرے نزدیک مصافحہ کے لئے آیا اور ہاتھ اوپر کیا تو میں نے مصافحہ نہ کیا۔ آخر حضرت صاحبؒ سے چند بار کلام کرکے روانہ ہوگیا حضرت صاحبؒ نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ نے اس بزرگ سے مصافحہ کیوں نہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت میں نے سنا ہے کہ بعض کامل بزرگ یہ خاصیت رکھتے ہیں کہ مصافحہ کرنے کے ساتھ ہی دوسرے کی نعمت سلب کرلیتے ہیں۔ میں ڈر گیا کہ جو نعمت ذوق ولذت میرے پیر و مرشد مولانا نور محمد ثانی نارووالہ صاحبؒ نے مجھے بخشی ہے۔ مصافحہ کرکے سلب نہ کرلے۔ حضرت صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ بزرگ نعمت بخشنے والے تھے۔ نعمت سلب کرنے والے نہ تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کون بزرگ تھے۔ فرمایا خضر علیہ السلام تھے۔ میں نے بہت افسوس کیا۔ مولوی احمد صاحبؒ مذکور ہی فرماتے تھے کہ میرے سامنے مولوی نور احمد صاحب مذکور

تھا۔ چند دنوں کے بعد حضرت صاحبؒ موضع منگھیراں شریف میں حضرت صاحبزادہ صاحب نور حسن صاحبؒ پسرِ خورد حضرت قبلہ عالمؒ کی ملاقات کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اور میاں صالح محمد صاحب و میاں مولوی قادر بخش صاحب و چشتی شیخ جمال محمد صاحب اور دیگر چند آدمی حضرت صاحبؒ کے ہمراہ گئے ہوئے تھے۔ جب وہاں سے واپس خانقاہ شریف کی طرف آرہے تھے تو ایک جگہ پہنچ کر حضرت صاحبؒ نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا بعد میں اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے۔ عرض کیا کہ فلاں چشتی صاحب کی ہے۔ فرمایا کہ یہاں کبھی کبھی خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ چونکہ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو سلام کرتے دیکھا تھا۔ پوچھا کہ حضرت آپ نے خضر علیہ السلام کو سلام کیا تھا۔ فرمایا کہ خیر میں نے تو حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف کو سلام کیا تھا۔ پس میاں صالح محمد صاحب وغیرہ نے اس فقیر کے سامنے اور دیگر پیر بھائیوں نے بھی یہ راز بتایا اور تاج سرور میں یہ بات مشہور ہو گئی۔ کہ فلاں چشتی صاحب کی زمین میں حضرت صاحبؒ کو خضر علیہ السلام ملے تھے۔ (۶) ایک دفعہ حضرت صاحبؒ تونسہ شریف میں اپنے بنگلہ میں زوال کے وقت بیٹھے تھے اور عزیزانِ اہلِ صُفہ اور یہ فقیر بھی حضرت صاحبؒ کے گرد حلقہ کئے بیٹھے تھے۔ ایک ضعیف شخص آیا اور حضرت صاحبؒ نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ کبھی کبھی خضر علیہ السلام اِس شکل میں بھی میرے پاس آتے ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ سید احمد مدنیؒ خلیفہ حرم رسول علیہ السلام نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو تونسہ شریف جا جو ملک سنگھڑ میں ہے اور وہاں جا کر حضرت سلیمان صاحبؒ سے بیعت کر۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسی وقت روانہ ہو کر سنگھڑ شریف پہنچے اور محبوبِ سبحانی سے بیعت کی۔ اور مدینہ منورہ کے بہت سے تبرکات اور نذر و نیاز حضور کی نذر کئے۔ حضرت صاحبؒ نے بھی اُن کو تمام صفاتِ حمیدہ میں متصف پا کر اور عالم و فاضل اور سید جان کر اُن پر کرم و نوازش کی اور توجہ باطنی فرمائی اور خلافت عطا فرما کر واپس مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

مشکر مرشدہ قاضی نور محمد صاحب ساکنہ منگنوٹھ جو حضرت صاحبؒ کے معتقد مریدوں میں سے ہیں۔

اس فقیر کے سامنے کہتے تھے کہ میں نے تاج محمد ارائیں سکنہ سوکڑ کی زبان سے سُنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں ایک زمانہ میں محمد حسین ملتانی پر کہ وہ بھی حضرت صاحبؒ کا مرید تھا اور حسن و جوانی میں خوبانِ جہاں میں سے تھا، عاشق ہوگیا اور وہ حالتِ شباب میں افعال مذمومہ میں مشغول تھا اور عاقبت کا کوئی خوف نہ رکھتا تھا۔ اور جو نوجوانوں کے کام ہیں کرتا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ اُس پر بہت شفقت رکھتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ غریب نواز چونکہ محمد حسین ملتانی بُرے کاموں یعنی غیر شرع کاموں میں مصروف ہے۔ نہ جانے کہ اس کا انجام کیسا ہوگا۔ فرمایا انشاءاللہ تعالےٰ اُس کی عاقبت بخیر ہوگی۔ یہ جوانی کا عالم ہے۔ چند دن اِس عالم شباب میں جوانی کا مزہ لے لے۔ پھر عرض کیا قبلہ اس کی عاقبت اچھی کیسے ہوگی کہ وہ عورتوں میں، نفس پرستی اور شہوت میں مشغول ہے۔ فرمایا اسے تپ دق ہو جائے گا۔ اور اِس بیماری میں تین سال تکلیف اُٹھائے گا۔ اور اپنے بُرے کاموں سے توبہ کرے گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ میں اِس کا جنازہ پڑھوں گا۔ میں خاموش ہوگیا۔ چند سالوں کے بعد اسے بخار ہوگیا۔ کہنے لگا مجھے آج بخار ہوگیا ہے۔ میں نے جان لیا کہ یہ وہی بخار ہے۔ ہر چند اِس کا علاج کیا کارگر نہ ہوا۔ روز بروز لاغر و نحیف ہونے لگا۔ حتیٰ کہ تین سال اسے تپ دق رہا۔ آخر ایک دن فوت ہوگیا۔ اس کے جنازہ کو قبرستان میں لے گئے اور نماز کا ارادہ کیا تاج محمد مذکور کہتا تھا کہ میں نے دل میں کہا کہ حضرت صاحبؒ نے اپنی زبانِ وحی ترجمان سے جو کچھ اس محمد حسین مرحوم کے بارہ میں کہا تھا وہ تمام ہوگیا۔ لیکن آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ آج کل حضرت صاحبؒ مہاراں شریف تشریف لے گئے ہوئے ہیں تو حضرت صاحبؒ کا یہ قول سچا نہیں ہو رہا۔ باقی جو کچھ فرمایا تھا وہ تو ٹھیک ہوگیا۔ ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک چند سواروں اور پیدل آنے والوں کی گرد اٹھی۔ میں نے کہا کہ دوستو ذرا صبر کرو نمازِ جنازہ میں جلدی نہ کرو، کہ چند سوار آرہے ہیں۔ وہ بھی اِس نمازِ جنازہ کے ثواب میں شریک ہو جائیں تو بہتر ہے۔ ناگاہ حضرت صاحبؒ تشریف لائے اور بہت جلد جلد تشریف لائے۔ خیر آپ نے نماز پڑھائی اور فرمایا اے میاں محمد حسین تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ یہ فرمایا اور پھر روانہ ہوگئے۔

جان لیں کہ شاہ شجاع الملک بادشاہِ خراسان شاہ تیمور بن احمد شاہ درّانی غازی کا بیٹا ہے اور احمد شاہ درانی وہی ہے کہ نادر شاہ کو قندھار میں قتل کر کے خود بادشاہ ہو گیا تھا۔ اور اس سے قبل وہ نادر شاہ کے ملازموں میں سے تھا۔ پس جب احمد شاہ کو بادشاہی مستقل مل گئی تو ایک لاکھ پچیس ہزار سوار و پیادہ کے ساتھ دہلی جاکر محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں مرہٹوں کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دے دی۔ اس وقت مرہٹوں کا سردار نو لاکھ سوار رکھتا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے احمد شاہ کو اُس کافر پر فتح دی۔ چند روز دہلی رہ کر پھر قندھار آ گیا۔ نیز شہر متھرا کو اسی نے غارت کیا تھا۔ اور وہاں کا قلعہ توڑ دیا تھا اور غارت کر دیا تھا۔ اس احمد شاہ کا بیٹا تیمور شاہ تھا جس کی بادشاہت تھی اِس کے چند بیٹے تھے۔ اُن میں سے ایک محمود شاہ تھا کہ اس کا سکہ ملک سنگھڑ، ملتان، بہاول پور تک جاری تھا۔ اور اِن علاقوں کے نواب اُس کے تابع تھے اُس کا دوسرا بیٹا شجاع الملک تھا کہ محمود شاہ کے بعد چند دن اُس نے سلطنت کی۔ پھر سلطنت اِس کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ وہ ہندوستان جاکر فرنگیوں سے چند بار ان کی مدد کا خواہاں ہوا تاکہ سلطنت خراسان پھر حاصل کر لے۔ مگر چونکہ اس کے نصیب میں نہ تھا نہ ملی۔ شجاع الملک مذکور جب دوسری دفعہ انگریزوں کی مدد سے ملک خراسان کی تسخیر کے لئے روانہ ہُوا تو اتفاقاً گزرات تونسہ شریف میں آ گئی۔ چاشت کے وقت اپنے مقام سے اُٹھا اور خاص گھوڑے پر سوار ہُوا۔ اور سیر و شکار کے بہانہ سے حضرت صاحبؒ کے بنگلہ کی طرف سے گزرا اور سابقہ بادشاہی کے غرور کی وجہ سے دروازہ اولیاء پر بے عذر جانے کو بُرا جانتے ہوئے حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کے قریب شمالی ٹیلہ کے پیچھے سے گزر گیا۔ پھر خیال آیا کہ ملاقات کرے۔ پس شمالی ٹیلہ سے آ کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا کہ شکار کے لئے جا رہا تھا جب شمالی ٹیلہ پر پہنچا تو آپ کا مکان نظر پڑا وہاں سے واپس آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ حضرت صاحبؒ نے اس کے حال پر نوازش فرماتے ہوئے اور شفقت کرتے ہوئے

اپنے مصلہ پر بٹھایا اور اس کی تمام سرگزشت پوچھی۔ پھر فرمایا اے شاہ شجاع خراسان کے تسلط کی خواہش رکھتا ہے اور اس ملک کے تسخیر کے لئے جا رہا ہے بتا کہ کس کی پناہ میں جا رہا ہے۔ کیوں کہ اس کا بخت یاوری نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے کہنے لگا کہ میں کہن دل خان اور پیر دل خان کی پناہ میں جا رہا ہوں۔ اور یہ دونوں امراء تھے۔ بعد میں جب وہ رخصت ہو گیا اور عام کچہری کا وقت ہوا تو حاضرین مجلس نے حضرت صاحبؒ سے شاہ شجاع کی گفتگو کا حال پوچھا۔ فرمایا میں نے اُس سے پوچھا کہ کس کی پناہ میں تسخیر خراسان کے لئے جا رہے ہو اُس نے کہا کہن دل اور پیر دل خان جو دوست محمدؐ کے بھائی ہیں۔ ان کی پناہ میں جا رہا ہوں۔ بعد میں فرمایا کہ اُس کی اس بات سے اس کے اقبال کا زوال نظر آتا ہے۔ یہ بادشاہی نہیں کر سکے گا۔ میاں صالح محمدؐ فرماتے تھے کہ حضرت صاحبؒ کی غرض اُس سے پناہ کے بارہ میں پوچھنے سے یہ تھی کہ جب یہ کہے گا کہ میں سوائے حق تعالےٰ جل جلالہٗ کے کوئی اور پناہ نہیں رکھتا اور حق تعالےٰ کی امید پر جا رہا ہوں تو پھر البتہ حضرت صاحبؒ اس کے حال پر توجہ و شفقت و رحمت فرماتے اور حق تعالےٰ سے اُس کا مقدر ضرور طلب کرتے۔ اور اس کے مدعا کے لئے فاتحہ پڑھتے تاکہ اُس کا مقدر حاصل ہو جاتا۔ چونکہ اُس بے نصیب نے نامعقول جواب دیا تو وہ محروم رہا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

؎ ہر آں کا ستعانت بدرویش برد — اگر بر فریدون زد و بیش برد

کہتے ہیں کہ جب وہ روانہ ہوا اس کے بعد شیخ محمد وزیر اسد خاں نواب والی ملک سنگھڑ اسد خاں کی جانب سے آیا اور قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ قبلہ عالمؒ اسد خاں غریب ہے۔ بے مددگار و نادار و حاجت مند ہے اور شاہ شجاع مملکت خراسان کی تسخیر کی امید پر جا رہا ہے۔ پس ایک عہد نامہ اس سے برائے تخفیف اجلمہ اسد خاں کے حق میں لکھوا کر عنایت فرمائیں شاید کہ سریر سلطنت اُس سے آباد ہو جائے اور وہ عہد نامہ کام آئے۔ فرمایا کہ شاہ شجاع کو سریر سلطنت کے نزدیک کون جانے دیتا ہے۔ اس نے زیادہ منت زاری کی۔ آخر شیخ مذکور کی خاطر اپنے ایک معتبر شخص کو شاہ شجاع کے پاس بھیجا۔ وہ ازلی بد نصیب تھا۔ کہا کہ ابھی لکھ کر نہیں دیتا۔ جب

تختِ خراسان پر بیٹھوں گا اُس وقت مردِ معتبر کو بھیجیں وہاں لکھ کر دوں گا۔ جب وہ شخص واپس آیا اور جواب دیا تو فرمایا سبحان اللہ اس کو ایک رات ٹھہرنے کے لئے مکان نہیں ملے گا اور وہ سلطنت کا ارادہ رکھتا ہے۔ آخر وہی ہوا جو فرمایا تھا۔ پہلے ہی مقابلہ میں پسپا ہو گیا۔ اور شکست کے بعد شہر لدھیانہ میں پہنچا۔ سب سامان تباہ ہو گیا اور فوج قندھار میں ہلاک ہو گئی۔ باقی فوج کو کوہستانیوں نے راہ میں غارت کر دیا اور بعض کو پکڑ لیا۔ اور اُن کا یہ حال ہوا کہ در بدر پھرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم شاہ شجاع کے سپاہی ہیں۔ برائے خدا ہمیں ایک روٹی اور ایک کپڑا دے دیں۔ کیونکہ ہم بھوکے بھی ہیں اور ننگے بھی۔ جب تیسری مرتبہ شاہ شجاع انگریزوں کے ساتھ خراسان پہنچا تو انگریزوں کو تو عارضی طور پر فتح حاصل ہو گئی۔ دوست محمدؐ خان کو گرفتار کر کے کلکتہ یا کسی اور جگہ لے گئے۔ مگر شجاع الملک خراسانیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ چند دنوں کے بعد دوست محمدؐ خاں کے بیٹے علی اکبر خان نے انگریزوں کی چھاؤنی پر حملہ کر کے انگریزوں اور فوجیوں کو قتل کر دیا۔ بہت سے انگریز مرد اور عورتیں قید کر لئے اور خراسان پر مکمل قبضہ کر لیا۔ جب تک انگریزوں۔ چنانچہ جب شاہ شجاع کے قتل کی خبر حضرتِ غوثؒ کے کانوں میں پہنچی۔ فرمایا شجاع الملک عجب استعداد رکھتا تھا کہ اپنے مقدر کے حصول میں جان دے دی۔ مستعد مرد کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

بجز راہ وفائے عشق نسپرد   برآں زادو برآں بود و برآں مرد

منقول ہے جب شاہ شجاع شہر تونسہ شریف سے نواحی شہر دھوآ میں داخل ہوا تو جیسا کہ عوام الناس میں مشہور ہے شیخ محمد وزیر اسد خاں نے حضرت غوث زماںؒ کی خدمت میں آکر قدم بوسی کی اور اسد خاں کی جانب سے عرض کیا کہ شاہ شجاع نے اپنی شجاعت پہلے نور خاں کلاچی والے پر اور پھر شہر دھوآ کے دوسرے کارداران پر ظاہر کی ہے اور انہیں اسیر کر کے لے گیا ہے۔ اب آپ کی ذاتِ گرامی کے سوا کوئی وسیلہ نہیں رکھتے کہ ان کی خلاصی ذاتِ مبارک کے بغیر نہ ہو گی۔ حضرت صاحبؒ نے اِن کی عرض قبول کی اور راتوں رات سوار ہو کر نماز فجر شہر دھوآ میں پڑھی اور شہرِ مذکور تونسہ شریف

سے چوبیس (۲۴) کوس ہے۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ محض کذب و افترا تھی۔ چنانچہ وہاں سے پھر مراجعت فرمائی۔ واپسی کے سفر میں وہاں سے ایک کُتّا آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ ہر چند کہ درویشوں نے اُس کو دفع کرنا چاہا۔ ہرگز آپ کی رکاب سے دُور نہ ہوتا تھا۔ حضرت صاحبؒ کو رحم آگیا۔ فرمایا کہ یہ بے چارہ ایک پلک ہمارے ساتھ ہوا ہے نہ مارو اور نہ بھگاؤ۔ جب تونسہ شریف پہنچے اِس مادہ کتّے نے بھی وہیں سکونت اختیار کی اور اسے اپنا وطن بنا لیا۔ جب اُس کے قیام کا پتہ چلا فرمایا اِس کی روٹی بھی لنگر سے مقرر ہو جائے اور دوسرے درویش بھی اسے لقمہ لقمہ دیتے تھے اور اس کا نام "الیقن" رکھا۔ وہ کتیا لنگر خانہ میں رہتی تھی۔ اور روز و شب لنگر خانہ کے دروازہ پر بیٹھی رہتی تھی۔

؎ یک نظر فرما کہ مستغنی شوم زابنائے جنس ۔ سگ کہ شد منظور نجم الدین سگاں را سرور است

منقول ہے کہ جب انگریز آخری مرتبہ شجاع الملک کو ہمراہ لے کر خراسان کی تسخیر کے ارادہ سے گئے تو اس سے چند روز قبل دوست محمدؐ خان والئی خراسان نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرضی بھیجی۔ مضمون یہ تھا کہ میں نے صرف اللہ تعالےٰ کے لئے کافروں سے جہاد پر کمر باندھی ہے تاکہ اسلام کا یہ تختہ کفر سے آلودہ نہ ہو۔ دعا و توجہ فرمائیں۔ کہ خدا تعالےٰ مجھے کافروں پر فتح و نصرت دے۔ منشئ حضور محمدؐ واصل نے فقیر کاتب الحروف کو بتایا تھا کہ حضرت صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ دوست محمد کی عرضی کے جواب میں یہ لکھو۔

؎ ہر کا ستعانت بدرویش برد ۔ اگر بر فریدوں رود پیش برد

یہاں تک کہ حضرت صاحبؒ کی امداد سے تمام انگریز اور ان کی فوج ماری گئی اور حق تعالےٰ نے اُسے فتح دی۔

نقل ہے کہ جس وقت محمد صادق خاں نواب احمد پورہ کا ارادہ ہوا کہ اسد خاں کی بیٹی سے شادی کرے تو حضرت صاحبؒ نے مولوی قادر بخش صاحب کو فرمایا کہ فقیر کے لئے مناسب ہے کہ اہل ثروت کو نصیحت کرے۔ تم صبح ایک خط میری مہر سے لکھ کر صادق محمدؐ خاں کے پاس بھیج دو کہ اسد خاں کی لڑکی سے شادی کرنا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے اور یہ شادی فائدہ مند نہ ہو گی۔ کیونکہ اِن پر اس وقت

نحوست کا اثر ہے۔ تم یہ خیال دل سے دور کر دو کہ اسد خاں کے گھر شادی کرنا دو باتوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا تُو مر جائے گا یا تیرا ملک تیرے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ جب مولوی صاحب مذکور نے اُس کو حضرت صاحبؒ کے مطابق خط لکھا۔ تو دُنیوی غرور و نخوت کی وجہ سے خیال نہ کیا اور اسد خاں کی لڑکی سے شادی کر لی۔ شادی کے بعد صرف ایک سال زندہ رہا۔

ؔ غمی کز پیش شادمانی خوری   بہ از شادی کز پیش غم خوری

منقول ہے کہ جب صادق محمد خاں فوت ہو گیا۔ تو اس کی جگہ رحیم یار خاں سلطنت پر بیٹھا اور محمد بہاول خاں عباسی ثالث کے لقب سے ملقّب ہوا۔ وہ حضرت صاحبؒ کا مرید تھا۔ اُسے تسکین نہ ہوتی تھی اور حضرت صاحبؒ کے دستِ مبارک سے دستار پوشی کے بغیر اُسے قرار نہ تھا۔ پس علماء اور وکلا کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت صاحبؒ نے اُس پر شفقت فرمائی اور احمد پور تک تشریف لے گئے اور اپنے دستِ مبارک سے دستار بندی فرمائی۔ اس کے بعد اُسے اطمینانِ کلّی حاصل ہوا۔ اور اس وقت بہاول خاں مذکور نے بہت نذر و نیاز از قسم نقد و جنس و جامہ، چاندی و چاندی کے برتن و ظروف اور بہت سا قیمتی سامان حضرت صاحبؒ کی خدمت میں نذر کیا۔ آپ نے سب کچھ مرشد زادگان صاحبزادگان مہاردی کو دے دیا۔ جب مولوی قادر بخش نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ اپنے بیٹے میاں گل محمد صاحبؒ کو کچھ نہیں دے رہے تو ایک چاندی کا تشت وہاں سے اٹھا کر صاحبزادہ (مرحوم) طشت
کی نذر کیا۔ اور باقی جو نقدی تھی خدا بخش مودی کے حوالہ کی۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد جب آپ دلائل الخیرات سے فارغ ہوئے تو خدا بخش کو بلایا کہ مجھے آج رات اس دنیا جیفہ کے فکر و اندیشہ سے نیند نہیں آئی ایک قلمدان و کاغذ لا۔ تاکہ تجھے لکھ کر دوں۔ اور وہاں وہاں یہ تمام روپیہ دے دو۔ تاکہ اس بلا کو اپنے سے دور کر دوں۔ جب قلم دان اور کاغذ آیا تو آپ نے خود اس پر مستحق لوگوں کے نام لکھ دیئے کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا دے دیں خدا بخش نے دے دیا۔ یہاں تک کہ تمام زر و جواہر جو آیا تھا اللہ کے لئے تقسیم کر دیا۔ پھر

وہاں سے تاج سرور کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس مبارک پر پہنچے۔

منقول ہے کہ حافظ نور احمد خاں افغان خاکوانی حضرتؒ کے مریدوں میں تھا۔ اور تالپور میراں کے علاقہ میں نوکری کرتا تھا۔ وہاں سے حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے ۱۲۶۰ھ میں تونسہ شریف حاضر ہوا۔ ایک دن زوال کے وقت عام کچہری ختم ہوئی تھی اور حضرت صاحبؒ بنگلہ شریف میں بیٹھے صوفیوں کو کتبِ سلوک کا سبق دے رہے تھے اور یہ کاتب الحروف نجم الدین بھی خدمت میں حاضر بیٹھا تھا۔ کہ حافظ مذکور حاضر ہوا اور بیس روپے حضرت صاحبؒ کی نذر کئے۔ بعد میں جب حضرت صاحبؒ کے مشغول ہونے کا وقت آیا تو حجرہ میں جا کر بارہ ہزار روپے حضرت صاحبؒ کی نذر کئے اور عرض کیا کہ قبلہ میں نے منت مانی تھی۔ کہ جو کچھ مجھے اس نوکری میں ملے گا۔ اپنے پیر کی نذر کروں گا۔ فرمایا عیال و اطفال کو کوئی چیز دی ہے۔ عرض کیا پانچ سو روپیہ دیا ہے۔ رزاقِ مطلق اُنہیں پھر اور دے گا۔ حضرت صاحبؒ نے وہ روپیہ خدا بخش لانگری کو دے دیا۔ جب نمازِ فجر سے فارغ ہوئے تو خدا بخش کو طلب کر کے فرمایا کہ اس بلا نے مجھے تمام رات سونے نہیں دیا۔ دوات قلم اور کاغذ لاؤ تمہیں مستحق افراد کے نام لکھ دوں۔ میرے لکھے کے مطابق سب کو تقسیم کر دے۔ جب وہ کاغذ دوات قلم لائے تو آپ نے مستحق افراد کے نام لکھ دیئے۔ اس کیمطابق سب کو تقسیم کر دیئے اس میں سے سات ہزار روپیہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ پر بھیج دیئے اس وقت صاحبزادہ غلام قطب الدینؒ و غلام فخر الدینؒ پسران میاں خواجہ محمودؒ بن خواجہ نور احمدؒ بن خواجہ نور محمدؒ حاضر تھے۔ ان کے حوالہ کیا اور ایک تحریر ان کو دی کہ اتنے فلاں کو اور اتنے فلاں صاحبزادہ کو دے دیں۔ میاں عبداللہ صاحبؒ بن صاحبزادہ نور حسینؒ بن خواجہ نور الصمد شہید صاحبؒ بن قبلۂ عالم حضرت خواجہ صاحب نور محمدؒ مہاروی اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے۔ کہ میں ایک ہزار کا مقروض تھا حضرت صاحبؒ نے اس کاغذ میں میرے لئے ایک ہزار ہی لکھا تھا اور باقی پانچ ہزار تونسہ شریف کے علماء اور دیگر مستحق افراد کو دیا۔ خدا بخش نے آکر خبر کی کہ حضرت آپ کے حسب الامر تمام روپیہ تقسیم کر دیا گیا ہے فرمایا الحمد للہ حق تعالے نے اس بلا کو مجھ سے دور

کر دیا۔ دوسرے روز احمد خاں ملی زئی افغان احمد پور سے ایک ہزار روپیہ اور دو بڑے قالین بے کر نذر کرنے کے لئے لایا۔ اور گیارہ ہزار روپے محمد بہاول خاں نواب احمد پور کی طرف سے نذر کے لئے لایا۔ اس کو اُسی وقت اُسی طرح تقسیم کر دیا۔ سبحان اللہ حق تعالےٰ نے آپ کو کس قدر ترک دنیا عطا کیا تھا کہ اپنے زمانہ کے سلطان التارکین تھے۔

منقول ہے کہ قوم جعفر سے ایک شخص نے جو کوہِ درگ کا رہنے والا تھا۔ حسن خاں جعفر سردارِ کوہ درگ کے ظلم وستم کی شکایت کی کہ اپنے ہم قوموں پر بہت ظلم کرتا ہے خصوصاً مجھ پر بہت زیادہ کرتا ہے۔ آپ براہِ کرم اس کے نام ایسا خط لکھ دیں کہ ظلم سے باز آجائے۔ فرمایا کہ مَیں نے سُنا ہے کہ وہ میری ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے اگر یہاں آیا تو زبانی کہہ دوں گا اور تمہیں اس کے سپرد کر دوں گا۔ جب حسن خاں خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا اے حسن خاں حق تعالےٰ کی جباری وقہاری سے نہیں ڈرتا کہ ناحق بھائیوں کو اور مخلوق خدا کو رنج پہنچاتا ہے۔ اس جاہل مطلق نے جو حضرت صاحبؒ کے رتبہ سے بے خبر تھا اور حضرت صاحبؒ کو فقط اپنا ہم قوم برادر سمجھتا تھا۔ مکہ معظمہ کے اُن قریش کیطرح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو صرف اپنا بھائی کہتے تھے

؎ کافراں دیدند احمد را بشر ۔ ایں ندیدند کاں شق القمر

اُس نے بھی اسی طرح اعلانیہ کہہ دیا کہ میں آپ کو اور آپ کے والد صاحب کو جانتا ہوں۔ اب چند آدمیوں کو وظیفہ اور روٹی دے کر آپ اس علاقہ میں اپنے آپ کو غوث و قطب سمجھ بیٹھے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے جو صاحبِ تحمّل تھے۔ کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے دن وہ شتر کجاوہ دار پر سوار ہو کر روانہ ہُوا۔ تونسہ شریف سے اندازاً آدھا کوس نہ گیا ہوگا کہ شدید دردِ شکم میں مبتلا ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں کو رخصت دے کر خود تونسہ شریف میں آیا اور آپ کے اصطبل میں گر گیا۔ کسی نے اس کے حالِ زار کی حضرت صاحبؒ کو خبر کی۔ فرمایا کہ اُسے کچھ ہو گیا ہوگا۔ کسی نے پھر کہا کہ وہ کتّے کی طرح آواز نکالتا ہے۔ فرمایا کہ روٹی کا ٹکڑا اس کے گلے میں نہیں گیا ہوگا۔ اس بے ادب کی طرف ذرا التفات نہ کیا۔ آخر اس بے ادبی کی سزا میں مرگیا۔

منقول ہے کہ لعل خاں بلوچ نطقانی والئی منگنوٹھ نے اپنے زمانۂ حکومت میں ایک بلوچ
لڑکی کو ظلم سے پکڑ لیا اور اپنے گھر ڈال لیا تھا۔ ملک سنگھڑ کے قاضی صاحب دوسرے مسلمانوں
کے ساتھ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت حیف صد حیف
ہے کہ باوجودیکہ آپ اس ملک میں اساس شریعت و دین محمدی ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ
اس کے بعد اس ملک کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ نواب لعل خاں بن
مستو خان نے فلاں بلوچ کی لڑکی کو ظلم سے پکڑ کر اپنے گھر ڈال لیا ہے۔ حضرت صاحبؒ
نے لعل خاں کو پیغام بھیجا کہ تو مسلمانوں پر ظلم نہ کر اور خدا سے ڈر۔ اس نے حضرت صاحبؒ
کے پاس اپنی مہر کے ساتھ عرضی بھیجی۔ میاں عبدالشکور صاحب فرماتے تھے کہ میں اور حافظ
محمد علی شاہ صاحبؒ اور دیگر لوگ بنگلہ میں حضرت صاحبؒ کے پاس اس وقت بیٹھے
تھے۔ جب عرضی آئی۔ جب آنے والا عرضی لایا تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا یہ کیا عرضی
ہے۔ کہنے لگا۔ لعل خاں والئی منگنوٹھ نے بھیجی ہے۔ حضرت صاحبؒ نے اس عرضی کے
لفافہ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اس مہر کو جو عرضی کے سرنامہ پر تھی اپنی زبان مبارک سے
چاٹ لیا۔ اور فارسی میں کہا کہ "ملک بدست درویش است ہر کرا خواہد دہد" (ملک درویش
کے قبضہ میں ہے جسے چاہے دیدے) اس عرضی کو پڑھا اور دور پھینک دیا اور یہ
ماجرا اشراق کے وقت ہوا تھا۔ جب ظہر کا وقت آیا تو چار ہزار سوار یکایک خراسان
سے کوہستان کے راستے سے منگنوٹھ پہنچے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ لعل خاں کو قید کر لیا
اور اپنے ملک میں لے گئے۔ چنانچہ وہ بارہ سال خراسانیوں کی قید میں رہا۔ جب لعل خاں کو
گرفتار کر لیا۔ اور لے گئے۔ تو پھر بعد میں حضرت صاحبؒ نے ملک سنگھڑ کی دستار نوابی
اس کے بھتیجے اسد خاں کے سر باندھی چنانچہ مدت تک یہ ملک سنگھڑ اسد خاں کے تصرف
میں رہا۔ منقول ہے کہ جب لعل خاں اسیر ہو کر خراسان گیا۔ تو لعل خاں کی والدہ اس
کی قید سے خلاصی کے لئے دعا کرانے کے لئے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئی
چند روز آہ و زاری کرتی رہی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا جو حکم تھا ہو گیا اب حکم
میں تبدیلی نہ ہوگی۔ لعل خان کی مہر جو مٹا دی گئی ہے اب دوبارہ اس ملک سنگھڑ

میں نہیں چلے گی۔ اور ملک سنگھڑ اُس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ بے چاری نا امید ہو کر چلی گئی۔

؎ گنجِ قاروں کہ فرو میرود از قعر ہنوز ۔ خواندہ باشی کہ ہمہ از غیرتِ درویشان ست

بارہ سال کے بعد لعل خاں خراسانیوں کی قید سے رہا ہو کر آیا اور پھر احمد پور جا کر نواب صادق محمد خاں کا ملازم ہو گیا۔ جب کھوسہ کے آدمیوں نے علاقہ ڈیرہ غازی خاں پر ظلم کرنا شروع کر دیا تو نواب صادق محمد خاں نے لعل خاں مذکور کو فوج کا افسر بنا کر کھوسہ کے آدمیوں کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ یہاں تک اُس نے آکر اُس قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو ملک سنگھڑ کی سرحد پر تونسہ شریف سے بارہ کوس کے فاصلہ پر تھا اور اسد خاں کے قبضہ میں تھا اور کھوسہ کے آدمی وہاں رہتے تھے۔ انہی دنوں میاں احمد جو قوم پڑھیار سے تھے۔ چھ بار شتر باجرہ کا غلہ پہاڑ سے لاکر اپنے گھر لے جا رہے تھے۔ لعل خاں کے سواروں نے انہیں غارت کر دیا۔ احمد مذکور غلہ کی واپسی کے لئے حضرت صاحبؒ کا سرافرازنامہ یار محمد ملغانی کے ہمراہ لعل خاں کے پاس لے گیا۔ اُس بدبخت نے حضرت صاحبؒ کا خط پڑھا بھی نہیں۔ ہاتھ میں لے کر پھاڑ دیا اور پھینک دیا اور ایک سپاہی کو کہا کہ ان دونوں کو میری آنکھوں سے دور کر دو۔ اُس سپاہی نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکال دیا۔ یہ دونوں پائندہ خاں افغانی خاکوانی جو حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھا کے پاس پہنچے اور وہ اس مردود کے پاس آیا اور ملامت کی کہ اے بدبخت بڑا بُرا کام کیا کہ حضرت صاحبؒ کا پروانہ پڑھا بھی نہیں اور آپ کے وکیل کی بے عزتی کی اور باہر نکال دیا۔ اتنی جرأت تو نادر شاہ سے بھی نہیں ہو سکی تھی۔ اُس نے بھی حضرت صاحبؒ کے آدمیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا تھا۔ جو تو نے کیا ہے۔ پس وہ مردود اٹھا اور اپنے آپ کو اونچا کر کے کہنے لگا کہ میاں صاحب میں کیا کرامت ہے دکھاؤ۔ کیا خنجر مارنے کی توفیق رکھتے ہیں۔ یہ میں نے گردن اونچی کی ہوئی ہے مار دیں۔ جب یار محمد واپس حضرت صاحبؒ کے پاس آیا۔ اور تمام حقیقت بتائی تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا اے یار محمد ہم نفیروں کے پاس خنجر کہاں ہے مگر جو تلاش کرتا ہے پا لیتا ہے اور بار بار تکرار فرماتے تھے کہ اے دوستو۔

؎ عاقبت جوئندہ یابندہ بود

دوسرے روز یار محمد اور نور محمد قلعہ کے دونوں سردار بمعہ قبائل خود آئے اور قرآن شریف ساتھ لاکر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے ساتھ قلعہ میں جاکر لعل خاں کو فرمائیں کہ ہمارے قلعہ کو خالی کردیں۔ فرمایا کیا تم نے یہ نہیں سُنا کہ کل میرے خط کو پڑھا بھی نہیں اور میرے بھیجے ہوئے درویش کو اپنے سے دور کر دیا اور بیٹھنے بھی نہ دیا۔ مَیں کسطرح اُس بدکیش کے پاس جاؤں۔ اُنہوں نے پھر حضرت صاحبؒ کے سامنے قرآن شریف رکھا۔ اور عرض کرنے لگے کہ خدا، رسول اور اس قرآن کے لئے آپ ہمارے ساتھ ضرور چلیں۔ فرمایا اے عزیزو ایک دفعہ صدیق والا دوسہ کی والدہ نے مجھے قرآن کا واسطہ دے کر کہا تھا۔ مَیں نے قبول نہ کیا تھا۔ اب تک پشیمان ہوں۔ اگرچہ صدیق مقتول کی زندگی اتنی ہی تھی۔ مگر قرآن پاک کا واسطہ ضرور منظور کرنا چاہیئے تھا۔ اب جبکہ تم لوگ مجھے قرآن پاک کا واسطہ دے رہے ہو۔ تمہارے ہمراہ جانا ضروری ہے۔ مَیں انکار نہیں کرتا۔ مگر خدا کی تقدیر کو کوئی موڑ نہیں سکتا ہے۔ اب بھی وہی ہوگا۔ البتہ وقت کی بہتری کے مطابق تم لوگ ایک دو دن کے لیے واپس چلے جاؤ۔ مَیں میاں محمدؒ بلغانی کو احوال دریافت کرنے کے لئے وہاں بھیجتا ہوں۔ اُس کے واپس آنے کے بعد جو تمہاری مرضی ہو گی اُسی طرح کر دیا جائے گا۔ ملفوظ

پس حضرت صاحبؒ نے محمدؒ بلغانی کو لعل خاں کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ لعل خاں کو سلام کے بعد میری جانب سے کہنا کہ میں نے قلم کے سر کو حرفِ سفید پہ اس لئے نگوں نہیں کیا تھا کہ واللہ اعلم۔ افسر فوج لعل خاں ہے یا منشی رادھا کشن۔ اور اُسے میری طرف سے کہنا کہ جنگل میں آگ لگانا آسان ہے مگر اُس آگ کو بجھانا بہت مشکل ہے۔ اور یہ بات عجیب ہے کہ قلعہ مہوی کو تونسہ کے شمالی جانب سے کوئی جانتا ہی نہیں۔ مگر خان صاحب کی شہرت تو پوری دنیا میں ہے۔ اب بھی اگر کسی طرح صلح ہو جائے تو میں وہاں آکر اپنے دوست کو درمیان میں لاکر دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرا سکتا ہوں۔ جب لعل خاں نے حضرت صاحبؒ کا یہ پیغام سُنا تو جواب میں کہا کہ ابھی آپ کا تشریف لانا مناسب نہیں ہے کہ قلعہ فتح ہونے والا ہے۔ قلعہ کی کلید آج نہیں تو کل ہاتھ آجائے گی۔ میاں محمدؒ مذکور

لعل خاں کے پاس سے اُٹھ کر کھوسہ کے لوگوں کے پاس گئے اور گزشتہ کیفیت بیان کی۔ وہ اُسی وقت سوار ہو کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے۔ آں جناب نے راتوں رات سوار ہو کر تہجد کے نوافل دروازہ قلعہ مہوی میں ادا کیئے۔ اور کھوسہ کے لوگوں کو اسد خان کے پروانہ کے ساتھ ابراہیم خاں قلعدار کے حوالہ کیا۔ ابراہیم خاں نے دست بستہ عرض کیا۔ ملک اور قلعہ کے مالک آپ ہیں۔ اسد خاں کے پروانہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس اثناء میں نور محمد کھوسہ نے سوال کیا کہ ہماری سعادت حضور کی ہم رکابی میں ہے۔ فرمایا تمہارا لعل خاں کے پاس جانا مناسب اور فائدہ مند نہیں ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں ہے کہ میں لعل خاں کے پاس تمہاری سفارش نہیں کروں گا۔ تو میرے ساتھ اپنا ایک آدمی بھیج دو۔ پس ایک ہندو شخص کو حضرت صاحبؒ کی ہم رکاب بھیجا۔ پس حضرت صاحبؒ نے اُسے فرمایا کہ تم قلعہ کے اندر بیٹھے رہو۔ باہر ہرگز نہ آنا۔ پس دعائے خیر کرنے کے بعد قلعہ سے سوار ہو کر اور چند قدم جا کر پھر ٹھہر گئے اور بہ آواز بلند قلعہ دار کو فرمایا کہ ان کھوسہ کے آدمیوں کو تمام حفاظت سے رکھنا پھر روانہ ہو گئے۔ راستہ میں عوام کو اشارے سے اور خواص کو واضح طور پر کھوسہ کے لوگوں کی شہادت کے بارے میں فرما رہے تھے۔ اور صدیق ولد کھوسہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ صدیق بے چارہ کی زندگی اسی قدر تھی۔ مگر صلح کے لیئے کوشش کرنا اور اس طرف اسد خاں کی طرف جانا مناسب اور ضروری بات تھی۔ الغرض جب قلعہ مہوی کے دروازہ پر پہنچے تو میاں صدیق ملاں کو فرمایا کہ لعل خاں کو میرے آنے کی خبر کرو۔ جب لعل خاں خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ اے لعل خاں مخلوق خدا تمہیں شیر بہادر کہتی ہے اور چند دن ہو گئے ہیں کہ قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور ابھی تک فتح نہیں ہوا۔ اُس نے کہا آں جناب کی امداد سے فتح ہو جائے گا۔ بعد میں حضرت صاحبؒ نے ملامت اور عتاب سے فرمایا کہ اے لعل یہ مردانگی کا کام نہیں کیا۔ بچوں کا کھیل کیا ہے کہ جنگل میں آگ لگانا آسان ہے مگر بجھانا مشکل ہے:

؎ کنونت کہ سر صلحست باز آئی

کزاں محبوب تر باشی کہ بودی

اِدھر حضرت صاحبؒ نے اندر اُور باہر کی فوج کو توپ و تفنگ چلانے سے منع کیا ہوا تھا۔ کہ اب کسی طریقہ سے بھی جنگ نہ کریں۔ لعل خاں نے کہا کہ اب قلعہ مفتوحہ کو کیسے چھوڑ دوں۔ فرمایا کہ میں صادق محمد کو لکھ دیتا ہوں۔ اُور تیرے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ میرے یہاں آنے کی اصل حقیقت دونوں اطراف کی صلح و اصلاح ہے۔ اور جب تک وہاں سے جواب نہ آئے فوج کو جنگ سے روکے رکھو۔ بلکہ یہاں سے اُٹھ کر حمرانی بلدہ میں ڈیرہ کرلو۔ اگر صادق محمد ہمارے لکھے پر عمل کرے تو فہو المراد۔ دگرنہ میں قلعہ کی کنجیاں تیرے حوالے کر دوں گا۔ نیز اس بات کا مشورہ اپنے ساتھیوں سے بھی کرلو اُور ظہر کے وقت مجھے اس کا جواب دو۔ لعل خاں اُٹھ کر اپنے ڈیرہ پر آیا۔ اور حضرت صاحبؒ نے قیلولہ فرمایا۔ اس اثناء میں ایک سو سوار بطور کمک اسد خاں کی جانب سے لعل خاں کے پاس پہنچے۔ اُور اُن میں سے دو آدمی توم استرانہ کے قلعہ سے باہر رہے اور انہوں نے یار محمد و نور محمد کھوسہ کو لعل خاں تک پہنچا دیا۔ لعل خاں نے یہ خبر سُن کر فوراً چند سوار اِن دو اشخاص کے لئے بھیجے۔ چنانچہ حضرت صاحبؒ کے تمام درویشوں نے دیکھا کہ مسلح سواروں نے لشکر گاہ سے باہر جا کر مشرق کی طرف رخ کیا ہے جب لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے تو ان کو شہید کرنے کے خیال سے شمال کا رخ کیا۔ اور اندازاً ایک آدمی اِن میں سے شمال کی طرف گیا۔ اُور پھر مرد مان کھوسہ کے پاس آہستہ آہستہ گیا اُور چاروں طرف سے اُن کا محاصرہ کر لیا اُور اُن کو تفنگ کی ضرب سے شہید کر دیا اُور دونوں مظلوموں کا سر کاٹ دیا۔ اُور سر کے بالوں سے پکڑ کر لعل خاں کے سامنے ڈال دیئے۔ لعل خاں نے فوراً حکم دیا کہ جنگ شروع کرو۔ اُور قلعہ خالی کراؤ۔ پس توپ و تفنگ سے جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت حضرت صاحب قیلولہ میں تھے میاں محمد یار ملتانی نے پائے مبارک کو بوسہ دے کر بیدار کیا۔ اُور اس خبر سے مطلع کیا۔ کہ یا غریب نواز یہ کیا ہوا کہ تمام فوج میں شور و غل ہے اُور دونوں طرف سے توپیں چل رہی ہیں اسی اثنا میں ایک شخص نیزہ کا سر توڑ کر اُور ہاتھ میں تلوار لئے گھوڑا دوڑاتا ہوا لعل خاں کی فوج میں داخل ہوا۔ اُور دوسرے لشکری اس کے سر پر کپڑے ڈالتے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے محمد ملتانی کو فرمایا کہ خبر لو کیا ماجرا ہے جب

میروانی کھوسہ بلوچ کی

بروایت چاچا حاکم خان بخش ذکھوسہ
ساکن جھوکر اودل

۴۰۰

وہ لعل خاں کے نزدیک پہنچا اور یار محمد اور نور محمد کھوسہ کے سروں کو کٹے ہوئے اس کے سامنے دیکھا۔ تو حضرت صاحبؒ کو خبر کی۔ حضرت صاحبؒ اُسی وقت روانہ ہو گئے۔ اور سوار ہوتے وقت فرمایا کہ ہم تمام عمر ان کھوسوں کی پرورش کرتے رہے۔ اور انہوں نے تمام عمر ہماری خدمت میں گزار دی۔ اس لعل خاں بدکردار نے اِن دونوں کے سر

دیکھا جائے گا۔ جب شدت گرمی سے حضرت صاحبؒ کے وجودِ مبارک کو پسینہ آگیا تو جھوک مجوٹھی میں آرام فرمایا۔ قلعدار مھوی نے سعادتِ قدم بوسی حاصل کی۔ فرمایا اُن دونوں غریبوں کی لاشوں کو اچھے طریقہ سے دفن کرنا۔ پس جب تونسہ شریف میں داخل ہوئے تو جو شخص بھی آتا اُس سے پوچھتے کہ کیا ابھی وہ لعل کتا قتل نہیں ہوا۔ اور اُسے قتل نہیں کیا گیا۔ لعل خاں کی بہن جو حضرت صاحبؒ کی مرید تھی۔ وہ تونسہ شریف میں تھی۔ مگر حضرت صاحبؒ کی لعل خاں پر خفگی کی وجہ سے دن میں سامنے نہیں آتی تھی۔ رات کے وقت چوری چوری زیارت کرتی تھی اور خفیہ سنتی تھی کہ میرے بھائی کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ پس دوسرے دن لعل خاں قلعہ مھوی کو تباہ کر کے موضع دلانہ والہ میں کھوسہ کے آدمیوں کے سر پر پہنچا وہاں اچانک ایک کھوسہ کے ہاتھ سے تفنگ اُس کے سینہ پر چل گئی۔ اور لعل خاں مر گیا۔ ایک درویش کہ حضرت صاحبؒ اُسے فضل خدا کے لقب سے پکارتے تھے۔ پہنچا۔ حضرت صاحبؒ نے پوچھا اے فضلِ خدا جس فوج نے دلانہ والہ پر حملہ کیا تھا اس کے متعلق کچھ نہیں بتاؤ گے! اس نے کہا کہ کیوں نہیں بتلاؤں گا۔ پہلی بات یہ کہ خدا کے فضل کے ساتھ ڈیرہ غازی خاں کے راستہ میں چور میرے راستہ میں آئے اور میرے تمام جسم کے کپڑے لے گئے۔ دوسرے یہ کہ اس راستہ میں لعل خاں کی میت ولاش دیکھی کہ ڈیرہ کی طرف لے جا رہے ہیں میں نے اُن سے پوچھا تھا۔ کہنے لگے قلعہ دلانہ والہ لٹ گیا ہے۔ وہاں پہلے تو اُس کے ہاتھ میں خنجر لگا جس ہاتھ نے ظلم بپا کر رکھا تھا۔ پھر گولی لگی اور بعد میں وہی گولی اس کے جگر سے پار ہو گئی پھر ایک اور گولی آکر لگی اس کے علاوہ اور کوئی آدمی نہیں مارا گیا۔ قلعہ کے اندر سے جو بندوق چلتی تھی وہ اس پر چلتی تھی۔ ہر بندوق کی ضرب کھانے کے بعد وہ زمین پر گر پڑا جب حضرت صاحبؒ نے یہ خبر سُنی تو فرمایا "ھو النار والسز مع الجد والبدن" (وہ مع

تمام سازو سامان کے واصلِ جہنم ہوُا) کہتے ہیں کہ اُس دن سے کہ یار محمد و نور محمد کھوسان شہید ہوئے تھے، لعل خاں بد کردار کے فوت ہونے تک حضرت صاحبؒ نے کسی کے ساتھ خوش طبعی کی بات نہ کی تھی۔ اور ہر ایک سے پوچھتے تھے کہ وہ کُتّا ابھی قتل ہوُا!

ابیات کسی کز صرصرِ ظلمش دمادم چراغ علیش مظلوماں بمیرد

نمے ترسد ازاں کایزد تعالےٰ اگرچہ دیر گیرد سخت گیرد

منقول ہے کہ جب مستو خاں والیٔ منگنوٹھہ فوت ہوُا تو اس کا بیٹا علی اکبر بدر پر اسد خاں اس کی مسند پر بیٹھا اور خلقت پر ظلم وستم کرنے لگا۔ لکھی محمد خاں برادر اپنی جان کے خوف سے علی اکبر کے ڈر سے دو کوس دوڑ گیا۔ اس کے بعد چند دن منگنوٹھہ میں پھر آیا۔ ایک دن زیارت کیلئے تونسہ شریف میں حضرت صاحبؒ کے پاس آیا ہوُا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لکھی محمد خاں اب تم علی اکبر کی کس بات کی ضمانت پر اعتبار کر کے آئے ہو کہا کہ اُس نے سات قرآنوں پر ہاتھ رکھ کر مہر لگا کر قسم کھائی ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے اس پر اعتبار نہیں، وہ علی اکبر تمہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔ خواہ اس نے قسم کھائی ہے تمہیں زندہ نہ رہنے دے گا۔ اور اس کے بعد وہ پھر اس قرآن کو پڑھنے لگ جائے گا۔ قرآن پڑھے گا مگر یہ نہیں سُنا کہ خراسان کے آدمی کہتے ہیں کہ اپنے تمام بازو روغن میں تر کر کے اور تلوں کے انبار میں داخل ہو کر ہر تل کی تعداد کے مطابق بھی خواہ وہ قرآن کی قسم کھائے لیکن جب بھی اسے موقعہ ملتا ہے دشمن کا کام تمام کر کے ہی سانس لیتا ہے۔ پس لکھی محمد نے حضرتِ صاحبؒ سے دعائے خیر کرائی اور روانہ ہوا۔ نور خاں گریانی کہ حضرتِ صاحبؒ کا مرید تھا اُس نے بھی اُس دن گھر جانے کی اجازت مانگی تھی مگر روانہ نہ ہوُا۔ پھر جب حضرت صاحبؒ کی محفل میں آیا، فرمایا کہ تو نے گھر جانے کی اجازت مانگی تھی۔ گیا کیوں نہیں۔ اُس نے کہا کہ میں سات قرآنوں کی قسم کا تماشا دیکھنے کے لئے بیٹھا ہوں۔ کہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھنے کے بعد جاؤں۔ کیوں کہ جہاں کہیں قرآن شریف کی قسم درمیان میں آتی ہے تو اثر بہت جلد ظاہر ہوتا ہے۔ پھر دوسرے دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر رخصت طلب کی۔ فرمایا اب رخصت ہونا ہے۔ اُس نے کہا اب انتظار جاتا رہا کیوں کہ لکھی محمد بزدار کو شہید کر دیا گیا ہے اس کے تمام

مال اور متروکہ کو غارت کر دیا ہے۔ اس کے عیال و اطفال کو گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر لیا ہے۔ اور اب میں اپنے گھر جا تا ہوں۔ جب لکھی محمدؒ کی شہادت کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا تو علی اکبر مذکور فوت ہو گیا۔ نواب محمد خاںؒ والئی منکیرہ و چولستان نے بہت سی فوج بھیج کر علی اکبر کا مال و ملک تاراج کر دیا اور اس کے بیٹوں لعل خاں اور علی اکبر کی بیٹیوں کو گرفتار کر لیا اور اس کے معتبر افراد کو گرفتار کر کے نواب محمد خاں کے قلعہ منکیرہ کی طرف لے گئے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس کا راستہ ادھر سے تھا۔ ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ علی اکبر کی بیٹیوں کو پا بہ گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں اور قیدی آپ کی ملاقات کا انتظار رکھتے ہیں میں اتفاقاً اس وقت غسل خانہ میں کھڑا تھا جب میں نے سورج کی طرف نگاہ کی تو وہی ساعت وہی مہینہ وہی دن اور وہی موسم تھا کہ علی اکبر خاں نے لکھی محمد بزدار کو شہید کیا تھا۔ اور اس کا تمام سامان غارت و برباد کر دیا تھا۔ اور اس کی عورتوں کو گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر لیا تھا۔ اُس منتقم حقیقی اور غیور مطلق کے انتقام پر بہت حیرانی ہوئی۔ ابیات :

ستانندہ داد آنکس خدا است
کہ نتواند از بادشاہ داد خواست

حضرت صاحبؒ کے ملفوظات نافع السالکین میں لکھا ہے کہ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ بہادل خاں کلاں مرحوم نے بعض وجوہ کی بنا پر حضرات صاحبزادگان مہاروی کی جاگیریں بند کر دی تھیں۔ قاضی عاقل محمد صاحبؒ اور حافظ جمال الدین ملتانیؒ صاحب نے اس فقیر سے کہا کہ آپ خان مذکور کے پاس جا کر اُن کی جاگیریں بحال کرا دیں۔ البتہ جب وہاں جائیں تو خان مذکور سے نرمی سے گفتگو فرمائیں۔ فقیر نے کہا کہ اس فقیر سے دولت مندوں اور دنیا داروں کے ساتھ نرمی سے بات نہ ہو سکے گی۔ آپ لوگ چلے جائیں۔ آخر گفتگو کے بعد فقیر روانہ ہوا۔ چوں کہ خان مذکور اپنے خبر نویسوں اور کارندوں کے ذریعہ سے میری آمد سے مطلع ہو گیا تھا۔ اس لئے اپنے علاقہ کے ہر کاردار کو پروانہ بھیج دیا کہ اس فقیر کی خدمت کرتے رہیں۔ جب سفر طے کرتے کے بعد ہزار دالہ میں منزل کی تو وہاں کے کاردار نے بہت

خدمت کی۔ صبح سوار ہوکر احمد پور آئے۔ اُسی روز خان مذکور بھی دلاور کے قصبہ سے سوار ہو کر فقیر کی ملاقات کے لئے احمد پور آیا۔ جب میرے ساتھ ملاقات کرتے وقت بغل گیر ہوا تو باوجود اس کے کہ ہم دونوں کے کپڑے تھے اور لباس پہن رکھے تھے مجھے اِس کے بدن کی گرمی و حرارت محسوس ہوئی۔ اُس کا چہرہ بھی بدل گیا اور لب ہائے و دندان گرد انگیختہ می نمود۔ جب اپنے مکان پر مراجعت کی۔ تو مَیں نے مولوی غوث بخش سے جو خان مذکور کا ہمراز و محرمِ اسرار تھا پوچھا کہ خان صاحب کی حالت ہمیشہ ایسی رہتی ہے یا آج ایسی تھی۔ کہنے لگا کہ کل جب حضور کی احمد پور پہنچے کی خبر پہنچی تو عشاء کے بعد دلاور سے سوار ہوکر آپ کی زیارت کے لئے روانہ ہُوا ہے جب چاہ مردانہ پر پہنچا تو اسی وقت ایک قاصد اس کے پاس ایک رقعہ لے آیا جس میں خراسان کی جانب سے اِس علاقہ میں فوجیں بھیجنے کا ذکر تھا۔ خان صاحب خامہ میں بیٹھے تھے اور ان کا غذات کو مطالعہ کرتے تھے۔ ان خطوط کے پڑھنے کے بعد یہ تغیرِ مزاج اور ہیئت ہوئی ہے۔ جب دوسری دفعہ خان مذکور اس فقیر کی ملاقات کے لئے آیا تو مختلف حکایات و مکالمہ کے بعد قاضی صاحب مرحوم کے لنگر کی عسرت کا ذکر درمیان میں لایا اور کہا کہ یا حضرت آپ دعائے خیر کر دیں کہ اُن کے لنگر کی عسرت دور ہو جائے۔ مَیں نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔ بیت:

جہاں پُر سماع است و مستی و شور
ولیکن نہ بیند در آئینہ کور

جب مجھ سے یہ بیت سُنا۔ اُٹھ کر چلا گیا۔ اور مولوی غوث بخش کو کہنے لگا کہ مجھے اِس درویش کے مزاجِ جلالت آمیز سے خوف آتا ہے۔ جو بھی اُن کا مدعا و مقصود ہے پورا کر دو تاکہ بخیریت اس جگہ سے روانہ ہو جائیں۔ پس تمام مقاصد کے حصول کے بعد خانقاہ مبارک پر پہنچے۔

ایک دن بہادل خاں تورد حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ میں آیا۔ حضرت صاحبؒ اسے اپنے ہمراہ قبلۂ عالمؒ کے مزارِ مبارک پر لے گئے اور اس کی دینی و دنیاوی مرادوں کے لئے فاتحہ خیر فرمائی۔ نیز اُس کے لئے حضرت قبلۂ عالمؒ سے حصولِ مدعا کے لئے عرض کیا اور اُسے دستار بھی عطا فرمائی۔ پھر حضرت صاحبؒ خان کے ساتھ وہاں

سے نکل کر صاحبزادہ غلام نبیؒ کی فاتحہ کے لئے حضرت صاحبزادہ نور احمد جیؒ کے حجرہ میں آئے اور اُن کے پاس بیٹھے پھر تعزیت و فاتحہ کے بعد ان کے ساتھ کلمہ کلام میں مشغول ہو گئے اور خان کو بہت نصیحت کی۔

منقول ہے کہ جب مستوخاں کا بیٹا علی اکبر فوت ہو گیا اور ابھی اس کا بیٹا اسد خاں بچہ تھا اس کی جگہ اپنے چھوٹے بھائی لعل خاں بن مستوخاں کو بلدہ منگنوٹھ کی حکومت پر مقرر کیا۔ نواب محمد سدو زئی جو ملک تھل چولستان اور بلدہ منیکرہ کا والی تھا۔ اُس نے اپنی فوج مانک رائے کو دی اور ملک سنگھڑ کی طرف بھیجی اُس نے منگنوٹھ کے قلعے کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور لعل خاں کو گرفتار کر کے محمدؒ خاں کی طرف روانہ کر دیا۔ جب یہ گرفتار حضرت صاحبؒ کے مکان کے قریب سے گزرے تو اُن کے ملازموں میں سے ایک حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور زار زار رونے لگا۔ اور بڑی فریاد کی کہ نواب محمد خاں کے سپاہیوں نے لعل خاں کو گرفتار کر لیا ہے اور دریا کے دوسری طرف لے جا رہے ہیں۔ خدا کے لئے اُس طفلِ مظلوم کو ظالموں کی قید سے خلاصی دلوائیں اُس شخص کے نالۂ جاں سوز نے حضرت صاحبؒ کے دلِ مبارک پر اثر کیا۔ کمال شفقت سے جلد اُٹھے کہ جوتے پہننے کا بھی خیال نہ رہا۔ ننگے پاؤں روانہ ہوئے۔ ایک درویش نعلین مبارک لایا اور پہنائے جب سواروں اور قیدیوں کے پاس پہنچے۔ اور نواب محمد خاں کے آدمیوں نے دور سے حضرت صاحبؒ کو دیکھا تو گھوڑے سے اترے اور دوڑ کر قدم بوسی کی۔ لعل خاں بھی نواب محمد خاں کے آدمی کی اجازت سے گھوڑے سے اترا اور قدم بوس ہو کر زار و قطار رونے لگا اور ایسا درد انگیز نالہ نکالا کہ حضرت صاحبؒ و حاضرین کے دل پر اثر کیا۔ زبان مبارک سے فرمایا" اے لعلڑی، منگ کیا مانگتا ہے: میاں جمال دستی نام ایک شخص نے آسے آہستہ سے کہا کہ اِن ظالموں کے پنجہ سے نجات کے لئے سوال کر۔ اُس کی یہ بات حضرت صاحبؒ کے کان میں پڑی۔ جمال دستی کے منہ پر طمانچہ مارا اور فرمایا تو خاموش رہ۔ اسے کہنے دے۔ تاکہ اپنا مقصد اپنی زبان سے کہے چند مرتبہ لعل خاں سے کہا۔ کہو جو تمہارا مقصود و مطلوب ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ میں نواب کی گرفتاری سے خلاصی پاؤں اور نقارہ و نشان کے ساتھ اپنے ملک واپس لوٹوں۔ فرمایا تجھے اِس وقت اِس مقام

پر سرفراز کیا۔ تو نشان و نقارہ کے ساتھ اپنے ملک میں واپس لوٹے گا۔ ابیات :

تا مگوید کودکِ حلوہ فروش — بحرِ بخشائش کجا آید بجوش

تا مگوید طفل کے جوشد لبن — تا مگرید ابر کے خندد چمن

پس فاتحہ خیر فرمائی اور لعل کو رخصت کر دیا۔ نور خاں گورمانی جو حضرت صاحبؒ کا مشیر و وزیر تھا اور حضرت صاحبؒ کی محبت کی برکت سے اسرارِ باطنی کا مالک بن گیا تھا۔ اور فراست و عقل میں یکتا تھا۔ اس وقت حضرت صاحبؒ کے ساتھ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ کے لفظ "این نوبت" فرمانے میں ایک رمز ہے۔ رموز نہانی میں سے اور اسرارِ ربانی میں سے یہ ایک سرّ ہے۔ البتہ کس وقت سرّ نکلتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اللہ بہتر جانتا ہے پس چند ایام کے بعد حضرت صاحبؒ کے فرمان کے مطابق نواب مذکور نے لعل خاں کو سرفراز فرمایا۔ یہاں تک کہ اسی شان و نقارہ کے ساتھ اپنے ملک میں واپس لوٹا اور کچھ عرصہ اپنے ملک میں حکمرانی کی۔

بعد میں وہ نکتہ جو نور خاں گورمانیؒ نے معلوم کیا تھا اور جس کا سرّ نکلنا اور ظاہر ہونا ضروری تھا۔ ظاہر ہو گیا۔ اور وہ یہ ہے کہ کچھ مدت کے بعد لعل خاں کے اقبال پر بھی زنگ لگنے کے آثار نظر آنے لگے۔ اور رعایا پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ تاج خاں نام بلوچ جو لعل خاں کے آباؤ اجداد کے اہل کاروں اور رشتہ داروں میں سے تھا۔ اپنی گرفتاری کے خوف سے بھاگ کر حضرت صاحبؒ کے قریب آکر مقیم ہو گیا۔ ایک دن آں قبلہؒ نے میاں جمال دستی کو فرمایا کہ تاجا کو کہو کہ لعل خاں تمہیں ضرور گرفتار کرے گا اور اس کی قید سے نجات محال ہے۔ تاکہ تجھے اپنے آدمیوں کے ساتھ راتوں رات سنگھڑ کی حد سے باہر کر کے روانہ کر دوں۔ اس نے عرض کیا کہ لعل خاں مجھے وزارت دیتا ہے۔ وہ مجھے کیوں پکڑے گا۔ اور اگر حضرت آپ کا فرمانا دور اندیشی کے مطابق ہے تو درست ہے میں حاضر و تیار ہوں مگر اپنے اس قدر عیال و اطفال کو کہاں لے جا کر بٹھاؤں۔ اور ان کی وہاں کیسے پرورش کروں کسی نے کہا ہے۔

چو از پے رسد دشمنِ جاں ستاں — بہ بندد اجل پائے مردِ دواں۔

اسی اثناء میں ایک دن قلعدار تونسہ شریف لعل خاں کی اطلاع اور صلاح سے راتوں رات تاج خاں کو گرفتار کر کے لے گئے اور قلعہ تونسہ شریف میں قید کر دیا۔ اُسی وقت جب حضرت صاحبؒ کو خبر ہوئی۔ آپ اپنی عبادت سے اُٹھے اور قلعہ تونسہ شریف میں گئے اور اس تاج خاں کے جلیس وانیس بنے۔ بس دن کے وقت یہ خبر سن کر درگاہ کے تمام لوگ اور تمام علماء قلعہ کے دروازہ پر پہنچے اور حاضر خدمت ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت صاحبؒ ایک بڑی چار پائی پر بیٹھے ہیں۔ اور جذبہ میں آ کر اپنی آستین کو بل دے رہے ہیں۔ اور زبانِ پُر جلال سے فرما رہے ہیں جس شخص کو کسی کو عہدہ پر سرفراز کرنے کا اختیار ہوتا ہے وہ اس سے عہدہ چھیننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ اور میں نے لعل خاں نعتّانی کی جڑ اکھاڑ دی ہے انشاء اللہ کبھی بھی سنگھڑ کی حکمرانی نہیں کرے گا۔ آخر نور خاں کرمانی جو حضور کا وزیر تھا بڑے حیلہ سے بہانہ سے حضرت صاحبؒ کو اُس جگہ سے اپنے مکان پر لایا اور خود لعل خاں کے پاس اور اس کی والدہ مرادہ خاتون کے پاس گیا۔ اس کی ماں نے کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ سنگھڑ کی سرزمین سے ٹھیکے کی رقم پوری نہیں ہو سکتی۔ قلعدار تونسہ نے چوبیس ہزار روپے کے عوض تاجہ کو گرفتار کیا ہے۔ اور رقم لئے بغیر اسے نہیں چھوڑے گا۔ پس قلعہ دار نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں وکیل بھیجا کہ اگر ایک توپ و عمدہ گھوڑی اور ایک سو روپیہ تاج خاں مجھے دے دے تو راتوں رات اسے رہا کر دوں گا۔ اگرچہ نور خاں کرمانی نے یہ بات حضرت صاحبؒ کی طرف سے تاجہ کو کہی تھی مگر اُس بے وقوف نے قبول نہ کیا۔ ؎

چو بختش نگوں بود در کاف کن نکرد آنچہ گفتند نیکانشن کن

آخر قلعدار نے تاجہ کو اپنے ہمراہ سوار کر کے ڈیرہ غازی بھیج دیا۔

اس کے بعد حضرت صاحبؒ نے مولوی محمد کھوکھر کو جو ڈیرہ میں تھا لکھ کر بھیجا کہ اگر تاج خاں کی رہائی کے لئے میرا اُس طرف آنا مناسب ہو تو لکھیں نیز اپنے اور تاج خاں کے حالات پر بھی روشنی ڈالیں۔ اُس نے جواب میں عرضی لکھی کہ حضور کا یہاں آنا غیر مناسب ہے۔ ہر گز اس طرف کے لئے تشریف نہ لائیں۔ یہاں تک کہ ایک دن

تاج خاں کے خویش واقارب اور عورتیں قرآن شریف لے کر حضرت صاحبؒ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ برائے خدا اور رسول اور قرآن پاک حضور ضرور تاج خاں کی رہائی کے لئے ڈیرہ غازیخاں تشریف لے جائیں ۔ لاچار قرآن پاک لانے کی وجہ سے اور تاجہ کی عورتوں اور بچوں کے آنے سے حضرت صاحبؒ روانہ ہوئے ۔ اور وہاں جاکر محمد رضا کے مکان پہ اپنا ڈیرہ کیا ۔ اور علی الصبح قلعہ میں تشریف لے گئے اور محمد رضا خاں کو اپنا وکیل بناکر نواب عطا کے گھر بھیجا ۔ جو اس جور وجفا کا بانی تھا ۔ نواب عطا نے کہا کہ تاجہ سے ۲۴ ہزار روپیہ لینا ہے البتہ میاں صاحب کی تشریف آوری کے بعد اِن کی خاطر چار ہزار روپیہ چھوڑتا ہوں بیس ہزار روپیہ تاجہ دے دے ۔ جب محمد رضا خاں نے نواب کا جواب حضرت صاحبؒ تک پہنچایا تو فرمایا کہ اُسے کہہ دو کہ میں دلال نہیں ہوں کہ سودا کرنے کے لئے آیا ہوں ۔ مَیں تمام مصادری معاف کرانے آیا ہوں ۔ جب رضا محمد خاں نے پھر جاکر نواب مذکور کے سامنے حضور کا فرمودہ بیان کیا تو اُس خراسانی ریچھ نے کہا ۔ دو ہزار اور بخش دیا ۔ اب اٹھارہ ہزار سے ایک روپیہ کم نہیں کروں گا ۔ حضرت صاحبؒ نے جونہی اس کا یہ جواب سُنا تو سنگھڑ کی طرف روانہ ہو گئے ۔ اور نقرک والا کنواں کہ شہر ڈیرہ سے شمال کی طرف مشہور جگہ ہے پر پہنچے وہاں نانِ چاشت تناول فرمایا اور مولوی محمد کو فرمایا کہ تم میرے اِس طرف آنے سے رنجیدہ خاطر ہو ۔ میرا ادھر آنا صرف کلام اللہ کی خاطر تھا ۔ کہ اس وسیلہ کو پسِ پشت نہ کر سکتا تھا ۔ اور چند بار یہ الفاظ فرمائے کہ جو کچھ ہوگا مَیں نے خواب میں دیکھ لیا ہے کہ اس قوم کا مال واسباب کچھ اور لوگ پیٹ رہے ہیں ۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد خبر آگئی کہ ملکِ خراسان بارک زیاں کے قبضہ میں آگیا ہے ۔ عطا خاں کا باپ احمد خاں قتل ہو گیا ۔ اور ان کا تمام خاندان اور مال واسباب غارت ہو گیا ۔ اور عطا مذکور زمانہ کے جور وجفا سے پامال ہو کر مر گیا ۔

نقل

منقول ہے کہ ایک دفعہ سوجھل نامی ایک شخص کی زبان سے جو قوم بہٹہ سکنہ تونسہ میں سے تھا ۔ کوئی حرفِ بے شرع جان محمد فقیر کے حق میں نقل گیا ۔ مقدمہ طول پکڑ گیا ۔ علاقہ سنگھڑ کے تمام علماء اسد خاں کے پاس گئے اور اُس نے سید سلطان شاہ کی ہمراہی

میں اس شخص کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ تمام دن گفتگو میں گزر گیا۔ اور رات کے وقت سو جھل مذکور کو ایک حجرہ میں محبوس کر دیا گیا۔ اس رات ایک درویش نے قینچی لے کر اس کی ایک طرف کی زلفیں کاٹ دیں۔ جب دن چڑھا تو سلطان شاہ نے حضرت صاحبؒ سے اُس کی تقصیر معاف کرادی اور واپس لے گیا۔

؎ نکوئی با بداں کردن چنانست ۔ کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

جب حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر تشریف لے گئے سو جھل بد اصل نے جو اپنے دل میں سابقہ کینہ رکھتا تھا۔ اسد خاں کے اہل کاروں کے ساتھ مل کر نواب جمعہ خاں کے پاس ڈیرہ غازی خاں میں استغاثہ کر دیا کہ چند فتنہ پرداز دہقانوں نے غرور و تکبر کی وجہ سے مال سرکار ادا نہیں کیا۔ امید رکھتا ہوں کہ دو محصّل اور ایک تاکیدی پروانہ قلعدار تونسہ کے نام صادر فرمائیں گے۔ جب پروانہ لانے والا شہر تونسہ میں آیا تو قلعدار نے اُس پروانہ کی تعمیل میں اس جگہ کے تمام علماء کو گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر دیا۔ اور فقراء و علمائے بے تقصیر سے مصادرہ کے طور پر تاوان وصول کر لیا۔ اور پا با کے خوش میں قید میں محبوس رکھا۔ فرزند علماء میں سے بعض ڈیرہ غازی میں فریادی ہوئے۔ اور مبالغ کی واپسی کا اور قیدیوں کی رہائی کا پروانہ لکھا کر قلعہ دار کی طرف ارسال کیا اور ایک درخواست وہاں سے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لکھ کر ایک آدمی کے ہاتھ خانقاہ شریف بھیجی یہ خبر سن کر حضرت صاحبؒ نے بہت افسوس کیا کہ علماء کو اس قدر تکلیف پہنچی۔ کمال شفقت کی بنا پر جو علماء پر رکھتے تھے۔ اُسی وقت اُٹھ کر حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار مبارک پر جا کر علماء کا حال عرض کیا اور میاں جمال مُلّاں کو اس کلام کے سننے سے جو حضرت صاحبؒ نے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ بہت رقت قلبی ہوئی اور زار زار رونے لگے اور چیخنے لگے۔ جب اس کے رونے کی آواز حضرت صاحبؒ کے کانوں میں پہنچی تو فرمایا اے جمال تیری آنکھوں کے پانی کو ربّ الوہاب کی جناب میں قبولیت مل گئی ہے۔ نیز میاں مُلّاں کو فرمایا کہ جلدی سات لاکھ درود شریف پڑھو۔ جب پورا ہو جائے مجھے خبر کرو۔ جب درود شریف

پورا ہوا۔ تو حضرت صاحبؒ کو خبر دی گئی۔ حضرت صاحبؒ نے دُعا کے لئے دستِ مبارک اٹھائے اور فرمایا اسی درخت کو جڑ سے کاٹ دیا جائے یا شاخ سے۔ یہ پُر جلالی بات سُن کر سب حاضرین نے سر نیچے کر لئے۔ کسی کو دم مارنے اور جواب دینے کا یارہ نہ تھا۔ اسی قدر سر نیچے کئے بیٹھے تھے گویا کہ اِن کے بدن میں جان ہی نہیں۔ پس خود بخود جواب فرمایا کہ اگر شاخ کاٹیں تو نئی شاخ پیدا ہو جائے گی۔ اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے کہ کبھی پھر نہ پھوٹے۔ جب خانقاہ شریف سے روانہ ہوئے تو تونسہ شریف پہنچ کر دو رات اپنے مکان پر آرام فرمایا۔ پھر ڈیرہ غازی خاں تشریف لے گئے اور قاضی قطب الدین کے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ جناب قاضی عاقل صاحبؒ کوٹ مٹھن والہ بھی اپنے بھائی ابوالخیر کے کسی ضروری کام کے سلسلہ میں حضرت صاحبؒ سے چند دن قبل ڈیرہ میں تشریف لائے ہوئے تھے اور مفتی محمد ظریف کے مکان پر اُن کا ڈیرہ تھا۔ پس یہ قران السعدین تھا جب وہاں ٹھہرے ہوئے سات دن کے قریب ہو گئے تو ایک دن محمد رضا خاں نے دستِ ادب باندھ کر عرض کیا کہ یا حضرت سات دن گزر گئے ہیں کہ آپ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مگر نواب بد انتساب ابھی تک آپ کی ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہوا۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو یہ غلام کسی بہانہ سے اُسے آپ کی خدمت میں لائے۔ فرمایا اے محمد رضا حق تعالےٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ ہمارا کاروبار اللہ تعالےٰ کی خواہش پر ہے نہ کہ تمہاری تدبیر پر۔

؎ کارہا بر خواہشِ خود خواستن کارِ خدا است
بندہ باشی و خدا کردی تو اے ناداں کجا است

چنانچہ دوسرے دن حضرت صاحبؒ کو خبر ملی کہ نواب ملاقات کے لئے آ رہا ہے۔ حضرت صاحبؒ قاضی صاحبؒ کی دلداری کے لئے ان کے مکان پر جا کر بیٹھ گئے تا کہ نواب کی ان سے ملاقات ان کے ڈیرہ میں ہو۔ اور یہ اپنے پیر بھائی کے لئے کافی تواضع کی صورت تھی۔ جب نواب نے سُنا کہ حضرت صاحبؒ قاضی صاحبؒ کے ڈیرہ پر بیٹھے

ہیں۔ تو وہاں جاکر قدم بوسی حاصل کی۔ اور تین سو روپے کی تھیلی پیش کی جو سنگھڑ کے علماء سے جبراً حاصل کر لیا تھا۔ نیز قلعہ کے مہتمم اور دونوں تحصیلداروں کو بھی حضور سے پیش کیا اور معافی طلب کی۔ اور عرض کیا کہ اگر حضور انور اِن تینوں کے سروں کے بال اور داڑھیاں کٹوا کر گدھے پر بٹھا کر کوچہ بہ کوچہ پھرائیں اور منادی کرائیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ یا اگر کوئی اور شرعی سزا دیں تو دیں آپ مختار ہیں۔ غلام اس بارے میں بالکل ناواقف تھا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں دیکھنے کے بعد اِن تینوں کی سزا معاف کر دی۔ البتہ اُس جگہ مفسدوں کی گرفتاری کے بارے میں پروانہ اسی مجلس میں لکھا اور حضرت صاحبؒ کو دے دیا۔ پس دعائے خیر کر کے سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ البتہ اِسی وجہ سے کہ نواب مذکور نے علماء کو تکلیف پہنچائی تھی۔ اور حضرت صاحبؒ کو بھی ڈیرہ جانے کی زحمت اٹھانا پڑی تھی۔ اس لئے ابھی جلال باقی تھا۔ جب ڈیرہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں سید شریف شاہ کی خانقاہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے ملک چاندن کھوکھر کو فرمایا کہ اے کھوکھر بچے تمہارے پاس تلوار ہے؟ اُس نے کہا تیز نہیں ہے کند ہے۔ فرمایا مجھے دے تاکہ دیکھوں۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور اس غلام کی تلوار دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ جس جمعدار جو حضرت صاحبؒ کے گھوڑے کا رکھوالا تھا۔ آپ نے اُسے فرمایا کہ جمعدار اس کی تلوار لے کر مجھے دے۔ جب اُس نے دی۔ اپنے دستِ مبارک سے نیام سے نکالی اور مضبوط پکڑی اور ہلائی اور اپنا چہرۂ مبارک خراسان کی طرف کیا۔ اور تین دفعہ وار کیا اور ہر وار میں فرمایا "بسم اللّٰہ، اللّٰہ اکبر" اور ہوا میں تلوار مارتے تھے۔ پھر تلوار کی طرف دیکھ کر فرمایا اے کھوکھر کے بیٹے تو کہتا تھا کہ میری تلوار صرف قلم تراشنے کے لئے ہے اور کند ہے۔ اس تمہاری تلوار نے تو خراسانیاں کی جڑ تحت الثریٰ تک کاٹ دی ہے کہ یہ ظالم فرقہ کبھی خراسان کی سلطنت کا مالک نہیں ہوگا۔ افغانوں کے اس فرقۂ نورزئی کو دیکھو کہ کیا کس نے اور بدلہ پایا کسی نے۔ پھر اس واقعہ کی مناسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ شہر دہلی میں چند سرکاری پیادوں نے دو گدھے سواری

سکے لئے بیگار میں پکڑ لئے۔ اور گدھوں کے ہندو مالک کو بھی پکڑ لیا۔ اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کی بیوی فوت ہو چکی تھی۔ اس کی لڑکی معصومہ اپنے ویران گھر میں ماں کے فراق اور باپ کی جدائی میں زار و قطار روتی تھی۔ اُس کے جاں سوز نعرے اور جاں گداز فریادیں اس غیاث المستغیثین کی درگاہ میں پہنچے اور قبول ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ کو غیرت آئی۔ پس ایک ساعت میں تمام شہر دہلی غارت ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ شہر ملتان میں بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے کہ ملتان کو غارت کر دیا گیا تھا۔ اور اکثر آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اور ان اسیروں میں شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی بھی تھے جس وقت شیخ مرحوم قید سے نجات پا کر ملتان میں داخل ہوئے تو وہی شخص جس کی شامت سے ملتان کی تمام مخلوق مقید ہوئی تھی شراب پی رہا تھا اور بازاری عورتوں کا تماشا دیکھ رہا تھا اور اس تمام بربادی و تباہی سے بے خبر تھا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے یہ قصہ میاں عبد اللہ کھوکھر سے، صاحبزادہ صاحب شاہ اللہ بخش جی سجادہ نشین حضرت اور دیگر معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ کہتے تھے کہ اس کے بعد خراسانیوں کی حکومت ملک سنگھڑ وغیرہ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں نہ ہوئی اور ولایت خراسان میں نور زئیوں کی جڑ کٹ گئی کہ پھر شاہان خراسان کی وزارت کے رتبہ پر بھی نہ پہنچ سکے۔ نور زئیوں کے تباہ ہونے سے بعد وزارت مبارک زئیوں کے پاس پہنچی۔ چنانچہ اس وقت دوست محمد خاں جو بادشاہِ کابل ہے اس مبارک زئی قبیلہ سے ہے۔

منقول ہے کہ جب نواب عطا جو بانی جور و جفا تھا اپنی شامتِ اعمال سے معزول ہو گیا۔ اور اس کی جگہ محمد رضا خاں نواب ہو گیا۔ اور ڈیرہ غازی خاں میں آ کر بیٹھ گیا۔ تو عبد الجبار خاں پوپل زئی کو تونسہ شریف میں قلعدار مقرر کر کے بھیجا۔ پس اسد خاں والئی منگنوٹھ کے اہل کاروں نے قلعدار مذکور کے ہمراہ آ کر لعل خاں بن مستو خاں کو ملک سنگھڑ سے نکال دیا اور خود داخل ہو گئے۔ اسی اثناء میں جبار خاں مذکور نے تونسہ شریف کے زمینداروں کو کہا کہ اگر کوئی خوب صورت نوجوان عورت تمہارے عزیز و اقربا

میں ہے تو میری شادی کرا دیں۔ میں تمہارا ہمیشہ احسان مند رہوں گا۔ اور تمام عمر
اس احسان کو نہیں بھولوں گا۔ اِس وقت تونسہ شریف کے مقدّم چار آدمی تھے۔
سُو تجھل۔ سردار، امام بخش اور عثمان۔ اِن سب نے صلاح کی اور عاقلوں کے
گھر جو قوم چچی سے تھے اور امام بخش و عثمان کے خویشوں میں سے تھے اشارہ کر دیا
اور وہ قلعدار بدکار شیرِ کرّار یعنی غوثِ نامدارؒ کے شکاروں اور نخچیروں سے ناواقف تھا
کہ اگر کسی درخت کا ایک کانٹا بھی آں جنابؒ کے کسی غلام کے دامن کو لگتا تھا۔ تو اُس درخت
کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے تھے۔ پس قلعدار کے آدمیوں نے مسماۃ مذکورہ کو گرفتار کر کے
قلعہ میں داخل کر دیا۔ اور وہ مقدّم برادرانِ یوسف کی طرح روتے ہوئے اور افسوس
کا ہاتھ ملتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے غوثِ زماںؒ کی خدمت میں آئے۔ اور اظہار کیا
کہ حضور کی موجودگی میں حضور کے غلاموں کا یہ حال ہو اور یہ بے عزتی ہو۔ ایسے بے آبرو
ہوئے ہیں کہ دنیا میں اِس سے زیادہ کیلیے عزتی ہوگی۔ اور بہت سا حیلہ و فریاد کیا حضرت
صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہارے کہنے پر اعتبار نہیں ہے۔ تمہارا قول و فعل ٹھیک نہیں
ہے۔ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی قسم کھائی۔ فرمایا۔ اٹھو۔ سوار ہو کر آؤ میں بھی سوار
ہوتا ہوں۔ تاکہ ڈیرہ غازی خاں چلیں اور مسماۃ مذکور کو جا کر لے آئیں۔ جب حضرت صاحبؒ
سوار ہو کر ریگستان کے شمالی ٹیلہ پر جو سنگھڑ کے نالہ کے کنارہ پر ہے پہنچے تو قلعدار کے
وکلا نے آکر آپ کی رکاب پکڑلی۔ چند قدم پکڑے رہے اور خدا و رسول کو شفیع بنایا
کہ اُس عورت کو لے جائیے اور تقصیر معاف کر دیجئے۔ فرمایا میں گھوڑے سے نہیں
اُتروں گا۔ جب تک کہ اس عورت کو میرے حوالہ نہ کر دیں۔ حضرت صاحبؒ اُس
ٹیلہ پر سوار کھڑے رہے اور آخر وہ لوگ اُس عورت کو لائے اور حضرت صاحبؒ کے
حوالہ کر دی۔ حضرت صاحبؒ اپنے مکان پر تشریف لائے اور آرام کیا۔ جب قلعدار
جبار خاں کے دل میں اُس دوشیزہ کی محبت کی آگ بھڑکی۔ پس اُس نے اسد خاں کو ساتھ
لیا اور مقدّموں کو رشوت دے کر ساتھ ملا لیا۔ جب اِس لڑکی کی ماں کو پتہ چلا تو اُس نے
اپنی لڑکی کو حضرت صاحبؒ کے گھر بٹھا دیا۔ وہ ایک دوسرے سے صلاح کرنے لگے کہ

علی الصبح قلعہ کی تمام فوج سوار ہو کر ایک ہی دفعہ تونسہ کے گھروں پر حملہ کر دے اور خواہ مخواہ یعنی یونہی شور و غل مچائیں اور بغیر گولی کے بندوقیں چلائیں۔ ہم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جا کر عرض کریں گے کہ حضرت ایک عورت کی خاطر ہمارے تمام شہر کو برباد کر رہے ہیں۔ تو حضرت صاحبؒ ضرور اس عورت کو باہر نکال دیں گے۔ امام بخش مقدم شہر حضرت صاحبؒ کے مکان کے جنوب کی طرف آمد و رفت کر رہا تھا۔ اور بازو ہلاتا تھا اور کہتا تھا کہ میاں صاحب کو کہہ دیں کہ اس عورت کو گھر سے نکال کر ہمارے سپرد کر دیں۔ کہ ایک عورت کی خاطر تمام شہر زیر و زبر ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ عاقلوں کی بیٹی کو میں گھر سے نکال کر ان بدکیشوں کے حوالہ کروں جو اپنی نااہلی کی وجہ سے بازو ہلا رہا ہے۔ تاکہ یہ اسے گرفتار کر کے جبار نابکار کے حوالہ کر دے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد ڈیرہ غازیخاں کی صوبیداری محمد رضا سے موقوف ہو گئی۔ اور جبار خاں بالکل بے کار و خوار ہو گیا اور اسد خاں نے ان چاروں مذکورہ مقدموں سے بارہ ہزار روپے ناحق بطور جرمانہ وصول کئے۔ اور سوجھل۔ عثمان اور امام بخش تینوں بھوک کے عذاب میں گرفتار ہو کر مر گئے۔ کہ کفن بھی میسر نہ آیا۔ مگر ایک آدمی ان چاروں میں سے کہ جس کا نام سردار تھا اور حاجی پور والہؒ کا مرید تھا۔ پیر بھائی کی رعایت سے آپ کے قہر سے امان میں رہا۔ ہوا یوں کہ حضرت صاحبؒ حاجی پور والہ کے عرس پر گئے ہوئے تھے تو سردار نے پیر و مرشد کے مزار مبارک پر حضرت صاحبؒ کا دامن پکڑ لیا۔ اور حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر گیا۔ اور زار زار رونے لگا۔ کہ میری تقصیر معاف کر دیں۔ تب اُسے حضرت صاحبؒ کے قہر کی بلا سے نجات ملی۔ اور باقی زندگی اُسے عافیت رہی اور پھر یہ حال ہوا کہ ہر صبح سب سے پہلے حضرت صاحبؒ کے حجرہ کا دروازہ وہ کھولا کرتا تھا۔ جب پوچھتے کہ کون ہے وہ عرض کرتا کہ آپ کے دروازہ کا کُتا ہوں سردار مُٹھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اُس کا جنازہ حضرتؒ کے پاس لے آئے۔ اُس کا جنازہ پڑھانے کے بعد اُس کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے سردار فی امان اللہ۔ پھر فرمایا کہ یہ تاثیر حضرت نور محمدؒ

نارووالہ کے دستِ مبارک کی ہے کہ وہ ایمان کے نقصان کے بغیر اس دنیا سے گیا۔ اور ایمان کو سلامت لے جانا اس کے پیر کی عنایت کا کمال ہے۔

س شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

منقول ہے کہ نواب مظفر خاں والئی ملتان کے عہد میں چند بار رنجیت سنگھ والئی لاہور نے ملتان پر حملہ کیا کہ قبضہ کرے۔ مگر چونکہ حضرت قبلہ عالمؒ کے خلیفہ کامل حافظ جمال الدین ملتانیؒ قلعہ میں موجود تھے۔ فتح نہ ہوئی۔ واپس چلا گیا۔ حافظ صاحبؒ کے وصال کے بعد ایک دن میاں گل محمد صاحبؒ دانائی جو حضرت صاحب غوث زماںؒ کے مریدوں میں سے تھا اور حضرت صاحبؒ کا مقرب و مشیر تھا۔ حضرتؒ کے پاس خلوت سے باہر آیا۔ اور میاں عثمان اور حاجی خاں کاتب کے سامنے آکر ظاہر کیا کہ مقربانِ درگاہِ ایزدی کو اگرچہ قرب زیادہ ہوتا ہے مگر ان کا خوف بھی بہت زیادہ ہوتا ہے مگر ہمارے پیر و مرشد حضرت غوث زماںؒ میں باوجود اس قدر قربِ حق کے کوئی خوف نہیں ہے اور وہی افغانی مزاج ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ بات کیا ہے۔ کہا کہ آج جب میں حضرتؒ کی خلوت میں گیا۔ فرمایا مولوی جامی صاحبؒ آج میں نے دیکھا کہ مولوی جامی صاحبؒ ایک بڑا کاغذ لے کر میرے نزدیک آئے اور اس پر لکھا تھا کہ سندھ اور ملتان کا ملک سکھوں کو دیا اور وہ کاغذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے اور اصحابِ کرامؓ بمعہ اولیائے عظامؒ کی مہر سے مزین تھا۔ مولوی جامیؒ نے مجھے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم بھی اس کاغذ پر مہر لگا دو۔ میں نے انکار کیا کہ میں کافر کے لئے ہرگز مہر نہ لگاؤں گا۔ کہ سکھوں نے حکم دے رکھا ہے کہ نماز کے لئے اذان نہ دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ جب مالک شرع اپنے ملک کی کنجی کافر کو بخش رہے ہیں تو تو مہر کیوں نہیں لگاتا۔ میں نے ہر چند انکار کیا مگر مجھے نہ چھوڑا۔ آخر میں نے اپنے آپ کو رضا پر چھوڑ دیا۔ دوسری رات جب مولوی جامی صاحبؒ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آئے میں نے بھی اس کاغذ پر مہر لگا دی۔ مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خاطر داری کے لئے اس قدر فرمایا کہ جب تک اسد خاں والئی سنگھڑ ظلم و ستم نہ کرے گا۔ اُس کے ملک میں سکھ

نہیں آئیں گے۔ اور جب ظلم و ناانصافیاں شروع کرے گا تو اُس وقت ملک منگھڑ بھی اُس سے لے کر رنجیت سنگھ کو دے دیا جائے گا اور کوہ سرائی تک اُس کی حکومت ہوگی۔ اس واقعہ کو جس کا ذکر حضرت صاحبؒ نے فرمایا ابھی چند دن نہ ہوئے تھے کہ رنجیت سنگھ نے آکر ملتان فتح کر لیا۔ مظفر خاں نواب ملتانی شہید ہوگیا۔ اور اس کے بیٹوں کو قید کر کے لاہور لے گیا۔ کاتب الحروف ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ ملتان پر سکھوں کے قبضہ سے پہلے نادر قوم افغانیاں میں ظلم و ستم اور شراب خواری بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ ایک درویش نے یہ واقعہ دیکھا کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ اپنے روضہ پر کھڑے ہیں اور عصا ہاتھ میں ہے اور اُس کو مارتے ہوئے افغانوں کو قلعہ سے باہر نکال رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام کو باہر نکال دیا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد رنجیت سنگھ نے آکر ملتان فتح کر لیا۔

منقول ہے کہ جب اسد خاں نے ظلم کی کمر باندھ لی اور مخلوق ہر طرف سے اس کے ظلم کی ستائی ہوئی فریاد کرنے لگی تو حضرت صاحبؒ نے اُسے فرمایا کہ اے اسد خاں تمہاری حکومت کا ہمیں یہ فائدہ ہے کہ نماز کی اذان سنتے ہیں ظلم نہ کر اور خلق خدا کو رنج نہ پہنچا۔ ورنہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سکھوں کی فوج یہاں بھی آجائے گی اور ڈیرہ ڈال دے گی۔ اور اشارہ تونسہ کے شمال کی طرف کیا۔ عبدالشکور صاحب کہتے تھے کہ چند دنوں کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جہاں حضرت صاحبؒ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تھا اُسی جگہ آکر سکھ فوج نے ڈیرہ ڈالا۔

جب سکھوں کی فوج دیوان کرپارام کے ساتھ اسد خاں کے اخراج کے لئے منگھوٹھ منگھروٹھ میں داخل ہوئی۔ اور ظالم مذکور پہاڑ میں داخل ہوگیا تو ایک رات چندو نام شیخ نے سکھوں کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ چرا لیا۔ دوپہر کا وقت تھا کہ ایک سکھ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صاحبؒ کھانا کھانے کے لئے گھر میں تشریف لے گئے تھے۔ وہ بدبخت حضرت صاحبؒ کی چارپائی بنگلہ میں ڈال کر اُس پر بیٹھ گیا

اور کتوں کی طرح آواز نکال کر کہنے لگا کہ میاں صاحب کو بتادیں۔ کہ ہمارا مسروقہ اونٹ پیدا کردیں یا ایک سو روپیہ دے دیں۔ جب حضرت صاحبؒ تشریف لائے تو نیچے اتر کر اس نے پھر وہی کہا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا دو دن ٹھہرو انشاء اللہ تمہارا اونٹ صحیح سلامت آجائے گا۔ پس اپنا آدمی اسد خاں کی طرف روانہ کیا۔ اس کا اونٹ واپس آیا اور سکھ کو دے دیا۔ مگر اس سکھ نے پالان کا دعویٰ کردیا وہ بھی اپنے ساربان سے لے کر سکھ کو رخصت کر دیا۔ میاں محمد جعفر ولد حاجی صاحب نے عرض کیا کہ آپ سکھوں کو خود لائے ہیں اب خود کردہ کا کیا علاج ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا "اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ" تم نے نہیں سنا کہ محمد شاہ کے تخت پر بیٹھتے وقت نادر شاہ کو کیا کہا تھا۔

دیدۂ عبرت کشا و قدرتِ حق را بہ بیں

شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

نیز ایک دن محمد کھوکھر نے عرض کیا کہ اے حضرت مسلمانوں کی جڑ کو تو آپ نے اکھاڑ دیا تھا اب کفار کی جڑ کو کیوں نہیں کاٹتے۔ فرمایا کہ دوست پر اور ہم جنس پر غصہ جلد آتا ہے۔ اور غیر جنس پر نہیں آتا۔

منقول ہے کہ جب دیوان کرپا رام قلعہ منگوبٹھ کی طرف جارہا تھا تو اس نے تونسہ شریف کے بازار کا راستہ لیا۔ جب شہر سے باہر نکلا تو ہاتھی جس پر وہ سوار تھا۔ لنگڑا ہوگیا اور چلنے سے معذور ہوگیا۔ حیران ہوکر پوچھا کہ اس شہر میں کوئی بزرگ رہتا ہے۔ کہا کہ ہاں۔ پس ہاتھیوں کا منہ پھر تونسہ شریف کی طرف کردیا تو ٹھیک چلنے لگے جب حضرت صاحبؒ کے مکان کے قریب پہنچے تو ایک سوار جو قوم سادات سے تھا۔ اسے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا کہ زیارت کی اجازت لے آئے جب اجازت مل گئی تو کرپارام آیا۔ آستان بوسی حاصل کی۔ چند منٹ بعد تمام محفل نشینوں کے سامنے درخواست کی کہ حضرت صاحبؒ مسئلہ وحدت وجود پر روشنی ڈالیں۔ حضرت صاحبؒ نے جواب باصواب دیا۔ دیر تک حضرت صاحبؒ کے ساتھ خلوت میں رہا۔ چنانچہ دیوان کے ملازمین باہر یہ کہنے لگے کہ حضرت صاحبؒ یا شاہ صاحب نے

دیوان صاحب کو اندر بٹھا کر مسلمان کر لینا ہے۔ اور واقعی یہ بات ہے کہ "فِی الصُّحبَۃِ تَاثِیرٌ" (صحبت میں تاثیر ہے) چند دنوں کے بعد یہ بات سننے میں آئی کہ دیوان مذکور نے ریاست ترک کر دی ہے۔ مجرّد ہو کر دریا کے کنارے یادِ حق میں مشغول ہو گیا ہے اور مال و اسباب وارثوں کے سپرد کر دیا ہے۔

منقول ہے کہ اسد خاں نے جب ظلم و ستم شروع کیا اور اللہ کی مخلوق کو ستانا شروع کیا تو جب بھی وہ حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آتا۔ حضرت صاحبؒ اسے وعظ و نصیحت فرماتے اور کہتے کہ اسد خاں تمہاری حکومت میں ہمیں صرف یہ فائدہ ہے کہ نماز کی اذان سن لیتے ہیں۔ بس کر ظلم نہ کر۔ ورنہ میں یہاں سکھوں کی فوج کی آمد دیکھ رہا ہوں وہ دنیا دار تھا۔ سر میں نخوت و غرور رکھتا تھا۔ اُس نے حضرت صاحبؒ کے فرمان پر عمل نہ کیا۔ رفتہ رفتہ اُس کا ظلم اس حد تک پہنچا کہ تاجروں کا مال بھی غصب کرنے لگا۔ ایک دفعہ چند تاجروں کا مال غصب کیا وہ تاجر حضرت صاحبؒ کے پاس استغاثہ لائے جب اسد خاں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ تو آپ نے اُسے غصہ سے کہا کہ یہ کیا ظلم شروع کر دیا ہے کہ تاجروں کا مال بھی غصب کرنے لگا ہے۔ اُس نے اُس دن سے حضرت صاحبؒ کے پاس آنا ترک کر دیا۔ کہتا تھا کہ میں کیا جاؤں۔ میاں صاحب مجھ سے ناراض ہوتے ہیں۔ آخر چند دنوں کے بعد سکھوں کی فوج آئی ملک سنگھڑ پر قبضہ کر لیا۔ اور اُسے گرفتار کر کے لاہور لے گئے۔

منقول ہے کہ میاں عبدالشکور صاحب فرماتے تھے کہ جب ملک سندھ و سنگھڑ میں سلطان محمود بن تیمور شاہ بن احمد شاہ درانی کی حکومت تھی تو نواب مظفر خاں ملتانی اور بہاول خاں احمد پوری بھی اسی بادشاہ کو جزیہ دیتے تھے اور محمودی روپیہ جو ملک سنگھڑ میں مشہور ہے اُسی محمود شاہ کا سِکّہ ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ پھر ولی خاں برادر فتح خاں جو محمود شاہ کا وزیر تھا نے تونسہ شریف کا محاصرہ کر لیا اور چاہتا تھا کہ غارت کر دے۔ ہر طرف سے اُس کے سواروں نے تونسہ شریف کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ زوال کا وقت تھا۔ حضرت صاحبؒ قیلولہ کے ارادہ سے چارپائی پر لیٹے تھے۔ نور خاں کرمانی

بلوچ جو کہ حضرت صاحبؒ کے مشہور یاروں میں سے تھا، نے عرض کیا کہ قبلہ حضور آرام فرما رہے ہیں اور پھروئی خاں نے اپنی فوجوں کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور وہ آپ کے شہر کو تباہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ہندی زبان میں فرمایا۔ کہ "خیر میں تن بن کے سوتا ہوں"! یعنی میں علاج کر کے سوتا ہوں۔ جب پھروئی خاں نے چاہا کہ شہر کو غارت کرے ناگاہ اس کے پیٹ میں درد اٹھا۔ لوٹنے لگا۔ جب موت کے قریب پہنچنے لگا تو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں توبہ کرتا ہوا آیا اور عرض کیا کہ برائے خدا مجھے شفا عطا فرمائیں میں مر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ابھی تونسہ شریف سے روانہ ہو جاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے پس اس کے پیٹ پر دم کیا۔ اسے شفا ہو گئی اور تونسہ شریف سے چلا گیا۔ یہاں تک کہ خلقت نے اُس کے شر سے امان پائی۔

میاں عبدالشکور صاحب سے منقول ہے کہ تونسہ شریف اسد خاں کے تصرف میں تھا۔ وہ اجارہ کا روپیہ نواب عبدالجبار خاں والی ڈیرہ غازی خاں کو جو سلطان محمود خراسانی کی طرف سے تھا، دیتا تھا اور جب روپیہ دینے میں لیت و لعل کیا تو نواب عبدالجبار خاں فوج لے کر رقم وصول کرنے کے لئے اور ملک سنگھڑ کی تخریب کے لئے آیا۔ چونکہ نواب عبدالجبار خاں مذکور تونسہ شریف کو تباہ کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔ اس لئے اُس نے تونسہ شریف کے قریب توپیں نصب کیں اور ان کو آگ دی مگر توپوں کے منہ سے پانی نکلا۔ سب حیران ہو گئے۔ جب تونسہ شریف کے علاوہ کسی دوسری طرف توپ چلانے کے لئے آگ دیتے تو چلتی مگر جب تونسہ شریف کی طرف آگ دیتے تو توپ سے پانی نکلتا۔ یہ حال دیکھ کر عبدالجبار خاں توبہ کرتا ہوا حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ اور مرید ہو گیا اور اپنی تقصیر معاف کرا کے روانہ ہو گیا۔ اور تونسہ کی خلقت کو اُس کے شر سے امان مل گئی۔ اس واقعہ کے بعد جب ملک سنگھڑ میں زراعت کم ہوئی اور مبلغانِ اجارہ کم ہوئے۔ تو اسد خاں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضرت صاحبؒ اس کی درخواست پر ڈیرہ غازی خاں تشریف لے گئے اور مبلغانِ اجارہ

میں تخفیف کرادی۔ چنانچہ اس کے اجارہ میں چالیس چالیس ہزار اور پچاس پچاس ہزار کی تخفیف کرادی۔

میاں صالح محمد فرماتے تھے کہ جس وقت نواب عبدالصمد خاں والئی ڈیرہ غازی خاں نے حلقہ گڑھی اختیار خاں کا آکر محاصرہ کیا اور چاہا کہ قلعہ کو خالی کرالے۔ تو گڑھی مذکور کے نواب نے اپنے چھوٹے بھائی کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے آکر عرض کیا کہ خدا اور رسول کے لئے آپ تشریف لے جاکر نواب عبدالصمد خاں صوبیدار کو فہمائش فرمائیں۔ تاکہ ہم سے ہاتھ اٹھالے کہ ہمارا حال بہت تنگ ہے۔ حضرت صاحبؒ کو اُن کے حال پر رحم آیا۔ تیاری کی۔ میاں صالح محمد کہتے تھے کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت صاحبؒ آپ کا جانا مناسب نہیں۔ عبدالصمد آپ کے فرمان پر عمل نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ دنیا دار ہے اور گڑھی اختیار خاں پر قبضہ کرنے کی ہوس اس کے دل میں ہے۔ حضور درویش ہیں۔ لیکن اگر اُس نے فرمانے کے مطابق عمل نہ کیا تو اس میں ہماری ہتک ہے۔ فرمایا میں خدا کا بندہ ہوں۔ بندۂ نفس نہیں ہوں۔ اگر وہ میرے کہنے پر عمل نہ کرے گا وہ جانے۔ میں صرف خدا کے لئے جا رہا ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اگر آپ تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو ان کا کام پورا کر کے تشریف لائیں فرمایا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جب حضرت صاحبؒ وہاں تشریف لے گئے قریب تھا کہ گڑھی اختیار خاں عبدالصمد کے ہاتھ میں فتح ہو جاتی۔ جب اُسے خبر ہوئی کہ حضرت صاحبؒ تشریف لائے ہیں ملاقات کے لئے آیا اور عرض کیا کہ حضور کس مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا کہ تو ان غریبوں کو کیوں تکلیف دیتا ہے اور ظلم کرتا ہے۔ یہاں سے جلدی روانہ ہو جا۔ اور ان سے ہاتھ اٹھالے۔ اُس نے قبول کر لیا کہ میں ابھی روانہ ہوتا ہوں۔ جب ڈیرہ میں آیا تو فوج کو حکم دیا کہ جنگ سے ہاتھ اٹھالو۔ اور ڈیرہ غازی خاں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ولائتی اور خراسانی کہنے لگے یہ کیا کہتے ہو۔ ہم ابھی قلعہ کو فتح کرنے والے ہیں آپ کیوں جاتے ہیں۔ اُس نے کہا کیا کروں زبردست امر ہے۔ جب میں ان کی خدمت میں گیا دیکھا کہ دو خوفناک شیر منہ کھولے حضرت صاحبؒ کے دونوں طرف بیٹھے ہیں۔ اور مجھے فرمایا کہ جلدی یہاں سے روانہ ہو جاؤ ورنہ تجھے کھا لیں گے۔

اب یہاں ایک لحظ قیام نہیں کروں گا۔ اُسی وقت روانہ ہو گیا۔ اور اِن عزیزوں کو اُس سے شر سے نجات ہو گئی۔ اور حضرت صاحبؒ واپس اپنے مکان پر تشریف لے آئے۔

منقول ہے کہ ملک سنگھڑ اسد خاں کے تصرف سے نکل گیا۔ اور سکھوں کے قبضہ میں آ گیا۔ تو پائندہ خاں نے ہنطورہ فرنگی سے جو رنجیت سنگھ کی طرف ڈیرہ غازی خاں کا صوبیدار تھا۔ ملک سنگھڑ چھ ہزار روپیہ ٹھیکہ میں لے لیا اور اسد خاں کا قائمقام وہ ہو گیا۔ اور خوشی (ہندو) اجارہ کے تیسرے حصہ کے تقرر پر پائندہ خاں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور وہ بھی منگنوٹھ میں بیٹھ گیا۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے عزیز و اقربا اور لواحقین کے معمولات کی بحالی کی سند اُن سے لکھوا کر رکھ لی۔ مگر فصل خریف کی برداشت کے وقت اِن دونوں ٹھیکیداروں نے اس اقرار نامہ کی پرواہ نہ کی اور اس کی خلاف ورزی کی۔ پس حضرت صاحبؒ کے فرمان کے مطابق مولوی محمد کھوکھر اور محمد درجی (صاحبِ ملفوظ راحت العاشقین) نے منگنوٹھ میں جا کر چند روز گفت و شنید کی۔ آخر تین سو روپیہ نقد کا نذرانہ مقرر ہوا۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اگلے سال نہ لیں گے۔ جب یہ بات حضرت صاحبؒ تک پہنچائی گئی۔ تو فرمایا کہ وہ ابھی آئندہ سال کا خیال رکھتے ہیں۔ میاں محمد درجی حضرت صاحبؒ کے فرمان کے مطابق مبلغان جمع کر کے اہل کاروں تک پہنچاتے تھے۔ اور آں جناب ہر رات مبلغان کی وصولی کرتے اور بقایا کی کیفیت دریافت فرماتے تھے کہ اب کتنی باقی ہے۔ آخر اِن تمام مبلغان میں سے تین سو اٹھارہ روپے ۳۱۸ باقی رہ گئے تھے۔ کہ علی الصبح پائندہ خاں گلے میں کپڑا ڈالے حضرت صاحبؒ کے قدموں میں آ کر گر گیا کہ اللہ کے لئے میری تقصیر معاف فرما دیں اور اس غلام سے تین سو روپیہ واپس لے لیں۔ فرمایا کہ تم اپنے ذمہ کے دو سو روپے دے دو اور اگر خوشی والا ایک سو روپیہ بھی مزید دے دو تو تمہاری مرضی ہے جبر نہیں۔ اگرچہ پائندہ خاں نے عرض کیا کہ وہ بھی مجھ سے لے لیں۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا اور دُعا کی کہ حق تعالےٰ تمہیں خوش رکھے اور سرافراز رکھے۔ ایک شخص کا قرضہ دوسرے سے وصول کرنا مناسب نہیں۔ فصل ربیع کے آغاز میں کہ ابھی فصل خریف کی پیداوار بیچی نہ تھی وہ لاہور

روانہ ہوگئے اور وہاں پائندہ خاں کی لاہور کے گورنر نے عزت افزائی کی اور اسے ضلع ٹانک کا حصہ دار بنایا تو وہ ٹانک پہنچا اور تمام ٹھیکہ خوشی ہندو کے نام لگا کر اسے قید کر دیا جو لاہور میں قید رہا اور پھر ملتان کے قلعہ میں مر گیا۔ اور اس کا تمام خانگی سامان داخل سرکار ہو گیا۔

منقول ہے کہ جب پائندہ خاں مذکور نے اپنی مرقومہ سند کو جو حضرت صاحبؒ کے لواحقین کے لئے لکھی گئی تھی پھاڑ دیا۔ اور تین سو روپیہ ان سے زیادہ لے لیا تھا جیسا کہ اس سے قبل ذکر کیا گیا ہے تو حضرت صاحبؒ کو جلال آگیا تھا۔ اس سلسلہ میں اُسے اور خوشی کو پکڑنے اور گرفتار کرنے کے لئے ڈیرہ غازی سے منطورا فرنگی نے چند سوار بھیجے۔ اس لئے کہ اجارہ میں خسارہ ہوا تھا اور اجارہ کے مقررہ مبلغان وصول نہ ہوئے تھے۔ پائندہ خاں مذکور نے فضلو کو جو اُس کے نکاح میں تھی اور حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھی۔ (چنانچہ اس کے نکاح کا ذکر اور اس کے مرید ہونے کا ذکر حضرت صاحبؒ کے سرود سننے کے باب میں کیا جائے گا۔) حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا وہ حجرہ کے باہر بیٹھ گئی اور خوش الحانی سے غزل گانے لگی۔ پھر حجرہ میں حضرت صاحبؒ کے پاس گئی۔ چونکہ اس کی غزل سن کر حضرت صاحبؒ خوش تھے۔ فرمایا تم کون ہو۔ عرض کرنے لگی کہ میں آپ کی خادمہ فضلو ہوں۔ فرمایا آ اے فضلو تُو نے اچھا کیا کہ آگئی۔ کہو کس کام کے لئے آئی ہو۔ عرض کرنے لگی کہ میرے شوہر کی تقصیر معاف کر دیں۔ اس کی گرفتاری کے لئے منطورا انگریز کے سوار آئے ہیں۔ فرمایا تیرے شوہر کی تقصیر معاف۔ اُسے یہاں بھیج دے۔ وہ خوش خوش گئی اور اپنے شوہر کو بھیج دیا وہ آیا اور حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر گیا۔ عرض کرنے لگا کہ میں نے جو حضور کے لواحقین سے تین سو روپے زیادہ لئے تھے دے دوں گا۔ پس حضرت صاحبؒ نے اُس کا قصور معاف کر دیا۔ اور اپنے انگوٹھے کو ہلاتے ہوئے فرمایا کہ اگر تجھے منطورا فرنگی نے اجارہ کے روپیوں کے لئے طلب کیا ہے تو جا اور اُسے اسی طرح ٹھینگا دکھا جس طرح میں نے ہلایا ہے اور کہو روپیوں کے بجائے میرے پاس تو یہ کچھ ہے۔ اور اگر تمہیں لاہور بھیجیں تو چلے جانا تم خوش خوش واپس

اُڑ گئے۔ الغرض پائیندہ خاں اُور خوشی ہندو کو منظورا کے سوار گرفتار کر کے ڈیرہ غازی لے گئے اور اُس نے اُسی طرح مبلغانِ مذکورہ کے لئے انگوٹھا ہلا کر دکھا دیا۔ پس منظورا نے ان کو لاہور رنجیت سنگھ کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے انہیں قید کر لیا۔ چند ماہ گزرے تھے کہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر گئے ہوئے تھے۔ پائیندہ خاں کی بیوی فضلو اپنے شوہر کے قید کا سُن کر پراگندہ حال تھی اور اپنے کنوؤں پر جو چولستان میں تھے۔ جا کر رہتی تھی اُور ملک سنگھڑ چھوڑ دیا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس سے واپسی پر بلدہ تلائی نور شاہ میں جو تونسہ شریف سے دو منزل ہے، پہنچے تو حضرت صاحبؒ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر فضلو بھی خدمت میں پہنچی۔ حضرت صاحبؒ مشغولی میں تھے اُور حضرت صاحبؒ پر کوئی حالت تھی۔ اسے کہنے لگے جاؤ میں کیا کروں تمام کام خدا کے ہاتھ میں تھے۔ وہ بے چاری لاچار و سراسیمہ ہو کر باہر بیٹھ گئی۔ اپنی سوختگئی دل اُور شوہر کے عشق کی بے قراری میں حضرت صاحبؒ کے ذوق کے مطابق حافظ صاحبؒ کی یہ غزل گانے لگی۔ ؎

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا بوی نافہ کاخر صبا زان طرہ بگشاید ز تاب جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا
بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا مرا در منزل جانان چہ امن عیش چون ہر دم جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا
ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر نہان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلہا شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین ہائل کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا
حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ متی ما تلق من تہوی دع الدنیا و اہملہا

میں نے پھر عرض کیا کہ اگر آپ تشریف لے جا رہے ہیں تو ان کا کام پورا کر کے تشریف لائیں۔ فرمایا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جب حضرت صاحبؒ وہاں تشریف لے گئے قریب تھا کہ گڑھی اختیار خاں عبدالصمد خاں کے ہاتھ میں فتح ہو جاتی۔ جب اسے خبر ہوئی کہ حضرت صاحبؒ تشریف لائے ہیں۔ ملاقات کے لئے آیا اور عرض کیا کہ حضور کس مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا کہ تو ان غریبوں کو کیوں

حضرت صاحبؒ نے خوش ہو کر فرمایا اے فضلو کیا چاہتی ہے مانگ' اُس نے کہا میرا شوہر جلد آجائے ۔ فرمایا جا تیرے جانے سے قبل آجائے گا اور عزت و خوبی سے آئے گا ۔ یہ سلام کر کے اٹھ گئی اور جس وقت کہ حضرت صاحبؒ نے اُسے فرمایا تھا کہ تیرے جانے سے قبل پہنچ جائے گا ۔ رنجیت سنگھ کو ایک غرض پڑی اور وہ یہ تھی کہ ملک ٹانک و بنوں اُس سے منحرف ہو گئے تھے اور مال و خراج دینے میں فساد کرتے تھے ۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی معتبر و شجاع آدمی کو وہاں بھیجے کہ اُن کو اپنے حکم میں لائے اور میرے مطیع کر دے ۔ پائندہ خاں اس صفت سے متصف تھا ۔ کسی نے بتایا کہ جس طرح کا آدمی آپ اس کام کے لئے چاہتے ہیں وہ پائندہ خاں ہے ۔ اُسی وقت رنجیت سنگھ نے اُسے بلایا ۔ خلعت پہنائی اور جو اُس کے ذمہ اجارہ کے روپے تھے وہ معاف کر دیئے ۔ اور فوج کا سردار بنا کر ملک مذکور میں بھیج دیا ۔ وہ پہلے سنگھڑ آیا اور فضلو کے پاس پہنچا ۔ فضلو نے اپنا تمام حال بیان کیا کہ اس طرح حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گئی تھی اور تیری رہائی کے لئے عرض کی تھی ۔ اور حضرت صاحبؒ نے یوں فرمایا تھا ۔ پوچھا کون سا وقت تھا کہنے لگی فلاں وقت ۔ فلاں تاریخ ۔ فلاں دن ۔ پائندہ خاں نے کہا اسی تاریخ و دن کو رنجیت سنگھ نے مجھے بلایا اور خلعت خاص دی تھی ۔ یہ قصہ صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ مہاروی اور ابراہیم خاں افغان سے سُنا تھا ۔ پس فضلو نے پائندہ خاں کو کہا کہ تو حضرت صاحبؒ کا مرید ہو جا اور بیعت کر ۔ اُس کم نصیب جاہل نے کہا اے فضلو میں تیرا مرید ہوں اور تو حضرت صاحبؒ کی مرید ہے پس میں بھی اُن کا مرید ہوں' اب اور بیعت کرنے کی ضرورت نہیں ۔

جاننا چاہیئے کہ اولیا اللہ کی دو حالتیں ہیں ایک حالتِ عبدیت ۔ دوسری حالت حقیقت ۔ جب حالتِ عبدیت میں ہوتے ہیں ۔ اُس وقت کوئی اُن سے حاجت طلب کرے تو اپنے عجز کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کام خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ ہم عاجز ہیں اور جب اِن پر حالتِ حقیقت وارد ہوتی ہے تو فرماتے ہیں مانگو کیا مانگتے ہو ۔ اِسی طرح نفحات الانس میں حضرت احمد جامؒ کے ذکر میں لکھا ہوا ہے کہ ایک عورت اپنے نابینا بچے کو اِن کی خدمت میں لائی ۔ اور کہنے لگی اِسے بینا کر دیں ۔ فرمایا مجھے قدرت

نہیں ہے کہ اسے بینا کروں اور انکار کر دیا۔ اُس عورت نے اپنے بچے کو ہاتھ میں پکڑا اور کہا کہ اسے اوپر سے زمین پر گراتی ہوں تاکہ مر جائے۔ میرے لئے یہ نابینا بچہ کس کام کا ہے۔ شیخ احمد جامؒ پر حالتِ حقیقت وارد ہوگئی۔ فرمایا نہ گرا۔ تیرے بیٹے کو بینا کرتا ہوں بینا کرتا ہوں۔ بینا کرتا ہوں۔ اُسی وقت اِس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ بینا ہو گیا۔

مولوی غلام حیدر صاحب نے اپنے ملفوظ میں لکھا ہے کہ میں موضع بیروا میں متمکن تھا۔ ایک درویش مسافر مسجد میں آیا۔ میں نے رات کو ایک باجرہ کی روٹی اُس کے آگے رکھی۔ اُس نے فارسی میں کہا کہ میں نے اس غلّہ کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ ہمارے ملک میں پیدا نہیں ہوتی۔ میں نے گندم کی پکی ہوئی روٹی لا کر دی۔ پس اُس نے نماز عشاء کے بعد مجھ سے پوچھا کہ سنگھڑ یہاں سے کتنے دن کی راہ ہے میں نے کہا کہ جوان آدمی تین دن میں پہنچ جاتا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ اُس نے کہا کہ اصفہان کے نواح سے آرہا ہوں اور حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ اُس ملک میں لوگ حضرت صاحبؒ کو کیسے جانتے ہیں۔ اور تو کس طرح اُنہیں جان کر یہاں آگیا۔ کہنے لگا کہ میں وہاں عبدالغفور کی کتاب حواشی فوائد ضیائیہ پڑھ رہا تھا ایک رات مطالعہ کے بعد میں سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان میں شگاف ہو گیا ہے جیسے کہ کمرہ کا روشندان ہوتا ہے اور اس شگاف سے نورِ الٰہی بارش کے پرنالے کی طرح جاری ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ نور کس جگہ اور کس پر وارد ہو رہا ہے۔ کہنے لگے کہ یہ نور سنگھڑ شریف میں اس زمانہ کے غوث حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ پر نازل ہو رہا ہے کہ بغیر انقطاع کے اُس کی فیض رسانی سے روزِ قیامت تک یہ نور اُس پر برستا رہے گا۔ میں نے یہ خواب اپنے استادِ محترم کی خدمت میں سنایا اور پھر مجھے شوق ہوا کہ سنگھڑ کی طرف روانہ ہو جاؤں جب بلدہ ہرات پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ سنگھڑ شریف نواحی ملتان میں ہے پس اس جگہ آ گیا۔ الغرض وہ شخص سنگھڑ شریف میں پہنچا اور حضرت صاحبؒ سے بیعت ہوا۔ اور پھر اپنے وطن واپس چلا گیا۔

میاں محمد صاحب کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ ہمارے

عصر کے بعد تونسہ شریف کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک امرد لڑکا فرید نام حضرت صاحبؒ کے پاس آکر سامنے بیٹھ گیا۔ فرمایا تیرا کیا نام ہے۔ کہنے لگا کہ میرا نام فرید ہے پھر پوچھا تیرا باپ کیا کام کرتا ہے۔ کہنے لگا لوگوں کی مزدوری کرتا ہے۔ اور میں لوگوں کی گائیوں کو چراتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے فرید جب تو اس طرف آرہا تھا تو کیا راستہ میں تجھے کوئی شخص ملا تھا۔ کہنے لگا راستہ میں کئی مسافر ملے تھے۔ دوسری بار پوچھا کہ کوئی درویش ملا تھا۔ اُس نے شرمندگی سے سر نیچا کر لیا۔ اور خاموش بیٹھ گیا۔ اسی بات چیت میں تھے کہ موذن نے اذان دے دی۔ حضرت صاحبؒ نماز کے بعد خلوت میں چلے گئے اور فرید مذکور کو بلا کر مرید کیا اور راہِ خدا بتا کر بھیج دیا۔ جب وہ شخص بنگلہ سے باہر آیا تو دوسرے درویشوں نے اُسے پوچھا کہ حضرت صاحبؒ نے تم سے دو دفعہ پوچھا تھا کہ کیا تمہیں راستہ میں کوئی ملا تھا یہ کیا بات تھی۔ کہنے لگا۔ میں نے ادب کی وجہ سے کچھ نہ کہا۔ اور اس بات کا راز حضرت صاحبؒ کی ہیبت و شوکت سے نہیں کھول سکا۔ ماجرا یہ تھا کہ ایک دن میں اپنے گھر سے باہر گیا تھا کہ ایک سفید ریش درویش مجھے ملا اور کہنے لگا آؤ تونسہ شریف میں چلو اور پیر تونسہ شریف سے بیعت کرو۔ میں یہ بات سن کر اس طرف روانہ ہو گیا۔ جب قصرانی شہر میں پہنچا تو میرے دل میں خطرہ پیدا ہوا۔ میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ اُسی وقت حضرت غوثِ زماںؒ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا اے لڑکے آ پیر تونسہ کی بیعت کر۔ پس میں اُسی وقت یہاں آیا اور بیعت سے مشرف ہوا۔ مولوی محمد امین صاحب فرماتے تھے کہ میں نے بھی اُس مرید سے پوچھا تھا اُس نے مولوی قادر بخش صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے یہ شخص مجھے ملا تھا اور دوسری مرتبہ حضرت صاحبؒ خود بدولت نے اپنی زیارت کرائی تھی پس فرید مذکور حضرت صاحبؒ کے بنگلہ سے رخصت ہو کر مولوی گل محمد صاحب دامانی کے مکان پر آیا۔ اور تقریباً ڈیڑھ پہر کھڑا ہو کر وجد کرتا رہا۔ اور اللہ ھُو کا ورد کرتا تھا۔ اور رقص کرتا تھا۔

میاں محمد صاحب کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ میاں خیر محمد باغبان میرے سامنے کہتے تھے کہ میں ایک دن قضائے حاجت کے لئے تونسہ شریف کے شمالی تودہ ریگستان کی

طرف گیا ہوا تھا۔ جب اپنے مکان کی طرف واپس آیا تو راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ گرتا پڑتا کبھی دو زانو پر اور کبھی پاؤں پر آ رہا ہے اُس کی رفتار اور حالت سے حیران ہوا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید چور ہے اور کسی کے گھر میں چوری کے ارادہ سے جا رہا ہے۔ میں نے تعاقب کیا۔ پس وہ حضرت صاحبؒ کی مسجد میں پہنچ گیا۔ میں اُس کی تلاش میں صحنِ مسجد کی دیوار پر کھڑا تھا۔ اور اس انتظار میں تھا کہ وہ نظر آئے۔ کہ کس دروازہ سے باہر آتا ہے اور کہاں جاتا ہے جب ایک دو گھڑی کے بعد بھی وہ واپس نہ آیا تو میں اُسے دیکھنے کے لئے مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد میں پڑا ہوا تسبیح و تہلیل میں مشغول ہے۔ میں نے جانا کہ کوئی درویش باخدا ہے۔ اور وہ تمام حال راستہ کی کوفتگی کی وجہ سے تھا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا۔ میں نے کہا کہ اے درویش لنگر سے روٹی لے لے۔ اُس نے کہا تو دے دیں گے۔ پس میں لنگر میں گیا اور روٹی لاکر اُسے دی۔ اُس نے روٹی بغل میں رکھی۔ تھوڑی رات گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ تشریف لائے ہیں۔ میں حضرت صاحبؒ کی اس بے وقت غیر معمولی تشریف آوری سے حیران رہ گیا۔ جب مسجد کے شمالی دروازہ کے قریب تشریف لائے میں اُسی دیوار سے تکیہ لگائے کھڑا تھا۔ فرمایا۔ میاں خیر محمدؐ ہے۔ میں نے کہا ہاں حضور میں ہوں۔ پس حضرت صاحبؒ مسجد میں داخل ہوئے۔ اور وہ شخص جو سجدہ میں پڑا ہوا تھا۔ اُس نے سر اونچا کیا اور حضرت صاحبؒ کو شناخت کیا اور حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر گیا۔ پس آپ نے اُسے بیعت کیا۔ اور مجاز بھی فرما دیا۔ پس حضرت صاحبؒ بنگلہ میں اپنی خلوت گاہ میں تشریف لے گئے اور وہ شخص اُسی وقت روانہ ہو گیا۔ میں یہ حال دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس شخص کے پیچھے روانہ ہوا۔ جب اُسی تودۂ ریگستان شمالی پر میں پہنچا تو میں نے آواز دی کہ اے درویش ذرہ بھر ٹھہر مگر اُس نے میری طرف التفات نہ کیا اور نہ ٹھہرا۔ میں دوڑ پڑا اور اُس کا دامن پکڑ لیا۔ ابھی وہ روٹی اُس کی بغل میں تھی۔ میں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا میرا دامن چھوڑ دے۔ تو مجھ غریب سے کیا چاہتا ہے۔ مسافر

ہوں۔ اپنے وطن جارہا ہوں۔ مَیں نے کہا خدا کے لئے اپنا حال مجھے بتاؤ۔ کہنے لگا کہ میں کشمیر میں رہتا ہوں۔ مَیں نے خواب میں حضرت صاحبؒ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا آجا اور میری بیعت کر۔ میں نے پوچھا آپ کا وطن۔ فرمایا ملک سنگھڑ میں تونسہ میں رہتا ہوں۔ اُسی وقت اُٹھا اور کھانا پینا چھوڑ دیا اور دن رات مسافت کر کے اس جگہ پہنچا۔ مَیں نے پوچھا یہ کیا سبب تھا۔ کہ تم مسجد سے باہر نہ آئے اور حضرت صاحبؒ وہیں تشریف لائے اور تمہیں بیعت سے مشرف کیا۔ کہنے لگا کہ جب مَیں اِس کے نواح میں پہنچا تو حضرت صاحبؒ کے شہر و مکان سے حیران و مضطرب ہوگیا کہ آپ کہاں ہوں گے۔ پس پھر خواب میں آئے اور فرمایا کہ تونسہ میں آکر مسجد میں بیٹھ جائیں خود آکر تجھے تیرے مقصود تک پہنچادوں گا۔ مسجد سے باہر نہ نکلنے کا یہ سبب تھا۔ حضرت صاحبؒ نے اُسی وقت مجھے رخصت فرمادیا۔ اِس لئے اب اپنے وطن جارہا ہوں۔

منقول ہے کہ ایک جاٹ سبزو نام تونسہ شریف کا رہنے والا حضرت صاحبؒ کا مرید تھا۔ اس کے آباؤ اجداد اس ضلع کے رہنے والے سادات کے مرید تھے حضرت صاحبؒ کے وصال کے بعد وہ شخص اتنا بیمار ہوگیا کہ قریب المرگ ہوگیا۔ اور حالتِ نزع اس پر طاری ہوگئی۔ اُس کی بیوی اور نیز اُس کا سیّد پیر اور اُس کا باپ بھی اُس کے پاس بیٹھے تھے۔ اُس کی عورت نے کہا کہ اے سبزو یہ دیکھ تیرا پیر تیرے پاس بیٹھا ہے۔ تو موت یا قبر کے عذاب کا فکر بالکل نہ کر۔ اُس نے کہا کہ یہ میرا پیر نہیں ہے۔ میرا پیر حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ ہے۔ اور وہ اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص سلطان محمود تھا۔ انگریزوں کی طرف سے ملک سنگھڑ کا تحصیل دار تھا۔ ایک دن وہ حضرت صاحبؒ کی خانقاہ میں حضرت صاحب کے مناقب بیان کررہا تھا۔ اور اُس وقت یہ فقیر اور غلام محمد خاں درگاہی وغیرہ اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے تھے۔ اُس نے کہا کہ میرے کچھ لڑکیاں پیدا ہوئیں اور لڑکا نہ تھا۔ اور مجھے لڑکے کی بڑی آرزو تھی۔ ایک دن میں نے آکر

حضرت صاحبؒ سے عرض کی کہ حضور قبلہ غلام کی بیٹیاں بہت ہیں مگر بیٹا نہیں ہے۔ دُعا اور فاتحہ خیر فرماویں کہ حق تعالےٰ مجھے فرزند نرینہ عطا کرے۔ اور ایک تعویذ بھی عطا فرمائیں۔ فرمایا کہ جب تو جانے لگے تو میرے پاس آنا تمہیں تعویذ لکھ دوں گا۔ پس روانگی کے دن مَیں نے حضرت صاحبؒ سے تعویذ کے لئے عرض کیا۔ جلال کی نظر سے میری طرف دیکھا۔ فرمایا تمہیں کیا تعویذ لکھ کر دوُں۔ مَیں نے دوبارہ خوف وڈر سے سوال نہ کیا اور اسی طرح بغیر تعویذ کے روانہ ہوگیا۔ جب گھر پہنچا تو مجھے حضرت صاحبؒ کی رنجیدگی کی وجہ سے بہت غم والم تھا کہ کھانا کھانے کو بھی دِل نہیں چاہتا تھا۔ جب گھر والوں نے کھانے کے لئے کہا۔ تو مَیں نے کہا مجھے کھانا کھانے کی حاجت نہیں ہے اور اسی طرح اندوہ وغم میں سوگیا۔ حضرت صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ مسکرا کر میری طرف دیکھ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تعویذ نہ دینے کا اس قدر غم کر رہا ہے۔ خوش ہو جاؤ اور فکر نہ کرو۔ حق تعالےٰ تمہیں بیٹا عطا فرمائے گا۔ اور میری بہت تشفی کی۔ جب بیدار ہوا تو میں نے کھانا طلب کیا اور کھایا۔ کچھ عرصہ بعد حق تعالےٰ نے اُس قطب الافراد کی دعا وبرکت سے مجھے بیٹا عطا فرمادیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ اللہ بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ مولوی علیسن خاں بہاول پوری میرے سامنے بیان کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ مہار شریف جارہے تھے۔ جہان پور کے قریب پہنچے تھے کہ اس راہ کے سوا جس پر جارہے تھے، حضرت صاحبؒ نے ایک اور راہ کی طرف دیکھا۔ وہاں آپ نے اپنی سواری کھڑی کردی اور اپنے سینۂ بے کینہ معرفت خزینہ سے آہِ سرد پُردرد نکال کر میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے علیسن خان یہ دوسرا راستہ سیدھا مہار راستہ ہے۔ کہ اس راستہ سے جلد حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف میں ان کی زندگی میں جایا کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ اس راہ کی وجہ سے حق تعالےٰ نے ہمیں اس مرتبہ تک پہنچایا ہے کہ اگر اپنے لنگر میں سونے چاندی کی روٹی تقسیم کرنا چاہوں تو حضرت قبلۂ عالمؒ کے طفیل تقسیم کر سکتا ہوں۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ نافع السالکین میں لکھا ہے کہ ایک دن خلیفہ

محمد یاراں صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب ابتداء میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہتا تھا تو حضرت صاحبؒ سے جو امور صادر ہوتے تھے تو ہمیں ظاہر میں خلافِ شریعت نظر آتے تھے۔ مگر نفس الامر میں اور غور کے اعتبار سے شریعت کے عین مطابق ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر جا رہے تھے۔ ایک دن ایک کنوئیں پر قیلولہ کا اتفاق ہوا۔ حضرت صاحبؒ کے درویشوں نے جسارت کی اور اس کنوئیں کی زراعت خربوزہ اور تربوز وغیرہ حضرت صاحبؒ کے سامنے ہی کھانی شروع کر دی اور آں جناب نے کسی کو منع نہ فرمایا۔ اِس بات سے میں بہت حیران ہوا۔ کچھ دیر بعد اُس کنویں کا مالک آیا اور حضرت صاحبؒ کی قدم بوسی حاصل کی اور کہنے لگا کہ اس غلام کی بڑی سعادت ہے کہ آپ اس کنوئیں پر اترے اور میری زراعت حضور کے درویشوں کے کام آئی۔ الحمد للہ کہ میری مراد بر آئی اور غلام کی سعادت مندی کا باعث ہوئی اور جو باقی زراعت رہ گئی تھی وہ بھی اُس نے حضرت صاحبؒ کے اور آں جناب کے درویشوں کے حوالہ کی۔ پس معلوم ہوا کہ درویشوں کا اِس زراعت کو کھانا اور حضرت صاحبؒ کا منع نہ کرنا شریعت کے خلاف نہ تھا۔ جیسا کہ نصِ شریعت سے ثابت ہے کہ دوست کا مال بغیر اجازت کھانا جائز ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب پشاوری سے منقول ہے۔ کہ میں نے مولوی غلام رسول صاحب چنڑ بہاول پوریؒ سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ بیکانیر کے راجوں میں سے ایک راجہ نے ایک ٹھاکر مہاجن کو جو گاؤں کا سردار تھا اور اُس کا ہم قوم و جاگیر دار تھا قتل کر دیا تھا۔ اُس کے قتل کے بعد اُس راجہ کو عروج ملا۔ اس وجہ سے وہ گمان رکھتا تھا کہ مجھے یہ عروج اس ٹھاکر مہاجن کو قتل کرنے سے ملا ہے۔ یعنی اس کا قتل میرے حق میں مبارک ٹھہرا ہے۔ چنانچہ راجہ مذکور کی اولاد میں یہ دستور ہو گیا اور وہ عقیدے کے طور پر جاننے لگے کہ چونکہ ہمارے اجداد کے لئے ٹھاکر کا قتل کرنا مبارک رہا تھا اس لئے ہمارے لئے بھی مبارک رہے گا اور ہم عروج پائیں گے۔ پس ہر راجہ جو بیکانیر کے راج

تخت پر بیٹھتا تھا کسی سرکردہ مہاجن کو قتل کرتا اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے کو سرفراز کر کے بٹھا دیتا۔ اس طرح بیکانیر کے ایک راجہ سردار سنگھ نام نے ٹھاکر امر سنگھ سردار مہاجن کو قتل کرنے کے ارادہ سے بیکانیر طلب کیا۔ وہ شخص اپنی جان کے خوف سے اُس کے پاس نہ گیا جب اُس کو مزید تاکید آئی تو وہ بھاگ کر موضع تاج سرور میں آگیا اور حضرت قبلۂ عالمؒ مہاروی کی خانقاہ میں اپنے بیٹوں کے ساتھ پناہ لی۔ اور دن رات وہاں رہنے لگا۔ اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے مزار مبارک پر عرض کرنے کے لئے بھی جاتا تھا۔ باپ اور بیٹے ڈنڈوت کرتے تھے۔ جو ہندوؤں کے مذہب میں آداب بجالانے کا طریقہ ہے کہ سر سے پاؤں تک سیدھے زمین پر لیٹ جاتے۔ پیٹھ آسمان کی طرف کر کے اور پیٹ و پیشانی زمین پر ملتے تھے۔ جیسا کہ سجدہ کرتے ہیں۔ جب حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس کے دن آگئے تو سنگھڑ شریف سے حضرت صاحبزادہ خواجہ شاہ اللہ بخش صاحبؒ تشریف لائے۔ ٹھاکر مذکور آپ کی خدمت میں گیا۔ اور آہ و زاری کی اور اپنی مشکل کے حل کے لئے فاتحہ خیر اور دعا کا طالب ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ آپ کی ذاتِ شریف کے سوا اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے سوا کوئی اور وسیلہ نہیں اور آپ کے مرشد کی خانقاہ کو بیکسوں کا ملجاد ماوا اور ذریعہ دیکھ کر استغاثہ لے کر آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ راجہ بیکانیر میری تقصیر معاف کر دیں اور مجھے امان دے دیں۔ اور میری جان بخشی کریں اور مجھے خود بلا کر مجھ سے راضی ہو جائے۔ آپ نے اسے تسلی و تشفی دی اور فرمایا خاطر جمع رکھو۔ صاحبِ خانقاہ کے طفیل تمہاری تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ راجہ بیکانیر تجھ سے خود راضی ہو جائے گا۔ اور تجھے عزت سے طلب کرے گا۔ جب عرسِ مبارک کے بعد صاحبزادہ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخشؒ نے سنگھڑ شریف کی تیاری کی تو ٹھاکر مذکور نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا حضرت آپ روانہ ہو رہے ہیں اور اس غلام کی مشکل ابھی حل نہیں ہوئی۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا دو ماہ یہاں بیٹھ۔ اس کے بعد حق تعالےٰ تمہاری مشکل آسان کر دیں گے۔ پس حضرت صاحبزادہ صاحب اللہ بخشؒ جی سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ٹھاکر مذکور خانقاہ شریف پر رہنے لگا۔ ایک رات ایک درویش

صاحب نسبت نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تمام مشائخ کبار مع حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ مہاروی بیٹھے ہیں اور حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کھڑے ہو کر لوگوں کی عرض معروض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ہر حاجت مند اپنی عرض حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیان کرتا ہے اور آپ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ ٹھاکر مذکور کے لئے بھی حضرت صاحبؒ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اُسے کہو دو ماہ باقی ہیں۔ تمہاری مشکل حل ہو جائے گی پھر تو اس جگہ اپنی مراد کو پہنچ جائے گا کہتے ہیں کہ دو ماہ کے بعد راجہ بیکانیر نے ٹھاکر کو معاف کر دیا اور اپنے مرشد کو جس کا نام گسائیں تھا اُس کا ضامن کیا اور مہر لگا کر پروانہ لکھ کر اس کے پاس بھیجا۔ وہ گسائیں جو اُس راجہ کا مرشد تھا۔ ٹھاکر کا ضامن بن کر اُسے اپنے ہمراہ بیکانیر لے گیا اور راجہ کے ساتھ اُس کی ملاقات کرائی۔ اور راجہ نے اُس کے ساتھ صلح کر لی اور اسے ممتاز و سربلند کیا۔ وہ ٹھاکر مہاجن امر سنگھ نام اُس دن سے حضرت صاحبؒ صاحبزادہ اللہ بخش جی سلمہ اللہ تعالٰے سے کمال اعتقاد رکھنے لگا۔ بلکہ ہندو مذہب سے بیزار ہو کر اُن کا مرید ہو گیا۔ اور خفیہ ورد و وظائف پڑھنے لگا۔ اور اس سال کہ فقیر (حاجی نجم الدینؒ) حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے سنگھڑ شریف جا رہا تھا۔ تو جب بیکانیر میں پہنچا اور صاحبزادہ صاحب شاہ اللہ بخش صاحبؒ اجمیر شریف سے بیکانیر آئے ہوئے تھے۔ تو ٹھاکر مذکور بھی آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ اور ایک اونٹ آپ کی نذر کیا تھا۔ فقیر بھی اُس وقت حاضر تھا۔

حضرت میاں نور بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ میاں اللہ داد سکنہ کوٹ کمالیہ کہ باذوق درویش تھا اور حضرت غوث زماںؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ وہ میرے سامنے بیان کرتا تھا کہ ہمارے شہر کا ایک باشندہ تھا اُسے ایک بیگانہ عورت سے عشق ہو گیا۔ اور ایک مدت تک اُس عورت کے وصل سے حظ اٹھاتا رہا جب اس کی تقدیر نے

یاوری کی تو حضرت غوثِ زماںؒ کی خدمت میں جاکر بیعت ہوگیا۔ اور اس بڑے کام سے توبہ کی۔ جب پھر اپنے گاؤں آیا تو اس کام سے باز رہا۔ وہ عورت جو اس کے عشق میں مبتلا تھی۔ ہر وقت بے چین رہتی تھی اور ہمیشہ اُسی کے وصل کے انتظار میں رہتی تھی ایک دن اس شخص کو شیطان نے ورغلایا۔ وہ رات کے وقت اُس عورت کے گھر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ گھر حضرت صاحبؒ کا بنگلہ شریف ہے۔ وہ شخص شرمندہ ہوکر توبہ کرتا ہوا واپس آگیا۔ پھر شیطان نے اُسے ورغلایا۔ پھر اس کے گھر گیا پھر حضرت صاحبؒ کا بنگلہ شریف نظر آیا۔ پھر شرمندہ ہوکر توبہ کرتا ہوا واپس آگیا۔ تیسری مرتبہ جب پھر شیطان نے ورغلایا پھر اُس کے گھر گیا۔ اس بار خود حضرت صاحبؒ کو بنگلہ شریف میں دیکھا۔ بہت شرمندہ ہوا اور واپس آگیا اور پھر اس کام سے پکی توبہ کی۔

میاں نور بخش صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت غوثِ زماںؒ کی زبانِ وحی بیان سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا اُس دن آپ بہت غمگین و افسردہ تھے۔ ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ آج غمگینی کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا کہ آج بارھویں صدی کا پہلا دن ہے۔ اِس وجہ سے غمگین ہوں کہ یہ دور ایسا زبوں ہے کہ اِس دور میں لوگوں کا ایمان کم رہ جائے گا۔ مگر صرف وہ بچیں گے جو اہل اللہ کا دامن پکڑ لیں گے اور وہی ہوں گے جن کو زوالِ ایمان کا خطرہ نہ ہوگا۔ نیز جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ درود پڑھے گا۔ اس کا ایمان بھی سلامت رہے گا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ خود بھی حضرت صاحبؒ کی زبانِ مبارک سے ایک دفعہ سُنا تھا۔

حضرت میاں نور بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ شریف کی طرف آرہے تھے۔ جب بلدہ جہان پور میں کہ ملتان سے تیس کوس پر ہے۔ پہنچے تو ایک شخص عبدالوہاب نام جو آپ کا مرید تھا اور اس شہر کا رہنے والا تھا آیا اور اُس نے عرض کیا کہ قبلہ میرے گھر میں بڑی چیونٹیوں نے سوراخ کر دیا ہے۔ ایک لحظہ آرام نہیں ہے اور دن رات میرے گھر میں پھرتی ہیں۔ دُعا

فرمائیں کہ دفع ہو جائیں حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے بہادلا نام ایک شخص وہاں بیٹھا تھا۔ آپ نے اُسے فرمایا کہ جا اور میری طرف سے کہہ دے کہ فلاں شخص تمہیں کہتا ہے کہ میرے گھر سے چلے جاؤ۔ ورنہ تمہیں بہادلا لانگڑی ڈال مارے گا۔ جب یہ پیغام چیونٹیوں کو پہنچایا گیا تو فوراً وہ گھر چھوڑ گئیں۔

ایک شخص جو ملک سونٹر کا تھا جس سے مراد ضلع فتیاباد و سرسہ ہے۔ حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ اُسے ہر سال سانپ کاٹتا تھا۔ آخر لاچار ہو کر حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبلہ مجھے ہر سال سانپ کاٹتا ہے دُعا فرمائیں تاکہ حق تعالےٰ مجھے اِس بلا سے امان دے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے ملک میں ایک کامل بزرگ گوگا نام ہے قوم چوہان سے۔ تمام سانپ اُس کے تابع ہیں اور اُس کے عرس پر جمع ہوتے ہیں۔ جب اُن کا عرس آئے اُن کے مزار پر جا اور میری طرف سے پیغام دے کہ فلاں شخص میرے پیر نے آپ کو کہا ہے کہ آپ قوم چوہان سے ہیں اور میں قوم افغان سے اور اس میرے مرید کو ہر سال سانپ کاٹتا ہے اور سانپ آپ کے تابع ہیں۔ اگر پھر اسے سانپ کاٹے گا تو میں آپ کے ساتھ وہ کروں گا۔ جو افغانوں نے چوہانوں سے کیا تھا۔ (اور وہ قصہ یوں ہے کہ چوہان دہلی پر بادشاہت کرتے تھے تو ان سے بادشاہت افغانوں نے چھین لی تھی اور انہیں دہلی سے نکال دیا تھا) میں آپ سے یہی معاملہ کروں گا۔ اور آپ کی ہڈیاں قبر سے باہر نکال دوں گا۔ اُس شخص نے جا کر اُسی طرح کہہ دیا۔ پھر اسے کبھی سانپ نے نہ کاٹا۔ نعمت خاں چوہان پسر نواب الف خاں فتح پوری قائم خانی جو شاہجہان بادشاہِ دہلی کے عہد میں تھا۔ کی تصنیف قیام راسہ میں لکھا ہے کہ گوگا کا نام علاالدین تھا پہلے کافر تھا۔ پھر اسلام لایا۔ کفر کی حالت میں اُس کا نام گوگا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اُس کا نام علاؤالدین رکھا گیا۔ اُس کی قبر اُس قریہ میں ہے جس کو ماڑی گوگا کہتے ہیں۔ یہ قریہ بہادران بلدہ کے قریب ہے جو بلدہ سرسہ سے بیس کوس پر جنوب کی طرف ہے۔ اُس کے باپ کا نام جیور بن مانک بن چوہان ہے۔ جیساکہ قیام راسہ میں ہے۔ گوگا کے تصرفات اور کرامتیں مشہور ہیں۔ خاص طور سانپ کے کاٹنے کے سلسلہ میں۔ اور اکثر ہمارے ملک میں ہندو اُس کے معتقد ہیں۔ اور مسلمان جاہل بھی

مگر علماء چونکہ اُس کے اسلام لانے کے بارہ میں نہیں جانتے ۔ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کافر تھا۔ اور اس کی قبر کی زیارت اور اس سے استمداد کو شرک کہتے ہیں۔ مگر یہ صرف بے خبری کی وجہ سے ہے وہ کامل بزرگ تھا۔ جیساکہ حضرت صاحبؒ کے مناقب سے واضح ہے واللہ اعلم بالغیب ،

حضرت میاں نور بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت غوثِ زماںؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص تھا وہ سردار خاندان کی ایک کافر عورت پر کہ ہمارے ملک میں انہیں ٹھاکر راجپوت کہتے ہیں عاشق ہوگیا۔ اور وہ عورت بھی اُس پر فریفتہ ہوگئی۔ مدت تک اِن دونوں کے تعلقات قائم رہے۔ آخر یہ راز اُس گاؤں کے تمام لوگوں پر ظاہر ہوگیا۔ سب نے اُسے پکڑنے اور مارنے کا پروگرام بنایا۔ اتفاق سے ایک دن وہ شخص اُس عورت کے پاس بیٹھا تھا۔ جب اِن لوگوں کو جو اس کی تلاش میں تھے خبر ہوگئی۔ آکر اُس کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور چاہا کہ اندر جا کر اُسے ماریں۔ جب اُس شخص کو اس حال کی خبر ہوئی۔ تو حضرت صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت اگرچہ گناہ گار ہوں مگر آپ کے دامن سے وابستہ ہوں۔ وقتِ امداد ہے مجھے اِن مدعیوں کے ہاتھوں سے نجات دلائیں۔ جب وہ لوگ اسے مارنے کے لئے اندر گئے دیکھا کہ اُس عورت کا شوہر جو اس گاؤں کا ٹھاکر تھا اپنی بیوی کے پاس بیٹھا تھا۔ اور دوسرا کوئی نہیں ہے۔ شرمندہ ہوکر باہر چلے گئے۔ یعنی وہ شخص اُس عورت کے شوہر کی شکل کا انہیں دکھائی دیا۔ جب باہر گئے تو وہ شخص وہاں سے نکلا اور اُن سے بچ گیا۔ پھر اُس گاؤں کو چھوڑ دیا۔ اور دوسرے گاؤں میں آباد ہوگیا۔ پھر کچھ مدت بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بلدہ تاج سرور میں پہنچا۔ وہاں سے حضرت صاحبؒ کے ساتھ پاکپتن شریف پہنچا۔ پھر حضرت صاحبؒ کے ساتھ سنگھڑ شریف گیا۔ اور پھر وہاں کچھ عرصہ رہ کر واپس اپنے وطن آنے کے لئے حضرت صاحبؒ سے اجازت لی۔ فرمایا۔ جاؤ مگر ٹھاکر نہ بننا۔ یعنی حضرت صاحبؒ نے اس قصہ کی طرف اشارہ کیا۔ جب اس کی شکل ٹھاکر کی صورت بن گئی تھی۔ وہ شرمندہ ہوا اور پھر ایسا کبھی نہ کیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ مَیں نے بھی یہ قصہ کچھ عرصہ ہوا سُنا تھا۔ مگر میں بھول گیا تھا۔ جب حضرت صاحبزادہ نور بخش جیؒ نے ازسرِ نو یہ قصہ میرے سامنے بیان فرمایا تو مجھے یاد آگیا کہ یہ وہی قصہ ہے۔

منقول ہے کہ مولوی جلال الدین صاحبؒ دہلوی صالحینِ وقت تھے اور حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے اس فقیر کے سامنے بیان کیا کہ میں اکثر دین علی شاہ مجذوب کے پاس جاتا تھا۔ جو دہلی میں شہر کے باہر قدم شریف کے راستہ میں رہتا تھا۔ اور کاملینِ وقت سے تھا۔ مجھے اُس پر بہت اعتقاد تھا۔ وہ کسی سے بات نہ کرتا تھا نہ کسی شخص کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ بلکہ ہر وقت اپنے جذب میں رہتا تھا۔ مگر میں جب بھی اِس کے لئے کھانا لے جاتا میرے ہاتھ سے لے لیتا اور کھا لیتا اور میرے ساتھ کلام بھی کرتا اور میں کافی دیر تک اُن کے پاس بیٹھا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے حضرت غوثِ زمانؒ اپنے پیر کو خواب میں دیکھا کہ مجھ پر غصہ ہوئے اور اپنی ریش مبارک سے ایک بال لے کر فرمایا کہ تو اس مجذوب کا کیا معتقد ہو گیا ہے اس کا رتبہ میری داڑھی کے ایک بال برابر بھی نہیں ہے۔ جب بیدار ہوا۔ ڈرا کہ کہیں حضرت صاحبؒ میرے اس کے پاس جانے سے ناراض نہ ہوں اور میرا حال خراب نہ ہو جائے۔ اُس دن کے بعد اُس کے پاس چند دن تک نہ گیا۔ کچھ مدت بعد پھر ایک دن اُس کے پاس گیا۔ وہ میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ مَیں اس مجذوب کے پاس جب گیا تو میں نے اپنے دل میں اپنے حال کے بارہ میں التجا کی تھی۔ اُس نے میرے دل میں سوچنے پر ہی بلند آواز سے پٹھان پٹھان کہنا شروع کر دیا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا اشارہ میرے پیر حضرت صاحبؒ غوثِ زمانؒ کی طرف تھا۔ کیونکہ آپ کی قوم پٹھان تھی۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نے اپنی مجلس میں فرمایا تھا کہ پیری و مرشدی کے لائق وہ ہے کہ اگر اُس کا مرید ہزار کوس پر بھی ہو تو اُسے اُس کے حال کی خبر ہو اور اس کی مدد کو پہنچے۔ مولوی سلطان محمود گورایہ جو ہاشم شاہ قادری کا مرید تھا۔ اور حضرت صاحبؒ سے مجاز تھا۔ اور اپنے وقت کے صالحین و مشائخ سے تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ اگر پیر کا یہ وصف ہے تو ہم جنہیں آپ نے مرید کرنے کا حکم دیا ہے کیا کریں۔ کہ ہمارا یہ رتبہ نہیں ہے۔ پس ہمارا حال کیا ہو گا۔ فرمایا کہ جس شخص کو کسی کامل پیر و مرشد نے اجازت دی ہو اُسے کوئی ڈر نہیں ہے اور اسے اجازت ہے۔

کہ مرید کرے اور میں جس نے تمہیں اجازت دی ہے تمہاری جگہ موجود ہوں گا۔

مولوی دیدار بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے سامنے احمد خاں ملی زئی جو درویش تھا اور حضرت صاحبؒ کا مرید تھا۔ بیان کرتا تھا کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ اے احمد خاں میرے تمام مریدوں کو دوست رکھو اور ان کے بارہ میں حسنِ ظن رکھو۔ اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کے حق میں فرمایا ہے۔ اَلصَّالِحُونَ لِلّٰہِ وَ الطَّالِحُونَ لِیْ۔ (یعنی میری اولاد کی عزت کرو جو نیک ہیں ان کی اللہ کے لئے اور جو نیک نہیں ہیں ان کی میرے لئے) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پاک کے مطابق میرے مریدوں کے حق میں بھی اچھا گمان رہنا چاہیئے

ایرو والے سےمراد پیروں والے محرم پنجاب کے شگرد ترجمہ

مولوی دیدار بخش جیؒ فرماتے تھے کہ میرے سامنے مولوی شرف الدین صاحب اہروئیؒ نے جو حضرت غوثِ زماںؒ کے خلفا میں سے تھے۔ فرمایا کہ میں ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا اور بڑی گستاخی سے عرض کیا کہ قبلہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے اپنے قصیدہ میں فرمایا ہے کہ "وَ اَعْلَامِیْ رَأْسِ الْجِبَالِ"۔ (میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر نصب ہیں) فرمایا ہاں حق تعالیٰ نے مجھے بھی یہ رتبہ دیا ہے اور میں بھی کہتا ہوں "اَعْلَامِیْ عَلٰی رَأْسِ الْجِبَالِ"۔

ایک دفعہ حضرت صاحبؒ سنگھڑ شریف سے آرہے تھے۔ جب دریائے سندھ پر پہنچے تو پہ بدیال ایک سکھ جو صوبہ ملتان کے حاکم ساون مل کی طرف سے سنگھڑ شریف ضلع کا حاکم تھا، تمام کشتیاں پکڑ کر کسی طرف لے جا رہا تھا حضرت صاحبؒ نے اسے ہر چند فرمایا کہ ہم درویش ہیں۔ دریا عبور کرنے کے لئے ایک کشتی ہمیں دے دو۔ تاکہ دوسری طرف چلے جائیں وہ مردود کافر تھا۔ اُس نے حضرت صاحبؒ کے فرمان پر کان نہ دھرا۔ اور مذاق کے طور پر کہا کہ تو نے تونسہ شریف میں لنگر جاری کیا ہوا ہے اور ہزاروں درویشوں کو روٹی دیتا ہے۔ اگر ایک دو روز اس جنگل میں بیٹھ کر درویشوں کو روٹی دے گا اور لنگر جاری کرے گا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ الغرض وہ کافر تمام کشتیوں کو موضع دراتبی کی طرف لے گیا۔ حضرت صاحبؒ اپنے درویشوں کی جماعت کے ہمراہ جو کئی سو پیادوں اور

دراتبی نزد ڈھکو کے مکان شریف تونسہ

سواروں پر مشتمل تھی، اس جنگل میں بیٹھ گئے۔ جب نماز ظہر کا وقت آیا تو نماز باجماعت پڑھی اور اپنے معمول کے مطابق قرآن شریف لے کر تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو ایک شخص غازی نام بلوچ کو جو حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ فرمایا کہ اے غازی دیکھ دریا میں پانی بھی ہے اس نے کہا حضور دریا طوفان میں ہے اور پانی بہت ہے۔ کشتی کے بغیر عبور نہ کر سکیں گے پھر فرمایا کہ مجھے تو دریا میں پانی کم معلوم ہوتا ہے۔ جا اور دریا میں داخل ہو کر دیکھ اس کنارہ سے اُس کنارہ تک جا اور پانی کا اندازہ لگا کر آ۔ میاں عبداللہ کھوکھر سنگھڑوی فرماتے تھے کہ حضرت صاحبؒ نے غازی خاں مذکور کو یہ الفاظ فرمائے کہ فرعون کافر نے دعویٰ خدائی کیا تھا اور حق تعالےٰ نے اسے دریائے نیل میں راہ دے دیا تھا۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ گو ہیں تو کیا عجب ہے کہ دریا ہمیں راستہ دے دے۔ غازی خاں حسب الامر دریا میں داخل ہوا۔ اور اس کنارہ سے اُس کنارہ تک گیا۔ دریا میں صرف اتنا پانی معلوم ہوا کہ آدمی کے گھٹنوں تک آسکے۔ آکر عرض کیا کہ یا حضرت دریا میں پانی اس قدر ہے۔ فرمایا۔ بسم اللہ روانہ ہو جاؤ۔ درویشوں کی تمام جماعت سوار پیادہ چھوٹے بڑے گھوڑوں گدھوں اور اونٹوں کے ساتھ دریا میں داخل ہو گئے اور ہر آدمی چاہے لمبا تھا یا چھوٹا۔ گھوڑے۔ اونٹ گدھے سب کے گھٹنے گھٹنے پانی تھا۔ یہاں تک کہ تمام درویشوں کی جماعت اِس گہرے دریا کو حضرت صاحبؒ کی کرامت سے کشتی کے بغیر عبور کر گئی۔

اِس کے بعد لکڑیوں کا ایک گٹھا باندھ کر اور اس کے نیچے چمڑے کی کشتی رکھ کر حضرت صاحبؒ کو اس پر سوار کرا کے دریا عبور کرایا۔ حضرت جناب صاحبزادہ اللہ بخش صاحبؒ جی آپ کے سجادہ نشین اِس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میں اور میرے والد یعنی حضرت صاحبزادہ گل محمد جیوؒ بھی اس سفر میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ تھے۔ اور ہم نے دریا کو بغیر کشتی کے عبور کرنے کا یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور میں اور میرے والد حضرت صاحبؒ کے ساتھ اس پشتارہ پر سوار ہو کر پار گئے تھے اور ایک بزرگ میرے سامنے فرماتے تھے کہ میں بھی اس سفر میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ تھا۔ جب خلقت بغیر کشتی کے دریا عبور کرنے لگی تو حضرت صاحبؒ ذوق میں آ گئے۔ اور بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔ ترا کشتی آورد ما را خدا (تمہیں کشتی لے آئی اور ہمیں خدا)

جب سب جماعت دریا عبور کر چکی تو اس کے بعد کچھ اور لوگ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ درویشوں کی جماعت دریا سے بغیر کشتی کے گزر رہی ہے تو انہوں نے بھی ان کی تقلید کی اور دریا میں داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ غرق ہونے لگے اور واویلا کرنے لگے کہ ہم غرق ہو رہے ہیں۔ آخر بہت دشواری کے بعد وہ واپس دریا سے باہر نکلے۔ اور ان سے یہ نہ ہو سکا کہ بغیر کشتی کے دریا پار کریں۔ حضرت صاحبؒ نے اُس غازی خاں بلوچ کو خوش طبعی سے پوچھا کہ ہمیں یہ غازی بغیر کشتی کے دریا سے لے آیا ہے۔ ورنہ دریا میں پانی بے انتہا ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ کا دستور تھا کہ عمداً اور اختیاراً اپنی کرامت ظاہر کرتے تھے۔ آپ اپنی کرامت کے چھپانے میں بہت کوشش فرماتے تھے۔ البتہ اگر سکراً وجبراً وضرورۃً کرامت کے اظہار کا وقت آتا تو کسی دوسرے شخص کے واسطہ اور بہانہ سے اظہار فرماتے کہ یہ کرامت اس شخص سے ظہور میں آئی ہے اپنا حوالہ نہیں دیتے تھے مگر ہر شخص جانتا تھا کہ یہ حضرت صاحبؒ کی کرامت ہے۔ چنانچہ بارش برسانے کا حوالہ ملّا محمد کھوکھر کے سپرد کر رکھا تھا اور اسی سبب سے اس کا نام "مینہ برساؤ" رکھا تھا حضرت صاحبؒ کا یہ واقعہ دریائے سندھ کو بغیر کشتی کے عبور کرنے کا مشہور ہے اور مہار شریف وسنگھڑ شریف کا ہر شخص اس واقعہ سے واقف ہے۔ اور مولوی غلام حیدر نے اس قصہ کو اپنے ملفوظ میں لکھا ہے اور اسی ملفوظ میں یہ رباعی بھی ہے۔

رباعی: ببیں کرامتِ حضرت چو معجزہ موسےٰ - کہ او ز نیل گزر کرد وایں ز دریائے سندھ
عجب مدار بایں امر سالکانِ خدا - کہ میر سند بیک لحظ زر دم بہ ہند مثنوی شریف میں یہ ہے ــــ

این سخن چوں ہست پیچاپیچ دُور
یا سلیماں باش نایابی تو نُور

نقل ہے کہ جب یہ بات ملک میں مشہور ہو گئی کہ حاکم سنگھڑ شریف پر بدیال نے حضرت صاحبؒ

بے وفائی کی اور کشتی نہ دی تو ساون مل صوبہ دار ملتان نے اُس کو سخت سزا دی اور سنگھڑ شریف کے عہدہ سے معزول کر دیا۔ چند دن قید رکھا اور پھر تاوان لے کر چھوڑا تو وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اپنی تقصیر معاف کرانے کے لئے آیا اور گریہ وزاری کی تو حضرت صاحبؒ نے اُسے معاف کر دیا اور وہ پھر اپنے عہدہ پر مقرر ہو گیا۔

نقل ہے مولوی غلام حیدر کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ میاں عبدالمجید خاں فوفل زئی میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا۔ ساون کا موسم تھا اور دریا جوش میں تھا۔ میں غرق ہونے لگا۔ ہر چند ملاحوں نے زور لگا کر کوشش کی مگر فائدہ نہ ہوا۔ لاعلاج ہو کر تمام ملاح کشتی سے باہر نکل آئے اور اپنے چپوؤں پر تیرنے لگے میں نے اس وقت زندگی سے مایوس ہو کر درد و سوز کمال سے حضرت کے نام کا نعرہ لگایا کہ "یا حضرت خواجہ سلیمان وقت مدد است"۔ تو اُسی وقت میں نے مشاہدہ کیا کہ حضرت صاحبؒ گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ دریا کی موجوں پر سے آ رہے ہیں۔ اور گھوڑے کے پاؤں دریا سے بالا بالا ہیں۔ میری مدد کے لئے حضرت صاحبؒ نے اپنا ہاتھ ڈالا اور کشتی کو دریا سے باہر نکالا اور چلایا پھر نظر سے غائب ہو گئے۔

نقل ہے میاں صاحب شاہ حسن عسکریؒ جو حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے سنگھڑ شریف گیا ہوا تھا اور ایک سلوک کی کتاب شروع کی ہوئی تھی۔ ایک دن زوال کے وقت حضرت صاحبؒ سے سبق لے رہا تھا۔ کہ یکایک حضرت صاحبؒ جذبہ میں آئے اور اپنے دستِ مبارک سے میری طرف اشارہ فرمایا چَل چَل جَ کی پیش کے ساتھ جس کے معنی ہیں رواں شدن، سنگھڑ کی زبان میں فرمایا یعنی فرمایا چل (برو) اور حضرت صاحبؒ کے دست مبارک سے پانی کے قطرے اس قدر گرے کہ میری کتاب اور کپڑے تر ہو گئے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید مجھے فرما رہے ہیں کہ برو۔ میں وہاں سے اُٹھ کر حلقہ میں آ گیا۔ دوسرے دن چند لوگ حضرت صاحبؒ کی زیارت کو آئے۔ اور اُنہوں نے اپنا قصّہ بیان کیا کہ کل زوال کے وقت ہماری کشتی غرق ہو رہی تھی۔ ہم نے حضرت صاحبؒ سے امداد چاہی "اغثنا یا حضرت خواجہ سلیمان اَمددنا" (خواجہ سلیمان! ہماری امداد اور نصرت کرو) ناگاہ دریا سے

ایک ہاتھ نکلا اور کشتی کو دھکا لگایا اور کہا چل۔ اُسی وقت کشتی چلنے لگی اور ہم غرق ہونے سے بچ گئے۔ میاں صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ مجھے یقین ہوگیا کہ کل حضرت صاحبؒ نے زوال کے وقت مجھے سبق دیتے ہوئے فرمایا تھا چل اور پانی آپ کے ہاتھوں سے گر رہا تھا۔ یہی ماجرا تھا۔

نقل ہے کہ حضرتؒ آخری سال بلدہ تاج سرورِ چشتیاں میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تشریف لائے اور اس سال کے بعد پھر نہ آسکے۔ یہ فقیر بھی حضرت صاحبؒ کے ساتھ سنگھڑ شریف سے آیا تھا۔ جب غوثِ زماںؒ واپس سنگھڑ شریف کی طرف تشریف لے گئے تو بندہ شمس سیال قصبہ سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور چند دنوں کے بعد بلدہ جھونجنوں سے خواجگانِ چشت کی زیارت کے لئے دہلی گیا اور وہاں سے جب پھر اپنے وطن بلدہ جھونجنوں میں آیا تو چند دنوں کے بعد حج کا ارادہ ہوگیا۔ میں روانہ ہوا اور اس سفر کے واقعات اور اس کی تفصیل آخر کتاب میں اپنے ذکر میں لکھوں گا۔ الغرض حج کے بعد اور زیارت مدینہ طیبہ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب واپس اپنے ملک آیا تو ایک ماہ اپنے گھر میں رہا اور پھر سنگھڑ شریف گیا اور اپنے مرشد حضرت غوثِ زماںؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر رخصت لے کر اپنے گھر آیا اور چند دنوں کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میاں حاجی عبداللہ رشید پوری کہ اُسے حاجی غلام محمد بھی کہتے تھے سنگھڑ شریف میں مجھ سے ملا اور وہ سفرِ حج اور زیارتِ حرمین الشریفین میں میرا رفیق تھا اور حضرت صاحبؒ کا مرید تھا اور جب میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آیا تھا۔ تو وہ میری رفاقت چھوڑ کر مکہ معظمہ میں چند ماہ رہا تھا۔ اور مجھے حضرت صاحبؒ کی زیارت کا اضطراب تھا۔ پس میں جلد وطن آگیا تھا اور اضطراب کی وجہ یہ تھی کہ خواب میں حضرت صاحبؒ نے مجھے وطن واپس آنے کے لئے تاکید کی تھی چنانچہ اس کی تفصیل بھی اپنے ذکر میں لکھوں گا۔ الغرض حاجی صاحب مذکور نے میرے سامنے بیان کیا کہ جب تو مکہ سے روانہ ہوا تو میں تیرے بعد تین ماہ مکہ معظمہ میں رہا ایک دن جنت اعلےٰ میں زیارت کے لئے گیا تو ایک برہنہ مجذوب قبرستان معلیٰ میں پایا وہ کسی سے بات نہ کرتا تھا۔ اور جو اُس کے پاس جاتا اسے پتھر مارتا تھا۔ اور اسے عربی زبان

میں کہتا تھا کہ رُح انت حرامی۔ کہ یہاں سے جاؤ کہ تو چور ہے اور حرامی عربی زبان میں چور کو کہتے ہیں۔ جب اُس مجذوب نے مجھے دیکھا تو میری طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے کہا "تعال تعال یا شیخ" یعنی اے شیخ بیا بیا۔ میں اِس کے نزدیک گیا تو اُس نے مجھے کہا اَنتَ مِنَ المشائخ، یعنی تو مشائخ میں سے ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا فاین شیخک یعنی تیرا پیر کہاں ہے۔ میں نے کہا فی بلاد الملتان یعنی ملتان کے نواح میں۔ اِس مجذوب نے کہا سلیمان۔ میں نے کہا ہاں اِس نے سلام کیا اور کہا۔

ھُوَ شیخنا، ھُوَ تاجنا ھُوَ شیخ المغرب والمشرق اولیاء اللہ کثیرٌ وخلیفۃ اللہ واحدٌ وھُوَ خلیفۃ اللہ

یعنی وہ میرا پیر ہے۔ وہ میرا تاج ہے وہ مشرق و مغرب کا پیر ہے۔ ولی اللہ بہت ہیں۔ مگر خلیفۃ اللہ ایک ہے۔ اور وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ (جسے غوث کہتے ہیں ہر زمانہ میں ایک ہوتا ہے) پس خواجہ سلیمان اللہ کے خلیفہ ہیں۔ میں اِس مجذوب کی باتیں سُن کر حیران رہ گیا۔ اِس ضمن میں دوسرے آدمی جو زیارت کے لئے آرہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ مجذوب جو کسی کے ساتھ کبھی بات نہ کرتا تھا مگر آج اس درویش سے کیسے کلام کر رہا تھا۔ وہ بھی اِس مجذوب کے نزدیک آئے۔ اس وقت مجھ پر بھی پتھر اٹھایا اور کہا "رُح انت حرامی"۔ میں اور دیگر آدمی وہاں سے آگئے۔

نقل ہے میاں غلام نبیؒ صاحبزادہ جو حضرت شہید نور الصمدؒ بن خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کے منجھلے بیٹے تھے وہ عالم فاضل تھے اور حضرت غوثؒ کے مرید تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے وضو کے لئے ایک مٹی کا آفتابہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں سنگھڑ شریف بھیجا تھا۔ مگر وہی آفتابہ جو میں نے حضرتؒ کے لئے سنگھڑ شریف بھیجا تھا۔ اُسے جب میں نے کچھ عرصہ بعد ایک مسافر آدمی کے پاس دیکھا جو ہندوستان سے براہ قصبہ ولڑ مہار شریف میں آیا اور سنگھڑ شریف کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ تو میں نے پہچان لیا کہ یہ تو بالکل ہو بہو وہی آفتابہ ہے۔ مگر حیران ہو گیا کہ اس شخص کے پاس کہاں سے آیا میں نے پوچھا اے شخص تمہارے پاس یہ آفتابہ کہاں سے آیا۔ اس نے کہا جب میں قصبہ ولڑ سے اس طرف روانہ ہوا تو بیس کوس کا جنگل جو ولڑ اور تاج سرور کے درمیان ہے اِس کے درمیان پیاس سے مرنے کے قریب ہو گیا۔ اور بے ہوش ہو گیا۔ ایک بزرگ آدمی آئے اور یہ آفتابہ پانی

سے بھرا ہوا مجھے دیا اور کہا اُٹھ پانی پی۔ جب پانی پی لیا تو مجھے ہوش آگیا۔ مگر وہ بزرگ غائب ہوگئے اور یہ لوٹا میرے پاس رہ گیا۔ صاحبزادہ مرحوم فرماتے تھے کہ مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت صاحبؒ اس شخص کی امداد کے لئے آئے تھے اور یہ آفتابہ وہی ہے۔

نقل ہے کہ میاں محمد مرطل جو حضرت صاحبؒ کے مریدان با اعتقاد سے تھے فرماتے تھے کہ اپنے قصبہ میں جو تونسہ شریف سے قریب ہے ایک مسجد میں نے تعمیر کی تھی۔ جب وہ تیار ہوگئی تو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے عرض کیا کہ قبلہ میں نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی ہے۔ اگر حضور کسی دن اپنے قدم مبارک اس مسجد میں رکھیں تو آپ کی برکت سے وہ مسجد آباد ہو جائے گی۔

فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ کسی دن تمہاری مسجد دیکھیں گے۔ پس میرے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت صاحبؒ مسجد دیکھنے کے لئے ہمارے شہر تشریف لائیں گے۔ تو آپ کے ہمراہ بہت سے لوگ ہوں گے اور اُن کی دعوت پر بہت خرچ ہوگا۔ میں مسکین ہوں کہاں سے خرچ کروں گا۔ کاش حضرت صاحبؒ تنہا تشریف لاتے اور یہ ممکن نہیں کہ حضرت صاحبؒ اکیلے تشریف لائیں۔ ایک دن میں اپنی مسجد میں نماز فجر کے بعد اوراد پڑھ رہا تھا۔ اشراق کا وقت تھا کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک حضرت صاحبؒ میری مسجد میں تشریف لے آئے ہیں اور چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں حیران ہو کر تعظیم کے لئے اٹھا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ یہ تو حضرت صاحبؒ کی مشغولی کا وقت ہے اس جگہ کیسے تشریف لے آئے ہیں۔ اور تنہا کس طرح پیدل تشریف لائے ہیں۔ آخر مجھے فرمایا کہ میاں محمد اچھی مسجد بنائی ہے۔ یہ فرما کر باہر تشریف لے گئے اور میری نظر سے غائب ہوگئے میں اُسی وقت روانہ ہو کر تونسہ شریف پہنچا۔ اور حضرت صاحبؒ ابھی خلوت سے باہر نہیں آئے تھے۔ میں نے اپنے پیر بھائیوں سے پوچھا کہ حضرت صاحبؒ نمازِ فجر کے بعد کہیں تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں حسبِ معمول نمازِ فجر کے بعد سے لے کر اب تک اپنے حجرہ سے باہر تشریف نہیں لائے۔ اور خلوت میں مراقبہ میں مشغول ہیں۔ میں حیران ہوگیا کہ میں نے حضرت صاحبؒ کو اپنی مسجد میں دیکھا ہے یہ سب کچھ کس طرح ہوا۔ آخر جب حضرت صاحبؒ نے وظائف و

مشغولی سے فارغ ہوکر عام کچہری فرمائی۔ تو مَیں بھی زیارت کے لئے پہنچا تو سب سے پہلے مجھ سے یہ کلام کیا کہ میاں محمد تیری مسجد خوب بنی ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت صاحبؒ میری مسجد میں تشریف لے گئے تھے۔

نقل ہے میاں عبدالشکور صاحب مرحوم جو حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے اور یارانِ قدیم سے تھے۔ کاتب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ اسد خاں بلوچ والئی سنگھڑ شریف ہر جمعرات کو حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آتا تھا۔ کبھی ظہر کے وقت اور کبھی مغرب کے وقت اور جب مغرب کے وقت آتا تو گھوڑے پر سوار ہوکر آتا اور گھوڑے کو کھڑا کر کے حضرت صاحبؒ سے باتیں کرنے چلا جاتا اور حضرت صاحبؒ گرمی کے موسم میں اپنے بنگلہ کے چبوترے پر شمال کی طرف مشغولی کے واسطے بین العشائین کے وقت بیٹھتے تھے۔ میاں صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ابتداء میں میرے ذمہ حضرت صاحبؒ کی یہ خدمت تھی کہ لوٹا پانی سے بھر کر وضو کے لئے استنجا کے لئے ڈھیلے تیار کر کے حضرت صاحبؒ کے پاس رکھتا تھا اور حضرت غوثِ زماںؒ کی ابتداء میں عادت تھی کہ مغرب کی نماز جماعت سے پڑھ کر سنت و نفل اپنے مصلّہ پر پڑھتے تھے۔ اور پھر جب قضائے حاجت کے لئے صحرا کی طرف جاتے تو آپ کا راستہ ہمارے حجرہ کے سامنے سے کہ یہ حجرہ مشہور تھا بہ حجرہ الف خانؒ گزرتے کیونکہ دوسرا راستہ نہ تھا۔ ایک دن میں نے لوٹا پانی سے بھرا اور حضرت صاحبؒ کے نزدیک ڈھیلے رکھ دیئے اور اپنی جگہ پر آگیا۔ اور حضرت صاحبؒ اپنے مصلّہ پر نمازِ نفل میں مشغول تھے۔ مَیں نے دور سے دیکھا کہ اسد خاں مذکور چند سواروں کے ساتھ حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آرہا ہے۔ اور ابھی پہنچا نہیں تھا۔ کہ حضرت صاحبؒ نے لوٹا اٹھایا اور ڈھیلے ہاتھ میں لے کر ہمارے حجرہ کے سامنے سے صحرا کی طرف چلے گئے۔ چنانچہ حافظ صاحب محمد علی شاہؒ جی، میں اور دیگر پیر بھائیوں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ قضائے حاجت کے لئے صحرا کی طرف جارہے ہیں۔ جب اسد خاں حضرت صاحبؒ کی درگاہ میں پہنچا تو سلام کیا۔ اور سلام کا جواب پایا اور باتوں میں مشغول ہوگیا۔ چنانچہ ہم نے حضرت صاحبؒ کی آواز آپ کے مصلّہ پر سنی۔ مجھے

تعجب ہوا کہ حضرت صاحبؒ ابھی ابھی اس حجرہ کے سامنے سے صحرا کی طرف گئے تھے۔ تو یہ حضرت صاحبؒ کی آواز آپ کے مقلہ سے کیسی آرہی ہے کہ اسد خاں سے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے جناب حافظ محمد علی شاہ صاحبؒ ہیوسے یہ راز پوچھا۔ فرمایا تو حیران ہے۔ اہل اللہ کے کئی وجود ہیں۔ ایک وجود سے ایک جگہ ہیں اور دوسرے وجود سے دوسری جگہ جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اسی قسم کی کرامت کئی بار حضرت صاحبؒ سے ظاہر ہوئی ہے۔

میاں نور بخش صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ میں نے مولوی غلام رسول صاحب چٹر بہاولپوریؒ سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تاج سرور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں بھی حاضر تھا اور مولوی غوث محمد صاحب ساکنہ اوچ جو نواب بہاول خاں کلاں کے وزراء میں سے تھے اور حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے، وہ بھی عرس شریف پر آئے ہوئے تھے۔ ایک دن میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ غوث بخش نے آکر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت میں نے نئی شادی کی ہے وہ عورت نوجوان اور خوبصورت ہے مجھے اس سے بہت الفت و محبت ہے مگر ضعیف ہوں اسے مجھ سے کم محبت ہے دعا کریں کہ اُسے مجھ سے محبت ہو جائے۔ نیز کوئی تعویذ یا دعا فرمائیں کہ اسے مجھ سے محبت ہو جائے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ سے تمہارے لئے عرض کریں گے۔ البتہ جب میں زیارت کے لئے جاؤں تو میرے ساتھ خانقاہ شریف میں چلنا اور مجھے یاد کرانا تاکہ تیرے لئے عرض کر دوں۔ مولوی غلام رسول صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت صاحبؒ معمولات سے فارغ ہو کر حضرت قبلۂ عالمؒ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے چلے تو میں اور مولوی صاحب غوث بخش بھی مجلس خانہ میں کھڑے ہو گئے حضرت صاحبؒ جب فاتحہ پڑھ کر روضہ شریف سے باہر آئے تو مولوی غوث بخش کو فرمایا کہ مولوی صاحب تمہیں قبلۂ عالمؒ نے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہیں یاد ہے کہ بلدہ شیدپور میں فلاں جگہ پر فلاں مکان میں بیٹھ کر میں نے اور تو نے فلاں فلاں بات کی تھی اور یہ بات میں نے تمہیں یاد دلانے کے لئے اور تیرا اعتقاد درست کرنے

کے لئے کہی ہے۔ کہ تم علمائے ظاہری کو فقراء اولیاء پر کم اعتقاد ہے اور اولیاء اللہ کو بھی عام آدمیوں کی طرح مردہ سمجھتے ہو۔ اور اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتے کہ اولیاء اللہ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور پھر فرمایا ہے کہ بوڑھا ہو گیا ہے مگر ابھی عورتوں کے عشق سے باز نہیں آیا اور مجازی عشق میں مبتلا ہے۔ خیر تمہارا وہ کام ہو جائے گا اور تیری مراد حاصل ہو جائے گی۔ مگر اب دل کو خدا کے عشق میں لگا۔ یہ بات سن کر مولوی صاحبؒ کو اتنی رقت و گریہ ہوا کہ نعرہ لگا کر زمین پر گر پڑے مولوی غلام رسولؒ فرماتے تھے کہ اگر میں اُسے نہ پکڑتا تو اس طور پر زمین پہ گرتا کہ اُس کا سر پھٹ جاتا۔ پس مولوی غوث بخش نے کہا سبحان اللہ یہ شخص یعنی حضرت صاحبؒ میرے سامنے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں جب آئے تو نوجوان تھے۔ مگر انہیں میرے پیر قبلۂ عالمؒ سے اس قدر قرب و نسبت پیدا ہوئی کہ قبر میں بھی ہم کلام ہوتے ہیں پھر قسم کھائی کہ واللہ باللہ جس وقت حضرت قبلہ عالمؒ نے شید پور میں میرے ساتھ باتیں کی تھیں اس وقت ہم دونوں کے سوا اور کوئی وہاں موجود نہ تھا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے یہ حکایت حضرت جناب نور بخش صاحبؒ سے بھی سُنی ہے اور جب مولوی غلام رسول حجیؒ ۱۲۷۰ھ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر خانقاہ میں تشریف لائے تو ان سے بھی میں نے پوچھا۔ فرمایا بے شک یہ قصہ صحیح ہے اور میرے سامنے ہوا ہے۔

نقل ہے نواب غازی الدین خانؒ بادشاہ دہلی کے وزیر نے جب بادشاہ علی گوہر سے بے ادبی کی اور بھاگ کر ملک بہ ملک پھرتے تھے اور کہیں آرام نہ آتا تھا۔ آخر مہار شریف میں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں سکونت اختیار کی۔ اور ان کی صحبت کی برکت سے اللہ کے مقبول بندوں میں سے ہو گئے۔ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام اسماء الابرار ہے۔ اُس میں اپنے زمانہ کے اولیاء اللہ کا ذکر ہے اور اس میں حضرت غوث زمانؒ کا ذکر بھی لکھا ہے۔ کہ "محمد سلیمان کہ جو بائیس سال کے ہیں عشق میں رتبۂ کمال رکھتے ہیں اور اولیاء اللہ میں سے ہیں . . . (آگے آخر تک)

میاں عبدالشکور صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ سنگھڑ شریف سے حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تشریف لا رہے تھے اور خلیفہ محمد یاران صاحب کلاچویؒ

شاہ صاحب محمد علی خیر آبادیؒ میں اور جملہ یاران عام و خاص پیادہ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ تھے۔ اور خلیفہ محمد باران صاحبؒ کے پاؤں میں پھوڑا تھا۔ اور پیادہ چلنے سے اور بھی خراب ہوگیا تھا۔ جب قصبہ تلائی نور شاہ کی منزل کے قریب پہنچے تو اُن کے پاؤں میں ورم زیادہ ہوگیا اور شدّت درد کی وجہ سے سفر نہ کر سکے۔ پھوڑا بڑا ہوگیا تھا اور شاہ صاحبؒ نے اُس پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ جب یہ خبر حضرت صاحبؒ تک پہنچی کہ خلیفہ صاحبؒ راستہ میں رہ گئے ہیں۔ اور پھوڑے کی وجہ سے سفر نہیں کر سکے تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا اُس نے فریب کیا ہے۔ سواری چاہتا ہے اور پھوڑے کا بہانہ کرتا ہے اُسے اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت صاحبؒ انتظار کرنے لگے۔ جب خلیفہ صاحبؒ کو اٹھا کر حضرت صاحبؒ کے قریب لائے تو حضرت صاحبؒ گھوڑے سے اترے اور اس پٹی کے اوپر سے ہی پھوڑے کو ملا اور فرمایا پھوڑا کہاں ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب اس پٹی کو کھولا تو پھوڑے کا نشان نہ تھا۔ اور پاؤں کا زخم بھی نہ تھا۔ مزاح سے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ لوگ پھوڑے کے بہانہ سے سواری چاہتے ہیں اور پیادہ نہیں چل سکتے۔ شاہ صاحب محمد علی شاہؒ صاحب جیو فرماتے تھے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اس پھوڑے پر کپڑا باندھا تھا اور پھوڑا بڑا تھا۔ مگر کیوں کہ حضرت صاحبؒ کی زبانِ مبارک سے نکلا تھا کہ پھوڑا کہاں ہے اور اس پر اپنے دست مبارک سے ملا بھی تھا۔ اُسی وقت ختم ہوگیا۔ پس حضرت صاحبؒ فرمایا کہ جلدی روانہ ہو جاؤ۔ خلیفہ صاحبؒ جو پہلے درد سے چل نہیں سکتے تھے اس طرح تیز تیز حضرت صاحبؒ کے گھوڑے کے آگے دوڑتے تھے۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔

مولوی غلام حیدر صاحب نے اپنے ملفوظ میں لکھا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن میں میرا ایک رشتہ دار نابینا ہوگیا تھا اور آنکھوں کا درد شدید تھا۔ بہت دوا دارو کیا۔ فائدہ نہ ہوا۔ آخر مجھے کہا کہ مجھے حضرت صاحبؒ کے مکان پر چھوڑ آؤ۔ آخر مروں تو وہاں مروں اور اگر اچھا ہو جاؤں تو وہاں سے اچھا ہو جاؤں۔ الغرض میں اسے حضرت صاحبؒ کے مکان پر لایا۔ اور اس کا حال مولوی گل محمد صاحب دامانیؒ کو جو حضرت صاحبؒ کے خلیفہ تھے سنایا۔ انہوں نے کہا تو اس شخص کو آدھی رات کے وقت حضرت صاحبؒ کے حجرہ کے دروازہ پر بٹھا دے اور آپ

کہو کہ وہاں جاکر گریہ وزاری اور فریاد کرے اور اپنے سر کو حضرت صاحبؒ کے آستانہ پہ مارے اور جب صبح ہو جائے تو حضور کے پاس جائے۔ اس فقیر نے ان کے کہنے پر عمل کیا۔ جب صبح ہوئی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ حضرت صاحبؒ لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے فرمایا تو اس نابینا مرد کو حجرہ کے اندر لا۔ میں اسے ساتھ لے گیا۔ اپنے دستِ مبارک اس کی آنکھوں پر ملے اور فرمایا کہ فجر کی نماز کے سلام پھیرنے کے بعد پانی لا۔ میں نے حسب الارشاد اس وقت پانی پیش کیا۔ حضرت صاحبؒ نے اُس پانی پر دم کر کے فرمایا کہ اس پانی کو اُس کی دونوں آنکھوں پر ملیں اور باقی پی لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا جاؤ اجازت ہے۔ اس وقت اُس کی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں اور شفائے کامل ہو گئی اور درد بھی رفع ہو گیا۔ اور عصا کے بغیر اپنے گھر واپس گیا۔ اسی کتاب میں یہ بھی نقل ہے کہ شرفائے لاہور سے ایک شخص نے جو حضرت غوثِ زماںؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ میرے سامنے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نابینا ہو گیا۔ بہت علاج کیا آرام نہ آیا۔ آخر اپنے گھر میں آدھی رات کے وقت حضرت صاحبؒ کے نام پر فریاد کی اور گریہ وزاری کی۔ جب سو گیا۔ دیکھا کہ حضرت صاحبؒ سوار ہیں اور ایک شخص پیادہ حضرت صاحبؒ کے ساتھ ہے۔ میرے گھر آئے۔ اپنے گھوڑے کو اُس پیادہ کے سپرد کیا خود بدولت میرے پاس آئے۔ اور بیٹھ گئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر ملیں جب خواب سے بیدار ہوا تو میری آنکھوں میں بینائی آ گئی۔

حکیم محمد بخش پاکپٹنیؒ جو حضرت صاحبؒ کے معتقد غلاموں میں سے تھے اس کاتب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ میری لڑکی کو عارضہ ہو گیا اور میں اس کی زندگی سے ناامید ہو گیا۔ لاچار ایک قاصد کو خط دے کر حضرتِ غوث زماںؒ کی خدمت میں بھیجا چند دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحبؒ پاکپتن شریف میں میرے گھر تشریف لائے اور میری اس لڑکی کے سر پر دستِ مبارک پھیرا اور اس کی شفا کے لئے دعا کی اور فاتحہ خیر پڑھی۔ جب میں بیدار ہوا تو میری وہ لڑکی بالکل تندرست تھی۔ میں نے اس تاریخ کو لکھ لیا۔ جب قاصد واپس آیا تو اس عریضہ کا جواب مع تعویذ کے لایا میں نے اس سے پوچھا کہ کس تاریخ کو تونسہ شریف پہنچا تھا۔ اُس نے کہا فلاں تاریخ کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں

پہنچا تھا اور آپ نے تمہاری مریضہ کے لئے دُعا فاتحہ خیر پڑھی تھی اور فرمایا تھا کہ حق تعالےٰ اُسے شفا دے گا۔ جب مَیں نے اُس خواب کی تاریخ دیکھی تو وہی تاریخ تھی جس دن قاصد تونسہ شریف پہنچا تھا۔

میاں محمد بخش حکیم مذکور میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ جب بادشاہ شجاع الملک نے خراسان پر لشکر کشی کی اور شکست کھا کر واپس آیا تو میں اس کے ہمراہ تھا ایک دن اس کے لشکر سے میں جدا ہو گیا۔ اور پہاڑ میں درّہ کا راستہ بھول گیا۔ پیچھے سے خراسانیوں کا خوف تھا۔ ہر چند پہاڑ میں راستہ تلاش کیا اور ہر طرف بھاگتا تھا۔ آخر حیران لاچار ہو کر حضرت غوث زمانؒ کی خدمت میں استغاثہ کیا اور اس حالتِ اضطراب میں یہ دو رباعیاں تصنیف کیں اور بار بار سوزِ دل سے پڑھتا تھا:

رباعی: ۱

اے قبلۂ دیں کعبۂ ایماں مددے
دی بحرِ محیط فیضِ رحماں مددے
شد تیرہ دل از خیرگئ نفس و حوادث!
اے فخرِ جہاںؒ نورؒ و سلیمانؒ مددے

رباعی: ۲

اسمِ اعظم حرزِ اکبر اعتصامِ شش جہات
نامِ او خواجہ سلیمانؒ وردِ حلِ مشکلات!
قاضیِ حاجاتِ عالم کافیٔ ہر درد و غم!
بے پناہاں را پناہے در حیات و در ممات

جب میں الحاح وزاری سے یہ دونوں رباعیاں پڑھ رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پہاڑ سے ایک شخص نکلا اور مجھے پوچھا کہ کہاں جاؤ گے! میں نے کہا بادشاہ شجاع الملک کے لشکر کا آدمی ہوں۔ راستہ گم کر چکا ہوں۔ اُس نے کہا آئیں تجھے راستہ بتاتا ہوں مَیں نے اُس سے پوچھا تُم کون ہے۔ کہنے لگا میں بھی شجاع الملک کا لشکری ہوں۔ اور اس کے خواجہ سراؤں میں سے ہوں۔ مَیں اس کے ساتھ ہو گیا۔ تھوڑے وقت میں اس نے مجھے لشکر میں پہنچا دیا۔ اور کہا یہ لشکر ہے جاؤ میں بھی پیچھے آرہا ہوں۔ میں خیر و عافیت سے لشکر میں پہنچ گیا۔ اسے

بہت تلاش کیا۔ اور اُس کا اتا پتا پوچھا۔ نشان نہ پایا۔ وہ شجاع الملک کے خواجہ سراؤں میں نہ تھا واللہ اعلم کون تھا۔ مگر مَیں نے یہ جان لیا۔ کہ حضرت غوث زمانؒ کی امداد تھی اور اسے میری راہ نمائی کے بھیجا تھا۔

حکیم محمد بخش مذکور اس فقیر کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے۔ کہ مَیں ایک بار خراسانیوں کے ہاں قید ہوگیا اور میرے قید ہونے کا باعث یہ تھا کہ شجاع الملک بن تیمور شاہ بن احمد شاہ درّانی نے دوسری مرتبہ خراسانیوں پر لشکر کشی کی اور وہاں سے شکست کھاکر اور بھاگ کر لدھیانہ میں آیا مَیں اس کے ہمراہ تھا۔ خراسانیوں نے اُس کا پیچھا کیا۔ مَیں اُن کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ مجھے انہوں نے قید کر لیا میں چند دن ان کی قید میں رہا اور سراسیمگیِ حال و اضطرابِ کمال کی حالت میں حضرت غوث زمانؒ کی جناب میں فریاد کی اور ایک مناجات حضرت صاحبؒ کے نام جس میں پیرانِ چشت کا شجرہ بھی تھا اُردو زبان میں تصنیف کی اِس طرز پر کہ تمام حضرات چشت کے ناموں کی ضمیر کا مرجع حضرت غوثؒ ہیں اور ہر روز اسی مناجات کو پڑھتا تھا۔ حق تعالےٰ نے میری مشکل آسان کی اور مَیں نے قید سے خلاصی پائی۔ مناجات یہ ہے۔ حکیم محمد بخش پاکپٹنی شاہ محمد باقر چشتی صابری کا مرید تھا اس کا بھتیجا اعظم الدین عرف خوجہ تھا۔ محمد سلیمان تونسوی کا مرید تھا محمد عثمان حسنی تونسوی

ترجیع بند

ہی سزاوارِ سپاس و حمد عالی بارگاہ	جسکی وحدت پر ہوئے ہیں کثرتِ عالم گواہ	سب تیرا انعام ہی یہ فیضِ نورِ مہر و ماہ	تو ہی خالق تو ہی رازق تو ہی غفار الگناہ
	اِی پناہِ دو جہان خواجہ سلیمان بادشاہ	دستگیری کیجے کر دو کھول ذی سبیل اللہ گاہ	
رحمتِ صلوات خاص ذات ختم المرسلین	نقطۂ آغاز عالم ختم دور آخرین	صاحبِ لولاک تو ہی رحمۃ للعالمین	اسم اعظم تیرا ہی شفیع المذنبین
	اِی پناہ دو جہان الخ		
محرم سرّ خفی و دعوت انس جلے	وارث ملک ولایت افتخار ہر ولی	تو ہی اسد اللہ غالب قابل سینہ جلی	یا ولی اللہ یا مشکل کشا مولا علی
	اِی پناہ دو جہان الخ		
بوالعجب ہے حسن تیرا رشک خورشید و قمر	نور مطلق چھا رہا عالم میں ہو تم شکل بشر	چشم اہل بصیرت میں ہوا ہی جلوہ گر	تو ہی خواجہ حسن بصری فقیہ اہل بصر
	اِی پناہ دو جہان الخ		
میں کہوں اوصاف تیرا کس قدر کیا مجال	فرد و یکتا ہی نہیں ہمتا تری تیرا کیا خیال	اے عبد ثانی ہے ایک ہی تیرا کمال	یہ جو عبد الواحد عالی مراتب کی تمثال

ای پناه دو جہان آه

توہی لو بفیض جہان اور جہان میں سرافراز	عاشق و معشوق مطلق حبیب خدا ناز و نیاز	ہے دو عالم راز تیرا توہی خود عالم میں راز	بی شبہ بیشک ہی تو خواجہ فضیل ابن ایاز

ای پناه دو جہان آه

ہے یقین تیرا مجوبی سبحان کا	نا کوئی ہویا نہ ہو عالم میں تیرے شان کا	ہی امان الارض مثل شان تجھ سلطان کا	شاہ بلخی ہو مددگار اس سید ویر کا

ای پناه دو جہان آه

ہی مقام قرب او ادنی میں تیرا اتحاد	ہر مرید عشق کا توہی یقین عین مراد	فی الحقیقت زمرۂ عشاق پر تیرا سداد	یا سدید الدین خلیفہ مرتضی والا نژاد

ای پناه دو جہان آه

ہوکا منصور بیخود پیکی جام طرب	توہران بحر یکی ہی کمایان خشک لب	باوجود زر و دستی ہی سپر بابا ادب	ذو ہبیر الدین ہبیرہ خاص کی تیرا لقب

ای پناه دو جہان آه

ہی توہی قطب سب افراد اور اوتاد کا	توہی ہی فریاد رس ہر صاحب فریاد کا	وہ حبیب تیرا ہی عالی خواجہ ممشاد کا	یا علاو الدین توہی دار دل ناشاد کا

ای پناه دو جہان آه

شام ہجران عالم کا توہی ماہ منیر	صبح نور زجہان کا توہی خورد لانظیر	چشتیہ کا سلسلہ تجھ سی ہوا آفاق گیر	تو ہی ابو اسحاق شامی خواجہ روشن ضمیر

ای پناه دو جہان آه

ہی تو مظہر خاص ذات حضرت فعال کا	قدرت قادر نمایاں حال تیری قال کا	توہی ابو احمد ہی خواجہ قدوۂ ابدال کا	ہی تو یا بی غور رس اس مضطرب احوال کا

ای پناه دو جہان آه

ذات تیری ہی محیط فیض اسرار قدیم	جن انس کا توہی ہادی صراط مستقیم	توہی خواجہ بو محمد صاحب خلق عظیم	میں گدا ہوں کر کے مہرباں منتظر خوان کریم

ای پناه دو جہان آه

آج تیری حسن کی یہ گرمی بازار ہے	تھا اسی سودا سے عالم سب زلیخا وار ہے	صد ہزاران ہر طرف مشتاق دیدار ہے	خواجہ ابو یوسف چشتی کا یہ اطوار ہے

ای پناه دو جہان آه

بحر قلزم جو حسن ہی آپ تیری جود کا	ہی وجود خاص تیرا فیض ہر موجود کا	خواجہ مودود توہی مظہر معبود کا	ہو گئی مشکل کشا تو مقصد مری مقصود کا

ای پناه دو جہان آه

وہ عنایت لطف تیرا عام ہی ذات لطیف	دار دہر درد تو اور دستگاہ ہر ضعیف	بندہ کی در پر پڑا ہو زار و بیمار نحیف	ہی کرم تیری نگاہ خواجہ حاجی شریف

ای پناه دو جہان آه

مقتدی کے [illegible] فان خاص تیرا نام ہے | مشتہر تب انکا سا آج تیرا جام ہے
جرعہ بخشی ہر لب تشنہ کا تیرا کام ہے | فیض حضرت خواجہ عثمان کا یہہ انعام ہے

ای پناہ دو جہان آہ

کیا بڑا ہی شان تجھہ سلطان عالی جاہ کا | ہند مین تو ہی رسول الحق رسول اللہ کا
تو ہی خواجہ معین الدین حبیب اللہ کا | یاور ہر مستعین ہادی ہر گمراہ کا

ای پناہ دو جہان آہ

خنجر تسلیم کا تو ہی شہید عشق یار | ہر زمان تجھہ پر ہی فیض غیب سے جان ہے نثار
تو بحمد اللہ فیض حملے کا ہی قطب مدار | الغیاث ای خواجہ قطب الدین کاکی بختیار

ای پناہ دو جہان آہ

ہی تو قطب اقطاب کا و غوث ہر جن و بشر | قبلہ حاجات عالم فیض بخش بحر و بر
تو ہی ہر کان نمک اور تو ہی گنج شکر | تلخ کامی ہی ہوا ہو جلد لی میرا جگر

ای پناہ دو جہان آہ

ای ولی کی تیری شان [illegible] | خاص محبوب عالم اقرب سلطان ہے
[illegible] | [illegible] آپ کی شان ہے

ای پناہ دو جہان آہ

ای مخدوم جہان مستغرق بحر وجود | بی تشبیہ کہ خاص منظر حضرت فیض وجود
تو چراغ دہلی محمود [illegible] فیض وجود | [illegible] روشن [illegible]

ای پناہ دو جہان آہ

ہے نگاہ خاص میں ان خدا کی کیمیا | جو گرین [illegible] ولی اور [illegible] عین [illegible]
تو کمال الدین ہے شان کمال اولیا | کیا عجب [illegible] مس [illegible]

ای پناہ دو جہان آہ

خانہ [illegible] مجسم [illegible] | لمعہ مصباح [illegible] مشکوۃ سی ہو جلوہ گر
شاہ عالم کیون نہ [illegible] صبح سی فیروز تر | تو سراج الحق والدین ہے عالم [illegible]

ای پناہ دو جہان آہ

[illegible] علم آدم الاسماء [illegible] کی شان | سب [illegible] ہی تیرا اشیا اور کون [illegible]
تو ہی علم الدین حضرت علم و عیان [illegible] | بندہ کہتا ہی [illegible]

ای پناہ [illegible] جہان

[illegible] تو [illegible] محمود کا | [illegible] محمد محمود کا
جلوہ شایان ہی مقام منصب محمود کا | [illegible] مقصود کا

ای پناہ دو جہان آہ

[illegible] انعام خلیل | [illegible] حامد ابن السبیل
[illegible] معنی و صورت حسن مطلق پر دلیل | تو جمال الدین [illegible] مظہر ذات [illegible]

ای پناہ دو جہان آہ

[illegible] کیا ہی یہ حسن کے تصویر ہے | حضرت احمد حسنی کی سبھی تفسیر ہے
[illegible] تیری ہیں جب عالم تقدیر ہے | آپ شیخ حسن کا شہرہ تو عالم گیر ہے

اے پناہ دو جہاں آہ

[illegible] مکان میں تیرے ہی تیرا قدم | عرش و فرش [illegible] ہے پر شان تیری کا علم
[illegible] ہے تو شاہ و خاص دریائے قدم | تو یقین شیخ محمد مظہر [illegible]

اے پناہ دو جہاں آہ

تم زبان [illegible] ایک عیسیٰ کی ہاتھ | تم ہی لاکھوں مسیحا ایک نفخ دم کے ساتھ
[illegible] احیائے دل میرے کا تم پر [illegible] | اے قطب مدینہ شیخ یحییٰ پاک [illegible]

اے پناہ دو جہاں آہ

[illegible] | ہو رہا [illegible] عالم سے دور
[illegible] کہتا ہے علیم [illegible] | پہر تسلیم ہے تمنا ہے سراپا ہے شعور

اے پناہ دو جہاں آہ

[illegible] ولایت پر تو شاہنشاہ ہے | زمرہ عشاق کی سر پر تو ظل اللہ ہے
[illegible] دو جہان یا الہم درگاہ ہے | تو نظام الحق نظام الدین [illegible]

اے پناہ دو جہاں آہ

وہ ترا [illegible] شان عالی دو جہاں کی پیشوا | فخر ہے عالم کو تیرا تو ہی فخر اولیا
[illegible] اللہ نبی ہے اور خاص محبوب خدا | تو ہی فخر الدین محمدؐ فخر فقرا انبیا

اے پناہ دو جہاں آہ

تو ہی ذات مطلق [illegible] جہاں تیرا [illegible] نور | عرش و کرسی و کواکب تیرے کا ظہور
[illegible] شمس و قمر [illegible] تو ہی نور فوق نور | تو ہی خود نور محمد تو ہی مفتاح اللہ [illegible]

اے پناہ دو جہاں آہ

آج ہے تخت سلیمانی یہ تیری داوری | ہو رہا منقود عالم جن و انسان [illegible]
[illegible] ختم ولایت خاتم [illegible] | کیا عجب شان ولایت [illegible] پیغمبری

اے پناہ دو جہاں آہ

[illegible] کا فیض جو کا تو مختار کا | خواجگان چشت کے گل کی [illegible]
[illegible] سائیں [illegible] ہے امیدوار | یا غیاث المستغیثین [illegible]

اے پناہ دو جہاں خواجہ سلیمان بادشاہ [illegible] فی سبیل اللہ نگاہ

غلام محمد افغان خادمِ درگاہ شریف نے یہ حکایت میرے سامنے بیان کی کہ ایک دفعہ میں اور حبیب اللہ خان دونوں ساون مل سکھ صوبیدار ملتان کے نوکر تھے۔ اُس نے ایک دن ہم دونوں کو اور ایک شخص غلام محمد اعوان کو طلب کیا اور موضع منگوٹھہ میں بھیجا۔ ہم تینوں سوار چند دن وہاں رہے۔ غلام محمد اعوان کی عمر اس وقت ساٹھ سال کی تھی۔ مگر اس کے داڑھی کے بال نہ تھے۔ ہم دونوں حضرت صاحبؒ کے مرید تھے۔ ہم نے اس تیسرے کو کبھی حضرت صاحبؒ سے بیعت کی ترغیب دی اُسے اعتقاد پیدا ہو گیا اُس

نے کہا کہ تم دونوں مجھے اپنے ساتھ حضرت صاحبؒ کے پاس لے چلو اور مرید کرا دو۔ اور میرے لئے دعا بھی کرا دو تاکہ حق تعالےٰ مجھے داڑھی اُگا دے۔ ہم اسے اپنے ساتھ لائے اور مرید کرا دیا۔ بیعت کے بعد میں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ غریب نواز یہ ساٹھ سالہ بچہ چاہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ میرے لئے دعا فاتحہ خیر فرمائیں کہ حق تعالےٰ مجھے داڑھی دے دے کہ داڑھی نہ ہونے کی وجہ سے ندامت آتی ہے۔ حضرت صاحبؒ لفظ ساٹھ سالہ بچے پر مسکرائے اور اس کے دونوں گالوں پر طمانچہ مارا اور فرمایا انشاء اللہ اسے خوب داڑھی آئے گی۔ اور دعا بھی مانگی۔ چند دنوں میں اسے ایسی داڑھی آئی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ وہ شخص اب بھی موجود ہے اور اب اس کی داڑھی سفید ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس واقعہ کے سننے کے دو تین دن بعد حبیب اللہ خاں بھی تونسہ شریف میں آئے۔ اُن سے بھی میں نے اس واقعہ کی تحقیق کی انہوں نے کہا بے شک یہ واقعہ میرے سامنے ہوا تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالکؔ۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ شاہ اللہ بخش جی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ عبدالمجید خاں افغان کو کہ وہ حضرت صاحبؒ کے خاص غلاموں میں سے تھے اور زیارت کے لئے تونسہ شریف آئے ہوئے تھے۔ تپ ہو گیا۔ کئی دن گزر گئے افاقہ نہ ہوتا تھا حضرت صاحبؒ نے اس کے پاس ایک حکیم بھیجا تاکہ اُس کا علاج کرے۔ جب وہ نزدیک آیا تو کہا حضرت صاحبؒ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تیرے لئے دوائی تجویز کروں۔ کہنے لگا کہ میں ہرگز دوا نہ لوں گا۔ اور زبان حال سے کہا:

ے چلا جا میرے پاس آئے طبیب — مرض کی مری تو دوا اور کچھ ہے

حکیم صاحب نے کہا چونکہ حضرت صاحبؒ نے حکم دیا ہے اس لئے میں دوا ضرور دونگا اور تمہیں کھانا پڑے گی۔ ناچار دو روپیہ طبیب کی نذر کیا۔ اور کہا خدا کے لئے حضرت صاحبؒ کو نہ بتانا کہ میں نے دوا نہیں کھائی۔ میں ہرگز دوا نہ کھاؤں گا۔ اگر تم سے پوچھیں تو میری خاطر اتنا جھوٹ بول دینا۔ اور کہہ دینا کہ دوا کھلا دی ہے۔ پس طبیب نے مجبور ہو کر مجھے نہ کھلائی چند دن گذر گئے اور بیماری بڑھتی گئی۔ اور اس کے بدن میں طاقت نہ رہی۔ چند دنوں کے

بعد کھانا بھی بند ہو گیا۔ حضرت صاحبؒ کو خبر کی۔ آپ نے طبیب مذکور کو بلایا۔ اور تاکید کی کہ میاں اچھی طرح علاج کرو۔ طبیب پھر آیا اور دوا کھانے کے لئے کہا۔ خان مذکور نے دوا کھانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ واللہ میں ہرگز دوا نہ کھاؤں گا۔ جب دیکھا کہ طبیب ضد کرتا ہے تو پھر چار روپے اسے دیئے کہ اسے لو اور بلائے خدا میرا نام نہ لینا میں دوا ہرگز نہ کھاؤں گا۔ چونکہ حضرت صاحبؒ نے طبیب کو تاکید کی تھی۔ اُن کے خوف سے طبیب نے پیسے نہ لئے اور کہا کہ میں حضرت صاحبؒ کو کہہ دوں گا۔ کہ وہ دوائی نہیں کھاتا آخر خان مذکور نے لاچار ہو کر کہا کہ اگر تو بتا دینا چاہتا ہے تو بتا دے میں دوائی نہیں کھاؤں گا۔ حکیم حضرت صاحبؒ کے پاس گیا اور میرا حال اوّل آخر بتا دیا۔ حضرت صاحبؒ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اسے یہاں لاؤ۔ بہر حال اُسے حضرت صاحبؒ کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا تو دوائی کیوں نہیں کھاتا۔ عرض کیا کہ غریب نواز میں دوائی ہرگز نہ کھاؤں گا۔ حضرت صاحبؒ نے اگرچہ بہت غصّہ کا اظہار کیا۔ مگر اِس قول کے مطابق کہ :

ع کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

وُہ کہنے لگا کہ حضرت آپ کے تمام احکام بسر و چشم قبول کروں گا مگر یہ حکم بجا نہ لاؤں گا۔ حضرت صاحبؒ مسکرائے اور فرمایا کہ ادھر آ تیری نبض دیکھوں۔ اُس کا ہاتھ پکڑا ایک لحظہ نبض دیکھی۔ پھر ہاتھ چھوڑ دیا اور فرمایا اسے تپ نہیں ہے۔ اِسی لئے یہ دوا نہیں کھاتا۔ طبیب خواہ مخواہ اسے دوا دیتا ہے۔ اسے تپ کہاں ہے۔ خان مذکور کہتا تھا کہ اُسی وقت میری تمام بیماری رفع ہو گئی۔ گویا کبھی تپ چڑھا ہی نہیں تھا۔ میرے بدن میں طاقت بھی آ گئی اور ٹہلتا ہوا واپس اپنے ڈیرہ پہ آیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ حق تعالےٰ نے حضرت صاحبؒ کو کیا تصرفات عطا فرمائے تھے۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

ع وہ عیسیٰ دم مرگ جس کی بالیں پے
یہ کیا عجب ہے کہ آئی ہوئی قضا پھر جائے

حضرت صاحبزادہ صاحب خواجہ اللہ بخش جی سلمہ اللہ تعالےٰ اِس فقیر کے سامنے فرماتے تھے کہ محمد اکرم خادم نے میرے سامنے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک شخص جو حضرت

صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھا. کوٹ مٹھن سے آیا. اور مجھے کہا کہ چونکہ میری سکونت کوٹ مٹھن میں ہے مجھے قاضی عاقل محمد صاحبؒ کے مریدوں نے دق کیا ہے اور ہمیشہ مجھے سنا کر کہتے ہیں کہ تیرے پیر نے اپنے پیر کی بہت کم صحبت حاصل کی ہے۔ اور انہیں حضرت قبلہ عالمؒ سے کم فیض یابی حاصل ہوئی ہے. پس اپنے پیر کے وصال کے بعد انہیں جو کچھ حاصل ہوا ہے قاضی صاحبؒ کی صحبت سے حاصل ہوا ہے۔ مجھے یہ بات سن کر تکلیف ہوتی ہے. برائے خدا ایک دفعہ میرے ساتھ حضرت صاحبؒ کے پاس چلو اور یہ بات پوچھو تاکہ میری تسلی ہو جائے. اور میں الجھن سے نکلوں کیوں کہ میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کا درجہ نہیں دیتا. محمد اکرم اسے حضرت صاحبؒ کے پاس لے گئے اور تمام حقیقت بیان کی. حضرت صاحبؒ نے اپنے پیر بھائی کے پاس ادب سے فرمایا کہ ان کے مرید ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ علومِ ظاہری میں وہ میرے استاد ہیں۔ یعنی ابتدا میں میں نے ان کے بیٹے سے علم حاصل کیا تھا. نیز میرے پیر بھائی مجھ سے بڑے ہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ اگر میں نے ان سے فیض پایا ہو. غرضیکہ اس طرح باتیں کیں کہ نہ فیض کی نفی ثابت ہوتی تھی نہ اثبات. جب محمد اکرم نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ احوال کے اظہار سے کماحقہٗ پہلو تہی کر رہے ہیں. اور تسلی بخش جواب نہیں فرما رہے ہیں تو خادمِ خاص ہونے کی وجہ سے کہ وہ بے باک بھی تھے. اور جو کچھ زبان پر آتا کہہ دیتے تھے اس لئے گستاخانہ بات کہی کہ اے میاں آپ خود اقرار کرتے ہیں کہ مجھے قاضی صاحب سے فیض حاصل ہوا ہے لہٰذا وہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں. جب محمد اکرم یہ بات کر کے چلے گئے تو حضرت صاحبؒ مسکرائے اور فرمایا کہ آ تمہیں ٹھیک ٹھیک تمام بات بتاؤں. سن. حق تعالےٰ نے میرے پیر و مرشدؒ کو اس قدر قدرتِ کاملہ دی تھی کہ کسی کو ناقص نہیں رہنے دیا تھا. اور ہمارے گروہ میں کوئی پیر بھائی ایک دوسرے کا محتاج نہیں تھا. البتہ اتنا ضرور ہے کہ انہوں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی صحبتِ ظاہری مجھ سے زیادہ حاصل کی تھی اور میں نے تقریباً چھ برس صحبتِ ظاہری حاصل کی تھی البتہ وصال کے بعد جو صحبتِ باطنی مجھے حاصل ہوئی ہے اور اب تک حاصل ہو رہی ہے وہ خاص ہی بات ہے اور میرے کسی اور پیر بھائی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالکؔ۔

روشو قاضی نور محمد سکنہ منگنوٹھہ اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میرے ہاں دو لڑکیاں ہوئیں اور لڑکا نہیں تھا۔ جس کی مجھے آرزو تھی۔ جب میری بیوی حاملہ ہوئی تو میں اپنی بیوی اور دونوں لڑکیوں کو لے کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ اب میری بیوی پھر امید سے ہے۔ اگر اس کے پیٹ میں لڑکی ہے تو اُسے لڑکا بنا دیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اولیاءؒ کو یہ طاقت دی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ حق تعالےٰ تمہیں بیٹا عطا کرے گا۔ کچھ عرصہ بعد حق تعالےٰ نے مجھے لڑکا عطا کیا۔ جب دو سال کا ہوا تو اُسے چیچک کی بیماری ہو گئی۔ اُس کی آنکھیں درد کرتی تھیں۔ اندھا ہونے کا خطرہ تھا۔ میں اپنے بچے کو لے کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کے ہاتھ سے ایک روپیہ نذر کیا اور عرض کیا کہ غریب نواز میں نے آپ سے اندھا بیٹا نہیں مانگا تھا۔ یہ آپ کا بیٹا حاضر ہے یا تو اس کی آنکھیں ٹھیک کر دیں یا اپنا بیٹا سنبھالیں۔ میں اسے یہاں سے ٹھیک کرائے بغیر واپس نہیں لے جاؤں گا۔ میں حضرت صاحبؒ کے سامنے بیباکانہ کلام کر لیا کرتا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ مجھ پر بہت شفقت کرتے تھے۔ فرمایا جا حق تعالےٰ اس کی آنکھوں کو شفا بخشے گا۔ میں رخصت لے کر گھر گیا۔ پانچ دن گزرے تھے۔ مگر اُسی طرح درد ہوتا تھا۔ اور شفا نہ تھی۔ میں پھر بیٹے کو آپ کی خدمت میں لایا۔ اور پھر گستاخانہ کلام کیا اور عرض کیا کہ غریب نواز میں نے اس بچے کے ہاتھ سے ایک روپیہ نذر کیا تھا اور وہ روپیہ کسی شخص سے قرض لیا تھا وہ روپیہ بھی ہضم ہو گیا اور آنکھ کو شفا بھی نہ ہوئی۔ یہ کیا حیلہ سازی ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ واقعی قاضیوں کا روپیہ ہضم کرنا دشوار ہے۔ آنکھ پر کچھ کلام پڑھ کر دم کیا اور فرمایا جا حق تعالےٰ اسے شفا عطا کرے گا۔ میں نے کہا ایسا نہ ہو مجھے پھر اس کام کے لئے آنا پڑے۔ فرمایا اس کام کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ تمہیں پھر نہ آنا پڑے گا۔ میں رخصت ہو کر آ گیا۔ حق تعالےٰ نے اُسی روز حضرت صاحبؒ کے طفیل میرے بیٹے کی آنکھوں کو شفا عطا فرمائی۔ مولوی ۱۲۷۶ الخ

حضرت صاحبؒ کے ملفوظ نافع السالکین میں جسے مولوی امام بخش مرحوم نے ترتیب دیا ہے لکھا ہے۔ کہ خان صاحب عبدالمجید خان افغان جو حضرت صاحبؒ کے معتقد مریدوں میں سے ہے کہتے تھے کہ ایک دن میں حضرت صاحبؒ کے ہاں حاضر تھا اور حضرت صاحبزادہ خواجہ نور احمد صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ بھی حاضر تھے اور حضرت صاحبؒ ان سے باتیں کر

رہے تھے۔ فرمایا کہ ایک رات میں خلوت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص جس کے ہاتھ میں گدھے کی رسی تھی حاضر ہوا اور گدھے کو مجھ سے دور باندھ کر باقاعدہ دروازے یا راستے کے بغیر اچانک میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میں حیران ہوا اور پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اور کس کام کے لئے آئے ہو۔ کہنے لگا میں شیطان ہوں اور امرِ الٰہی سے آپ کی صحبت میں آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے شیطان مجھے اپنے شر سے امان دے۔ کہنے لگا حق تعالےٰ نے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھا ہوا ہے اور میرے مکر سے امان دی ہوئی ہے۔ خاطر جمع رکھیں۔ ہم دونوں کے درمیان بہت سی حکایات ہوئیں۔ اور اس نے حق تعالےٰ کی جناب میں اپنے قرب کا ذکر بڑی حسرت سے بیان کیا۔ میں نے کہا اگر اب بھی صدقِ دل سے حضرت آدم علیہ السّلام کی خاک پر سجدہ کرو تو ہو سکتا ہے وہ کریم ذات تیرا سابقہ رتبہ تمہیں عطا کر دے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اُس وقت خدا کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ اب مجھے شرم آتی ہے۔ پس واپس جانے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا اے شیطان مجھے کوئی نصیحت کر۔ کہنے لگا۔ " اگر تم درجات میں ترقی کے خواہشمند ہو تو اپنے آپ کو ہر شخص سے کمتر سمجھو۔"

ایک دن ایک شخص اجمیر شریف سے آیا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے غریب نواز میں نے اجمیر شریف حاضر ہو کر سات دن حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں اپنی حاجت بیان کی۔ ساتویں روز کے بعد مجھے خواب میں فرمایا کہ سنگھڑ چلا جا اور وہاں جا کر حضرت خواجہ سلیمانؒ کی خدمت میں عرض کر۔ وہ تمہاری حاجت پوری کریں گے۔ اور میری حاجت یہ ہے کہ میرا قرض ادا ہو جائے اور مجھے بیعت بھی کر لیں۔ حضرت صاحبؒ نے اُسے مرید کیا اور فرمایا کہ ادائے قرض کی نیت سے نماز عشاء کے بعد تین بار سورہ مزمّل پڑھا کرو اور اس پر مداومت کرو۔ انشاء اللہ تعالےٰ قرض ادا ہو جائے گا۔ پس وہ رخصت ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔

ایک دن علی محمد نام سپاہی جو حضرت صاحبؒ کا مرید تھا خدمتِ اقدس میں آیا۔ قدم بوسی کی۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے راستہ میں بزداروں کا بڑا لشکر تھا تو ان کے شر سے کیسے نجات پا کر آ گیا۔ کہنے لگا غریب نواز کہ جب بزداروں کے لشکر نے مجھ پر حملہ کیا اور تلواریں سونت کر میرے

قتل کے لئے حملہ آور ہوئے تو میں نے آپ کی صورت کا تصوّر کر کے امداد کی التماس کی۔ اسی وقت آپ کا دستِ مبارک ظاہر ہوا اور مجھے امان مل گئی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مرید کو ایسا ہی کرنا چاہیئے کہ اپنے پیر کو ہر حال میں حاضر و ناظر جانے اور ہر مشکل میں اس سے مدد لے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

ناخدا پیر نہ تنہا خداست   بلکہ یکے از صفتِ کبریاست

ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک شخص ہندو بقال ہم سے آشنائی رکھتا تھا اور ہر روز میرے پاس آیا کرتا تھا۔ اور جاتے وقت یہ کہتا تھا کہ مردانِ خدا کی دوستی کام آتی ہے۔ جب اس کا موت کا وقت آیا تو مسلمان ہو گیا اور مر گیا۔ میں نے اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ کمر بستہ مغرب کی طرف سے آ رہا ہے۔ میں نے پوچھا رائے دین محمد کہاں سے آ رہے ہو۔ کہنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ ان کی زیارت سے مشرّف ہو کر چلا آ رہا ہوں۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ جس وقت فقیر کتاب نافع السالکین سے حضرتؒ کا یہ ملفوظ نقل کر رہا تھا۔ تو میاں ملّا غلام علی انصاری پسر کامن، جو حضرت صاحبؒ کے استاد میاں حسن علی صاحب مرحوم کی اولاد سے تھا۔ حاضر تھا۔ اس نے کہا کہ اُس سبزی فروش کا نام حالتِ کفر میں لچھمن تھا اور وہ تونسہ شریف کا رہنے والا تھا۔ جب وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت سے واپس جایا کرتا تھا تو یہ الفاظ کہا کرتا تھا۔

بھلاں کو منداندی لاج ہے   اور چنگاں کو پوساندی لاج ہے

حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں پاؤں قرآن شریف کے اوپر ہیں۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو مولوی محمد عابد سوکڑی سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے۔ اس نے کہا کہ قبلہ عالم آپ پر اس کی تعبیر ظاہر ہے عرض کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ البتہ اس فقیر کی رائے میں تعبیر یہ ہے کہ خدا تعالٰے نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابقت ظاہری و باطنی عطا کی ہے کہ ایک ذرہ یا بال کا بھی فرق نہیں ہے۔ اور آپ کے دونوں قدم قرآن پاک کے احکام پر راسخ ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے اس تعبیر کو بہت پسند کیا۔ اور خوش ہوئے۔ ملّا غلام علی مذکور کہتا تھا کہ حضرت صاحبؒ نے اس تعبیر کے عوض مولوی محمد عابد کو ایک دستار اور ایک لنگی عطا

فرمائی تھی۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ مولوی محمد عابد بڑی عمر کے تھے اور صالح متقی آدمی تھے اور حضرت مولانا نور محمد نارووالہ کے مریدوں میں سے تھے۔ اور اپنے پیر کے وصال کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت رہتے تھے۔ صاحب درد و ذوق و شوق تھے۔ اکثر مثنوی کے اشعار پڑھا کرتے تھے اور گریہ کرتے تھے۔ فقیر نے بھی انہیں دیکھا ہے بلکہ پہلی دفعہ جب بیعت کے لئے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا تھا تو اُن کے حجرہ میں ٹھہرا تھا۔ اور تین ماہ مولوی صاحب کے حجرہ میں قیام کیا تھا۔ اور مولوی محمد عابد صاحب کے اوقات کو دیکھا تھا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ ان کی عمر سو سال کے قریب تھی مگر ان کی نمازِ تہجد اور ذکرِ جہر قضا نہ ہوتا تھا۔ نماز تہجد کے بعد ذکر جہر کرتے تھے۔ اور اثنائے ذکر میں ہندی و فارسی کے اشعار پڑھتے تھے اور روتے تھے اور نعرے لگاتے تھے اور حضرت صاحبؒ پر بہت اعتقاد تھا۔ بلکہ انہیں اپنا پیر محبت سمجھتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک دن علی محمد جراح جو حضرت صاحبؒ کے با اعتقاد مریدوں میں سے تھا آیا اور عرض کیا کہ غریب نواز ڈیرہ اسماعیل خاں کی قضا فدوی کو ملی ہے۔ اور میرا روزینہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ مگر اِس عہدۂ قضا سے ڈرتا ہوں اور آپ کی ذات کے سوا وسیلہ نہیں رکھتا ہوں فرمایا "مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ" (میرے مرید ڈر و مت میرا اللہ میرے ساتھ ہے)

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم مہار شریف سے سفر پر روانہ ہوئے۔ جب ملتان پہنچے۔ ایک خاتون ہمارے پاس آئی اور اس نے کہا کہ مجھے شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کی اولاد میں سے ایک خاتون نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور ایک خواب کی تعبیر دریافت کی ہے۔ وہ خاتون کہتی ہیں کہ میں شیعہ ہو گئی ہوں۔ اور خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرے گھر میں چراغ روشن ہوتا ہے اور پھر بجھ جاتا ہے اِس کی تعبیر کیا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنی خاتون کو کہہ دو کہ وہ گھر تیرا دل ہے اور چراغ تمہارا ایمان ہے۔ پس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تیرے مذہبِ شیعہ اختیار کرنے سے تمہارا ایمان چھن گیا ہے۔ یعنی صحابہ کرام کی عداوت کے سبب۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ سنگھڑ شریف میں اور اس کی نواح میں مکڑی بہت آگئی اور کھیتی باڑی کو کھانے لگی۔ تونسہ شریف کے لوگ آئے اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں التماس

کی اور امداد چاہی کہ یہ بلا رفع ہو جائے۔ حضرت صاحبؒ نے سرفراز خاں کو حکم دیا کہ جا اور میری طرف سے مکڑی کو پیغام دے کہ فلاں کہتا ہے کہ اس ملک سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ اور قید کر دوں گا۔ اس شخص نے جا کر ایسا ہی کہا یہ پیغام سُن کر تمام مکڑی سنگھڑ شریف سے باہر چلی گئی۔ اسی طرح ایک دفعہ پھر ملک سنگھڑ میں آئی اور لوگوں کی زراعت تباہ کرنی شروع کی۔ سنگھڑ کی خلقت نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں التجا کی۔ فرمایا ہر ایک صاحبِ زراعت ایک سیر غلّہ فی من میرے مرشد کے لئے نذر مانے۔ اسے اللہ تعالےٰ امان دے گا۔ تمام لوگوں نے نذر کی۔ مکڑیوں نے اُن کی زراعت کا نقصان نہ کیا۔ مگر جنہوں نے نذر مقرر نہ کی تھی۔ ان کی زراعت خراب و تباہ ہو گئی۔ اور حضرت صاحبؒ کا یہی دستور تھا کہ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آتی اور وہ حضرت صاحبؒ کے پاس اس مشکل کے حل کے لئے عرض کرتا تو فرماتے تھے۔ کہ ایک بھنڈر گائے میرے مرشد کے لئے نذر معین کرو۔ وہ شخص نذر مقرر کرتا تو حق تعالےٰ اس کی بھی مشکل آسان کر دیتا۔ اور اگر گائے موجود نہ ہوتی تو اس کی قیمت پانچ یا چھ روپیہ مقرر کر کے اُسے نذر کر دیتا۔ حق تعالےٰ اس کی بھی مشکل آسان کر دیتا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ مولوی علی محمد سوکڑی کی بیٹی نے آکر عرض کیا کہ یا حضرت میرا باپ سخت بیمار ہے اور اس کا آخری وقت ہے۔ مگر ابھی کچھ سانس باقی ہیں دعا فرمائیں اور مدد فرمائیں کہ حق تعالےٰ اُسے شفا عطا کرے۔ اور بہت گریہ و زاری کی۔ حضرت صاحبؒ کو اس پر رحم آگیا۔ فرمایا ایک نر گاؤ میرے مرشد کی نذر مقرر کر۔ خدا تیرے باپ کو شفا بخشے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت صاحبؒ نے اس کے باپ کی شفا کے لئے دعا فاتحہ خیر کی۔ حق نے اُسے شفا دی۔ اس لئے کہ حضرت صاحبؒ کو علماء و فضلا کے طبقہ سے بہت محبت و شفقت تھی۔ وہ گائے بھی اپنے لنگر سے مولوی صاحب کی طرف سے خود دی۔ مولوی علی محمد مذکور کہتا تھا کہ میری جان اس دن پاؤں سے ناف تک جا چکی تھی مگر حضرت صاحبؒ کی دُعا کی برکت سے اور آں جناب کی توجہ سے حق تعالےٰ نے مجھے نئی زندگی بخشی۔

ایک دن ایک شخص نے حضرت صاحبؒ سے پوچھا کہ یا حضرت کہتے ہیں کہ اولیاء کرام اللہ تعالےٰ کو اپنی آنکھوں سے دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کیا آپ بھی دیکھتے ہیں۔ فرمایا میں بھی دیکھتا

ہوں۔ ایک شخص نے حضرت صاحبؒ سے پوچھا کہ یا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "قَالَ علیہ السّلام مَن رَانی فَقَد رَاَی الحق" (جس نے مجھے دیکھ لیا اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا) ہمارا حال کیا ہوگا۔ ہم اب چاہتے کس طرح رسول علیہ السلام کی زیارت کریں۔ فرمایا کہ تم مجھے دیکھ لو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے رسول اللہ کو دیکھا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ نے یہ بات حدیث کے مطابق فرمائی تھی۔ کہ "اَلشَّیخُ فِی قَومِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ" (یعنی مرشد اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہے جیسے ایک نبی اپنی امت میں ہے) نیز "اَلنَّائِبُ کَالمُنِیبِ" (یعنی نائب، اس کی مثل ہوتا ہے جس کی وہ نیابت کرتا ہے) پس علمائے راسخ اور اولیاء اللہ رسول علیہ السلام کے نائب ہیں جو ان کی زیارت کرتا ہے گویا رسول اللہ کی زیارت کرتا ہے اور اسی طرح صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ جو کوئی عالم متقی اور صالح کے پیچھے نماز پڑھے گا۔ تو گویا اس نے رسول علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی۔

منقول ہے کہ مائی عزت بی بی چشتیہ سکنہ تاج سرور زوجہ شیخ عبدالرحیم بن شیخ جمال چشتی جو حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھی، نے اس فقیر کے سامنے فرمایا کہ شیخ جمال چشتیؒ کی خالہ مائی اصالت بی بی نے میرے سامنے کہا کہ حضرت صاحبؒ نے قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد جب اُن کے مزار پر اقامت اختیار کی تو میں اُن کی روٹی پکاتی تھی اور حضرت صاحبؒ ہمارے گھر آکر روٹی کھاتے تھے۔ البتہ رات کے وقت مصروفیت کی وجہ سے دیر سے فارغ ہوکر روٹی کھانے کے لئے آتے تھے۔ چنانچہ گھر کے تمام لوگ سو جاتے تھے۔ میں حضرت صاحبؒ کے انتظار میں بیٹھی رہتی تھی اور انہیں کھانا کھلا کر پھر سوتی تھی۔ اور حضرت صاحبؒ کھانا کھانے کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ اسی طرح حسب سابق حضرت صاحبؒ رات کو دیر سے آئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت رات بہت گزر جاتی ہے اور آپ دیر کرکے آتے ہیں اور مجھے اس تاریک رات میں ڈر لگتا ہے۔ اس لئے کہ تمام مرد سو رہے ہوتے ہیں اور میں تن تنہا اندھیری رات میں جاگ رہی ہوتی ہوں۔ آپ براہ کرم ذرا اوّل وقت آیا کریں۔ میں نے پھر کہا کہ یا حضرت جب میں دنیا میں اس کی تاریکی سے ڈرتی ہوں تو قبر کی تاریکی میں مجھ پہ تو بہت خوف ہوگا۔ اور میرا قبر میں کیا حال ہوگا۔ حضرت صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ اے مائی اصالت بی بی

قبر کی تاریکی اور عذاب سے مت ڈر کہ حق تعالےٰ تیری قبر میں روشنائی کر دے گا۔ اور تمہاری قبر میں بہشت کے باغوں سے ایک باغ ہوگا۔ جب حضرت صاحبؒ کے جانے کے بعد میں سوئی تو خواب دیکھا کہ گویا مَیں فوت ہو گئی ہوں اور مجھے قبر میں دفن کر دیا گیا ہے اور قبر میں بہشت کا ایک باغ پیدا ہو گیا ہے اور قبر میں ایسی روشنی ہو گئی ہے کہ گویا چراغ و مشعل روشن ہیں۔ جب میں بیدار ہوئی تو بہت خوش ہوئی اور جان لیا کہ مَیں نے جو بات حضرت صاحبؒ کو قبر کی تاریکی کے خوف کے بارہ میں بتایا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے معائنہ کرا دیا ہے اور تشفی دے دی ہے۔ پس خوشی میں اُٹھ کر خانقاہ قبلۂ عالمؒ میں جا کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں خواب بیان کرنے کے ارادہ سے گئی۔ حضرت صاحبؒ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ مجھے دور سے دیکھ کر مسکرائے اور کہا کہ اے مائی اصالت بی بی نورات والا خواب بیان کرنے آئی ہے۔ میں نے کہا ہاں حضرت آپ کے کرم سے خواب دیکھا ہے اور اپنی قبر کا حال دیکھ لیا ہے۔ فرمایا خوش رہو اور کوئی غم نہ کھاؤ۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔ قال علیہ السلام "اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ"۔ (قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے) پس حضرت صاحبؒ نے پہلے اپنی کرامت سے اسے قبر کا حال خواب میں مشاہدہ کرا دیا اور پھر کشف سے اُسے بتا دیا کہ تو نے رات کو ایسا خواب دیکھا ہے سبحان اللہ یہ مقام ہمارے حضرت صاحبؒ کو ابتدائے حال ہی سے حاصل ہو گیا تھا۔ اور پھر جب انتہا کو پہنچے ہوں گے تو کس مرتبہ پر ہوں گے۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ اللہ بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ مہار شریف کی طرف حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے تیار ہوئے اور بدستور سابق تیاری روانگی کر رہے تھے۔ جب اس زمان والئی سنگھڑ نے سنا کہ حضرت صاحبؒ مہار شریف کی طرف جا رہے ہیں تو منگنو ٹھ سے آیا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلہ آپ سفر کی تیاری کر رہے ہیں اور میں یہ سن رہا ہوں کہ نواب جمی خاں اس ملک کا حاکم بن کر خراسان سے آ رہا ہے۔ وہ ظالم اور جابر ہے اُس کے آنے سے ملک سنگھڑ تباہ ہو جائے گا۔ امسال آپ اس طرف جانا موقوف کر دیں اور یہیں اپنے پیر کا عرس کر لیں تا کہ آپ کی برکت سے

اُس ظالم کے ظلم سے نجات پائیں۔ فرمایا ابھی روانگی میں کافی دن ہیں۔ دیکھا جائے گا جب روانگی کے دن قریب آگئے۔ اور حضرت صاحبؒ تیار ہوئے تو نواب اسد خاں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر وہی درخواست کی۔ فرمایا اے اسد خاں یہ ہمارے نشہ و مستی کے دن ہیں کہ ہم اپنے مرشد کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ ہم رک نہیں سکیں گے ہمیں منع نہ کرو اس لئے کہ ؎ ہست ایں سفر بمذہب عشّاق فرضِ عین۔

(پیر و مرشد کے عرس کی حاضری کے لئے سفر فرضِ عین ہے) اسد خاں نے جب دیکھا کہ حضرت صاحبؒ ضرور مہار شریف کی طرف تشریف لے جائیں گے تو پھر عرض کیا کہ اگر آپ ضرور تشریف لے جاتے ہیں تو خدارا خلیفہ محمد باراں صاحبؒ کو اپنی جگہ تونسہ شریف میں قائم مقام بنا کر چھوڑ جائیں تاکہ وہ ہمارے لئے دعائے خیر کریں۔ تاکہ حق تعالےٰ ہمیں اس ظالم کے شر سے نجات دے۔ فرمایا بہتر ہے اُنہیں کہہ دوں گا۔

جب حضرت صاحبؒ سوار ہوئے تو خلیفہ صاحبؒ کو بلا کر نواب کی سفارش کی اور فرمایا کہ ان کے لئے دعا کرتے رہیں تاکہ حق تعالےٰ اس ظالم کے شر سے امان دے جب نواب جمی خاں مذکور بلدہ دھوا میں آیا جو تونسہ شریف سے چوبیس (۲۴) کوس کے فاصلے پر ہے اور یہ خبر ملک سنگھڑ میں پھیلی تو اسد خاں خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ حضرت صاحبؒ تو مہار شریف تشریف لے گئے ہیں اور آپ ان کے قائم مقام ہیں۔ وہ ظالم دھوا میں پہنچ گیا ہے اور اُس کا ظلم مشہور ہے۔ دعا کریں کہ حق تعالےٰ ہمیں اور تمام ملک سنگھڑ کو اس کے شر سے امان دے۔ خلیفہ صاحبؒ نے مراقبہ کیا اور کچھ عرصہ بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ خاطر جمع رکھو وہ ظالم اس ملک میں نہ آئے گا۔ اور معزول ہو کر دھوا سے ہی واپس خراسان چلا جائے گا۔ اسد خاں خوش ہو کر منگنوٹھ کی طرف چلا گیا اور چند دنوں کے بعد یہ خبر ملی کہ جمی خاں دھوا سے ہی واپس خراسان چلا گیا ہے۔ اور معزول ہو گیا ہے۔ یہ خبر سن کر سنگھڑ کے تمام باشندے خوش ہو گئے اس لئے کہ ظالم حاکم سے رعیّت کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جب دو ماہ بعد حضرت صاحبؒ مہار شریف سے واپس سنگھڑ شریف رونق فروز ہوئے تو اسد خاں زیارت و قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت صاحبؒ نے اس

منگروٹھ

سے پوچھا کہ سُنا ہے کہ نواب جمعہ خاں اس ملک کا حاکم بن کر خراسان سے آرہا ہے۔ ابھی تک نہیں پہنچا۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ اسد خاں نے تمام حال اور خلیفہ صاحب کی دُعا و توجہ کا ذکر کیا اور کہا غریب نواز آپ ہمیں چھوڑ کر مہار شریف تشریف لے گئے تھے، لیکن خلیفہ صاحبؒ نے اس طرح تصرّف فرمایا کہ بلدہ وہوا سے وہ ظالم واپس خراسان چلا گیا۔ یہ حکایت سُن کر حضرت صاحبؒ خلیفہ صاحبؒ سے رنجیدہ ہوئے مگر اس وقت کچھ نہ فرمایا اور خاموش ہو گئے۔ جب اسد خاں رخصت لے کر چلا گیا تو خلیفہ صاحب کو بُلا کر فرمایا کہ میاں صاحب ایسی کرامت ظاہر کرنا تمہارے حق میں اچھا نہیں ہے۔ خیر آج کل اسد خاں کا دور ہے اس کے لئے دعا کریں اور کرامت ظاہر کریں مگر اپنے تصرف سے نئے آنے والے حاکموں کو واپس خراسان کی طرف مت بھیجیں۔ خیر وہ بھی مسلمان ہیں۔ البتہ عنقریب ان کی حکومت کا دور ختم ہو جائے گا اور اس ملک پر سکھ قوم حکمران ہو جائے گی۔ وہ بھی تمہارے پاس حاکم نو کو رد کرنے کے بارہ میں درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ اپنے تصرّف سے اس حاکم کو واپس بھیج دیں اور تمہیں کہیں گے کہ آپ نے فلاں حاکم کے لئے دُعا کی تھی اور تب اپنی توجہ و تصرف سے نئے حاکم کو جو مقرر ہو کر آرہا تھا معزول کرا کے واپس خراسان بھیج دیا تھا اب ہمارے لئے بھی دُعا کریں اور کرامت دکھائیں۔ مگر بات یہ ہے کہ کام تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ پس تمہیں پکڑ کر قید میں ڈال دیں گے اور یہ بات تمہارے لئے بہت خراب ہو گی۔ غرضیکہ حضرت صاحبؒ نے بہت زجر و توبیخ کی۔ خلیفہ صاحب ڈر کر رونے لگے اور پہاڑ میں چلے گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد صاحبزادگان مہاروی کے سفارش پر حضرت صاحبؒ نے اُن کی تقصیر معاف کی اور اُن سے خوش ہو گئے۔ کاتب کہتا ہے کہ یہ صرف خلیفہ صاحبؒ کو تعلیم دینے اور نصیحت کرنے کی صورت تھی۔ ناراضگی نہ تھی نیز جاننا چاہیئے کہ حضرت صاحبؒ نے اپنے کشف کے ذریعہ پہلے ہی خبر دے دی کہ قوم سکھ اس ملک کے حاکم بنیں گے اور آخر وہی ہوا۔

حضرت خواجہ اللہ بخش صاحبؒ سلمہ اللہ تعالےٰ فرماتے تھے کہ کوہستان درگ میں، جو حضرت صاحبؒ کا وطن تھا۔ جعفر پٹھانوں کے دو قبیلے تھے۔ ایک حضرانی اور دوسرے

خضرانی

عمرانی اِن دونوں قبیلوں کے دو شخصوں میں زمین کے سلسلہ میں تنازعہ ہو گیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ میں اِس سے لڑ نہیں سکتا۔ وہ منگنو ٹھہ میں آیا اور اپنی زمین جو کوہ درگ میں تھی اسد خاں کے ہاتھ بیچ دی۔ دوسرے نے جب سُنا کہ اس شخص نے اپنی زمین اسد خاں کو فروخت کر دی ہے تو وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یا حضرت اسد خاں نے فلاں جعفر کی زمین خرید لی ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اپنا عملہ کوہ درگ میں بھیجے۔ اور درگ چونکہ آپ کا وطن و مولد تھا اس لئے اس پہاڑ میں کسی حاکم کا عملہ کبھی نہ گیا تھا۔ قوم جعفر افغان کا اس پہاڑ میں عمل دخل تھا۔ ہر ایک اپنی زمین کا مالک تھا۔ اور کسی کو محصول نہ دیتے تھے۔ پس حضرت صاحبؒ نے جب یہ بات سنی تو اپنے ملک و وطن کی پاسداری اور محبت پیدا ہوئی۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ "حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الاِیمَانِ" کہ وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے آپ اسد خاں پر ناراض ہوئے اور خود سوار ہو کر موضع منگنو ٹھہ میں گئے اور نواب مذکور کی مسجد میں جا کر ڈیرہ کیا۔ جب محمد یار خواجہ نے کہ آخر عمر میں حضرت صاحبؒ نے اُس کا نام ابوالوفا رکھ دیا تھا۔ اور وہ نواب کا نوکر و مشیر تھا۔ اور حضرت صاحبؒ کا مرید تھا۔ سُنا کہ حضرت صاحبؒ خود تشریف لائے ہیں۔ تو حیران ہو گیا۔ اور دل میں کہنے لگا کہ اس طرح حضرت صاحبؒ کی تشریف آوری کا مطلب کیا ہے دوڑا دوڑا آیا اور حضرت صاحبؒ سے پوچھا کہ حضور آپ کی تشریف آوری کا سبب کیا ہے۔ فرمایا۔ کہ اسد خاں کو جلد میرے پاس لاؤ۔ کہ اِسے کچھ کہنا ہے اس نے جا کر جلدی سے اسد خاں کو کہا کہ جلد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جاؤ کہ تمہیں طلب کیا ہے۔

وہ اس وقت اپنے سر کے بال دھو رہا تھا۔ وہ اسی حالت میں کہ سر کے بال آدھے دھلے تھے۔ اور کپڑے بھی ٹھیک طرح پہنے ہوئے نہ تھے۔ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور قدم بوسی حاصل کی اور پوچھا کہ حضور اس طرح غیر معمولی طور پر تشریف آوری کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں نے سُنا ہے کہ تو نے کسی جعفر نامی سکنہ درگ کی زمین خریدی ہے اور تو چاہتا ہے کہ کوہ درگ میں بھی اپنی حکومت قائم کرے۔ اے بے وقوف یہ ملک سنگھڑ تیرے پاس ہے اگر یہاں بھی تیری حکومت رہے تو غنیمت جان کیوں کہ تیرے باپ سکھ آ رہے ہیں اور

تجھ سے یہ ملک سنگھڑ بھی لے لیں گے۔ اور تو دوسرے کے ملکوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اگر کوہ درگ میں زمین لینا چاہتا ہے تو پہلے میرے ساتھ مقابلہ کر۔ تیرے پاس فوج اور اسلحہ ہے اور ہم فقیر لوگ اپنے ہاتھ میں صرف تسبیح رکھتے ہیں۔ دیکھ تجھے کوہ درگ کی زمین کس طرح دیتا ہوں۔ اس جلال آمیز کلام کے سننے سے اسدخاں پر خوف غالب آگیا اور کانپنے لگا۔ عرض کیا کہ یا حضرت میری کیا طاقت کہ آپ کا مقابلہ کروں اور مجھے درگ کی زمین لینے کی حرص نہیں ہے۔ فلاں شخص وہ یہاں موجود ہے اُس نے خود برضا و رغبت مجھے یہ زمین بیچی ہے۔ فرمایا اس کمبخت کو میرے سامنے لا۔ جب اس کو بلایا تو وہ حضرت صاحبؒ کے خوف سے چھپ گیا۔ بہت تلاش کیا مگر نہ ملا۔ آخر اسدخاں نے وہ بیع نامہ جو درگ والا جعفر افغان کے ساتھ زمین کے سلسلہ میں کیا تھا حضرت صاحبؒ کے سامنے لاکر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور توبہ کی اور معافی مانگی۔ پس حضرت صاحبؒ کا جلال فرو ہوا اور اسدخاں سے خاطر داری کی باتیں کرنے لگے اور فرمایا میں نے تمہاری بہتری کے لئے یہ باتیں کی ہیں۔ محمد یار مذکور نے عرض کیا کہ قبلہ اسدخاں کی تقصیر معاف فرماویں اور جو الفاظ اپنی زبانِ وحی ترجمان سے آپ نے اس کے بارہ میں فرمائے ہیں کہ ملک سنگھڑ اس کے ہاتھوں سے چلا جائے گا یہ واپس لے لیں ورنہ اِس نواب کے حق میں بہتر نہ ہوگا۔ فرمایا بخیر ابھی سکھوں کے آنے میں کچھ وقت لگے گا۔ البتہ ان کا غلبہ و حکومت اِس ملک میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ رخصت ہوکر تونسہ شریف آگئے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اگر کوئی اس واقعہ پر پریشان ہو کہ حضرت صاحبؒ تارک الدنیا تھے۔ تو انہیں امیر کے دروازہ پر زمین کے مقدمہ کے سلسلہ میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ تو میں کہتا ہوں کہ حق تعالٰی نے اولیائے کاملین کو سراپا رحم و کرم بنایا ہے کہ ہمیشہ مخلوق کی بہتری سوچتے ہیں اور مخلوق کا آرام اُن کا آرام ہے اور مخلوق کی تکلیف اُن کی تکلیف ہے اس لئے کہ انِ کامل مثلِ روح کے ہے۔ اور مخلوق مثل جسم کے۔ پس جسم پر جو کچھ ہوتا ہے روح کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ نقد خصوص میں مولانا جامی صاحبؒ نے فرمایا ہے "الانسان الکامل روح العالم والعالم جسدہٗ" ایک کامل انسان اس دنیا میں روح کی

مانند ہے اور پوری دنیا اس کا جسم ہے، نیز یہ فرقہ کاملین اہل نفس نہیں ہے کہ کہیں جانے سے عار کریں. کیوں کہ ان کے نزدیک بادشاہ وفقیر اور ادنیٰ و اعلےٰ سب برابر ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لئے کرتے ہیں. پس حضرت صاحبؒ کا اس کام کے لئے جانا حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے جانے کی طرح تھا، جب وہ سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی کے پاس گئے تھے، جس کا ذکر مرأت الاسرار اور دوسری کتب میں موجود ہے۔

اس فقیر کاتب الحروف کی ایک بھانجی رحیم النساء نام جو قرآن شریف پڑھنے والی اور صالحات زمانہ سے تھی اور اوراد وظائف میں بہت مضبوط تھی اور اس فقیر سے بیعت تھی۔ اسے تپ دق کا عارضہ ہوگیا۔ جب اس پر نزع کا وقت آیا تو اس نے ذکر جہر ضرب شدید سے شروع کر دیا اور شوقِ خدا اس پر غالب آگیا اور وہ ملک الموت کی آمد کی منتظر تھی اور کہتی تھی کہ ابھی نہیں آئے تاخیر کا باعث کیا ہے اور مرد و عورت جو پاس بیٹھے تھے۔ اُسے کہہ رہے تھے کہ یہ وقت بہت نازک ہے اِس وقت بجز فضل خدا و امدادِ مرشد ال ثابت قدم رہنا محال ہے۔ آخر میاں قمر الدین صاحب جو اس فقیر کے برادرِ کلاں ہیں، نے سورہ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ اُس نے کہا کہ تم خاموش رہو۔ میں پڑھوں گی پس اس نے خود سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کر دی۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین۔ کلمہ مرسلین پر جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ جب اسے دفن کیا تو تاج بی بی نے جو اس فقیر کی مرید تھی۔ اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا رحیم النساء قبر میں تیرے ساتھ کیا گزری۔ حق تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ اُس نے کہا حق تعالےٰ نے مجھے بخش دیا۔ اس روز سے کہ جب میں ماموں صاحب حاجی نجم الدین سے بیعت ہوئی تھی دو رکعت نفل بعد مغرب حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی روح پاک کے ایصالِ ثواب کے لئے پڑھتی تھی۔ جب مجھے قبر میں رکھا تو حضرت غوثِ زمانؒ قبر میں آئے اور یہ اعلےٰ تاج مجھے عنایت کیا۔ میں نے جسے سر پر رکھ لیا۔ حق تعالےٰ نے اس تاج کے طفیل جو مجھے دادا پیر نے دیا تھا۔ بخش دیا۔ اور یہ بھی کہا کہ جو کوئی حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے خاندان یا ماموں صاحب کے خاندان میں مرید ہے وہ اس تاج کے سائے میں آئے گا۔ اور تم بھی اس کے سائے کے نیچے آؤ گی۔

ایک دفعہ یہ فقیر حضرت غوثِ زماںؒ کے وصال کے بعد ان سے عرس شریف پر سنگھڑ شریف گیا ہوا تھا۔ اور اس سال برہان الدین نام قصاب سکنہ فتح پور جو اس فقیر کا مرید تھا میرا رفیق تھا جب واپس ملتان پہنچے تو اسے ایسا عارضہ تپ ہو گیا کہ بے ہوش ہو گیا۔ تین دن کے بعد اسے کچھ ہوش آیا۔ میں نے کوشش کی کہ اس کے لئے اونٹ کرایہ پر کروں لیکن راستہ میں شتر نہ ملا۔ لاچار اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ اور میں پیادہ چار کوس تک گیا۔ آخر جب وہ تھک گیا تو اُس نے کہا اب آپ سوار ہو جائیں۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ابھی چھ تھا حصّہ کوس کا نہ گئے تھے کہ اس پر پھر بے ہوشی وارد ہو گئی اور اس کے پاؤں چلنے سے کانپنے لگے۔ میں نے اسے گھوڑے پر سوار کرا دیا۔ مگر چونکہ اسے ہوش نہ تھا گھوڑے پر بھی سوار نہ ہو سکتا تھا۔ لاچار میں نے ایک ہاتھ سے لگام تھامی اور ایک ہاتھ سے اُسے تھاما اور چند قدم گیا۔ اس اثنا میں اس نے ذکر جہر ضربِ شدید سے شروع کر دیا۔ میں نے اسے منع کر دیا کہ قلب پر اتنی شدید ضرب نہ لگا اور آہستہ ذکر کر کہ تو بیمار ہے۔ اسے ہوش نہ تھا اس لئے وہ باز نہ آتا تھا اور اسی بے ہوشی میں خوب ضرب کلمہ شریف آواز بلند سے قلب پر مارتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ گھوڑے سے گر جائے گا تو میں نے اُسے گھوڑے سے اتارا۔ دن کا پانچ چھ گھڑی وقت رہتا تھا۔ اور ملتان سے مخدوم رشید نو کوس ہے کہ اس کے درمیان آبادی نہیں ہے جنگل ہے۔ ہم نے پانچ کوس طے کئے تھے اور چار کوس جنگل باقی تھا۔ اور ہم دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہ تھا۔

چنانچہ جب اس سفر میں میں نے اسے گھوڑے سے اتارا تو اس پر حالتِ نزع طاری ہو گئی اور اس کا رنگ فوت ہونے والے کی طرح زرد ہو گیا اور اُس کی آنکھوں کی پتلیاں پھر گئیں اُس نے اس حالت میں خود بخود سورہ یٰسین شروع کر دی۔ میں نے جان لیا کہ اب یہ ضرور فوت ہو جائے گا۔ میں نے دل میں فکر کیا کہ الٰہی کیا گناہ مجھ سے ہو گیا ہے کہ تنہا اس سفر میں پڑ گیا ہوں اور اسے اکیلا کیسے دفن کروں گا کہ چار کوس جنگل ہی ہے۔ آخر اپنے پیر و مرشد کی جناب میں استغاثہ کرتے ہوئے سنگھڑ شریف کی طرف متوجہ ہوا۔ کہ یا حضرت اب بجز آپ کی ذاتِ گرامی کے کوئی اور غمخوار نہیں ہے امداد کا وقت ہے۔

شعر:- اَعِنِّیْ مُرْشِدِیْ اَمْدِدْ بِحَالِیْ تَقَبَّلْنِیْ وَلَا تَرْدُدْ سُؤَالِیْ

(میرے مرشد! میرے حال پر رحم کھا کہ میری امداد فرمائیے میری یہ درخواست مسترد نہ فرمائیے گا بلکہ شرف قبولیت سے نوازئیے گا) کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف آرہا ہے۔ جب میرے نزدیک آیا پوچھا کہ اسے کیا ہوگیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ یہی جو آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔ وہ گھوڑے سے اُترا اور کہا کہ اسے میرے گھوڑے پر سوار کرو۔ مخدوم رشید چار کوس پر ہے وہاں پہنچا۔ میں نے کہا اس پر نزع کی حالت ہے اسے ہوش نہیں ہے کیسے گھوڑے پر سوار ہوگا۔ کہ یہ موت کے قریب ہے۔ اُس نے کہا کہ اسے آواز دو۔ میں نے آواز دی۔ اُس نے آنکھ کھولی اور ہوش میں آگیا۔ میں نے کہا اُٹھ اور گھوڑے پر سوار ہوجا۔ وہ کھڑا ہوگیا۔ میں نے اُسے گھوڑے پر سوار کرایا اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوگیا اور برہان الدین گھوڑے پر سوار ہوکر اس طرح جا رہا تھا کہ گویا وہ بیمار نہیں تھے۔ جب مخدوم رشید قریب آگیا تو اس سوار نے کہا کہ اب مخدوم رشید قریب آگیا ہے وہ نظر آرہا ہے۔ میرا گھوڑا دے دو میں جاتا ہوں۔ میں نے برہان الدین کو اپنے گھوڑے پر سوار کرایا۔ اور وہ سوار روانہ ہوکر چلا گیا۔ پھر اُسے کبھی نہ دیکھا جب مذکورہ قصبہ میں گئے تو ہم نے حکم دین جو ہمارا پیر بھائی تھا کے گھر میں ڈیرہ کیا۔ رات کو برہان الدین کو بہت قے آئیں اور اس کے پیٹ سے بہت بہت سبز مواد نکلا اور حق تعالےٰ نے اُسے شفائے کلّی عطا فرمائی۔ اس دن کے بعد ہم نے روزانہ چودہ چودہ پندرہ پندرہ کوس کا سفر کیا۔ وہ پیادہ جاتا تھا اور میں سوار۔ پھر اسے کبھی دردِ سر بھی نہ ہوا۔ اور خدا تعالےٰ نے حضرت غوثِ زمانؒ کی امداد سے ہمیں اپنے گھر خیر و عافیت سے پہنچا دیا۔ اور برہان الدین میرے سامنے کہتا تھا کہ جب تم نے مجھے آواز دی اور میں نے آنکھ کھولی دیکھا کہ گویا جان بدن سے نکل کر پھر بدن میں آگئی ہے۔ مجھے طاقت آگئی اور میں اُٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوگیا۔

ایک دفعہ نصیر الدین میرے بیٹے کو عارضہ تپ و زکام ہوگیا۔ اُس دن اس کی والدہ نے چاول اور ماش کی کھچڑی تیار کی تھی اور اس میں زرد گھی ڈالا تھا۔ جب کھانے کے لئے بیٹھا اور اپنی شکل روغن زمرد میں دیکھی یکایک اس پر ہنسی و مستی غالب ہوئی اور نعرہ عاشقانہ و اشعار مشتاقانہ شروع کر دیئے۔ کبھی ہنستا اور کبھی روتا کبھی وجد میں آتا اور اس کی حالت متغیّر

ہوتی حکیم امام الدین بن ملاں محمد سلیمان سفید باف کو جب اُسے دیکھنے کے لئے بلایا وہ آیا تو اُسے سخت سست کیا اور یہ پڑھا۔

دارو مدہ طبیب کہ داریم دردِ عشق

ما بہ نمے شویم تو بد نام میشوی

(اے طبیب تو مجھے دوا نہ دے کہ میرا درد عام درد نہیں ہے یہ دردِ عشق ہے تیری دوا سے ہمارے درد کو آرام نہیں آئے گا اور تو مفت میں بد نام ہو جائے گا۔) کبھی ذکر جہر کی ضرب دیر تک قلب پر لگاتا تھا اور پھر نعرہ لگاتا تھا اور کبھی الا اللہ الا اللہ اور کبھی اللہ اللہ کہتا تھا اور وجد کرتا تھا۔ ایک آدمی میرے پاس بھیجا۔ یہاں تک کہ میں آیا۔ میرے آنے پر وہ ہنسنے لگا اور میری تعظیم کے لئے کھڑا ہوا اور پھر ذکر میں مشغول ہو گیا۔ اور نعرۂ مستانہ واشعار عاشقانہ شروع کر دیئے۔ اس دوران اُسے بند قے آئی یعنی قے آنا چاہتی تھی مگر اس کے پیٹ سے کوئی چیز نہ نکلتی تھی اور اس کے تمام جسم پر تپ کے آبلے بادام کے برابر نکل آئے اور اس کی پیشانی کا رنگ اُس خون کی طرح ہو گیا جس میں ہلکی سی سیاہی بھی ہوتی اور اس حالت میں بولتا بھی جاتا تھا۔ جب میں نے اُسے ٹھیک ہوتے ہوئے نہ دیکھا تو میں نے بھی اُس کے قریب سونا شروع کر دیا کہ شاید کس وقت آخری وقت آ جائے۔ اور مجھے خبر نہ ہو۔

ایک شب ایک پاس رات گزری تھی جبکہ میں حجرہ کے اندر تھا اور وہ حجرہ کے باہر سرائے میں چارپائی پر سویا ہوا تھا۔ کہ ناگاہ اس نے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھا۔ میں نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا یا سر آؤ کہ مجھے حالتِ بیداری میں بلائیں نظر آتی ہیں اور جب آنکھ کھولتا ہوں کچھ نظر نہیں آتا اور جب آنکھ بند کرتا ہوں تو بلائیں نظر آتی ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت صاحب خواجہ محمد سلیمانؒ کی طرف توجہ کرو اور پیران کے سلسلہ کی طرف توجہ کرو۔ جب وہ خواجگان چشت کی طرف متوجہ ہوا۔ کہنے لگا الحمد للہ یہ خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خانقاہ ہے اور کبھی کہتا یہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کی ہے اور یہ درگاہ فلاں بزرگ کی ہے۔ اور پھر دیر کے بعد مجھے کہا بابا جی مولوی دیدار بخش پاکپٹن شریف سے اُونٹوں کی قطار شہد سے بھر کر لا رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت غوثِ زمانؒ نے

تمہارے لئے شہد بھیجا ہے اور فتح پور میں آپ کے مکان پر اونٹوں کی قطار سے شہد اتارا گیا ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں کہ میں مکان کے سامنے کنوئیں کے پاس کھڑا ہوں میں نے کہا الحمدللہ اب اللہ تمہیں شفا دیگا۔ اور تمہارا مرض چلا گیا ہے کیوں کہ حضرت غوث زماںؒ کی مدد آگئی ہے۔ کہ انہوں نے تمہاری شفا کے لئے شہد بھیجا ہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے" قَالَ اِنَّ فِی الْعَسَلِ شِفَاءٌ" (بلاشبہ شہد میں شفا ہے) پس اس واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں شفا ہو گئی ہے اور تمہارا مرض چلا گیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد پھر کہا کہ یہ اور شہد کی قطار آرہی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؓ نے بھیجی ہے اور اسی مکان مذکور میں اسے بھی اتارا ہے میں نے جان لیا کہ حق تعالےٰ نے میرے اس بیٹے پر فضل کر دیا ہے۔ اور ہمارے پیروں کی مدد پہنچ گئی ہے۔ اسی دن سے حق تعالےٰ نے اسے شفا بخش دی اور وہ ٹھیک ہو کر کھانے پینے لگا۔

ایک دفعہ حضرت غوث زماںؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ سے سنگھڑ شریف کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ جب ملتان پہنچے تو اللہ بخش نام چوغطہ نے جو قریہ رنگ پور کھیڑیاں کا رہنے والا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ کا مرید تھا عرض کیا کہ قبلہ میری دعوت قبول کریں اور میرے گاؤں کے راستہ سے سنگھڑ شریف تشریف لے جائیں۔ آپ نے قبول کر لیا۔ جب اس قصبہ میں گئے تو ایک مسجد میں جا کر بیٹھے وہ قصبہ دریا کے قریب تھا۔ اور آبادی بہت کم تھی۔ آپ بیٹھے تھے کہ جنگل سے ایک شیر نکلا اور حضرت صاحبؒ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر سجدہ کیا۔ اس کے بعد کچھ دیر کھڑا رہا اور پھر چلا گیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ حکایت بہت مشہور ہے۔ سنگھڑ شریف کا ہر شخص اس کا راوی ہے۔ اور اس فقیر نے حضرت غوث زماںؒ کی زبان مبارک سے بھی یہ حکایت سنی ہے۔ چنانچہ ایک رات نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیانی وقت میں دیگر مصروفیات سے فارغ ہو کر اور کھانے سے فراغت کے بعد حضرت صاحبؒ ذرا لیٹے ہوئے تھے کہ محمد اکرم خادم خاص نے عرض کیا کہ حضرت شیر کے آنے کا کیا قصہ ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ شیر آکر میرے مقابل دیر تک کھڑا رہا۔ سر نیچا کیا انگڑائی لی اور واپس چلا گیا ہر شخص خوف سے بھاگ گیا۔ مگر مجھے کوئی خوف نہ تھا۔ اس حکایت کو میاں محمد نے بھی اپنے ملفوظ میں لکھا ہے۔

مناقب العاشقین میاں محمد

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ عرس قبلہ عالمؒ کے سفر میں ایک منزل پر قیام پذیر تھے کہ احمد پور کا نواب بہاول خاں جو حضرت صاحبؒ کا مرید تھا۔ عین مراقبہ کی مشغولی میں آیا اور گلے میں رومال ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت صاحبؒ نے جب کچھ دیر کے بعد مراقبہ سے سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں اور اِسے اس حالت میں کھڑے دیکھا تو فرمایا کہ نواب صاحب آج اِس حالت میں کیسے کھڑے ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ قبلہ ایک فریاد رکھتا ہوں اگر قبول فرمائیں۔ فرمایا کہو کہ وقتِ اجابت ہے۔ کہنے لگا کہ محمد یعقوب میرا وزیر ہے وہ میرا خیر خواہ ہے اس کی وجہ سے مَیں اپنے ملک کے انتظام سے بے فکر ہوں۔ اس کی اولاد نہیں ہے۔ دُعا فرمائیں کہ حق تعالےٰ اِسے اولاد دے۔ حضرت صاحبؒ نے اس کے لئے دُعا کی۔ یہاں تک کہ اسے تین بیٹے دیئے اور اب تک اس کی اولاد باقی ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایک رات نمازِ مغرب و عشاء کی درمیانی مصروفیات سے فراغت کے بعد حضرت صاحبؒ ذرا لیٹے ہوئے تھے۔ فقیر بھی حاضر تھا۔ اہلِ دنیا کے قرب کا ذکر چلا۔ آپ نے فرمایا کہ چاہے کوئی کتنا ہی دنیا دار ہو، بادشاہوں، وزیروں اور نوابوں وغیرہ کے قریب ہو جائے اس کے دنیا و دین دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اور جو کوئی اہل اللہ و اولیاء اللہ کا قرب حاصل کرے۔ دنیا و دین دونوں اچھے ہو جاتے ہیں۔ پھر دونوں قربوں کی مثال دی۔ فرمایا کہ ایک وقت نواب بہاول خاں کو دیکھا کہ رومال گلے میں ڈالے میرے سامنے کھڑا ہے۔ میں نے کہا نواب صاحب اِس حالت میں کیوں کھڑے ہو۔ کہنے لگا کہ میرے وزیر محمد یعقوب کے اولاد نہیں ہے۔ اس کے لئے دعا کریں تاکہ اولاد ہو جائے۔ فرمایا کہ یعقوب اِس قرب کے درجہ پر تھا کہ خود اس کا آقا اس کے واسطے میرے سامنے دست بستہ کھڑا تھا۔ آخر اس کا نتیجہ ملا کہ چند دنوں کے بعد بہاول خاں اس کی بیوی پر عاشق ہو گیا۔ یعقوب کو قتل کرا دیا اور شہر کے باہر پھینک دیا۔ دفن بھی نہ کرنے دیا اور اس کی عورت کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ یہ ہے اہل دنیا کا قرب کہ کیا پھل ملا۔ البتہ اولیائے اللہ کا قرب یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کوچہ تنگ سے جا رہے تھے ایک مرتد فاسق فاجر اس کوچہ میں اپنی محبوبہ کے لئے کھڑا تھا۔ حضرت الشیخؒ کا دامن اس فاسق پر پڑ گیا۔ جب فوت

ہوا۔ اس کو خواب میں دیکھا گیا کہ بہشت میں ہے۔ پوچھا کہ تمہیں اِس فسق و فجور کے ہوتے ہوئے یہ نعمت کہاں سے ملی۔ کہنے لگا کہ ایک دن شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا دامن میرے بدن کیساتھ لگ گیا تھا۔ حق تعالےٰ نے اس دامن کے طفیل مجھے بخش دیا۔ فرمایا سبحان اللہ وہ حضرت شیخؒ کا نہ مرید تھا اور نہ دوست و آشنا محض اتنا سا قرب اسے حاصل ہوا تھا۔ کہ صرف اس کے بدن کو حضرت شیخؒ کا دامن چھوا تھا اس قرب کا اِسے کیا پھل ملا۔ اور جو کسی اہل اللہ کا مرید ہو اور اس سے عشق و محبت میں مبتلا ہو تو پھر اس کے لئے کیا کیا نعمتیں ہیں۔ بیان نہیں ہو سکتیں۔

گر نیک ایم پریشاں گیرند   در بد باشم بدیشاں بخشند
شنیدم کہ در روز امید و بیم   بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

میاں غلام رسول خاں صاحب ماکو افغان کہتے تھے کہ میں نے میاں صالح محمد مرحوم کی زبان سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے ساتھ مولانا نور محمد نارووالہ صاحبؒ کے عرس پر حاجی پور گیا تھا۔ جب عرس سے فارغ ہو کر سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ تو حضرت قبلۂ عالم مہارویؒ کے مریدوں میں سے ایک سیّد تھے۔ انہوں نے حضرت صاحبؒ کی دعوت کر دی۔ حضرت غوثِ زماںؒ اس مرید کے گاؤں کی طرف جارہے تھے اور ہم سب آپ کے ہم رکاب تھے۔ راستہ میں پانی کا نالہ تھا۔ عبور کیا۔ حضرت نارووالہ صاحبؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص حضرت غوثِ زماںؒ کے ایک مرید سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ کہتا تھا حضرت نارووالہ صاحبؒ کے درجے تیرے پیر صاحب سے زیادہ اعلےٰ و افضل ہے اور تمہارا پیر جو میرے پیر کے عرس پر آتا ہے فیض حاصل کرنے آتا ہے۔ حضرت صاحبؒ قریب ہی تھے اس شخص کی یہ بات حضرت صاحبؒ کے کان میں پڑی۔ فرمایا اے میرے عزیز میں اپنے پیر بھائی سے محبت کی بنا پر عرس پر آتا ہوں۔ ورنہ مجھے اِن سے فیض کی حاجت نہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے مجھ پر اتنا زیادہ کرم کیا ہے کہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں رہنے دیا اور نہ کسی سے میں کوئی حاجت رکھتا ہوں۔ میرے نزدیک نارووالہ صاحبؒ اِس شاہ صاحب کی طرح ہیں جن کے گھر ہم دعوت کھانے جارہے ہیں۔ اس لئے کہ سیّد صاحب بھی میرے پیر

بھائی ہیں اور ناروواله صاحبؒ بھی میرے پیر بھائی ہیں۔

مولوی غلام حیدر کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ ۲۶ رجب بروز جمعہ دوپہر کے وقت دولتِ قدم بوسی ہوئی حضرت صاحبؒ بنگلہ میں بیٹھے تھے اور سنگھڑ شریف کے گردونواح کے لوگ بارش کے لئے اور پہاڑی نالہ میں پانی کے لئے دعا کی خاطر آئے ہوئے تھے اور فریاد و زاری کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک اٹھے اور میرا پیغام بادل کو دے کہ اگر ابھی بارش ہوجائے اور پہاڑی نالہ میں پانی آجائے تو بہتر ورنہ تمہیں قاضی رشوت خور کی قبر میں ڈال دوں گا۔ ایسا ہی کہا گیا اسی وقت بادل آگیا اور بارش شروع ہوگئی اور پہاڑی نالہ میں بہت پانی آگیا اور سنگھڑ کا تمام علاقہ بارش اور نالہ کے پانی سے سیراب ہوگیا۔

۲۵ ربیع اوّل بروز بدھ عصر کے وقت بنگلہ شریف میں آپ وضو کے لئے اٹھے تھے کہ میں نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ خوارقِ عادات کے واقع ہونے کے متعلق بات کرنے لگے کہ کل بارش اور اولوں میں مچھلیاں بھی برسی ہیں۔ دیکھو کہ موجود ہیں جب میں نے نظر کی تو میں نے دو انگشت کے برابر بھی مچھلیاں دیکھیں کہ بارش میں برسی ہیں۔ بعد میں ہر کسی نے گواہی دی۔ کہ بارش کے ساتھ مچھلیاں بھی تھیں۔

میاں محمد علی ولد علی محمد بن حاجی اسماعیل سے منقول ہے کہ میری آنکھوں میں موتیا اتر آیا یہاں تک کہ آنکھ کی بینائی کم ہوگئی تھی۔ پس دعا کے لئے حضرت ابراہیم دشتی کی خانقاہ پر گیا وہاں سے حضرت شاہ دین پناہؒ کی خانقاہ کا اشارہ ہوا۔ میں دائرہ دین پناہ میں گیا۔ اور ختم قرآن کے لئے ایک حافظ ساتھ لے گیا۔ جب حافظ نے قرآن ختم کیا تو اسے خواب میں حضرت دین پناہؒ کی زیارت ہوئی۔ اور دین پناہ صاحبؒ کا نام صلاح الدین شاہ ہے۔ کالپی کے رہنے والے ہیں۔ اور اپنے وقت کے کاملوں میں سے ہیں۔ انہوں نے خواب میں حافظ کو کہا کہ اس نابینا کو اپنے ساتھ تونسہ شریف میں حضرت خواجہ شاہ سلیمانؒ کے پاس لے جا۔ حافظ نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے خواب کا حال مجھے بتایا میں نے یقین نہ کیا۔ جب دوسری رات ہوئی مجھے بھی زیارت ہوئی۔ اور فرمانے لگے حافظ کی بات پر اعتماد کیوں نہیں کرتے اب بھی تونسہ چلے جاؤ اور حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ

سے اپنے لئے دُعا کراؤ۔ کہ تمہارے مرض سے شفا کے لئے وہی شافی و کافی ہیں۔ حسبِ ارشاد تونسہ شریف گیا اور اپنی آنکھوں کی بینائی اور درد کا حال حضرت غوث زمانؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب چھ ماہ گذر گئے تو ایک دن سفید کپڑے کی پوشاک ایک درویش کو عطا کی اور فرمایا کہ یہ کپڑا کسی کو دے دو کہ سی دے۔ اُس درویش نے کہا میں کسی سے واقف نہیں ہوں۔ مجھ مسکین کو کون سی کر دے گا۔ حضرت صاحبؒ نے وہ کپڑا اُس سے لیکر میری طرف پھینکا اور فرمایا کہ یہ سوئی لے اور اس کپڑے کو سی دے۔ جب میں نے وہ سوئی پکڑی میری آنکھوں میں روشنائی آ گئی اور درد بھی جاتا رہا۔ میں نے ایک پاجامہ اور ایک قمیض سی۔ اور حق تعالےٰ نے میری آنکھوں کو ایسی روشنائی و بینائی دی کہ اب تک کبھی آنکھوں میں درد بھی نہیں ہوا۔

حضرت غوثِ زمانؒ سے میاں احمد قوال سے منقول ہے کہ ایک دفعہ نظام خاں سکنہ ڈیرہ اسماعیل خاں نوکری کے لئے لاہور رنجیت سنگھ کے پاس گیا۔ اور اس نے پانچ ہزار روپیہ نقد اس کی ضیافت کے لئے دیا اور نوکری کی امید دی۔ یہ شخص دنیا دار تھا۔ فسق و فجور میں مشغول ہو گیا اور بازاری عورتوں کو ملازم رکھ لیا۔ چند ماہ گذر گئے اور رنجیت سنگھ نے بھی خرچ کے بارہ میں اسے نہ پوچھا اس کے پاس کچھ گھوڑے تھے اور ان کا بھی بہت خرچ تھا۔ اور اس نے غلط کاموں میں سارا روپیہ خرچ کر دیا تھا۔ مالی حالت اس حد تک پہنچ گئی کہ اپنے ڈیرہ کی چیزیں کپڑے۔ اسلحہ و زیور بھی بیچ کر کھا گیا۔ آخر اپنے پیر و مرشد حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں اپنے تنگیٔ حال اور نوکری نہ ملنے کے بارہ میں عریضہ لکھا کہ اب میرے پاس ایک چاندی کی سُرمہ دانی کے سوا کوئی چیز نہیں ہے کہ اسے بیچ کر کھاؤں۔ وقتِ امداد ہے۔ اور قوال کہتا تھا کہ میں اُس کا وکیل بن کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ چونکہ اس نے اپنی عرضی اپنے آدمیوں کے ذریعہ میرے پاس بھیجی تھی۔ میں وہ عرضی اور وہ آدمی لے کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لے گیا۔ فرمایا یہ کیا خط ہے عرض کیا کہ نظام خاں افغان سکنہ ڈیرہ اسماعیل خاں کا خط ہے اور وہ آپ کا غلام ہے۔ اور وہ نوکری کے لئے گیا تھا۔ مگر وہاں اتنا تنگ حال ہو گیا ہے۔ کہ اپنا حال اس عریضہ میں لکھا

ہے۔ وہ عرضی پڑھ کر فرمایا کہ یہ پٹھان لوگ جب آسودہ حال ہوتے ہیں تو خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اور نہ خدا اور رسول و پیر کو یاد رکھتے ہیں۔ شراب خوری اور زنا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور گھر میں داشتہ رکھنا فخر جانتے ہیں جب تنگی آتی ہے تو پھر اپنے پیر کے پاس التجا کرتے ہیں۔ اور خوشامد پر آجاتے ہیں ہمیں ان کے اعتقاد پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قبلہ وہ حضور کا خاص معتقد ہے اور برے کاموں میں نہیں ہے فرمایا ہمیں اس کے تمام حال سے خبر ہے اگر تو کہے تو اس بازاری عورت کا نام بتا دوں کہ جسے اس نے گھر میں رکھا ہے۔ اس کا نام بخت بھری ہے۔ جب میں نے اس کے آدمیوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا فی الحقیقت اس کا یہی نام ہے میں نے پھر عرض کیا کہ غلام آپ کا دامن گرفتہ ہے بہرحال اس کی شرم آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے لئے دعا فرمائیں تاکہ نوکری مل جائے پھر برے کاموں میں مشغول نہیں ہوگا۔ فرمایا منشی محمد واصل آتا ہے تو جواب لکھتے ہیں۔ جب آیا حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اسے لکھ دو کہ خاطر جمع رکھو تمہیں جلد ملازمت مل جائے گی۔ دعا و فاتحہ خیر بھی اس کے لئے پڑھی۔ پس جس دن حضرت صاحبؒ نے دعائے خیر پڑھی اس روز رنجیت سنگھ نے اس کو طلب کر کے نوکر رکھ لیا اور رسالدار بنا دیا۔

احمد قوال اس فقیر کے سامنے کہتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے ساتھ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس سے فارغ ہو کر خانقاہ شریف سے سنگھڑ کی طرف آرہے تھے۔ جب مترو شہر میں پہنچے تو حضرت صاحبؒ نے مسجد میں ڈیرہ کیا۔ اور زوال کے وقت قیلولہ فرمایا۔ منشی محمد واصل نے مجھے کہا کہ تو میری جانب سے حضرت صاحبؒ خدمت میں عرض کر کہ میرا خرچ بہت ہے۔ مگر پیدائش و معاشِ ظاہری بجز آپ کی ذات گرامی اور کچھ نہیں رکھتا۔ اگر لنگر شریف سے میرے لئے کچھ مقرر ہو جائے تو میرا گزارہ ہو جائے گا کیونکہ مجھ پر بہت قرض ہو گیا ہے اور اب میرا آپ کی خدمت میں رہنا محال ہو گیا ہے۔ احمد کہتے تھے کہ جب میں نے حضرت غوثِ زماںؒ کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ فرمایا۔ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم فقیر ہیں۔ تنخواہ مقرر کرنا دنیا داروں اور مالداروں کا کام ہے۔ ہمیں

تو قبلۂ عالمؒ نے یہ لنگر عطا کیا تھا ان کے لنگر میں ہم بھی روٹی کھاتے ہیں اور دوسرے فقیر بھی کھاتے ہیں۔ اگر اسے لنگر سے یہ ٹکڑے منظور ہیں تو کھائے وگرنہ ہم فقیر اس کی نوکری یا تنخواہ کیسے مقرر کریں۔ اور تو جانتا ہے کہ ابھی تک ہیچ کبھی کسی کی تنخواہ مقرر نہیں کی۔ پھر جوش میں آکر فرمانے لگے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے ہم پر اتنا کرم کیا ہوا ہے کہ اگر میں ہر شخص کی تنخواہ پانچ پانچ ہزار یا دس دس ہزار یومیہ بھی مقرر کروں تو مجھے خدا نے یہ طاقت دی ہوئی ہے مگر ان میں حوصلہ و طاقت کہاں کہ اسے ہضم کر لیں۔ اس کی استعداد کسی کے پاس نہیں ہے اور اسے تو بالکل نہیں دوں گا کیونکہ اس واصل ٹُکہنہ کو خالی رکھنا بہتر ہے اور جوتوں میں رکھنا بہتر ہے (منشی محمد واصل کی قوم ٹکہنہ ہے اور سکھنا پنجابی میں خالی کو کہتے ہیں اور کھولہ جوتوں کو کہتے ہیں) اس لئے کہ اس کی زیادہ استعداد نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اس قدر قدرت دی ہے کہ اگر مسجد کو کہوں تو تمام سونے کی ہو جائے۔ ابھی آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہی تھے کہ کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد کی تمام دیوار سونے کی ہو گئی۔ ہے اور مسجد کی چھت اوپر نیچے سے اور صحن سونے کا ہو گیا ہے۔ میں یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کافی دیر کے بعد اصل حالت میں ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اسے کوئی چیز دیں تاکہ اس کی درخواست رائیگاں نہ جائے حضور دریائے فیض ہیں۔ پس آپ نے اُسے دسؔ روپے دیئے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ فی الحقیقت حق تعالےٰ نے حضرت غوثِ زماںؒ کو ایسا رتبہ دیا تھا کہ ایک نظرِ کیمیائے اثر سے پہاڑ کو سونا بنا سکتے تھے۔ مگر چونکہ اس زمانہ کے لوگوں کی اتنی استعداد نہ تھی کہ اُسے ہضم کر سکیں۔ پس اس حکم کے مطابق "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ" (ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس بافراط ہیں لیکن ہم انہیں باندازہ نازل کیا کرتے ہیں) اور اس فرمان کے مطابق "وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ" (ہم اگر لوگوں پر رزق کے پورے خزانے کھول دیں تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں) ہر آدمی کے اندازہ کے مطابق عطا کرتے تھے۔ تاکہ خدا کی طاعت کی رسی گردن سے نہ نکال دے اور بلا میں نہ پڑے۔

منقول ہے کہ لنگر شریف میں پہلے پہل ہر درویش کے لئے دو روٹیاں مقرر تھیں۔

ایک دن حضرت صاحبؒ چاشت کی مشغولی کے بعد دولت خانہ کی طرف کھانے کے لئے جا رہے تھے اور حضرت کے دو درویش آپس میں لڑ رہے تھے۔ ایک نے دوسرے کو مکّہ مارا۔ جب حضرت صاحبؒ نے انہیں لڑتے دیکھا۔ کچھ نہ فرمایا۔ خدا بخش لانگری کو طلب کر کے فرمایا کہ اِن درویشوں کو مَیں روٹی یادِ خدا کے لئے دیتا ہوں جب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں تو طاقت آنے پر آپس میں لڑتے ہیں۔ آج کے بعد ایک ایک روٹی دینا تاکہ بھوکے رہیں اور کسی کو لڑائی یاد نہ آئے۔ جب بھوکے رہیں گے شرارت نہ کریں گے اِس کے بعد ایک روٹی مقرر ہو گئی۔ فرمایا کہ جو کوئی خدا کا طالب ہے اور میری محبت میں مبتلا ہے۔ وہ یہاں رہے گا۔ اور جو نفس کا طالب ہے اور صرف روٹی کے لئے پڑا ہے وہ خود بھوکا رہ کر چلا جائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مجھے یہ قدرت دی ہے کہ پلاؤ۔ قورمہ زردہ کا لنگر جاری کر دوں لیکن کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کی استعداد نہیں ہے۔ اِس لئے اِس قدر کافی ہے۔

احمد قوال اِس فقیر کے سامنے کہتے تھے۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر جا رہے تھے جب بلدہ بہاول پور میں پہنچے تو مسجد میں ڈیرہ کیا۔ حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے قوم باغبان میں سے ایک شخص دور سے آیا وہ بہت روتا تھا اور واویلا کرتا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ احمد معلوم ہوتا ہے یہ شخص کسی پر عاشق ہے۔ کہ درد سے روتا ہے تو اِسے پوچھ کہ کیوں روتا ہے۔ مَیں نے اِسے پوچھا کہ اے عزیز حضرت صاحبؒ پوچھتے ہیں کہ کیوں روتا ہے۔ اِس نے کہا کہ میں حضرت صاحبؒ کا غلام ہوں اور اگر اپنا درد انہیں نہ بتاؤں تو کسے بتاؤں۔ کہ دین و دنیا میں میرا وسیلہ آپ ہی ہیں۔ دس سال ہو گئے ہیں کہ مَیں کسی عورت کی محبت میں مبتلا ہوں اور وہ میرے ہاتھ نہیں آتی۔ میرے گھر سے اُس کا گھر بیس کوس پر ہے۔ ہر روز اسے دیکھنے کے لئے بیس کوس سفر کرتا ہوں اور اسے دیکھ کر پھر بیس کوس واپس آتا ہوں۔ اور کہتا ہے کہ مَیں نے یہ واقعہ حضرت صاحبؒ کے سامنے کہہ دیا۔ آپ لیٹے ہوئے تھے اُٹھے اور اُسے بلا کر اس کی کمر پر ہاتھ ملا اور فرمایا تو مرد ہے۔ آفریں صد آفریں۔ عاشق ایسا ہی ہونا

چاہیئے کہ معشوق کے دیدار کے لئے اتنی کوشش کرے کہ ہر روز چالیس میل سفر کرے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف
گر کعبہ ہوا تو کیا بت خانہ ہوا تو کیا۔!

اور بار بار اس سے اس کی محبوبہ کا حال پوچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا حال بھی تیری طرح ہے کہ بارش ہوتی ہے اور راستہ میں کانٹے ہوتے ہیں مگر ہر سال اپنے دوست کو ملنے کے لئے جاتے ہیں۔ تو ہمارے لئے دُعا کر کہ میرا دوست مجھ سے راضی ہو جائے۔ اور ہم تیرے لئے دعا کرتے ہیں کہ تیرا دوست تجھ سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ وہ تجھ سے کلام کرتی ہے۔ اس سے پہلے کلام کرتی تھی مگر اِن دنوں کلام نہیں کرتی۔ فرمایا اس کی شادی ہو گئی ہے۔ کہنے لگا نہیں البتہ منگنی ہو چکی ہے اور آج کل شادی کی تیاری ہے کہ آپ کی خدمت میں آیا ہوں کہ آپ کے سوا اور کوئی وسیلہ نہیں۔ فرمایا خاطر جمع رکھو حق تعالیٰ کو قدرت ہے۔ گئی ہوئی چیز واپس لا سکتے ہیں۔ اور پنجابی زبان میں فرمایا" ماری ہوئی تے وَل انی ہیں" (یعنی غارت شدہ اشیا بھی دوبارہ ہاتھ میں آجاتی ہیں) اور اس کے لئے فاتحہ خیر پڑھی۔ دو ماہ کے بعد جب حضرت صاحبؒ خانقاہ شریف سے واپس سنگھڑ شریف روانہ ہوئے اور بلدہ خان نور میں تشریف لائے تو اس شخص کا حقیقی بھائی آیا اور قدم بوسی کی۔ کہنے لگا کہ آپ کی امداد سے میرے بھائی کی مراد بر آئی ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ کون سی مراد۔ احمد نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ شخص اس آدمی کا بھائی ہے جو جہان پور میں آیا تھا اور ایک عورت کے عشق میں گریہ کرتا تھا۔ یہ کہتا ہے کہ میرے بھائی کی مراد حاصل ہو گئی ہے اور وہ عورت اُسے مل گئی ہے۔ فرمایا۔ خوب ہوا۔ مگر کس طرح اُسے ملی۔ کہنے لگا کہ حضرت جب لوگ اس کی شادی کے لئے برات لے کر آئے اور ایجاب و قبول کا وقت پہنچا۔ تو اس عورت نے اپنے باپ کو کہا کہ میں اِسے قبول نہیں کرتی۔ میرا نکاح اس شخص سے ہو چکا ہے جو دس سال سے میرے عشق میں مبتلا ہے۔ میرا وہ شوہر ہے یہ میرا باپ اور بھائی ہے میں اسے شوہر کے طور پر

قبول نہیں کرتی۔ لاچار اُسے جواب دے دیا گیا اور میرے بھائی کو طلب کر کے اس کے ساتھ نکاح کر دیا گیا۔ اسی اثنا میں وہ آدمی اور اس کی بیوی بھی آ گئے اور قدم بوس ہوئے حضرت صاحبؒ نے اس عورت سے پوچھا کہ تو نے اِس آدمی سے کلام کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب کیسے اِسے پسند کیا۔ کہنے لگی قبلہ واللہ اعلم اُن دنوں مجھے آپ کی صورت نظر آتی تھی اور کہتی تھی کہ تو اُسے قبول کر کہ تیرے حق میں بہتر ہے۔ لہٰذا مجھ پر اس کی محبت غالب آئی۔ اور مَیں نے اِسے قبول کر لیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اکثر حضرت غوثِ زمانؒ کسی قصۂ عشق کو سُن کر اور کسی عاشقِ مبتلا کو دیکھ کر ذوق میں آجاتے تھے اور مجاز کی بات سُن کر اپنے مقصودِ عشقِ حقیقی تک پہنچ جاتے تھے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

خوشتر آں باشد کہ سِرِّ دلبراں ۔ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

میاں فتح محمد ٹاک کہ درد و ذوق والے درویش تھے اور خدا کا ذکر کرنے والے اور حضرت صاحبؒ کے مرید تھے۔ وہ میرے سامنے ذکر کرتے تھے کہ میاں صاحب حاجی خاں کاتب حضرت صاحبؒ کے یارانِ قدیم اور صالحانِ وقت سے تھے اور جملہ صفات سے حامل تھے۔ وہ میرے سامنے فرماتے تھے کہ مَیں ایک دن پاکپٹن شریف میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے عرسِ مبارک پر گیا ہوا تھا۔ اور حضرت میاں شاہ محمد باقر چشتی صاحبؒ بھی جو کاملانِ وقت سے تھے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب مَیں اُن کی زیارت کے لئے گیا۔ تو مجھے فرمایا کہ تو کون ہے۔ مَیں نے کہا کہ حضرت سنگھڑ والا کا مرید ہوں۔ کہنے لگے جانتے ہو تمہارے پیر کا کیا مرتبہ ہے اور کس مقام پر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی فرمائیں۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تیرے پیر کو درجۂ محبوبی دیا ہے۔ کہ قطبیت، غوثیت اور افرادیت کے تمام مقامات طے کر کے مقامِ محبوبیت تک پہنچ گئے ہیں۔

مولانا دیدار بخش صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے حضرت پیر و مرشد سے خود سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مجھے "قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ" (ہر ولی کی گردن پر میرا قدم ہے) کا مقام عطا کیا ہے۔ مولانا مذکور فرماتے تھے کہ ایک دن مَیں نے گستاخی کی اور حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اس وقت قطبِ ملک عالم

یعنی غوث کون ہے۔ فرمایا "تو ہے تو ہے"۔ میں نے فراست سے جانا کہ اپنی ذاتِ شریف کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا مذکور ہی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ دہلی میں میں نے حضرت حافظ صاحب محمد علی شاہ جیؒ سے جو کہ حضرت غوث زمانؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے، پوچھا کہ اس وقت غوثِ عالم کون ہیں۔ کہنے لگا اس وقت یہ رتبہ اللہ نے ہمارے حضرت صاحبؒ کو دیا ہے۔ پس جب تونسہ شریف پہنچا اپنی تسکینِ خاطر کے لئے میں نے حضرت صاحبؒ سے پوچھا کہ قبلہ اس وقت قطب مدار کون ہے۔ فرمایا "تو ہے تو ہے" یعنی تو ہے۔ میں نے اس اشارہ سے جانا کہ اپنی نسبت ارشاد فرما رہے ہیں۔

مولانا مذکور ہی سے منقول ہے کہ ایک دن میں ملتان میں حضرت حافظ جمال الدین صاحبؒ کی خانقاہ میں جو حضرت قبلہ عالمؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ بیٹھا تھا۔ اور چند درویش صاحبِ نسبت بھی بیٹھے تھے۔ بات یہ چلی کہ دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ کے بعد قطبِ مدار کا مقام کسے ملتا ہے۔ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں سے ایک درویش صاحبِ نسبت بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت صاحب خواجہ محمد سلیمانؒ نے اپنے وصال سے پانچ سال قبل قطب مدار کا عہدہ ایک شخص شرف الدین کردستانیؒ کو عنایت کر دیا تھا۔ اور خود مقام فردیت میں نزول فرمایا تھا۔ بعد میں پھر اس مقام سے بھی ترقی کر کے مقام محبوبی میں واصل بحق ہوئے ہیں۔ یہ شرف الدین صاحبؒ مذکور سلسلۂ قادریہ میں تھے۔ بعد میں سلسلہ چشتیہ میں حضرت صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ اور خلافت و اجازت پاکر کردستان چلے گئے۔ اور قطبِ مدارِ عالم بن گئے۔

منقول ہے کہ ۱۲۷۷ھ میں تین ذی الحج کو حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کے روضہ مبارکہ کے نیچے یہ فقیر کاتب الحروف اور مولوی غلام رسول طفیران والا کہ صالحانِ وقت اور شاغلانِ زماں میں سے تھے اور مولانا دیدار بخش پاکپٹنیؒ اور کچھ دوسرے لوگ بیٹھے تھے۔ مولوی دیدار بخش صاحبؒ فرماتے لگے کہ ایک دن میں نے مقام گستاخی سے حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ "هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ فَقَالَ رَأَيْتُ رَبِّي" (کیا آپ نے خدا کا دیدار کیا ہے تو آپ نے اثبات میں جواب دیا) پھر فرمایا بلکہ ہر لحظہ

دیکھتا ہوں میں نے عرض کیا کہ اِن آنکھوں سے۔ فرمایا ہاں اِنہیں آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ فرمایا اے مولوی یہ داڑھی یونہی سفید نہیں کی ہے کہ رُویت بھی مجھے حاصل نہ ہو۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ مولانا ممدوح قسم کے ساتھ کہتے تھے کہ میں قبلۂ عالمؒ کے روضہ کے نیچے بیٹھا ہوں اور اسی روضہ شریف کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ حکایت بالکل سچی ہے۔

میاں صاحب غلام رسول خاں ماکوافغان سے منقول ہے کہ ایک دفعہ شادو بلوچ بلدہ تاج سرور میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ میں قیلولہ کے وقت حضرت صاحب کو پنکھا جھل رہا تھا کہ حضرت صاحبؒ اچانک بیدار ہوئے اور سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ ملک سندھ انگریزوں کو دے دیا۔ حالانکہ اِن دنوں ابھی سندھ لاہور اور ملتان میں فرنگیوں کا نام ونشان نہ تھا۔ پس چند دنوں کے بعد فرنگیوں نے آکر لاہور فتح کر لیا۔ پھر ملتان پر قبضہ کیا اور ملک سنگھڑ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور ڈیرہ غازی خاں اور ڈیرہ اسماعیل خاں میں چھاؤنیاں ڈال لیں۔

میاں غلام رسول فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ اچانک فرمانے لگے کہ" گئے فرنگی، آئے زنگی"! پھر حسن شاہ سید کابلیؒ کی طرف کہ حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے توجہ کر کے پوچھا کہ حسن شاہ یہ زنگی کون سی قوم ہے۔ ملک خراسان (افغانستان) میں ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت مجھے اِن کے حال کی خبر نہیں ہے بعد میں جب حسن شاہ حضرت صاحبؒ سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچے تو وہاں سے انہوں نے حضرت صاحبؒ کو خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ حضرت میں نے یہاں زنگیوں کے بارہ میں دریافت کیا ہے معتبر آدمیوں نے بتایا ہے کہ خراسان میں جو تاجک قوم ہے وہ زنگیوں کی ایک شاخ ہے نیز خراسانیوں کی دو اور اقسام کے بارہ میں لکھا کہ وہ بھی زنگیوں کی قوم سے ہیں کہ خراسان (افغانستان) میں رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ زنگی خراسان سے آ کر فرنگیوں کو قتل کریں گے۔ نیز ایک دفعہ فرمایا کہ خراسانی لوگ فرنگیوں کو دہلی و آگرہ تک قتل کریں گے۔

صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ بن حضرت خواجہ محمودؒ بن حضرت خواجہ نور احمدؒ بن حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت صاحبؒ

سے مرید ہو جاؤں تو میں نے عرض کیا کہ قبلہ مجھے قادریہ سلسلہ میں بیعت کرلیں۔ فرمایا نہیں نہیں سلسلہ چشتیہ میں مرید کروں گا۔ کہ میں بھی حضرت قبلۂ عالمؒ صاحب سے چشتیہ سلسلہ میں بیعت ہوا تھا۔

ابراہیم خاں اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک دن میں حضرت صاحبؒ کے سامنے غزل گا رہا تھا اس وقت ایک شخص آیا اور عرض کی کہ قبلہ سلسلۂ قادریہ میں بیعت کرلیں، فرمایا سلسلہ قادریہ و چشتیہ ایک جیسے ہیں مگر تو سلسلہ چشتیہ میں مرید ہو۔ پس وہ حضرت صاحبؒ کے مطابق سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوا۔

ابراہیم خاں اور غلام رسول خاں دونوں میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک شخص بیعت کے لئے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ قبلہ مجھے سلسلہ قادریہ میں مرید کرلیں۔ فرمایا سلسلہ چشتیہ میں مرید ہو جا۔ اُس نے عرض کیا کہ نہیں نہیں مجھے قادریہ خاندان میں مرید کریں۔ پھر فرمایا کہ چشتیہ میں مرید ہو جا۔ اُس نے پھر چند بار یہی عرض کیا کہ سلسلہ قادریہ میں مرید کریں اور حضرت صاحب چشتیہ کے لئے کہتے رہے۔ آخر جب دیکھا کہ اس شخص کے خیال میں چشتیہ سلسلہ قادریہ سلسلہ سے کمتر ہے تو فرمایا تو سلسلہ قادریہ میں اس لئے بیعت کرنا چاہتا ہے کہ اس سلسلہ میں محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ کہنے لگا ہاں۔ مسکرا کر فرمایا۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت محبوب سبحانی کی طرح کے بے شمار محبوب ہیں۔ آخر اُسے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کرلیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ نے دیکھا کہ اس شخص کی نظر میں سلسلۂ قادریہ سلسلۂ چشتیہ سے افضل ہے تو آپ نے چند بار ردِ سوال کیا اور اسے شافی جواب دیا اور سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیا حالانکہ حضرت صاحبؒ چاروں سلسلہ میں مخلوق کو بیعت کرتے تھے اور اپنے خلفاء کو بھی چاروں سلسلہ میں اجازت دیتے تھے۔ البتہ اس کے انکار کی وجہ سے اور سلسلہ چشتیہ کو قادریہ کی نسبت حقیر جاننے کی وجہ سے یہ جواب فرمایا اور اسے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیا۔

منقول ہے کہ ماہ ذیقعدہ ۱۲۷۷ھ میں خان صاحب احمد خاں افغان شہید جو حضرت صاحبؒ کے باعتقاد مریدوں میں سے اور نواب احمد پور کے وزرا میں سے تھا۔ نواب مذکور کی فوج کے

ہاتھوں شہید ہوا تھا۔ اور اِن ایّام میں حضرت جناب صاحبزادہ صاحب اللہ بخشؒ جی جو حضرت غوثؒ کے پوتے اور سجادہ تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر تاج سرور میں آئے ہوئے تھے۔ آپ ایک دن عصر کی نماز کے بعد خانقاہ شریف کی مسجد میں بیٹھے تھے اور احمد خاں مرحوم کا افسوس کرتے تھے اور اس پر تحسین و آفرین فرما رہے تھے۔ اِس وقت ایک شخص میرداد خاں افغان پسر کریم داد خاں افغان جو بہاول گڑھ سے تھا اور اس ضلع کا حاکم تھا حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ یہ فقیر بھی بیٹھا تھا۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ کریم داد خاں اس میرداد کے والد نے ساون مل سکھ حاکم ملتان سے کچھ دیہات اجارہ پر لئے تھے۔ اس کے اجارہ میں نقصان ہوگیا۔ ساون مل نے مقررہ رقم طلب کی۔ اس نے کہا میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے خسارہ ہوگیا ہے سکھ مذکور نے اُس کے اس بیٹے کو روپیہ کے عوض قید کر لیا اور کہا جب میری رقم ملے گی اس وقت تیرے بیٹے کو آزاد کروں گا۔ اِس میرداد کی والدہ حضرت غوث زمانؒ کی خدمت میں سنگھڑ شریف حاضر ہوئی اور گریہ و زاری کرتے ہوئے عرض کی کہ جس طرح بھی ہو میرا بیٹا رہا کرادیں۔ جب اس کی آہ و زاری حد سے گزر گئی تو حضرت صاحبؒ کو رحم آگیا اور حالت پیدا ہوئی کہ اس حالت میں پنجابی زبان میں فرمایا۔

"ونج ساون گیا تے بدرا آیا"۔

(جاکر ساون چلا گیا اور موسم بہار آگیا) یہاں ساون سے مراد ساون مل تھا جو ملتان کا صوبیدار تھا اور فرمایا تیرا بیٹا جلد آزاد ہو جائے گا۔ جب وہ عورت سنگھڑ شریف سے روانہ ہوئی تو انہی دنوں میں ایک عام شخص نے ساون مل کو طمانچہ مارا وہ ہلاک ہوگیا اور اس کا بیٹا آزاد ہوگیا۔

صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولوی علی الدین بہاول پوری جو شہر کے قاضی تھے، بہت قرضدار ہوئے اور انہیں قرضہ کی وجہ سے بہت تشویش تھی اور قرض کی ادائیگی کے لئے سوداگری کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر خانقاہ میں آئے تو مولوی صاحب نور جہانیاں صاحبؒ کو جو حضرت غوث زمانؒ کے مریدان مجازت تھے ہمراہ لے کر غلّی کی سوداگری کی اجازت کے لئے حضرت صاحبؒ

کی خدمت میں آئے تاکہ جب حضرت صاحبؒ کی زبانِ مبارک سے سوداگری کی اجازت مل جائے گی تو نفع ہوگا۔ جب وہ آکر حلقہ میں بیٹھ گئے اور اس سے قبل کہ عرض کرتے حضرت صاحبؒ نے ازخود جواب دینا شروع کردیا کہ فلاں کام میں لوگوں کو فائدہ ہے اور فلاں کام میں نہیں ہے۔ چنانچہ نیل کی سوداگری میں لوگوں کو فائدہ نہیں ہے۔ جب انہوں نے یہ بات سُنی۔ تو جان لیا کہ حضرت صاحبؒ کو ہمارے ارادہ کی خبر ہوگئی ہے حالانکہ ہم نے نہیں بتایا اور آپ ہمارے سوال سے قبل اپنے کشف سے بتا رہے ہیں۔ اب سوال کی حاجت نہیں ہے پھر سوال نہ کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ے اے لقائے تو جواب ہر سوال — مشکل از تو حل شود بے قیل وقال
جام جہاں نماست ضمیر منیر دوست — اظہار احتیاج در آنجا چہ حاجت است
برسی کہاں چھپائے من اپنے کی بات — ہر تو جانب ہیں سبھی رونگ رونگ کی گھات

صاحبزادہ میاں عبداللہؒ پسر حضرت خواجہ نور حسینؒ بن خواجہ نور الصمد شہیدؒ بن حضرت قبلۂ عالمؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولوی متین الدین بہادل پوری کے ذمہ بہت قرض ہوگیا۔ جب حضرت صاحبؒ تاج سرور میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر تشریف لائے وہ بھی آیا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ حضرت قرض دار ہوگیا ہوں۔ اور ادائے قرض کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ خدا کے لئے دعا فرمائیں اور کوئی وظیفہ عنایت فرمائیں کہ میرا قرض ادا ہو جائے۔ نیز اجازت چاہتا ہوں کہ میرے آباؤ اجداد کے کچھ مکانات لاہور میں ہیں اگر حکم دیں تو انہیں فروخت کر کے قرض ادا کردوں۔ فرمایا نہ نہ حویلیوں کو فروخت نہ کرنا انشاءاللہ تمہارے لئے حضرت قبلۂ عالمؒ کے مزار پر عرض کروں گا۔ البتہ جب میں حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے روضہ میں جاؤں تو حاضر رہنا۔ حضرت صاحبؒ کا دستور تھا کہ نماز فجر کے بعد خلوت میں بیٹھتے۔ یہاں تک کہ ڈیڑھ گھڑی دن نکل آتا۔ تو مراقبہ سے فارغ ہو کر حضرت قبلۂ عالمؒ کی زیارت کے لئے جاتے۔ مولوی مذکور حضرت صاحبؒ کے خانقاہ میں جانے سے قبل روضہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور حضرت صاحبؒ کا انتظار کرنے لگا۔ کہ اتنے میں ایک بزرگ سفید ریش مولوی صاحب کے پاس آئے

اور کہنے لگے کہ اے مولوی اگر اپنی مراد کے حصول کے لئے آیا ہے تو اعتقاد کے ساتھ عرض کرتا کہ تیرا مقصود حاصل ہو جائے۔ کیونکہ تم علماء کے گروہ کا اعتقاد کم ہوتا ہے اور اگر بے اعتقاد ہی رہا تو مراد حاصل نہ ہوگی۔ مولوی صاحب نے کہا میں اعتقاد کے ساتھ آیا ہوں۔ وہ بوڑھا آدمی مولوی صاحب کو نصیحت کر کے چلا گیا۔ مولوی صاحب پر اس کی بات نے اثر کیا ان کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ کہ یہ کون بزرگ ہیں اور ان کا ڈیرہ کہاں ہے اور کہاں گیا۔ تمام حجرے جو خانقاہ میں جنوب کی طرف قریب قریب اور متصل متصل ہیں۔ وہ پیر مرد ان حجروں میں سے ایک میں داخل ہو کر غائب ہو گیا جب مولوی صاحب اِن کے پیچھے اِس حجرہ میں گئے تو چند درویشوں سے جو اِس حجرہ میں بیٹھے تھے۔ اُن سے پوچھا کہ وہ پیر مرد جو ابھی اِس حجرہ میں آیا تھا کہاں گیا۔ انہوں نے کہا یہ ہمارا ڈیرہ ہے۔ بوڑھا کس وقت آیا تھا۔ ہم نے تو دیکھا۔ مولوی صاحب نے حجرہ میں چاروں طرف دیکھا آخر باہر آگئے اور پھر روضہ شریف کے سامنے صحن میں بیٹھ گئے البتہ اِس بوڑھے آدمی کے بارہ میں حیرانگی و پریشانی تھی۔ اتنے میں حضرت صاحبؒ آئے اور زیارت کے لئے روضہ شریف میں داخل ہو گئے۔ اور مولوی صاحب کو بھی روضہ شریف میں لے گئے اور اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے دُعا کی۔ فرمایا جا اللہ تعالےٰ تمہاری مراد پوری کردیں گے۔ البتہ صبر کے ساتھ اپنے گھر بیٹھو۔ جب مولوی صاحب بہاول پور گئے۔ تو مولوی صاحب کا مشاہرہ جو سرکار کی طرف سے مقرر تھا اور کچھ عرصہ سے نہیں ملا تھا وہاں پہنچتے ہی مِل گیا نیز انہیں بہاول پور کی قضا کا عہدہ مل گیا اور انہیں اتنی فتوح حاصل ہوئی کہ حق تعالےٰ نے اُن کا تمام قرض ادا کر دیا۔

میاں عبدالشکور صاحبؒ مرحوم فرماتے تھے کہ جب حضرت صاحبؒ سنگھڑ شریف سے حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس مبارک پر تشریف لاتے تھے تو خلیفہ محمد یاراں صاحبؒ کو جو کاملین وقت میں سے تھے، تونسہ شریف میں اپنی جگہ چھوڑ آتے تھے۔ جو حضرت صاحبؒ کی واپسی تک تونسہ شریف میں رہتے تھے اور تونسہ شریف سے لوگوں کی حاجت روائی کرتے تھے۔ اِسی طرح ایک دفعہ حسبِ معمول حضرت صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر گئے ہوئے تھے اور خلیفہ صاحبؒ تونسہ شریف میں تھے۔ اسد خاں

بلوچ اجارہ دار سنگھڑ نے علی محمد چچا کے کھیتوں میں کہ جو پہلے حضرت صاحبؒ سے لنگر شریف کے انتظام کے عہدہ پر ممتاز تھا نالہ کھدوانا شروع کردیا اور اس کی کھیتی کو خراب کردیا۔ وہ خلیفہ صاحبؒ کے پاس آئے اور فریاد کی کہ قبلہ اسد خاں نے میری کھیتی خراب کردی ہے اور میرے کھیت میں نالہ کھدوا دیا ہے۔ جب بارش برسے گی اور دریا جوش میں آئے گا تو میری کھیتی کو نقصان پہنچے گا۔ فرمایا خیر فکر نہ کر۔ انشاء اللہ تعالےٰ نالہ کو واپس چلادیں گے تاکہ واپس پہاڑ پر چلا جائے۔ اور تیرے کھیتوں میں نہ آئے۔ خاطر جمع رکھ اور بارش کا موسم آنے دے

بارش برسنے سے پہلے حضرت صاحبؒ خانقاہ شریف سے واپس تشریف لے آئے اور خلیفہ صاحبؒ کو حسب معمول اجازت دے دی۔ انہوں نے علی محمد چچا کو بلایا اور کہا کہ مجھے اجازت مل گئی ہے۔ اب میرا ذمہ نہیں ہے اگر حضرت صاحبؒ کے آنے سے قبل بارش ہوجاتی تو میرا ذمہ تھا۔ اب نوجوان اور حضرت صاحبؒ۔ علی محمد مذکور نے حضرت صاحبؒ کے پاس جاکر تمام قصہ نالہ کھودنے کا اور کھیت خراب ہونے کا بیان کیا۔ فرمایا فکر نہ کر۔ الغرض قدرتِ الٰہی اور جلال و غیرت اولیاء سے اس سال ملک سنگھڑ میں بارش نہ ہوئی تو اسد خاں مذکور نے چند سید و قریشی افراد کو لے کر نمازِ استسقا پڑھی۔ گائے ذبح کرکے گوشت تقسیم کیا اور گھونگنیاں تقسیم کیں۔ فقراء کو خیرات کی اور سنگھڑ سے لوگوں کو حکم دیا کہ ہر شخص خواہ امیر ہو یا غریب اپنی ہمت سے مطابق گھونگنیاں خیرات کرے۔ کوئی باجرہ سے پکائے یا گندم سے مگر بارش نہ ہوئی۔ یہ جاننا چاہیئے کہ ملک سنگھڑ میں رواج ہے کہ جب بارش نہیں ہوتی تو امیر لوگ گندم اور غریب باجرہ کو پکا کر خیرات کرتے ہیں۔ اس ملک میں اسے بکلی کہتے ہیں۔ الغرض ہر چند گھونگنیاں وغیرہ خیرات کیں۔ مگر قبول نہ ہوئیں اور آسمان سے ایک قطرہ بارش بھی نہ برسی چنانچہ ان دنوں ایک رات حضرت صاحبؒ بین العشائین کے وظائف سے فارغ ہوکر آرام فرما رہے تھے۔ اور لوگ حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص آیا اور اس نے خدمتِ عالی میں عرض کیا کہ حضرت آج رات آسمان پر بادل ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت صاحبؒ پابرہنہ حجرہ شریف سے باہر آئے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور بادل کی طرف اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہاں ہے۔ اسی وقت

بادل جو آیا تھا ختم ہو گیا۔ پھر حجرہ میں آ گئے۔ چنانچہ سنگھڑ کی مخلوق بارش نہ ہونے کی وجہ سے بہت حیران و سراسیمہ تھی۔ ایک دن اسد خاں کے مقربین سے ایک شخص نے اُسے کہا کہ تو چاہے جتنی خیرات کرا اور صدقات دے جب تک حضرت صاحب غوث زمانؒ کی خدمت میں جا کر عرض نہ کرے گا بارش نہ ہوگی۔ اس لئے کہ حضرت صاحبؒ قطب مدار عالم ہیں۔ اسد خاں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ قبلہ سنگھڑ کی مخلوق بارش نہ ہونے کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہے دعا فرمائیں کہ بارش ہو جائے فرمایا کہ تو نے علی محمد چھاچی زمین میں نالہ کیوں کھدوایا ہے اگر اُسے بند کر دے گا تو بارش ہوگی۔ اس نے کہا خدا کے لئے میری تقصیر معاف کر دیں۔ میں اس نالہ کو بند کر دیتا ہوں۔ پس اس نے نالہ کو بھی بند کر دیا اور علی محمد کو ایک قطعہ زمین اور دے دیا۔ اور حضرت صاحبؒ کو آکر بتا دیا۔ حضرت صاحبؒ نے خدا بخش لانگری کو فرمایا کہ خدا بخشا سنگھڑ شریف کی تمام مخلوق بارش کی خیرات مانگتی ہے تو بھی لنگر میں گھونگنیاں پکا کر خیرات کر۔ لانگری مذکور نے گھونگنی پکا کر خیرات کیں۔ اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ خیرات کر دی ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے ذوق میں آکر آسمان کی طرف منہ کیا اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پہ مارا اور فرمایا کہ یہ جواں مردوں کی گھونگنیاں ہیں بارش کیوں نہیں برسے گی۔ اس لفظ کو چند بار دہرایا۔ حق تعالےٰ نے اسی دن اتنی بارش کی کہ سنگھڑ کی تمام مخلوق سیراب ہو گئی۔ اور چند دن تک بارش بند نہ ہوئی۔

منگروٹھہ میاں عبدالشکور صاحب فرماتے تھے کہ ایک حاکم منگنوٹھہ کے حکم پر سپاہیوں نے عزت دار بلوچی عورتوں اور بچوں کو ملک سنگھڑ سے گرفتار کر لیا۔ اور ان کے بال پکڑ کر تونسہ شریف کے راستہ سے قصبہ منگنوٹھہ لے جا رہے تھے۔ چونکہ راستہ حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کے شمال میں قریب سے گزرتا تھا۔ جب وہاں سے گزرے تو ان کے گزرنے سے پہلے حضرت صاحبؒ کو خبر پہنچ گئی یعنی بلوچ حضرت صاحبؒ کے پاس فریاد لے کر آ گئے۔ کہ فلاں بلوچ کی عورتوں کو حاکم منگنوٹھہ نے اس تباہی کے ساتھ گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے اور طلب کیا ہے اور اب یہ اس راہ سے آ رہے ہیں۔ جب سپاہی قیدیوں کے ساتھ

اِس راستہ سے بنگلہ شریف کے قریب پہنچے تو حضرت صاحبؒ نے بنگلہ شریف کی کھڑکی سے دیکھا اشراق کا وقت تھا حضرت صاحبؒ کو غیرت آئی جب اِن بلوچ عورتوں کو ننگے سر اس تباہ حال میں دیکھا تو فرمایا حق تعالےٰ منتقم ہیں جلد بدلہ لیں گے۔ چند دن نہ گذرے تھے کہ دیوان نواب محمد خاں قصبہ سنگیرادالہ کے آدمی آئے اور حاکم منگنوٹھ کے لڑکوں اور عورتوں کو اُسی تباہی سے پکڑا جس طرح اُس نے بلوچوں کی عورتوں کو پکڑا تھا۔ ان کے سر کے بالوں سے پکڑ کر اسی راستہ سے بنگلہ شریف کے قریب سے گذرے جب حضرت صاحبؒ کو خبر ہوئی تو بنگلہ شریف کی کھڑکی کھول کر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور فرمایا سبحان اللہ حق تعالےٰ منتقم حقیقی ہیں۔ جلد انتقام لے لیا اُسی طرح اشراق کا وقت ہے اور ظالم کی عورتوں کو اُسی طرح تباہ حال گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں۔

ابراہیم خاں افغان سے منقول کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ عرس قبلۂ عالم پر آرہے تھے۔ دریا کے کنارہ پر پہنچے۔ کشتی موجود تھی۔ ایک ظالم افغان نے جو ڈیرہ اسماعیل خاں کے نواب کے ملازموں میں سے تھا اُس کشتی کو ظلم سے پکڑ لیا اور لے گیا۔ حضرت صاحبؒ نے اُسے بہت فرمایا کہ پہلے ہمیں دریا عبور کرنے دو۔ اُس کے بعد جہاں چاہو کشتی لے جاؤ۔ اُس مردود نے کچھ خیال نہ کیا اور حضرت صاحبؒ کی پرواہ نہ کی اور کشتی لے گیا۔ حضرت صاحبؒ نے تمام جذبہ سے ایک آدمی کے ہاتھ سے تلوار لے کر نیام سے نکالی اور ایک درخت پر ماری۔ اِس درخت کو پنجابی زبان میں لئی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں جیاد کہتے ہیں۔ اور اس درخت کو جڑ سے کاٹ دیا۔ اور فرمایا ڈیرہ اسماعیل خاں سے پٹھانوں کی جڑ کو کاٹ دیا ہے۔ چند دنوں کے بعد ایسا ہی ہوا کہ ڈیرہ کی حکومت پٹھانوں کے ہاتھ سے نکل گئی اور سکھوں نے بہ زورِ شمشیر اس ملک پر قبضہ کر لیا۔

مولوی حسن علی سکنہ تونسہ شریف اِس فقیر کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مَیں نے اپنی زمین میں فصل بوئی۔ اور دن رات کھیتوں میں رہتا۔ میرا بیٹا محمد یار جس کی عمر بارہ سال تھی بھی میرے پاس رہتا تھا۔ ایک دن اسے گھر جانے اور ماں کو ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ مجھ سے رخصت لے کر گھر آیا اور وہاں سے کسی

طرف چلا گیا۔ جب تین دن ہو گئے میرے پاس نہ آیا مجھے تشویش ہوئی۔ کہ میرا بیٹا کیوں نہیں آیا۔ میں نے گھر آ کر پوچھا کہ محمد یار کہاں ہے۔ میرے اہل خانہ نے کہا کہ وہ تین دن سے یہاں سے چلا گیا ہے کہ میں اپنے باپ کے پاس کھیتوں میں جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہ میرے پاس نہیں آیا واللہ اعلم کہاں چلا گیا۔ ہر چند شہر تونسہ میں تلاش کیا۔ نہ پایا۔ بہت متفکر ہوا۔ میں نے ایک شخص کو کہا کہ تجھے آٹھ آنہ یومیہ مزدوری دوں گا۔ تو تمام علاقہ میں پھر کر میرے بیٹے کو تلاش کر۔ وہ سنگھڑ کے علاقہ میں ہر جگہ گاؤں بہ گاؤں پھرا مگر اسے نہ پایا۔ آخر میں مضطرب ہو کر حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں گیا۔ میں نے عرض کیا اور گریہ زاری کی کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ ہر چند تلاش کیا ہے۔ مگر نہیں پایا۔ اب آپ کی ذات گرامی کے سوا کوئی وسیلہ نہیں رکھتا۔ برائے خدا ہر طرح سے میرے بیٹے کو منگوا دیں۔ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو یہ قدرت دی ہے۔ فرمایا تیرا بیٹا آجائے گا۔ فکر نہ کر۔ میں نے عرض کیا کہ قبلہ "خواہد آمد" (آجائے گا) مستقبل کا صیغہ ہے۔ خدا جانے کب آئے گا۔ اور میں اس کے فراق میں حضرت یعقوب کی طرح اندھا ہو جاؤں گا۔ برائے خدا میرے بیٹے کو جلد از جلد یہاں منگوا دیں۔ پس حضرت صاحبؒ نے آسمان کی طرف رخِ مبارک کیا۔ پھر فرمایا کہ ہم دعا و فاتحہ خیر تیرے بیٹے کی آمد کے لئے پڑھتے ہیں اور حضرت صاحبؒ کا دستور تھا۔ کہ ہر عام و خواص حاجت مند کے لئے پہلے فاتحہ خیر پڑھتے تھے۔ اور پھر بلند آواز سے فرماتے تھے کہ "اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُوْرِنَا بِالْخَیْرِ" (خدایا ہمارے تمام امور کا آغاز و انجام بخیر ہو اور ہمارے کاموں کی انتہا بابرکت ہو۔) چنانچہ آپ ہاتھ اٹھا کر آہستہ آہستہ الحمد پڑھنی شروع کی۔ جب "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" تک پہنچے۔ میں حضرت صاحبؒ کے نزدیک تر بیٹھا تھا۔ اور میرا چہرہ حضرت صاحبؒ کی طرف تھا۔ جب یہ الفاظ میرے کانوں میں آئے تو اسی وقت ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تیرا بیٹا آگیا ہے اور باہر کھڑا ہے۔ جب فاتحہ تمام کی تو بغیر ادھر ادھر دیکھے فرمایا کہ حسن علی تیرا بیٹا آگیا ہے۔ میں نے کہا حضور یہ آپ کی توجہ سے آگیا ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ محمد یار آ کر حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر گیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا تو اسے بچہ کہتا ہے یہ نوجوان ہو گیا ہے۔ میں اسے لے کر گھر آیا اور پوچھا کہ کہاں تھا۔ اور کس طرح آیا کہنے لگا بابا میں طلب علم کے ارادہ

سے دہلی کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ جب قریہ عبدالرحمٰن میں پہنچا۔ تو وہاں کشتی نہ تھی۔ تین دن کشتی کے انتظار میں رہا۔ اور آج میں اُسی شہر کے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ تو ایک سوار نے میرے نزدیک آکر کہا اے بچے تو یہاں کھیل رہا ہے اور تیرا باپ تیرے فراق میں گریہ زاری کررہا ہے۔ میرے ساتھ آ تاکہ تجھے تیرے گھر پہنچادوں۔ میرا بازو پکڑ کر اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ اور یہاں تونسہ شریف میں لاکر اتار دیا ہے۔ حسن علی کہتے تھے کہ مجھے یقین ہوگیا۔ کہ یہ حضرت غوثِ زماںؒ کا تصرف ہے۔ کہ ابھی فاتحہ تمام نہ ہوئی تھی کہ میرا بیٹا میرے گھر پہنچ گیا۔

میاں حسن علی مذکور ہی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میرے چھوٹے بھائی احمد علی نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کر لیا۔ سکھ اسے کسی جرم میں گرفتار کر کے قصبہ منگنوٹہ میں لے گئے۔ اور وہاں قلعہ میں بند کر دیا۔ میں اس وقت تونسہ شریف میں نہ تھا۔ اپنی اراضی پر ضروری کام کیلئے گیا تھا۔ جب مجھے خبر ہوئی تو میں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر گستاخانہ عرض کی کہ آپ کے ہوتے ہوئے سکھ میرے بھائی کو پکڑ کر لے گئے ہیں اور منگنوٹہ میں قید کر دیا ہے۔ آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ فرمایا قسم ہے مجھے اس کے گرفتار ہونے کی خبر نہیں ملی۔ کہ اسے گرفتار کر کے کہاں لے گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اگر یہاں اپنے مریدوں کے حال کی خبر نہیں تو آخرت میں ہماری کیا خبر ہوگی۔ آپ نے ہر قسم کی قسم کھائی کہ مجھے خبر نہیں اور فرمایا کہ وہ عالم اور ہے وہ دنیا کی طرح نہیں ہے۔ وہاں پیر ضرور مرید کی خبر لیں گے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ مجھے سب معلوم ہے۔ حضرت مولانا رومؒ مثنوی میں فرماتے ہیں۔

شعر
یک کفِ گندم ز انبارے بہ بیں
فہم کُن کان جملہ باشد ہمچنیں

لیکن جب ہم نے دامن پکڑا ہے تو اس امید پر کہ دنیا و آخرت میں اپنے پیر کی برکت سے نجات ملے گی۔ جب یہاں نجات نہیں ملتی تو اُس جہان کی کیا امید رکھیں۔ آپ وہاں بھی پہلو تہی فرمائیں گے۔ منشی محمد واصل حاضر تھے۔ کہنے لگے کہ یا حضرت لے ایک رقعہ

سکھ حاکم منگنوٹھ کے نام لکھ دیں کہ وہ اس کے بھائی کو چھوڑ دے یا کوئی تعویذ یا کلام اسے عطا کریں۔ فرمایا کہ وہ کافر ہمارے ساتھ کیا واسطہ رکھتا ہے کہ میں اُسے لکھوں اور وہ میرے لکھے پر عمل کرے۔ پھر مجھے فرمایا اے حسن علی جاؤ اور منگنوٹھ کے قلعہ پر جاؤ اس کے دو دروازے ہیں۔ دوسرے دروازے پر دائیں یا بائیں طرف تیرا بھائی بیٹھا ہوگا۔ جب تو قلعہ کے اندر جائے کسی سے بات نہ کرنا اور جب تو اپنے بھائی کو دیکھے اور وہ تجھے دیکھے فوراً وہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ وہ بھی تمہیں دیکھ کر تیرے پیچھے روانہ ہو جائے گا۔ اور تیرے ساتھ آجائے گا۔ مگر تو آگے آگے آ اور تیرے پیچھے وہ آئے گا اور جاتے ہوئے راستہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں قلعہ کے اندر گیا تو دوسرے دروازہ میں میرا بھائی سر نیچا کئے بیٹھا تھا اور تسبیح پڑھتا تھا۔ جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ کھڑا رہا۔ اس نے بھی سر اونچا کر کے مجھے دیکھا۔ پھر فوراً اس سے بات کئے بغیر چل پڑا۔ اور وہ میرے پیچھے روانہ ہو گیا یہاں تک کہ شہر کے باہر آ گئے۔ کسی نے بھی نہ اسے نہ مجھے کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ جب تونسہ شریف کے قریب آ گئے تو میں نے اس سے حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ حضرت صاحبؒ کے تصرف سے مجھے قلعہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ایک مسلمان میرے پاس آتا تھا۔ ہم نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ اور وہی مجھے روٹی کھلاتا تھا۔ میں یہاں خوش تھا۔ جب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر قدم بوسی کی۔ اور پوچھا کہ حضور اب اپنے بھائی کے حال کو چھپا رکھوں یا ظاہر کر دوں کہ شہر میں پھرے۔ فرمایا ظاہر کر دے اس نے کون سی چوری کی ہے۔ بحکم شریعت بجا لایا ہے اور حق حلال کیا ہے۔

حسن علی مذکور کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ زراعت کی اور باجرہ کے خوشے پختہ ہو گئے ناگاہ ٹکڑی کا بے شمار لشکر آ گیا۔ ملک سنگھڑ میں اس نے بہت نقصان کیا اور تمام غلہ کھا گئی۔ میں نے حضرت صاحبؒ کے پاس جا کر فریاد کی۔ فرمایا تیری کھیتی میں تو گھاس سبز ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ ایک مکڑی پکڑ کر میری جانب سے کہو کہ اے مکڑی تجھے تونسہ والا فقیر کہتا ہے کہ تو بھی خدا کی مخلوق ہے۔ ہم بھی خدا کی مخلوق ہیں۔ تمہارا رزق یہ گھاس ہے اِسے کھاؤ۔ اور ہمارا رزق باجرہ و غلہ ہے وہ حق تعالےٰ نے ہمارے لئے پیدا کیا ہے۔ اُسے ہم کھاتے ہیں۔ پس

ہمارے رزق میں کیوں دست درازی کرتی ہو۔ اگر باجرہ کھانے سے باز آجاتے تو بہتر ہے ورنہ تمہیں ماروں گا۔ میں نے حضرت صاحبؒ کے فرمان کے مطابق ایسا ہی کیا اور ایسا ہی کہا۔ اعلیٰ حضرتؒ کا حکم سُنکر تمام مکڑیوں نے میرا کھیت چھوڑ دیا اور گھاس کھانے میں مشغول ہوگئیں اور اس کے بعد باجرہ کا ایک دانہ بھی نہ کھایا۔ جب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر قدم بوسی کی فرمایا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جب آپ کا پیغام مکڑیوں کو دیا تو اُسی وقت آپ کا حکم سن کر تمام مکڑیوں نے غلہ چھوڑ دیا اور گھاس کھانا شروع کر دیا فرمایا الحمدللہ۔ حق تعالےٰ نے تجھے اِس آفت سے نجات دی۔ بعد میں جب سنگھڑ کے لوگ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے۔ حضرت صاحبؒ نے اُن سے بھی مکڑیوں کا حال پوچھا کہنے لگے کہ قبلہ پانچ چھ روز قبل مکڑیاں غلہ کھاتی تھیں مگر اب حکمتِ الٰہی سے غلہ چھوڑ کر گھاس کھاتی ہیں۔ میں نے جانا اور یقین کیا کہ حضرت صاحبؒ کا وہ حکم اِس علاقہ کی تمام مکڑیوں کے لئے تھا غلہ نہ کھائیں اور گھاس کھائیں۔

مولوی غلام حیدر شاہ کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ غلام محمد جے پوری کا جسم کمر کے نیچے سے شل ہوگیا تھا۔ اور وہ دونوں پاؤں اپنے کولھوں پر رکھ کر گھٹنوں کے بل پر چلتا تھا۔ اتفاق سے ایک گھوڑا سوار جے پور سے ڈیرہ ہوت میں پہنچا اور وہاں سے محمد نظام خاں چودکھ اسے کجاوہ میں ڈال کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں تونسہ شریف لے آیا۔ اُس نے اپنی بیماری کا حال حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت صاحبؒ نے پانی دم کر کے اُسے دیا کہ اپنے بدن پر ملے۔ تین دن ایسا کیا۔ حق تعالےٰ نے اُسے شفا دے دی۔ تیسرے روز حضرت صاحبؒ مہار شریف کی طرف حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ تونسہ شریف میں رہا۔ جب دو ماہ کے بعد حضرت صاحبؒ واپس تونسہ شریف تشریف لائے تو غلام محمد مذکور حضرت صاحبؒ کے استقبال کے لئے گیا۔ نیز مسجد، مکان، دولت خانہ حضرت صاحبؒ و حاجی خاں کا تب میں پانی چھڑکا تا تھا۔ تونسہ شریف میں اپنے قیام کے دوران پانی چھڑکانے کا کام اُس کا معمول تھا۔ ہر روز کنوئیں پر جاکر مشک بھر کر لاتا تھا۔ آخر کچھ عرصہ قیام کے بعد وہ خود پیدل چل کر جے پور واپس چلا گیا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ مستان شاہؒ کو حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ اور صاحبِ دل و جذب تھے۔ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں مہرہٗ الماس نذر کیا کہ جس کی قیمت صرف جوہر شناس ہی جانتے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے اُسے اپنے ہاتھ میں لیا اور مستان شاہ سے دو پتھر منگوائے اور اس الماس کو اِن میں رکھ کر ریزہ ریزہ آٹے کی مثل کر دیا۔ سید مذکور حیران رہ گیا کہ حضرت صاحبؒ نے اتنی قیمتی شے کو ضائع کر دیا۔ فرمایا اے سید آ میرا یہ مصلّٰی اٹھا۔ سیّد مذکور نے آکر مصلّٰی اٹھایا کیا دیکھتا کہ رنگا رنگ کے قیمتی الماس کا ایک دریا مصلّٰی کے نیچے بہ رہا ہے سیّد سلام کر کے اٹھا اور کہنے لگا:

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اس کے بعد سیّد مذکور نے زمین کے نیچے تہ خانہ کھودا اور اس میں بیٹھ کر چلّے کاٹے۔ اور اپنی مراد کو پہنچے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ سنگھڑ نالہ کی وجہ سے شہر تونسہ کی عمارتیں گر گئیں۔ جب کافی شہر گر گیا تو اہلِ شہر نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر فریاد کی۔ حضرت صاحبؒ نے شہر کے لوگوں کو ساتھ لیا اور نالہ کے کنارہ پر تشریف لے گئے اور دعا و فاتحہ خیر کی اُسی وقت پانی اس کنارہ سے دوسرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور شہر کو گرنے کا خطرہ نہ رہا۔

اِس سال موضع بھنڈی میں وبا (طاعون) پھیل گئی تھی وہاں کے لوگ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور فریاد کی۔ حضرت صاحبؒ نے ختمِ قرآن، درود اور خیرات کے لئے فرمایا۔ وہاں کے لوگ وبا کی شدت سے گھبرا کر دوسرے علاقوں میں جانے لگے۔ حضرت صاحبؒ نے ان کے لئے اپنے مکان پر ختمِ قرآن و درود و خیرات کیا اور ہر ساعت فاتحہ خیر پڑھتے تھے۔

ایک دن میاں صاحب حاجی بختاورؒ نے اس خادم یعنی مولوی غلام حیدر کو کہا کہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور فریاد کی اور رویا کہ ایک شخص نیزہ دار گھوڑے پر سوار موضع بھنڈی کے لوگوں کو قتل کرتا ہے۔ اور کسی کے کہنے سے قتل سے باز نہیں آتا۔ اُس سے کہیں کہ شہر مذکور کو قتل نہ کرے۔ میں اس فریادی کے کہنے پر

اس گاؤں میں گیا۔ وہاں ایک سفید پوشش سوار دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا نیزہ تھا۔ ہر کسی کے سینہ میں مارتا تھا۔ اور وہ نیزہ اس کے سینہ کے پار چلا جاتا تھا۔ اور وہ شخص جلد مر جاتا تھا۔ میں نے اس کے پاس جاکر کہا کہ لوگوں کو کیوں قتل کرتا ہے۔ اب بس کر کہ تیرے ہاتھوں سے بہت سے قتل ہوگئے۔ اُس سوار نے کہا میں نے قبول کیا اور اُس نے قتل چھوڑ دیا۔ جب حضرت صاحبؒ نے یہ خواب بیان کیا تو اس کے بعد اس گاؤں کا کوئی آدمی فوت نہ ہوا۔ اور اس وباء سے انہیں نجات مل گئی۔ کہتے ہیں کہ وباء کے نام کا ایک فرشتہ ہے جو ہاتھ میں نیزہ رکھتا ہے۔ اور جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے چلا تا ہے اور وہ شخص مر جاتا ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ احادیث اور اکثر کتابوں میں دیکھا ہے کہ وباء کو عربی میں طاعون کہتے ہیں۔ اور طعن نوک نیزہ کو کہتے ہیں۔ پس طاعون نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب کسی موضع، بلدہ شہر یا محلہ میں زنا کثرت سے ہوتا ہے اور لوگ خدا کی نافرمانی اختیار کرتے ہیں۔ تو حق تعالےٰ جنات کو حکم دیتے ہیں کہ ان نافرمانوں کو مارو۔ پس جنات اِن کے سینوں میں نیزے مارتے ہیں کیوں کہ ان لوگوں نے غیر محرم عورتوں کو چھپا رکھا ہوتا ہے۔ جنات بھی مردوں کی سے خفیہ نیزے مارتے ہیں۔ لہذا احادیث میں صحیح آیا ہے۔ کہ اگر محلہ میں کوئی شخص زنا کرے تو اسے فہمائش کریں کہ تو اس برے کام سے باز آ تو بہتر ورنہ تیری شامت تمام اہلِ محلہ پر پڑے گی۔ مولوی غلام حیدر صاحب نے لکھا ہے کہ وباء نام کا فرشتہ ہے یہ بھی میری اس روایت جو میں نے لکھی ہے کے خلاف نہیں ہے کہ جنات بھی فرشتوں کی ایک قسم ہے اور حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی صاحبؒ نے عشرہ کاملہ میں جنات کو ملک اسفل لکھا ہے نیز حق تعالےٰ نے ابلیس کو بھی جنات کی ایک قسم ہے لکھا ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔ کہ " اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ " (چونکہ ابلیس دراصل جن تھا اس لئے حکم خدا سے سرتابی کی، مگر اُسے زمرہ ملائکہ میں بھی یاد فرمایا ہے قوله تعالیٰ " وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ " (ہم نے تمام فرشتوں کو آدم کا سجدہ کرنے کا حکم دیا تو شیطان کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا)

میاں صالح محمد صاحبؒ جو حضرت صاحبؒ کے خلفاء اور یارانِ قدیم سے تھے۔ اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ مہار شریف سے کوہ درگ کی طرف جا رہے تھے۔ ایک گاؤں میں ضیافت ہوئی۔ وہ ضیافت کھا کر پھر روانہ ہوئے۔ راستہ میں بڑا جنگل آگیا۔ اور لوگ پیاس سے ہلاکت تک پہنچ گئے۔ عرض کیا کہ لوگ پیاس کی وجہ سے چلنے کے قابل نہیں رہے۔ فرمایا۔ آؤ۔ تمہیں ٹھنڈا میٹھا پانی پلاؤں۔ پس ایک جگہ آگئی کہ زمیندار بارش کے ایام میں وہاں زراعت کرتے تھے۔ اور اپنی رہائش کے لئے وہاں خس و خاشاک سے سایہ کیا ہوا تھا۔ مگر وہ زراعت کا موسم نہ تھا۔ بلکہ مدت مدید سے کسی نے وہاں زراعت نہ کی تھی۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان خس و خاشاک کے مکانوں میں تمہیں ٹھنڈا پانی ملے گا۔ جب وہاں جا کر دیکھا تو وہاں سرد پانی کا مٹکا دیکھا جسے ہر کسی نے سیراب ہو کر پیا۔ اور اپنے کوزے بھی بھر لئے۔ اور ساتھ لے لئے یہ حکایت مولوی غلام حیدر صاحبؒ سے اور میاں محمد صاحب نے اپنے ملفوظات میں لکھی ہے۔

ابراہیم خاں افغان اس کاتب الحروف کے پاس بیان کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ حضرت غوثِ زمانؒ سکھوں کے ملتان پر قبضے سے قبل مظفر خاں کے عہد میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس مبارک پر جا رہے تھے جب ملتان پہنچے تو حضرت صاحبؒ کا راستہ قلعہ کے پاس سے تھا۔ جب اس راستے سے گزرے تو آپ کی نظر قلعہ ملتان پر پڑی۔ پیوند خاں افغان سکنہ ملتان بھی، جو حاجی علی محمد خاں خاکوانی وزیر نواب سرفراز خاں بن مظفر خاں کے متوسلین و مقربین میں تھا حضرت صاحبؒ کے ہمراہ تھا۔ اور علی محمد خان مذکور حضرت صاحبؒ کا مرید تھا۔

حضرت صاحبؒ نے پیوند خاں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ سبحان اللہ یہ قلعہ اس قدر مضبوط ہے اور صاحبانِ قلعہ یعنی افغان بھی بڑے شجاع و بہادر ہیں۔ مگر اس قلعہ ملتان پر قبضہ کرنے والے آئیں گے اور اشارہ لاہور کے سکھوں کی طرف تھا۔ پیوند خاں دانا تھا۔ اس نے فراست سے دریافت کیا کہ عنقریب ملتان پٹھانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس نے سوچا کہ یہ قصہ میں اپنے نانا صاحب حاجی علی محمد خاں صاحب سے بیان کروں گا۔ تاکہ سکھوں کے آنے سے قبل اپنا سامان ملتان سے باہر کہیں نہ بھیج دیں۔ لیکن اسے یہ ملتان والا واقعہ

بھول گیا۔ جب حضرت صاحبؒ قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ میں پہنچے تو پیو ندخاں کو یہ قصہ یاد آیا۔
اس نے اپنے نانا کی خدمت میں خط لکھا کہ حضرت صاحبؒ نے ملتان میں اس طرح فرمایا تھا
مگر مجھے وہاں بھول گیا تھا اب لکھ رہا ہوں کہ یہ کام ضرور ہو گا اس لئے کہ حضرت غوثِ زمانؒ
کی زبانِ مبارک سے نکلا ہے۔ لازم ہے کہ آپ اپنا مال و اسباب ملتان سے نکال لیں۔ جب
وہ خط مشارالیہ کو پہنچا۔ تو حاجی علی محمد خاں نے دل میں سوچا کہ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت صاحبؒ
دلی میں اور جو کچھ فرما رہے ہیں اپنے کشف سے فرما رہے ہیں۔ مگر جب حضرت صاحبؒ واپس
ملتان تشریف لائیں گے تو حضرت صاحبؒ سے خود یہ بات پوچھوں گا۔ اور پھر اس کے مطابق
عمل کروں گا۔ جب حضرت صاحبؒ واپس ملتان تشریف لائے تو مشارالیہ نے عرض کیا کہ قبلہ
پیوندخاں نے تاج سرور سے مجھے اس طرح لکھا تھا کہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ سکھ
ملتان پر جلد قبضہ کرنے والے ہیں اگر ایسا ہی ہونا ہے تو ہم تو حضور کے غلام ہیں جو کچھ آپ پر
منکشف ہوا ہے۔ بیان فرما دیں۔ تاکہ اپنا مال و اسباب ملتان سے باہر لے جاؤں۔ آپ نے فرمایا
لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ میں منجم، رمال یا فال نکالنے والا نہیں کہ تمہیں آئندہ
کے حالات سے خبر دوں۔ عالم الغیب تو خداوند تعالےٰ ہیں۔ میں کیا جانوں اور میں نے اُسے کب
کہا تھا کہ ایسا ہو گا۔ وہ اپنے گھر چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد رنجیت سنگھ والئے لاہور نے کثیر فوج کے ساتھ
ملتان پر چڑھائی کر دی اور قبضہ کر لیا۔ نواب مظفر خاں شہید ہو گئے۔ اور اس کا بیٹا سرفراز خاں
مع اپنے وزیر حاجی علی محمد خاں مذکور کے اور دیگر امراء کے اسیر ہو گئے اور وہ انہیں لاہور
لے گیا۔ اور ملتان کے تمام پٹھانوں کا تمام خزانہ وغیرہ لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیا۔

علی محمد خان مذکور نے کچھ مدت کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اس
مضمون کا خط لکھا کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ آپ کی زبان مبارک
سے میرے نواسے پیوندخاں نے یہ سُنا ہے اگر ٹھیک ہے تو مجھے فرما دیں۔ مگر آپ نے
اُس وقت انکار فرمایا تھا کہ میں نے نہیں کہا حالانکہ آپ نے فرمایا تھا مگر مجھ سے آپ نے پنہاں
رکھا۔ اب قیامت کے دن میں اپنا تمام غارت شدہ مال و اسباب آپ سے لوں گا کیوں
کہ آپ کو خبر تھی۔ مگر آپ نے مجھے نہ بتایا۔ جب حضرت صاحبؒ نے وہ خط پڑھا مسکرائے

اور فرمایا کہ وہ تمام مال و اسباب جو لُوٹا گیا ہے مجھ سے لے گا۔ لیکن یہ صدہا اونٹ جو ملک ریگستان یعنی تھل میں ملتان اور دریائے سندھ کے درمیان چرتے ہیں کس سے لے گا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ ملتان اور اس کے نواح میں زیادہ تر نواب مظفر خاں کی حکومت تھی۔ اور ریگستان میں دریائے چناب سے لیکر ملتان سے تین کوس مغرب کی طرف ہے دریائے سندھ کے کنارہ تک نواب محمد خان ملکیری والا کی حکومت تھی۔ پس ملتان کا علاقہ جو رنجیت سنگھ اپنے قبضہ میں لایا تھا اس میں ابھی ملک ریگستان پر اس کا قبضہ نہ ہوا تھا۔ اِس وقت حضرت صاحبؒ نے اُس طرف اشارہ فرمایا تھا۔ کہ یہ علاقہ بھی محمد خاں کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ کیوں کہ اِس علاقہ میں علی محمد خاں کے کئی سو اُونٹ چرتے تھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ وہ اُونٹ جو ملک ریگستان میں چرتے ہیں قیامت کے دن کس سے لے گا۔ پیوند خاں اس وقت بھی بیٹھا تھا جب اس نے حضرت غوث زماں کی زبانِ وحی ترجمان سے یہ سُنا تو پھر اپنے نانا صاحب کی طرف لاہور خط لکھا کہ میں نے تو مہار شریف سے تمہیں پہلے ہی خط لکھ دیا تھا کہ حضرت صاحبؒ کی زبان سے یہ سُنا ہے کہ جلد ہی سکھ ملتان پر قبضہ کر لیں گے۔ بس اگر اپنی بہتری چاہتے ہو تو اپنے یہ اونٹ جو اس ملک میں چرتے ہیں بیچ دو۔ اُس نے اس خط پر عمل کر کے تمام اونٹ بیچ دیئے پس کچھ دنوں بعد وہ ملک بھی رنجیت سنگھ نے حافظ احمد خاں بن نواب محمد خان سے چھین لیا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ کسی نافہم ظاہر بیں کو یہ گمان نہ گزرے کہ جب حضرت صاحبؒ نے پہلے فرمایا تھا کہ ملتان پر سکھ جلد قبضہ کر لیں گے تو پھر بعد میں انکار کیوں کیا۔ کہ میں نے نہیں کہا تو پھر جھوٹ کیوں کہا۔ جو گناہ کبیرہ ہے اور اگر سچ فرما دیتے تو مومن کا مال غصب نہ ہوتا تو اس کے جواب میں چند دلائل دیئے جاتے ہیں۔ اوّل حضرت صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے نہیں کہا تو یہ سچ فرمایا تھا کہ اولیاء اللہ کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک حالتِ بشریت۔ دوم حالتِ حقیقت۔ حالتِ بشریت عوام کی طرح ہوتی ہے۔ کہ اپنی بلیٹھ کے پیچھے کے حال سے بھی خبر نہیں رکھتے۔ اور جب اِن پر حقیقی حالت طاری

ہوتی ہے تو اُس حالت میں خلقت کے تمام احوال کشف سے واضح ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جو فعل اِن سے سرزد ہوتا ہے اِن سے نہیں ہوتا بلکہ حق یعنی اللہ سے ہوتا ہے۔ بموجب

"بِی یَسْمَعُ وَبِی یَبْصُرُ وَبِی یَنْطِقُ وَبِی یَبْطِشُ"

(وہ میری ذات کے ذریعہ ہی سُنتا ہے، دیکھتا ہے، بات کرتا ہے اور پکڑتا ہے۔ نیز جیسے کہ آیا ہے، عمر کی زبان پر ذات برحق بولتی ہے) یہی وہ مقام ہے کہ:

گہے بر طارم اعلےٰ نشینم ۔ گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

اگر درویش بریک حال ماندے ۔ سرِ دست از دو عالم برفشاندے

اور "لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ" (میرے کچھ اوقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی ہوا کرتے ہیں) میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ پس حضرت صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ سکھ عن قریب ملتان پر قبضہ کر لیں گے۔ یہ بات حالتِ حقیقی میں فرمائی تھی۔ مگر سائل کے جواب میں حالتِ بشریت میں تھے۔ کہ فرمایا میں نے نہیں کہا۔ یعنی یہ کہ میں نے نہیں کہا حق تھا۔ جھوٹ نہ تھا۔ دوم۔ کہ اولیاء اللہ سے جو کشف و کرامت ظاہر ہو جاتی ہے وہ بے اختیار ہوتی ہے۔ عمداً ظاہر نہیں کرتے کہ حدیث میں آیا ہے۔

"کِتْمَانُ الْکَرَامَۃِ فَرْضٌ عَلٰی اَوْلِیَائِہٖ کَاظْہَارِ الْمُعْجِزَۃِ فَرْضٌ عَلٰی اَنْبِیَائِہٖ" (اولیاء کرام کے لئے کرامت کو چھپانا اس طرح فرض ہے جیسے انبیاء کے لئے معجزہ کا اظہار فرض ہے) نیز اہلِ سلوک نے کہا ہے کہ "اَلْکَرَامَۃُ حَیْضُ الرِّجَالِ"۔ جیسے عورتیں اپنے حیض کو چھپاتی ہیں اور اس کے ظاہر کرنے میں انہیں شرم آتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ ہیں کہ اگر اُن سے بے اختیار کرامت ظاہر ہو جاتی ہے شرمندہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

ہر کہ او از کشفِ خود گوید سخن

کشفِ اُو را کفش کن بر سر بزن

اسی سلسلہ میں میاں عبداللہ گھوگھر تونسوی کہتے تھے کہ حضرت غوثِ زماںؒ سے جو کرامتیں ابتداء میں ظاہر ہوئی تھیں آخر عمر میں افسوس کیا کرتے تھے اور شرمندہ ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں نے یہ کیا کیا تھا کہ فلاں فلاں کام مجھ سے واقع

ہوا تھا۔ پس اگرچہ نبی یا ولی سے معجزہ یا کرامت ظاہر ہوتے ہیں مگر وہ اُن سے نہ تھے بلکہ خدا کی طرف سے تھے کہ وہ درمیان سے اُٹھ جاتے ہیں اور وہ اُس وقت فنا فی اللہ کے مقام پر محوِ مطلق ہوتے ہیں۔ مگر جب ہوش میں آتے ہیں شرمندہ ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ حضرت صاحبؒ کو کشف سے معلوم ہوا تھا کہ علی محمد خاں کا یہ سامان و مال و اسباب تقدیر میں غارت ہونا لکھا ہے لہذا آپ نے اسرارِ الٰہی سے اطلاع نہ دی۔

مولوی دیدار بخش کہتے تھے ایک دفعہ میں دہلی سے تحصیلِ علم کر کے حضرت غوث زمانؒ کی زیارت کے لئے خانقاہ شریف پہنچا تھا۔ اُن دنوں دہلی میں معتزلہ اور وہابیوں کا بڑا غلبہ تھا اور کہتے تھے کہ نبی یا ولی کو قدرت نہیں ہے کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ میں آیات و احادیث سے اُن کا ردِ قول کرتا تھا۔ اور جواب دیتا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا تو ایک دن آپ کی زبانِ مبارک سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ نبی یا ولی کو قدرت نہیں ہے کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچائیں۔ یہ سُنکر بہت آزردہ خاطر ہوا۔ اور میرے دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ حضرت صاحبؒ کیا لفظ فرماتے ہیں۔ حالانکہ میں چند سال دہلی میں اس مسئلہ پہ وہابیوں سے بحث کرتا رہا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ اُن کے قول کے مطابق فرما رہے ہیں۔ میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ حضرت صاحبؒ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس بات کی رمز نہیں پائی اُس وقت میں نے حضرت غوث زمانؒ کی توجہ و عنایت سے اس بات کے معنی سمجھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اب اس رمز کو پہچان گیا ہوں کہ نبی یا ولی کو قدرت نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے وہ درمیان میں نہیں ہوتے۔ چنانچہ مولانا جامیؒ نے لوائح میں فرمایا ہے۔

رفت او زمیان ہمیں خدا ماند خدا۔

"الفقر اذا تم ھو اللہ" یہی ہے (فقر جب پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ بن جاتا ہے) اور یہ اشارہ ہے بقول "اذا تم الفقر فھو اللہ و یکون عیشہ کعیش اللہ"۔ (فقر جب مکمل ہو جائے تو وہ ذات خداوندی بن جاتی ہے اور اس کی زندگی خدا کی زندگی کے مانند ہو جاتی ہے) پس جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا کرتا ہے اور یہ رتبہ فرائض و نوافل کے قرب سے حاصل

ہوتا ہے۔

میاں شیر محمد گلرواٹی کہتے تھے کہ ایک روز میں اور ایک شخص گلزار نام حضرت صاحبؒ کو مٹھی کرتے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ خراسان سے ایک شخص اہلِ اسلام سے نکلے گا اور دہلی تک نصاریٰ کو قتل کرکے فتح اسلام کرے گا۔ گلزار نے عرض کی کہ حضور بس دہلی تک قتل کرے گا۔ فرمایا نہیں نہیں آگرہ تک قتل کرے گا۔ جس وقت صاحبِ موصوف نے اس فقیر کے سامنے یہ قصہ سنایا میاں غلام رسول بھی بیٹھے تھے۔

ایک دفعہ یہ فقیر کاتب الحروف حضرت صاحبؒ کی خدمت میں تونسہ شریف گیا ہوا تھا اور بختاور صاحب کے حجرہ میں ڈیرہ کیا ہوا تھا چند دنوں کے بعد مولوی قطب الدین سندھی جو دہلی میں رہتے تھے وہ بھی آئے اور ہمارے ڈیرہ میں فروکش ہوئے اور وہ ہر سال دہلی سے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں میری طرح حاضر ہوتے تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے دہلی سے آنے کا حال ہمارے سامنے بیان کیا کہ جب میں بلدہ جوڑ ہار میں جسے نواب گڑھ بھی کہتے ہیں اور جو سرکار بیکانیر کی عملداری میں ہے پہنچا تو وہاں ایک شخص صوبہ نامی جٹ تھا جو ڈاکو تھا اور اس نے بہت سے مسافروں کو قتل کیا تھا۔ اور وہاں کے حاکم کو بھی اس کام کا حصہ دیتا تھا۔ لہٰذا وہ اُسے منع نہ کرتا تھا۔ پس جب میں بلدہ مذکورہ سے روانہ ہوا تو راستہ میں اُسے کھڑے دیکھا۔ کہ پیش قبض اس کے ہاتھ میں تھا۔ مجھے اس کی حرام زدگی کی خبر نہ تھی کہ یہ شخص یہ صفت رکھتا ہے۔ اُس نے مجھے پوچھا درویش کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا مہاراں وتا ج سرور جا رہا ہوں کہنے لگا ولٹ یہاں سے سات کوس پر ہے۔ آؤ ہم دونوں اکٹھے چلتے ہیں۔ تیرا بھی یہی راستہ ہے۔ میں اس کے ساتھ روانہ ہوا جوڑ ہار اور ولٹ کے درمیان سات کوس بیابان وصحرا ہے کہ اس میں آبادی نہیں ہے۔ جب ہم نے تین کوس جنگل طے کیا اور اس تین کوس میں ہی اُس نے مزاح وشرارت کی باتیں شروع کردی تھیں کہ بیلی تم کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے کہا دہلی سے آیا ہوں۔ اُس نے کہا دہلی والوں کے پاس پیسے بہت ہوتے ہیں اور میرے کپڑے مکلف چھینٹ پنبہ دار کے تھے اور قیمتی تھے ان کپڑوں کو دیکھ کر اُسے غالب گمان تھا کہ ضرور اس کے پاس

بہت سے روپے ہوں گے۔ حالانکہ میرے پاس صرف ستر روپے تھے۔ ان میں سے بھی تھوڑے سے میرے تھے اور باقی حضرت مولانا فخرالدین صاحبؒ کے پوتے حضرت غلام نصیرالدین صاحب عرف کالے صاحبؒ کے تھے جو انہوں نے حضرت صاحبؒ و صاحبزادگان و اندرون خانۂ حضرت غوث زماںؒ کے لئے بطور نذر بھیجے تھے۔ جب اُس شخص نے ایسی باتیں کیں تو میں نے کہا اے بھائی ہم درویش ہیں ہمارے پاس روپے کہاں سے آئے۔ الغرض جب صحرا میں تین کوس گئے تو وہ شخص استنجا کے بہانے سے پیچھے رہ گیا۔ جب میں تھوڑی دور گیا اور اپنی کمر موڑ کر اُس کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے پیش قبض کو ایک پتھر پر تیز کر رہا ہے میں نے سمجھ لیا کہ یہ میرے بارہ میں بد ارادہ رکھتا ہے۔ پھر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے انگرکھہ کا دامن اپنی کمر پر باندھ رہا ہے اور اپنے سر کے بالوں کو باندھ رہا ہے جیسے کوئی حملہ کے لئے تیار ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ شخص ضرور مجھ پر دست درازی کرے گا۔ مجھے فکر ہوئی کہ نہ یہاں کوئی دوسرا آدمی موجود ہے نہ آبادی ہے اور نہ چھپنے کی کوئی جگہ ہے۔ اگر بھاگوں تو کہاں بھاگنے دے گا۔ اور کہاں تک بھاگوں گا کہ چودہ کوس جنگل سامنے ہے۔

الغرض اسی جگہ خدا پر تکیہ کیا اور حضرت غوث زماںؒ پر اعتماد کر کے مصلّٰی بچھایا اور اس پر بیٹھ گیا اور اپنے پیر حضرت غوث زماںؒ کی طرف توجہ کر کے فریاد کی کہ یا حضرت میری امداد فرمائیں اور اس ظالم سے مجھے امان دلوائیں اگر حضور کو منظور ہو تو بہر طور مجھے امان دلائیں کہ حق تعالےٰ نے آپ کو قدرت دی ہوئی ہے ورنہ خیر میری قسمت میں ہر سال ثواب حج ہوگا کہ اسوقت صرف آپ کی زیارت کے لئے آرہا تھا۔ یہ عرض کر کے مراقبہ میں بیٹھ گیا اور حضرت صاحبؒ کی صورت کو حاضر کیا۔ اور آں جناب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں میں نے اس آدمی کے پاؤں کی آواز سنی۔ سر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔ اور کہا اے بھائی اتنی دیر کر دی میں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ اس نے کہا استنجا کے لئے پیچھے رہ گیا تھا۔ مگر فوراً جونہی میں نے اُس کے چہرہ پر نظر ڈالی تو اُس کا چہرہ زرد ہوگیا۔ اور اُس کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ میں نے کہا آؤ چلیں۔ اُس نے کہا اے درویش خدا کے لئے اپنے

پاس سے کوئی چیز مجھے دے تاکہ میں واپس اپنے گھر چلا جاؤں۔ کہ میں فاسد ارادہ سے تیرے قتل کے لئے آیا تھا مگر تو کامل درویش نظر آتا ہے کہ تیرے دیکھنے سے میرے تمام بدن پر ہیبت اور لرزہ طاری ہوگیا ہے۔ میں نے بہت سے مسافروں کو اور راہی درویشوں کو قتل کیا ہے مگر تو مردِ دیگر ہے۔ مَیں نے کہا کہ اے بھائی تو جو چاہے تمہیں دوں گا اُس نے کہا یہ چھینٹ پنبہ دار صدری جو تیرے بدن پر ہے مجھے دے دے۔ میں نے اپنا دوسرا سامان اُس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اسے ذرا پکڑ کہ میں نیم تنی (صدری) اپنے بدن سے اتار کر تمہیں دوں۔ اس نے میرا تمام اسباب پکڑ لیا۔ میں نے صدری اُسے دے دی مگر جونہی میں نے اُسے صدری دی میرے قدموں میں گر گیا اور رونے لگا کہ خدا کے لئے مجھے مرید کر لو کہ تو بزرگِ کامل ہے اور یہ صدری بھی اپنی لے لو مجھے واپس کردی مگر مَیں نے نہ لی۔ میں حضرت صاحبؒ کی طرف سے مجاز نہ تھا۔ مَیں نے مرید کرنے سے پہلوتہی کی۔ مگر اُس نے نہ چھوڑا جب اُس کا اصرار حد سے گزر گیا تو لاچار میں نے اپنے ہاتھ کو حضرت صاحبؒ کا ہاتھ مقرر کیا اور نیابتاً اُسے مرید کر لیا اُس کے ہاتھ کی انگلی میں چاندی کا ایک چھلہ تھا۔ اُس نے میری نذر کیا اور کہنے لگا کہ قصبہ دلڑ میں میرے بھائی ہیں اُن سے روپیہ قرض لے کر آپ کی نذر کروں گا۔ پس بندہ وَلڑ تک میرے ہمراہ آیا۔ اور وہاں اپنے ہم قوم بھائیوں سے قرض لیا اور کہنے لگا میرے پیر صاحب آئے ہیں مجھے ایک روپیہ قرض دیں تاکہ اُن کی نذر کروں۔ مگر انہوں نے اُسے قرض نہ دیا۔ جب میں وہاں سے تونسہ شریف آیا اور حضرت غوث زمانؒ کی قدم بوسی کی اور چاندی کا چھلہ بھی حضرت صاحبؒ کی نذر کیا اور گزشتہ قصہ بیان کیا۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ بغیر رفیق کے نہیں آنا چاہیئے کہ حدیث میں آیا ہے "الرفیق ثم الطریق" (پہلے کوئی ساتھی بناؤ پھر سفر پہ روانہ ہو)

منقول ہے کہ جب ملک سنگھڑ میں امساکِ باراں ہوا تو لوگوں نے آکر حضرت صاحبؒ سے فریاد کی کہ دعا فرمائیں تاکہ بارش برسے اور حضرت صاحبؒ کا ایک مرید تھا۔ ملا محمد کھوکھر نام۔ حضرت صاحبؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ملاں محمد جب چاہے گا بارش برسے گی وہ دانا تھا اور حضرت صاحبؒ کا رمز داں تھا۔ وہ عرض کرتا کہ ہاں قبلہ جب آپ کا حکم

ہوگا اُسی وقت بارش برسے گی۔ آپ حکم فرمائیے کہ فلاں وقت بارش لاؤ۔ وہ کہتا کہ اُس وقت آئے گی۔ پس حکمتِ الٰہی سے اُس وقت بارش ہو جاتی۔ اس سبب سے اُس کا نام مینہ برساؤ تونسہ شریف میں مشہور تھا۔ کیوں کہ وہ حضرت صاحبؒ کی رمز پہچانتا تھا۔ اور جانتا تھا کہ حضرت صاحبؒ میرا نام لے کر فرماتے ہیں تو کہتا کہ حضرت جس وقت آپ فرمائیں گے بارش ہو جائے گی۔ پس حضرت صاحبؒ کے حکم سے بارش برستی تھی۔

اسی طرح کی ایک حکایت ہے کہ ایک دفعہ بارش نہ برسی تھی۔ اور شہر کے لوگ دُعا کے لئے حاضر ہوئے اور بارش کے لئے فریاد کرتے تھے۔ ایک ضعیف عورت بھی زیارت کے لئے آئی ہوئی تھی۔ فرمایا کہ یہ عورت بارش نہیں برسنے دیتی اِسے طمانچے مارو تاکہ بارش برسے۔ لوگوں نے اُسے ہلکے پھلکے دو چار طمانچے لگائے تو بارش ہو گئی۔ منقول ہے کہ جب تونسہ شریف کی عورتیں بارش کے لئے دُعا کے لئے آتیں تو خوش طبعی سے فرماتے کہ تم آپس میں لڑائی کرو۔ اور ایک دوسرے کو تھپڑ اور مُکّے مارو تاکہ بارش ہو۔ جب وہ ایسا کرتیں اور حضرت صاحبؒ انہیں دیکھ کر ہنستے تو حق تعالیٰ بارش برسا دیتے۔ ایک دفعہ اس طرح شہر کی عورتیں جمع ہو کر آئی تھیں اور حضرت صاحبؒ کے مکان میں آکر ایک دوسرے کو مار رہی تھیں تو بارش بہت ہو گئی مگر صابی نام جٹی کے کھیت میں بارش نہ ہوئی اور اُس کا بند پانی سے نہ بھرا۔ تو ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئی اور ایک کانٹے دار لکڑی ہاتھ میں لئے شوخی کرنے لگی۔ اور گستاخانہ کلام کرنے لگی اور مزاح کرنے لگی۔ کہنے لگی دوسرے کے کھیتوں میں بارش ہو گئی ہے۔ مگر میرے کھیت میں نہیں برسی۔ یا تو میرے کھیت میں بھی بارش برسائیں اور میرا بند بھی پانی سے پُر کریں۔ نہیں تو آپ کو اس کانٹے دار لکڑی سے ماروں گی پھر اس کانٹے دار لکڑی کو حضرت صاحبؒ کی لنگی میں اس طرح مارا کہ حضرت صاحبؒ کی لنگی میں کانٹے چبھ گئے۔ حضرت صاحبؒ نے بھی خوش طبعی سے فرمایا کہ اے صابی دوسروں کے کھیتوں میں پانی اوپر سے آتا ہے مگر تیرے کھیت میں پانی نیچے سے آتا ہے چنانچہ اس کی کھیتی ہمیشہ پانی سے سرسبز و شاداب رہنے لگی۔ اور پھر اُس سال فصل بہت اچھی ہوئی۔

اب بھی حضرت صاحبؒ کے وصال کے بعد جب امساکِ باراں ہوتا ہے تو شہر کی عورتیں جمع ہو کر

حضرت صاحبؒ کی خانقاہ میں آتی ہیں۔ اور بارش کے لئے فریاد کرتی ہیں اور کانٹے دار لکڑیاں اپنے ساتھ لاتی ہیں اور بدستورِ سابق ایک دوسرے کو مارتی ہیں تو خوب بارش ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ اِن کے اعتقاد کے مطابق اُن کا مقصود بر لاتے ہیں۔

مولوی دیدار بخش صاحبؒ پاکپتنی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شاہجہان آباد دہلی میں مولانا محمد رمضان مہمی صاحب تشریف لائے ہوئے تھے اور اپنے مرید عبداللہ شاہ کی مسجد میں جو محلہ کوچہ شاہ تارا میں جو کھڑکی فراش خانہ سے قریب ہے۔ تشریف فرما تھے۔ میں نے اُن کے اوصاف حمیدہ سنے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی زیارت کا بہت شوق تھا۔ ایک دن ان کی زیارت کے لئے اس مسجد میں گیا اور ان کے حلقۂ مجلس میں بیٹھ گیا۔ اس وقت کسی مسئلہ پر بات ہو رہی تھی مگر مجھے مسئلہ یاد نہیں رہا۔ جب میں مسئلہ کے جواب میں شریک ہوا تو انہوں نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کسی بزرگ کے مرید ہو۔ میں نے کہا حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ صاحب کا مرید ہوں یہ بات سنتے ہی سر وقد کھڑے ہو گئے میرے ساتھ معانقہ کیا اور کہنے لگے ہم دونوں پیر بھائی ہیں تو نے اپنا حال کیوں مجھ پر ظاہر نہیں کیا تاکہ تمہاری تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا۔ پھر فرمایا کہ ہمیں حضرت غوث زماں خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کی جناب سے وہ فیض باطنی و فائدہ پہنچا ہوا ہے جو کہیں اور سے نہیں ملا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایک روز میں تونسہ شریف میں حضرت پیر و مرشدؒ کی خدمت میں حلقہ مجلسِ عام میں بیٹھا تھا اور حضرت مولانا محمد رمضان مہمی کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ میاں رمضان خوب درویش تھا نیز میں نے حاجی بختاور کی زبان سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ پاکپٹن شریف حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے عرسِ مبارک پر گیا ہوا تھا۔ اور میاں صاحب مولوی محمد رمضان مہمی صاحبؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب حضرت صاحبؒ کی ملاقات کے لئے آئے تو اُس وقت حضرت صاحبؒ ایک درویش کو شرح لمعات مولانا جامیؒ کا سبق دے رہے تھے جب یہ بیت اُن کے سبق میں آیا:

۹ غیر تش غیر درجہاں نگذاشت ۔ لاجرم عین جملہ اشیا شد

جب مولوی صاحب مرحوم نے یہ بیت سُنا تو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت یہ بیت کس طرح ہے پھر فرمائیں ۔حضرت صاحبؒ بالکل ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر بیت پڑھی ۔ اور اس وقت نظرِ خاص ان پر ایسی ڈالی کہ مولوی صاحب کو ہوش نہ رہی اور تا دیر بے ہوش رہے ۔ پھر جب ہوش میں آئے تو تمام عمر حضرت صاحبؒ کی اِس نظر خاص کے احسان مند رہے ۔ فرماتے تھے کہ حضرت پیر پٹھانؒ کی اس ایک نظر نے وہ کام کیا ہے اور وہ فیض پہنچایا ہے کہ کسی جگہ سے مجھے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا ۔

مولوی صاحب میاں دیدار بخش جی پاکپٹنیؒ سے منقول ہے کہ مَیں نے حضرت صاحبؒ کے اس توجہ خاص کا قصہ جو آپ نے پاکپٹن شریف میں مولوی محمد رمضان صاحبؒ پر فرمائی بالکل اسی طرح قاضی غلام محمد فتح آبادی سے سُنا ہے ۔ جو مولوی صاحب مرحوم کے مرید تھے ۔ انہوں نے میرے سامنے اس طرح بیان کیا کہ پاکپٹن شریف کے اس سفر میں مَیں اپنے پیر کے ساتھ تھا ۔ میرے پیر پر توجہ خاص کے وقت میں بھی اس حلقہ میں بیٹھا تھا کہ آپ چند گھڑی بے ہوش ہو گئے تھے ۔ اور اس کے بعد حضرت غوثِ زمانؒ سے ارشاد پایا اور استفاضہ لیا اور حضرت غوثِ زمانؒ نے انہیں فرمایا تھا کہ تو چند روز میری صحبت میں رہ ۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس وقت میرے لئے اپنے وطن جانا ضروری ہے عذر در پیش ہے ۔ انشاء اللہ پھر جلد ہی حاضر ہو کر چند روز آپ کی صحبت میں رہوں گا ۔ آخر حضرت صاحبؒ نے انہیں رخصت کر دیا یہاں تک کہ آپ اپنے وطن چلے گئے ۔

مولوی دیدار بخش صاحب فرماتے تھے کہ وہ جب حضرت صاحبؒ سے رخصت لے کر دہلی پہنچے تو نواب الٰہی بخش خاں نے انہیں ایک ہزار روپے نذر دیا ۔ جب ان کے پاس وافر خرچ آ گیا تو انہوں نے حج کا ارادہ کیا ۔ اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں نہ پہنچنے کا عذر پیش کرتے ہوئے عریضہ ارسال کیا کہ فی الحال فقیر کا پختہ ارادہ

حج کا ہو گیا ہے ۔ انشاء اللہ تعالےٰ جب واپس آؤں گا تو آپ کی خدمت میں پہنچوں گا۔ حضرت صاحبؒ نے ان کے خط کے جواب میں اس مضمون کا گرامی بھیجا کہ :

؎ اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید ۔ معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

اور لکھا کہ تمہارے حج پر جانے سے اِدھر آنا بہتر تھا۔ کہ :

؎ آں رہ بسوئے کعبہ بردواین رہ بسوئے دوست

مگر انہوں نے حضرت صاحبؒ کے لکھنے پر عمل نہ کیا۔ اور حج کے لئے روانہ ہو گئے۔

مولوی دیدار بخش صاحبؒ اس کاتب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ مَیں نے جناب شاہ صاحب قبلہ حافظ محمد علی صاحب خیر آبادیؒ سے سُنا ہے جو حضرت غوثِ زمانؒ کے خلفائے کبار سے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ جب میں حج کے سفر سے واپس آیا اور جہاز سے اترا تو مولوی محمد رمضان اُس وقت جہاز پر سوار ہو رہے تھے۔ جب مجھے دیکھا تو میری بڑی تعظیم کی اور کہنے لگے کہ حضرت صاحبؒ نے مجھے حج کے سفر سے منع کیا تھا۔ مگر چونکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق غالب تھا اِس لئے آگیا ہوں ۔ اب آپ میری تقصیر کا وسیلہ بنیں اور میری طرف سے حضرت غوثِ زمانؒ کے پاس معذرت کر دیں۔ کہ مَیں نے بہت گستاخی کی ہے کہ آپ کی مرضی کے بغیر حج پر جا رہا ہوں۔ حافظ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب میں سنگھڑ شریف حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا اور حضرت صاحبؒ سے اُن کی گستاخی کی معافی چاہی تو فرمایا خیر جو اللہ کا حکم تھا ہو گیا ۔ "جف القلم بما ھو کائنٌ" (جو کچھ ہونے والا ہے اس کی تفصیل بیان کر کے کاتب تقدیر کا قلم خشک ہو گیا ہے) کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب مولانا بھی صاحبؒ سفر سے واپس آئے اور بلدہ مندر سودھی پہنچے تو رافضیوں کے ہاتھوں شہادتِ اکبر کے درجہ پر پہنچے ،

مولوی دیدار بخش صاحبؒ اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ مولوی محمد بخش قوم بھڈ و سکنہ اہردان جو مولانا محمد رمضان بھیؒ کا مرید تھا میرے سامنے بیان کرتا تھا ۔ کہ مَیں ایک زمانہ میں ذکرِ جہر بلند آواز سے کرتا تھا۔ ایک

مجذوب تھا اُس نے مجھے منع کیا۔ میں منع نہ ہوا اُس نے مجھ پر ایسا تصرف کیا کہ ذکر کے لئے میرے گلے کی آواز بالکل بند ہوگئی۔ جب ذکر کے علاوہ کوئی اور بات کرتا تھا تو بے تکلیف آواز میرے حلق سے نکلتی تھی۔ مگر جب ذکر جہر کے لئے آواز نکالتا تھا تو بالکل نہیں نکلتی تھی۔ چونکہ سُنا تھا کہ میرے مرشد کو فیض حضرت غوثِ زمانؒ سے پہنچا تھا اس لئے میں سنگھڑ شریف اپنے مرض کے علاج کے لئے حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں بذریعہ حضرت مولانا شرف الدین ایرونگا خلیفہ حضرت غوث زمانؒ پہنچا اور مولانا شرف الدین صاحبؒ مذکور کی معرفت عرض کیا کہ یا حضرت میرے پیر کو بھی آپ سے فیض پہنچا ہے اور میں اُن کا غلام ہوں اِس علاج کے لئے آیا ہوں اور مجذوب کے تصرف کا تمام حال بیان کیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا جا ذکر جہر بلند آواز سے کر۔ جب اُس نے ذکر شروع کیا تو آواز نہ نکلی۔ پھر فرمایا کہ جا اس مجذوب کے سر پر پہنچ کر بلند آواز سے ذکر کر اور اگر وہ مر گیا ہے تو اُس کی قبر کے سرہانہ بیٹھ کر ذکر جہر کر۔ جب میں وہاں سے اپنے وطن آیا تو وہ مجذوب ایک دو منزل میرے استقبال کے لئے آگے آیا۔ اور کہا کہ تیرے پیر تیری مدد کے لئے پہنچے ہیں مگر میرے پیر میری مدد کے لئے نہیں آئے۔ اب بادشاہِ دوجہاں کے حکم سے ہمارا تصرف تم پر کچھ اثر نہیں کرتا۔ پس وہ مجذوب جو ہمیشہ اِس قریہ میں رہتا تھا اُن کی خدمت میں رہنے لگا اور وہ حسبِ سابق ذکر جہر آواز بلند سے کرنے لگا۔

ایک دفعہ قاری صبغۃ اللہ صاحبؒ خلیفہ حضرت قبلہ عالمؒ اور حضرت محبوب زمانؒ میں بدمزگی ہوگئی اور رنجش و کدورت اِن کے دلوں میں آگئی تھی اور رنجش کا باعث یہ تھا کہ قاری صاحب تیز مزاج اور صاحبِ جلال تھے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی تمام اولاد اور صاحبزادگانِ مہاروی اُن سے ڈرتے تھے اور حضرت صاحبزادہ نور حسین صاحبؒ بن حضرت خواجہ نور الصمد شہیدؒ بن حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ اِن کے مرید تھے۔ اور میاں نور حسین صاحبؒ کے برادرِ خورد میاں غلام نبی جیؒ حضرت محبوب زمانؒ کے مرید تھے اور دونوں بھائیوں کے درمیان مناقشہ رہتا تھا۔ قاری صاحب اپنے مرید کی پاسداری کرتے تھے اور حضرت محبوب زمانؒ

اپنے مرید کی حمایت پر تھے اس کا ایک اور سبب بھی تھا کہ ایک دفعہ قاری صاحب قصبہ مہار شریف سے حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر خانقاہ شریف میں تشریف لا رہے تھے اور اپنی پگڑی حافظ محمد اعظم کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اور وہ تھوڑا تھوڑا اس پگڑی کو اُچھالتا آ رہا تھا یہ حرکت دیکھ کر قاری صاحب کو غصہ آیا۔ اپنے درویشوں کو فرمایا کہ اس قوال اور حافظ دونوں کو پکڑ کر سخت سزا دو کیوں کہ یہ دونوں بدعتی ہیں۔ جب درویشوں نے چاہا کہ انہیں پکڑیں۔ دونوں دوڑ کر کہیں چھپ گئے اور عبدالرحمٰن قوال صاحبزادہ نور احمد صاحبؒ کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اپنا ماجرا سنایا۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں قاری صاحبؒ سے ڈرتا ہوں۔ اگر وہ تمہیں پکڑ لیں گے تو میں مانع نہ ہوں گا۔ تو یہاں سے اُٹھ کر حضرت سنگھڑ والہ صاحبؒ کے پاس چلا جا اور اِن کے حلقہ میں بیٹھ۔ عبدالرحمٰن وہاں سے اُٹھا اور حضرت صاحبؒ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور قاری صاحبؒ کے درویش اسے تلاش کرتے ہوئے پہلے صاحبزادہ نور احمد جی صاحبؒ کے پاس گئے اور پھر حضرت صاحب کی مجلس میں گئے۔ جب حضرت محبوب زمانؒ کے درویشوں کو خبر ہوئی انہوں نے اُسے پکڑنے نہ دیا اور کسی دوسری جگہ بھیج دیا۔ جب یہ خبر حضرت محبوب زمانؒ کو پہنچی۔ انہیں بھی غیرت آ گئی کہ یہ کیا قاری صاحب کی زور آوری ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے قوال کو سزا دیتے ہیں۔ الغرض جب سماع کا وقت آیا تو حضرت صاحبؒ خانقاہ شریف میں مجلس میں گئے۔ قاری صاحب سماع نہیں سنتے تھے اور انکارِ سرود کرتے تھے۔ وہ حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف کے اندر فاتحہ پڑھ کر باہر بیٹھ گئے۔

ایک دن میں (مولوی دیدار بخشؒ) حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا ہوا تھا کہ ناگاہ چوہڑی نام میراثن کہ حضرت صاحبؒ کے قوال احمد کی نانی تھی آئی اور حضرت صاحبؒ کو مبارک باد دی کہ حضرت مبارک ہو حق تعالےٰ نے آپ کی لڑکی بی بی آمنہ کو بیٹا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے چوہڑی دوسروں کی اولاد کی مبارک مجھے دیتی ہے۔

میری اولاد کی مبارک نہیں دیتی۔ ان دنوں حضرت صاحبؒ کے پوتا نہ تھا یعنی آپ کے بیٹے گل محمدؒ صاحبؒ کے ہاں بیٹا نہ تھا۔ پس حضرت صاحبؒ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور مجھے فرمایا کہ صاحبزادہ جاؤ اور حضرت قبلہ عالمؒ کو ہماری طرف سے کہو کہ فلاں عرض کرنا ہے کہ میں آپ کا مہمان ہوں اور مجھے اپنی درگاہ میں دوسروں کی مبارک دلاتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی درگاہ میں میری اولاد کی مبارک دلاتے۔ خواجہ محمود صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں اسی وقت اٹھا اور حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار شریف پر جا کر اسی طرح عرض کر دیا اور جب روضہ شریف سے باہر آیا تو کسی شخص نے مجھے چنبا کے دو پھول دیئے میں نے انہیں لیا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ پوچھا کہ عرض کر دیا تھا؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا جواب ملا۔ میں نے کہا میری ایسی قسمت کہاں کہ جواب سنوں۔ یہ آپ جانیں البتہ یہ معلوم ہے کہ ایک شخص نے مجھے روضہ مبارک سے نکلنے کے بعد چنبا کے یہ دو پھول دیئے ہیں۔ فرمایا الحمدللہ تم کام کر کے آئے ہو کہ حق تعالےٰ مجھے دو پوتے دے گا۔ جب حضرت صاحبؒ روانہ ہو کر سنگھڑ شریف کی طرف چلے۔ ان دنوں حضرت صاحبزادہ گل محمدؒ صاحبؒ کی اہلیہ حضرت صاحبزادہ شاہ اللہ بخش صاحبؒ سے حاملہ تھیں۔ دوسرے سال جب حضرت صاحب خانقاہ شریف میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تشریف لائے اور وہیں تھے کہ حضرت شاہ اللہ بخش صاحب کے پیدا ہونے کی خوشخبری ملی۔ یہاں تک کہ ہر خاص و عام نے حضرت صاحبؒ کو مبارک باد دی۔

صاحبزادہ گنج بخشؒ بن خواجہ نور احمد صاحبؒ اس نقیر کے سامنے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں تونسہ شریف میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا ہوا تھا۔ جب میں نے قدم بوسی حاصل کی تو مجھے فرمایا کہ "اے گبرو شیر افگن" اور پھر ہمیشہ مجھے اس لفظ سے یاد فرماتے تھے۔ میں حیران تھا کہ حضرت صاحب مجھے شیر افگن کیوں کہتے ہیں۔ میں نے کس شیر کو مارا ہے۔ آخر بارہ سال کے بعد اتفاقاً ایک شیر میرے ہاتھ میری بندوق سے مارا گیا۔ میں نے جانا کہ یہ شیر افگن خطاب اس

وجہ سے تھا کہ حضرت صاحبؒ نے بارہ سال قبل مجھے اِس لقب سے یاد فرمانا شروع کر دیا تھا.

ایک مرتبہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تشریف لائے ہوئے تھے. اور حضرت صاحبؒ کے ہمراہ صدہا آدمی تھے۔ یہ فقیر بھی حاضر تھا اور اس سال قحط سالی تھی اور غلّہ قیمت سے ہاتھ نہ آتا تھا. ایک دن جب خدا بخش لانگری کو لنگر کے لئے غلّہ قیمتاً نہ ملا تو انہوں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جا اور حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ پر جا کر عرض کر کہ یا حضرت ہم آپ کے مہمان ہیں اور ہمیں قیمت سے بھی غلّہ نہیں ملتا۔ ہر شخص اپنے مہمان کی خاطر داری کرتا ہے۔ اب آپ جانیں۔ جب خدا بخش روضہ شریف پر عرض کر کے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک قطار اونٹوں کی باجرہ وغیرہ سے پُر سورت گڑھ اور بھیڑہ کی طرف سے آئی ہے. اس نے وہ تمام غلہ خرید لیا اور درویشوں کے تصرّف میں لایا.

حضرت صاحبؒ دو مرتبہ اجمیر شریف برائے زیارت حضرت حبیب ربّ العالمین خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ گئے تھے. پہلی دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت کے فوراً بعد ابتدائے حال میں حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے تھے. تو اجمیر شریف کے راستہ سے گئے تھے اور دوسری مرتبہ بھی گئے تھے۔ صاحبزادہ نور بخشؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت صاحبؒ نے یہ چاہا کہ دوسری مرتبہ اجمیر شریف جائیں تو سنگھڑ شریف سے ارادہ کر کے نور خاں بلوچ اور دوسرے چند آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ تاج سرور میں پہنچے اور شیخ جمال چشتیؒ کو فرمایا کہ کسی کے سامنے ہمارا ارادہ ظاہر نہ کرنا. لیکن تو تیار رہ کہ اجمیر شریف جا رہے ہیں اور اونٹ کرایہ پر لے لے. اور چند مٹی کے [illegible] لے لے۔ پھر [illegible] صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف میں چند ساعت دست بستہ کھڑے رہے۔ آخر باہر آئے اور اپنے ہمرازوں کو فرمایا کہ میں نے ہر چند حضرت قبلہ عالمؒ سے اجمیر شریف کی

زیارت کے لیے اجازت لی ہے مگر امر نہیں ہوا۔ اور فرمایا ہے کہ ابھی وقت نہیں ہے پھر چلے جانا۔ دوسری مرتبہ چلے جانا۔ پس ہم ابھی اجمیر شریف نہیں جاتے۔ پس درویش سنگھڑ شریف کی طرف چلے گئے کچھ دنوں بعد پھر اجمیر شریف کے ارادہ سے تاج سرور میں آکر شیخ جمال چشتیؒ کو فرمایا کہ اونٹ کرایہ پر لے لے اور چند مٹی کے لوٹے بھی تیار کرو اور خود بھی تیار رہو۔ پس روضہ شریف کے اندر جاکر حضرت قبلہ عالمؒ سے اجازت طلب کی۔ اس دفعہ اجازت عطا فرمائی تو حضرت صاحبؒ مع نور خاں بلوچ و شیخ جمال چشتیؒ و دیگر چند مردان سوار و پیادہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ محبوب ربانیؒ کے مناقبات بے شمار ہیں کہ جو تحریر میں نہیں آسکتے اور کوئی کس طرح حضرت صاحبؒ کے مناقب لکھے کہ آپ نے بائیس برس کی عمر میں سجادۂ مشیخیت اور مصلّٰ ارشاد پر جلوس فرمایا تھا۔ اور خلقِ خدا کو ارشاد و ہدایت دیتے تھے بنوّ سال کی عمر تک فیض رسانی کی۔ یعنی اسّی برس خلق کی راہ نمائی کی اور کتنی کرامت و خوارق عادات حضرت صاحبؒ سے ظاہر ہوئیں۔ اگر کوئی اُن سب کو تحریر کرنا چاہے تو بے شمار جلدیں تیار ہو جائیں۔ یہ فقیر صرف سعادتِ دارین کی خاطر اِن چند مناقبات کو تحریر کر سکا۔ اور اپنے آپ کو اس بوڑھی عورت کی طرح سمجھتا ہے کہ جو سوت کی اٹی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے گئی تھی اور خریداروں کے زمرہ میں شامل ہوئی تھی۔ یہ جان کر کہ میں بھی حضرت محبوب ربّانیؒ کی کرامات کے جمع کرنے والوں اور آپ کے مناقب لکھنے والوں میں داخل ہوا ہوں۔ کیوں کہ حضرت گنج شکرؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے اور حضرت عبدالقدوس گنگوہی صاحبؒ کے رقعات میں لکھا ہے کہ "اس مرید کی بڑی سعادت ہے جو اپنے پیرو مرشد کی زبان سے جو سنتا ہے لکھ لیتا ہے۔ پس اسے ہر حرف کے بدلہ میں اس کے نامۂ اعمال میں نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور ہر حرف کے بدلے میں اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور بہشت میں اُسے درجاتِ بلند عطا ہوتے ہیں"۔

ارشاداتِ عالیہ

(ان فوائد کا ذکر جو حضرت محبوبِ رحمٰن خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی زبانِ وحی بیان سے اس کاتب الحروف (نجم الدین) نے سنے ہیں۔)

یہ فقیر سراپا تقصیر ۱۲۵۰ھ میں حضرت صاحبؒ کا مرید ہوا تھا۔ اور اپنے آپ کو اس مقبولِ ربانی محبوبِ سبحانیؒ کے دامن سے وابستہ کیا تھا۔ اور اس سال سے لے کر ۱۲۶۷ھ تک کہ یہی اس محبوبِ ربانی کا سنِ وصال ہے اکثر اس فقیر کی آمد و رفت حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہتی تھی۔ بلکہ بارہ سال متواتر سال بہ سال حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جھونجنوں سے جو اس فقیر کا مولد و وطن ہے سنگھڑ شریف کی طرف سفر کرتا تھا۔ اور دو دو تین تین ماہ حضرت صاحبؒ کی صحبتِ کیمیا خاصیت میں رہتا تھا۔ اور میں نے بہت سے ارشادات (فوائد دینی) آپ کی زبانِ مبارک سے سنے ہیں۔ اس وقت فوائدِ مجلس کے جمع کرنے کا خیال نہ تھا۔ بلکہ ریاضت و مجاہدہ کی وجہ سے لکھنے کی بھی فرصت نہ تھی اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے لہٰذا اس لکھنے کا جب وقت آیا اسی وقت ہی لکھا جا سکا۔ لہٰذا مجلس سے چند فوائد تبرکاً لکھتا ہوں۔

مجلسِ اوّل :۔ ایک دن نمازِ ظہر کے بعد اور قرآن مجید کی تلاوت سے فارغ ہو کر حضرت غوث زمانؒ بنگلہ شریف کے باہر صحن میں اپنے مصلّہ پر بیٹھے تھے اور عزیزانِ اہلِ صفہ حضرت صاحبؒ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ یہ کاتب الحروف بھی بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص ہندی نانکی مذہب والا لباس درویشی میں مشائخ کی شکل والا آیا اور حضرتؒ کے مصلّہ پر آں جناب کے برابر

بیٹھ گیا۔ حاضرینِ مجلس پر اس کی بے ادبی کی یہ حرکت گراں گزری۔ مگر حضرت صاحبؒ نے تواضع فرمائی اور اس کا حال پوچھا۔ اُس کے ساتھ دس بارہ سکھ برہنہ تلوار والے بھی آئے تھے کہتے ہیں کہ یہ شخص اُن کا مرشد تھا۔ حضرت صاحبؒ نے اُس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ اُس نے کہا ٹیلہ جوگی بال گوندائی سے آیا ہوں۔ جہاں رانجھا نے ہیر کی محبت میں کان پر چھدوائے تھے اور اُس کا چیلہ بن گیا تھا میں وہیں رہتا ہوں اور وہیں سے آیا ہوں۔ حضرت صاحبؒ ذوق میں آگئے اور فرمایا کہ ہیر نے رانجھا کے عشق میں کیا خوب کہا ہے کہ:

؎ رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی

اس کے بعد اُس ہندو نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت اللہ کا وصال قسمت سے حاصل ہوتا ہے یا محنت و مجاہدہ سے۔ فرمایا قسمت سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر حق تعالےٰ نے اپنا وصال کسی کی قسمت میں رکھا ہوا ہوتا ہے تو اُسے اُس کی یہ نعمتِ دیدار و وصل حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کی قسمت میں اُس کا وصال نہ ہو تو ہر چند کہ وہ محنت و مجاہدہ کرے دوری و فراق کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

زہدت بچہ کار آید گر راندۂ درگاہے
کفرت چہ زیاں دارد گر نیک سرانجامے

پھر یہ مثال بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص محنت مزدوری کر کے خزانہ جمع کرے اگر اس کی قسمت میں نہ ہو تو چور اور ڈاکو چھین کر لے جائیں گے اور اگر کسی شخص کی قسمت یاوری کرے تو بغیر محنت و مزدوری کے اسے جنگل سے خزانہ مل جاتا ہے۔ ایسا ہی ہے کہ بہت لوگ ابتداء میں محنت و مجاہدہ اختیار کرتے ہیں مگر چونکہ اِن کی قسمت میں حق کا وصال نہیں آتا پھر اصل حالت میں اور عالم ناسوت میں رجوع کرتے ہیں اور بعض صاحبِ قسمت لوگوں کو حق تعالےٰ بغیر محنت و مجاہدہ جذبہ و عشق اپنے فضل سے عطا کرتے ہیں۔ وہ مقصودِ اصلی کو

پہنچ جاتے ہیں۔

ﷺ کرم کے ڈھنگ ہیں اُس کے نرالے۔ پیا چاہے تو سوتی کو جگا لے

کاتب الحروف کہتا ہے کہ بزرگوں نے سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تصوف جنگ سے ہاتھ آتی ہے صُلح سے نہیں۔ پس اِس قول کی تاویل یوں کرتے ہیں۔ کہ مراد جنگ سے یہ ہے کہ جب حق تعالےٰ نے کسی کی قسمت میں سعادت لکھی ہوئی ہوتی ہے اور وہ سعیدِ ازلی ہوتا ہے پس اُس کا نفس اسے نواہی کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر حق تعالیٰ اس کا اپنی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آخر اس کا خاتمہ سعادت پر ہوتا ہے۔ پس یہ درحقیقت جنگ سے خدا کی طرف رجوع ہوا نہ کہ خود بخود۔ اور صُلح سے مراد یہ ہے کہ جب حق تعالےٰ کسی کو شقی بناتے ہیں وہ ہر چند سعادت و ریاضت کی طرف رجوع کرتا ہے مگر اُس کا خاتمہ سعادت پر ہوتا ہے۔ پس طلب تو مولا کی طلب ہے۔ بندہ کی خواہش کا یہاں کوئی دخل نہیں ہے۔ البتہ آدمی کو چاہیئے کہ محنت و مجاہدہ اختیار کرے اور خدا کے فضل کا امیدوار رہے۔

ﷺ گرچہ ایزد دہد ہدایتِ دیں ۔ بندہ را اجتہاد باید کرد۔

اگرچہ وصل و مجاہدہ کسب ہے اور حق تعالےٰ وہب ہے اور وہب کو کسب کی حاجت نہیں ہے۔ مگر چوں کہ اکثر وہبِ الٰہی اہلِ کسب و مجاہدہ پر ہوا ہے لہٰذا یہ کہا گیا ہے۔

ﷺ بجمعت وجوئی نیائد کسے مرادِ دلی ۔ کسے مراد بیابد کہ جستجو بکند

اس کے بعد پھر اُس ہندو نے سوال کیا کہ یا حضرت فقیری کا مرتبہ بڑا ہے یا شریعت کا۔ فرمایا کہ شریعت فقیری پر فضیلت رکھتی ہے، اس لئے کہ اہل شریعت نے فقرا کو سولی پر لٹکایا ہے۔ کسی فقیر نے اہل شرع کو سولی پر نہیں لٹکایا۔ پس معلوم ہوا کہ شریعت کا مرتبہ بڑا ہے۔

ﷺ خلاف پیمبر کسے راہ گزید ۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
محال است سعدی کہ راہِ صفا ۔ تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ ؐ

لہذا کہا گیا ہے کہ ۔

؎ شریعت را مقدم دار اکنوں ۔ طریقت از شریعت نیست بیروں

مجلسِ دوم :۔ ایک دن نمازِ عصر کے بعد اپنی قدیم مسجد میں مصلّہ پر بیٹھے تھے اور عزیزانِ اہلِ صفّہ بھی حاضر تھے یہ فقیر بھی حاضر تھا۔ کسی شخص نے تونسہ شریف کے حاکم کا ذکر حضرتِ محبوبؒ کی خدمت میں کیا کہ یا حضرت کہ یہ پٹھان جو اس جگہ کا حاکم ہے اس عہدہ کے وصول سے قبل مرد صالح و نیک بخت تھا کہ ہمیشہ تلاوتِ قرآن پاک میں مصروف رہتا تھا اور دلائل الخیرات کا ورد روزانہ کرتا تھا۔ اور دیگر درود و وظائف اور تہجد و نوافل پڑھتا تھا مگر جب سے حاکم بنا ہے ظلم پر کمر باندھ لی ہے اور اس کی سعادت شقاوت میں بدل گئی ہے۔ اور تمام اوراد و وظائف ایک طرف رکھ دیئے ہیں اور مناہی میں مشغول ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے انسان کو عجب کمالات و بزرگی دی ہوئی ہے کہ جس طرف بھی رجوع کرے اور توجہ تمام کرے خوب اُس طرف توجہ کرتا ہے اور جب دنیا کی طرف رجوع کرتا ہے تو عین دنیا کا ہو جاتا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے " الدنیا وضۃ اللہ تعالےٰ (دنیا تو اللہ کی دھتکاری ہوئی چیز ہے) نیز قرآن شریف میں حق تعالےٰ نے فرمایا ہے "لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ" (میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ) پس اس طرح کی عداوت غایت درجہ خدا سے عداوت ہے۔ نعوذ باللہ منہا

کاتب الحروف کہتا ہے کہ فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخؒ سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کبھی سالک کو طاعت میں فتور پڑ جائے اور ذوقِ طاعت سے رہ جائے اُسے وقفہ کہتے ہیں کہ اگر ہمت کرے اور انابت سے پیوند کرے تو پھر سالک ہو سکتا ہے۔ اور اگر عیاذاً باللہ اسی پر رک جائے تو ڈر رہتا ہے کہ راجع ہو جائے۔ اس کے بعد اس راہ کی لغزش کو سات قسموں میں بیان فرمایا ہے۔ ۱۔ اعراض ۔ ۲۔ حجاب ۔ ۳۔ تفاصل ۔ ۴۔ سلبِ مزید۔ ۵۔ سلبِ قدیم ۔ ۶۔ تسلی ۔ ۷۔ عداوت ۔ اس تقسیم کی مثال فرمائی کہ دو دوست

ہوتے ہیں۔ عاشق ومعشوق اور ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہوتے ہیں۔
اِس دوران اگر عاشق سے کوئی حرکت یا سکنت یا قول یا فعل وجود میں آجائے جو اُس
کے دوست کے پسند نہ ہو تو اس سے اعراض کر لیتا ہے یعنی رُخ پھیر لیتا ہے۔
پس عاشق کے لئے واجب ہے کہ اس حال میں استغفار میں مشغول رہے اور معذرت
کرے تاکہ جس طرح بھی ہو دوست راضی ہو جائے اور جو تھوڑا سا بھی اعراض ہوا
ہے زائل ہو جائے۔ اور اگر وہ محب بھی اس خطا پہ اصرار کرے اور عذر نہ چاہے
تو وہ اعراض حجاب بن جاتا ہے۔ معشوق درمیان میں حجاب لے آتا ہے۔ اِس
دوران حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر حجاب کی مثال میں اِس بات پر پہنچے تو ہاتھ
اوپر کیا اور اپنے چہرۂ مبارک کے سامنے آستین کر رکھی اور فرمایا ایسے حجاب
ہوتا ہے محب اور محبوب کے درمیان۔ پس محب کے لئے واجب ہے کہ اعتذار
میں کوشش کرے اور پیوستہ توبہ کرے اور اگر اس بابت آہستگی دکھائے گا
تو تغافل میں ہو جائے گا اور وہ دوست اِس سے جدائی اختیار کرے گا۔
پس اول اعراض پیش آتا ہے جب عذر نہ چاہا حجاب ہو گیا۔ جب اس کے بعد بھی
ناپسندیدگی پر مصر ہو تو تغافل ہو جاتا ہے۔ پس اگر پھر بھی وہ دوست مستغفر
نہ ہو تو مزید سبب ہو جاتا ہے۔ جتنا زیادہ ہوتا ہے تو وہ اوراد، ذوق، طاعت
عبادت وغیرہ میں مزید غافل ہو جاتا ہے۔ پس اگر پھر بھی عذر نہیں چاہتا اور اس
بطالت پر رہتا ہے تو سلب قدیم ہو جاتا ہے۔ تو طاعت و راحت جو اس سے
پہلے بہت رکھتا تھا اُسے بھی بند کر دیتے ہیں۔ پس یہاں پہنچ کر بھی اگر تقصیر
کی توبہ میں ٹنگ جائے تو تسلی ہو جاتی ہے اور دوست اس کی جدائی میں اس
کے دل کو آرام پہنچاتا ہے۔ پس اگر انابت میں چلتا ہے تو محبت عداوت میں بدل
جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ (انتہائے عبارت تک) اس کے بعد حضرت محبوب
زمانؒ نے فرمایا کہ جب خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی طرف پوری طرح
متوجہ ہو جاتا ہے تو عین وہ ہو جاتا ہے کہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه وَيَكُونُ عِشْيَة يَعْنِي اللّٰه

رجب فقر مکمل ہوجاتا ہے تو وہ اللہ بن جاتا ہے اور اس کی زندگی اللہ کی زندگی ہوجاتی ہے) اور فرمایا کہ مولانا جامیؒ نے لوائح میں لکھا ہے کہ حکماء لکھتے ہیں کہ جب انسان کا نفسِ ناطقہ متوجہ ہوجاتا ہے حق تعالےٰ کی طرف مصارت کانّہٗ ھُوَ تو عین اُس کا وجود ہوجاتا ہے۔ ابیات

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ ۔۔۔ مابقی تو استخوان وریشۂ
گر گلست اندیشۂ تو گلشنے ۔۔۔ ور بود خارے تو ہیمہ گلخنے

اور لکھا ہے ۔ ؎

گر در دِل تو گل گزرد گل باشی ۔۔۔ ور بلبل بے قرار بُلبل باشی
تو جزوی و حق کلست اگر روزے چند ۔۔۔ اندیشۂ کل بیشہ کنی کل باشی

اس کے بعد یہ حکایت مثال کے طور پر بیان فرمائی۔

ایک دفعہ احمد شاہ درانی کابل سے ہندوستان آیا اور بلدہ متھرا کو اس نے غارت کیا۔ اُس کے لشکر کے چند سپاہی ایک بت خانہ کو لوٹنے اور غارت کرنے گئے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر ایک بت کے سامنے مراقبہ میں بیٹھا ہے۔ اِن سب نے تلواروں سے اُس پر وار کئے اس کے بدن سے ایک بال بھی نہ کٹا۔ ہر چند اس کافر پر تلواروں کی ضرب لگاتے تھے اس کے جسم سے ایسے تلوار کی آواز آتی تھی جیسی پتھر پر پڑنے سے آتی ہے۔ لاچار ایک جگہ بیٹھ گئے اور حیران تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے کہ اتنی تلواروں کی ضربوں سے اس کا ایک بال کا بھی نقصان نہیں ہوا۔ جب اُس کافر کا مشغولی کا وقت ختم ہوگیا تو اُس نے سر اُٹھایا۔ وہ تمام اُس کے پاس گئے اور اسے پوچھا کہ ہمارے عزیز تمہیں اتنی تلواریں ماری ہیں مگر تمہارے جسم پر کچھ اثر نہیں ہوا اور تو نے سر بھی نہیں اُٹھایا۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ اُس نے کہا میں اُس وقت کہاں تھا۔ یہ بُت میں تھا۔ مجھے تمہاری تلواروں کی ضرب کی خبر بھی نہیں ہے۔ اِس کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا سبحان اللہ دیکھو کہ وہ کافر اس بت کے عشق میں کتنی توجہ تمام رکھتا تھا کہ عین سنگ ہوگیا تھا۔ اور اِس کا ایک بال بھی نہ کٹا تھا۔ جو لوگ خدا کی طرف

متوجہ ہو جاتے ہیں تو ان کا حال دیکھنا چاہیئے کہ کس مرتبہ پر پہنچتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

مجلس سوم:- ایک دن نمازِ عصر کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ شریف کی مسجد میں بلدہ تاج سرور میں بیٹھے تھے عزیزانِ اہل صفہ موجود تھے۔ جن میں مولوی شاہسوار صاحب، یعقوب شاہ صاحب، میر فضل علی جھجھری وغیرہ بھی حلقہ میں شامل تھے۔ کہ پیر بخش قوال نے حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف پر یہ غزل چھیڑی۔

عارض است ایں یا قمر یا لالۂ حمرا است ایں
یا شعاعِ شمس یا آئینہ دلہا ست ایں
چشم تو جادو ست یا آہوست یا صیادِ خلق
یا دو بادامِ سیاہ یا نرگسِ شہلا ست ایں

اس فقیر کو ذوقِ کمال اور نہایت غلبۂ وجد و حال ہوا مسجد شریف میں گاہے گاہے گریہ بھی ہو رہا تھا اور کبھی صوفیانہ رقص بھی ہو جاتا تھا۔ اتنے میں پیر بخش مذکور نے یہ راگ ہندی شروع کر دیا۔

توں تاں نور رانجھا میری اکھیاں دا

حضرت صاحبؒ کی جنوب کی طرف پشت تھی اور روئے مبارک شمال کی طرف حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضہ شریف کی طرف متوجہ بیٹھے تھے۔ اس راگ مذکور نے حضرت صاحبؒ پر اثر کیا۔ کمال بے تابی سے کبھی سر اونچا کر کے روضہ شریف کی سمت دیکھتے تھے اور کبھی مراقبہ میں تھے۔ اس حال کے وارد ہونے سے حاضرین مجلس پر بھی ایسا حال ہوا کہ کوئی گریہ کرتا تھا اور کوئی سجدہ کرتا تھا اور مولوی شاہسوار صاحب سجدہ کرتے ہوئے اور گریہ کرتے ہوئے حضرت صاحبؒ کے قدموں میں آکر گر گئے اور یعقوب شاہ نعرہ لگاتے ہوئے اور رقص کرتے ہوئے حضرت صاحبؒ کا طواف کرتے تھے۔ الغرض کہ مجلس میں ایسا کوئی نہ تھا کہ اسے بے خودی یا وجد نہ ہوا ہو وقت عصر سے وقت مغرب سے

قضا تک یہی حال رہا۔ آخر حضرت صاحبؒ خود بدولت برائے نماز اُٹھے اور گروہ صوفیاء میں سے کوئی بے خود گرا ہوا تھا۔ اور کوئی حضرت صاحبؒ کے ہمراہ نماز کے لئے اُٹھا۔ الحمد للہ علی ذالکؒ۔

مجلس چہارم:۔ ایک رات بین العشائین کی مشغولی کے بعد اور طعام سے فارغ ہو کر حضرت محبوبؒ لیٹے ہوئے تھے اور اکثر عزیزانِ اہل صفہ حلقہ باندھے آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے مثلاً مولوی محمد کھوکھر۔ میاں صالح محمد، علی محمد، اسلام خاں وغیرہ۔ اہل دنیا کے قرب کا ذکر چل پڑا۔ فرمانے لگے کہ جتنا بھی کسی کو اہل دنیا یعنی بادشاہوں، وزیروں اور نوابوں وغیرہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اتنا ہی اُس کا دین خراب ہو جاتا ہے اور دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور جسے اہل اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اُس کی دنیا بھی آراستہ ہو جاتی ہے۔ اور دین بھی۔ پھر ان دونوں کی مثالیں بیان کیں۔ کہ قربِ اہل دنیا ایسا ہوتا ہے۔

حکایت ۔ ایک دفعہ فقیر حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر جا رہا تھا۔ ایک منزل پر بہادل خاں اس فقیر کی ملاقات کے لئے آیا۔ ایک رات بین العشائین کے وقت مراقبہ میں آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ جب سر اونچا کیا تو دیکھا کہ خان صاحب مذکور رومال گلے میں ڈالے اور دونوں ہاتھ باندھے میرے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے کہا خان صاحب آج اس حال میں کیوں کھڑے ہو۔ کہنے لگا قبلہ ایک عرض کرنا چاہتا ہوں اگر قبول فرمائیں۔ میں نے کہا کہو قبول ہے۔ کہنے لگا کہ یہ یعقوب جو میرا وزیر ہے۔ میرا بہت خیر خواہ و غلام ہے اور میں اس کے طفیل امورات سرکاری سے بے فکر ہوں۔ مگر اس کی اولاد نہیں ہے توجہ فرمائیں۔ کہ حق تعالےٰ اسے بیٹے عطا کرے حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ سبحان اللہ یعقوب کو خان صاحب کا اس قدر قرب حاصل ہوا تھا کہ خود اُس کا سردار و مالک اس کے لئے ہاتھ باندھے قصور واروں کی طرح گلے میں رومال ڈالے اس کے لئے اولاد کی خاطر عرض کر رہا تھا۔

اس قرب کا یہ نتیجہ نکلا کہ چند سال کے بعد خان صاحب مذکور اس کی عورت پر عاشق ہو گئے۔ یعقوب کو قتل کرا دیا لاش تین روز شہر کے باہر پڑی رہی اور دفن نہ کی اور اس کی عورت کو اپنے نکاح میں لایا۔ اس قرب کا یہ نتیجہ نکلا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ نے اس مجلس میں دعا کرنے اور اولاد ہونے کا ذکر نہ کیا تھا۔ اس لئے کہ حضرت صاحبؒ کا طریقہ یہ تھا کہ جس بات میں حضرت صاحبؒ کی کرامت کا ذکر آتا تھا اُسے چھوڑ دیتے تھے۔ اور بیان نہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے یہ دعا کی اور میری برکت سے ایسا ہوا۔ البتہ کاتب الحروف نے جب ثقہ آدمیوں سے تحقیق کی تو یہ پتہ چلا کہ حضرت صاحبؒ نے خان صاحب کی درخواست کے مطابق یعقوب کی اولاد کے لئے دعا کی جس کے نتیجہ میں اس کے تین بیٹے ہوئے۔ اب بھی اس کی اولاد ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ نے اہل اللہ کے قرب کا حال بیان فرمایا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ ایک کوچہ تنگ میں جا رہے تھے۔ اس گلی میں ایک شخص رند شراب خور اور زانی فسق کے ارادہ سے کھڑا تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ کا دامن اس رند کے جسم پر لگ گیا جب وہ آدمی فوت ہوا تو اُسے کسی نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں عزت تمام میں بیٹھا ہے پوچھا کہ تُو تو دنیا میں فاسق تھا۔ یہ رتبہ کہاں سے ملا۔ کہنے لگا ایک دن تنگ گلی میں کھڑا تھا کہ شیخ شہاب الدینؒ وہاں سے گزرے ان کا دامنِ مبارک میرے جسم سے چھُو گیا۔ اس دامن شریف کی برکت سے حق تعالےٰ نے مجھے بخش دیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا سبحان اللہ۔ کہ یہ شخص نہ تو حضرتؒ کے مریدوں میں سے تھا اور نہ اُن کے درجہ معرفت کا علم رکھتا تھا۔ صرف ایک لحظہ اُن کا اس قدر قرب حاصل ہوا کہ صرف دامن لگ گیا۔ پس اتنے سے قرب نے بھی کیا کام کیا۔ اور جو ان کے مرید ہیں اور اہل اللہ سے محبت رکھتے ہیں تو پھر اُن کا دونوں جہانوں میں کیا رُتبہ و درجہ ہوگا مولوی محمد کھوکھر نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ

اہل اللہ جس کے بارہ میں چاہیں اُس کا دل اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں اور اپنی محبت اُس کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔ ورنہ کسی میں کیا طاقت ہے کہ اُن کی طرف رجوع کرے۔ فرمایا بے شک جس کو وہ اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اُسے ان کی محبت ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح حق تعالٰے کی ہدایت ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے۔ کہ جسے حق تعالٰے چاہتے ہیں اسے اپنی محبت اور عشق عطا کر دیتے ہیں۔ ورنہ جتنی محنت یا مجاہدہ کرے کوئی فائدہ نہیں۔

طاعت بچہ کار آید گر راندۂ درگاہے
کفرت چہ زیاں دارد گر نیک سر انجامے

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی والدہ صاحبہ راہ میں جا رہی تھیں۔ ایک درویش کامل کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اُس نیک عورت نے کہا اے فقیر بیگانہ عورتوں کو دیکھتا ہے۔ کہنے لگا میں تمہیں نہیں دیکھتا جو کچھ تیرے شکم میں ہے اُسے دیکھتا ہوں کہ قطب زمانہ تیرے شکم میں ہے کہ تمام جہان اُس سے فیض حاصل کرے گا۔ پھر حضرت ابوالحسن خرقانیؒ پیدا ہوئے۔ پس یہ رتبہ شقاوت و سعادت ازل سے ہے۔ کہ حق تعالٰے نے ارواح کو عطا کیا ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دن میرے پیر و مرشد خواجہ نور محمد صاحبؒ مہارویؒ کی والدہ محترمہ کنوئیں پر پانی لینے گئیں تھیں۔ شیخ احمد دودی والا صاحب کہ فقیر کامل تھے، اُس کا گزر اس راہ سے ہوا۔ جب حضرت صاحبؒ کی والدہ صاحبہ پر نظر پڑی تو کہنے لگے بہل بہل بہل بہل ایک شخص نے پوچھا فقیر کیا بھل بھل کر رہے ہو۔ کہنے لگا کہ میں اسے عورت کے شکم میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک قطب زمانہ ہے کہ تمام جہان اِس نور فیض سے روشن ہوگا۔ پس حضرت قبلۂ عالمؒ پیدا ہوئے۔

حکایت۔ فرمایا کہ ایک شخص بیعت کے ارادہ سے مسافت بعید سے روانہ ہوا۔ تاکہ خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کا مرید ہو جائے۔ جب خرقان میں پہنچا اور اِن کے مکان میں جا کر پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں۔ وہ موجود نہ تھے۔ اِن کی عورت باہر

آئی اور کہنے لگی کہ کس کے بارہ میں پوچھ رہے ہو جو مرد بدکار و فاسق ہے اور ایسی ایسی بُری صفتوں سے متصف ہے۔ یہ بات سن کر وہ شخص بد اعتقاد ہو گیا۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس شخص کے حق میں اس کی بیوی یہ کہتی ہے تو پھر خدا جانے ان کا کیا حال ہو گا۔ اور لوگ ان کے حق میں کیا کہتے ہوں گے۔ ایسے آدمی کو دیکھنے یا ملنے کا کیا فائدہ۔ اُن سے ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے۔ بعد میں کہنے لگا کہ ملاقات کرنی چاہیئے اور خود دیکھنا چاہیئے کہ کیسا شخص ہے۔ اِس عرصہ میں کیا دیکھتا ہے کہ حضرت خواجہ لکڑیوں کا گٹھا ایک شیر کے اوپر رکھے آرہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس شخص کا اعتقاد بحال ہو گیا۔ اور حیران ہو گیا کہ یہ شیر جو موذی جانوروں میں سے ہے اور آدمیوں کا دشمن ہے اِس بزرگ کے حکم کے سامنے کیسا رام ہے۔ آپ نے اُس کے دل کے خطرہ کو جانتے ہوئے مسکرا کر فرمایا کہ جب میں اس عورت کا بوجھ اٹھاتا ہوں تو حق تعالےٰ نے اِن شیروں کو میرے حکم کے تابع اور میرا بوجھ اٹھانے کے قابل کر دیا ہے۔ یہ سب اپنی عورت کا بوجھ اٹھانے کا نتیجہ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

مجلس پنجم

:۔ ایک دن حضرت صاحب کی مجلس میں سکھوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک شخص نے عرض کی کہ قبلہ سکھوں میں دستور ہے کہ اگر کوئی اُن میں سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے تو اس کے بھائی اور ہم قوم اُسے جان سے مار دیتے ہیں اس خوف سے کہ کوئی مسلمان اسے گرفتار کر کے نہ لے جائے۔ وہ اپنے دین پر اتنے پختہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمام مخلوق اسمائے خدا تعالےٰ کا ظہور ہے جس شخص کا نام مُضِل یعنی گمراہ ہو تو وہ شخص ہرگز ہدایت کی طرف رجوع نہ کرے گا خواہ کتنا ہی افعال نیک میں کوشش کرے مگر خود وہ اسم مُضِل اس پر حاکم ہے تو وہ اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور جو اسم ہادی کا مظہر ہے وہ ہرگز گمراہی میں نہ پڑے گا کیونکہ اس پر اسم ہادی حاکم ہے پھر فرمایا کیوں کہ حق تعالےٰ کے اسما مضبوط ہیں۔ اس طرح اُس کے مظہر بھی مضبوط ہیں۔ اور کسی اسم کا تابع بھی صراط مستقیم پر ہے۔ یعنی ہر آدمی راہ راست پر ہے۔

خواہ کافر ہے خواہ مومن اس اسم کے اعتبار سے یعنی ہر مظہر اس اسم کے راستہ پر چلتا ہے جس کا وہ مظہر ہے۔ اس کے نزدیک وہ راہ راست ہے۔ پھر فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی عَلٰی قَدْرِ اِسْتِعْدَادِ الْمُتَجَلّٰی عَلَیْہِ" کہ اللہ تعالےٰ ہر شخص کی استعداد کے مطابق تجلی کرتے ہیں۔ اگر کسی اسم کی استعداد مضل ہو تو اسم مضل کی تجلی کرتے ہیں۔ اسی طرح اسم ہادی وغیرہ اس کے بعد آپ نے یہ حدیث پڑھی۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ" (جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وہ راستہ سے بھٹکا دے پھر اس کی کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا) الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس ششم:- ایک دن زوال کے وقت حضرت محبوبؒ بنگلہ شریف میں بیٹھے تھے۔ رمضان شریف کی فضیلت میں ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ چالیس ابدالوں میں سے ایک ابدال فوت ہو گیا بقیہ ابدال حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت فلاں ابدال ہم میں سے فوت ہو گیا ہے آپ کی جس کے بارے میں مرضی ہو اُسے اس کی جگہ مقرر فرمائیں۔ فرمایا جو کوئی سب سے پہلے اس جگہ سے گزرے گا اور اس راستہ پر آئے گا۔ اُسے تمہارے زمرہ میں داخل کر دوں گا۔ اتفاقاً ایک بقال کافر سب سے پہلے اس راستہ سے گزرا۔ حضرت غوث اعظمؒ نے ایک توجہ تام سے اس پر نگاہ ڈالی اور اسے درجہ ابدال بخش دیا اور اس کو زمرہ میں داخل کر دیا۔ وہ پھر چالیس ابدال ہو گئے۔ پھر حضرت غوثؒ نے اسے فرمایا کہ اے شخص تو بتا کہ کون سا نیک کام کیا ہے کہ حق تعالےٰ نے تمہارے اس کام کو پسند اور قبول کیا۔ اور تجھے ہی سب سے پہلے میرے پاس بھیجا۔ اس لئے کہ جو کچھ ہے خدا کی جانب سے ہے اور ہم درمیان میں واسطہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں یہ رتبۂ ابدال لکھا تھا۔ اس لئے تمہیں سب سے پہلے میرے پاس بھیجا

البتہ یہ بات بتا کہ وہ کون سا نیک کام ہے جو تو نے کیا ہے۔ اُس نے کہا یا حضرت آپ پر روشن ہے کہ میں کافر بے دین تھا۔ کافر سے کیا نیک فعل ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ کام کرتا تھا کہ جب ماہِ رمضان آتا تھا اور مسلمان تمام دن شرب و طعام سے باز رہتے تھے تو مجھے غیرت آتی تھی اور میں دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا مناسب ہے کہ مسلمان رمضان میں کھانے پینے سے باز رہتے ہیں اور میں علانیہ کھاتا ہوں۔ پس میں مسلمانوں کی نظر سے چھپا کر کھانا پینا کرتا تھا۔ حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ کو تیرا یہ فعل پسند آگیا کہ نورِ رمضان شریف کی حُرمت کو نگاہ میں رکھتا تھا۔ اِس وجہ سے تجھے یہ مرتبہ ملا ہے۔ پس حضرت محبوبؒ نے فرمایا کہ اس کافر نے چونکہ رمضان کا احترام کیا تو ابدال کے مرتبہ تک پہنچا۔ مسلمان جو رمضان شریف کی حرمت کرتے ہیں اور ماہِ صیام کے روزے رکھتے ہیں۔ حق تعالےٰ کی نگاہ میں اُن کا درجہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہوگا۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "اَلصَّوْمُ لِی وَاَنَا اُجْزِیْ بِہٖ"

(چونکہ روزہ میرے لیئے رکھا جاتا ہے اس لیئے میں ہی اس کا ثواب دوں گا)

محمد یار خواجہ جو آپ کے مریدوں میں سے تھا اور آپ نے اس کا نام ابوالوفا رکھا تھا۔ نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ سترھواں رمضان شریف ہے کہ غلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے اور آپ کی زیارت کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں تجھے تو بہت سال ہو گئے کہ تو ہماری خدمت میں آ رہا ہے۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ دو بزرگ کامل کہ دونوں ایک مرتبہ پر تھے راستہ میں جا رہے تھے کوچہ تنگ آگیا ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ چلیں میں پیچھے چلوں گا۔ اُس نے کہا کہ نہیں آپ آگے چلیں میں آپ کے پیچھے چلوں گا۔ اُس پہلے نے کہا کہ تم مجھے آگے کیوں کرتے ہو میری تم پر کیا فضیلت ہے کہ تمہارے سے آگے آگے چلوں۔ اُس نے کہا کہ تیری مجھ پر یہ فضیلت ہے کہ تو نے خواجہ جنید بغدادیؒ کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا ہے۔ پس وہ آگے چلے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ نے یہ حکایت بزرگوں کے دیکھنے

کی فضیلت کے بارہ میں ابوالوفا کے جواب میں فرمائی۔ مطلب یہ تھا کہ جو اہل اللہ کو دیکھتا ہے اور فقط اُن کی زیارت کرتا ہے حق تعالےٰ اُسے اعلےٰ مرتبہ عطا کرتا ہے۔ اور اپنے مقبول و مغفور بندوں میں سے بنا لیتا ہے۔ چنانچہ حکایت ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ فوت ہو گیا۔ جب اسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں اعلےٰ درجہ پر بیٹھا ہے تو پوچھا کہ تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ کہا کہ جب میرا نامۂ اعمال دیکھا گناہ کے سوا اَور کوئی چیز نہ تھی مگر وہاں لکھا تھا کہ ایک دن یہ حاجی شریف زندنیؒ کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ حق تعالےٰ نے فرمایا کہ اسے اُس ولی کے طفیل بخش دیا۔ ؎

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

حکایت ہے کہ ایک دفعہ ایک چور کو پھانسی دی گئی۔ ایک شخص نے اُسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں بیٹھا ہے پوچھا تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ کہنے لگا جب مجھے پھانسی پر لے گئے تو اس وقت خواجہ حبیب عجمیؒ راستہ میں جا رہے تھے میری نظر اُن کے چہرۂ مبارک پر پڑی حق تعالےٰ نے اُس کے طفیل مجھے بخش دیا۔

؎ مکیں حسن مے گویدت اے وقت عشاق تو خوش
کز من از ایشاں نیستم در کارِ ایشاں کن را۔

مجلسِ ہفتم:۔ ایک دن یہ کاتب الحروف کتاب عشرہ کاملہ کا سبق لے رہا تھا۔ جو حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کی تصنیف ہے اس کتاب سے ظہر کے وقت سبق لے رہا تھا۔ دسویں دن دوران سبق عمل بہونگم کا ذکر آیا کہ یہ نشست دراصل جوگ کی نشست ہے اور اسی کا نام پدم ہے اَور اس کی ترکیب یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو بائیں پنڈلی پر رکھو اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی پر رکھو اور ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو اندر کی طرف سے اپنے دونوں پاؤں کی ہتھیلیوں پر رکھو پھر سانس کو ہوا میں کھینچ کر پیٹ میں بھر کر

سانس روکیں اور اللہ اللہ کا ذکر قلب سے کریں اس شغل کی تاثیر اور اس سے فوائد اس کتاب مذکور میں لکھے تھے کہ حق تعالے اُسے اپنا جذبہ اور توحیدِ حالی عطا کرتا ہے۔ جب یہ شغل میرے سبق میں آیا اور میں نے اس کے فوائد پڑھے تو میرے دل میں اس شغل کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے چاہا کہ یہ شغل کروں مگر خیال یہ تھا کہ حضرت صاحبؒ اجازت دیں تو کروں۔ پس میں نے عرض کیا کہ حضرت جو مرید اپنے پیر سے کتاب پڑھے اور اس کتاب میں کوئی وظیفہ یا عمل آجائے تو کیا صرف سبق پڑھنے سے اس شغل کی اجازت حاصل ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پیر اپنے مرید کو اجازت سے ہی کتاب پڑھاتے ہیں اگر سبق کی اجازت نہ ہو تو کیوں پڑھائیں۔ میں نے جانا کہ حضرت صاحبؒ کی مرضی ہے کہ یہ وظیفہ کروں۔ پس میں نے وہ وظیفہ کیا اور اس محبوبِ حق کے طفیل اس شغل کے فوائد دیکھے اور پائے۔ اسی طرح اس فقیر نے ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گزارش کی کہ غلام نے آپ کی اجازت سے تقسیم اوراد نصیریہ پڑھے ہیں تو غلام حتی المقدور اورادِ نصیریہ میں سے وظائف پڑھتا ہے مگر اس کے پڑھنے کی دوبارہ آپ سے اجازت نہیں لی۔ کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ تمہیں یہ اوراد کس لئے پڑھائے تھے۔ یعنی ان اوراد کو پڑھنے کیلئے ہی تو پڑھائے تھے۔ اس وقت اس فقیر کی تشفی ہو گئی۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایک دن حضرت محبوبؒ اپنی مسجد میں تونسہ شریف میں عصر کے وقت تشریف فرما تھے اور عزیزان اہل صفہ مثلاً مولوی نور جہانیاں صاحب بہاول پوریؒ، مولوی شہسوارؒ وغیرہ اور یہ کاتب الحروف بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پیرانِ عظام کے عمل دو رسالوں پر ہیں۔ ایک تقسیم اوقات عربی رسالہ ہے جو چہل و دو نسخہ کے رسائل سے ہے جو حضرت مظہر اللہ الدائم الصمد شیخ محمدؒ کی تصنیف ہے اور دوسرے اورادِ نصیریہ جن کے مولف حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی اللہ اودھی ہیں۔ پس آپ نے اپنے خلفا کو فرمایا کہ تم بھی ان کی نقل کر لو۔ اور ان پر عمل کرو اور ان اوراد کو پڑھا کرو۔ پس حضرت صاحبؒ

کے جو خلفاء اس وقت حاضر تھے انہوں نے دونوں رسائل نقل کر لئے۔ عاجز نے بھی نقل کر لئے۔ اس کے بعد جب حضرت صاحبؒ کے ہمراہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں آئے اور تقسیم اوقات کو حرف بحرف حضرت محبوبؒ سے پڑھا تو جب رسالہ مذکور میں اورادِ نصیریہ کا حوالہ آیا تو فرمایا کہ اسے بھی لکھ لو اور پڑھو۔ بس اس دن سے میں نے اورادِ نصیریہ پڑھنے شروع کئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس ہشتم:- ایک دفعہ کاتب الحروف اور میاں صاحب غلام رسول خاں جیو ماکو افغاں، ہم دونو نے ایک مرقع کابستی تاج سرور میں حضرت صاحبؒ سے پڑھنا شروع کیا۔ ایک دن ہمارے سبق میں سات اسماء الٰہی کا ذکر آیا اور اس کی زکوٰۃ کا ذکر آیا اور اس کے فوائد ظاہری و باطنی کشائش کے لئے بہت لکھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ان اسمائے الٰہی کی زکوٰۃ نکالو۔ ہم دونوں نے اس کی زکوٰۃ شروع کر دی۔ میاں صاحب غلام رسول خاں جیو ایک حجرہ میں بیٹھ کر زکوٰۃ دیتے تھے۔ اور یہ فقیر حضرت غلام محمد صاحب کیٹری ڈالاؒ جو حضرت قبلہ عالمؒ کے خلفاء میں سے تھے کے مزار پر بیٹھ کر زکوٰۃ دیتا تھا اور کبھی غلبۂ شوق حضرتؒ اور ان کے دیدار کے اضطراب میں آپ کے بنگلہ کے دروازہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا اور وہ اسماء پڑھتا تھا۔ ایک دن یہ فقیر حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کے دروازہ پر یہ اسماء پڑھ رہا تھا اور حضرت صاحبؒ بنگلہ شریف کے اندر چاشت کے وقت خلوت میں مشغول تھے کہ اتنے میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے لانگری چچا غلام رسول صاحب حضرت صاحبؒ کے پاس خلوت میں گئے اور عرض کیا کہ یا حضرتؒ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے زمانہ میں لنگر کے انتظام میں مصروف رہتا تھا۔ اور طلب خدا سے غافل تھا۔ اور اب میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں اور میری کمر خم ہو گئی ہے اب میرے دل میں طلب خدا پیدا ہوئی ہے۔ آپ حضرت قبلہ عالمؒ کی جگہ ہیں۔ مجھے ایسا سیدھا راستہ بتا دیں کہ مقصودِ حقیقی تک پہنچ جاؤں۔ فرمانے لگے آج تمہارے لئے حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار شریف پر عرض کروں گا۔ وہ اس دن واپس چلا گیا۔ اگلے دن پھر اسی چاشت کے وقت آیا

اور وہی عرض کی اور پوچھا کہ حضرت آپ نے میرے لئے مزارِ مبارک پر عرض کی ہو گی. فرمایا کہ ہاں کہنے لگا مجھے اب خدا کے راستے کی تلقین فرمائیں۔ اور مجھ پر پوری توجہ فرمائیں. حضرت صاحبؒ نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا.

؎ طبیبِ عشق سے پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا واجب ہے تجھ کو صورتِ یوسف کا دم کرنا

وہ یہ اشارہ نہ سمجھا اور کہنے لگا میں نہیں سمجھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے۔ فرمایا

؎ واجب ہے تجھ کو صورتِ یوسف کا دم کرنا.

اب سمجھا کہ صورتِ شیخ کے مراقبہ کی طرف اشارہ ہے کہنے لگا کہ یا حضرت اب وہ صورت مجھے یاد نہیں رہی تقریباً سترہ سال ہو گئے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالمؒ وصال پا گئے۔ اب صورتِ قبلۂ عالمؒ کا تصور کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا یہ تصور کر کے بیٹھ کہ میرا مرشد میرے دل میں موجود ہے۔ پس وہ اس روز سے اِس شغل میں مصروف ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

مجلس نہم: ایک دن حضرتِ محبوبؒ نماز عصر کے بعد تونسہ شریف کی مسجد میں مصلّٰے پر بیٹھے تھے. علماء، فقرا اور عزیزان اہل صفہ بھی حضرت کی مجلس کے حلقہ میں موجود تھے۔ یہ عاجز بندہ بھی بیٹھا تھا. جب مغرب کا وقت قریب آ گیا تو حضرتؒ تجدید وضو کے لئے اُٹھے اور حاضرین بھی حضرت صاحبؒ کی تعظیم کے لئے اُٹھے. جب وضو کر کے حضرت صاحبؒ پھر اپنے مصلّٰے پر بیٹھ گئے تو ایک طالب علم نے جو شور کے بلدہ کا رہنے والا تھا، گستاخی کی اور کہا کہ یا حضرت کیا یہ جائز ہے کہ لوگ مسجد میں آپ کی تعظیم کے لئے اُٹھیں اور سجدہ کریں کہ مسجد میں کسی کی تعظیم بھی جائز نہیں ہے اور سجدۂ تعظیم بھی حرام ہے بلکہ کفر تک پہنچاتا ہے۔ آپ نے بڑی نرمی سے فرمایا کہ میں کب کسی کو کہتا ہوں کہ مسجد میں یا کسی دوسری جگہ بھی میری تعظیم کرو اور مجھے سجدہ کرو۔ اُس وقت ایک بوڑھا عالم ولایت خراسان سے آیا ہوا تھا. وہ اس طالب علم کی

طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ پیر، استاد، ماں، باپ، علماء، سادات کی تعظیم مسجد میں جائز ہے کیوں کہ مسجد میں تعظیم نہ کرنے کے بارہ میں جو حدیث ہے وہ یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لا تُعَظِّمُونِی فِی بَیْتِ رَبِّی" (کہ اللہ کے گھر یعنی مسجد میں میرا غیر معمولی احترام نہ کیا کرو) جس سے یہ معنی ہیں کہ نماز کی حالت میں مسجد میں میری تعظیم نہ کرو اور حدیث کے فرمانے کا باعث یہ تھا کہ ابتدا میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے۔ صحابۂ کرامؓ نماز میں بھی ہوتے تو نماز توڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجالاتے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کام سے منع فرمایا کہ حالتِ نماز میں مسجد میں میری تعظیم نہ کرو۔ پھر اُس عالم نے کہا کہ یہ جو تو نے سجدۂ تعظیم کے بارہ میں کہا ہے یہ بھی جائز ہے۔ پیر، استاد، پیغمبر اور بادشاہ کو کیوں کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں ایک سجدۂ عبادت، دوسرا سجدۂ تعظیم۔ کہ دونوں نصِ قرآن سے ثابت ہیں۔ سجدۂ عبادت کے بارے میں قرآن پاک میں ہے "فَاسْجُدُوا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوا وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔ (اللہ کو ہی سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے سامنے سجدہ ریز ہے) اور یہ آیات شانِ سجدۂ عبادت کے بارہ میں ہیں۔ اور عبادت و معبودیت کی شرط اس جگہ ہے جیسا کہ فرمایا۔ "ان کنتم ایاہ تعبدون"۔ اور حدیث شریف میں جو حق تعالٰے کے علاوہ کسی دوسرے کو سجدہ کرنے سے منع کے بارہ میں ہے تو وہ اِسی سجدۂ عبادت کے سلسلہ میں ہے کہ قال علیہ السلام "مَنْ سَجَدَ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ کَفَرَ"۔ (جس نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ کیا اس نے کفر کیا) اس لئے یہ درست ہے کہ جو غیر حق کو معبود جان کر سجدۂ عبادت کرے کافر ہو جائے۔ کیونکہ سجدۂ عبادت حق تعالٰے کے سوا کسی اور کے لئے روا نہیں ہے۔ البتہ سجدۂ تعظیم بھی نصِ قرآن سے ثابت ہے کہ قولہٗ تعالٰی ــــ "وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ"۔ (ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کا سجدہ کرو تو سوائے ابلیس

کے سب نے ایسا ہی کیا) نیز حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں ہے۔
"خَرُّوا لَہٗ سُجَّدًا" وہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ پس یہ سجدہ مباح ہے کہ اگر کوئی اپنے والدین، پیر، استاد یا بادشاہ کو کرے تو کافر نہیں ہوتا۔ وہ طالب علم یہ درست جواب سن کر خاموش ہو گیا اور کچھ نہ کہا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ سجدۂ تعظیم میں اختلاف ہے مگر مشائخ وصوفیا متفق ہیں کہ یہ مباح ہے اور بہت سے فقہا ومفسرین بھی اسے مباح کہتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ جو سجدہ خدا کو کیا جاتا ہے وہ عبادت کا ہوتا ہے اور جو غیر اللہ کا ہوتا ہے وہ سجدہ احترام ہوتا ہے۔
ابو قتادہ کہتے ہیں کہ سجدہ کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک احترام کا دوسرا عبادت کا۔ احترام کا سجدہ آدم کو فرشتوں نے کیا اور عبادت کا سجدہ صرف اللہ کے لئے ہی مخصوص ہے۔
ابن عباس کہتے ہیں "کہ تعظیمی سجدہ تو ایک قسم کا سلام ہے"۔ جامع الصغیر میں لکھا ہے کہ "اگر مرشد کے ہاتھوں پر مرید اپنے رخسار رکھ دے تو کوئی حرج نہیں"۔
فتاوی تسہیریہ میں لکھا ہے کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیمی سجدہ عبادت تو صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے البتہ تعظیمی پانچ مقامات پر جائز ہے
(۱) قوم اپنے نبی کو یہ سجدہ کر سکتی ہے (۲) مرید اپنے مرشد کو (۳) رعایا اپنے بادشاہ کو (۴) اولاد اپنے والدین کو (۵) اور غلام اپنے آقا کو تعظیمی سجدہ کر سکتا ہے ان پانچوں مقامات پر یہ سجدہ کرنے کی اجازت ہے۔
فتاوی سراجی میں درج ہے کہ اگر انسان تعظیمی سجدہ کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔
فتاوی خانی میں مرقوم ہے کہ اگر نماز کے باہر کوئی شخص بادشاہ کو سجدہ صرف احتراماً کرتا ہے تو کافر نہیں ہوتا۔

ظہیریہ کی کتاب کنز العباد میں لکھا ہے کہ بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ کنز العباد میں درج ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سرکاری حاکم کے سامنے زمین کو بوسہ دے اور اس کا مقصد صرف تعظیم کرنا ہو تو آدمی کافر نہیں ہوتا۔ کیوں کہ وہ عبادت نہیں کر رہا بلکہ تعظیم کر رہا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح میں مندرجہ ذیل حدیث موجود ہے کہ زراع رضی کہتے ہیں کہ ہم عبدالقیس رضی کے وفد میں شریک ہوکر مدینہ پہنچے تو جلدی سے ہم کجاوی سے اترے اور حضور رسالت مآب کے ہاتھ اور قدم چومے (ابوداؤد)

مجلسِ دہم:۔ ایک دن حضرت صاحب رح نماز عصر کے بعد مصلّٰے پر تونسہ شریف کی مسجد میں بیٹھے تھے۔ اور عزیزان اہلِ صفہ و علمائے ثقہ بھی بیٹھے تھے یہ کاتب الحروف بھی بیٹھا تھا۔ حضرت محبوب مسبعاتِ عشرہ تسبیح درود اور اللہ الصمد سے فارغ ہو کر، کہ یہ آپ کا اصول تھا، تجدید وضو کے لئے اُٹھے اور طہارت استنجا کے بعد کھڑے تھے، مولوی محمود مفتی، حضرت صاحب رح اور یہ فقیر اور چند علمأ و فقرا بھی حاضر کھڑے تھے تو حالتِ وجد اور تحرک و رقص کے سلسلہ میں بات چل نکلی کیونکہ اس سے پہلے نماز ظہر اور تلاوت سے فراغت کے بعد جب حضرت صاحب رح بنگلہ شریف میں بیٹھے تھے تو سردار خاں بخاری رح کو جو حضرت صاحب رح کے یارانِ مجاز میں سے تھا، حالتِ وجد ہوئی تھی کہ اس کی ہیبت سے مولوی مفتی محمود رح مجلس سے بھاگ گئے تھے۔ حضرت صاحب رح اس کے بھاگنے پر مسکرائے تھے۔ یہ کاتب الحروف کہتا ہے کہ سردار خاں مذکور کو عجیب قسم کی حالت ہوئی تھی۔ کہ جب بھی کوئی مشائخ سلسلۂ چشتیہ میں سے کسی شیخ کا نام اس کے سامنے لیتا تو اُسے اس قدر جذبہ و حالت ہوتی کہ اپنی جگہ سے وجد کرتا آتا اور اس شخص کے سینہ پر بیٹھ جاتا جس نے نام لیا ہو۔ اور وجد کرتا جب تک لوگ اُسے نہ چھڑاتے وہ اس کی پشت یا سینہ سے نہ اترتا۔ اس وجہ سے مفتی محمود رح اس کے وجد کے وقت مجلس سے بھاگ گئے تھے۔ اور حضرت صاحب رح بھی اُس کی اس حالت سے بے زار ہو گئے تھے اور حضرت صاحب رح نے عین کچہری میں اس فقیر کے سامنے اُسے سخت سست کہا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ بیل تمہیں یہ حالت نہیں بلکہ آزار ہے کہ تو لوگوں کو مارتا ہے اور اُن کے سینہ پر سوار ہوتا ہے۔ ورنہ ہم نے بھی درویشوں کی حالت کو دیکھا ہے۔ پس عصر کے بعد تجدید وضو کے وقت جب

آپ استنجا وطہارت سے فارغ ہوئے تو وہ پھر آگیا۔حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ رسالہ تشیریہ میں لکھا ہے کہ جو شخص حال میں اپنی جگہ سے وجد کی حالت میں عمداً اٹھتا ہے تو اس کا درجہ معرفت کم ہوجاتا ہے مولوی محمودؒ نے عرض کیا کہ یا حضرت بہت سے کامل صاحبِ ارشاد بزرگوں کو حالتِ وجد میں رقص وحرکت کرتے دیکھا ہے بلکہ جناب کو بھی اپنی آنکھوں سے ایسا کرتے دیکھا ہے۔کہ آپ نے بہت وجد وحرکت کی۔قاضی صاحب عاقل محمدؐ صاحبؒ کو بھی دیکھا ہے کہ حالت میں بہت وجد ورقص کے لئے اُٹھتے تھے۔آپ نے فرمایا کہ ابھی نقص تھا جو حالت کے وقت وجد کرتے تھے۔یہ بات سُن کر مولوی مذکور خاموش ہوگئے۔کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ کا وجد کے بارہ میں پہلا فرمان حکمت وتنبیہ کے لئے تھا۔عمداً اور بے خودی کے بغیر وجد کرنے والوں کے لئے۔تاکہ کوئی شخص حالت میں اپنے اختیار سے اپنی جگہ سے نہ اُٹھے۔اور دوسری بات اپنے موافقِ حال تھی کہ برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے باہر ٹپکتا ہے۔یعنی کمالیت میں نقص نہیں فرمایا تھا بلکہ اِن کے حال کے نقص کے بارہ میں فرمایا تھا۔مردِ کامل کو کمالیت اُس وقت حاصل ہوتی ہے کہ اِس کی سیر فی اللہ تمام ہوجائے اور سیر فی اللہ میں قدم رکھا ہو مگر سیر فی اللہ میں انتہا نہ ہوئی ہو تو جتنا اوپر ہوجائے اُس سے بھی اوپر درجہ ہے۔لہٰذا حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ مَنِ اسْتَویٰ یومان فَھُوَ مَغْبُوْنٌ" (جو شخص ایک مقام پر دو دن رہا گویا وہ خسارہ میں رہا) اور یہ اشارہ ہے کہ:

ے دل چہ مے بندی دریں فانی جہاں ۔ ایں جہاں را ہم جہانے دیگر است

اے کہ تو فانی جہاں میں کیا دیکھتا ہے کہ اس مرتبہ سے اوپر ایک اور مقام ہے پس ہمارے حضرت صاحبؒ ایک ایسے مقام پر تھے اور اس مقام کی خود خبر دی ہے۔دگرنہ نہ آپ نے صاحبانِ وجد کے عیب کا ذکر کیا اور نہ اپنے کمال کا نقص بیان فرمایا۔اس بات کو کوئی خاص آدمی ہی سمجھ سکتا ہے اور اس کا ذائقہ بھی کسی خاص آدمی کو نصیب ہوتا ہے۔

گیارہویں مجلس:- ایک دن حضرت صاحبؒ تونسہ شریف کے بنگلہ میں تشریف فرما تھے۔ بات رضائے مولا اور رضا و تسلیم کے بارہ میں ہو رہی تھی فرمایا کہ بندہ کو چاہیئے کہ حق کے فعل پر راضی رہے چاہے ظاہراً اس کے حق میں برا نظر آئے اِس لئے کہ خدا کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ خدا کرتا ہے بندہ کے حق میں بہتر ہی کرتا ہے۔ مگر ہمیں۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ ایک ابدال پرواز میں تھا۔ دریا پر بارش ہو رہی تھی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ حق تعالےٰ دریا پہ بارش برسا رہے ہیں مگر یہاں کیا ضرورت تھی اگر زمین پہ بارش برساتے تو سبزہ، گھاس اور غلہ اُگتا تاکہ مخلوق کو فائدہ پہنچتا۔ صرف یہ اعتراض دل میں آیا ہی تھا کہ اِس ابدال کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے اور زمین پر گر پڑا اور اس کا درجۂ ابدال سلب ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

بارہویں مجلس:- ایک دن مغرب کی نماز اور وظائف و نوافل کے بعد یہ فقیر حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کے سامنے شمال کی طرف بستی تاج سرور میں بین العشائین کی مشغولی میں بیٹھا تھا۔ میرے بھائی مولوی صاحب حافظ نور الدین ڈھڈی، جو حضرت صاحبؒ کے یاران مجاز میں سے تھے۔ اور صاحبِ ذوق تھے اِس فقیر کی ملاقات کے لئے آئے اور اِدھر اُدھر کی گفتگو کے بعد فرمانے لگے کہ اے نجم الدین آ آج حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جا کر عرض کریں۔ کہ ہم پر توجہ فرمائیں۔ میں نے کہا بہتر ہے اس سلسلہ میں حضرت صاحبؒ کی ہیبت مشہور تھی کہ جو کوئی کسی غرض کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا جب سامنا ہوتا تو تمام بات بھول جاتی اور لرزاں و ترساں واپس آجاتا۔ جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

شعر ہیبت از حق است ایں ز خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

ہمارے دل پر بھی ہیبت آگئی۔ آخر مولوی صاحب نے کہا کہ اے بھائی حضرت صاحبؒ

کی خدمت میں جانے کی جرات نہیں ہے کہ اِن کی ہیبت جانے نہیں دیتی۔ آیہاں ہی مراقبہ میں حضرت صاحبؒ سے رخِ انور کا تصور کر کے عرض کریں۔ آخر ہم نے ایسا ہی کیا مگر ہماری تسکین نہ ہوئی۔ میں نے اصل بات کہہ دی کہ عرض کئے بغیر اطمینان نہیں ہے۔ کہنے لگا پہلے تو جا اور عرض کر۔ پھر بعد میں میں جاکر عرض کروں گا۔ پس یہ فقیر مصلّہ سے اُٹھا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا۔ آں جناب اُس وقت اپنے بنگلہ شریف کے باہر شمال کی طرف اپنے مصلّہ پر مراقبہ میں مشغول تھے۔ میں آہستہ آہستہ گیا اور حضرت صاحبؒ کے سامنے بیٹھ گیا اور مولوی نورالدین صاحب ہمارا سوال جواب سننے کے لئے چھپ کر بنگلہ شریف کے شمال مغربی کونہ پر کھڑے تھے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت صاحبؒ نے آنکھ کھولی اور میری طرف دیکھا اور پوچھا میاں نجم الدین ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں قبلہ فرمایا اِس وقت کیوں آیا ہے۔ میں نے عرض کیا قبلہ مجھ پر توجہ فرمائیں کہ آج آپ کی توجہ خصوصی کا امیدوار ہوں فرمایا کیا آج تک میری توجہ تم پر نہیں ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ یہ تمام سوز و گداز ذوق و وجد جو تجھے حاصل ہے کہاں سے ہے۔ اور ہر سال جو صدہا کوس سے بھاگ کر میرے پاس آتا ہے کیا خود آتا ہے۔ اے میاں تسلی رکھو یہ سب میری توجہ ہے۔ ورنہ کسی کی طاقت نہیں ہے کہ میری طرف ایک قدم بھی اٹھائے اور جب تک میں کسی کو اپنی طرف نہ کھینچوں کوئی میرے نزدیک نہیں آتا۔ اِس لئے اے دوست اپنے اوقات کو کم نہ کر۔ حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہا کر۔ میری توجہ تم پر ہے میں نے عرض کیا قبلہ غلام کی کیا طاقت ہے کہ اوقات کو کم کروں۔ یہاں بھی آپ ہی کی توجہ کام آئے گی۔ فرمایا خوش رہو کہ میری توجہ تم پر ہے پس فقیر رخصت ہو کر اُٹھ کر آگیا۔ میرے بعد مولوی صاحب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ قبلہ اِس غلام کو اپنے دامن سے دور نہ رکھیں۔ فرمایا میں دور نہیں کروں گا۔ مگر اِن کی زبان نے زیادہ ساتھ نہ دیا کہ حضرت صاحب سے اور عرض کریں۔ فرمایا جاؤ۔ وہ اُٹھ کر آگئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

تیرھویں مجلس:۔ ایک دن بستی تاج سرور میں حضرت محبوبؒ بنگلہ شریف کے سامنے مشرق کی جانب نماز ظہر و تلاوتِ قرآن سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے۔ مولوی قادر بخش صاحبؒ جو یارانِ مجاز میں سے تھے اور دیگر عزیزانِ اہلِ صفہ اور یہ فقیر بھی بیٹھے تھے اور قوال پیر بخش حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف کے سامنے یہ غزل گا رہا تھا۔

در حسن نکو رویاں زیبا ہمہ او دیدم
در چشم نکو خوباں پیدا ہمہ او دیدم
دیدم ہمہ بتّا نہا صحرا و بیاباں ہا
او بود گلستاں ہا صحرا ہمہ او دیدم
ہاں اے دلِ دیوانہ بخرام بمے خانہ
کاندر خُم و پیمانہ شیدا ہمہ او دیدم
در مے کدہ ساقی شو جویائی عراقی شو
مے درکش باقی شو کو را ہمہ او دیدم

جب یہ غزل اِس فقیر نے سُنی۔ میں حضرت محبوبؒ کے سامنے بیٹھا تھا۔ میں نے ہر چند ضبط کیا مگر نہ ہو سکا۔ گریۂ رقت اور بے تابی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ بنگلہ شریف کے احاطہ کی دیوار کا دروازہ بند تھا۔ اِس دروازہ کو کھولنے کی ہوش نہ رہی۔ لاچار اچھل کر دیوار سے دوسری طرف گرا اور خانقاہ قبلۂ عالمؒ میں گیا۔ فقیر پر بڑی دیر تک غلبۂ وجد رہا یہاں تک کہ اپنے تمام کپڑے سوائے پاجامہ کے پیر بخش قوال کو دے دیئے۔ جب ہوش آیا اپنے ڈیرہ میں آیا۔ موسم سرما تھا۔ میرے پاس اور کپڑے نہ تھے۔ خدا بخش لانگری کے بھائی غلام رسول لانگری نے حضرت محبوبِؒ خدا کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ قبلہ نجم الدین نے اپنے تمام کپڑے پیر بخش قوال کو دے دیئے ہیں۔ فرمایا کہ وہ تھان کھدر کا جو کانٹی والا کے ہندوستانی نذر لائے تھے اسے لاؤ تاکہ اس کے کپڑے تیار کریں۔ غلام رسول وہ تھان کاڑھے کا لایا اور مجھے دیا کہ تجھے حضرت صاحبؒ

نے دیا ہے۔ میں وہ ہے کہ قاضیان کا نٹے والا کے ڈیرہ پر گیا تاکہ وہ میرے کپڑے کُرتہ وغیرہ تیار کریں۔ انہوں نے تیار کیا۔ میں اِس بات سے ناواقف تھا کہ انہوں نے ہی گاڑھے کا تھان حضرت صاحبؒ کی نذر کیا ہے۔ اِن کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ حافظ غلام نظام الدین صاحب سکنہ بلدہ کانٹی جو نارنول کے قریب ہے۔ بھی حضرت محبوبؒ کے مرید ہیں اس فقیر سے محبت واعتقاد کمال رکھتے ہیں انہی نے میرے سامنے بیان کیا کہ ہمیں تم پر اُس دن سے اعتقاد ہے کہ تو ہمارے پاس وہ تھان گاڑھے کا اپنا کرتہ تیار کرنے کے لئے لایا تھا۔ میں نے کہا کس طرح انہوں نے کہا کہ وہ تھان ہم ہی نے حضرت صاحبؒ کی نذر کیا تھا اور نذر کے وقت عرض کیا تھا کہ حضور اس گاڑھے کے تھان کا سوت ہماری خانہ نشین عورتوں نے آپ کے ساتھ کمال عقیدت ومحبت رکھتے ہوئے کاتا ہے اور انہوں نے عرض کیا ہے کہ اس کپڑے سے حضور اپنا کُرتہ تیار کریں۔ اور اپنے وجود مبارک پر پہنیں۔ تاکہ ہمیں سعادت دارین حاصل ہو جائے۔ حضور نے فرمایا تھا کہ ہاں میں خود پہنوں گا۔ اب جبکہ آپ کو یہ تھان عنایت فرمایا ہے اور تو وہ تھان ہمارے پاس لایا ہے تاکہ اپنے کپڑے تیار کرائے۔ بس میں نے جاکر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلہ ہم وہ تھان حضور کے واسطے لائے تھے اور ہمارے اہل پردہ کی مراد و آرزو تھی کہ آپ اس تھان کے کپڑے اپنے وجود مبارک پر پہنیں۔ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ جب وہ پہنے گا تو سمجھ لو کہ ہم نے پہن لئے۔ یہ بات سن کر کہ تم پر حضرت صاحبؒ اتنی شفقت فرماتے ہیں۔ ہمیں تمہارے ساتھ بہت اعتقاد ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

چودھویں مجلس: ایک دن یہ فقیر کاتب الحروف حضرت صاحبؒ کی خدمت میں چاشت کے وقت گیا۔ حضرت صاحبؒ مراقبہ میں تھے جب آنکھ کھولی تو مجھے دیکھا۔ فرمایا۔ اے گبرو آ کیسے آیا۔ میں نے عرض کیا قبلہ چند معروضات کے لئے حاضر ہوا ہوں اگر قبول فرمائیں تو عرض کروں۔ فرمایا کہو

میں نے پھر عرض کیا کہ اگر قبول فرمائیں تو عرض کروں۔ فرمایا کہو قبول ہے۔ میں نے کہا قبلہ میری پہلی عرض یہ ہے کہ میرا گھر سنگھڑ شریف سے تقریباً تین سو کوس پر ہے اور فقیر کا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ جب تک زندہ رہوں آپ کی خدمت میں تونسہ شریف حاضری دیتا رہوں۔ اگر کسی وقت کسی عذر کی وجہ سے یا تقدیر الٰہی سے آپ کی خدمت میں غلام حاضر نہ ہو سکے تو میں جہاں بھی ہوں آپ میری مدد فرمائیں۔ فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ تیری مدد پر پہنچیں گے۔ پھر فرمانے لگے اور آکھ یعنی اور عرض کر۔ میں نے کہا دوسری عرض ہے کہ جب تک زندہ رہوں آپ کی محبت آپ کا عشق مجھ پہ غالب رہے اور روزِ حشر بھی آپ کا قرب نصیب ہو۔ فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہی ہوگا۔ پھر مسکرا کر فرمایا اور آکھ یعنی اور کچھ کہو۔ میں نے عرض کیا۔ تیسری درخواست یہ ہے کہ یہ غلام اجازت و خلافت کے لائق نہ تھا۔ اور اس کا حوصلہ اور استعداد نہ رکھتا تھا مگر جب آپ نے غلام نوازی و سگ پروری فرما کر اس ناکارہ کو اس جلیل القدر مقام سے سرفراز فرمایا ہے تو مجھے شرم آتی ہے۔ اس لئے جو بھی میرے ہاتھ آپ کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو حضور ہی اس کے ذمہ دار ہیں فرمایا ہاں۔ پھر مسکرا کر فرمایا۔ بس کر دیا۔ میں نے کہا بس اب اور کچھ نہیں سوجھتا فرمایا تسلی رکھ تیری یہ تینوں درخواستیں قبول ہیں۔ اسی طرح ایک دن اس سے قبل یا بعد میں خلوت میں مشغول تھا اور اپنے وطن کی طرف روانگی کے دن قریب آرہے تھے اور حضرت صاحبؒ کے فراق کا خیال دل میں آرہا تھا اور میں رقت و گریہ زاری میں تھا حتیٰ کہ روتا روتا حضور کی خلوت میں چلا گیا۔ فرمایا کیوں روتا ہے۔ عرض کیا کہ حضور میری قسمت میں حضور کا فراق ہے۔ کہ کس اشتیاق و بے تابی سے آپ کی خدمت میں آتا ہوں اور دو تین ماہ رہ کر پھر اجازت لیتا ہوں اور واپس جاتا ہوں فرمایا غم نہ کر۔ اگر ہم سے ہزار کوس پرے بھی ہو گے مگر ہماری محبت تمہارے دل میں ہوگی۔ تو ہمارے قریب ہی ہو گے مگر جس کے دل میں ہماری محبت نہیں وہ

چاہے ہمارے قریب ہو وہ ہمارے قریب نہ ہوگا۔

؎ بیرون و درون بہ از درون و بیرون۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک

پندرھویں مجلس

:- ایک مرتبہ یہ فقیر کاتب الحروف محبوبِ ربانیؒ کے ہمراہ سنگھڑ شریف سے حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر بلدہ تاج سرور آیا ہوا تھا اور اس سال حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ پسر و خلیفہ و سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ کا وصال ہوا تھا۔ ایک دن حضرت صاحبؒ نماز ظہر اور تلاوت قرآن مجید کے بعد اپنے بنگلہ شریف میں بیٹھے تھے اور عزیزانِ اہل صفہ اور فقیر بھی حلقۂ مجلس میں تھے کہ حضرت خواجہ محمود صاحبؒ پسر بزرگ حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آئے اور اپنے والد صاحب کے وصال کا تذکرہ کیا۔ کہ یا حضرت اگرچہ میرے والد صاحب ہمیشہ ذکرِ خدا میں مستغرق رہتے تھے۔ مگر جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو ماسوا اللّٰہ سے بالکل منقطع ہوگئے اور کسی کی طرف التفات نہ کرتے تھے اور شب و روز مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ پھر کہنے لگے یا حضرت میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت قبلہ عالمؒ کے مریدوں کو دیکھا ہے کہ اگرچہ ابتدائے حال میں پریشان قدم تھے مگر جب ان کے وفات کے دن قریب آئے تو متوجہ الی اللّٰہ ہوگئے اور ماسوا سے منقطع ہو گئے اور ان کا خاتمہ عجیب نوع سے ہوا۔

حضرت صاحبؒ نے یہ بات سُن کر آہِ سرد بھری اور فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب حضرتؒ کی دوکان بھی عجیب دوکان تھی۔ جو اسلحہ بیچا جاتا ہے وہ دوکان کے اعتبار پہ بیچا جاتا ہے۔ اگر دوکان معتبر ہو تو اسلحہ کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہہ دیتے ہیں کہ بھئی اُس دوکان کا ہے کیا دیکھنا ہے۔ پھر فرمایا کہ جن دنوں میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں رہتا تھا تو آں قبلہ کے درویشوں میں سے میں نے کسی کو بھی ہوش و خودی میں نہیں دیکھا۔ یعنی حضرتؒ سے ہر عام و خاص برابر تھے۔ پھر فرمایا کہ میں مہار شریف میں میاں خدا بخش مہار بن حافظ محمد مسعود مہار

جو حضرت قبلۂ عالمؒ کے استاد تھے۔ ان کے ہاں مشغول رہتا تھا۔ اور دو درویش باپ بیٹا جو میرے پیر بھائی تھے وہ بھی اسی مسجد میں رہتے تھے۔ جب سردی کے دن آئے تو اگر وہ میرا کپڑا رات کے وقت اپنے اوپر لے لیتے تو مجھے ہرگز خیال نہ آتا کہ میرا کپڑا کیوں لے لیا ہے اور اگر ان کا مرقعہ میں سردیوں میں اپنے اوپر لے لیتا تو انہیں یہ خیال نہ آتا۔ یعنی تمام پیر بھائی ایک دوسرے میں فنا تھے اور مَیں وتُو کا معاملہ ان میں نہ تھا۔

پھر فرمایا ایک دن اسی مسجد میں دیوانِ حافظ کی کتاب میرے ہاتھ میں تھی اور میں بلند آواز میں ترنم سے پڑھ رہا تھا۔ ناگاہ حضرت قبلہ عالمؒ اندر آ گئے مَیں نے وہ کتاب رکھ دی اور خاموش ہو گیا۔ مسکرا کر فرمایا۔ یارو کیا شور ہو رہا تھا؟ مسجد سے بہت اچھی آواز آ رہی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مَیں کچھ پڑھ رہا تھا۔ فرمانے لگے ہمیں بھی کچھ سناؤ۔ میں نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

؎ کمالِ صنعتِ مشاطہ شاہد۔ کہ روئے زشت را زیبا نماید

یعنی میں نے یہ شعر اپنے حسبِ حال پڑھا۔ کیوں کہ پیر مرید کا مشاطہ ہے۔ پیر کامل کا کمال یہ ہے کہ مرید اگر بد حال ہو اسے کمالیت تک پہنچائے۔ جب حضرت صاحبؒ نے یہ بیت پڑھا تو حضرت قبلۂ عالمؒ خوش ہوئے اور فرمایا کہ بہت اچھا شعر پڑھا اب ہم سے بھی سنو۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ مگو کہ پیر شدی ذوق عاشقیت نماند
شراب کہنہ ما مستی دگر دارد

کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ نے پہلا مصرع پڑھا تو منشی محمد واصل کو اسی وقت وجد ہو گیا۔ اُس نے نعرہ مارا۔ اس فقیر پر بھی اس شعر مذکور نے جو سراسر میرے حسبِ حال تھا۔ اثر کیا اور ایسا دل کا حال ہوا کہ بیان میں نہیں آ سکتا لیکن میں نے ضبط کیا۔ جتنا ضبط کرتا تھا دل کا جوش زیادہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضرت صاحبؒ نماز عصر کے وضو کے لئے اُٹھے اور

وضو میں مشغول ہو گئے۔ تو مَیں بھی آں جناب کے روبرو کھڑا تھا۔ اس وقت ابھی اِس شعر کا اثر میرے دل میں موجود تھا، مجھ پہ پھر حالت طاری ہو گئی اور بے اختیار گریہ وزاری اور نعرہ و فغاں کی حالت ہو گئی اور رقص و وجد میں ہو گیا حضرت صاحبؒ وضو کر کے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ شریف میں چلے گئے اور فاتحہ کے بعد خانقاہ کی مسجد میں عصر پڑھ کر بدستورِ سابق وہیں بیٹھ گئے اور میں تنہا گریہ وزاری میں حضرت صاحبؒ کے بنگلہ کے صحن میں وجد میں غلطاں و پیچاں تھا۔ اور مجھے ہوش نہ تھا۔ کہ نمازِ عصر پڑھوں غروب کا وقت قریب تھا۔ حضرت صاحبؒ نے احمد خاں افغان مل زئی کو بھیجا۔ وہ میرا ہم سبق تھا یعنی اِن دنوں ہم دونوں حضرت صاحبؒ سے سیر الاولیاء کتاب پڑھتے تھے۔ وہ مردِ صالح تھا۔ آج کل والئی بہاولپور کے پاس عہدۂ وزارت میں مبتلا ہے اور اب بے چارہ مظلوم حالت میں درجۂ شہادت کو پہنچ گیا ہے۔ الغرض وہ آیا اور اس نے مجھے وضو کرایا۔ مَیں نے نماز پڑھی۔ مگر جوش اُسی طرح باقی تھا۔ یہاں تک کہ تمام رات مجھے نیند نہ آئی۔ میں بنگلہ شریف کا طواف کرتا رہا۔ جب حضرت صاحبؒ نمازِ تہجد کے وضو کے لئے اُٹھے تو میں حاضر کھڑا تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے آپ نے میری چادر لے کر اپنا روئے مبارک صاف کیا اور پھر حجرہ میں مشغول ہو گئے۔ دن چڑھ گیا میں نے جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی حضرت صاحبؒ پھر حجرہ میں مشغول ہو گئے۔ جب اشراق کا وقت آیا تو میری بے تابی ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ میں حجرہ میں گیا اور قدم بوس ہو کر رونے لگا۔ اور وہ بیت مذکور پڑھنے لگا:

ست: کمالِ صنعتِ مشاطہ شاہد۔ کہ روئے زشت را زیبا نماید

حضرت صاحب نے میرے حال پہ بڑی شفقت فرمائی اور مجھے بے حد تسلی دی اور فرمایا کہ اے عزیز اصل کام ریاضت و مجاہدہ ہے جس نے جو پایا مجاہدہ سے پایا میں نے یہ شعر پڑھا:

حضرت صاحبؒ کو اِس شعر پہ ذوق آگیا۔ آپ نے اپنی زبان مبارک سے دو تین دفعہ یہ شعر پڑھا اور سر کو جنبش دی ہیں تے پھر یہ شعر پڑھا:

شعر آنکہ بہ تبریز دید یک نظرے شمس دیں
طعنہ زند بر دہ سخرہ کند بر چلہ

پس جبکہ ریاضت و مجاہدہ کا حکم ہوا تھا میں نے عرض کیا کہ اگر حضور کی مرضی ہو تو طے کا روزہ رکھوں۔ فرمایا بھوکے رہنے کو ریاضت نہیں کہتے ہماری ریاضت وہ ہے جو تمہیں بتائی تھی کہ ایک لحظہ بھی شغل پاس انفاس اور وقوف قلبی سے غافل نہ رہو اور ہماری ریاضت یہی ہے:

شعر ترا یک پند بس در ہر دو عالم ۔ کہ بر نائد ز جانت بے صدا دم
اگر تو پاس داری پاس انفاس ۔ بسلطان رسانندت ازیں پاس

پس اسی مجلس میں فقیر کو اجازت و خلافت سلسلہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ سے مشرف فرمایا۔ اگرچہ اس سے قبل چند سال پہلے خلافتِ چشتیہ سے مشرف فرما چکے تھے یعنی بیعت کے پہلے سال میں مرید ہونے کے پانچ ماہ بعد پاکپتن میں فقیر کو سلسلہ چشتیہ میں مجاز فرمایا تھا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے روزہ طے کی اجازت کے لئے اِس لئے عرض کیا تھا کہ ابتدا سے حال میں فقیر کو فاقہ کشی کا بہت شوق تھا اکثر صائم الدہر رہتا تھا پس ایک دن حضرت صاحبؒ کو خواب میں دیکھا مجھے فرمایا کہ روزہ طے رکھو۔ پس جب بیدار ہوا تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت صاحبؒ تو بفضلِ تعالیٰ زندہ ہیں۔ جب اِن کی خدمت میں جاؤں گا تو حضرت صاحبؒ سے اجازت لے کر پھر طے کا روزہ رکھوں گا۔ پس جب اِس دن عرض کیا تو قبول نہ کیا۔ پس میں نے نہ رکھا۔ البتہ یہ نکتہ معلوم ہوا کہ جس کسی کو شیخ خواب میں کوئی چیز فرمائے اور اس کا شیخ زندہ ہو تو لازم ہے کہ اپنے شیخ سے ضرور پوچھ لے اگر اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ اس پر عمل نہ کرے۔

سولہویں مجلس:۔ ایک دفعہ فقیر دہلی میں پیرانِ عظام خواجگان چشتؒ

کی زیارت کے لئے گیا ہوا تھا اور وہاں میرے پیر بھائیوں میں اختلاف ہو گیا کہ مسبعاتِ عشر میں آیۃ الکرسی کس جگہ تک پڑھنی چاہیئے۔ کوئی کہتا تھا "تا عظیم"۔ کوئی کہتا تھا "تا خالدون"۔ فقیر ان دنوں "عظیم" تک پڑھتا تھا۔ پس جب حضرتِ محبوبؒ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا تو فرمایا "خالدون" تک پڑھنا چاہیئے۔ پس فقیر اس دن سے "خالدون" تک پڑھتا ہے۔ البتہ بعض پیر بھائیوں نے بتایا کہ جب انہوں نے حضرت صاحبؒ قبلہ سے پوچھا تو آپ نے "عظیم" تک پڑھنے کے لئے فرمایا اور اورادِ شیخ الشیوخؒ میں بھی "عظیم" تک لکھا ہے۔ البتہ دونوں طرح حکم دینے میں بھی حضرت محبوبؒ کی حکمت ہے طالبان کے حق میں۔ اس لئے کہ

ع ہر آنچہ سالک عشقت بے حوالہ کند۔ بنوش و منتظرِ رحمتِ خدا مے باش

سترھویں مجلس: ایک دن نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء کے درمیانی مصروفیات اور عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اور نمازِ عشاء سے قبل کھانے سے فارغ ہونے کے بعد عزیزانِ اہل صفہ حاضر تھے۔ محمد اکرم خادم خاص نے عرض کیا کہ قبلہ مزارِ اولیاء سے بھی فیض ملتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی مزارات سے فیض کا پوچھے کہ میں اپنے پیر کی صحبتِ ظاہری صرف پانچ سال حاصل کر سکا مگر باقی تمام مزار حضرت قبلۂ عالمؒ کی صحبت و فیض سے حاصل کیا۔ اور جو کچھ مجھے حضرت قبلۂ عالمؒ کے مزار مبارک سے حاصل ہوا ہے میں ہی جانتا ہوں۔

حضرت محبوبِ ربانی غوثِ زماں خواجہ محمد سلیمانؒ کے سرود سننے کا ذکر

حضرت محبوبؒ کے سماع کا طریقہ یہ تھا کہ حضور کا قوال خاص احمد نام تھا کہ جمعرات کی رات آخیر شب کے قریب جب حضرت صاحبؒ نوافلِ تہجد سے فارغ ہوتے تھے تو وہ کبھی اپنے لڑکوں کے ساتھ اور کبھی اکیلا آکر ستارہ بجاتا تھا اور فارسی، ہندی اور پنجابی ہر اقسام کی غزلیں گا کر سناتا تھا۔ نیز ابراہیم خاں افغان جو حضرت صاحبؒ کے درویشوں میں سے تھا اور علمِ موسیقی میں کمال مہارت رکھتا تھا۔ کبھی کبھی چاشت کے وقت اور کبھی مغرب کے وقت اور کبھی تہجد کے وقت سماع سناتا تھا۔ نیز میاں احمد جام نام ایک درویش صالح تھے۔ وہ بھی حضرت محبوبؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ وہ بھی سناتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کو کئی دن ہوگئے کہ اِن تینوں میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اور حضرت صاحب کو شوقِ سماع غالب تھا۔ اور سماع کی بہت خواہش تھی۔ چنانچہ منقول ہے کہ جس وقت احمد جام فوت ہو چکا تھا اور ابراہیم خاں نے نئی شادی کر لی تھی اور اِس وجہ سے اپنے گھر گیا ہوا تھا۔ اور چند روز سے نہ آیا تھا۔ اور احمد قوال جو حضرت صاحبؒ کے خاص قوالوں میں سے تھے اِس وجہ سے کہ امراء اُسے دوست رکھتے تھے اور خوب خوش الحان بھی تھا۔

وہ ڈیرہ اسماعیل خاں نظام خاں کے پاس گیا ہوا تھا تو اِن دنوں ایک دن حضرت صاحبؒ پر سماع کا شوق غالب ہوا۔ فرمایا احمد جام کو حق تعالےٰ ہم سے لے گئے کہ فوت ہو گیا۔ اور ابراہیم خاں افغان کو نئی نویلی دلہن نے قابو کر لیا اور احمد قوال کو دنیا داروں نے پکڑ لیا اور وہ امیروں میں مشغول ہو گیا۔ اب ہم

کس سے سماع سُنیں۔ یہ غایت شوق سماع سے فرمایا۔ اور کبھی کبھی خود بھی اپنی زبان مبارک سے عین مشغولی میں خوش الحانی سے فارسی غزل یا ہندی راگ فرمایا کرتے تھے اور اکثر عاشقانہ شعر پڑھا کرتے تھے اور کبھی مستی کی حالت میں عارفانہ شعر بھی پڑھتے تھے چنانچہ ایک دن فرمایا۔ ؎

؎ عشقم کہ در دو کون نشانم پدید نیست
عنقائے مغربم کہ مکانم پدید نیست

آپ اکثر عاشقانہ شعر و غزلیں سنتے تھے اور اپنی زبان مبارک سے بھی پڑھتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک دفعہ کاتب الحروف اور میاں غلام رسول خاں ماکو افغان ہم دونوں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ پر حضرت صاحب سے کتاب مرقّع پڑھتے تھے اس کتاب میں اللہ کے سات اسموں کی تفصیل اور اس کی توضیح لکھی ہے اور ہر ایک اسم کی ایک ایک لاکھ زکوٰۃ ہے۔ اور یہ اسماء جذبۂ حق کشائش کار دینی و دنیاوی میں مجرب ہیں۔ جب ہمارا سبق وہاں آیا تو فرمایا ان اسماء کی زکوٰۃ ادا کرو۔ ہم دونوں انکی زکوٰۃ دینے میں مشغول ہوگئے۔ میاں غلام رسول خاں ایک حجرہ میں مشغول ہوگئے اور مجھے اُن دنوں بے قراری بہت تھی کہ جمال باکمال کی زیارت کے بغیر آرام نہ آتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کے سامنے بیٹھا وہ اسماء پڑھ رہا تھا اور حضرت صاحبؒ بنگلہ شریف میں مشغول بیٹھے تھے۔ وقت چاشت تھا کہ حضرت صاحبؒ دیوان ولی کی یہ ہندی غزل پڑھنے لگے۔

غزل

جس وقت اے میر الحسن تو بے حجاب ہوگا ۔ ہر ذرّہ تجھ جھلک سیں جوں آفتاب ہوگا۔
مت آئینہ کو دکھلا اپنا جمال روشن ۔ تجھ رخ کی تاب دیکھے آئینہ آب ہوگا۔
نکلا ہے وہ ستم گر تیغِ نگاہ کو لے کے ۔ سینہ بے عاشقاں کی یوں فتحیاب ہوگا۔
مت جا چمن میں لاکن بلبل پہ مت ستم کر ۔ گرمی سے تجھ نگہ کی گل گل گلاب ہوگا۔
ہاتف نے یہ دیا ہے مجھ کو ولی بشارت ۔ اس کی گلی میں جا تو مقصد شتاب ہوگا۔

ایک دفعہ حضرت صاحبؒ قبلۂ عالمؒ کے عرس پر جا رہے تھے۔ جب قصبہ جہاں پور میں پہنچے تو اس شہر کی مسجد میں بیٹھے تھے۔ فقیر بھی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ نصر اللہ خاں نام صبح سے شعر کی طرح کی چیزیں پڑھ رہا تھا۔ وہ حضرت صاحبؒ کے قریب آیا تو شعر پڑھ رہا تھا جس کا ایک مصرع یہ ہے۔ ؎

؎ تیرے بھوان کو دیکھ کے جزدان چھوڑ اطاق میں

حضرت صاحبؒ نے اس شعر کے جواب میں غزل مذکور کو پڑھا اور اپنے مرشد کی خانقاہ کی طرف اشارہ کر کے چہرۂ مبارک اوپر اٹھا کر فرمایا۔

ہاتف نے یہ دیا ہے مجھ کو ولی بشارت   اس کی گلی میں جا تو مقصد شتاب ہوگا

اور کبھی کبھی عاشقانہ اشعار بھی تصنیف کرتے تھے۔ چنانچہ یہ رباعی حضرت صاحبؒ کی تصنیفات میں سے ہے جو اپنے خلیفہ مولوی علی محمد صاحب ملکھڑی کی طرف لکھ کر بھیجی تھی: رباعی۔

صوفی بیا کہ مشرب رندانست مہیا
ایں جا شراب خواری وز رندانست مہیا
ناموس و پارسائی کردی تو مدتے
ایں جا چہ کار کردی رندانست مہیا

نیز یہ مناجات بھی آپ کی تصانیف میں سے ہے: مناجات:

یا الٰہی عفو کن تقصیر ما	نیست جز تو کو کند تدبیر ما
مقتضی طبیعت ما چیست جنس	مقتضی طبیعت تو چیست قدس
ما خطی کار خود کردم تمام	تو ز قدسی کار ما را کن تمام
گرسگ گردیم سکیم را مبین	شیری کن زانکہ تو شیری را مبین
واحدے بر واحدت ہر شے گواہ	زانکہ جز واحد نیائد راست راہ
آنچہ ما را مسزوا نرا یکسر	واں شما را می سزوارا پذیر

نفس شیطاں می بزند ارزہ مرا | ما بینداز ندا اندر چہ میرا!
دستگیری کن چناں اے دستگیر | تا کہ ہر کس گوئدت وہ دستگیر
کس نگشتہ از درِ تو نا امید | ای امیدو ای امیدو نے امید
بندہ نادر وہ بدجز توامید | صدامید و صدامید و صدا مید
چوں سلیمانم بکرد ے اے کریم | حفظا ختم کن زشیطان رجیم

اور یہ رباعی بھی حضرت صاحب کی ہے۔ رباعی۔

اے خداوند خدا بنما مرا | وحدت اندر کثرت بنما مرا
رندم و مستم ز مستی بیخودم | آنچہ رنداں می کنند بنما مرا

الغرض مجلس سرود عام نہیں کرتے تھے مگر جب اپنے مرشد حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس مبارک پر جاتے تو مجلسِ عام میں جا کر سماع سنتے اور جب کسی صوفی کو حالت ہو جاتی تو اس کی متابعت میں جملہ حاضرین کے ساتھ خود بھی کھڑے ہو جاتے۔ اور اسی طرح جب حضرت گنج شکرؒ کے عرس مبارک پر پاکپٹن شریف چلے جاتے تو وہاں بھی ایک گنبد والی مسجد میں بیٹھ کر مجلس سماع میں حاضر ہوتے۔ البتہ اپنے ابتدائے حال میں جب مجالس مذکورہ میں جاتے تو آپ کو بھی شدید وجد ہوتا کہ حالتِ سکتہ ہو جاتی۔ چنانچہ اس سے قبل ان کی حالت کا ذکر لکھا جا چکا ہے۔ اور جب آخیر عمر میں بستی تاج سرور میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر جانا موقوف ہو گیا تو سنگھڑ شریف میں ہی اپنے پیر و مرشد کا عرس کرنے لگے۔ اس عرس میں بہت کھانا پکاتے اور تین دن عرس کا ہجوم رہتا۔ مگر مجالسِ سماع نہیں کرتے تھے۔ البتہ صاحبزادہ گل محمد جی صاحبؒ اپنے مکان پر مجلسِ سماع کرتے تھے اور حضرت صاحبؒ مجلس سماع منعقد نہ کرنے کی وجہ یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں اس لئے عام مجلسِ سماع نہیں کرتا کہ میرے بعد لوگ دلیل پکڑیں گے کہ ہمارا شیخ ایسا کرتا تھا۔ پس کچھ حد سے گزر جائیں گے اور افراط و تفریط میں پڑ جائیں گے "فِعلُ الشیخِ حُجّۃٌ للقوم"

یعنی مرشد کا فعل قوم کے لئے دلیل ہوتا ہے مگر اس کام کے لائق نہ ہوں گے۔ پس اِن کے لئے منع ہے کہ حدِ شرع سے نہ گزر جائیں۔ بلکہ نقل ہے کہ ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر صاحبزادہ گل محمدؒ صاحبؒ کے مکان پر چاشت کے وقت بنگلہ شریف کے صحن میں مجلسِ سماع ہو رہی تھی۔ تمام صوفی وہاں پر حاضر تھے اور مجلس گرم تھی اور قوال یہ ہندی راگ گا رہے تھے۔ راگ پنجابی:

اے مائی یا کلک بلوچاں ولا یا۔

اس فقیر پہ وجار طاری ہو گیا اور بہت وقت طاری رہا۔ اتنے میں حضرت صاحبؒ حجرہ سے نکلے اور گھر کی طرف کھانا کھانے کے لئے جانے لگے۔ جب اس مجلس میں کثیر ہجوم دیکھا کہ ہزارہا عام و خاص آدمی اِس مجلس میں حاضر ہیں تو میاں مڈر کو جو ساتھ تھا پوچھا کہ یہ کیا ہجوم ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ صاحبزادہ گل محمدؒ صاحبؒ کے مکان پر مجلسِ سماع ہو رہی ہے۔ فرمایا اُسے منع کرو کہ بہت سے عام آدمی کھڑے ہیں۔ شریعت کا پاس چاہیئے۔ مجلس کی کچھ شرائط ہیں۔ اِن کے بغیر سماع منع ہے۔ اُسی وقت سماع بند کرا دیا۔ الغرض اعلانیہ سماع مجلس میں بیٹھ کر اپنے مکان پر نہیں سنتے تھے۔ البتہ خلوت میں یا اپنے بزرگوں کی اعراس مبارک پر اُن کی خانقاہ میں سُن لیتے تھے۔

منقول ہے کہ احمد قوال اس کاتب الحروف نجم الدین کے سامنے بیان کرتا تھا کہ حضرت صاحبؒ مجھے بچپن میں تونسہ شریف لائے تھے چونکہ میری آواز اچھی تھی حضرت صاحبؒ مجھ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ پس تونسہ شریف پہنچ کر فرقہ درویشاں میں ایک حجرہ میں مَیں رہتا تھا۔ ایک دفعہ مجھے بخار ہو گیا۔ اس کی شدّت سے اپنے اوپر نمدہ لپیٹے ہوئے تھا۔ اور اپنے حجرہ میں ہائے ہائے کرتا پڑا ہوا تھا۔ حضرت صاحبؒ قضائے حاجت کے لئے صحرا میں جاتے تھے اور آپ کا راستہ میرے حجرہ کے سامنے سے تھا۔ ایک دفعہ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ جب میری آواز سُنی تو میرے حجرہ میں آکر اپنے پاؤں مبارک میرے اوپر

رکھے اور زور سے دباتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ میں چونکہ نمدہ میں لپٹا پڑا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ خود حضرت صاحبؒ ہیں۔ میں نے کہا اے درویش مجھے کیوں دُکھ دیتے ہو میں مریض ہوں مجھے چھوڑ دو۔ ورنہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کروں گا تم مجھے تکلیف دے رہے ہو۔ یہ سُن کر حضرت صاحبؒ ہنس پڑے میں نے حضور کی ہنسی کی آواز پہچانی اور بیٹھ گیا۔ فرمایا اے احمد تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سات آٹھ دن سے عارضہ تپ ہے۔ فرمایا پسینہ نہیں آتا۔ میں نے کہا نہیں۔ میری نبض پکڑ کر اپنی انگلیاں زور سے اس پر ماریں جیسا کہ سرود کے وقت چٹکی دیتے ہیں۔ پھر فرمایا خیر ہو جائے گی۔ وہاں سے اُٹھ کر قضائے حاجت کے لئے چلے گئے۔ اور مجھے اُسی وقت بے شمار پسینہ آیا اور تپ اتر گیا۔ جب واپس آئے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بہت پسینہ آیا ہے اور بخار بھی کم ہو گیا ہے۔ فرمایا کل اشراق کے وقت پانی کا کٹورہ بھر کر میرے پاس لے آنا تمہیں دم کر کے دونگا بالکل شفا ہو جائے گی۔ دوسرے روز حسب الحکم پیالہ پانی کا بھر کر آپ کی خدمت میں گیا دم کر کے دیا۔ فرمایا کھڑے ہو کر قبلہ رو پی لو۔ میں نے پی لیا۔ اُسی وقت میرے وجود میں طاقت پیدا ہو گئی۔ فرمایا آؤ اور بنگلہ کا دروازہ بند کر دے۔ میں نے بند کر دیا۔ فرمایا اے احمد تمہیں یاد ہے کہ تیری ماں دیوانی ہو گئی تھی اور صحرا میں پھرتی تھی اور گھر نہیں جاتی تھی۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ میں ایک دفعہ خانقاہ شریف سے رخصت ہو کر سنگھڑ کی طرف آرہا تھا دیکھا کہ تیری والدہ صحرا میں کھڑی گا رہی ہے۔ اُس سرود نے مجھ پر بہت اثر کیا کہ مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ مجھ پر ذوق وارد ہو گیا۔ میں نے تیری والدہ کے بال پکڑے اور اسے پکڑ کر شہر فرید میں تمہارے گھر لے آیا اور وہ گاتی ہوئی میرے ساتھ آئی تھی یہاں تک کہ اُسے تیرے گھر میں بٹھا دیا۔ اُس دن سے پھر وہ گھر سے باہر نہیں گئی اور گا نا یہ تھا۔

{ در چھڈ کے مَیں کینہ در جاداں !

میاں مَیں درماندی

جو کُجھ کیتا اپناں تیرے نیناں سانوں کیتا

پریم پیالہ اساں ہس ہس پیتا

آکھ محمدؐ مخر دنیا یا گل بندی تینوں
میاں مَیں درماندی
خواجہ معین الدین خواجہ قطب الدین
کرم کرو اللہ دے دسن پاؤن !
میاں مَیں درماندی

فرمایا۔ یہ راگ تمہیں یاد ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا۔ سناؤ۔ میں نے شروع کیا۔ حضرت صاحبؒ پر وجد و ذوق کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی چشم ہائے مبارک سے خون کے آنسو جاری ہو گئے۔ باربار آستین مبارک کو اوپر اٹھاتے تھے۔

پھر میں نے دیکھا کہ مصلّہ پر موجود نہیں ہیں۔ اور نظروں سے غائب ہیں۔ میں حیران ہو گیا کہ بنگلہ کے دروازے بھی بند تھے اور آپ غائب تھے۔ بنگلہ کے باہر صدہا درویش بیٹھے ہوتے تھے۔ ہر ایک پر ذوق غالب تھا۔ اور سب حالتِ گریہ میں تھے۔ میں اُسی طرح اس راگ کو گا رہا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب مصلّہ پر موجود ہیں۔ فرمایا۔ بس کرو۔ اے احمد مانگ کیا مانگتا ہے۔ تمہارے وطن کے لوگ کہیں گے کہ احمد قوّال فلاں بزرگ اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اُسی طرح خالی رکھا۔ آج قبولیت کا وقت ہے مانگ۔ احمد کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ میں کچھ اور نہ مانگ سکا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے گھوڑی عنایت فرمائیں۔ فرمایا اور کچھ مانگ۔ میں نے عرض کی کہ اس کی زین بھی عنایت فرمائیں۔ فرمایا کہ خیر اس وقت تیری قسمت میں یہی قیمتی گھوڑی ہے۔ چنانچہ گھوڑی بمع زین میرے حوالے فرمائی۔ حاضرینِ مجلس نے مجھے ملامت کی کہ اے کم نصیب وقتِ اجابت تھا تو نے کیا مانگا۔ اگر آج خدا کو مانگتے تو اُسے بھی پا لیتے۔ مگر خیر تمہاری تقدیر نے یاوری نہ کی۔

احمد قوال سے منقول ہے کہ جس وقت صادق محمد نواب احمد پور فوت ہوا اور محمد بہاول خان جو آپ کا مرید تھا، مسندِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے اپنے چند معتبر آدمی حضرت صاحبؒ کی خدمتِ عالیہ میں بھیجے اور درخواست کی کہ حضرت صاحبؒ

دستار بندی فرمائیں۔ آپ روانہ ہوئے اور بلدہ کیکھر پہنچ کر باغ میں ڈیرہ کیا۔ چونکہ تمام رات سفر میں گزری تھی اس لئے اشراق کے بعد آپ سو گئے۔ میں حضرت صاحبؒ سے ذرا فاصلہ پر ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے اُس وقت یہ راگ گانا شروع کر دیا:

ملتے نی میں میہنا کی چاندی — جو کچھ کیتا اونہاں اکھیاں مینوں
عشق سیالیں داجی مول مہانگا — میرا میاں تول لکاندا ماشۃ رتیاں

حضرت صاحبؒ بیدار ہو گئے اور فرمایا میاں احمد شاباش۔ میں نے اسی راگ کو زور سے گانا شروع کر دیا۔ حضرت صاحبؒ پر وجد و ذوق غالب آگیا۔ میں حضرت صاحبؒ کے قریب آگیا اور گانا شروع کر دیا۔ حضرت صاحبؒ غلبۂ وجد کی وجہ سے اپنے دونوں پاؤں اوپر اٹھاتے تھے اور ہلاتے تھے۔ پھر اٹھ بیٹھے۔ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور مجھے ایک روپیہ عنایت کیا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈالا اور مزید ایک روپیہ دیا۔ اسی طرح جیب میں ہاتھ ڈالتے تھے اور روپیہ نکال کر مجھے عطا کرتے جاتے تھے۔ احمد کہتے تھے کہ مجھے اس وقت بھوک لگی ہوئی تھی۔ چند لوگ برتنوں میں شیرینی ڈالے دُور بیٹھے تھے کیونکہ حضرت صاحبؒ ذوق میں تھے۔ مجھے اس وقت بھوک تھی۔ میں نے گانے کے دوران شیرینی لانے والے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ سب لوگ جو شیرینی لے کر آئے تھے حضرت صاحبؒ کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ جب ہجوم زیادہ ہو گیا تو روپے دینے بند کر دئے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اُن سے پوچھا کہ کیا لائے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ شیرینی لائے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ بخش لانگری کے سپرد کر دو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ قبلہ شیرینی کا یہ دیگچہ جو میں لایا ہوں، اسے میرے گھر کی مستورات نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے لئے پکایا ہے اور اس میں خوشبو بھی ڈالی ہوئی ہے۔ اس میں سے آپ تھوڑا سا تناول فرمائیں۔ فرمایا میں میٹھا نہیں کھاتا۔ احمد کہتے تھے کہ میں نے عرض کیا کہ اس غریب کی خاطر تھوڑا سا تناول فرمائیں اور میری غرض یہ تھی کہ پھر یہ دیگچہ آپ مجھے عطا فرما دیں گے۔ پس حضرت صاحبؒ نے اس دیگچہ میں سے تھوڑا سا کھایا اور شیرینی کا یہ دیگچہ مجھے عطا فرما دیا۔

میاں احمد قوال سے منقول ہے کہ ایک دن چاشت کے وقت میں حاضری کے لئے

گیا۔ آپ نے فرمایا جناب جامی صاحبؒ کی یہ غزل گاؤ: "اجن شوقاً الی دیار سلمٰی" میر نے غزل شروع کردی۔ آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ دیر تک اس حالت میں رہے۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور مجھے ایک روپیہ عنایت فرمایا۔ پھر دوسری بار روپیہ عطا کیا۔ اور اسی طرح چند بار عطا کیا۔ جب پانچ بار عطا کر چکے تو چند لوگ حاضر ہوئے اور وہ نئے کپڑے کے چند تھان لائے۔ آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ غزل یہ تھی:

اجن شوقاً الی دیار لقیت فیہا جمال سلمیٰ

کہ میرساند ازاں نواحی نوید وصلت بجانب ما

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ کو راگ جوگیا اساوری بہت پسند تھا۔ اکثر یہی راگ سنتے تھے۔ چنانچہ اس ہندی راگ کو جوگیا اساوری میں بہت سنتے تھے۔ راگ ہندی:

میرے گھر آیا نی محرم یار۔ شکر بندیدیاں ۔ میں پیراں نوں سو ریندیاں

رل مل سیئو تُسیں دیہونی مبارک ۔ اللہ چا ملایا نی محرم یار

چنانچہ ایک دفعہ آپ حضرت گنج شکرؒ کے عُرس مبارک میں شرکت کے لئے پاکپتن شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب فیروزپور میں پہنچے تو پیر بخش قوال بھی وہاں پہنچ گیا۔ حضرت صاحبؒ مسجد میں آرام فرماتے تھے۔ کہ قوال نے مذکورہ راگ گانا شروع کر دیا۔ حضرت صاحبؒ پر دیر تک ذوق کی حالت رہی۔ یہ کاتب الحروف بھی اس وقت حاضر تھا

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ اپنے بنگلہ شریف میں عین مشغولی کی حالت میں یہ ہندی راگ اپنی زبان مبارک سے خوش الحانی کے ساتھ گا رہے تھے اور پورے ذوق کی حالت میں تھے۔ راگ ہندی:

تسالا چاک جھوکاں ول آوے	ہیر ہٹی نت فالاں پاوے
دیکھونی سیئو ہیر ہوئی ہے ایکلی	درد فراق دُکھاں دی ہے بیلی
نظر نہ آوے سں را نجھن بیلی	باجھ رانجن مینوں کجھ بھی نہ بھاوے

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالم مہاردیؒ کی خانقاہ شریف میں نماز عصر کے بعد روضہ شریف کی طرف رُخ کر کے بیٹھے تھے۔ علماء و فقراء کا گروہ بھی

حلقہ باندھے موجود تھا۔ اور یہ کاتب الحروف بھی حاضر تھا کہ پیر بخش قوال نے حضرت مولانا جامیؒ کی یہ غزل گانی شروع کی:۔

عارض است ایں یا قمر یا لالہ حمراست ایں یا شعاع شمس یا آئینۂ دلہاست ایں
چشم تو یا دوست یا آہوست یا صیادِ خلق یا دو بادام سیہ یا نرگس شہلاست ایں
قامت است ایں یا الف یا سرو یا نخل مراد یا مگر گلدستۂ باغ جنان آراست ایں
یارب ایں خورشید تاباں است یا ماہِ تمام یا فرشتہ یا پری یا شوخِ بے پرواست ایں
زلفِ تو زنجیر یا قلاب یا مشکِ ختن سنبل تر یا سمن یا عنبر بہاراست ایں
یارب ایں طاق است یا محراب یا قوسِ قزح یا ہلال عید یا ابروئے ماہِ ماست ایں
کوئے تو کعبہ است یا خلد بریں یا بوستاں یا گلستانِ ارم یا جنت الماواست ایں
حقا لعل است یا سرچشمۂ آب حیات یا دہن یا میم یا طوطی شکرخاراست ایں
طوطیِ شیریں زباں یا قمری باغ جناں بلبل بے خانماں یا جامیؒ شیداست ایں

اس فقیر پر وجد و ذوق غالب تھا کہ قوال مذکور نے یہ ہندی راگ شروع کر دیا۔ راگ ہندی۔

تولاہ گنڈرا ڈھولن آیڑو ہڑے میرے ایسی دو ہورلکی ہون مڑ ٹریرن نی کیہڑے
تو تو نور رانجھا مری انکھیاں دا ویگن گھول گھتاں سیاں سکھیاں
دا چو چک واگیا ویڑا میں نال شارع چا پچھیڑے
ایہہ کول مری دہری یبج تنگ تہ نوں صدقہ کر ان انہاں کھیڑیاں دا سنگ
جو اگی ہوئی چلو سپر سرپا کی سہرے بخشا صدقہ وتجی لکھاں لاکھ ہیرون

اس راگ پر حضرت صاحبؒ کو وجد ہو گیا۔ غلبۂ وجد میں کبھی سر اوپر کر کے روضہ شریف کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی سر نیچا کر لیتے تھے۔ اس وقت حلقہ میں بیٹھنے والے سب لوگوں پر وجد و ذوق غالب تھا۔ کوئی رو رہا تھا، کوئی رقص کر رہا تھا۔ اور کوئی حضرت صاحبؒ کے گرد طواف کی طرح گھوم رہا تھا۔ سید میر فضل علی شاہ جھبریؒ، جو حضرت صاحبؒ کے خلفا میں سے تھے، اس مجلس میں موجود تھے مگر کوئی بھی ایسا نہ

تھا جو وجد میں نہیں تھا۔ عصر سے مغرب تک اس مجلس میں یہی حالت رہی۔ یہاں تک کہ حضرت صاحبؒ اُٹھے اور نمازِ مغرب ادا کی۔ بعض نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور بعض اُسی طرح گریہ وزاری میں بے خود بے ہوش پڑے رہے۔

اِس طرح حضرت صاحبؒ کو کئی دفعہ وجد و ذوق کی حالت ہوئی۔ مگر حضرت صاحبؒ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے عورتوں سے گانا نہیں سنتے تھے۔ البتہ بعض اوقات مجبوری اور بے خودی کی حالت میں سُن لیتے تھے۔ مثلاً کسی مطربہ یا مغنّیہ نے آکر عرض کی کہ حضرت میں نے منّت کی تھی کہ اگر میرا فلاں مقصود حاصل ہو گیا تو آپ کی خدمت میں ہدیۂ سرود پیش کرونگی۔ پس حضرت صاحبؒ اسے اجازت دے دیتے تھے۔ اُسے دُور بٹھا دیتے تھے اور خود خلوت میں بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اب گاؤ اور وہ گاتی تھی۔

منقول ہے کہ ایک دن بہاولپور کی طرف سے ایک مُطربہ آئی اور آداب بجا لائی۔ یہ فقیر بھی حاضر تھا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون عورت ہے۔ بتایا گیا کہ طوائف ہے، پُوچھا۔ طوائف کسے کہتے ہیں۔ اُس عورت نے کہا کہ میں گانے بجانے والی ہوں۔ فرمایا خوش رہو۔ اُس نے عرض کیا کہ قبلہ میں نے منّت و نذر مانی تھی کہ جب میری مراد بر آئے گی تو حضرت صاحبؒ کے سامنے گانا گاؤں گی۔ فرمایا۔ اگر منّت مانی ہے تو مغرب کے بعد جب میں خلوت میں چلا جاؤں تم بنگلہ کے صحن میں باہر بیٹھ کر گانا گا لینا۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک مُطربہ اپنی بیٹی فضلو کو لے کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُس وقت حضرت صاحبؒ حرم سرا میں کھانا تناول کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ وہاں حاضر ہو گئی اور کہنے لگی کہ حضرت دُعا کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ دُعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ میری اس بیٹی کے نصیب کھول دیں۔ اور اسے بےحساب روزی دیں۔ آپ نے فرمایا یہ گانا بھی جانتی ہے یا نہیں؟ کہنے لگی بہت اچھا گاتی ہے۔ فرمایا کہ ہمیں بھی اس کا گانا سنواؤ۔ مگر اس طرح کہ اُس حجرہ میں اکیلی بیٹھ جائے اور گائے

اور میں یہاں بیٹھ کر سنوں گا۔ یہ دونوں ماں بیٹی اُس حجرہ میں چلی گئیں اور یہ سندھی راگ گانے لگیں۔ راگ سندھی:

ملئے نی میں مینہا کی چاندی | جو کجھ کیتا ادہناں اکھیاں مینوں
عشق سیالیں داجی مول مہانگا | میرامیاں تول بکاندا ماشہ رتیاں

حضرت صاحبؒ پر ذوق کی حالت ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیری اس بیٹی کو بے شمار حلال کی روزی عطا کریں گے۔ اُس عورت نے عرض کی کہ حضرت یہ آپ نے کیا دُعا کر دی۔ آپ خود جانتے ہیں کہ ہم کسبی عورتیں ہیں۔ ہم کسب و رقص سے روزی پیدا کرتی ہیں۔ اگر ہم نکاح کریں اور حلال روزی طلب کریں تو ہمارا گذارہ کیسے ہوگا۔ پس اگر میری یہ بیٹی کسی سے نکاح کرلے گی تو ہم پس ماندگاں کا حال کیا ہوگا کہ اس بیٹی کے علاوہ میرا کوئی ترکہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سب کو خدا تعالیٰ بے حساب روزی دے گا اور تم سب کسی کے محتاج نہیں رہو گے۔ پس ایسا ہی ہوا۔ وہ مطربہ حضرت صاحبؒ سے رخصت ہو کر ڈیرہ اسماعیل خان گئی۔ چونکہ فضلو خوب صورت اور خوش الحان تھی نواب پائندہ خان افغان اس پر عاشق ہوگیا۔ اس نے فضلو سے نکاح کر لیا اور اس کے خاندان کا بے شمار روزینہ مقرر کر دیا۔ کہ وہ سارا خاندان تمام عمر خوشحال رہا۔ اُس فضلو سے بیٹے پیدا ہوئے۔ پس وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوئی، اور مُرید ہوگئی۔

ذکر حلیہ مبارک حضرت پیر دستگیر غوثِ زماں خواجہ محمد سلیمانؒ

جان لیں کہ غوثِ زماں و یوسفِ دوراں کی شکل و شباہت حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت سے مشابہت رکھتی تھی اگرچہ ریش مبارک میں ذرا سا فرق تھا۔ واللہ اعلم۔ دگرنہ جس نے بھی حضرت محبوب سبحانیؒ کی زیارت کی ہے وہ جانتا ہے کہ یہ صورت غوث الثقلینؒ کی صورت کی طرح ہے اور اس فقیر کاتب الحروف کو جب محبوبِ سبحانیؒ کی زیارت ہوئی تو مجھے دونوں صورتوں میں ذرا فرق نظر نہ آیا۔

میاں ابراہیم نام ایک باخدا اور شاکر و شاغل درویش تھا۔ ایک دفعہ وہ میرے ساتھ اپنے وطن سے سنگھڑ شریف میں حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آیا ہوا تھا وہ میرا ہم وطن بھی تھا۔ سنگھڑ شریف کے قیام کے دوران ایک دن ظہر کی نماز کے بعد حضرت صاحبؒ کی کچہری میں ہم دونوں حضرت صاحبؒ کے چہرہ مبارک کے رُوبرو ایک دوسرے کے قریب بیٹھے تھے۔ میں نے آزمائش کے طور پر اُسے پوچھا کہ میاں ابراہیم حضرت صاحبؒ کی صورت مبارک دیکھی۔ کہنے لگا۔ ہاں دیکھی۔ میں نے کہا حضرت صاحبؒ کی صورت جیسی صورت کسی اور جگہ بھی دیکھی، کہنے لگا ایک دفعہ مجھے حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت ہوئی تھی۔ اُس صُورت اور اس صورت میں ذرا بھی فرق نظر نہیں آیا۔ میں بہت خوش ہُوا اور میں نے اُسے آفرین کہا کہ میرا مدعا بھی یہی تھا۔ اس دن سے مجھے اس سے بھی عقیدت ہو گیا کہ یہ مردِ عارف ہے:

غزل ہندی

دل پہ میرے چھا گئی شانِ سلیمانؒ کی
اب نہیں حاجت مجھے اور کسی دھیان کی

نورِ محمدؒ کہوں یا میں اُسے فخرِ دینؒ
شکل معین دینؒ ہے یا خواجہ عثمانؒ کی

قطبِ حقیقی ہے وہ غوثِ زمین و زماں
بے شبہ ہم شکل ہے وہ شہِ جیلانؒ کی

اس ہی میں حاصل ہوئی مجھ کو لقائے رسول صلی اللہ — اس سے ہی ظاہر ہوئی صورت رحمان کی
چاہے کہو بُت پرست یا مجھے تم اور کچھ — رکھتا پرستش ہوں میں ایک اسی شان کی
زاہد بس چُپ کرو طعنہ نہ دو زُہد کا — ایک عبادت مجھے کافی ہے اس دھیان کی
مصحف رُخ یار کو پڑھتا ہوں میں روز و شب — یہ بھی تلاوت مجھے کافی ہے قرآن کی
نجمؔ فدا کیوں نہ ہو اُس بُتِ عیّار پہ — تقویت اس ہی میں ہے اس کے تو ایمان کی

حُلیہ مبارک :

حضرت صاحب کے حُلیہ کی تفصیل یہ ہے کہ چہرہ مبارک گول تھا مگر ذرا لمبائی کی طرف مائل تھا۔ آپ کے وجودِ مُبارک کا رنگ گندم گوں تھا۔ کبھی چہرۂ مبارک زرد سونے کی طرح نہیں نہیں چاند کی طرح چمکتا تھا۔ کشادہ پیشانی تھی جس پر روپیہ کے برابر کثرتِ سجدہ کی وجہ سے نشان پڑ گیا تھا۔ یا اس سے ذرا کم تھا۔ ناک لمبی تھی مگر نہ زیادہ باریک نہ زیادہ موٹی۔ اور ابرو باہم ملے ہوئے نہ تھے۔ ہر دو ابروؤں کے درمیان ہلال کی طرح تھوڑا سا خلا تھا۔ دونوں آنکھیں ہرن کی طرح اعتدال میں تھیں۔ جب رات کو سرمہ ڈالتے تھے تو ہزاروں عاشقوں کو ایک نظر میں شہید کر دیتے تھے۔ پلکیں دراز تھیں۔

شہید تیر آں نرگسم کہ از ابرو کمان دارد
خدنگ از دست آں خوردم کہ از مژگان سنان دارد

دونوں کان بڑے تھے مگر اوسط درجہ کے اور دونوں گال گوشت سے بھرے تھے دونوں لب سُرخ تھے۔ اور دندانِ مبارک کی لمبائی درمیانی و متوازن تھی۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ البتہ درمیان میں سے جب ایک مُشت سے زیادہ ہو جاتی تھی تو پندرھویں روز حجامت کراتے ہوئے جمعہ کی نماز سے قبل کٹوا دیتے تھے۔ مونچھوں کو ابروؤں کی طرح برابر کرتے تھے اور سر مبارک پر چھوٹے بال رکھتے تھے۔ پیشانی دراز تھی اس لئے آدھے سر پر تھوڑے سے بال تھے اور ٹھوڑی مبارک داڑھی گھنی ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتی تھی۔ قد دراز تھا۔ مگر میانہ جسم تھوڑا سا فربھی کی طرف مائل تھا۔ دونوں ہاتھ دراز تھے اور ریاضت کی کثرت کی وجہ سے اور عبادتِ الٰہی میں بار بار اُٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے

دونوں ہاتھوں کے پنجوں اور دونوں قدموں پر سیاہ داغ پڑ گئے تھے۔ چٹائی پر بیٹھنے کے مخصوص انداز اور اپنی ظاہری ہیبت اور جلال کی وجہ سے آپ دوسروں میں سے ممتاز اور نمایاں نظر آتے تھے۔ اور اکثر چوکڑی انداز میں بیٹھتے تھے۔ کبھی دوزانو اور کبھی دونوں پاؤں پنڈلیوں سے باہر کھینچ کر بیٹھتے تھے۔ بدن گورا تھا۔ آپ قوی بدن تھے شیر کی طاقت رکھتے تھے۔ دل والوں کا شکار کرنے کے لئے آپ مسلح نظر آیا کرتے تھے۔

لباسِ مبارک:

کلاہِ قادری چار ترکی سفید رنگ کی اور سرخ مغزی والی سر پہ ہوتی تھی جس کے دونوں طرف محراب تھے۔ موسم سرما میں ٹوپ روئی دار سرخ چھینٹ کا بنا ہوا یا سرخ مشروع کا بنا ہوا پہنتے تھے جو دونوں کانوں کو ڈھانپ دیتا تھا۔ سفید کرتہ ململ یا لٹھہ کا یا نین سکھ کا جس کا گریبان عربوں کی طرح سینہ پر ہوتا تھا۔ سردیوں کے موسم کے آغاز میں ہی آپ روئی دار صدری نیم تنی پنبہ دار پہنا کرتے تھے جو اپنے لنگر سے تیار کراتے تھے اور جب بہاول خاں والیٔ احمد پور نے روئی دار قبا یعنی انگرکھا سرخ پختہ چھینٹ سے تیار کر کے اور اس کے سینہ پر زردوزی کر کے اور بٹن لگا کر ارسال کیا تو آپ اُسے پہنتے تھے۔ اور ایک لنگی رنگین کبھی زردی مائل کبھی سفیدی کبھی سرخ لکیر والی بھی پہنتے تھے کہ اس لنگی کے چاروں طرف کناری ریشم کی تھی۔ پاجامہ سیاہ سوسی کا تھا اور کبھی نیلا تہبند باندھتے تھے۔ اور نیلا سیاہ رومال ناک صاف کرنے کے لئے مصلّہ پر اپنے سامنے رکھتے تھے۔ پاس ہی سونگھنے والی نسوار ہوتی۔ موسم سرما میں رات کے وقت روئی دار قبا اور خواب گاہ میں فرغل سردی سے بچنے کے لئے پہنتے تھے۔ اور چارپائی پر کبھی غالیچہ پشمینی اور کبھی نہالی روئی دار ڈالتے تھے۔ اور آخر عمر میں دُھسّا یا چادر پشمینہ بھی پہنتے تھے۔ اور بنگلہ شریف میں قیلولہ کے وقت چارپائی ڈال کر اس پر مصر کا مصلّہ پائینتی کی طرف ڈالتے تھے۔

ہندوستان کے درویشوں کی طرح رنگین کپڑا گل سرخ کی طرح یا زرد رنگ کا

نہیں پہنتے تھے۔ اسی طرح درختوں کے پوست کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے بھی نہیں پہنتے تھے۔ البتہ ابتدائے حال میں پہنتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ کاتب الحروف نے کیکر کے درخت کے پوست سے سُرخ قسم کا انگرکھا صابری درویشوں کی طرح رنگ کر کے پہنا ہوا تھا۔ اور میں بنگلہ شریف میں کھڑا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ کی نظر پڑی فرمایا: نجم الدین یہ کیا رنگ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیکر کی چھال کا رنگ ہے۔ فرمایا: خوب پکا رنگ ہے۔ میں نے بھی ایک دفعہ جب میں دہلی کی طرف گیا ہوا تھا اپنی دوہر اس رنگ سے رنگی تھی۔" نیز گلاب کے پھولوں سے جو کپڑا سُرخ کیا گیا یا زرد رنگ کیا ہو، یا درخت کی چھال سے رنگین کیا ہوتا تو ایسے کپڑے پہننے کے آداب بتلاتے تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس رنگ کو پاؤں میں نہیں پہننا چاہیئے کہ بزرگوں کا لباس ہے بلکہ ایسے رنگین کپڑے کو زمین پر بچھا کر اس پر نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ کاتب الحروف گل زرد مولوی محمد حسین صاحب پشاوری کے لئے تونسہ شریف میں لایا۔ انہوں نے اس رنگ سے پاجامہ رنگا اور اُسے پہن کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں سبق کے لئے گئے جب اس رنگ کا پاجامہ دیکھا۔ فرمایا جا اس پاجامہ کو دھو ڈال۔ آئندہ ہرگز اس رنگ سے پاجامہ یا تہبند نہ رنگنا۔ درویشوں کے لباس کا ادب کرنا چاہیئے۔ اسی سلسلہ میں میاں حاجی بخش فرماتے تھے کہ ایک دن میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب راستہ میں اشراق کا وقت آ گیا تو حضرت صاحبؒ نماز کے لئے گھوڑے سے اُترے۔ میں نے اپنی چادر جو گل زرد سے رنگی ہوئی تھی، حضرت صاحبؒ کی نماز کے لئے بچھا دی۔ فرمایا اسے اٹھا لو۔ بزرگوں کے لباس کا ادب کرنا چاہیئے۔ اس چادر پر آپ نے نماز نہ پڑھی۔ البتہ حضرت صاحبؒ کے درویش اپنے لباس کو مثلاً چادر۔ کرتہ۔ قمیص وغیرہ تمام کپڑوں کو سوائے پاجامہ یا تہبند کے گل زرد سے یا درخت بھوگ یا کیکر کی چھال سے رنگ لیتے تھے

تقسیم اوقات عبادت (معمولات)

حضرت صاحبؒ نے خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے اوقات مقرر فرمائے تھے۔

سفر و حضر میں اوقاتِ معمول ضائع نہ ہوتے تھے اگرچہ تمام دن رات بحرِ شہودِ حق میں مستغرق رہتے تھے۔ مگران اوقات کو ظاہراً معمول بنالیا تھا۔ چنانچہ آپ کے معمولات یوں تھے:

(۱) نمازِ فجر کی دو سنتیں اپنے حجرہ میں اپنے مصلّہ پر پڑھ کر مسجد میں تشریف لاتے اور نمازِ فجر جماعت سے پڑھتے۔ پھر خلوت میں جاکر مصلّہ پر بیٹھ جاتے۔ یہاں تک کہ نیم پاس دن بلکہ اس سے زیادہ تک حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتے۔ پہلے زبانی اوراد و وظائف اداکرتے پھر مسبعاتِ عشر پڑھ کر اشراق کے نفل پڑھتے۔ اس کے بعد دلائل الخیرات پڑھتے۔ کبھی چاشت اور اشراق اکٹھی پڑھتے۔ اس وقت تک حجرہ کا دروازہ بند رہتا مگر جب کبھی کوئی دینی یا دنیاوی حاجت مند اس وقت آجاتا تو اسے اجازت تھی کہ خلوت میں جاکر عرض کرلے۔ اسے جواب باصواب دے کر واپس روانہ کردیتے تھے۔ یعنی اسے زیادہ بیٹھنے نہیں دیتے تھے۔

مشغولی کے بعد حرم سرا میں جاتے اور کھانا کھانے کے بعد اہلِ پردہ یعنی عورتوں کو فقہ و سلوک کی تعلیم دیتے تھے۔ اور نظم تعلیم فرماتے۔ پھر یہاں سے بنگلہ شریف میں تشریف لاتے اور عام کچہری فرماتے یہاں ہر شخص آپ کے جمالِ باکمال کی زیارت سے مشرف ہوتا۔ اس وقت صوفیوں کو کتب سلوک کا سبق بھی دیتے۔ اکثر آپ کے مدرسہ میں حضرت صاحبؒ سے کوئی آداب الطالبین، کوئی فقرات، کوئی لوائح کوئی عشرہ کاملہ، کوئی فصوص الحکم، کوئی نقد فصوص، کوئی احیاء العلوم، کوئی فوائد الفواد کوئی سواء السبیل، کوئی تسنیم، کوئی فتوحاتِ مکی اور کوئی نفحات الانس وغیرہ پڑھتے تھے۔ سبق سے فراغت کے بعد قیلولہ فرماتے تھے۔ اور غلام حضرت صاحبؒ کے جسم پر مالش کرتے تھے۔

(۲) جب نمازِ ظہر کا وقت آتا تو محمد اکرم خادم خاص حضرت صاحبؒ کو بیدار کرتا پس وضو کر کے چار رکعت فی الزوال اپنے مصلّہ پر پڑھتے۔ پھر مسجد میں آکر چار رکعت سنت پڑھتے اور فرض با جماعت پڑھ کر اپنے مصلّہ پر جاکر باقی دو سنتیں اور دو نفل پڑھتے۔ اس کے بعد معمول وظیفہ تسبیح پر پڑھتے۔ پھر سورۃ البروج پڑھ کر کلام اللہ

کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ اور سوا پارہ پڑھتے۔ پھر بقیہ صوفیوں کو سبق دیتے اور سبق سے فارغ ہو کر اگر کسی سے بات ضروری کرنی ہوتی تو کرتے۔ اور دینی فوائد بیان کرتے۔ ورنہ عین کچہری میں مراقبہ اور شغل پاس انفاس میں مشغول ہو جاتے۔ جب عصر کا وقت آتا نیا وضو کرتے اور چار رکعت سُنّت اپنے مصلّے پر پڑھ کر مسجد میں آجاتے۔ نماز با جماعت پڑھ کر وہیں مسجد میں مشرق کی طرف مصلّہ کر کے حاضرین کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور ارد گرد صدہا فقراء علماء دور دور حلقہ کر کے بیٹھ جاتے۔ پس حضرت صاحبؒ پہلے معمول وظیفہ تسبیح پر پڑھتے پھر مسبعات عشر پڑھتے۔ پھر زبانی وظائف سے فارغ ہو کر اگر کسی سے بات کرنی ہوتی تو بات کرتے اور مسائل دینی اور باطنی فوائد بیان فرماتے۔ مگر اکثر مراقبہ و استغراق میں ہوتے۔

(۳) جب مغرب کی نماز کا وقت آتا تو تازہ وضو کر کے جماعت کے ساتھ فرض پڑھ کر سُنّت اور نوافل اوّابین خلوت میں آ کر پڑھتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا تو حجرہ میں اور اگر گرمی کا موسم ہوتا تو بنگلہ شریف کے صحن میں کچھ وقت تک مراقبہ میں مشغول رہتے۔ اس عرصہ میں اگر کوئی حاجت مند مرد یا عورت آجاتے تو منع نہ کرتے مگر زیادہ بیٹھنے نہ دیتے۔ اس کے کام کا جواب دے کر روانہ کر دیتے۔ اکثر شہر کی عورتیں حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے اور اپنی دینی و دنیا وی حاجات براری کے لئے رات کو اس وقت آتی تھیں اور اپنا مقصد حاصل کر کے چلی جاتی تھیں۔ جب رات کا نصف پہر گذر جاتا مائی عزت جو آپ کی پرستار تھی، چراغ اور لوٹی حجرہ میں لاتی۔ کھانے کے بعد بہت سے شائقین دیدار حاضر ہوتے اور حلقہ باندھ کر حجرہ میں بیٹھ جاتے اور خود بدولت مصلّے پر لیٹ جاتے۔ چنانچہ ہر شخص آپ کے جسم کی مالش کرتا۔ اس وقت اکثر حضرت صاحبؒ زبانِ مبارک سے فوائد فرماتے پھر وضو کر کے اپنے حجرہ میں ختم خواجگانِ چشت یاروں کے ساتھ بادام پر پڑھتے اور مسجد میں آجاتے اور فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر سنّت و نوافل حجرہ میں جا کر پڑھتے مگر وتر تہجد کے وقت پڑھتے۔ پھر دوسرے اوراد پڑھ کر آنکھوں میں

سرمہ ڈال کر آدھی رات کے وقت اپنی چارپائی پر لیٹ جاتے اور سو جاتے۔ نمازِ عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔

جب سوا پہر رات باقی رہتی تو تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور بارہ رکعت پڑھ کر تسبیح پر اورادِ معمولہ پڑھ کر ذکر جہر فرماتے۔ ابتدائے حال میں بلند آواز سے کرتے تھے۔ مگر آخری عمر میں خفیہ آواز سے کرتے تھے۔ اس کے بعد مراقبہ میں بیٹھ جاتے جب ایک دو گھڑی رات باقی رہتی تو پھر چارپائی پر آرام فرماتے۔ سنت یہی ہے کہ "التہجد بین النومین" اکثر غلام اس وقت کے منتظر رہتے اور جا کر آپ کے جسم پر مالش کرتے۔ اس وقت کبھی کبھی خوش طبعی کی باتیں بھی کر لیتے۔ کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحبؒ کا مزاج شناس ہوتا۔ کرتا۔ جب صبح صادق ہوتی اٹھ کر وضو کرتے۔ اور فجر کی سنتیں اپنے مصلے پر پڑھ کر ادائے فرض کے لئے مسجد میں آجاتے۔ تمام عمر بلکہ وصال کے وقت تک جبکہ ستر اسی سال سجادۂ مشیخت پر بیٹھ چکے تھے اسی طرح عبادت کرتے رہے۔

رمضان شریف میں بھی تمام اوقات مذکورہ اسی طرح جاری رہتے۔ البتہ ختم خواجگانِ چشت عصر کے وقت پڑھتے۔ اور نماز تراویح میں حافظ قرآن شریف ستائیس دن میں ختم کرتا۔ کاتب الحروف نے بھی تین رمضان حضرت صاحبؒ کے ساتھ گذارے۔ افطار کے وقت دو روٹیاں آتیں۔ افطار کی ایک روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فقراء میں تقسیم فرماتے تاکہ افطار کر لیں۔ ایک روٹی رہ جاتی۔ اس میں سے نصف حضرت صاحبؒ کھا لیتے اور پانی کا پیالہ پی کر عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ پھر وقت مقررہ پر روٹی کھاتے اور اس آدھی روٹی میں سے مولوی قادر بخش کو بھی اپنے تبرک سے حصہ دیتے۔

سفر کے لئے اشراق سے فارغ ہو کر روانہ ہوتے۔ اور کبھی اشراق راستہ میں گھوڑے سے اتر کر پڑھتے اور پھر روانہ ہو جاتے۔ ایک رات پاکپٹن شریف میں فقیر کو حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف میں سونے کا اتفاق ہوا اور وہ اس طرح کہ میں نے اپنے کپڑے وجد کی حالت میں قوالوں کو دے دیئے تھے۔ اور میرے پاس

اور کپڑا نہ تھا۔ موسم سرما تھا۔ میاں خدا بخش لانگری کا بھائی میاں غلام رسول حضرت صاحبؒ کے بنگلہ کے حجرہ میں سوتا تھا۔ اور لنگر کی چیزیں بھی اسی حجرہ میں ہوتی تھیں۔ اس نے مجھے کہا کہ تو میرے پاس بنگلہ شریف کے حجرہ میں سو جا۔ میری مراد بر آئی۔ میں اس حجرہ میں جا کر سو گیا اس رات حضرت صاحبؒ کے اوقات دیکھے۔

آپ نے عشار کے بعد بہت نوافل پڑھے، اورادِ نصیریہ کی ترتیب پر، جو ہمارے خاندان میں رائج ہے۔ اس کے بعد تسبیح پر وظائف کئے۔ پھر وہ اوراد پڑھے جو اس عربی رسالہ میں ہیں جو حضرت شیخ محمد گجراتیؒ کی تصنیف ہے۔ حضرت شیخ محمدؒ حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کے جدِ حقیقی و پیر ہیں۔ اس عربی رسالہ میں تقسیم اوقات ہے آپ نے اس کے مطابق پڑھ کر تمام وجودِ مبارک پر تین دفعہ دم کیا۔ پھر آنکھوں میں سُرمہ ڈالا۔ اور سو گئے آپ نے جو اوراد سوتے وقت اپنے جسم پر ملے وہ یہ ہیں:۔ (۱) آیۃ الکرسی تا خالدون (۲) امن الرسول (۳) دس آیتیں سورہ کہف کے شروع سے (۴) اور پھر دس آیتیں سورہ کہف کے آخر سے۔ (۵) پھر ۳۳ مرتبہ کلمہ تمجید۔ پھر ۳۳ دفعہ سبحان اللہ پھر ۳۳ دفعہ الحمد للہ۔ اور ۳۴ مرتبہ اللہُ اَکْبَرُ (۶) پھر الحمد للہ ایک بار۔ قل ھو اللہ ۳ بار۔ معوذتین ایک ایک دفعہ۔ یہ تمام اوراد پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں پر دم کرکے تمام بدن پر ہاتھ ملے۔ پھر یہ دُعا پڑھی:

بسم اللہ اسلمت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجات ظھری الیک رھبۃ ورغبۃ الیک لا ملجاء ولا منجاء الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت۔"

لازم یہ ہے کہ نمازِ عشار کے بعد فجر تک کسی سے بات نہ کرے۔ یعنی اس ورد کے بعد ہرگز بات نہ کرے کہ اس کی تاثیر بہت ہے۔ فقیر کاتب الحروف کو بھی یہی ورد ہے۔

ذکر اقسامِ خوراک

آپ گندم کی روغنی روٹی کھاتے تھے۔ اور پہلے پہلے دنوں میں کبھی کبھی سوف بھی

کھاتے تھے۔ بھیڑ بکری اور خرگوش کا گوشت بھی کھاتے تھے۔ آپ نے ہرن کا بُھنا ہُوا گوشت بھی کبھی کبھی کھایا ہے۔ گائے اور بکری کا دُودھ بھی پیتے تھے۔ پیلا ڈسے بھی ایک دو نوالے کھا لیتے تھے۔ ماش کی دال بھی کبھی کبھی کھا لیتے تھے۔ گائے۔ بیل۔ اونٹ اور بھیڑ کا گوشت بھی کبھی کبھی کھا لیتے تھے۔ پھلوں میں سے صرف انار دانہ، خرما، انگور ایک دو دانے کھاتے تھے۔ اور خربوزہ سے ایک دو نوالے لے لیتے تھے۔ سبزی میں سے توری۔ میتھی اور لونگ بھی کھا لیتے تھے۔

حضرت غوثِ زماںؒ کے وصال کا ذکر :

یہ کاتب الحروف ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ میں اُس قطبِ مدارِ عالم کی قدم بوسی کے لئے سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہُوا۔ جب پاک پٹن کے دریا پر پہنچا تو کشتی کے انتظار میں تھوڑی دیر دریا کے کنارے پر بیٹھا۔ اس وقت ایک قوّال میرے پاس ستار بجا رہا تھا اور غزل پڑھ رہا تھا۔ اس فقیر کو بہت رقت ہوئی۔ اس وقت اچانک ایک شخص اختیار خاں نام سکنہ کیتھل وسنام جو اس فقیر کا پیر بھائی تھا آیا اور سلامُ علیک کہہ کر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ تو میرا پیر بھائی ہے۔ میں نے کہا تو حضرت صاحبؒ کا مرید ہے۔ کہنے لگا۔ ہاں۔ میں نے اس سے معانقہ کیا۔ اس نے کہا میں بھی حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے سنگھڑ شریف کی طرف جا رہا ہوں۔ الحمد للہ آپ کی خوب رفاقت حاصل ہوئی۔ میں نے کہا مرحبا۔ بہرحال پہلے پاکپٹن شریف میں حضرت گنج شکرؒ کے عُرس مبارک پر پہنچے اور تقریباً دس روز وہاں رہے۔ عُرس سے فارغ ہو کر ۷ ماہ محرم سن مذکور کو وہاں سے سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلے مہار شریف میں تاج سرور پہنچے اور حضرت قبلۂ عالمؒ اور ان کی اولاد کی زیارت کی۔ اس کے بعد ملتان کے راستہ سے سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

اختیار خاں میرے ساتھ ساتھی تھا وہ مردِ صالح تھا اور اہلِ مجاہدہ میں سے تھا

وہ ذاکر، شاغل، صاحبِ نفس و سیفِ زبان تھا۔ یہ فقیر گھوڑے پر سوار تھا اور وہ پیادہ سپاہیوں کی طرح ڈھال تلوار باندھ کر میرے ساتھ چلتا تھا۔ ہم کبھی بیس کوس اور کبھی اٹھارہ کوس منزل کر لیتے تھے۔ جب رات آتی تو وہ آدھی رات کے بعد اُٹھتا اور نمازِ تہجّد کے بعد ذکرِ جہر اور کئی قسم کے اذکار و افکار میں فجر تک مشغول رہتا۔ پھر میرے ساتھ راہ لیتا۔ سیفِ زبانی ان کی ایسی تھی کہ ایک دن ہم کالیا شاہ کے پتن پر دریا کے کنارے پہنچے اور کشتی پر بیٹھے۔ انگریز سرکار کے محصّل نے ہم سے کشتی کا محصول ایک ایک پیسہ لیا اختیار خان سے پہلے دو پیسے لئے تھے مگر جب اسے خبر ہوئی کہ مجھ سے دو پیسے اور دوسروں سے ایک ایک پیسہ لیا ہے تو اس نے کہا اے داروغہ مجھ سے دو پیسے کیوں لئے میرا ایک پیسہ واپس دے۔ جب اس نے نہ دیا۔ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا کہ اچھا پیسہ نہ دے۔ تجھے خالص پیر کے، جو گنج شکرؒ کے خلفاء میں سے ہیں، سر پر جوتے لگیں گے دو ساعت نہ گزری تھی کہ انگریزوں کے سپاہی آگئے اور اُسے جوتے مارنے لگے۔

جب ہم قریہ عبدالرحمٰن میں پہنچے جو تونسہ شریف سے دو کوس جنوب کی طرف ہے تو ہم پیر محمد شاہ برادر سید عبدالرحمٰن مذکور، جو حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے ہیں، کے پاس ٹھہرے۔ جب دن چڑھا نمازِ فجر کے بعد سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں اختیار خان نے مجھے کہا کہ پیر جی آج رات عجیب خواب دیکھا ہے، اس کی تعبیر کیا ہے۔ میں نے کہا کیا دیکھا ہے۔ اس نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ دریا پر ایک جنازہ رکھا ہے اور ایک شخص منادی کر رہا ہے کہ یا رود دریا خشک ہو رہا ہے جو کوئی دریا سے خواہش رکھتا ہے اور فیض حاصل کرنا چاہتا ہے وہ لے لے، اتنے میں دریا خشک ہونا شروع ہو گیا یہاں تک کہ تمام خشک ہو گیا۔ جب میں نے اس کا یہ خواب سُنا، حیران رہ گیا اور اپنے دل میں اس کی تعبیر سے فکر مند ہوا۔ کہ یہ اولیاء اللہ فیض کا دریا ہیں۔ خدا خیر کرے کہ کیا حال ہو۔

ہم ۱۲ محرم ۱۲۶۷ھ کو تونسہ شریف پہنچے۔ اور اُس قطبِ مدارِ عالم کی قدمبوسی کی تو حضرت صاحبؒ کو صحیح سالم اور تندرست دیکھا۔ اختیار خان چھ دن وہاں

رہا اور پھر اپنے وطن روانہ ہوگیا۔ یہ فقیر آپ کی خدمتِ شریف میں رہا اور ہر روز جمالِ باکمال کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔ البتہ اس دن سے لے کر یومِ وصال تک آپ کی زبان سے ایک شعر روز سنتا تھا کہ ہر وقت نشست و برخاست کے وقت بلکہ اگر پاخانہ سے باہر آتے تھے تب بھی یہ شعر پڑھتے تھے:

آہن کہ بپارس آشنا شد   فی الحال صورتِ طلا شد

اور دوسرا شعر یہ ہے:

خورشید نظر چو کرد بر سنگ   فی الحال چو لعلِ بے بہا شد

مگر حضرت صاحبؒ پہلا شعر پڑھتے تھے۔ لوگ حیران تھے کہ اس شعر کے پڑھنے میں کیا حکمت ہے۔ اور یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد   چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

ماہِ صفر کے آغاز کا ذکر ہے کہ حضرت صاحبؒ بنگلہ شریف کے چبوترہ پر نمازِ مغرب کے ارادہ سے تشریف فرما تھے اور کسی نے کہا کہ یہ ماہِ صفر شروع ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ "خدا خیر کرے"۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ کو زکام شروع ہو گیا۔ دوسرے دن بھی بدستورِ سابق وظائف و مشغولی کے بعد عام کچہری کی۔ تیسرے دن زکام زیادہ ہو گیا۔ مگر اس دن بھی کچہری کی۔ چوتھے روز مرض زکام زیادہ ہوگیا۔ پانچویں روز اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔ حکیموں نے ہر چند روغن بادام کی مالش کی اور سر پر ادویہ ملیں۔ مگر مرض زیادہ ہو گیا۔ جب چھ صفر گذر گیا اور ساتویں رات آگئی تو حضرت صاحبؒ کا مرض اور زیادہ ہو گیا۔ نمازِ عشاء اپنے حجرہ شریف میں بیٹھ کر جماعت کے ساتھ ادا کی۔ ان ایّامِ مرض میں بھی مقرّرہ اوراد و وظائف ادا فرماتے رہے ایک وظیفہ بھی قضا نہ ہوا۔ پس ساتویں رات نمازِ عشاء کے بعد کٹہرہ میں کھڑے ہو کر مقرّرہ وظائف پڑھے۔ پھر مشغولیٔ باطنی میں بھی مشغول ہوئے۔ اس فقیر نے نمازِ عشاء حضرت صاحبؒ کے ساتھ حجرہ شریف میں پڑھی اور پھر حضرت صاحبؒ کے کٹہرہ کے نیچے جنوب کی طرف بیٹھ گیا اور صاحبزادہ میاں نظام الدینؒ فرزند حضرت میاں کالے صاحبؒ

نبیرہ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ بھی میرے پاس بیٹھے تھے۔ اور صاحبزادہ اللہ بخش جیؒ حضرت صاحبؒ کی چارپائی پر پائینتی کی طرف بیٹھے تھے۔ دوسرے چند لوگ بھی حاضر تھے۔ حضرت صاحبؒ پر حالت نزع وارد ہوئی اور شغل پاس انفاس زور سے شروع ہوا۔ چنانچہ اس شغل کی ایسی صورت بندھی کہ ہر شخص سُن رہا تھا کہ ذکر جاری ہے۔ اس اثناء میں صاحبزادہ صاحب نظام الدینؒ موصوف نے اس فقیر سے پوچھا کہ میاں نجم الدین میری سلسلۂ قادریہ میں اپنے والد صاحب سے بیعت ہے اور میرے والد صاحب بھی حضرت صاحبؒ سے مستفیض ہیں۔ میں حضرت صاحبؒ سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں کیا جائز ہے؟ یا نہیں۔ میں نے کہا مبارک ہے بیعت کریں۔ پس انہوں نے اُس وقت حضرت صاحبؒ سے بیعت کی۔ حضرت صاحبؒ نے انہیں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا وظیفہ عطا فرمایا۔ نیز اُن کے ساتھ اس عاجز کو بھی یہی وظیفہ پڑھنے کے متعلق فرمایا:

محمد اکرم خادم خاص نے عرض کی کہ خانقاہِ قبلۂ عالمؒ پر ایک آدمی کو آپ کی شفا کی دُعا کے لئے بھیجا ہے۔ فرمایا تیرے آدمی سے میرا آدمی پہلے پہنچ گیا ہے۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ واللہ اعلم کس بزرگ کو سلام کرتے تھے۔ جب تہجد کا وقت آیا تو خفتہ و غلطیدہ نمازِ تہجد اشارے سے ادا کی۔ پھر بیٹھ گئے اور تسبیح کیسہ سے باہر نکالی اور وظائف معمولہ پڑھے۔

وظائف سے فارغ ہو کر صاحبزادہ اللہ بخش کی طرف دیکھا اور فرمایا تو کون ہے؟ انہوں نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ میاں صالح محمد صاحب نے جو آپ کے سرہانے کھڑے تھے عرض کی کہ قبلہ یہ آپ کے صاحبزادہ گل محمد صاحب کا بیٹا اللہ بخش ہے۔ توجہ کا وقت ہے اس لیے اپنے پوتے پر کرم فرمائیں۔ اس وقت میاں صاحب اللہ بخش صاحب جی نے عرض کیا" بابو میں آپ سے کوئی اور چیز نہیں مانگتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے درویشوں کے جوتے سیدھے کرتا رہوں"۔ حضرت صاحبؒ یہ معقول عرض سُن کر بہت خوش ہوئے اس کے جواب میں اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي"

یہ حضرت صاحب کا آخری کلام تھا۔ پھر لیٹ گئے اور شغل پاس انفاس میں مشغول ہو گئے دو تین گھڑی رات رہتی تھی کہ جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۵

منقول ہے کہ مولوی نصیر الدین جو عالم و فقیہہ تھے مگر ذوقِ درویشی سے محروم تھے وہ بھی حضرت صاحبؒ کے وصال کے وقت چارپائی کی پائینتی کی طرف بیٹھے تھے۔ جب حضرت صاحبؒ کا ایسا بہترین خاتمہ دیکھا کہ ہر رگِ مبارک سے ذکرِ حق جاری تھا تو بہت حیران ہوئے کہنے لگے کہ ایسا خاتمہ کسی کا نہیں دیکھا۔ تعجب ہے کہ سرود بھی سنتے تھے مگر خاتمہ ایسا ہوا۔ جب دن چڑھا تو لکڑی کے صندوق کی تیاری کی گئی جو صبح تک تیار ہو گیا۔ ایک پہر دن چڑھ آیا تھا۔ جمعرات کا دن تھا اور صفر کی ۷ تاریخ۔ حضرت صاحبؒ کو اُن کے حجرہ میں غسل دیا گیا۔ فقیر بھی غسل کے وقت حجرہ میں حاضر تھا۔ غسل کے بعد کفن پہنایا گیا۔ پھر چارپائی پر حضرت صاحبؒ کو سُلا کر بنگلہ شریف کے باہر صحن میں اس چارپائی کو رکھا گیا۔ اس کے بعد تونسہ شریف کے شمالی صحرا کی طرف نماز جنازہ کے لئے لے گئے۔ جنازہ پر اس قدر مخلوق حاضر تھی کہ شمار میں نہ آسکتی تھی۔ واللہ اعلم ملائک تھے یا عالمِ غیب سے تھے۔ جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے اور ابھی جنازہ وہیں رکھا ہوا تھا کہ خراسانی لوگ افغانستان سے پہنچ گئے۔ جب جنازہ دیکھا تو پوچھا کہ کس کا جنازہ ہے؟ کہا کہ حضرت صاحبؒ کا ہے۔ ان خراسانیوں میں سے ایک شخص جو بہت مشتاق تھا، اس نے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگا "ہائے افسوس میں اتنی دُور سے مرید ہونے کے لئے آیا تھا اس نعمت سے محروم رہ گیا۔" اتنا رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر کچھ دیر بعد سر اٹھایا اور کہنے لگا الحمد للہ میری مراد حاصل ہو گئی۔ حضرت صاحبؒ نے اس وقت مجھے بیعت کر لیا ہے اور وظیفہ بھی تلقین کیا ہے۔ پھر جنازہ اٹھا کر بنگلہ شریف کے صحن میں لے آئے اور وہاں رکھ دیا۔

مولوی دیدار بخش پاکپتنی میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک کامل صاحبِ کشف بزرگ نے بتلایا کہ جب حضرت صاحبؒ کا جنازہ اٹھا کر صحرا میں لے جا رہے تھے تو تمام انبیاء کرام کی ارواح نیز صحابہ کرام اور مشائخ کی ارواح کو میں نے دیکھا کہ جنازہ کے ہمراہ تھیں۔ ان میں سے حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور سلطان المشائخ محبوب الٰہی

نظام الدّین اولیاؒ دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے جنازہ کے ساتھ بصد ارمان غمزدہ جا رہے تھے۔ حضرت نظام الدّین اولیاؒ فرما رہے تھے کہ آج ہمارے خاندانِ چشت کی رونق چلی گئی۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ اس کے چلے جانے سے خاندانِ قادریہ کی رونق بھی چلی گئی۔ کیونکہ یہ ہم میں سے بھی تو تھے۔ جب صندوق تیار ہو گیا تو حضرت صاحبؒ کو اس میں لٹا دیا گیا۔ نمازِ مغرب کے بعد ایک دو گھڑی رات گزری تھی کہ حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف میں جہاں مشغولی فرماتے تھے، جمعہ کی رات ماہِ صفر کی آٹھویں شب دفن کر دیا گیا۔ یہ فقیر دفن کے وقت بھی حاضر تھا۔

مولوی دلدار بخش صاحب اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میرے سامنے ایک بزرگِ کامل صاحبِ کشف نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ کو قبر میں دفن کیا تو حضرت صاحبؒ کے سر مبارک کو حضرت آدم علیہ السلام نے پکڑا ہوا تھا۔ کمر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑی ہوئی تھی اور پاؤں کی طرف سے حضرت صدیق اکبرؓ اور تینوں دوسرے صحابہ کرامؓ نے پکڑ کر قبر میں اتارا تھا۔

عمر:

حضرت صاحبؒ کی عمر مبارک چوراسیؒ سال تھی آپ کا وصال ۷ صفر جمعرات کی رات دو گھڑی رات باقی تھی کہ ہوا۔

دفن:

آپ کی تدفین آٹھویں صفر کی رات جو جمعہ کی رات تھی ہوئی۔

قبر شریف:

آپ کا مزار مبارک تونسہ شریف میں اُسی بنگلہ شریف میں بنا جو آپ کی عبادت گاہ تھی۔ تونسہ شریف ملک سنگھڑ میں ہے اور ملتان سے چالیس کوس کے فاصلہ پہ مغرب کی طرف ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب پشاوری نے آپ کی تاریخ وصال کہی ہے:

خواجۂ ما آن امام المسلمیں — شہ سلیمان رحمۃ للعالمین

هفتم ماہِ صفر روزِ خمیس — جاں بجاناں داد نفسِ نفیس
روحہائے اولیا گرد آمدند — ہر سالِ نقل او رائی زدند
زاں میاں نالہ کناں با ہوئے ہائے — روحِ مولانا رومیؒ گفت ہائے
اے دریغا اے دریغا اے دریغ — گشت پنہاں آفتابے زیرِ میغ

اس مثنوی کے شعر میں "زیرِ میغ" سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔

(۲) مولوی حسین علی صاحب ساکن فتح پور نے دوسری تاریخ لکھی ہے:

سلیمانِ زماں رحلت چو فرمود — یکایک در جہاں ظلمت بیفزود
پے سالِ وصالش ہاتفِ غیب — بگفت او آفتابِ چشتیاں بود

(۳) ایک اور شخص محمد یار خولجہ نے جسے آپ ابو الوفا فرمایا کرتے تھے حضرت صاحبؒ کی تاریخ وصال "غریبا نواز" سے نکالی ہے۔

(۴) مولوی صدر الدین صاحب مفتی دہلی نے بھی حضرت صاحبؒ کی تاریخ ہائے وصال نکالی ہیں:-

(۱)

شہ سلیماں آں حبیبِ کبریا — غوث قطب ماسوئے شیخ الہدےٰ
ذاتِ پاکش آفتابِ چشتیاں — قطب عالم حق نما مشکل کشا
بردچوں شوق شدن عبد الرفیق — از سوی او سوئے اعلی العلا
عرشیاں از بہر استقبالِ اُو — آمدند و برزبا ہا مرحبا
از زہش بردند و لب برمدح تا — یافت تشریفات حق اندر ملا
بالمشافہ ہر یکے تاریخ وصل — از جنابِ کبریا کرد التجا
فتح باب از نفث روعی شد چنیں — رحمۃ اللعالمیں قطب الوری

(۲)

چوں آفتابِ چشت دمہ طارم یقیں — قطب مدار و رونق بزم مقربین
شیخ الشیوخ تاجور ملک معرفت — غوث زماں ختم بردد رو کہ خریں
یعنی جنابِ خواجہ سلیمان کہ اسم او — مفتاح قفلِ بابِ تمنائے آنچہ ایں

شد محو ذات برنگے کہ اندرو	لعنت بقا معنون وصف فنا بیں
کردم سوال سال وصالش زچرخ گفت	محبوب ذات حق شدہ تاریخ شیخ دیں

(۳)

چوں غوث وقت قطب دیں چو مودود	سلیماں حقیقت بلکہ داؤد
بعزم چوں بے چونی گزیدن،	ازیں سوئے معمو بسو نقل فرمود
دلم از قدسیاں پرسید تاریخ	کہ ہستم درخیالش سینہ پر دود
بگفتند از سر کلک قضا صاف	نوشتہ شد ہویدا ذات حق بود

(۴)

آں امام اولیا عالی جناب	شہ سلیماں رہبر ہر شیخ و شاب
پیشوائے خلق غوث جن وانس	رحمت عالم ز اسمش فتح باب
چوں بجاناں داد نقد جان خود	من شدم اینک یتیم و بس خراب
فکر تاریخش نمودم گفت دل،	جائے فکرت نیست اے حسرت مآب
از سر دانش دبیران قضا	محو ذات حق نمودندش خطاب

جان لیں کہ حضرت صاحبؒ کی عمر کے بارے میں ہمارے پیر بھائیوں کے گروہ میں بہت اختلاف تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ حضرت صاحبؒ کی عمر اندازاً ایک سو برس تھی۔ کوئی دو سال کم یا سو سال سے زیادہ بتاتا تھا اور کوئی پچانوے (۹۵) برس۔ اور ہر کوئی اپنے خیال و قیاس کے حق میں دلیل بھی لاتا تھا۔ مگر اس سال کہ ۱۲۸۳ھ ہے۔ فقیر حضرت مخدومی (۱۲۷۸ھ) وسیدی و مولائی جناب خواجہ اللہ بخش صاحب سجادہ و نبیرۂ حقیقی حضرت صاحب قبلہؒ کے ساتھ حضرت خواجۂ بزرگؒ (حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ) کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر تونسہ شریف میں آیا اور حضرت صاحب کی مزار شریف کی زیارت سے مشرف ہوا۔ فقیر کو بمطابق اس شعر:

در دل من نگذرد غیر تو ہیچ
یا توئی یا خوئی تو یا بوئی تو

ہر وقت حضرت صاحبؒ کا خیال اور تصوّر رہتا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ کے ذکر کے سوا کوئی اور ذکر بے کار نظر آتا تھا۔ چنانچہ میں نے اُن دنوں حضرت صاحبؒ کے سنِ ولادت، عمر اور سال کے بارے میں بہت کوشش کی اور اجتہادِ بلیغ کیا۔ ان دنوں میں نے رسالہ اسماء الابرار دیکھا جو نواب نظام الملک غازی الدّین خان بہادرؒ کی تصنیف تھا۔ نواب صاحبؒ حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدینؒ کے صحبت یافتہ با اعتقاد مریدوں میں سے تھے۔ اور قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی صحبتِ اکثر خاصیت سے بھی بہت فیض حاصل کیا ہوا تھا۔ بلکہ صاحبِ ارشاد صاحب ذوق و شوق تھے۔ نیز علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ان کی تصانیف نثر و نظم میں بے شمار ہیں۔ اس رسالہ میں انہوں نے اپنے زمانہ کے اولیاء و مشائخ کا ذکر کیا ہے اور ہمارے حضرت صاحبؒ کا ذکر بھی لکھا ہے۔ چنانچہ وہاں یہ عبارت درج ہے:

"محمد سلیمان" جو چھوٹی عمر ہی میں مرتبۂ عشق و محبت پر پہنچ گئے اس وقت بائیس ۲۲ سال کے ہیں۔ اور وہ جملہ اولیاء سے ہیں . . . . . "

اس عبارت سے بہت سے عقدے حل ہوئے اور حضرت صاحبؒ کا سنِ ولادت اور عمر بھی معلوم ہوئی۔ رسالہ مذکور ۱۲۰۵ھ میں تصنیف ہوا تھا۔ اس میں مولانا نور محمد صاحب نارووالہؒ کے ذکر کی عبارت سے بھی صریحاً پتہ چلتا ہے۔ اُن کے ذکر میں لکھا ہے کہ اُن کی رحلت سالِ گزشتہ ہوئی۔ جب ان کا سنِ وصال تحقیق کیا تو ۱۲۰۴ھ معلوم ہوا یعنی حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال سے قبل جبکہ ان کا وصال ۱۲۰۵ھ میں ہوا جیسا کہ "حیف واویلا جہاں بے نور گشت" میں ان کی تاریخ وصال موجود ہے۔ اُن کی رحلت سن مذکور میں ایک سال پہلے ہوئی تھی۔ اگر رسالہ مذکور کی تصنیف کے وقت قبلۂ عالمؒ قیدِ حیات میں تھے تو بھی اُن دنوں کے قریب قریب وصال ہوا۔ نیز قبلۂ عالمؒ کا وصال حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کے چھ سال بعد ہوا تھا۔ حضرت مولانا صاحبؒ ۱۱۹۹ھ کا وصال ۱۲۹۹ھ میں ہوا۔ اور قبلۂ عالمؒ کا وصال ۱۲۰۵ھ میں۔ جب ان تمام تاریخوں کو تطبیق دی اور حساب کیا تو حضرت صاحبؒ کی عمر چوراسی ۸۴ سال بنی۔

رسالہ مذکورہ سے سند لینے سے قطع نظر حضرت صاحبؒ کی عمر کے بارہ میں دیگر دلائل بھی مذکورہ سنوں کے مطابق ہیں۔ازاں جملہ یہ ہیں کہ مشفقی و مکرمی جناب مولوی محمد حسین صاحب پٹواری کہ جو حضرت صاحبؒ کے متدین غلاموں میں سے ہیں اور مدت تک احقر نے اور انہوں نے حضرت صاحبؒ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے، فرماتے تھے کہ ایک دن کسی شخص نے حضرت صاحبؒ سے پوچھا کہ یا حضرت جس وقت آپ دہلی شریف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے اس وقت آپ کی عمر کیا تھی۔ فرمایا پندرہ ۱۵ یا سولہ ۱۶ سال۔ نیز حضرت صاحبؒ کے ملفوظ میں حافظ احمد یار پاکپٹنی نے جو حضرت صاحبؒ کے یاران قدیم اور مریدان با اعتقاد سے تھا، لکھا ہے کہ جس وقت حضرت صاحبؒ دہلی شریف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے تھے تو ان کی عمر پندرہ ۱۵ یا سولہ ۱۶ سال تھی۔ پس اس قیاس سے حضرت صاحبؒ کی عمر چوراسی ۸۴ سال ہونی چاہیئے۔ لہٰذا حضرت صاحب کا کلام مذکور نواب صاحبؒ کے کلام کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ جب حضرت صاحب ۱۱۹۹ھ میں جو حضرت مولانا صاحبؒ کا سن وصال ہے اور نیز حضرت صاحبؒ کے دہلی شریف کی طرف جانے کا سال ہے پندرہ ۱۵ سال کے تھے تو پس ۱۲۰۵ھ میں کہ حضرت قبلہ عالمؒ کا سن وصال ہے اور رسالہ مذکور کا سن تصنیف بھی ہے، آپ ضرور بائیس ۲۲ سال کے ہوں گے۔ پس حضرت صاحب کی عمر کے بارہ میں اس فقیر کو کوئی شک نہ رہا۔ ضرور حضرت صاحبؒ کی عمر چوراسی ۸۴ سال ہوگی۔

اس عمر کے سن سے حضرت صاحب کا سن ولادت بھی معلوم ہوا کہ ۱۱۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ نیز اسی قیاس سے معلوم ہوا کہ اپنے پیر و مرشد سے بیعت ہونے کے وقت حضرت صاحبؒ پندرہ ۱۵ سال کے تھے۔ اس لئے کہ بیعت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اپنے پیر کے حکم سے دہلی کی طرف گئے تھے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ عالمؒ کے وصال کے وقت حضرت صاحبؒ بائیس ۲۲ سال کے تھے۔ نیز حضرت صاحبؒ کی مسجد میں عصر کے وقت ۱۶ محرم ۱۲۸۳ھ کو فقیر بیٹھا تھا اور میاں عبداللہ کھوکھر، جو حضرت صاحبؒ کے غلاموں میں سے ہے۔ اور مولوی رحمت اللہ

سکنہ ڈیرہ غازی خاں اور مولوی محمد عمر سوکڑی وغیرہ بھی بیٹھے تھے۔ حضرت صاحبؒ کی عمر کا ذکر چل نکلا۔ عبداللہ کھوکھر نے کہا کہ ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ قبلہ آپ کی عمر سو سال کی ہوگی۔ فرمایا نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ نوّے (۹۰) سال کی ہوگی۔ فرمایا نہیں البتہ اسّی (۸۰) سے تو زیادہ ہے۔ نیز مولوی محمد عمر مذکور فرماتے تھے میرے والد اللہ یار محمد نام جو حضرت صاحبؒ کے مرید تھے اور حضرت صاحبؒ سے عمر میں بڑے تھے۔ کہتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت کے بعد سفر دہلی سے واپس آکر اپنے وطن کی طرف، جو کوہ درگ میں ہے اور تونسہ شریف سے تیس کوس مغرب کی طرف ہے تشریف لے جا رہے تھے۔ دوران سفر جب سوکڑ گاؤں میں پہنچے تو میں آرہا تھا۔ اس وقت حضرت صاحبؒ بغیر ریش کے تھے۔ ابھی داڑھی اور مونچھ کے بال نہیں آئے تھے۔ پس اس سے قیاس لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت ضرور پندرہ (۱۵) سال کے ہوں گے۔ نیز بارہا حضرت صاحبؒ کی زبانِ مبارک سے ہم نے سنا ہے کہ ہمیں حضرت قبلۂ عالمؒ کی صحبتِ ظاہری چھ سال یا کم حاصل ہوئی ہے۔" چنانچہ حضرت صاحبؒ کے ملفوظات میں جو مولوی امام بخش نے جمع کئے ہیں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے پس حضرت صاحبؒ کا یہ قول بھی نواب صاحب مذکور کی تائید میں ہے کہ اس وقت بائیس ۲۲ سال کے تھے۔ اس لئے کہ آپ کی بیعت سنہ ۱۱۹۹ھ میں ہوئی اور حضرت قبلۂ عالمؒ کا وصال سنہ ۱۲۰۵ھ میں ہوا۔ پس قبلۂ عالم حضرت صاحبؒ کو بیعت کرنے کے چھ سال بعد وصال فرما گئے۔ چنانچہ اقوالِ مذکور اور قیاسِ مذکور سے جاننا چاہیئے کہ حضرت صاحبؒ کا سنِ ولادت سنہ ۱۱۸۳ھ ہے۔ اور بیعت و دہلی کی طرف جانے کا سن سنہ ۱۱۹۹ھ ہے۔ اور بیعت کے وقت سولہ سال کے تھے۔ اور اپنے پیر کے وصال کے وقت بائیس ۲۲ سال کے تھے پس حضرت صاحبؒ کی عمر چوراسی (۸۴) سال تھی اور حضرت صاحب کی رحلت سنہ ۱۲۶۷ھ میں سات صفر جمعرات کے دن ہوئی۔ چنانچہ یہ تمام تاریخیں اس نظم میں کہی گئی ہیں:-

نظم

دردا کہ غوث اعظم راہی سوئے جناں شُد
از ہجر او دو عالم پُرشور و پُر فغاں شُد

از سالِ انتقالش ہاتف مرا بگفتہ
محبوب ذاتِ حق بود اندر زمیں نہاں شد

سالِ ولادت آں را از من اگر بپرسی
گر ہائے دو رسازی خورشید در جہاں شد

لفظ حبیب اللہ بے ہائے عمر او داں
من کردہ ام شماری ہشتاد و چاراں شُد

تاریخ بیعت او ہم رفتنشی بد ہے ملے
خورشید درجہانی مےخواں دریں عیاں شُد

وقتِ وصال مرشد بست دو سالہ بود
از نجم الدین عاصی در نظم ایں بیاں شُد

ذکر عیال و اطفالِ حضرتِ غوثِ زماں خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ

حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے بعد حضرت صاحب غوث زماںؒ نے اپنے وطن و مولد کوہ درگ میں اپنے گاؤں میں استقامت اختیار کر لی اور طالبان خدا کو اس جگہ بھی راہِ خدا کی ہدایت کرنے لگے۔ آپ کی والدہ صاحبہ محترمہ نے چاہا کہ آپ شادی کر لیں اس لئے انہوں نے عمر خاں جعفر کو آمادہ کیا کہ وہ اپنی لڑکی حضرت صاحبؒ کے عقد میں دے دے۔ اس نے اسے سعادتِ دارین سمجھ کر اور آخرت کا وسیلہ جان کر اپنی لڑکی حضرت صاحبؒ کے عقد میں دے دی۔ آپ کی زوجہ محترمہ کا نام بی بی صاحبہ بنت عمر خاں بن احمد خاں بن ولی خاں جعفر رِدانی تھا۔ ولی خاں جعفر رِدانی حضرت صاحبؒ کے جدّ بھی تھے۔ اور بی بی صاحبہ کی والدہ کا نام بختاور بی بی ہے جو عمر خاں مذکور کی زوجہ تھیں۔ بی بی صاحبہ مرحومہ کی وفات جمادی الاول ۱۲۶۸ھ میں حضرت صاحب غوث زماںؒ کے وصال کے بعد ہوئی۔ ان کی قبر قبرستان کی حویلی میں ان کے بیٹے جناب گل محمد صاحب مرحوم اور درویش محمد صاحب مرحوم کے مزار کے قریب ہے۔ ان کی عمر ۸۰ سال تھی کہتے ہیں کہ بی بی صاحبہ مرحومہ اپنے شوہرِ نامدار جناب حضرت صاحبؒ سے مرید تھیں۔ اور قرآن شریف کی تلاوت

دلائل الخیرات، تہجد، اشراق، چاشت اور دیگر تمام اوراد اور ذکرِ جہر و پاس انفاس اور وقوفِ قلبی خصوصاً "ذکر" یا ھو یا حی" میں سرگرم و شاغل رہتی تھیں۔ آپ صالحاتِ وقت سے تھیں اور اندرونِ خانہ انہوں نے عورتوں کے لئے لنگر بھی جاری کیا ہوا تھا۔ کہ صدہا عورتوں کو روٹی کھلاتی تھیں اور بی بی ناظمہ کو اس اندرونی لنگر پر لانگری مقرر کیا ہوا تھا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ نماز فجر کی مشغولی اور نماز اشراق کے بعد جب گھر میں روٹی کھانے کے لئے تشریف لے گئے تو ان کا راستہ چونکہ لنگر کے اندر سے تھا اس لئے دیکھا کہ لنگر سرد ہے اور لنگر میں آگ نہیں جل رہی حضرت صاحبؒ نے اپنے لانگری خدا بخش کو بلا کر پوچھا کہ آج فقراء کے لئے لنگر میں روٹی کیوں نہیں پکا رہے کہنے لگا بقال نے جواب دے دیا ہے کہ میرا قرض آپ پر بہت زیادہ ہوگیا ہے۔ جب سابقہ قرض ادا کریں گے تو پھر اور غلہ دوں گا۔ حضرت صاحبؒ اندرونِ خانہ گئے۔ جب حضرت مائی صاحبہ زوجۂ آں غوثِ زمانؒ نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا آج میں کھانا نہیں کھاؤں گا، میرے فقیر بھوکے ہیں۔ میں کس طرح روٹی کھاؤں۔ بقال نے غلّہ نہیں دیا۔ کہتا ہے کہ جب سابقہ قرض ادا ہوگا تب غلّہ دوں گا۔ حضرت مائی صاحبہ نے تمام زیور جو اُن کے پاس تھا، حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لاکر نذر کردیا۔ اور فرمایا اسے اپنے فقراء کے لنگر میں خرچ کریں۔ حضرت صاحبؒ خوش ہوئے اور کھانا کھا لیا۔ اور وہ زیور لاکر خدا بخش لانگری کو دیا اور اُسی دن لنگر بھی جاری ہوگیا۔ پھر حضرت صاحبؒ نے آیا نام بقّال کو جو لنگر کا مودی تھا، طلب کیا اور فرمایا کہ تو فقراء کے لنگر کے لئے غلّہ کیوں نہیں دیتا۔ اس نے عرض کیا جناب میرا قرض زیادہ ہوگیا ہے پہلے وہ ادا کریں پھر آگے قرض دوں گا۔ فرمایا حق تعالیٰ تمہارا تمام قرض ادا کرا دیگا تو خوش دلی سے غلّہ دیتا رہ۔ اس نے کہا خود آپ کے پاس کونسی جائداد ہے کہ اس امید پر آپ کو قرض دیتا رہوں۔ اس وقت آپ کے پاس سر پر ایک کلاہ، بدن پر

کرتا، پاؤں میں جوتے اور بیٹھنے کے لئے کھجور کی چٹائی یا بوریا ہے۔ اور کیا ترکہ ہے کہ جس پر بھروسہ کرتے ہوئے قرض دیتا رہوں۔ حضرت صاحبؒ کو بقال کے اس کلام پر جوش آگیا۔ بوریا اٹھاکر فرمایا کہ ہاں لے لو جو تمہارا قرض ہے۔ البتہ میرے پاس صرف یہی بوریا بطور ترکہ کے ہے۔ اس بقال نے اس بوریا کے مصلّے کے نیچے نظر ڈالی تو دیکھا کہ روپوں اور اشرفیوں کی نہر بہہ رہی ہے۔ یہ دیکھ کر اُسے یقین آگیا۔ اُس دن کے بعد پھر کبھی غلہ دینے پر اعتراض نہ کیا۔ الغرض اُس مائی صاحبہ عفیفہ کو حق تعالیٰ نے یہ حوصلہ دیا تھا کہ حضرت صاحبؒ کے فقراء پر اپنا تمام زیور قربان کر دیا تھا۔ اس زمانہ میں عورتوں میں ایسا باہمت کام کم نظر آتا ہے۔ یہ سب حضرت صاحبؒ کی صحبت کا اثر تھا۔

حضرت صاحبؒ کی اس مائی صاحبہ کے علاوہ اور بیویاں بھی تھیں کہ اُن سے نکاحِ ثانی کیا تھا یعنی وہ بیبیاں کنواری نہیں تھیں بلکہ بیوہ تھیں۔ البتہ حضرت صاحبؒ کی اولاد صرف مائی صاحبہ کے علاوہ کسی اور بیوی سے نہ تھی۔ اس پاکدامن خاتون کے بطن سے حضرت صاحبؒ کے تین بیٹے تھے اور ایک لڑکی۔ سب سے بڑے لڑکے حضرت گل محمد صاحبؒ تھے۔ دوسرے جناب درویش محمد صاحبؒ۔ تیسرے حضرت عبداللہ صاحب معصومؒ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ چوتھا لڑکا بھی ہوا تھا جو بچپن میں فوت ہوگیا تھا کہ اس کا نام احمدؒ تھا۔ چنانچہ ہر ایک کا ذکر آگے لکھا جائے گا۔ حضرت صاحبؒ کی بیٹی کا نام بی بی آمنہ صاحبہ تھا، ان کی شادی عبدالرحمٰن بن ابراہیم خاں صاحب سے ہوئی۔ جو حضرت صاحبؒ کے بھانجا تھے یعنی یہ عبدالرحمٰن جو حضرت صاحبؒ کا داماد تھا، بی بی مائی جو حضرت صاحبؒ کی خواہرِ حقیقی تھیں، کا لڑکا تھا اور بی بی آمنہ صاحبہ کے بطن سے عبدالرحمٰن صاحب کے دو بیٹے ہوئے۔ بڑے میاں قادر بخش صاحب اور چھوٹے خیر بخش صاحب۔ حق تعالیٰ ہمارے حضرت صاحبؒ کی آل و اولاد کو مقامِ اعلیٰ اور رتبۂ ارفع تک پہنچائے اور اپنے احسان و کرم سے دارین میں معزز کرے۔ آمین ثم آمین۔

زُبدۂ ابرار، قدوۂ اخیار، سوختۂ درِ عشقِ الٰہی، عارفِ بمعرفتِ کبریائی
قدوۃ السالکین و اسوۃ الواصلین

حضرت خواجہ گُل محمدؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ حضرت غوث زمانؒ کے سب سے بڑے فرزند تھے اور آپ کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ روز وشب ذکرواشغال اور یادِ خدا میں مشغول اور عشقِ الٰہی میں سوختہ رہتے تھے۔ ذکر جہر آوازِ بلند سے اور جوش تمام سے کرتے تھے۔ آپ کو سماعِ سرود سے بڑی محبت تھی۔ بلکہ علمِ موسیقی میں بھی درک رکھتے تھے۔ آپ کو حال و وجد اپنے والدِ گرامیؒ کی طرح ہوتا تھا۔"بیٹا اپنے باپ کا پرتو ہوتا ہے" گویا اُنہی کے لئے تھا۔ چنانچہ ان کے وجد کا ذکر کیا جائے گا۔ آپ کو حق تعالیٰ نے علمِ ظاہری و باطنی عطا کیا تھا۔ علمِ ظاہری آپ نے حافظ حسن صاحب سے پڑھے تھے۔ نیز مولوی نور احمد صاحب سے بھی تھوڑا پڑھا تھا۔ پھر علمِ سلوک حضرت صاحبؒ سے حاصل کیا۔ مرتبۂ تحمّل و تسلیم بدرجہ کمال تک پہنچایا کہ کسی فرد کو بھی آپ سے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی۔ اور اگر کبھی تقدیر سے کسی کو آپ سے رنج پہنچا تو فوراً اُسے نقد عطا کرکے اور بعید عذر خواہی اور خوشامد کرکے خوش کرتے اور خود اُسے راضی کرتے تھے۔"غبارِ چہرۂ گردون دلیلِ باراں ہست" کے مطابق بزرگوں کا غصّہ بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔

آپ حضرت صاحبؒ کے درویشوں کی بہت خدمت کرتے تھے اور ان پر بہت کرم و سخاوت کرتے تھے۔ اکثر فقراء کے مکان پر آمد و رفت رکھتے تھے اور اپنی صاحبزادگی اور بزرگی کا بالکل خیال نہ کرتے تھے۔ سادہ مزاج تھے اور اپنے آپ کو حضرت صاحبؒ کے فقراء میں سے ایک جانتے تھے۔ اکثر فرماتے تھے کہ میں بھی حضرت صاحبؒ کے فقیروں میں سے ایک ہوں۔ سخاوت بہت زیادہ تھی کہ عطیاتِ مخفیہ سے ہر نیک و بد کو نوازتے تھے ؎

بہ بیں طریقِ کرم ہائے خواجگانِ خدا
رضائے ادنیٰ و اعلیٰ نگاہ مے دارند

کاتب الحروف کہتا ہے کہ آں جنابؒ اس فقیر پر بہت شفقت فرماتے تھے ابتدائے حال میں یہ فقیر حاجی بختاور صاحب کے حجرہ میں رہتا تھا۔ آپ کبھی کبھی وہاں تشریف لاتے تھے بلکہ اس غلام کو خوش کرنے کے لیے خود کوئی غزل یا ہندی کافی تصنیف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے ساتھ بہار تشریف گئے ہوئے تھے حضرت قبلۂ عالمؒ کے عُرس پر، وہاں فقیر کو ایک دن عصر کے وقت وجد ہوا۔ نمازِ مغرب تک اس وجد کا غلبہ رہا۔ جب نمازِ مغرب حضرت صاحبؒ کے بنگلہ کے صحن میں حضرت غوثِ زمانؒ کے ساتھ پڑھی تو آپ بھی اس فقیر کے برابر جماعت کی صفِ اوّل میں کھڑے تھے۔ فقیر کا اندرونی جوش ابھی کم نہ ہوا تھا۔ گریہ اور تحرکِ قلبی جاری تھا۔ جب آپ نے میرا یہ حال مشاہدہ کیا تو ایک دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر کسی کو میرے حضرت صاحبؒ کے فقیروں پر اعتماد نہیں ہے تو اُسے نہ ہو۔ مگر اللہ کی قسم مجھے حضرت صاحبؒ کے فقیروں پر بہت اعتماد ہے۔ اور اشارہ اس فقیر کی طرف کیا۔ یہ سب راہِ نوازش و کرم پروری کی وجہ سے تھا ورنہ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ حضرت گل محمد صاحبؒ حضرت گنج شکرؒ کے عُرس مبارک پر پاکپتن شریف تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ جب مجلس سماع میں گئے۔ قوالوں نے یہ غزل شروع کی جو جناب حافظ شیرازی کی تھی :

فاش مے گویم و از گفتۂ خود دل شادم — بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم
نیست بر لوحِ دلم جُز الفِ قامتِ دوست — چہ کنم حرفِ دگر یاد نداد استادم
من ملک بودم و فردوس بریں جائم بود — آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم
طائرِ گلشنِ قدسم چہ دہم شرحِ فراق — کہ دریں دامگہ حادثہ چوں افتادم
سایۂ طوبیٰ و دلجوئی حور و لب حوض — بہ ہوائے سرِ کوئے تو برفت از یادم

کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت یارب از طالعِ گیتی بچہ طالع دیدم روشن

کہ چرا دل بجگر گوشۂ مردم دارم چاک کن چہرہ حافظ بسرِ زلف زاشک

ورنہ این سیل دمادم بکند بنیام

جب قوالوں نے یہ شعر پڑھا:

نیست بر لوحِ دلم جز الفِ قامتِ دوست

چہ کنم حرفِ دگر یاد ندادم اُستادم

تو حضرت صاحبزادہ کو ایسا وجد ہوا کہ چند بار رقص کیا پھر حالتِ سکتہ ہوا اور بے ہوش ہوگئے اور ظہر تک اسی طرح بیخود پڑے رہے۔ جب حضرت صاحب غوثِ زماں رح کو خبر ہوئی تو فرمایا ان کے بدن پر پانی ڈالیں جب آپ پر پانی ڈالتے تھے تو اس طرح ہوتا تھا جیسے گرم لوہے پر پانی ڈالا جاتا ہے اور وہ خشک ہو جاتا ہے۔ آخر کچھ عرصہ بعد آپ کو ہوش آیا۔ اس دن کے بعد حضرت صاحب رح نے آپ کو مجلسِ سماع میں جانے سے منع کر دیا تھا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ تونسہ شریف میں چند اشخاص مولود پڑھنے والے بلدہ حاجی پور سے آئے ہوئے تھے اور مولوی گل محمد صاحب دامانی کے مکان پر مجلسِ سرود کر رہے تھے اور یہ غزل پڑھ رہے تھے:

غزل

جانِ من زارم شد آرامِ جانِ من کجاست

ہجرم نشانِ فتنہ شد فتنہ نشانِ من کجاست

آمد بہارِ مشک دم سنبل دمید و لالہ ہم

سبزہ بصحرا زد قدم سرو روانِ من کجاست

در گریہ ام شد پا گلِ وز دوستان گشتم خجل

جاں سرِ جہاں بگسستہ دل جانِ جہانِ من کجاست

در قعرِ غم شد سوزیم بے پردہ شد مستوریم

تلخست عیش از دوریم شکر فشانِ من کجاست

دیر است کاں یارِ نکو رفتہ دلِ خسرو برد

گر دل برفت ایں را بگو آں گو کہ جانِ من کجاست

حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ کو ایسا وجد ہوا کہ پہلے گریہ وزاری ہوئی پھر جذبہ میں آگئے۔ کبھی عین حالت میں حضرت غوث زماںؒ کی خدمت میں پہنچ کر اُن کے قدموں میں گر کر گریہ کرتے تھے اور پھر وہاں سے وجد کرتے ہوئے قوالوں کے پاس آتے تھے اور پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آتے تھے۔ اسی طرح چند بار کیا۔ یہاں تک کہ ایک گھڑی یا زیادہ آپ پر غلبہ کی یہ حالت رہی۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے ڈیرہ میں چلے گئے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے اوصاف اور آپ کی بزرگی کے واقعات بہت سے ہیں جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ لہٰذا مجبوراً میں صرف چند درد آمیز اور دو وحشت انگیز واقعات پر اکتفا کرتا ہوں جن کا تعلق گلشن سلیمانی کے اس پھول کے ساتھ ہے

منقول ہے کہ جب حضرت گل محمدؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو حضرت صاحبؒ نے اس سے چند دن قبل درد آمیز اور شورش انگیز حکایاتِ فراق آمیز بیان کرنی شروع کیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرغی تھی اس کے چند چھوٹے بچے تھے جن کو زغن اٹھا کر کھا گیا اور بعض کو بلی اٹھا کر لے گئی اور کھا گئی جب اس مرغی کو ذبح کیا تو اس کے دل میں اتنے سوراخ تھے جتنے بچے بلی اور زغن نے کھائے تھے پس جانور کو اپنی اولاد کا اتنا غم ہوتا ہے تو اندازہ کریں کہ آدمی کو اس کی اولاد کے مرنے کا کتنا غم ہوتا ہوگا اور کتنا رنج ہوتا ہوگا۔

ایک دن فرمایا کہ حضرت امیر حمزہؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، کے چند چھوٹے بیٹے فوت ہو گئے تھے۔ جب وہ اُحد کی جنگ میں شہید ہوئے اور کافروں نے

ان کی لاش کو مُثلہ کیا یعنی آپ کے ناک کان اور دیگر اعضاء کو ان سے عداوت کے سبب الگ الگ کاٹا تو آپ کی لاش کی شناخت نہ ہوتی تھی جتنی تلاش کرتے تھے نہ ملتی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اس مُثلہ شدہ جسم کا دل کھول کر دیکھیں اگر اس دل میں سوراخ پائیں جان لیں کہ یہ میرے چچا صاحب کی لاش ہے کیونکہ ان کے چند بیٹے فوت ہو گئے تھے ان کے دل میں اتنے ہی سوراخ ہوں گے۔ پس جب اس لاش کا دل کھولا تو اتنے ہی سوراخ ان کے دل میں پائے تو پہچان لیا کہ یہ امیر حمزہؓ کی لاش ہے پس اسے دفن کر دیا۔ پس جان لیں اہل اللہ اور مقبولانِ خدا کو اپنی اولاد کا اس قدر غم و الم ہوتا ہے کہ اگرچہ بظاہر گریہ و زاری نہیں کرتے اور صبر کے ساتھ سب کچھ برداشت کرتے ہیں۔ نیز ان دنوں کبھی کبھی اپنی دو انگلیوں سے یعنی انگوٹھا اور درمیانی انگلی سے چٹکی مارتے تھے اور یہ ہندی راگ دردآمیز آواز سے آہستہ آہستہ گنگناتے تھے:

راگ ہندی

موڑ نہ سکدیاں موڑ لکھا لوح قلم دا ڈاڈھے دے ہتھ ڈور لکھا لوح قلم دا
وس نہیں لگدا اور لکھا لوح قلم دا

پس چند دنوں کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی گردن پہ پھوڑا نکلا جس سے چند دن بیمار رہے اور ۱۱۔ رمضان شریف ۱۲۶۰ھ کو اپنے والد صاحبؒ سے قبل وصال فرما گئے۔ اُن کی قبر مبارک تونسہ شریف میں صاحبزادہ درویش محمد صاحبؒ برادر خورد کی قبر مبارک کے برابر ہے۔ وہ ان سے بھی پہلے وصال کر گئے تھے۔ حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ کی عمر پچاس (۵۰) سال تھی۔ ان کا سجع یہ تھا:

زگلزارِ فخرؒ و نورؒ و سلیمانؒ شگفتہ گل محمد تازہ ریحان

منقول ہے کہ جب ان پہ حالتِ نزع طاری ہوئی تو حضرت صاحبؒ کو خبر کی گئی۔ آپ صاحبزادہ صاحبؒ کے قریب آئے اور فرمایا گل محمد اپنے پیرانِ عظّام کی طرف توجّہ کرو۔ عرض کرنے لگے کہ قبلہ میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ آپ کی طرف متوجّہ

ہوں۔ آپ اپنے پیران کی جانب توجہ فرمائیں۔ اس کے بعد شجرہ شریف آپ کے سینہ مبارک پر رکھا گیا اور حضرت صاحبؒ فاتحہ خیر پڑھ کر بنگلہ شریف کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور وہ ذکر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کو اس طرح ضرب کلاں و آوازِ کلاں سے کرتے تھے کہ ہر شخص دور سے سنتا تھا۔ پس عین ذکر میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن۔ فقط۔ کہتے ہیں کہ وصال سے دو تین دن قبل کلمہ کا ذکر آواز و ضرب سے شروع کر دیا تھا اگرچہ حکیم منع کرتے تھے مگر وہ سعیدِ ازلی ذکر کو بند نہ کرتے تھے۔

آپ کے دو بیٹے تھے اور تین بیٹیاں۔ سب سے بڑے لڑکے قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب ہیں اطال اللہ عمرہٗ وبرکاتہٗ۔ اور چھوٹے بیٹے حضرت خواجہ خیر محمد صاحب ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ بیٹیوں میں سب سے بڑی بی بی عائشہ ہیں جو مولوی محمد موسیٰ بن محمد جعفر بن الیاس کی منکوحہ ہیں۔ یعنی حضرت صاحبؒ کے خواہرزادہ کے بیٹے کی۔ دوسری بیٹی فاطمہ ہے جن کی شادی مولوی موسیٰ صاحب کے چھوٹے بھائی عبداللہ صاحب سے ہوئی۔ ان دونوں بیٹیوں کی اولاد ہے، بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی۔ تیسری بیٹی بی بی مریم ہیں جو قرآن پاک کی حافظہ ہیں اور روز و شب ورد وظائف اور یادِ خدا میں مشغول ہیں۔ ان کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔

ذکر اُس ولیِ مادرزاد کا اور اُس مشغولِ خدا ہستی کا جو اللہ کی یاد میں دونوں جہاں سے بے نیاز رہے یعنی

رئیس المقبولین و یعسوب العارفین حضرت صاحبزادہ درویش محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحبزادہ درویش محمد صاحبؒ حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ سے چھوٹے تھے اور مادرزاد ولی تھے۔ ان کی کرامات و خوارق عادت بچپن سے ظاہر تھیں۔ اُن کے رتبۂ ولایت کی گواہی پیدائش سے قبل ہی دی گئی تھی۔ چنانچہ یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص زبان ولیاں ہندوستانیاں میں حضرت صاحبؒ کے دروازہ پر آیا۔ اور آواز دی کہ اس گھر میں فرزندِ دلبند مادرزاد ولی پیدا ہوگا۔ اس کے دائیں کندھے پر ایسی علامت ہوگی۔ اور اس کا نام درویش محمدؐ رکھیں گے۔ آخر وہی ہوا جیسا کہ اس درویش نے کہا تھا۔

منقول ہے کہ جس وقت درویش محمدؐ صاحبؒ تولد ہوئے تو حضرت صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ میں تاج سرور میں تھے۔ ان کی پیدائش کی مبارک باد حضرت صاحبؒ کو وہاں پہنچی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب صاحبزادہ صاحبؒ والا تبار کلام کے درجہ تک پہنچے تو انہیں مکتب میں بٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے قرآن شریف اور نظم و فقہ کی کتب میاں صاحب مولوی گل محمد صاحب دامانی سے پڑھیں۔ پھر جناب حافظ حسن نابینا صاحب سے نحو و صرف کا علم پڑھ کر منطق کا علم شروع کیا تھا، کہ وصال ہوگیا۔

منقول ہے کہ انہوں نے کبھی پوری روٹی نہ کھائی تھی۔ نصف کھاتے تھے اور نصف خدا کی راہ میں درویشوں کو دے دیتے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کتاب کا سبق فقراء کو کتابت کراتے تھے اور جب کبھی لکھنے سے فارغ ہوتے تھے۔ تو درویشوں کے کپڑے سی دیتے تھے۔ حضرت غوثِ زمانؒ کی طرف سے لنگر شریف کے مودی کی طرف

سے روزمرہ خرچ کے لئے آپ کے چند تنکہ ہائے سیاہ مقرر تھے۔ جمعہ کے دن تمام پیسے مودی سے اکٹھے لے لیتے اور اُن سے شیرینی خرید تے اور پھر اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ اے دوستو ایک لحظہ ٹھہر جاؤ کہ ہر ایک کو حصّہ رسدی ایک ایک کر کے دُوں گا ۔ ابھی ایک دو کو ہی دے چکتے کہ تمام بچے حملہ کر دیتے اور آپ کو زیر کر کے آپ کی لُنگی پھاڑ کر سینہ زوری سے شیرینی چھین کر لے جاتے پس ان کے نیچے سے اٹھ کر خوشدل ہو کر خوش طبعی سے فرماتے تھے۔ کہ سبحان اللہ عجب فوج و سپاہ رکھتا ہوں کہ مجھے نیچے گرا کر اپنے واجبات وصول کرتے ہیں۔ اور مجھ سے زور بازو سے وصُول کر کے اپنے سردار کے لئے کچھ نہیں چھوڑتے ۔

منقول ہے کہ ایک دن اپنی حرم سرا میں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اپنے والدِ گرامی قدر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے بابو جی گزشتہ رات موسیٰ گاذر پسر مسماۃ جنّت درباری جھومر نے خوب تماشا کیا۔ میرا دل چاہا کہ اگر موسیٰ کے ہمراہ اس کا بھائی عیسیٰ ہوتا تو عجب تماشا ہوتا۔ مسماۃ جنت مذکورہ اس وقت حاضر تھی اُس نے عرض کی کہ غریب نواز میں ضعیف ہو گئی ہوں کہ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتی اور میرا شوہر عبداللہ جو شکرا گاذر کے نام سے مشہور ہے، اس کی پشت دوہری ہو چکی ہے، تو عیسیٰ کی ولادت کیسے ہوگی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر تجھے حق تعالیٰ عیسیٰ کا نام بیٹا دے تو مجھے ایک آثار مصری دینا۔ اس بے وقوف عورت نے پھر وہی عذر و معذرت بیان کی۔ حضرت غوث زمانؒ نے فرمایا کہ اے ناقص العقل عورت تو درویش کے فرمانے کو قبول کیوں نہیں کرتی ۔ اس نے فوراً قبول کیا اور ایک آثار مصری ان کی نذر مقرر کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس گاذرہ جنت نام کو حمل ہوا اور عیسیٰ اس کے شکم میں آیا۔ مگر اس کے تولّد ہونے سے پیشتر صاحبزادہ صاحبؒ کو تپ ہوا اور آپ کا وصال ہو گیا۔

وصال:۔ آپ کا وصال بتاریخ سلخ ماہ شوال ۱۲۳۰ھ کو ہوا۔ ان کی قبر مبارک تونسہ شریف میں شہرِ مذکور کے باہر مغرب کی طرف منگنوٹہ کے راستہ پر ہے

ان کی عمر چودہ ۱۴ سال کی تھی کہ انتقال فرما گئے۔ ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی اور ابھی داڑھی کے بال اُگ رہے تھے کہ وصال فرما گئے۔ ان کے بعد صاحبزادہ گل محمدؒ صاحب تیس سال زندہ رہے

ذکر میاں عبداللہ معصومؒ پسر سوم حضرت غوث زمانؒ

صاحبزادہ عبداللہ صاحب حالتِ طفلگی و شیرخوارگی میں انتقال فرما گئے اور حضرت صاحبؒ ان کے انتقال کے وقت حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں تھے پس صاحبزادہ معصوم کو دیگر اہل خاندان جعفر حضرت صاحبؒ کی اجازت کے بغیر کوہِ درگ لے گئے۔ اور موضع گڑ گوجی میں ان کے دادا دادی کے مزار شریف کے قریب ہی دفن کر دیا۔ جب حضرت صاحبؒ تاج سرور سے واپس تشریف لائے تو صاحبزادہ صاحبؒ کا جنازہ لے جانے والوں پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ وہاں اتنی مسافت کر کے میرے اس معصوم بیٹے کو کیوں لے گئے۔ میری والدہ صاحبہ کو جو وہاں دفن کیا تھا تو انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ مجھے درگ میں دفن کرنا، اس لئے انہیں وہاں دفن کیا گیا تھا۔

حضرت صاحبؒ کا چوتھا بیٹا احمد نام تھا وہ بھی طفلگی میں انتقال کر گیا تھا۔

سعیدِ ازلی، مقبولِ بارگاہ حضرت لم یزلی، نعمت یافتۂ بے نعمت،
گنج یافتۂ بے مشقّت، مظہرِ "نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ" موردِ انوارِ
جبروتی و لاہوتی، عطابخشِ خاص و عام، عطابخشِ مجرماں

حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش اطال اللہ عمرہٗ و برکاتہٗ

بن خواجہ گل محمدؒ بن حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ گل محمدؒ بن حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہِ ذوالحجہ ۱۲۴۱ھ میں ہوئی چنانچہ ان کی تاریخ ولادت "زہے بیدار بخت" سے نکلتی ہے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ اور اپنے دادا حضرت غوثِ زمانؒ کے صاحب سجادہ تھے۔

منقول ہے کہ بچپن میں ان کے دادا صاحبؒ اور والد صاحبؒ کی زندگی میں انہیں سخت عارضہ و بیماری ہوئی کہ حکیموں نے علاج سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور ان کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ ایک دن ان کے والد حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ نے میاں جمال شاہ سیّدؒ کو جو ملکِ بیکانیر میں رہتے تھے حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھے اور صالحانِ وقت سے تھے، فرمایا کہ تو آج رات استخارہ کر کہ میرے اس بیٹے کو صحت ہوگی یا نہیں۔ جب سیّد مذکور نے رات کو استخارہ کیا اور سو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدینؒ خواجہ قطب الدینؒ، حضرت گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، مولانا فخر الدینؒ اور خواجہ نور محمدؒ مہاروی موجود ہیں۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب اللہ بخش کا ہاتھ پکڑ کر حضرت غوثِ زماں کے مصلّٰی پر بٹھا رہے ہیں۔ جب دن ہوا اور اس خواب کو سید مذکور نے حضرت صاحبزادہ خواجہ گل محمدؒ صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو ان کو اس استخارہ کے سننے سے بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے جان لیا کہ ضرور میرے بیٹے کو اس مرض سے شفائے

کُلّی حاصل ہوگی۔ مگر اس بات پر حیران تھے کہ حضرت صاحبؒ کے مصلّٰی پر میری زندگی میں کس طرح بیٹھیں گے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ آخر وہی ہوا کہ ان کے والد صاحبؒ حضرت غوث زمانؒ کی زندگی میں ہی وصال کر گئے اور آپ اپنے جدِّ بزرگوار کے مصلّٰی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ البتہ غلام فخر الدّین صاحبؒ بن حضرت جناب خواجہ محمود صاحبؒ بن حضرت نور احمد صاحبؒ بن قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ حضرت شاہ اللّٰہ بخش صاحبؒ کے مرض کا قصّہ یوں تھا۔ کہ جن دنوں حضرت شاہ اللّٰہ بخش صاحب کا مرض شدید تھا اور طبیبوں نے تپ دق درجہ سوم کا قرار دیا تھا اور یہاں تک حالت ہوگئی تھی کہ چارپائی سے اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ ان ایّام میں سید جمال شاہ سکنہ سوائی سر جلال سر علاقہ بیکانیر جو مجذوب سالک تھے مستغرق ذاتِ حق تھے۔ اور حضرت محبوبؒ کے مریدوں میں سے تھے، اُس نے ایک دن صاحبزادہ صاحب میاں غلام قطب الدینؒ کے سامنے ایسے بیان کیا کہ جناب صاحبزادہ صاحب دُرِّ دریائے ایقان اور غواصِ بحرِ عرفان یعنی حضرت گل محمد صاحب نور اللّٰہ مرقدہٗ نے مجھے یعنی سیّد ممدوح کو ارشاد فرمایا کہ استخارہ کرو کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی حالت صحت اس مرض سے کیسے ہوگی۔ میں نے استخارہ کیا۔ دیکھا کہ ایک مکان حفیض میں جناب موصوف گرے ہوئے ہیں۔ صاحبزادہ گل محمد جیؒ نے مجھے فرمایا کہ آ اے شاہ جمال اسے باہر کھینچیں۔ ہم نے بڑی شدّت سے زور سے وہاں سے باہر نکالا۔ اور حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ کے مکان پر بنگلہ میں لا کر ان کے مصلّٰی پر بٹھا دیا۔ پھر دیکھا کہ ایک ہندوستانی صورت کا شخص آیا اور صاحبزادہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف میں لے جا کر حضرت صاحبؒ کے مصلّٰی پر بٹھا دیا۔ پھر ان کے سر پر سبز پگڑی باندھی اور نصیحت کا کلام کہا جیسے کہ وعظ کہتے ہیں۔ سیّد ممدوح کہتے تھے۔ کہ میں نے اُسی خواب کی حالت میں کسی سے پوچھا کہ یہ ہندوستانی شخص کون ہے؟ اس نے کہا جناب مولانا صاحب ہیں (یعنی مولانا فخر الدّین دہلویؒ) جنہوں نے توجہ فرما کر حضرت صاحبزادہ

صاحب کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے۔ سیّد مذکور جو صاحب دل اور مشغول بحق شخص تھے، اُن دنوں کہتے تھے کہ اس استخارہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ اللہ بخش صاحب پہلے اپنے والد صاحب کے مصلّہ پر بیٹھیں گے اور پھر اپنے دادا صاحب کے مصلّہ پر بیٹھیں گے اور تمام جہان کے کام سرانجام دیں گے۔ فرمایا کہ آخر ویسا ہی ہوا جیسا کہ فرماتے تھے کہ جناب حضرت گل محمد صاحب نے اوّل جام وصالِ حق پیا۔ اور دار القرار کی طرف سفر فرمایا اور ان کے مصلّہ پر ان کے بڑے بیٹے حضرت شاہ اللہ بخش صاحب بیٹھے۔ بعد میں جب حضرت محبوبؒ ربّانی عالم جاودانی کو سدھارے تو ان کے مصلّہ پر بیٹھے۔

اُس وقت کہ جب جناب شاہ اللہ بخش صاحبؒ مصلّہ پر بیٹھے تو سوئم کا دن تھا بعد فاتحہ سوئم کے مصلّہ پر بیٹھے۔ جناب صاحبزادہ صاحب مظہر فیض و کرم و منبع جُودِ اتم میاں غلام نظام الدّین صاحبؒ بن حضرت جناب غلام نصیر الدّین عرف کالے میاں صاحبؒ بن حضرت مولانا قطب الدّین صاحبؒ بن حضرت مولانا صاحب حضرت محبّ النّبی خواجہ فخر الحق والدینؒ اس وقت موجود تھے پہلے انہوں نے سبز پگڑی جو مولانا صاحبؒ نے خواب میں ان کو باندھی تھی اپنے ہاتھ سے بندھوائی۔ پھر دوسرے صاحبزادگان و بزرگانِ خواجگانِ چشت نے بندھوائی۔ اس ترتیب سے کہ جب ختم سوم سے فارغ ہوئے تو جناب صاحبزادہ اللہ بخش صاحب کو مصلّہ پر بیٹھایا پہلے حضرت محبوبؒ اِحضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کا کرتہ و ٹوپی پہنائی گئی۔ پھر حضرت قبلہ عالمؒ کا روئی دار ٹوپ حضرت محبوبؒ کی ٹوپی کے اوپر پہنایا گیا۔ پھر حضرت غلام نظام الدّین صاحب نے حضرت قبلہ عالمؒ کے ٹوپ کے اوپر دستارِ سبز ان کے سر پر باندھی۔ پھر درگاہِ خواجہ بزرگؒ کی پگڑی خادمانِ اجمیر نے ان کے سر پر باندھی۔ پھر درگاہِ خواجہ قطبؒ الدّین کی دستار۔ پھر حضرت گنج شکرؒ کی درگاہ کی دستار۔ پھر حضرت محبوب الٰہیؒ کی درگاہ کی دستار باندھی گئی اور وہ استخارہ صحیح ہو گیا۔

جناب صاحبزادہ صاحب میاں غلام فخر الدین جیؒ فرماتے تھے کہ اس حالتِ بیماری مذکور میں حضرت صاحبزادہ اللہ بخش جی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے کہ بچپن سے مجھ پر

شفقت فرماتے تھے، مجھے اس مضمون کا عنایت نامہ لکھ دیا تھا کہ میری حالت ایسی ہو گئی ہے کہ زندگی کی اُمید نہیں ہے۔ ضرور ایک بار یہاں تشریف لائیں تاکہ ایک دوسرے کی زیارت کر لیں۔ میں یہ خط پڑھ کر فوراً سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ چاشت کے وقت تونسہ شریف حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ والے بنگلہ شریف میں پہنچا۔ پہلے ان کی قدم بوسی کی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ مشغولی سے فارغ ہو کر اندرون خانہ کھانے کے لئے جا رہے ہیں۔ ان کی پشت مبارک مجھے نظر آئی۔ حضرت صاحبؒ کا دستور تھا کہ جس وقت اندر کھانے کے لئے تشریف لے جاتے تو صاحبزادہ ممدوح کو اپنے قریب بلاتے اور بٹھاتے اُن کا حال پوچھتے اور کلام پڑھ کر دم کرتے تھے نیز چند روز قبل حضرت صاحب نے یہ وِرد صاحبزادہ صاحب موصوف کو فرمایا تھا کہ ہمیشہ پڑھا کرو۔ " امداد یا شیخنا خواجہ نور محمدؐ "

پس وہ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ اس دن جب گھر تشریف لے گئے تو صاحبزادہ موصوف نے خواب دیکھا تھا کہ سیاہ سانپ میرے پیچھے بھاگتا آرہا ہے۔ اور میں آگے آگے دوڑ رہا ہوں۔ جب دیکھا کہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا تو میں نے اپنا چغہ زمین پر پھینک دیا۔ اور بھاگ گیا اور وہ سانپ اس چغہ پر بیٹھ گیا اور ان کا پیچھا چھوڑ دیا۔ جب بیدار ہوئے تو اس خواب کی تعبیر دیکھنے کے لئے دیوان حافظ دیکھا۔ تو یہ شعر فال میں نکلا: ؎

حافظ این خرقہ بنیداز مگر جان ببرے
کاتش از خرمن سالوس وکرامت برخاست

پس وہ یہ فال دیکھنے میں مصروف تھے کہ حضرت صاحبؒ پہنچ گئے۔ اور ان کو طلب کر کے فرمایا: کہ اللہ بخش فی الحال اللہ تعالیٰ نے تیری تقصیر معاف کر دی ہے اور تجھے شفا بخش دی ہے اس لئے کہ میں نے آج رات دیکھا ہے کہ صاحبزادہ نور احمد صاحبؒ تشریف لائے ہیں اور تیرے والد صاحب کے بنگلہ میں نزول فرمایا ہے۔ اور تجھ پر توجہ و کرم فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے تیری مدد کی ہے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ صاحبزادہ خیر محمد صاحب نے آکر صاحبزادہ اللہ بخش

صاحب کے کان میں کہا کہ صاحبزادہ غلام فخر الدین صاحب مہار شریف سے تشریف لائے ہیں اور تیرے والد صاحب کے بنگلہ میں بیٹھے ہیں۔ پس صاحبزادہ صاحب باہر آئے اور میرے ساتھ ملاقات کی۔ اس دن سے حق تعالیٰ نے اُن کو شفا عطا فرمادی۔

مولوی امام دین صاحب سکنہ لاہور جو حضرت محبوب ربانی رحؒ کے با اعتقاد مریدوں میں سے تھے اور صالحانِ وقت میں سے تھے اس کاتب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ جس وقت حضرت ثانی مقبولِ بارگاہِ یزدانی حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب اجمیر شریف و دہلی شریف کی طرف تشریف لے گئے اور مجھے خبر پہنچی کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ شریف سے قصبہ ڈُہر و بیکانیر کے راستہ سے گئے ہیں تو میں اس دن سے امیدوار و منتظر تھا کہ شاید یہ بادشاہِ دوجہاں اور قبلۂ دین و ایماں اس راستہ سے تشریف لائیں اور میرا یہ کلبۂ محزوں رشکِ عدن بنادیں۔

ز قدر و شوکتِ سلطاں نگشت چیزے کم
کلاہِ گوشۂ دہقاں بآفتاب رسید

رباعی

گر شاہ تفقد بگدائی بلند
در لطف و کرم بہ بینوائی بکند
از دستِ گدائی بینوا نائد ہیچ
جز آنکہ بصدقِ دل دعائے بکند

میں دن رات چشم براہ تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ میرے پیر و مرشد حضرت محبوبِ سبحانیؒ تشریف لائے ہیں۔ اور میری مسجد میں آکر بیٹھ گئے ہیں۔ پھر میرے اندرون خانہ تشریف لائے ہیں۔ اور اپنا دستِ مبارک میری اہلیہ کے سر پر پھیرتے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو مجھے یقین آیا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت جناب شاہ اللہ بخش صاحب تشریف لائیں گے۔ چند دنوں کے بعد اشراق کے وقت میں اپنی مسجد میں بیٹھا تھا کہ وہ بُرجِ ہدایت کا خورشید اور فلکِ کرامت کا چاند تشریف لے آیا اور میرے تاریک

گھر کو روشن فرمادیا۔ حتی المقدور جو خدمت بجا لاسکا بجا لایا۔ پھر میرے اندرونِ خانہ تشریف لے گئے۔ شہر کی چند عورتیں مرید ہونے کے لئے میرے گھر جمع تھیں۔ ان کو مرید کیا۔ پھر واپس باہر آکر دوبارہ اندر تشریف لے گئے اور اپنا دستِ مبارک میری اہلیہ کے سر پر اور دیگر عورتوں کے سر پہ پھیرا اور پھر باہر تشریف لے آئے۔ میں حیران تھا کہ دوبارہ کیوں تشریف لے گئے ہیں۔ جب اندر گیا تو میری اہلیہ نے کہا کہ گھر کے اندر دوبارہ آنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ حضرت صاحب اٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت صاحب یعنی محبوبِ ربانی خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب جب میں ان کی قدم بوسی کے لئے جاتی تھی، میرے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا کرتے تھے۔ اور یہ حضرت صاحب تشریف تو لائے مگر اپنا دستِ مبارک میرے سر پہ نہیں پھیرا۔ یہ بات میرے دل میں آئی ہی تھی کہ حضرت صاحب واپس تشریف لے آئے اور اپنا دستِ مبارک میرے سر پر اور تمام عورتوں کے سر پہ پھیرا۔ الحمد للہ علی ذالک

منقول ہے کہ جب جمعرات کی رات ۷ صفر سنہ ۱۲۶۷ھ کو حضرت صاحبؒ پر حالتِ نزع طاری ہوئی تو یہ فقیر حضرت صاحب کے کہٹرہ کے نیچے جنوب کی طرف بیٹھا تھا اور صاحبزادہ نظام الدین نبیرہ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ میرے برابر بیٹھے تھے۔ اور صاحبزادہ اللہ بخش جی سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبؒ کے کہٹرہ پہ بیٹھے تھے چارپائی کے پائیں کی طرف اور دوسرے چند درویش بھی بیٹھے تھے اور مولوی محمد حسینؒ صاحب بھی پائیں کی طرف بیٹھے تھے اور حضرت صاحبؒ لڑھک گئے۔ پہلے حضرت صاحبؒ نے نمازِ تہجد اشارہ سے پڑھی۔ پھر بیٹھ گئے اور اپنی تسبیح کیسہ سے نکال کر اپنے معمولات کو پڑھا۔ پھر حضرت صاحبزادہ اللہ بخش جی صاحب کی طرف دیکھا اور فرمایا تو کون ہے انہوں نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ میاں محمد صالح صاحب نے، کہ جو مریدانِ مجازین سے تھے اور حضرت صاحب کے خاص صحبت والے تھے اور اس وقت اس کاتب الحروف کے بالائے سر پہ کھڑے تھے۔ عرض کیا کہ قبلہ یہ اللہ بخش ہے۔ آپ کے بیٹے گل محمد صاحب کا بیٹا اور پھر کہا کہ حضور توجہ و مہربانی کا یہی وقت ہے، جو بھی شفقت کرنی ہے۔ اس وقت

اپنے پوتے پر فرما دیں اس کے بعد خود خواجہ اللہ بخش صاحب نے عرض کیا کہ "بابو میں آپ سے کوئی دوسری چیز نہیں چاہتا بس یہی چاہتا ہوں کہ آپ کے فقیروں کے جوتے سیدھے کیا کروں" حضرت صاحبؒ کو یہ بات بہت پسند آئی خوش ہوئے اور قبول کی۔ ان کی طرف توجہ خاص سے دیکھا اور فرمایا "وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" پھر کوئی کلام نہ کیا اور یہ حضرت صاحب کا آخری کلام تھا۔ سبحان اللہ۔ یہ کیا کلمہ تھا جو حضرت صاحبؒ نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ اور یہ کیا توجہ تھی جو آپ پر فرمائی

آنہا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
سگ را ولی کنند مگس را ہما کنند

اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی جو آپ کو بخشی اور اپنی رُوح اُن کے اندر پھونکی ۔ مریدانِ راسخ الاعتقاد کو مبارک ہو کہ وہ جانِ جہاں جہان سے نہیں گئے بلکہ اُسی گلشن سے یہ پھول کھلا ہے ۔ اس کو بالکل وہی جانیں اور انہیں عین یہی شمار کریں۔ جو کوئی آں جناب کا معتقد ہے وہ ایں جناب کا غلام ہے اور جو کوئی ایں جناب کا منکر ہے وہ آں جناب کا دُشمن ہے

حدیثِ حسنِ یوسف را کجا دانند اخوانش
زلیخا را بپرس از وی کہ صد شرح و بیاں دارد

حضرت صاحبؒ کے وصال کے چھٹے سال کے بعد دوبارہ حضرت صاحبؒ کے مزارِ پُر انوار کی زیارت کے لئے اُن کے عُرس شریف پر اور حضرت ثانی صاحبؒ کی زیارت کے لئے جب تونسہ شریف کی طرف آرہا تھا تو اتفاقاً اس فقیر کی منزل ملتان میں حضرت صاحب حافظ قبلہ جمال الدین ملتانیؒ کی خانقاہ میں ہوئی۔ عبدالمجید خان صاحب کے خویشوں میں سے ایک افغان عمر خاں نام اس فقیر کی ملاقات کے لئے آیا۔ وہ مردِ صالح و درویش صفت تھا۔ اُس نے میرے سامنے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ گویا حضرت صاحب قبلہ غوث زماںؒ حضرت صاحبزادہ اللہ بخش صاحب کو اپنے ساتھ لپٹائے ہیں اور ان کا قد لمبا کر دیا ہے ۔ اور اپنے دہن مبارک کو اُن کے دہن

مبارک پر رکھ کر اپنا دم اُن کے دہن میں ڈال رہے ہیں اور سانس دے رہے ہیں۔ میں کھڑا تھا حضرت صاحبؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ”فَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي“ (میں نے تمہارے اندر اپنی رُوح پھونک دی ہے) یہی ہے

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ نے اپنے وصال سے قبل حضرت ثانی صاحبؒ کو اپنی دلائل الخیرات بخش دی تھی اور حکم دیا تھا کہ مجھ سے پڑھی نہیں جاتی اب میری جانب سے تو پڑھا کر۔ نیز حکم فرمایا تھا کہ مریدوں کے شجروں پر ہماری جانب سے تو دستخط کیا کر۔ اس رمز کو بھی پہچاننا چاہیئے کہ اس حکم سے کیا مراد تھی۔ یعنی ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب ثانی صاحبؒ اب تک مریدوں کے شجروں پر حضرت صاحبؒ کا اسم گرامی لکھتے ہیں۔ اپنا نام نہیں لکھتے ؎

رفت او زمیاں ہمیں خدا ماند خدا

”الفقر اذا تم ھو اللّٰہ“ اینست یں یہی رمز نہاں ہے

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ کے وصال سے چند سال قبل حضرت ثانی صاحب کو طالب علمی و کُتب ظاہری کے پڑھنے کا خیال تھا اور درویشی کی طرف کم مائل تھے۔ اعلیٰ کپڑے پہننے بیش قیمت گھوڑے پر سواری کرنے اور جو حضراتِ صاحبزادگان کے لوازمات ہیں، اُن کی طرف آپ کی طبیعت مائل تھی۔ چنانچہ ایک دن یہ کاتب الحروف نمازِ فجر کے بعد مولوی محمد حسین صاحب کے حجرہ میں مشغول تھا۔ اشراق کا وقت آگیا اور حضرت ثانی صاحب حجرہ کے باہر مولوی محمد حسین صاحب سے کلمہ و کلام میں مشغول تھے۔ جب یہ فقیر نفل اشراق سے فارغ ہو کر حجرہ سے باہر آیا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے غلام نوازی و بندہ پروری سے، جو آقا کو غلام پر ہوتی ہے، فرمایا کہ خلیفہ صاحب ہمارے لئے دُعا کریں۔ میں نے دست بستہ عرض کیا کہ ہاں قبلہ ہم غلاموں کا کام یہی ہے کہ شب و روز حضرت صاحبؒ کی اولاد کے حق میں دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارے حضرت کی اولاد کو حضرت

صاحبؒ کے درجہ تک پہنچائے۔ اور جو مقامات ہمارے حضرت صاحبؒ کو حاصل ہیں اُن کی اولاد کو نصیب کرے۔ اور ہمارے حضرت صاحبؒ کی اولاد کو ذوق و شوق اور اپنی محبّت نصیب کرے۔ اور اپنے جدّ بزرگوار کی متابعت پر رکھے۔ یہ دُعا کر کے میں باہر گیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سعیدِ ازلی و مقبولِ ابدی لکھا تھا۔ مگر ہم اسی طرح تہی ظرف اور قیدِ نفسانیت میں مقیدّ ہیں ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سُود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

اور وہ ایسے مقامِ اعلیٰ تک پہنچے ہیں کہ ہم حضرت ثانی صاحب کی توجّہ و شفقت کے امیدوار ہیں ؎ تا یار کرا خواہد میلش بکہ باشد

اس سے جاننا چاہیئے کہ کام محنت و مجاہدہ پر نہیں ہے بلکہ وہب و عنایتِ الٰہی پر ہے ؎

(۱) عبادت کے بھروسہ پر عبث ہے عمر کا کھونا
بغیر از فضلِ مولا کے محال ہے اولیا ہونا
(۲) کرم کے ڈھنگ ہیں اُس کے نرالے
پیا چاہے تو سوتی کو جگالے

پس آپ نے نعمت بغیر مجاہدہ کے پائی ہے۔ ان پر محض وہب و کرم الٰہی اور اس شاہنشاہ کی توجہ ہوئی ہے ؎

بجُست و جوُئے نیابد کسے مرادِ دلی
کسی مراد بیابد کہ جست و جو بکند

آپ نے حصولِ نعمت کے بعد اپنے دل کو اسی طرح مجاہدہ و اشغال میں لگایا ہے کہ جو ہمارے حضرت صاحبؒ کا طریقہ تھا وہ سارا ہی اپنا لیا ہے کہ ہمہ وقت اشغالِ باطنی میں مشغول رہتے ہیں۔ اور نفس بدکیش کو اتنا ذلیل کیا ہے کہ آپ کے وجود مبارک پر ایامِ صاحبزادگی میں اتنا بیش قیمت لباس رہتا تھا کہ روز و شب جسے تبدیل کرتے تھے۔

مگر آپ ایک نیلا تہبند ہے اور ایک پرانی ٹوپی میلی سی۔ کہ شاید دو ماہ میں بھی اُسے دھوتے ہیں یا نہیں۔ اور ایک پرانا میلا سا پیراہن۔ جب پرانا ہو جاتا ہے تو پھر بدن سے اتارتے ہیں اور لنگر کا کام اسی طرح ہے جیسا کہ ہمارے حضرت صاحبؒ کے زمانہ میں تھا آپ کی خدمت میں بھی درویش رہتے ہیں۔ کوئی علم ظاہری کا خواہشمند ہے اور کوئی ذکر و اشغال میں مشغول ہے اور ہر درویش کو روٹی کپڑا ملتا ہے۔ ہر ملک یعنی خراسان ہندوستان اور دیگر علاقوں و ملکوں سے خداطلبی کے شائق حضرت ثانی صاحب کی خدمت میں آکر بیعت کرتے ہیں اور مقصود اصلی کو حاصل کرتے ہیں اور بامراد واپس جاتے ہیں۔ آپ اپنے دادا جان کی طرح ہر سال تاج سرور میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عُرس مُبارک پر صدہا درویشوں کے گروہ کے ساتھ جاتے ہیں۔ راستہ میں اور تاج سرور میں لنگر جاری رہتا ہے اور اپنے دادا جان کی طرح ایک سال درمیان میں دے کر ہر دوسرے سال پاکپتن شریف حضرت گنج شکرؒ کے عُرس مبارک پر جاتے ہیں اور دونوں سفروں میں ہزارہا مخلوق آپ کی مرید ہوتی ہے۔ اور اتنی فتوحات پہنچتی ہیں کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ حق تعالیٰ حضرت ثانی صاحب کو عمر خضر دے۔ بحق نون و الصاد۔

حضرت ثانی صاحب کا سفر ہندوستان کی طرف
حضرت خواجۂ بزرگ معین الدّین صاحب چشتیؒ کی زیارت کے لئے
اور دہلی شریف کا سفر حضرت خواجہ قطب الدّینؒ و دیگر خواجگانؒ کی زیارت کے لئے

حضرت ثانی صاحب کو یہ شوق ہوا کہ اپنے پیران خواجگان چشت کی زیارت سے مشرف ہونا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کے سفر کا ارادہ کیا۔ سنہ ۱۲۷۰ھ میں تونسہ شریف سے صدہا آدمیوں کے ساتھ جو سوار و پیادہ تھے، روانہ ہوئے۔ پہلے بلدہ تاج سرور میں حاضر ہو کر قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کی زیارت

سے مشرّف ہوئے۔ پھر مہاراں شریف میں جاکر قبلۂ عالمؒ کے صاحبزادگان سے ملاقات کی۔ صاحبزادہ صاحب غلام فخر الدینؒ بن خواجہ محمودؒ اور میاں امام بخشؒ بن میاں غلام فرید صاحب کو ہمراہ لیا اور قصبہ ولہڑ اور بیکانیر کے راستہ سے اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب بیکانیر شہر میں پہنچے تو شہر کے باہر محلّہ قصاباں میں ان کی مسجد میں ڈیرہ کیا اور تین چار دن وہاں قیام فرمایا۔ بیکانیر کے لوگ ہر قوم سے بہت تعداد میں مرید ہوئے جب راجہ سردار سنگھ والئ بیکانیر کو خبر ہوئی تو حضرت صاحب کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ میں زیارت کے لئے آنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ "ہم فقیر ہیں ہماری ملاقات سے تجھے کیا فایدہ پہنچے گا اس جگہ نہ آنا۔" غرضیکہ کمال استغنارِ ذاتی سے اُس کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیا۔ گویا اس شعر کا مضمون اس حضرت کے حق میں ہے:۔

اے بُردی دلم را تو بایں شکل و شمائل
پرواي کست نیست و خلقی بتو مائل

پھر وہاں سے روانہ ہوکر ناگور شریف پہنچے اور حضرت سلطان التارکین حمید الدینؒ کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ وہاں چند دن قیام فرمایا۔ ناگور کے بہت ہی زیادہ لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ بلکہ ناگور کے اردگرد کے لوگ عرابہ میں بیٹھ کر آتے تھے۔ اور مرید ہوتے تھے۔ اور قصبہ باسنی سے جو ناگور سے پانچ چھ کوس پر ہے، بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں آئیں اور مرید ہوئیں۔ پس یہاں سے میرٹھ پہنچے اور وہاں کی مخلوق کو داخلِ سلسلہ کیا۔ وہاں سے ۲۷-۲۸ جمادی الثانی کو دارالخیر اجمیر شریف پہنچے اور حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ وہاں دس روز کے قریب قیام کیا۔ اجمیر شریف کے لوگ امیر و غریب سب آپ کے جمالِ باکمال کے اتنے مشتاق ہوئے کہ ہزارہا نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور وہاں کے لوگ میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ اس شہر میں ہر خاندان کے بے شمار مشائخ آتے ہیں مگر ایسا شیخ اور کوئی نہیں دیکھا کہ خادمانِ درگاہ شریف اور حضرت خواجۂ بزرگؒ کی اولاد یں حضرت کی مرید بنی۔ چونکہ ہزارہا

لوگوں نے بیعت کی تھی تو آپ کس کس کے شجرہ پر دستخط فرماتے - یہ غلام بھی اپنے وطن سے اجمیر شریف پہنچا ہوا تھا - آپ نے فقیر کو فرمایا کہ تو ان لوگوں کے شجروں پر دستخط کر - آپ کے حسب الارشاد میں نے دستخط کیئے - پھر غلام نوازی اور بندہ پروری کی راہ سے جب چاہا کہ یہ ہماری درگاہ کا پرانا کُتّا ہے تو مولوی دیدار بخش پاک پٹنی کو فرمایا اور اس نے آپ کے حکم کے مطابق مسجد شاہ جہانی کے زینہ پر کھڑے ہو کر اور مجھے اپنے برابر کھڑا کر کے آواز دی کہ اجمیر کے لوگو! حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جو مجھ سے مرید ہوا ہے، اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ دوری کی وجہ سے ہماری بار بار اجمیر شریف حاضری ممکن نہیں - یہ ہمارے داداجان کا غلام ہے اور ہمارا بھی غلام ہے یعنی نجم الدّین - یہ ہر سال یہاں عُرس مبارک پر حاضر ہوتا ہے - اسے ہماری جگہ سمجھیں اور جسے نامِ خدا کی حاجت ہو، ان سے پوچھیں کہ یہ ہمارے داداجان کے خلیفہ ہیں اور ہماری جانب سے بھی خلیفہ ہیں - سب کے لئے لازم ہے کہ ان کی متابعت کریں - جو بھی اس مجلس میں حاضر تھا - اس نے میری دست بوسی کی اور میری توقیر و تعظیم کی اور یہ معاملہ دو دفعہ ہوا - ایک دفعہ پیرزادہ حسین بخش کے مکان پر جہاں حضرت صاحب کا ڈیرہ تھا - اور دوسری مرتبہ درگاہ شریف میں - پس اس دن سے لے کر آج تک لوگ اُن کے غلام سے محبّت کرتے ہیں - اور عزت کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ درگاہ سلیمانی کا کُتّا ہے - میرا ارادہ تھا کہ حضرت صاحب کے ہم رکاب دہلی شریف تک جاؤں - مگر اجمیر شریف کے لوگوں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ جناب تشریف لے جا رہے ہیں اور ہمیں ابھی نام پوچھنے ہیں اور چند شجروں پر دستخط کرنے باقی ہیں، اس اپنے غلام کو یہاں چھوڑ جائیں، تو حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ تو اس جگہ رہ اور ان کی حاجت پوری کر - پس عالی جناب کے حسب الارشاد میں چند روز اجمیر شریف رہا اور حضرت صاحب کشن گڑھ کی طرف روانہ ہوئے -

وہاں بھی لوگ آکر مرید ہوئے - وہاں سے جے پور تشریف لے گئے اور حضرت مولانا ضیاءالدّین صاحب جے پوریؒ کی خانقاہ میں ڈیرہ کیا - تین چار دن وہاں رہے

اس جگہ کا راجہ مسمّی رام سنگھ تمام اعتقاد کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور نذر نیاز پیش کی۔ وہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے۔ وہاں سے دہلی شریف پہنچے۔ پہلے حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدّین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں حاضری دی اور اُن کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ وہیں حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدّین صاحبؒ کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ وہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے۔ پھر حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کی درگاہ میں پہنچے۔ ان کی زیارت سے اور حضرت کمال الدّین علامہؒ کی زیارت سے، جن کی قبر شریف آپ کے مزار کے پائیں ہے، مشرّف ہوئے۔ جب دہلی کے بادشاہ ابو المظفر سراج الدّین (بہادر شاہ ظفر) کو خبر پہنچی کہ حضرت چراغ دہلیؒ کی خانقاہ میں ہیں تو ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے اشتیاق سے آپ کی خدمت میں پہنچا اور درگاہ شریف کے دروازہ کے آگے ہاتھی کھڑا کیا۔ جب حضرت صاحب کو خبر ہوئی کہ بادشاہ آیا ہے تو استنجا کے بہانہ سے دوسرے راستہ سے درگاہ شریف سے نکل کر صحرا کی طرف چلے گئے۔ وہ غریب منتظر کھڑا رہا۔ آپ تمام استغنا سے صحرا میں بیٹھے رہے۔ آخر لوگ وہاں پہنچے اور بہت منّت سماجت کی۔ اور حضرت صاحب کو لائے۔ تب بادشاہ نے قدم بوسی کی۔ پھر نعمت حاصل کر کے چلا گیا۔ وہاں سے حضرت صاحب خواجہ نظام الدّین صاحب محبوبِ الٰہیؒ کی درگاہ میں بلدہ غیاث پور میں آئے اور ان کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ پھر شاہجہان آباد گئے۔ شہر میں آپ کی بہت شہرت ہوئی۔ بادشاہ و سلاطین خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کرتے تھے۔ آپ کا ڈیرہ شہر میں صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب نبیرہ مولانا فخر الدّین صاحبؒ کے مکان پر تھا۔ اتنی مخلوق مرید ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ بادشاہ نے حضرت صاحب کو اپنے محل میں دعوت دی۔ اور اپنی پردہ دار عورتوں کو اور دیگر شہزادوں کو آپ کا مرید کرایا۔ بادشاہ نے ایک ہاتھی اور جنس و نقد نذر کیا۔ آپ نے ہاتھی صاحبزادہ نظام الدّین صاحبؒ کو عطا کر دیا۔

رمضان شریف قریب آرہا تھا جس میں آپ کے والد حضرت خواجہ گُل محمد صاحبؒ کا عُرس ہوتا تھا۔ اس لئے آپ وہاں سے واپس روانہ ہو گئے اور بہادر گڑھ جھجرہ

سے ہوتے ہوئے ہانسی آئے۔ اور وہاں حضرت قطب جمال الدین ہانسویؒ کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ اور اُن کے دیوان سجّادہ نشینوں کو اور اُن کی اولاد کو اور دوسرے لوگوں کو وہاں مُرید کیا۔ وہاں سے روانہ ہوئے اور بلدہ سرسہ میں پہنچے اور خواجہ ابو الشکور سالمیؒ کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ وہاں سے منزلیں طے کرتے ہوئے مہار شریف پہنچے اور وہاں سے روانہ ہو کر سنگھڑ شریف پہنچے۔ یہ تمام اعلیٰ حضرتؒ کا ظہور تھا۔ اور "ونفخت فیہ من روحی" کا اثر تھا۔ کہ آپ پر اعلیٰ حضرتؒ نے دم کیا تھا۔

اِمسال ۱۲۷۷ھ میں جب میں بلدہ مہار شریف میں پہنچا تو ہمارے حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص نے، کہ اس کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں، اس فقیر سے پوچھا کہ حضرت صاحبؒ کا تو وصال ہو گیا ہے۔ اب وہ نعمتِ باطنی جو حضرت صاحبؒ رکھتے تھے آپ کے خیال میں کس کو بخش کر گئے ہیں۔ میں نے کہا مجھے اتنی بزرگی و کشف نہیں ہے کہ میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں۔ میں حضرت صاحبؒ کے عام مریدوں میں سے ہوں۔ البتہ میرا اعتقاد و یقین ہے۔ کہ آپ نے اپنی وہ نعمت حضرت صاحبزادہ اللہ بخش صاحب کو بخشی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ اعتقاد کی بات کرتے ہو یا حقیقت کی۔ اعتقاد اور ہے اور حقیقت اور ہے۔ میں نے کہا اگر حقیقت بھی پوچھتے ہو تو وہ بھی یہی ہے کہ صاحب نعمت آپ ہیں۔ اس نے اعتراض کیا۔ میں نے کہا کہ تمہیں حضرت غوثِ زماںؒ پر اعتقاد ہے اُس نے کہا، ہاں۔ میں نے کہا تو "ونفخت فیہ من روحی" کے کیا معنی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ کے جواب میں اعلےٰ حضرت صاحبؒ نے یہ فرمایا تھا۔ یا نہیں۔ اس نے کہا کہ ہاں فرمایا تھا۔ میں نے کہا عقلاً اور نقلاً ثابت کروں کہ اس نعمت کے وارث صاحبزادہ صاحب ہیں۔ کہنے لگا کرو۔ میں نے کہا نقلاً یہ کہ قصہ "ونفخت فیہ من رُوحی" کو یاد کرو۔ نیز حضرت صاحبؒ کا اپنی زندگی میں آپ کو دلائل الخیرات عطا کرنا اور حکم دینا کہ مریدوں کے شجروں پر دستخط کرو۔ نیز جمال شاہ کے استخارہ کا قصہ اور قصہ عمر خان افغان میں نے بیان کیا اور پھر میں نے کہا کہ یہ نقلاً بیان کیا ہے کہ اس نعمت کے مالک ایں حضرت ہیں۔ اب عقلاً یہ کہ حضرت صاحبؒ کے وصال کے بعد بھی اسی طرح لنگر جاری ہے کہ آپ صاحب

فنگر ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہزارہا مخلوق آپ سے مرید ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ صاحبزادگی کے دَور میں آپ کا کیا حال تھا اور اب کیا ہے۔ قیاس کرنا چاہیئے۔ چوتھے۔ میں نے ہندوستان کے سفر کے حالات بیان کئے۔ اور جو مقبولیت انہیں حضرت خواجہ معین الدین صاحبؒ کی درگاہ شریف میں حاصل ہوئی، اسے بیان کیا۔ پس عقلاً بھی معلوم ہوتاہے کہ یہ سب بغیر نعمتِ باطنی کے کیسے حاصل ہوسکتاہے۔ وہ شخص شرمندہ ہوا اور خاموش ہوگیا۔ میں نے کہا فقیر کا یہی عقیدہ تھا جو بیان کردیا۔ اگر تو بھی حضرت غوثِ زمانؒ سے عقیدت رکھتاہے تو اسی طرح جان ورنہ تو جانے سے

تو وطوبیٰ وما و قامتِ یار فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست

میاں حبیب درویش ولایتی سکنہ ملک یوسف زئی، جو ہمارے حضرت صاحبؒ کے مرید ہیں اور صالحانِ وقت سے ہیں اور روز و شب مراقبہ و ذکر میں مشغول رہتے ہیں، اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ جب میں حضرت غوث زمانؒ سے مرید ہوا تو مجھے ایک تسبیح درود شریف اور تین تسبیح اللہ الصمد پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت صاحبؒ کا دستور تھا کہ ہر خاص و عام کو وقتِ بیعت یہ وظیفہ ارشاد فرماتے تھے۔ مجھے بھی یہی تلقین فرمایا۔ بعد میں جبکہ حضرت صاحبؒ کا وصال ہوچکا تھا، میں تونسہ شریف حاضر ہوا۔ ان دنوں مجھے شوقِ خدا زیادہ ہوگیا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحبؒ سے میں نے کوئی خاص ذکر و شغل اور ترکیبِ مراقبہ نہ سیکھی۔ اور صاحبزادہ صاحب اللہ بخش جیو سے میرے دل نے نہ مانا کہ ذکر اشغال پوچھوں۔ ایک دن میں نے حضرت صاحبؒ کے مزارِ اقدس پر حاضری کے وقت اپنی آرزو پیش کی۔ رات کو جب سویا تو حضرت صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا "میرے دوست! تو مجھے مردہ سمجھے بیٹھاہے۔ میں زندہ ہوں۔ یہ تو ایک شرعی پردہ ساہے۔ اس وقت دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب بھی حاضر کھڑے تھے۔ میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا۔ اور مجھے فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ انہیں خالی رکھاہے۔ انہیں اپنی جگہ مقرر کیاہے تو اپنی نعمت دے کر مقرر کیاہے۔ لازم ہے کہ تو اُن سے ذکر و اشغال کی ترکیب پوچھے

اور جو احتیاج ہو اُن سے عرض کرے۔" جب میں بیدا رہوا تو مجھے حضرت ثانی صاحب سے اتنا زیادہ اعتقاد ہوگیا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ اس دن کے بعد جب بھی کبھی میرے دل میں کوئی خطرہ، دسواس یا اندیشہ پیدا ہوتا ہے تو حضرت ثانی صاحب خواب میں آکر میری تشفی فرما دیتے ہیں۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میاں حبیب ولایتی دن رات مراقبہ میں رہتا تھا اور جو واردات اس پر گزرتی، اس فقیر کو پیر بھائی جان کر انہیں بیان کر دیتا۔ چنانچہ حضرت ثانی صاحب کے تصرّف اور ان کی بزرگی کے ایسے ایسے بیان ہیں کہ میری عقل حیرت میں آجاتی ہے۔ مگر میرا دل بہت خوش ہوتا ہے کہ الحمد للہ میرے حضرت پیر و مرشد کی جگہ پر ایسے ہی سجادہ نشین ہونے چاہئیں تھے۔ آپ کی مناقبات اس قدر ہیں کہ احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔ اس لئے انہیں پر اکتفا کرتا ہوں۔

آج کہ ۲۲ محرّم ۱۲۷۸ھ ہے۔ ان کی عمر شریف ۳۶ سال ہے اور اس عمر میں اس عروج پر پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمرِ خضر عطا کرے، روز بروز مدارج اعلیٰ اور مرتبۂ عُلیا پر پہنچائے، جو ہمارے حضرت صاحبؒ کے مقامات عالی تھے اُن کے نصیب میں کرے۔ اور اپنے دادا جان کی متابعت ظاہری و باطنی فرمائے۔

آپ کی تین بیویاں ہیں۔ ایک محمد گوگرا اصغر جو حضرت صاحبؒ کے حقیقی خواہر زادہ ہیں، اُن کی بیٹی ہیں۔ ان کے بطن سے دو بیٹے ہوئے تھے مگر بچپن میں فوت ہوگئے تھے۔ دوسری بیوی قوم بلوچ سے ہے۔ ان کے بطن سے ایک فرزند حافظ محمد موسیٰ نام ہیں جن کی عمر اس وقت بارہ سال ہے۔ حق تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے کہ نورِ سبحانی و جلوۂ رحمانی ان کی جبینِ اطہر سے ظاہر ہوتا ہے۔

تیسری بیوی غلام قادر خان بن حاجی محمد مصطفےٰ خان خاکوانی افغان ملتانی کی بیٹی ہیں کہ ان کے بطن سے اسی سال ۲۶ محرم ۱۲۷۸ھ کو فرزندِ نرینہ پیدا ہوا ہے جن کا نام میاں احمد ہے۔

حضرت صاحبزادہ خیر محمدؐ صاحبؒ کا ذکر
جو
خواجہ گُل محمدؐ صاحبؒ بن حضرت محبوبِ رحمان خواجہ محمد سلیمانؒ
کے دوسرے بیٹے ہیں

حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ کے دوسرے بیٹے کا نام میاں خیر محمدؒ تھا۔ آپ کے اوصافِ حمیدہ اور برگزیدہ اظہر من الشمس ہیں۔ آپ کی جود و سخا بے شمار ہے حالِ رندانہ رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں بھی اپنے داداجانؒ و والدِ بزرگوار کی متابعت نصیب کرے۔ اور ہمارے حضرت صاحبؒ کی آل و اولاد کو قیامت تک پھیلائے۔ اور بحق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برکت و عزتِ دارین عطا کرے۔ اور خیر محمدؐ صاحب کی ابھی تک ایک بیٹی ہے۔ حضرت خواجہ خیر محمد صاحب کی چار دختران تھیں

(۱) حضرت زبیدہ بی بی زوجہ خواجہ محمد موسیٰ صاحب تونسوی [illegible]

(۲) [illegible] بیگم زوجہ خواجہ احمد صاحب تونسوی

(۳) زلیخا بی بی زوجہ خواجہ [illegible]

۱۲۸۸ ۱۲۷۷ ۱۱ ۱۲۶۶

٦٩ ۱۲ ۸۱

[illegible]

حضرت خواجہ عبدالرحمن صاحب [illegible] ان کے دو فرزند

حضرت خواجہ [illegible]

حضرت خواجہ [illegible]

اور دو دختران [illegible]

[illegible]

حضرت خواجہ خیر محمد صاحب کے دوسرے فرزند حضرت خواجہ گل محمد صاحب تھے [illegible]

ذکر خلفائے حضرت محبوب رحمۃ اللہ علیہ

غوث زمان و محبوب رحمان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے خلفاء کاملین بے شمار تھے کہ احاطۂ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ اس لئے کہ حضرت صاحبؒ بائیس (۲۲) برس کی عمر میں سجادۂ مشیخت و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے تھے اور چوراسی (۸۴) برس کی عمر تک مخلوق خدا کو طریقت و شریعت کے راستہ کی تلقین فرماتے رہے۔ اس مدت مذکور میں اطراف و اکناف یعنی خراسان، ہند، سندھ، عرب، ترکستان، روم اور شام سے خلق خدا آتی تھی اور راہ خدا اور طریق سلوک حضرت صاحبؒ سے حاصل کرتی تھی۔ پھر یہ سب حضرات اپنے اپنے ملک میں چلے جاتے تھے۔ جب حضرت صاحبؒ کسی کو لائق ارشاد خیال فرماتے تھے تو اسے خلافت و اجازت دے کر روانہ کرتے تھے۔ اور وہ اپنے ملک میں جاکر خلقت کی راہ نمائی کرتے تھے۔ نیز بعض کو تو اس طرح خفیہ نعمت دے کر بھیجا کہ اُن کے حال کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ البتہ جو آپ کے مشہور ترین خلفاء ہیں اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان خلفاء کے اسم گرامی یہ ہیں:

خلفاء کے نام:

۱۔ مولانا محمد باران کلاچویؒ
۲۔ مولانا محمد علی مکھڈیؒ
۳۔ حافظ سید محمد علی خیر آبادیؒ
۴۔ مولانا احمد تونسویؒ

(یہ چاروں خلفاء خاص خلفاء ہیں۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلفاء خاص تھے۔ ان چاروں کا سلسلہ بہت چلا۔ چنانچہ ان کا مفصل ذکر آگے کیا جائے گا۔)

۵۔ صاحبزادہ گل محمد تونسویؒ
۶۔ خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ (سجادہ نشین)
۷۔ صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ (سجادہ نشین و نبیرہ حضرت قبلہ عالم مہارویؒ)

۸- صاحبزادہ قطب الدّین صاحب مہارویؒ (برادرِ حقیقی حضرت صاحبزادہ نور بخش صاحب مہارویؒ)

۹- حضرت خواجہ محمود صاحب مہارویؒ (جو قاضی عاقل محمد صاحبؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مگر ہمارے حضرت صاحبؒ سے بھی خلافت تھی)

۱۰- حضرت خواجہ محمود صاحب مہارویؒ کے برادرِ خورد خواجہ غلام فرید صاحبؒ (جو حضرت جمال الدین ملتانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مگر ہمارے حضرت صاحبؒ سے بھی خلافت تھی)

۱۱- مولوی نورِ جہانیاں صاحب بہاولپوریؒ

۱۲- مولوی شہسوار صاحبؒ (سکنہ نواحی مہار شریف)

۱۳- حاجی بختاور صاحبؒ

۱۴- حافظ برخوردار صاحبؒ

۱۵- مولوی سرفراز صاحب چشتیؒ (حضرت گنج شکرؒ کی اولاد سے تھے اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے رہنے والے تھے)

۱۶- میاں عبدالشکور صاحب خیرآبادیؒ (ان کی قبر تونسہ شریف میں حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ کی قبر مبارک کے قریب ہے)

۱۷- سردار خان صاحب ولایتیؒ

۱۸- حسن شاہ صاحب قندھاریؒ

۱۹- ولی اللہ صاحب خراسانیؒ

۲۰- ولی محمد صاحب المشہور پینزی والا۔

۲۱- مولوی محمد حیات صاحبؒ پنجابی ثم دہلوی

۲۲- مولوی میاں حسن عسکری صاحب دہلویؒ

۲۳- میر فضل علی صاحبؒ جھجری

۲۴ - مولوی قیام الدین صاحبؒ دہلوی

۲۵ - مولوی شرف الدین صاحبؒ سوتری

۲۶ - شیخ احمد صاحب مدنیؒ

۲۷ - مولوی صالح محمد صاحب تونسویؒ

۲۸ - مولوی علی محمد صاحبؒ (حضرت صاحبؒ کے امام)

۲۹ - میاں عبداللطیف صاحبؒ

۳۰ - صاحبزادہ غلام نصیرالدین عرف کالے میاں صاحبؒ (نبیرہ حضرت مولانا فخرالدین صاحب دہلویؒ)

۳۱ - مولوی نور محمد صاحب ملتانیؒ (امام مسجد حمام)

۳۲ - حافظ نورالدین صاحبؒ ڈہنڈی (سکنہ نواحی مہار شریف)

۳۳ - مولوی امام الدین صاحبؒ ڈہنڈی) مجذوب تھے اور لاہور میں رہتے تھے۔

۳۴ - نور احمد صاحبؒ سندھی

۳۵ - غلام محمد صاحبؒ شیرانی

۳۶ - نور عالم صاحبؒ (سکنہ نواحی مکھڈ شریف)

۳۷ - سید فاضل شاہ صاحبؒ کشمیری (جن کا مزار گڑھی شریف نزد راولپنڈی میں ہے)

۳۸ - امیرالدین صاحبؒ بن فضل کشمیری

۳۹ - سید شیر شاہ صاحبؒ پاکپتنی (نبیرہ مولانا بدرالدین اسحاق صاحبؒ خلیفہ حضرت گنج شکرؒ)

۴۰ - سید مستان شاہ صاحبؒ خراسانی

۴۱ - مولوی ابوالحسن صاحبؒ لانگھوی (سکنہ نواحی سنگھڑ شریف)

۴۲ - تقی محمد صاحبؒ لانگھوی

۴۳ - مولوی قادربخش صاحبؒ

۴۴ - مولوی حافظ عظمت صاحبؒ طفیروی (سکنہ نواحی مہار شریف)

۴۵ - مولوی غلام رسول صاحبؒ طفیروی

۴۶۔ فیض اللہ شاہ صاحبؒ جھجوی

۴۷۔ حافظ گوہر صاحبؒ

۴۸۔ میاں دلیل صاحبؒ خانپوری

۴۹۔ مولوی نظام الدین صاحبؒ (سکنہ نواحی لاہور)

۵۰۔ مولوی محمد حسین صاحبؒ چوہان

۵۱۔ مولوی محمد یار صاحبؒ جہناوی

۵۲۔ غلام محمد صاحبؒ اوجیتی

۵۳۔ حافظ غلام رسول صاحبؒ (نواسہ مولوی نور محمد نارووالہ صاحبؒ)

۵۴۔ سہجل خان صاحبؒ (سکنہ پنڈی)

۵۵۔ غلام محمد صاحبؒ ملخانی

۵۶۔ غلام رسول خان صاحب ماکو افغان (جو حضرت صاحبؒ کے خادم خاص تھے)

۵۷۔ محمد اکرم صاحبؒ (نذر بردار اور حضرت صاحبؒ کے خادم خاص)

۵۸۔ مولوی شمس الدین صاحبؒ (سکنہ ساہی وال۔ سیال شریف)

۵۹۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب (سکنہ قریہ ستردا نواحی مہار شریف۔ حضرت قبلہ عالمؒ
کے مرید تھے اور حضرت صاحبؒ سے خلافت تھی)

۶۰۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ (حضرت صاحبؒ کے مؤذن)

۶۱۔ مولوی امام الدین صاحبؒ (مصنف نافع السالکین۔ ملفوظ حضرت صاحبؒ)

۶۲۔ مولوی محبوب عالم صاحبؒ (سکنہ سورت بندر)

۶۳۔ میاں نظام الدین صاحبؒ (ساکن بمبئی)

۶۴۔ شرف الدین صاحبؒ کردستانی

۶۵۔ غلام محمد صاحبؒ رسولپوری

۶۶۔ غلام محمد صاحبؒ بلاول پٹی

۶۷۔ (تمام پیر بھائیوں میں سے کمترین) فقیر نجم الدینؒ (مصنف مناقب المحبوبین)

ان کے علاوہ بھی حضرت صاحبؒ کے خلفاء ہر ملک میں ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحبؒ کا جو فیض اس دور یعنی تیرھویں صدی میں جاری ہے، وہ دیگر مشائخ سے جاری نہیں ہوا۔ بلکہ سلف میں بھی کم مشائخ سے ہوا ہے۔ حضرت مولانا صاحبؒ کے زمانہ سے لے کر حضرت صاحبؒ کے وصال تک ستر (۷۰) سال کے قریب بنتے ہیں۔ آپ اتنا عرصہ مسند ارشاد پر زینت بخش اور رونق افروز رہے اور مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ آپ کے خلفاء کے علاوہ آپ کے عام مرید بھی ایسے صاحب کرامت اور صاحب نسبت ہوئے ہیں کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

ایک بار یہ فقیر سنگھڑ شریف کی طرف حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ دریائے سندھ میں کشتی پر سوار ہوا۔ کشتی دوسرے کنارے کے قریب پہنچی ہوئی اور عصر کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک مسافر نے پہلے کنارے پر آکر ملاحوں کو آواز دی کہ میں دور سے سفر کرتا ہوا آرہا ہوں۔ شام ہو رہی ہے۔ برائے خدا کشتی لوٹا کر لائیں اور مجھے بھی سوار کرائیں۔ ملاحوں نے اس کے ساتھ مسخری کرنی شروع کر دی اور کہنے لگے تو واپس لوٹ جا کل آجانا۔ ہم اب واپس نہیں آئیں گے۔ اس نے بہت منت و سماجت کی انہوں نے قبول نہ کی۔ آخر یہ ہوا کہ کشتی خود بخود واپس آکر پہلے کنارے پر لگ گئی۔ ہم سب حیران رہ گئے۔ دل نے یہ کہا کہ ضرور یہ کوئی باکمال درویش ہے۔ جس کے لئے کشتی بغیر ہوا کے خود بخود چلتی آگئی ہے۔ آخر وہ سوار ہوا اور کشتی پھر چلنے لگی۔ یہاں تک کہ دو تین گھڑی رات کے وقت دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ جب دن چڑھا اور روانہ ہوئے تو دیکھا کہ وہ درویش مولوی سرفراز تھا جو بہار شریف کے قریب کا رہنے والا تھا اور دہلی شریف میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اس فقیر نے اسے اکثر دہلی میں دیکھا ہے کہ مجالسِ سماع میں اُسے بہت رقّت ہوتی تھی۔

غرضیکہ اس طرح کے حضرت صاحبؒ کے بے شمار درویش تھے۔ البتہ اب اُن راشد خلفاء کا ذکر کیا جائے گا جو چار ہیں۔

اوتادِ زمان ابدالِ دوراں قطب العارفین زبدۃ الواصلین ممتاز از ہمہ یاراں حضرت خلیفہ صاحب محمدؐ باراں رحمۃ اللہ علیہ

مولوی محمد باراں صاحبؒ حضرت صاحبؒ کے اکمل خلفاء میں سے اور اعظم یاروں میں سے تھے۔ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع و حال تھے۔ ان کی کرامات اور خوارق بے حد ہیں۔ ان کا مولد بلدہ کلاچی ہے۔ جو ملک دامان میں ہے اور تونسہ شریف سے چھیاسی (۸۶) کوس شمال کی طرف ہے۔ ان کی قوم افغان ہے۔ ان کے والد صاحب کا نام نور محمدؐ ہے۔

منقول ہے کہ آپ نے اپنے طالب علمی کے زمانہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ" ایک دفعہ مولوی عثمان سکنہ قصبہ ڈھوا اپنے کسی ضروری کام کے سلسلہ میں شہر کلاچی آیا ہوا تھا۔ اتفاقاً میری ملاقات ان سے ہو گئی۔ میں نے انہیں کہا کہ اگر مجھے اپنے ساتھ ڈھوا لے چلیں اور مجھے تعلیم دیں تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ انہوں نے کہا میرے پاس چالیس (۴۰) طالب علم ہیں۔ جنہیں میں سبق دیتا ہوں اور ان طالب علموں کی گزران کا سبب اس طرح ہے کہ شہر میں گدائی کر کے کھاتے ہیں۔ اگر تمہیں بھی لقمہ گدائی کھانا منظور ہے تو میرے ساتھ چلو۔ مگر یہ جان لو کہ مجھ سے سبق کے سوا اور کوئی غرض نہ رکھنا۔ اور کسی چیز کا مطالبہ نہ کرنا۔ اور میں تمہیں روٹی کے بارے میں کبھی نہ پوچھوں گا۔ کہ وہاں بہت قحط سالی ہے۔ میں نے یہ تمام شرائط قبول کیں۔ اور اس کے ساتھ چلا گیا۔ اُس وقت میں بچہ تھا مگر بلوغت کے قریب تھا۔ قصبہ مذکور میں پہنچنے کے بعد دس دن گزر گئے۔ مگر کسی نے اس دوران روٹی کا ایک لقمہ بھی نہ دیا۔ ایک دن شہر کے زمینداروں میں سے کسی نے کچھ نان اور حلوہ مولوی صاحب کی خدمت میں خیرات کے طور پر بھیجا۔ اُس نے پوچھا کہ یہ لڑکا کہاں سے آیا ہے اور کیا پڑھتا ہے۔ اُس

نے کہا کلاچی سے آیا ہے اور شیخ عطار پڑھتا ہے۔ اس نے کہا کئی دنوں سے دیکھتا ہوں کہ یہ کبھی کسی کے دروازہ پر نہیں گیا۔ اسے اپنے پاس سے کھانے کے لئے کچھ دیتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اس لڑکے کو یہ وعدہ کرا کے لایا تھا کہ سبق کے علاوہ مجھ سے کوئی اور خدمت نہ لے گا۔ اُس زمیندار نے کہا اچھا جو بھی اس کی قسمت ہوگی۔ لیکن اس وقت تو اسے یہ نان وحلوہ دے دیں۔ انہوں نے کہا میں اسے اس حلوہ میں ہاتھ ڈالنے نہیں دوں گا۔ تم جو بھی اس کا حصہ ہے۔ اسے دے دو۔ اس زمیندار نے دو روٹیاں اور آدھی روٹی اور کچھ حلوہ اس پر ڈال کر مجھے دے دیا۔ میں نے حلوہ لگا کر ایک لقمہ حلق میں ڈالا مگر تمام زور کے ساتھ بھی اسے حلق سے نیچے نہ اتار سکا۔ اس لیئے کہ دس روز سے فاقہ سے تھا اور میرا گلا بھوک سے خشک ہو گیا تھا۔ وہ لقمہ نیچے نہ جاتا تھا۔ اس زمیندار نے مولوی صاحب سے کہا کہ تو اس بچے کو ہلاک کرنے کے لئے لایا تھا۔ یا سبق دینے کے لئے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے لانے سے پہلے اس سے عہد لیا تھا کہ سبق کے علاوہ مجھ سے اور کوئی غرض نہ رکھے گا۔ پس اس زمیندار مذکور نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے سہارا دیا۔ اور کہا لقمہ کو خوب باریک اور مہین کر اور اس نالۂ آب سے چُلّو میں پانی لے کر منہ میں ڈال اور لقمہ حلق سے نیچے کر۔ اس طریقہ سے میں نے آدھی روٹی کھائی اور باقی درویشوں کو دے دی۔

اس کے بعد اس زمیندار نے مجھے کہا کہ چند قدم میرے ساتھ آ۔ جب میں اس کے ساتھ گیا۔ کہنے لگا یہ میری سرائے کا دروازہ ہے، ہر روز مغرب کے وقت اس دروازہ پر آ کر دستک دے دیا کرو۔ تجھے ایک بڑی روٹی اور گوشت دے دیا کریں گے۔ میں مسجد میں واپس آ گیا۔ دل میں کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ خدا کا دروازہ چھوڑ کر روٹی کے لالچ میں مخلوق کے دروازہ پر جاؤں۔ رات کو نہ گیا۔ اس نے دوسری رات پھر آ کر مجھے کہا کہ روٹی لینے کے لئے میرے گھر کیوں نہیں آیا۔ میں نے کہا اور بہت سے درویش ہیں۔ ان کو دے۔ اُس نے کہا کہ دوسروں کو کیسے روٹی دوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے نام خطاب آیا ہے۔ اگر تو وہاں نہ جائے گا تو لاچار میں خود تمہیں یہاں لا کر دیا

کردں گا۔ پس وہ اپنے گھر سے روٹی لاکر مجھے دیا کرتا تھا۔ اور میں اپنی ایک پوری روٹی اور ایک آدھی روٹی اور نمازیوں کے لئے لقمے جمع کر کے درویشوں کو دے دیتا تھا۔

کچھ مدت بعد وہاں سے ڈیرہ غازی خاں جاکر تعلیم حاصل کرنے لگا۔ جب میں نے ڈیرہ غازی خاں کا راستہ لیا تو حضرت شیخ اسماعیل کے راستہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک برہنہ پا کو دیکھا۔ میں نے جوتا اُسے دے دیا۔ اور خود ننگے پاؤں روانہ ہوگیا۔ ایک شخص نے مجھے جوتے دیئے۔ وہ بھی میں نے ایک اور برہنہ پا کو دے دیئے۔ اسی طرح اس بارہ (۱۲) کوس کی منزل میں تین مرتبہ جوتے اللہ کے لئے دے دیئے۔ پھر جب برہنہ پا ہوگیا تو دیکھا کہ ایک جوان مغرب کے وقت درخت کے اوپر کھڑا ہے۔ اس نے پوچھا اے بیٹے کہاں سے آرہے ہو۔ اور کہاں جارہے ہو۔ میں نے تمام حال بیان کیا۔ اس نے کہا ذرا ٹھہرو۔ میں کھڑا ہوگیا۔ وہ درخت سے نیچے اُترا۔ اور کہنے لگا میرے ساتھ آ۔ رات میرے ہاں مہمان رہو۔ رات میں وہاں رہا۔ جب اس نے مجھے برہنہ پا دیکھا تو وہ بہت سے جوتے لے کر آیا اور کہنے لگا جونسا جوتا پسند ہو لے لو۔ میں نے اُن میں سے ایک جوتا لے لیا۔

جب میں ڈیرہ غازی خاں پہنچا تو ایک عالم کے مدرسہ میں گیا۔ کچھ مدّت تک اُن سے کتابیں پڑھتا رہا۔ ایک دن مہار شریف سے اُس استاد کے اُستاد کے انتقال کی خبر آئی۔ اور وہ اپنے استاد کی فاتحہ خوانی کے لئے ڈیرہ غازی خان سے مہار شریف کے لئے روانہ ہوا۔ اور مجھے بھی ساتھ لے گیا۔ مہار شریف پہنچے۔ جب میرے استاد نے اپنے اُستاد کی تعزیت سے فراغت پائی اور واپسی کا ارادہ کیا تو اس مرحوم عالم کے اہل پردہ سے یہ پیغام آیا کہ ہمارا بیٹا معصوم ہے۔ اگر آپ واپس وطن چلے گئے تو یہ مدرسہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مدرسہ دوسروں کو دے دیں گے اور ہماری عزت و وقار بھی مٹ جائے گا۔ مناسب یہ ہے کہ چند روز آپ یہاں ٹھہریں۔ پس میرے استاد نے وہیں مہار شریف میں قیام کرلیا۔ اور وہاں طالب علموں کی تدریس میں مشغول ہوگئے۔

اور جو کچھ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ کے لنگر سے اس متوفی عالم کا وظیفہ

اور غلہ مقرر تھا وہ اسی طرح مقرر رہا۔

میں لنگر شریف کے مصرف کے لئے ہر روز درویشوں کے ساتھ گندم بڑے گھوڑے پر رکھ کر اور آٹا پسوا کر لاتا تھا۔ ایک دن ایک عورت نے مجھے کہا کہ جو دانے تیرے ذمہ ہیں، مجھے دے دیا کر کہ میں تمہاری جگہ پیس دیا کرونگی۔ اور آٹا بنا دیا کرونگی۔ اور اجرت بھی نہ لوں گی۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ وہ عورت ہمیشہ مجھے آٹا لا کر دیتی تھی۔ ایک دن میرے اُستاد صاحب کے صاحبزادے کے پیٹ میں درد اٹھا۔ کسی نے اس کی والدہ کو کہا کہ تمہارے طالب علم شاگردوں میں ایک مسکین و درویش ہے۔ اگر وہ تعویذ لکھ کر دیگا فوراً آرام آجائے گا۔ پس میرے پاس آدمی بھیجا۔ تاکہ میں تعویذ لکھ کر دوں۔ جب اسے دھو کر پلایا، شفا ہوگئی۔ پس انہوں نے میری روٹی مقرر کردی۔

ایک دن میرے استاد نے مجھے کہا کہ اُس شخص یعنی حضرت قبلۂ عالمؒ کے سامنے کبھی نہ جانا کہ وہ لوگوں کو (نعوذ باللہ) گمراہ کرتے ہیں۔ اور کتاب پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ میں آدھی رات کے بعد مہار شریف کے جنگل میں جاکر یادِ حق میں مشغول رہتا تھا۔ ایک دن دوسرے طالب علموں نے میرے استاد صاحب سے کہا کہ یہ جوان عورتوں سے ملتا جلتا ہے اور آپ کے استاد کے گھر سے خیالِ فاسد سے کھانا کھاتا ہے۔ پس ان کے کہنے پر میرے استاد کو مجھ سے بدظنی ہوگئی اور پورا یقین ہوگیا کہ اسے ضرور یہ علّت ہے۔ ایک دن دو گھڑی دن کے وقت مجھے تلاش کیا مجھے نہ پایا۔ اس نے طالب علموں سے پوچھا۔ کہنے لگے کہ خدا جانے کس طرف چلا گیا ہے۔ یا گم ہوگیا ہے۔ آخر مجھے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پایا۔ کہ میں اُس وقت حضرت قبلۂ عالمؒ کو اپنا سبق بدستور سابق سُنا رہا تھا۔ یعنی میرا دستور تھا کہ اپنے اُستاد صاحب سے سبق لیتا تھا اور اپنے استاد کی اطلاع کے بغیر حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں جاکر بوقت زوال وہ سبق آپ کو سناتا تھا۔ اُس دن استادِ محترم نے جب مجھے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں دیکھا تو خشم ناک ہوگئے مگر وہاں حضرت قبلۂ عالمؒ کے لحاظ سے مجھے کچھ نہ کہا۔ جب رات ہوگئی تو میں نے آدھی رات کو جنگل کا راستہ لیا اور وہاں جاکر عبادتِ حق میں مشغول ہوگیا اور صبح صادق

کے وقت اپنے مکان پہ جا کہ چارپائی پر سوگیا۔ جب میرے استاد نمازِ فجر کی امامت سے فارغ ہوئے اور میرے سونے کی کیفیت سے آگاہ ہوئے تو آکر ایک چھڑی لے کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زور لگا کر مجھے مارنے لگے۔ مگر وہ چھڑی میرے جسم پہ نہ پڑی بلکہ چارپائی پر اس طرح پڑی کہ وہ چھڑی آدھی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے آدھی پھر مجھے ماری وہ بھی ٹوٹ گئی۔ میں جلدی سے اُٹھا اور استاد کے خوف سے باہر بھاگ گیا اور قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ تمہیں قاضی عاقل محمد صاحب کی طرف خط لکھ کر دیتا ہوں۔ کوٹ مٹھن میں جا کر علم پڑھو۔ میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے حکم کے مطابق کوٹ مٹھن آگیا اور علم حاصل کیا۔

میں نے کوٹ مٹھن میں مطالعہِ کتب میں بہت محنت کی۔ اس وجہ سے مجھے دماغ کی خشکی کی وجہ سے سر درد کا مرض ہو گیا۔ ایک دن ضروری حاجت سے شہر گیا ہوا تھا۔ دیکھا ایک شخص سپاہیوں کے لباس میں چارپائی پر بیٹھا ہے۔ اس نے مجھے بلایا اور کہا یہ پیسے لے کر فلاں ہندو بقال کی دوکان سے فلاں فلاں چار ادویہ لے آؤ۔ جب میں لے آیا۔ فرمایا ایک دیگچی پانی سے بھر کر گرم کرو۔ پھر یہ ادویہ اس میں ڈال دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب جوش میں آگئی اُس نے کہا نیچے اُتار لو۔ وہ جوشاندہ صاف کر کے اُسی نے مجھے دیا۔ اور کہا پی لو۔ میں نے پی لیا۔ دردِ سر اور دماغ کی خشکی کو آرام آگیا۔ میں اسے نہیں پہچانتا تھا۔ چند دنوں کے بعد اسے پھر دیکھا۔ اُس نے پوچھا اے جوان اب کیا حال ہے۔ کون سی کتاب پڑھتے ہو۔ میں نے کہا مطول۔ فرمایا جب تو یہاں علم حاصل کرتا ہے اور یہاں رہتا ہے تو کھانا ہمارے گھر سے کھایا کر۔ میں اس کے گھر سے کھانا کھانے لگا۔ اس کے بعد اُس نے مجھے کہا کہ اب جبکہ تو نے علم حاصل کر لیا ہے تو اب پیر کامل کی تلاش کر۔ اور حضرت غوثِ زماں خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحبؒ کی طرف اشارہ کیا۔ میں کوٹ مٹھن سے روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک اندھیری رات جنگل سے ذکرِ جہر کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ ٹھہر گیا اور اس آواز کا منتظر رہا۔ آخر دوسری ضرب کے بعد پھر اس ذاکر کا ذکر پایا۔ اس کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ مجھے راہِ خدا کی تعلیم

دو۔ اُس شخص نے بھی کہا حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کی خدمت میں جاؤ۔ مرید ہو جاؤ۔ اُن کے وسیلہ سے خدا کا راستہ پاؤ گے۔ آخر کوہ درگ میں موضع گڑگوجی میں جو آپ کا وطن تھا، پہنچا۔ آپ اس وقت اپنے عبادت خانہ کے باہر کھڑے تھے۔ جب مجھے دیکھا تو فرمایا۔ "اے جوان آ اور جلد آ کہ مجھے تیرے آنے کا سخت انتظار تھا"۔ پس اُسی روز بیعت ہوا اور وہیں سبز گھاس یا لکڑیوں سے ایک کمرہ تیار کر کے اس میں ذکر و اشغال میں مشغول ہو گیا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے خلیفہ صاحبؒ کی وجہ بیعت اور اُن کا حضرت صاحبؒ سے بیعت ہونے کا واقعہ حضرت میاں نور بخش صاحب سجادہ نشین صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ سے اس طرح سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ "خلیفہ صاحب دہوا میں طالب علمی کرتے تھے۔ ایک زمیندار تھا وہ اپنے گھر سے اُن کے لئے روٹی لایا کرتا تھا۔ اس کی اولاد نہ تھی۔ اس شہر مذکور میں شہر سے باہر ایک بزرگ کی خانقاہ تھی وہ بزرگ پیر سلطانؒ تھے اور اُن کی کرامت مشہور تھی کہ جب کوئی شخص کسی حاجت کے لئے ان کی خانقاہ میں جا کر رات کو وہاں رہتا تھا تو وہ بزرگ خود قبر سے باہر آ کر زیارت کراتے تھے اور اس کی مراد بر آتی تھی۔ اس زمیندار مذکور نے ایک دن خلیفہ صاحبؒ کو کہا کہ آپ ایک رات میرے لئے پیر سلطانؒ کے مزار پر جا کر رات وہاں رہیں جب وہ بزرگ آپ سے ملاقات کریں تو میرے لئے بیٹے کی دعا کرائیں۔ اور ان سے میری یہ حاجت طلب کریں۔ خلیفہ صاحبؒ اس روز عصر کی نماز کے بعد اس خانقاہ میں گئے۔ وہ بزرگ خلاف معمول اسی وقت قبر سے باہر آئے اور اُن سے پوچھا کہ اے درویش یہاں کیسے آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں زمیندار کے بیٹا نہیں ہوتا۔ اس خاطر آیا ہوں۔ انہوں نے فرمایا اسے کہہ دیں کہ تیرے گھر میں چند دن سے حمل ہوا ہے، انشاءاللہ تعالیٰ نو ماہ کے بعد اس کے ہاں اس صورت و سیرت اور اس علامت کا بیٹا پیدا ہو گا۔ خلیفہ صاحبؒ وہاں سے اسی وقت رخصت ہوئے اور مسجد میں اپنے ڈیرہ پر آ گئے۔ نماز مغرب پڑھی۔ جب اس زمیندار نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں نے کہا تھا کہ آج رات آپ اس بزرگ کی

خانقاہ میں جا کر میری خاطر رات وہاں رہیں گے مگر آپ نہیں گئے۔ فرمایا۔ میں عصر کے وقت گیا تھا اور تمہارا مقصود حاصل کر آیا ہوں۔ اور تمام حقیقت ان کی عورت کے حمل کی اور سیرت وصورت بیٹے کی بیان کی۔ وہ بہت خوش ہوا۔ پس نو ماہ گزرنے کے بعد اس کے ہاں اسی علامت کا بیٹا پیدا ہوا۔

ایک دن خلیفہ صاحبؒ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اس زمیندار کے لئے اُس بزرگ کی خانقاہ میں گیا تھا۔ اب میں اپنے دل کی مراد کے لئے کیوں نہ جاؤں پس وہ ایک دن اُس بزرگ کی خانقاہ میں گئے۔ جب وہ بزرگ قبر سے باہر آئے تو پوچھنے لگے کہ آج کیوں آیا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ آج اپنی مراد کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا۔ کہو۔ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں حق تعالیٰ مجھے درویشی وفقیری اور علم باعمل نصیب کرے اور پورا دیندار کردے۔ اُس بزرگ نے کہا کہ تو دین دار درویش کامل بنے گا۔ البتہ اگر تو چاہتا ہے کہ اپنی مراد پالے تو تو مہاراں میں جا۔ وہاں ایک بزرگ ہے، اُس سے تیرا مقصود حاصل ہوگا۔ آپ وہاں سے نکلے۔ چند دنوں کے بعد مہاراں پہنچے۔ اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ تو پہلے علم پڑھ۔ پھر میرے پاس آ۔ آپ حسب الامر کوٹ مٹھن میں طالب علمی کے لئے گئے۔ اور قاضی صاحبؒ کے مدرسہ میں تحصیلِ علم کیا۔ اور سات سال کی مدّت میں تکمیل کی۔

کہتے ہیں کہ ان ایّام میں جبکہ خلیفہ صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں بیعت کے لئے گئے تھے، حضرت غوثِ زمانؒ نے ابھی قبلۂ عالمؒ سے بیعت نہ کی ہوئی تھی۔ مگر اس سات سال کے عرصہ میں حضرت صاحب قبلہ عالمؒ سے بیعت کرکے دہلی شریف حاضری دے کر واپس مہار شریف آکر چند روز وہاں اپنے پیر صاحب کی خدمت میں رہ کر اور فیض حاصل کرکے اجازت لے کر واپس اپنے وطن کوہ درگ تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اس دوران خلیفہ صاحبؒ بھی علم حاصل کرکے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف پہنچے۔ اور پھر بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا

کچھ دیر صبر کر۔ تیرا یار ابھی نہیں آیا ہے۔ اس عرصہ میں حضرت قطب مدار عالمؒ بھی پہنچ گئے۔ اور چند ماہ اپنے پیر صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں رہے۔ کچھ مدت بعد جب اپنے وطن کی طرف واپس جانے لگے تو حضرت قبلہ عالمؒ ان کو وداع کرنے کے لئے مغربی نالہ تک آئے۔ اور نالہ میں حضرت صاحبؒ کی چادر بچھا کر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر ایک شخص کو فرمایا کہ مولوی محمدؐ یاراں صاحب کو لاؤ کہ اُسے بھی رخصت کردوں۔ وہ بھی آگئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے ان کا ہاتھ لے کر حضرت غوث زمانؒ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور فرمایا کہ محمدؐ یاراں تیرا پیر یہ ہے۔ اور تیرا نصیب اس کے پاس ہے ان سے مرید ہو جا۔ نیز حضرت صاحبؒ کو فرمایا کہ یہ تیرا خلیفہ ہے۔ اس شخص پر پوری توجّہ کریں۔" پس خلیفہ صاحبؒ نے اسی جگہ حضرت صاحبؒ سے عرض کیا کہ مجھے بیعت کریں۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے پیر کے پاسِ ادب سے مُنہ میں اُنگلی لے کر فرمایا۔" خاموش یہ جائے ادب ہے، تجھے راہ میں بیعت کروں گا۔" چنانچہ وہاں سے دونوں روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ نے خلیفہ صاحبؒ کو بیعت کیا۔ اور راہِ خدا کی تلقین کی۔ پھر وہ کوہِ درگ میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ گئے اور وہاں چند ماہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر ریاضت ومجاہدہ کیا۔ یہاں تک کہ درجہ کمالیت کو پہنچے اور رتبۂ خلافت سے مشرّف ہوئے"

منقول ہے کہ جب خلیفہ صاحبؒ کے والد صاحب ان کی جدائی و فراق کے درد سے بے قرار ہوئے تو ہر ایک سے اپنے بیٹے کے بارہ میں پُوچھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک حاجی کلاچی میں ان کے والد صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے اُن سے اپنے بیٹے کا حال پوچھا۔ اس نے نشان دیا کہ تیرا بیٹا کوہ درگ میں غوث زمان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی خدمت میں ہے۔ آپ کے والد صاحب فوراً وہاں سے روانہ ہو کر کوہِ درگ میں پہنچے اور تلاش کرتے کرتے غوث زمانؒ کے عبادت خانہ تک پہنچ گئے۔ حضرت صاحبؒ نے پُوچھا تو کون ہے اور کیا نام ہے۔ اس نے کہا افغان ہوں۔ میرا نام نور محمدؐ ہے۔ کلاچی شہر کا رہنے والا ہوں۔ میرا بیٹا گُم ہو گیا ہے۔ اس کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ فرمایا۔ کتنے سال ہو گئے ہیں کہ تیرا بیٹا گم ہُوا ہے۔ کہنے لگا کہ

کہ چودہ (۱۴) سال ہو گئے ہیں ۔ فرمایا۔ تو اس کو پہچان لے گا۔ کہنے لگے۔ کیوں نہ شناخت کرونگا۔
فرمایا۔ وہ خس خانہ ہے، وہاں جاؤ۔ جب وہاں گئے اور خلیفہ صاحبؒ کو دیکھا تو بے اختیار
فریاد کرنے لگے۔ اور زار زار رونے لگے۔ پس دونوں نے معانقہ کیا۔ آپ کے والد صاحب
چند دن وہاں رہے اور حضرت غوث زمانؒ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ چنانچہ ان
کا ارادہ بھی بیعت کرنے کا ہو گیا۔ اپنے بیٹے سے کہا کہ مجھے بھی حضرت صاحب سے بیعت
کرا دو۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کے مرید کرنے کے لئے حضرت غوث زمانؒ سے
عرض کی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے والد صاحب کو تو خود بیعت کر۔ انہوں نے
پھر عرض کی کہ حضرت آپ ہی اپنے دست مبارک سے بیعت کریں۔ آخر حضرت صاحبؒ
نے انہیں مرید کر لیا۔ کئی ورد و وظائف اور ذکر و اشغال تلقین کئے۔ پھر رخصت
لے کر دونوں باپ بیٹا اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحبؒ نے رخصت
کے وقت آپ کے والد صاحب کو وصیت کی اور فرمایا کہ ہمیشہ اپنے بیٹے کی صلاح و
مرضی کے مطابق چلیں اور انہیں جلدی ہی اس طرف واپس روانہ کر دیں۔ انہوں نے
قبول کیا۔ جب بلدہ کلاچی میں پہنچے تو خلیفہ صاحب نے اپنی عبادت کے لئے ایک
حجرہ بنا لیا اور ترک و تجرید کا راستہ اختیار کرتے ہوئے عبادتِ حق میں مشغول ہو گئے۔
ان کے والد صاحب نے بھی کہا کہ میں بھی ترک و تجرید اختیار کر کے اور قطع تعلقات
کر کے گوشۂ عبادت میں بیٹھتا ہوں۔ خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ اگر آپ عبادت خانہ
اختیار کرنا چاہتے ہیں تو پہلے تمام متاعِ دنیا کو اپنے گھر سے باہر کریں۔ اور خدا کے
راستہ میں تقسیم کر دیں۔ پھر عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ پس دوسرے دن منادی کرائی
گئی کہ یہ دونوں گھر جو غلّہ و اسباب سے پُر ہیں، ہر شخص خدا کے لئے لوٹ کر لے جائے۔
یک ساعت میں تمام گھر کا سامان لُوٹ لیا گیا۔ اور میاں نور محمدؐ صاحب بھی تارکانِ دنیا
سے ہو کر یادِ حق میں مشغول ہو گئے۔

منقول ہے کہ جب دونوں صاحبان باپ بیٹے کو چند دن کلاچی میں گزر گئے تو
پھر حضرت صاحبؒ کی زیارت کا ارادہ کیا تاکہ کوہ درگ پہنچیں۔ اور خلیفہ صاحبؒ

کے والد صاحب پر اتنا ذوق غالب تھا کہ ہر وقت اُن پر گریہ اور وجد رہتا تھا۔ اور جس کسی سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے تھے تو فوراً انہیں رقّت، گریہ اور وجد ہو جاتا تھا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر جاتے تھے۔ اور ہر وقت اپنے بیٹے خلیفہ صاحبؒ سے حج و مدینہ منوّرہ کی رخصت طلب کرتے تھے۔ خلیفہ صاحبؒ نے کہا کہ حضرت صاحب غوثِ زماںؒ سے حج کی اجازت لینی چاہیئے۔ آخر جب دونوں صاحبان حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو خلیفہ صاحبؒ نے اپنے والد صاحب کے حج مبارک پر جانے کی اجازت طلب کی۔ فرمایا کہ حج پر جانا اور حج کرنا اس جواں مرد کا کام ہے۔ پس حضرت صاحبؒ سے رخصت ہو کر حج کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں ہی انتقال کر گئے

خاصیّت اکسیر دارد صحبت آں پیر ما
میکند در یک نگاہ فی الحال مس را چوں طلا
جاذبِ حق است نظرِ رحمتش
میرساند سوئے حق بین ہمتش،

منقول ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ صاحبؒ کوہ درگ سے حضرت صاحبؒ کے ہمراہ دیگر درویشوں کے ساتھ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ کی طرف عرس مبارک میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ جب کوہِ درگ سے روانہ ہوئے پہلی منزل پہاڑ پر ہوئی۔ ایک گاؤں میں بزداروں نے کہ وہ حضرت صاحبؒ کے مرید تھے، وہاں دو کیاریوں میں خربوزے بوئے ہوئے تھے۔ ایک کیاری میں خربوزے بڑے تھے اور پکے ہوئے تھے۔ دوسری کیاری میں ابھی کچّے تھے۔ جب حضرت صاحبؒ نے مسجد میں ڈیرہ کیا تو حضرت صاحبؒ کے تمام درویش اس خربوزوں کی کیاری پر گئے۔ خربوزے توڑ لیئے اور تمام کیاری غارت کر دی۔ وہاں سے لاکر ایک خربوزہ ایک درویش نے خلیفہ صاحبؒ کو بھی دیا۔ انہوں نے انکار کیا کہ چوری و غصب کا مال ہے۔ میں یہ خربوزہ نہیں کھاؤں گا کہ مالک کی اجازت کے بغیر اسے کھانا حرام ہے۔ تم لوگوں نے ان غریبوں کی تمام کیاری غارت و خراب کر دی ہے، جو اچھی بات نہیں ہے۔ جب یہ بات حضرت صاحبؒ کے کان میں پہنچی تو فرمایا کہ انہوں نے

کیاری خراب نہیں کی بلکہ آباد کی ہے خلیفہ صاحبؒ نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور سر اوپر نہ کرتے تھے۔ ایک گھڑی کے بعد جب اُن کیاروں کا مالک آیا۔ تو عرض کرنے لگا کہ چند روز ہوئے کہ آپ کی اس طرف تشریف آوری کی اطلاع غلام کو ملی تھی۔ میں نے بڑے کیارے کو آپ کے فقیروں کے لئے نگاہ میں رکھا کہ اس کیارہ میں تمام خربوزے پکے ہوئے اور خوب عمدہ تھے۔ آپ حکم فرمادیں تاکہ درویش انہیں لائیں اور کھائیں۔ فقرا دوبارہ اُٹھے اور خربوزوں کے پشتارے دوبارہ باندھ کر لائے اور پھر خوب سیر ہوکر کھائے اور راستہ کے لئے بھی لے لئے۔ جب دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ نے اس کسان کے حق میں برکتِ رزق کے لئے دعائے خیر کی۔ پھر جب خانقاہ شریف سے واپس اس جگہ آئے تو دو کیارے دیکھے کہ ان میں باجرہ کے عمدہ پکے ہوئے خوشے تیار تھے کہ ایسا غلہ کبھی نہ ہوا تھا۔ اس فصل کی وجہ سے وہ کسان قرض خواہوں کے تقاضوں سے آزاد ہوگیا۔ اور اس کی زندگی خوب فارغ البالی اور خوشی سے گزرنے لگی۔ خلیفہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس دن سے میں نے اعتراض کرنا چھوڑ دیا۔ اور پھر کبھی آں جناب کے اقوال و افعال پر اعتراض نہ کیا۔

منقول ہے۔ خلیفہ صاحبؒ کا جسم ریاضت و مجاہدہ کی زیادتی کی وجہ سے بہت نحیف ولاغر تھا۔ یہاں تک کہ اخیر عمر میں روٹی بہت تھوڑی کھاتے تھے۔ اُن سے سوال کیا گیا کہ آپ کا جسم بہت لاغر ہے۔ فرمایا کہ جب تن توانا تھا اور معدہ قوی تھا اور ہاضمہ کی قوت رکھتا تھا، تو حضرت صاحبؒ نے کم کھانے کا حکم دے رکھا تھا اور کھانے نہیں دیتے تھے۔ اب جبکہ آں جناب نے اجازت دے دی ہے تو اب غذا کھانے کی طاقت نہیں ہے۔ پھر سوال کیا کہ آپ جماعت کے ساتھ فرض پڑھ کر دعا فاتحہ خیر کے لئے وہیں جماعت میں بیٹھ کر دعا مانگنی نہیں شروع کر دیتے بلکہ پانی کے مٹکوں کے پیچھے چھپ جاتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ اس غوثِ زمانؒ کے آفتاب جمال کے نور کی تجلی مجھے بیٹھنے نہیں دیتی۔ اور میں اُن کے قربان جاؤں کہ جو آں جناب کے روبرو بیٹھتے ہیں اور آپ سے گفتگو بھی کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ سبحان اللہ ایک ایسا

وقت بھی تھا کہ کوٹ مٹھن میں قاضی احمد علی صاحبؒ کی خدمت میں میں حضرت غوث زمانؒ کا ایک کتاب پر ہم سبق تھا اور وہ ایک وقت بھی تھا کہ ہم دونوں سفر میں ایک دسترخوان پر اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ اور ایک یہ بھی وقت تھا کہ یہ غریب حضرت غوث زمانؒ سے سلوک کی کتاب کا سبق لیتا تھا اور اب یہ وقت ہے کہ حضرت صاحبؒ کے مشاہدہ جمال باکمال کی تجلی دیکھنے کی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور جب شوق ہوتا ہے دُور سے پردہ کے پیچھے سے یا تشگاف سے دیکھ لیتا ہوں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ اپنے وطن بلدہ کلاچی سے حضرت غوث زمانؒ کی زیارت کے لئے آرہا تھا۔ شہر درابن میں جو کلاچی سے اس طرف بارہ (۱۲) میل پر تھا، ایک بزرگ تھا وہ راستہ میں میری ملاقات کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا۔ جب میرے ساتھ معانقہ کرتا تھا اور ملاقات کرتا تھا تو اپنا اتنا مجھ پر تصرف کرتا تھا کہ مجھے وظائف پڑھنے میں سست کر دیتا تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب اس بزرگ کا تصرّف ہے تو میں نے وہ راستہ چھوڑ دیا۔ اور دوسرا راستہ لے لیا۔ جب اس بزرگ کو اپنے کشف سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص اب دوسرے راستہ سے جاتا ہے۔ تو اس نے بھی دوسرا راستہ لیا اور ضرور ہی مجھ سے ملاقات کرتا تھا۔ آخر مجھ پر ایسی حالت طاری ہو گئی کہ اٹھنے بیٹھنے سے بھی رہ گیا۔ کسی شخص نے حضرت غوث زمانؒ کو خبر کی کہ محمدّ باراں کا ایسا حال ہو گیا ہے کہ اسے دو شخص دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اشارہ سے سجدہ کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا یہ حال کس وجہ سے ہوا ہے۔ چنانچہ اُس بزرگ سے ملاقات کرنے اور اُس کے تصرّف کرنے کا تمام حال عرض کیا گیا۔ فرمایا اُسے میرے سامنے لاؤ۔ جب خلیفہ صاحب کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لایا گیا اور آپ نے ان کا یہ کمزور حال دیکھا تو فاتحہ خیر فرمائی۔ پھر فرمایا کہ مرد کو چاہیئے کہ اتنا سست نہ ہو۔ اس شخص نے زندگی سے تیرے لیئے کچھ باقی نہیں رہنے دیا۔ تیرے ہلاک کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور تو اُسے ایک انگلی کے سرے کا بھی زور نہیں دیتا۔ پس حضرت صاحبؒ نے درابن کی طرف منہ کرکے آواز بلند سے اللہ اکبر فرمایا۔ پھر خلیفہ صاحب سے فرمایا

کہ تو اب ڈرابن کے راستہ سے ضرور جانا اور چھپ کر دوسرے راستہ سے نہ جانا۔ وہ جب شہر مذکور کے قریب پہنچے تو اس بزرگ کے درویش میرے انتظار میں کھڑے تھے۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اس کے نزدیک لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کا تمام وجود ڈھول کی مانند ازسرتا قدم سوجا ہوا ہے۔ اور وہ بے حال پڑا ہے جب خلیفہ صاحبؒ کو دیکھا تو رونے لگا اور کہنے لگا تیرے پیر نے مجھ پر کچھ کر دیا ہے اور میرا یہ حال ہو گیا ہے۔ نیز میرا ایمان بھی غضب ہو گیا ہے۔ برلئے خدا میرا ایمان واپس دلا دیں۔ پس انہوں نے دعائے خیر کہی اور روانہ ہو گئے۔ جب چند قدم باہر گئے تو اس کے مرنے کی آواز آپ کے کانوں میں آئی۔ کہ اس کے گھر والے اور غلام گریہ وزاری کر رہے تھے۔ ٹھیک کہا گیا ہے۔

ای روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش
با شیر پنجہ کردی دیدی سزائے خویش

منقول ہے کہ خلیفہ صاحبؒ خود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولوی صدیق قرائی والا کلاچی میں آیا اور شہر کی ہر مسجد کے امام سے ایک بھیڑ اور پانچ روپے وصول کئے۔ مجھ سے بھی درخواست کی۔ میں نے کہا جو کچھ خدا تعالیٰ مجھے دیگا تمہارے مکان پر پہنچا دوں گا۔ غصہ میں اُٹھ گیا اور کچھ کلام مجھ پر پڑھا کہ مجھے شدید قبض اور دردِ شکم ہو گیا۔ چند دن میں اس مرض میں مبتلا رہا۔ ناچار دوسروں کے کہنے پر اُس کے پاس گیا۔ اس نے کہا مجھ سے کیا دوا چاہتے ہو۔ میں نے کہا دُعا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا تمہارے لئے ہرگز دعا نہ کروں گا۔ پس میں مایوس اپنے مکان پر آ گیا۔ کسی شخص نے چند عدد تربوز کلاں میرے پاس بھیجے۔ میں نے ہر چیز اکٹھی کر کے دیگچہ میں ڈال دی۔ پک گئیں، برتن میں ڈال کر ٹھنڈی کر کے تمام کھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پیٹ میں خلل ہوا۔ میں نے کہا مجھے پاخانہ لے چلیں لے گئے۔ خوب دست آئے۔ قبض سے شفا ہو گئی۔ جب تونسہ شریف حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا کہ "اتنا سست نہ ہونا چاہیئے۔ کہ دوسرے ہلاک کرنے پر تیار ہو جائیں۔ اُسے ایک ناخن کا بھی آپ زور نہیں دیتے۔" پھر فرمایا کہ

اس وقت تم ڈیرہ اسماعیل خان کے راستے جاؤ اور قرائیاں کے قصبہ سے گزرو۔ پس جب میں اُن کے قصبہ میں پہنچا تو کہنے لگے کہ مولوی صدیق کا حال خراب ہے۔ وہ بہت عذاب میں ہے۔ اور ہلاکت کے قریب ہے۔ اُس نے اپنے بیٹوں کو کہا ہے کہ مجھ پر یہ سخت بلا پیر محمد باراںؒ صاحبؒ کی طرف سے ہے تم اس کے دروازہ پر جاکر میرے گناہ معاف کراؤ۔

نظم

اے سلیمان معدلت مے گستری   بر شیاطین آدمی زاد و پری !
مرغ و ماہی در پناہ عدلِ تست   کیست آں گم گشتہ کش فضلت بجست
مشکلاتِ ہر ضعیفے از تو حل   پشہ باشد در ضعیفی خود مثل
اے تو در اطباق قدرت منتہی   منتہی ما در کمی و بے رہی
دادہ مارا ازیں غم کن جدا   دست گیر اے دستِ تو دست خدا

ایک دفعہ خلیفہ صاحبؒ کلاچی سے تونسہ شریف حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آرہے تھے۔ راستہ میں ایک گاؤں بودڈونا نام کا تھا۔ اس قصبہ میں ایک شخص چاکر نام کا ایک گڈریا رہتا تھا۔ اس کے پاس گائیں بہت تھیں۔ جب خلیفہ صاحبؒ اس موضع میں جاتے تھے تو وہ دودھ، بہت سا مکھن اور لسی آپ کی خدمت میں پیش کرتا تھا اور روٹی بھی کھلاتا تھا۔ جب چند بار وہاں آمد و رفت ہوئی تو خلیفہ صاحبؒ کو اس کے حال پر شفقت آئی۔ ایک دن پوچھا میاں چاکر کچھ پڑھے ہوئے ہو۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نام نہیں جانتا۔ فرمایا۔ تیرے لئے بس ایک اللہ کا نام ہی کافی ہے۔ جاؤ اللہ ھو اللہ ھو کرتے رہا کرو۔ جب خلیفہ صاحبؒ کی زبان سے یہ لفظ نکلا اُسے اسی وقت جذبہ ہوگیا۔ اس زمانہ میں اس نے نئی شادی کی ہوئی تھی۔ عورت اور مال چھوڑ کر جنگل کا راستہ لیا۔ اللہ اللہ کرتا تھا اور مجذوب ہوگیا۔ ایک دفعہ پھر خلیفہ صاحبؒ اسی راستہ سے تونسہ شریف حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جارہے تھے۔ چاکر مذکور تونسہ شریف آپ کے ساتھ آیا۔ چاکر کی والدہ

صاحبہ نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر فریاد کی کہ یا حضرت میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ تمہارے فقیر نے اسے دیوانہ کر دیا ہے۔ اس کی میں نے نئی شادی کی ہے۔ بیوی اور مال و اسباب چھوڑ کر جنگل میں اللہ اللہ کرتا ہے۔ اب آپ کے فقیر کے ساتھ یہاں آیا ہوا ہے۔ برائے خدا اُسے پھر ٹھیک کر دیں تاکہ میرے ساتھ اپنے گھر چلے۔ میرا اور اپنی بیوی کا حق ادا کرے۔ حضرت صاحبؒ نے اُسے بلایا اور اپنا دستِ مبارک اس کے سر پر رکھا اور فرمایا۔ اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ اپنے گھر اپنی عورت کے پاس رہو۔ نیز اپنا گلہ جنگل میں لے جایا کرو اور اللہ اللہ بھی کیا کرو۔ اس دن سے اس کا وہ جذب کم ہوگیا۔ اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ موضع ڈونا چلا گیا۔ پھر خلیفہ صاحب کو طلب کر کے فرمایا کہ "میاں صاحب حق تعالیٰ آپ کے ہاتھ میں اتنے ارزاں آئے ہیں کہ تم گڈریوں اور بھیڑ بکریوں والے جاہلوں کو بھی اپنی توجہ سے مجذوب کر دیتے ہو۔ اور ان کو اپنے گھر سے جلا وطن کر دیتے ہو۔ پھر ایسا نہ کرنا۔ جو کوئی اس کام کے لائق ہو اس پر توجہ کرنا۔

منقول ہے کہ حضرت غوثِ زماںؒ کا دستور تھا کہ جب خانقاہِ قبلہ عالمؒ کی طرف تشریف لے جاتے تھے تو خلیفہ صاحب کو اپنی جگہ تونسہ شریف میں ٹھہرا جاتے تھے۔ ایک دفعہ تونسہ شریف میں خراسانیوں کی فوج کی آمد کی خبر سُنی گئی۔ اور سنگھڑ شریف کے رہنے والوں کا دستور یہ تھا کہ جب خراسانیوں کی فوج اس علاقہ میں آتی تو تباہی کے خوف سے سنگھڑ کے رہنے والے کوہستان میں چلے جاتے تھے۔ جب حضرت غوثِ زماںؒ کے حرم میں خراسانی فوج کی آمد کی خبر ہوئی تو خلیفہ صاحب کو کہلا بھیجا کہ اونٹ کرایہ پہ کرا دیں تاکہ کوہستان کی تیاری کریں کہ فوج قریب ہے۔ انہوں نے کہلوا بھیجا کہ غم نہ کریں، اسی جگہ رہیں۔ حق تعالیٰ فضل کرے گا۔ جب دو تین دن گزر گئے اور خراسانی فوج ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ٹھہر گئی، جو تونسہ شریف سے شمال کی طرف اسّی (۸۰) کوس پر ہے، تو سنگھڑ سے لوگ بھاگنے لگے۔ اہلِ پردہ حرم نے بھی خلیفہ صاحب کو کہلا بھیجا کہ آپ آرام سے بیٹھے ہیں فوج قریب آگئی ہے۔ پھر اونٹ کرایہ پر نہ ملیں گے

آپ نے عرض بھجوائی کہ آپ یہاں سے اُٹھنے اور کوہستان میں جانے کا ہرگز خیال نہ کریں فوج اس جگہ ہرگز نہ آئے گی۔ بالا بالا روانہ کر دی جائے گی۔ آخر وہ آرام سے بیٹھ گئے اور فوج تونسہ شریف سے مشرق کی طرف سے گزر گئی۔ اور شہر میں نہ آئی۔ حضرت صاحبؒ خانقاہ شریف سے واپس تشریف لے آئے۔ ایک دن اپنے گھر میں کھانا کھانے بیٹھے تو اس فوج کا ذکر چل پڑا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اس دفعہ آپ کو یہاں سے اُٹھنے اور کوہستان میں جانے کی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑی۔ مائی صاحبہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ خلیفہ صاحب کو خوش رکھے ان کی برکت سے ہم اس سال خراب نہ ہوئے۔ ورنہ پہاڑ میں جانے میں ہمیں بہت تکلیف ہوتی۔ پھر تمام احوال بیان کیا۔ حضرت صاحبؒ خاموش ہو گئے۔ اور باہر آکر خلیفہ صاحب کو فرمایا کہ میاں صاحب یہاں اپنی کرامت ظاہر کرتے ہیں آئندہ ایسا نہ کریں۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ موافقت کرنی چاہیئے اور حق کی رضا کے تابع رہنا چاہیئے۔

ایک دفعہ شاہ صاحب محمد علی شاہ اور کچھ اور لوگ ایک حلقہ باندھے بیٹھے تھے اور خلیفہ صاحب کی کمالیت کا ذکر چل پڑا۔ کسی نے کہا کہ حضرت صاحبؒ نے خلیفہ صاحب کو کامل بنا دیا تھا۔ گویا وہ حضرت ثانی تھے۔ کسی نے اُن کے دیگر فضائل بیان کئے اور اُن کے کمالات کو حضرت صاحبؒ کے برابر جانا۔ شاہ صاحب مرحوم نے فرمایا کہ فال دیکھیں کیا نکلتا ہے۔ فخر الدین عراقی کی کتاب تھی اس سے فال نکالی۔ کھولا تو یہ شعر نکلا: ؎

ہر گدائے مرد سلطاں کے شود　　　مور چہ مسکیں سلیمان کے شود

پس ہر ایک کو حضرت صاحبؒ کے کمالات کا علم ہو گیا۔ کہ اس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اگرچہ خلیفہ صاحب کامل و مکمل تھے مگر حضرت صاحبؒ کے درجہ تک نہ پہنچے تھے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے برادران میں سے ایک جعفر افغان جو آپ کا ہم قوم بھی تھا اور تونسہ شریف میں رہتا تھا، کا(؟) گیا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک دُنبہ قیمتی پانچ روپیہ تھا۔ وہاں کے زمیندار نے وہ دُنبہ زبردستی پکڑ لیا اور جعفر مذکور کو دو روپیہ قیمت ادا کر دی۔ انہوں نے یہ رقم منظور نہ کی اور خلیفہ صاحب

کے پاس جا کر فریاد کی۔ انہوں نے تونسہ شریف کی تیاری کی ہوئی تھی۔ اور گھوڑے پر زین رکھی ہوئی تھی۔ جب یہ جعفر صاحب پہنچے تو خادم کو کہا کہ اس زمیندار کو بلاؤ۔ جب وہ آیا۔ فرمایا کہ یا اس جعفر کا دُنبہ دے دو یا قیمت دے دو۔ اس نے کہا میں دو روپیہ قیمت دیتا ہوں یہ قبول نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا اس دنبہ کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔ میں دو روپے کیسے لے لوں۔ اس زمیندار نے کہا دو روپیہ لینے ہیں تو لے لو ورنہ دنبہ نہیں ملے گا۔ خلیفہ صاحب نے ہرچند زمیندار کو حکم دیا کہ اس کا دُنبہ دے دو۔ اس نے کہا میرا بیٹا نہیں دیتا۔ اور یہ دنبہ ہرگز نہیں ملے گا۔ شوخی کر کے چلا گیا۔ خادم کو فرمایا کہ گھوڑے سے زین اتار لے۔ جب یہ دُنبہ دیگا تب تونسہ شریف جاؤں گا۔ اور دیکھتا ہوں کب تک دُنبہ نہیں دیتا۔ جب رات ہوئی تو چند معتبر افراد نے اس زمیندار کو کہا کہ اے کم بخت اس دُنبہ کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں دے دے وگرنہ تو مرجائیگا۔ وہ زمیندار روتا روتا دُنبہ لے کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور اپنی تقصیر معاف کرانے لگا۔ خلیفہ صاحبؒ نے وہ دنبہ اس جعفر کو دے دیا۔ اور خود تونسہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ نواب شیر محمد خاں ڈیرہ اسماعیل خاں والے نے آپ کی دعوت کی۔ نواب مذکور حضرت محبوبؒ کا مرید تھا۔ ڈیرہ اسماعیل خاں تونسہ شریف سے شمال کی طرف تیس (۳۰) کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اُس نے یہ عرضی لکھی کہ یا حضرت دعوت قبول کرنا سُنّت ہے۔ میری دعوت قبول کریں۔ علاوہ ازیں غلام کو زیارت کا بہت شوق ہے اور غلام وہاں حاضر ہونے سے معذور ہے۔ نیز چند امور بھی عرض کرنے ہیں۔ غلام کو اس جگہ سرفراز فرمائیں۔ حضرت صاحبؒ نے اس کے جواب میں لکھوا بھیجا کہ ہم وہاں آنے سے معذور ہیں۔ البتہ میاں محمد یار جیو کو لکھ کر بھیجا ہے وہ میری جگہ تمہارے پاس آئیں گے۔ جو عرض کرنا ہے اُن سے کرلیں۔ تمہارا مقصد وہ پورا کر دیں گے۔ ان کو میری جگہ سمجھیں۔ تم بھی ان کی طرف دعوت نامہ ارسال کرو۔ نواب صاحب نے خلیفہ صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا

اور حضرت صاحبؒ کا بھی گرامی نامہ اس سلسلہ میں پہنچ گیا تھا خلیفہ صاحب ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچے جو کلاچی سے دو تین منزل پر ہے۔ جب ایک دو دن گزر گئے تو انہوں نے فرمایا جو کچھ کہنا ہے کہو۔ کہ میرا واپس جانا ضروری ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں اس ڈیرہ کی حکومت میری اولاد میں باقی رہے مجھے یہ عہد نامہ لکھ کر عطا فرمائیں۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا بہتر ہے ہم لکھ دیتے ہیں انشاء اللہ سات پشت تک اس جگہ کی حکومت و سرداری تیری اولاد میں باقی رہے گی۔ البتہ میں اس وقت یہ لکھ کر دوں گا جب تو اپنی جانب سے مجھے یہ عہد نامہ لکھ کر دیگا کہ (۱) میں ہرگز کبھی بھی زنا نہیں کرونگا (۲) رعایا پر ظلم نہ کرونگا (۳) اور شریعت پر قائم رہوں گا۔ وہ نواب بہت زانی وظالم تھا۔ البتہ طوعاً وکرہاً اس نے عہد نامہ لکھ دیا۔ اور آپ نے بھی لکھ کر دے دیا۔ پس خلیفہ صاحب واپس کلاچی آگئے۔ دو تین دن گزرے تھے کہ نواب مذکور کے سپاہی کلاچی میں آئے اور ایک افغان کنواری لڑکی کو جو خلیفہ صاحب کے محلہ میں رہتی تھی، ظلم سے پکڑ کر لے گئے۔ جب خلیفہ صاحب کو خبر ہوئی تو آپ نے انہیں بلا کر منع کیا کہ ظلم نہ کرو۔ نواب نے مجھے عہد نامہ لکھ کر دیا ہے اور میرے سامنے توبہ کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں نواب صاحب نے بھیجا ہے۔ ہم اس لڑکی کو ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ خلیفہ صاحب نے اس کا وہ عہد نامہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور سپاہی اس لڑکی کو پکڑ کر نواب شیر محمد خاں کے پاس لے گئے۔ ابھی پندرہ دن نہ گزرے تھے کہ نواب سکھوں کی قید میں گرفتار ہو گیا۔ اور اس کی حکومت تباہ ہو گئی۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ صاحبؒ سنگھڑ شریف کی طرف حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آ رہے تھے۔ راستہ میں سرکاری سواری نے آپ کو غریب دبے کس دیکھا تو اپنی بیگار میں لے لیا۔ اور تمام بوجھ آپ کی گردن پر رکھ دیا۔ آپ صابر و متحمل تھے۔ تمام بوجھ اٹھا لیا۔ چند کوس آئے تو ایک جگہ ایسی آئی کہ تونسہ شریف کا راستہ وہاں سے دوسری طرف تھا۔ اور وہ سوار جس شہر کی طرف جا رہا تھا اس کا راستہ

دوسرا تھا۔ خلیفہ صاحب نے اسے کہا کہ اب اپنا سامان لے لے کہ میرا ارادہ اس طرف ہے۔ وہ سوار ظلم کی وجہ سے غصہ میں آگیا۔ اور آپ کو کہنے لگا کہ اس راستہ سے آ، ورنہ تمہیں کوڑے لگاؤں گا۔ آپ جذبہ میں آگئے اور اس کی طرف قہر کی نگاہ سے دیکھا۔ سوار گھوڑے سے بے ہوش ہو کر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ خلیفہ صاحب نے اپنا راستہ لیا اور تونسہ شریف آگئے۔ معلوم نہیں اس سوار کا کیا حال ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک دفعہ علی خان جعفر سکنہ تونسہ نے جو حضرت صاحبؒ کی زوجہ شریفہ کے بھائی تھے اپنے افلاس کا ذکر خلیفہ صاحبؒ سے کیا اور کہا کہ تنگدست ہوں۔ جب کھیتی کرتا ہوں تو میرے ہاں غلّہ پیدا نہیں ہوتا۔ خلیفہ صاحب نے ان کے لئے دُعا کی اور فرمایا کہ اب آج کے بعد آپ کی زراعت میں خوب غلّہ ہوگا۔ ایسا ہی ہوا کہ پھر ہمیشہ ان کی زراعت میں خوب غلّہ ہوتا تھا۔ آپ کی کرامات اور آپ کے کمالات و خوارق عادات بے حد ہیں۔ ان چند مناقب پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام خان محمدؒ تھا کہ حضرت محبوب زماںؒ کے مرید تھے اور بہت زہد و ریاضت رکھتے تھے۔ آخر غائب ہو کر زمرۂ ابدالاں میں شامل ہو گئے۔ ان کا حال معلوم نہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مدتِ دراز کے بعد کوہستان میں دیکھا کہ ان کی غذا درختوں کے پتے تھے۔ دوسرے بیٹے کا نام صالح محمد صاحب ہے کہ اپنے باپ کی جگہ قائم مقام ہیں۔

منقول ہے کہ خلیفہ صاحبؒ کے وصال کے بعد ان کے مزار پر روضہ و خانقاہ تعمیر ہو گئی تھی اور ہر سال عرس بھی ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد دریا کلاچی شہر کے قریب آگیا۔ آپ اپنے بیٹے اور مریدوں کے خواب میں آئے اور فرمایا کہ میرا تابوت یہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیں کہ دریا آرہا ہے یہ میری خانقاہ کو گرا دیگا۔ میاں صالح محمد صاحب نے اس تمام مضمون پر مشتمل عریضہ سنگھڑ شریف میں حضرت محبوبؒ ربّانی کے پوتے اور سجادہ نشین حضرت ثانی شاہ اللہ بخش صاحبؒ کی خدمت

میں بھیجا۔ یہاں تک کہ وہ وہاں تشریف لے گئے۔ اور آپ نے صندوق کو خلیفہ صاحبؒ کے مزار سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا اور اُسی شہر میں دوسری خانقاہ تیار کر دی۔

آپ کا وصال ۲۸ ربیع الاول ۱۲۵۴ھ بروز جمعہ ہُوا۔ آپ کا مزارِ مبارک کلاچی میں ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ جس سال یہ فقیر حضرت صاحب کی بیعت سے مشرف ہُوا، اُس سال خلیفہ محمد باراں صاحب تونسہ شریف تشریف لائے ہوئے تھے یعنی یہ سن ۱۲۵۳ھ تھا۔ اس فقیر نے ان کی زیارت کی تھی۔ دوسری دفعہ جب دوسرے سال میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا تو میں نے ان کے وصال کی خبر سُنی۔

عالمِ علومِ دینی و یقینی، محرمِ رازِ پنہانی، عاشقِ ذاتِ سُبحانی
مولوی محمد علی صاحب مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالمِ علومِ ظاہری و باطنی تھے اور صاحب وجد و سماع تھے۔ آپ کی سکونت بلدہ مکھڈ میں تھی۔ جب ان میں طلبِ خدا پیدا ہوئی تو جہاں کسی بزرگ کا نام سُنتے وہاں جاتے اور ان کی صحبت میں رہتے۔ نقل ہے کہ ایک بزرگ مجذوب تھے جو قصبہ آئینہ میں رہتے تھے۔ اور انہیں سلطان ابراہیم آئینہ والا کہتے تھے۔ وہ صاحبِ نسبت بزرگ اور ولی کامل تھے۔ مولوی صاحب طلبِ خدا کے لئے ان کی خدمت میں گئے۔ ان کا طریقہ تھا کہ بندوق پکڑ کر رات کو شہر کے گرد گھومتے تھے۔ اور بندوق چلاتے تھے۔ ایک دن مولوی صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ کیسا درویش ہے کہ بندوق پکڑ کر شہر میں گھومتا ہے۔ سلطان ابراہیم نے آکر کہا کہ مولوی صاحب طلب خدا کے لئے آئے ہو تو مجھ پر یہ بدگمانی کیوں کرتے ہو۔ آپ شرمندہ ہو گئے۔ الغرض چند دن ان کی صحبت میں رہے اس کے بعد سلطان ابراہیم دائرہ دین پناہ میں آگئے اور وہ مکھڈ چلے گئے۔ پھر وہاں سے سنگھڑ شریف کا ارادہ کر کے چلے۔ اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر مرید ہو گئے۔ آپ چھ ماہ حضرت صاحبؒ کی خدمت و صحبت میں رہے۔ پھر مرتبہ تکمیل پر پہنچ کر خرقۂ خلافت پہنا اور واپس اپنے بلدہ مکھڈ میں چلے گئے اور وہاں ہزارہا مخلوق کو فائدہ پہنچایا۔ آپ کمالِ ضعف اور بڑی عمر کے باوجود ہر سال حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر چند ماہ رہتے تھے۔ اور پھر واپس جاتے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے ایک دن ان کے حق میں فرمایا کہ مولوی صاحب ضعیف ہو گئے ہیں۔ مگر عشق جوان ہے کہ انہیں ہر سال یہاں لے آتا ہے۔

ایک دفعہ مولوی صاحب تونسہ شریف آئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے یہ رباعی لکھ کر ان کے پاس بھیجی:-

صوفی میا کہ مشرب رندانست مہیا　　　اینجا شراب خواری در رندانست مہیا
ناموسِ پارسائی کردی تو مدّتے　　　اینجا چہ کار داری رندانست مہیا

مولوی صاحب نے اس کے جواب میں یہ رباعی لکھ ارسال کی۔

من برائے دیں فروشی سوئے تو　　　آمدم تا دیں دہم بر روئے تو
ننگ و ناموسم نہ ماندہ حبہ　　　چونکہ پا اندر زدم در کوئے تو

مولوی صاحب فارسی میں بھی غزل و رباعی کہتے تھے۔ اور پنجابی زبان میں بھی۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک دن تہجّد کے وقت احمد قوّال حضرت صاحبؒ کی خدمت میں تونسہ شریف میں ان کے بنگلہ شریف میں حافظؒ کی غزل گا رہے تھے:

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز　　　ساقی بانرفت خانہ ہنوز
نازنیناں زِ عشق واللہ　　　علے تو بہ کردہ مانہ ہنوز

مولوی صاحبؒ بھی حاضر تھے۔ انہیں بہت ذوق و وجد ہوا۔ اس غزل پر ایک غزل تصنیف کی، جو یہ ہے:

یار در جورِ دلبرانہ ہنوز　　　آتشم میزند زبانہ ہنوز

اس غزل کا آخری شعر یہ ہے:

غزلے خواند دوش مطربِ عشق　　　مولوی مست زاں ترانہ ہنوز

اور دوسری غزل یہ ہے:

شہید تیر آں ترکم کہ از ابرو کماں دارد　　　فرنگ از دست آں خوردم کہ از مژگاں سناں دارد
خدارا اے صبا باآں شہِ خوبانِ عالم گو　　　کہ از لب تشنگی مردیم شربت در دہاں دارد
ہمہ عاشق زیارِ خود رُخ مہر و وفا بیند　　　زیارِ خویش حیرانم نہ ایں دارد نہ آں دارد
حدیثِ حُسنِ یوسف را کجا دانند اخوانش　　　زلیخا را بپرس از وی کہ صد شرحِ بیاں دارد
صبا با آں طبیبِ عشق حالِ مولوی بر گو　　　کہ بس عمر بیست کایں بیمار سر بر آستاں دارد

حضرت صاحبؒ کو مولوی صاحبؒ کی یہ غزل بہت پسند تھی۔ بلکہ جس دن مولوی

صاحبؒ کے وصال کی خبر ماہ شوال میں حضرت صاحبؒ کے پاس تونسہ شریف پہنچی تو اُس وقت حضرت صاحبؒ نمازِ عصر کے بعد اپنی پرانی مسجد میں بیٹھے تھے اور کاتب الحروف بھی اُن کی مجلس کے حلقہ میں بیٹھا تھا۔ آپ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ مولوی صاحبؒ "معروف اللہ" تھے۔ اور پھر فرمایا کہ مولوی صاحب نے کیسی اچھی غزل کہی ہے اور اس کا یہ شعر کیا عمدہ ہے:

حدیثِ عشقِ یوسف را کجا دانند اخوانش
زلیخا را بپرس از دی کہ صد شرح و بیاں دارد

یہ غزل بھی مولوی صاحب کی تصانیف میں سے ہے۔

نقدِ جاں دادم بہایت اے مہِ کنعانِ من ‏ ‏ ملکِ دل کردم خرابت اے شہِ خوبانِ من
خانۂ جانم شد از اغیار خالی اے صنم ‏ ‏ خوش بیا در جانِ من اے جانِ من جانانِ من
من نخواہم غیرِ تو ملکِ دو عالم گر دہند ‏ ‏ لیسَ فی قلبی سواکَ اے جنتِ رضوانِ من
یوسفِ گم گشتہ ہے جو تم ندارم میلِ گل ‏ ‏ باز گو انحالِ من با آتشہ خوبانِ من
مولوی در عشق داری دین و دانش را بباد ‏ ‏ آفریں صد آفریں بر ہمتِ مردانِ من

اور جس سال یہ فقیر حضرت صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوا تھا۔ اسی سال مولوی صاحبؒ کا بھی وصال ہوا تھا۔ یعنی فقیر ۱۲ شعبان ۱۲۵۳ھ کو مرید ہوا اور مولوی صاحبؒ ۲۹ ماہ رمضان بروز جمعرات اسی سن مذکور میں ایک گھڑی دن نکلا تھا کہ وصال فرما گئے۔ اُن کی تاریخِ وصال یہ ہے:

مقتدائے اولین و مقتدائے آخرین ‏ ‏ پیشوائے کاملین و رہنمائے اکملین
یعنی آں علامہ دوراں علی محمدؒ کہ او ‏ ‏ بود خلفِ شہِ سلیماں ہم زیارانِ راشدین
بود از ہجرت ہزار و دو صد و پنجاہ و سہ ‏ ‏ طائرِ روحش پریدہ تا بطاقِ ہفتمین

آپ کا مزارِ مبارک بلدہ مکھڈ میں ہے جہاں ہر سال اُن کا عرس ہوتا ہے۔ ان کے خلفاء بے شمار ہیں۔ ان میں سے مولوی محمد عابد تھے جو ان کے وصال کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ اور ان کے قائم مقام ہوئے۔ ان کی قبر مبارک تونسہ شریف میں ہے۔ دوسرے خلیفہ مولوی زین الدین ہیں جو محمد عابدؒ کے وصال کے بعد حضرت مولوی صاحبؒ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

حافظ کلام ربّانی عاشقِ ذاتِ سُبحانی عارفِ رازِ رحمانی، جناب شاہ صاحب محمدّ علی شاہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد خیر آباد ہے جو لکھنؤ کے قریب ہے۔ سادات حسینی سے ہیں۔ اور حضرت شیخ اللہ دیہ خیر آبادی چشتیؒ کی اولاد سے ہیں۔ جو شیخ سعد بڈھنؒ خلیفہ حضرت قطب مینا لکھنوی چشتیؒ کے خلفاء سے تھے۔

آپ کی بیعت کی وجہ یہ سُنی ہے کہ جب آپ کو علوم ظاہری کے حصول کے بعد خدا کی طلب پیدا ہوئی تو دہلی میں آئے۔ چند مدت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ کی جاروب کشی کی نیز خانقاہ کی مسجد میں مشک سے پانی لاتے تھے اور خانقاہ کے پاخانے صاف کرتے تھے۔ اور تمام رات حضرت خواجہؒ کی خانقاہ پر ختم قرآن پاک کرتے تھے۔ اس طرح چودہ سال مجاہدہ کیا اور ریاضت کی۔ آخر ایک رات حضرت خواجہ صاحبؒ نے بشارت دی کہ تونسہ شریف میں جو ملک سنگھڑ میں ہے جاؤ اور حضرت خواجہ سلیمان صاحب جو اس زمانہ میں خاندانِ چشتیاں کے وارث ہیں، کے مرید ہو جاؤ۔ وہاں تمہارا مقصود حاصل ہو گا۔ چنانچہ آپ خواجہ قطب صاحبؒ کی درگاہ کے چند خادمان کے ساتھ جو پاکپتن شریف میں حضرت گنج شکرؒ کے عرس پر جا رہے تھے، روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحب محبوب رحمٰن خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ بھی عرس شریف پر پاکپتن تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب خادمان مذکور حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے تو آنجناب نے خود پوچھا کہ کوئی شخص محمد علی نام فلاں شکل کا تمہارے ساتھ آیا ہے۔ کہنے لگے۔ ہاں۔ پس ان کو طلب کیا اور وہیں پاکپتن میں مرید کیا اور پھر اپنے ساتھ سنگھڑ شریف لے آئے۔ پس وہ سترہ سال وہاں ریاضت شاقہ و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ اور پھر حضرت صاحبؒ کی توجہ سے درجہ تکمیل کو پہنچے اور حضرت صاحبؒ کی خلافت سے مشرّف ہوئے۔ یہاں تک کہ سنگھڑ شریف میں ہی حضرت صاحبؒ کے باوجود لوگ اُن سے مرید ہوتے تھے۔

نقل ہے کہ جن دنوں وہ سنگھڑ شریف میں رہتے تھے، حضرت صاحبؒ نے ان کا مزاج دیکھ کر فرمادیا تھا کہ جب تمہیں قبض ہو تو سیر کرلیا کرو۔ اور پھر یہاں آجایا کرو۔ پس آپ تیس تیس چالیس چالیس کوس سنگھڑ شریف سے باہر سیر کے لئے نکل جاتے تھے۔ کبھی کوہستان میں اور کبھی ملک دامان میں اور کبھی ملتان و بہاول پور اور احمد پور کی طرف اور پھر تونسہ شریف آجاتے تھے۔ انہوں نے تونسہ شریف میں بھی ایک بنگلہ تیار کرایا تھا جس میں دو حجرے ہیں۔ چنانچہ اب تک وہ بنگلہ موجود ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ شاہ صاحبؒ احمد پور تشریف لے گئے تھے۔ نواب بہاول خاں کو جب خبر ہوئی تو ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ آپ کو جب خبر ملی کہ نواب آرہا ہے تو وہاں سے روانہ ہوکر تونسہ شریف چلے گئے۔ خان صاحب بہاول خاں نے مولوی قادر بخش صاحب کی طرف شاہ صاحبؒ کی شکایت کا خط لکھا کہ میں ان کی ملاقات کے لئے تیار ہوا اور وہ میری ملاقات کے بغیر روانہ ہوگئے۔ اور یہ مولوی قادر بخش نواب بہاول خاں کلاں کے وزراء سے تھے۔ کہ مدت سے دنیا ترک کرکے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آگئے ہوئے تھے۔ اور یہیں مقیم ہوگئے تھے۔ اور رتبۂ خلافت پایا تھا۔ حضرت صاحبؒ کے مشیر و ہمراز تھے۔ اور رات کا کھانا حضرت صاحبؒ کے ساتھ کھاتے تھے۔ مولوی قادر بخش صاحب نے نواب مذکور کے خط کا حال اور شاہ صاحبؒ کا نواب صاحب سے ملاقات نہ کرنے کا حال حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیان کیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ مولوی فقراء ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کہ دنیا داروں اور امیروں سے ملاقات نہیں کرتے۔ شاہ صاحب نے خوب کہا:

اہلِ دنیا چوں سگِ دیوانہ اند — دُور شو زاینشاں کہ بس بیگانہ اند

اہلِ دنیا چہ کہین و چہ مہین — لعنۃ اللّٰہ علیہم اجمعین

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ سنگھڑ شریف سے حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس کے لئے تاج سرور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور شاہ صاحبؒ بھی ساتھ تھے۔ نواب بہاول خاں بھی حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ ایک دن

شاہ صاحب کی زیارت کے لئے ان کے حجرہ میں گیا۔ شاہ صاحبؒ نے حجرہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور اس سے ملاقات نہ کی۔ نواب صاحب نے بہت منت سماجت کی کہ میں آپ کا پیر بھائی ہوں برائے خدا مجھے زیارت کا موقع دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک تو میرا پیر بھائی ہے میں غائبانہ تیرے لئے دعا مانگتا ہوں۔ ملاقات کی حاجت نہیں ہے۔ اس نے پھر کہا کہ حضرت صاحبؒ ہم سے کیوں اجتناب نہیں کرتے اور کیوں زیارت کرواتے ہیں۔ کیا آپ حضرت صاحبؒ سے بزرگ تر ہیں۔ فرمایا۔ حضرت صاحبؒ دریا کی مثل ہیں کہ غلاظت سے پلید نہیں ہوتے۔ ہماری مثال دہ در دہ سے کم پانی کی ہے کہ تھوڑی سے پلیدی سے ہم پلید ہو جاتے ہیں۔ پس نواب مذکور واپس چلا گیا۔ حق تعالیٰ نے ان کو اتنی آزادی ترکِ دنیا دی ہوئی تھی۔

منقول ہے کہ شاہ صاحبؒ حضرت صاحبؒ سے بیعت کے بعد سات سال تونسہ شریف میں رہے اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے پس حضرت صاحبؒ نے انہیں خلافت دی خلافت کے بعد دس سال اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہے۔ پھر رخصت ہو کر دہلی چلے گئے۔ دلی کے بہت سے لوگ نیز حضرت سلطان المشائخؒ کی اور خواجہ قطب الدینؒ کی خانقاہ کے صاحبزادگان آپ کے مرید ہوئے۔ پھر حافظ صاحبؒ حرمین الشریفین کی طرف چلے گئے۔ پانچ سال حرمین میں رہے اور وہاں اکثر لوگ آپ کے مرید ہوئے۔

(۱) حاجی عبداللہ سنبر پوری جنہیں غلام نبی بھی کہتے ہیں، سے منقول ہے کہ جن دنوں حضرت شاہ صاحب مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، میں ان دنوں آپ کی خدمت کرتا تھا۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ سے مثنوی شریف بھی پڑھتا تھا۔ مولوی محمد رمضان صاحب بھی اکثر ان کی خدمت میں آتے تھے۔ اور ان کی صحبت سے فیض پاتے تھے۔ اور گوشت پکا کر ایک کٹورہ سالن اور روٹی ان کے لئے لاتے تھے۔

(۲) حاجی عبداللہ مذکور کہتے تھے کہ ایک دفعہ رباط میں جہاں شاہ صاحبؒ مکہ معظمہ میں رہتے تھے، ایک شخص پر جن آ گیا اور شاہ صاحبؒ اس وقت حرم شریف میں

تھے۔ ایک شخص نے ان کو خبر کی کہ فلاں شخص پر جنّ نے آسیب کیا ہے۔ فرمایا کہ اُسے کہ دو کہ اے جنّ محمدؐ علی غلام خواجہ سلیمانؒ تمہیں کہتا ہے کہ اس رباط میں یا تم رہوگے یا میں۔ یہ دونوں کی جگہ نہیں ہے۔ اُس شخص نے آکر ایسا ہی کہا۔ اُس جنّ نے کہا کہ جناب شاہ صاحب کو کہہ دیں کہ آپ اس جگہ تشریف رکھیں۔ میں جاتا ہوں اور اس شخص کو اسی وقت چھوڑ دیا۔

(۳) حاجی عبداللہ شید پوری کہتے تھے کہ جن دنوں حضرت شاہ صاحبؒ مدینہ منورہ میں تھے، میں خدمت میں حاضر تھا۔ چند دن آپ نے کھانا ترک کر دیا تھا۔ اور ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم شریف میں بیٹھتے تھے اور ہر روز دلائل الخیرات ختم کرتے تھے اور مشغول رہتے تھے۔ کھانا نہ کھانے کی وجہ سے آپ اتنے لاغر ہو گئے کہ بہت مشکل سے اُٹھ سکتے تھے۔ اور ایسی حالت میں تختی پر کوئی چیز اپنی واردات سے لکھتے تھے اور پھر اسے مٹا دیتے تھے۔ میاں خیر محمد پنجابی خاندان فخریہ سے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فراشی میں ممتاز تھا۔ آخر ایک دن انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے بالکل کھانا پینا ترک کر دیا ہے۔ ہلاک ہو جائیں گے۔ تھوڑا سا کھانا ضروری ہے کہ کھانے کے بغیر وجود عنصری کو قرار نہیں رہتا۔ فرمایا اے خیر محمدؐ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراش ہو۔ اور حضوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے ہو، خدا کے لئے آپ میرے لئے بھی حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیں کہ یا حضرت ایک خنزیر محمد علی نام آپ کے حرم میں پڑا ہے اسے خنزیر ہی رکھیں گے یا انسان بنا دیں گے۔ اس نے اسی طرح عرض کر دی۔ اس روز کے بعد پھر حافظ صاحب کے چہرہ پر بہت بشاشت رہتی تھی اور کھانا پینا بھی شروع کر دیا۔

حافظ نورالدین ڈیڈی کے بھائی حافظ قمرالدین اس کاتب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک دن شاہ صاحبؒ چلے جا رہے تھے یعنی سنگھڑ شریف کی طرف آ رہے تھے۔ نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ کوئی موجود نہ تھا کہ نماز باجماعت

گزاریں۔ دل میں خیال کیا کہ نماز باجماعت کس طرح میسرآئے۔ خدا تعالیٰ سے عرض کی کہ الٰہی کسی کو بھیج دیں تاکہ اس کے بعد نماز پڑھوں۔ ناگاہ ایک شخص ظاہر ہوا۔ اسے کہنے لگے کہ تو امامت کرا۔ اس نے کہا کہ آپ ہی امامت کرائیں۔ کہ میں جنّ ہوں اور حضرت خواجہ محمّد سلیمانؒ کا مرید ہوں یعنی تمہارا پیر بھائی ہوں اور نماز باجماعت کے لئے آیا ہوں۔ پس حافظ صاحبؒ نے نماز پڑھی۔

حضرت سلطان المشائخؒ کے خدّام میں سے ایک صاحب میاں محمد علی نام تھے۔ جو شاہ صاحبؒ کے مرید تھے انہوں نے میرے سامنے بیان کیا۔ کہ ایک دن شاہ صاحبؒ حضرت سلطان المشائخؒ کی درگاہ سے حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی درگاہ کی طرف جا رہے تھے۔ ہم بہت سے غلام آپ کے ہمراہ تھے اور آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ ناگاہ آپ پر ذوق و وجد طاری ہوگیا۔ ایسا نعرہ لگایا کہ تمام حاضرین پر اثر ہوا۔ اور ہر ایک کو وجد و حال کی کیفیّت ہوئی۔

منقول ہے کہ جب شاہ صاحبؒ نے حرمین الشریفینؓ میں شادی کرلی اور وہاں ایک بیٹا پیدا ہوا تو آپ نے اس کا نام محمّد مدنی رکھا۔ جب وہاں سے وداع ہو کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے تو وہ منکوحہ اپنے بیٹے کے ساتھ ہمراہ تھی۔ مگر راستہ میں دونوں ماں بیٹا فوت ہوگئے۔ اس کے بعد شاہ صاحبؒ دہلی آگئے اور وہاں چند روز رہ کر سنگھڑ شریف میں حضرت پیر و مرشد محبوب سبحانؒ کی خدمت میں گئے۔ وہاں کچھ مدّت رہ کر پھر اپنے وطن خیرآباد واپس آگئے۔ بعد ازاں وہاں سے روانہ ہو کر حیدرآباد دکن گئے۔ وہاں کچھ مدّت رہے۔ اس سفر میں ان کا برادر زادہ محمد اسلم ان کے ہمراہ تھا۔ حیدرآباد کی مخلوق امراء و غرباء بہت تعداد میں آپ کے مرید ہوگئے۔ اور آپ وہاں خلق خدا کی راہ نمائی فرمانے لگے۔ وہاں کے اکثر علماء نے آپ سے مثنوی مولانا رومؒ کا درس لیا۔ کہتے ہیں کہ ان کی طرح مثنوی کوئی نہیں پڑھاتا تھا۔

منقول ہے کہ راجہ چندو لال حیدرآبادی کو آپ کے ساتھ بہت اعتقاد تھا۔ اکثر اوقات آپ کی خدمت میں آتا۔ اس کی آرزو تھی کہ کسی طرح شاہ صاحبؒ میرے

مکان پر قدم رنجہ فرمائیں۔ مگر آپ ہرگز نہیں جاتے تھے۔ اس نے بہت عرض کی مگر قبول نہ ہوتی تھی۔ ایک دن ایک حاجت مند نے حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری راجہ مذکور سے یہ حاجت ہے۔ آپ کی توجہ سے پوری ہوسکتی ہے۔ آپ اُسی وقت جس طرح بھی بیٹھے تھے اُسی حالت میں راجہ مذکور کے مکان پر چلے گئے۔ وہ بہت حیران ہُوا کہ آج کس طرح تشریف آوری ہوئی۔ اپنی عزت افزائی سمجھتے ہوئے اس نے پوچھا کہ حضرت کیسے تشریف لائے۔ فرمایا۔ اس شخص کی حاجت پوری کر۔ اس نے اسی وقت حاجت پوری کردی۔

سید مددعلی نارنولی میرے سامنے بیان کرتے تھے۔ کہ میں ایک دفعہ ربیع الاول کے مہینے میں دہلی میں تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ایام تھے اور قدم شریف میں جو دہلی میں ہے، مشرق کی طرف کھڑکی فراش خانہ کے باہر خانقاہ قدم شریف میں مجلس سماع تھی۔ شاہ صاحبؒ بھی اس مجلس میں تھے۔ اور دیگر مشائخ دہلی بھی موجود تھے۔ دہومن شاہ چشتی جو حضرت قطب جمال الدین ہانسویؒ کی اولاد سے تھے۔ اس مجلس میں حاضر تھے۔ وہ صاحب نسبت، صاحب ذوق و شوق اور صاحب تاثیر بزرگ تھے ان پر حالت (وجد) تھی۔ وہ حاضرین کو توجہ دے رہے تھے۔ ہر ایک سے معانقہ کرتے تھے۔ اور تاثیر پیدا کرتے تھے۔ جب وہ شاہ صاحبؒ کے پاس آئے تو آپ نے ایک نگاہِ کرم سے ان کی طرف دیکھا۔ تمام حالت سلب ہوگئی۔ اور وہ تمام مستی و ذوق جاتا رہا۔ واپس جاکر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں جب دہلی گیا تو مولوی دیدار بخش جی سے، جو میرے پیر بھائی تھے، اس قصہ حال کی تصحیح کی۔ اور تحقیق کی کہ یہ واقعہ درست ہے یا نہیں، انہوں نے کہا کہ میں اُس مجلس میں حاضر تھا اور یہ ماجرا میری وجہ سے ہُوا تھا۔ اور وہ اس طرح ہے کہ دہومن شاہ مذکور ہر روز قدم شریف کی مجلس میں جو بارہ روز اس جگہ ہر سال وفات شریف کے موقع پر ہوتی تھی جاتے تھے اور وجد و حالت کرتے تھے۔ اور حالت بھی بہت زیادہ ہوتی تھی کہ مستی عشق کی غایت کی وجہ سے رقص کرتے تھے۔ اور مُنہ سے جھاگ جاتی تھی۔ اور اس حالت میں مجلس میں حاضرین

کو اپنے گلے سے لگاتے تھے۔ اور بغل میں لیتے تھے۔ اور اپنی تاثیر و توجہ کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی اس کی تاثیر سے رقص و حالت کرتے تھے۔ ایک دن اسی طرح مجلس گرم تھی وہ توجہ کرتا ہوا شاہ صاحبؒ کی طرف آرہا تھا۔ میں آپ کے برابر کھڑا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ سلیمانی ہیں اور حضرت صاحبؒ کے خلیفہ کلاں ہیں۔ یہ دہومن شاہ آپ کی طرف آرہا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کے نزدیک آکر اپنی کارسازی کرے اور ثابت واپس چلا جائے۔ پس جب وہ ان کے نزدیک آیا۔ شاہ صاحبؒ نے ان کا حال سلب کرلیا۔ وہ اتنا سرد ہوگیا کہ اس کی حالت بالکل ختم ہوگئی۔ پس نعرے لگاتا اور آہیں بھرتا واپس اپنی جگہ چلا گیا۔ اور بیٹھ گیا۔ پھر اُسے حالت نہ ہوئی۔ دوسرے دن دہومن شاہ میرے پاس آیا اور منّت تمام سے کہنے لگا کہ میں نے حضرت حافظ صاحبؒ سے اپنا بزرگ و مربّی خیال کرتے ہوئے معانقہ کیا تھا۔ مگر انہوں نے میرا حال سلب کرلیا۔ اب کسی طرح میری تقصیر معاف کرادیں۔ پس میں نے شاہ صاحبؒ کے پاس جاکر عرض کیا۔ فرمایا کل اس کی دعوت کریں گے اور اپنے ڈیرہ میں بلائیں گے۔ پس دوسرے دن اسے دعوت پر بلایا اور پھر توجہ خاص اور نگاہِ جمال فرمائی۔ کہ اس کا فرورفتہ حال اور سلب شدہ ذوق واپس آگیا۔

منقول ہے کہ میر مددعلی مذکور کہتا تھا کہ ایک دن شہر دہلی میں مجلسِ سماع تھی اور حافظ صاحبؒ اس مجلس میں موجود تھے۔ مجلس گرم تھی اور صوفی لوگ وجد و حالت میں تھے کاتیہ قوم کا ایک ہندو سرا دیکھا کر کے تماشا دیکھ رہا تھا۔ ناگاہ حافظ صاحبؒ کی نگاہ اس پر پڑی۔ اسی وقت لاالٰہ الّا اللّٰہ آوازِ بلند سے کہا اور مسلمان ہوگیا اور حاضرینِ مجلس سے کہنے لگا کہ اے میرے دوستو میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ اور تمہارے خدا و رسول پر ایمان لے آیا ہوں۔ تم لوگ میرے ایمان کے گواہ رہنا۔ جب مجلس برخاست ہوئی۔ حافظ صاحبؒ کی خدمت میں گیا اور مرید ہوگیا اور عرض کی کہ میں آپ کی توجّہ سے مسلمان ہوا ہوں۔ مجھے اسلام کے راستہ کی تلقین فرمائیں۔ پس آپ نے اسے اسلام کی راہ تلقین کی۔ اس کے عیال و اطفال بھی مسلمان ہوگئے

ایک دفعہ شاہ صاحبؒ مدینہ منوّرہ میں تھے۔ ایک دن انہوں نے بغداد شریف کا ارادہ کیا اور اپنے خادموں کو فرمایا کہ کل بغداد شریف کی طرف روانہ ہوں گا۔ دوسرے دن فرمایا کہ اب ہم سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوں گے کہ حضرت صاحبؒ نے یاد فرمایا ہے۔ پس سنگھڑ شریف آ گئے۔

حافظ شاہ صاحبؒ کا مزاج حسن پرست تھا۔ عاشقانہ مزاج رکھتے تھے۔ مولوی دیدار بخش فرماتے تھے کہ ایک شخص اشرف حسین نام خاندانِ کلاں سے بہت حسین تھا۔ حافظ صاحبؒ کی اسکی طرف توجہ ہو گئی۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں حافظ صاحبؒ کے مزاج سے واقف تھا کہ ان کا مشارٌ الیہ کی طرف خیال ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ تو شاہ صاحبؒ کا مرید ہو جا۔ اور بیعت کرے۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ بزرگ کامل ہیں مگر ان کی صورت اور ان کا حُسن ظاہری نہیں ہے۔ لہٰذا میرا دل ان کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات شاہ صاحبؒ کی خدمت میں کہہ دی۔ انہوں نے فرمایا کل مجلسِ سماع کریں گے۔ تو اسے مجلس میں لے آنا۔ دوسرے دن میں اسے مجلس میں لے آیا۔ حافظ صاحبؒ نے اس پر ایسی توجہ ڈالی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ کچھ دیر اسی حالتِ وجد میں رہا۔ جب ہوش آیا شاہ صاحبؒ کا مرید ہو گیا۔

شاہ صاحبؒ کے کمالات و مناقبات اس قدر ہیں کہ احاطۂ تحریر میں نہیں آ سکتے۔ تبرکاً اتنے ہی لکھے ہیں۔

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک مدینہ منوّرہ میں کی تھی۔ جو فوت ہو گئی تھی۔ دوسری بیوی دہلی میں کی تھی۔ جو اب تک زندہ ہے۔ پہلی بیوی سے ان کے ایک بیٹا محمدؐ نام پیدا ہوا تھا۔ جو بچپن میں فوت ہو گیا تھا۔ دوسری سے اولاد نہیں ہے۔

آپ کا وصال ۱۸ ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۶ھ کو ہوا۔ مزارِ مبارک خیرآباد کے قریب کھیری میں ہے۔ ان کے خلفاء بہت ہیں مگر ان کا قائم مقام و سجادہ نشین محمد اسلم ان کا برادرزادہ ہے۔ آپ نے بہت سی غزلیں اور رباعیات کہی ہیں۔ مشتاق تخلص کرتے تھے۔ یک غزل یہ ہے: آ ۔۔۔ [illegible]

دلم بربود جانانے کہ آنی دلستاں دارد
شکر لب خندہ نمکینے خمارمیکشاں دارد
چو گُل رخ نرگسیں چشمے بروش سنبلے زلفے
لب نازک تر از لالہ. قد سرو رواں دارد
کہ از تمکیں نمے پُرسد ز حال نارِ من دلبر
خدایا مہرباں سازش کہ دل سنگیں چناں دارد
ازیں نامہرباں شوخے چہ آسائش دہد ستم
کہ باکم التفاتی ہا ز من خاطر گراں دارد
بکیش دلبری شاید روا دارد دل آزاری
کہ از مژگاں زند پیکاں و از ابرو کماں دارد
متاعِ صبر از دلہا کند غارت بیک لمحہ
مگر در گوشہ چشمے چنیں ہا مرداں دارد
بیا مشتاق زیں بگزر تو خاکِ پا سلیماں شو
کہ ہر کس از جمالِ او کمالِ بیکراں دارد

مستغرقِ بحرِ وحدت، غریقِ دریائے معرفت، نہنگِ لجۂ توحید سرگروہِ فرقۂ اہلِ تجرید و تفرید، محرمِ رازِ احد حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام مولوی احمدؒ اور والد صاحب کا نام مولوی نور محمدؒ ہے جو حضرت نارو والہ صاحبؒ کے مریدوں میں سے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت تونسہ شریف ہے۔ آپ کے آبا و اجداد اسی جگہ رہتے تھے۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم۔ صاحب کشف و کرامت و صاحبِ وجد و سماع تھے۔ حضرت محبوبؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مدتِ مدید تک حضرت صاحبؒ کے امام رہے کہ حضرت صاحبؒ کی نماز جماعت ہمیشہ وہ پڑھاتے تھے۔ مگر پھر جب ان پر غلبۂ وحدت غالب ہوا اور شرابِ سکر میں مخمور ہو گئے اور مسجد میں عین نماز میں گریہ و زاری کرنے لگے اور غیر کا امتیاز نہ رہا اور محویت تمام ان پر غالب رہنے لگی اور دریائے تلوین میں گر گئے تو حضرت صاحبؒ نے جو شاہنشاہِ ولایتِ تمکین تھے، ان کی جگہ مولوی علی محمد صاحب کو اپنا امام مقرر کیا۔ مولانا احمد صاحب پر اس حد تک غلبۂ وحدت تھا کہ جب ان کے سامنے کتے، گائے، انسان یا دوسرے حیوان آتے تو ان کو سلام کرتے اور ان کی تعظیم بجا لاتے۔ گویا جملہ کائنات ان کے حق میں آئینہ ہو گئی تھی کہ ذاتِ حق کو اس میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حافظ شیرازی نے کہا ہے:

در و دیوارِ من آئینہ شد از کثرتِ شوق
ہر کجا مے نگرم روی شما مے بینم

اور حضرت صاحبؒ کے باوجود ان کی اتنی شہرت تھی کہ اطراف و اکناف سے خلق آتی اور ان کی مرید ہوتی۔ ان کا مکان حضرت صاحبؒ کے مکان کے مشرق کی طرف

قریب ترین تھا۔ ان کی مجلس میں اکثر لوگ بیٹھتے تھے اور حضرت صاحبؒ کی مجلس میں کم بیٹھتے تھے۔ اور ان کے لنگر میں فقراء کو روٹی حضرت صاحبؒ کے لنگر سے زیادہ ملتی تھی۔ ان کی مجلس میں دن رات مردوں اور عورتوں کو ذوق وشوق ہوتا تھا۔ بلکہ آپ نے اعلان کیا تھا کہ جسے خدا کو دیکھنے کی خواہش ہو میرے پاس آئے۔ حضرت صاحبؒ ان کی شہرت سے اور ان کی مجلس کی گرمی سے بہت خوش ہوتے تھے کہ الحمدللہ کہ مرشد کے سامنے ہی ایسا صاحب شہرت خلیفہ پیدا ہوا ہے۔ مگر جب غلبہ توحید کے سبب ان سے امتیاز شریعت کم ہونے لگا تو علمائے ظاہری اور دیگر ظاہر بینوں نے ان کا شکوہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بار بار کیا۔ حضرت صاحبؒ واقفِ حال تھے۔ اس لئے ان لوگوں کے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا۔

مائی غلام جنت میاں دلیل خان پوری کی ہمشیرہ صالحاتِ زمانہ میں سے تھیں اور قرآن خوان و تہجد گزار تھیں۔ وہ اس فقیر کی پیر بہنوں میں سے تھیں۔ ۱۲۷۸ھ میں انہوں نے میرے سامنے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ سنگھڑ شریف سے تاج سرور حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر گئے ہوئے تھے۔ عاشورۂ محرم کے ایام تھے چند لوگ مرثیہ خواں مولوی صاحبؒ کے پاس آئے اور مرثیے پڑھے۔ مولوی صاحبؒ پر ذوق ورقت کی حالت ہو گئی۔ جب حضرت صاحبؒ واپس سنگھڑ شریف آئے تو مولوی مفتی محمود اور چند دیگر لوگوں نے آکر حضرت صاحبؒ کے پاس مولوی صاحبؒ کا شکوہ کیا کہ ایام عاشورہ میں مرثیہ خوانی کرائی ہے۔ اور ذوق وشوق کی حالت بھی کی ہے۔ یا حضرت آپ کے ہوتے ہوئے یہ اس طرح کے غیر شرعی کام کرتے ہیں۔ اسے منع کریں۔ مائی غلام جنت کہتی ہیں کہ میں اس وقت حضرت صاحبؒ کے بنگلہ میں حاضر تھی۔ اور ان کی باتیں سن رہی تھی۔ حضرت صاحبؒ اپنے مصلّٰہ پر سمتِ قبلہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے دوستو خدا کا شکر بجا نہیں لاتے کہ حق تعالیٰ نے مجھے ایسا مرید دیا ہے کہ باوجود میری زندگی کے ایسا صاحب ارشاد ہے۔ وہ جاہل نہیں ہے کہ میں اسے نصیحت کروں وہ صاحبِ حال و

علم ہے۔ شاکی لوگ نادم ہو کر چلے گئے۔ البتہ مولوی صاحب کو پیغام بھجوایا۔ کہ آپ پاسِ شریعت بالکل ترک کر رہے ہیں۔ خوف نہیں رکھتے خبردار شریعت پر پختہ رہو ورنہ تمہارا حال بھی اماموں کی طرح یعنی امام الدین ڈنڈی کی طرح کر دوں گا۔ اور اس کا ذکر حضرت صاحبؒ کے مناقبات میں گزر چکا ہے کہ حضرت صاحبؒ کی غیرت کے سبب اس کا حال سلب ہو گیا تھا۔ اور دیوانہ ہو کر لاہور چلا گیا تھا۔

منقول ہے کہ ایک دن ایک حسین خنیاگر ان کے پاس رقص کر رہی تھی۔ اور احمد خان کھوسہ بلوچ جو حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ اور اس پر بھی غلبۂ وحدت غالب تھا۔ وہ بھی موجود تھا۔ اور دیگر بہت سے لوگ بھی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ مولوی صاحب کو اس کے رقص و سرود پر وجد آ گیا۔ بلکہ بہت ہی زیادہ کیفیت ہو گئی۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ تو مولوی نور جہان صاحب بہاولپوریؒ نے جو حضرت صاحبؒ کے مریدانِ مجازین سے تھے، آ کر حضرت صاحبؒ کے سامنے عرض کیا۔ کہ قبلہ بہت افسوس کا مقام ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے غلاموں کا کیا حال ہو گا۔ اور یہاں تک پہنچے گا۔ جبکہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے غلام غیر شرع کام آپ کے بنگلہ شریف کے قریب کرتے ہیں۔ اور شریعتِ محمدیؐ کا ذرہ بھر پاس نہیں کرتے۔ فرمایا کیا ہو گیا ہے کہا کہ مولوی احمد صاحب خنیاگر کا رقص کرا رہے ہیں اور اور صدہا عام آدمی تماشا کر رہے ہیں۔ اور احمد خان کھوسہ بھی موجود ہے۔ حاجی بختاور صاحب جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ مجاز اور خادمانِ خاص میں سے تھے۔ میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ اس وقت حضرت صاحبؒ سے میں سبق لے رہا تھا۔ فرمایا جاؤ اُسے منع کر دو کہ بس کرے اور پاسِ شریعت کرے اور رقاصہ کو بھی ہٹا دو۔ اور روانہ کر دو۔ پھر مولوی نور جہانیاں کو فرمایا کہ مولوی صاحب حضرت مولانا صاحبؒ (مولانا فخر الدین دہلویؒ) کا فرمودہ ہے کہ اگر مرید سے بارہ سال تک خطا ہوتی رہے تو پیر کو چاہیئے کہ تحمّل کرے۔ کہ شاید باز آ جائے اور توبہ کر لے۔ اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو اس کا حال سلب کر لے۔

الغرض حاجی بختاور نے جا کر مولوی صاحب کو کہا کہ حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں، کہ

شریعت کا پاس کرو۔ اور ان رقاصاؤں کو دور کر دو۔ مولوی صاحب پر اس وقت حال غالب تھا اور وہاں درویش تھا۔ کہنے لگے کہ تھوڑا سا اور رقص کرنے دیں پھر منع کر دوں گا۔ حاجی سجادور نے واپس جاکر حضرت صاحب کو یہی حال عرض کر دیا۔ حضرت صاحبؒ نے حاجی سجاور کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اور جذبہ میں آئے اور فرمایا کہ جاؤ اس نابینا بے بصر مولوی کو دھکے دے کر حجرہ سے باہر نکال دو۔ اور احمد خان کھوسہ دیوانہ کو شہر تونسہ شریف سے باہر نکال دو۔ اور رقاصوں کو مارتے ہوئے وہاں سے باہر نکالو۔ حاجی صاحب نے ایسا ہی کیا۔ پس اس دن کے بعد مولوی صاحب کا حال سلب ہوگیا۔ اور وہ لنگر برباد ہوگیا اور تمام درویش جو آپ کے پاس تھے، ادھر اُدھر چلے گئے۔ چونکہ حضرت صاحبؒ کی زبانِ مبارک پر نابینا کا لفظ آیا تھا اور مولوی صاحب اُس دن سے نابینا ہوگئے اور مرتے دم تک نابینا رہے۔ اور احمد خان کھوسہ اس دن سے دیوانہ ہوگیا اور اب تک دیوانہ ہے اور مسلوب الحال ہے۔ ؎

گنج قارون کہ فرو میرود از قہر ہنوز
خواندہ باشی کہ ہم از غیرت درویشان ست

پس اس دن کے بعد مولوی صاحب اپنے حجرہ میں بیٹھے رہے اور مدت تک اس حالِ ابتر میں اپنے حجرہ میں رہے نہ نماز کا ہوش تھا اور نہ حکم خدا سے خبر تھی۔ دیوانہ سے رہتے تھے اور کسی کو ان کے حال پر رحم نہ آتا تھا۔ ایک دن حضرت صاحب کھانا کھا کر گھر سے آ رہے تھے اور مولوی صاحب اپنے حجرہ کے سامنے بیٹھے تھے۔ حضرت صاحبؒ کو اُن کے حال پر شفقت آگئی۔ ان کے نزدیک گئے اور فرمایا۔ کہ مولوی صاحب کیا حال ہے۔ وہ روتے روتے حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر گئے اور بہت منت سماجت کرنے لگے اور معافی چاہی۔ فرمایا۔ بیلی میں نے تمہیں پہلے فہمائش کی تھی کہ غیر شرع کام نہ کرو۔ اب یہ تقصیر میری تو نہیں ہے۔ بلکہ تو نے پیرانِ عظام کی تقصیر کی ہے کہ ان کے طریقہ کے خلاف عمل کیا ہے۔ میں تم سے راضی ہوں اور تیرا قصور معاف کرتا ہوں مگر میرے ساتھ حضرت قبلہ عالم اور حضرت باباصاحب (بابا فریدالدین گنج شکرؒ) کے

عرس پر چلنا۔ تاکہ ان سے تیری تقصیر معاف کراؤں۔ پس حضرت صاحبؒ انہیں اپنے ساتھ حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر تاج سرور لے گئے اور وہاں سے ان کی تقصیر معاف کرائی۔ پھر حضرت بابا صاحبؒ کے عرس پر پاکپٹن شریف لے گئے اور وہاں ان کا قصور معاف کرایا۔ اس دن کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وہی مدارج دے دیئے اور پھر طالبان کے ارشاد میں کوشش کرنے لگے۔

منقول ہے کہ دوسرے سال جب حضرت صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی کہ مجھے بھی لے چلیں۔ حضرت صاحبؒ روانگی کے وقت ان کے مکان پر گئے اور انہیں تشفی دی اور فرمایا کہ تم یہیں رہو۔ میں وہاں تیری جگہ کافی ہوں۔ پس وہ تونسہ شریف میں رہے۔

منقول ہے کہ مولوی صاحب کا خلق ایسا تھا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ، خورد و بزرگ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور آپ کل صوفیوں کے اُستاد تھے۔ کہ صوفی لوگ حضرت صاحب سے سبق لینے کے بعد ان کی خدمت میں جاتے تھے۔ اور مسئلہ کی تفہیم کرتے تھے۔ کاتب الحروف نے بھی ان سے چند کتب سلوک دیکھے اور سمجھے ہیں۔ فصوص الحکم۔ مثنوی، فتوحاتِ مکی کے گویا آپ حافظ تھے۔ اور اپنا عقیدہ شیخ اکبر محی الدین عربیؒ کے عقیدہ کے مطابق رکھتے تھے۔ اور ترکِ دنیا میں تمام یاروں پر سبقت لے گئے تھے۔ چنانچہ جو فتوح ملتی تھی اسے صرف کر دیتے تھے۔ اور ہر مہینہ اپنے مکان کو دنیا کے اسباب سے صاف کر دیتے تھے۔ بلکہ چارپائی بھی راہِ خدا میں دے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پھر سامان دے دیتا تھا۔ شادی کی تھی البتہ ابتدائے سلوک میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ پھر نکاح نہ کیا۔ اولاد بھی نہیں ہے۔ ان کے مرید بہت ہیں۔ البتہ ان کا قائم مقام ان کا برادر زادہ مولوی غلام نبی ہے جو صفاتِ درویشی سے متصف ہے۔ ان کا وصال ۷ ارشوال ۱۲۷۲ھ کو ہوا۔ ان کی قبر شریف تونسہ شریف میں حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ کے مزارِ اقدس کے قریب ہے روضہ کلاں ہے۔

حضرت مولانا غلام نبی صاحب کا وصال ۹ ذوالحجہ
کو بیگا ۱۲۷۸ھ کو ہوا۔ آپ کے تین فرزند
الٰہی بخش متوفی ۱۹۲۴ تا ۱۹۲۶ء کے درمیان
قادر بخش متوفی بچپن
مولوی احمد صاحب معروف بہ مولوی احمد دین صاحب متوفی ۲۹
رجب المرجب ۱۳۷۰ھ مئی ۱۹۵۱
مولوی احمد دین صاحب کے تین فرزند
مولوی محمد عمر صاحب متوفی ۷ شوال ۱۳۵۷ھ
مولوی محمد یوسف صاحب متوفی ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ
مولوی ضیاء الدین متوفی ۷ رجب

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْن
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن ـ

بفضل خالق الکونین و طفیل سیّدنا و نبیّنا رسول الثقلین امام القبلتین
جدّ الحسن والحسین صلی اللہ علیہ فی العالمین

مناقب المحبوبین کا نسخہ تمام ہُوا

حصّہ پنجم

حالاتِ مصنّف حاجی نجم الدّین سُلیمانیؒ

حاجی الحرمین الشریفین، آفتابِ دینِ متین،

حاجی نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مؤلف مناقب المحبوبین

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ فقیر حقیر سراپا تقصیر فانی فی النفس باقی باہوس بندہ کمترین عرض کرتا ہے کہ کتاب مستطاب مناقب المحبوبین تمام ہو گئی مگر مکمل اس وقت ہو گی جب تھوڑا سا ذکر خیر اس حضرت مصنف کا بھی ہو جائے جو مادر زاد ولی تھے جو غیر اللہ سے منقطع تھے جو محبوب بدکے لقب سے سرفراز ہوئے اور جنہیں مؤدب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے نوازا گیا۔ یعنی حاجی الحرمین الشریفین، مرشد نا و مولانا، قطب وقت یگانۂ اولیاء، آفتابِ دینِ متین حاجی محمد نجم الملت والدین، مد اللہ ظلالہم العالی ــــ (کاتب یا طابع)

آپ کا نام نامی حضرت شیخ محمد نجم الدین رح ہے۔ حاجی صاحب رح کے نام سے مشہور ہیں۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے دیار نبوی کے ادب کی وجہ سے لقب ملا۔ اور اس لقب کا مطلب آئندہ آرہا ہے۔ آپ حضرت سلطان التارکین الصوفی الموالی الناگوری الفاروقی رح کی اولادِ پاک سے ہیں۔ جو حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی رح کے خلیفۂ خاص تھے۔ آپ کا مولد شریف جھنجنوں ہے جو جے پور کے مضافات سے ہے۔ جھنجنوں دہلی سے اسی (۸۰) کوس کے فاصلہ پر مغرب کی طرف اور نارنول سے مغرب کی طرف تیس (۳۰) کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کی ولادت ۳ رمضان المبارک سنہ ۱۲۳۴ھ بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۷ ساون سنہ ۱۸۷۴ سن ہندی ہوئی۔ اس وقت جبکہ سنہ ۱۲۸۵ھ

ہے۔ آپ کی عمر ۶۵ سال ہے ۔خدا کرے کہ آپ کا آفتاب ہدایت ہمیشہ منوّر رہے ۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت سردار بی بی ہے۔ جو حضرت سلطان التارکین ممدوحؒ کی اولاد سے تھیں۔ آپ کے والد صاحب کا نام حضرت شیخ احمد بخشؒ ہے جو ولیٔ کامل تھے ۔ حضرت حاجی صاحب قبلہؒ کی پہلی بیوی سے چار بیٹیاں تھیں اور پانچ بیٹے۔ سب سے بڑے فرزند مولوی محمد نصیر الملت والدین ہیں کہ زبان اُن کی صفت کرنے سے عاری ہے ۔اور قلم اُن کے محامد لکھنے سے عاجز ہے ۔ دوسرے بیٹے میاں عبداللطیف ہیں جو شجاع کے نام سے مشہور ہیں ۔تیسرے بیٹے کا نام میاں نوراحمد ہے جو فی الحقیقت نُوراحمد ہیں۔ چوتھے بیٹے کا نام محمد بخش اور پانچویں کا امین ہے ۔ایک لڑکی چھوٹی عمر میں فوت ہوگئی تھیں ۔ باقی بفضل تعالیٰ زندہ ہیں۔ کہ خداتعالیٰ انہیں تاابد زندہ و سلامت رکھے ۔ دوسری بیوی سے تین بیٹے ہیں۔ جن میں سے صاحبزادہ محمدؒ واسع صِغرِسنی میں رحلت فرماگئے تھے ۔ باقی میاں محمد رمضان و میاں سرفراز علی صاحب ہیں کہ خداتعالیٰ عمر دراز سے انہیں سرفراز فرمائے ۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا سلسلۂ نسب یہ ہے :۔

حضرت شیخ محمد نجم الملت والحق والدینؒ بن شیخ احمد بخشؒ بن شیخ فیضؒ بن شیخ محمد سلطانؒ بن شیخ محمد سعیدؒ بن شیخ قطب الدینؒ (شیخ محمد سعیدؒ شیخ قطب الدینؒ کے بھائی یعنی اپنے تایا شیخ جمال الدینؒ کے متبنّےٰ بھی تھے) بن شیخ کمال الدینؒ بن شیخ عبدالقادرؒ (جو اکبر شاہ دہلی کے عہد کے ولیٔ کامل تھے جیساکہ اخبار الاخیار میں ہے) بن شیخ عبدالفتحؒ بن شیخ خواجہ معروفؒ بن حضرت مخدوم خواجہ حسین ناگوریؒ (جن کا ذکرِ خیر تمام ملفوظاتِ چشت مثلاً اخبار الاخیار، مرات الاسرار، اقتباس الانوار وغیرہ میں موجود ہے وہ سیّدالعابدین خواجۂ غریب نواز حبیب رحمٰن خواجہ معین الحق والملّت والدّین حسن سنجریؒ کے روضہ شریف کے بانی مبانی تھے۔ وہ روضہ شریف اب بھی بدستور موجود ہے) بن خالدؒ بن شیخ نظامؒ بن شیخ محمدؒ بن شیخ وحیدؒ بن شیخ عبدالعزیزؒ (جو حضرت سلطان التارکین کی رباعی کے اس شعر پر شہید ہوئے :

فائدۂ زیستن بسیار چیست   جاں بدہ وجاں بدہ وجاں بدہ

بن حضرت سلطان التارکین حمید الدین الصوفی السوالی الناگوری السعیدی الفاروقیؒ بن شیخ احمدؒ بن شیخ محمدؒ بن شیخ ابراہیمؒ بن شیخ محمدؒ بن شیخ سعیدؒ (صاحب خانقاہ و اکمل الاولیا) بن شیخ محمودؒ بن عبد اللہؒ بن عمرؒ بن نصیرؒ بن ابراہیم بن عبد الرحمٰنؒ بن یوسفؒ بن علی حارثؒ بن حسینؒ بن زیدؒ بن سعیدؒ بن زیدؓ بن حضرت امیر المومنین عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن ازداح بن عدی بن کعب (اور پھر آخر سلسلہ حضرت جناب رسالت مآب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں حضرت صاحبؒ نے تحریر کیا ہے)

واضح رہے کہ حضرت سلطان التارکینؒ کو سعیدی اس لئے کہتے ہیں۔ کہ پانچویں پشت میں آپ سے اوپر شیخ سعیدؒ صاحب خانقاہ ہوئے ہیں۔ جو اکمل اولیاء سے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ سعیدی نسبت سے مراد حضرت سعیدؓ سے نسبت نہیں ہے جو عشرہ مبشرہ سے تھے۔ فاروقی اس سے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب کی اولادِ امجاد سے ہیں، جیسا کہ سیر العارفین میں شیخ جمالی کے پیر شیخ سماءالدین قادری نے لکھا ہے۔ اصل عبارت کا ترجمہ یوں ہے:۔ کہ "حضرت سلطان التارکینؒ حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد سے ہیں۔ اور آپ کو جو سعیدی کہتے ہیں وہ اس بناء پر ہے کہ شیخ سعیدؒ نام کے بزرگ کامل صاحب خانقاہ آپ کے اجداد سے تھے ....." نیز مخبر الاولیا میں حضرت رشید گجراتی نبیرہ حضرت یحییٰ مدنیؒ آپ کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ آپ شیخ فاروقی ہیں۔ چنانچہ عین عبارت یہ ہے:۔ "خواجہ ہدیٰ حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین ناگوری الفاروقی السوالیؒ حضرت خواجہ معین الدینؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور حضرت زیدؓ بن عمرؓ بن الخطاب کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ جو سعید بن زیدؓ کی اولاد سے لکھتے ہیں، جو عشرہ مبشرہ سے تھے، غلطِ فاش ہے۔ لا اعتبار لقولھم (ان کے اس قول کا اعتبار نہیں ہے)

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اخبار الاخیار اور مرات الاسرار میں آپ کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ آپ سعید بن زیدؓ جو عشرہ مبشرہ سے تھے، کی اولاد سے ہیں۔ یہ بالکل

غلط ہے اور سراسر بے خبری میں لکھا گیا ہے اور ان کتب کے مصنفوں کو سعیدؒ کے لفظ میں شبہ پڑا ہے۔ کہ شاید اس سعیدؒ بن زیدؓ کی اولاد سے ہیں جو عشرہ مبشرہ سے تھے۔ اور انہیں یہ خبر نہیں ہے کہ حاجی صاحبؒ کے اجداد میں دو سعید ہوئے ہیں۔ ایک شیخ سعید بن شیخ محمود کہ ولی کامل اور صاحب خانقاہ تھے کہ ان کی وجہ سے آپ کو سعیدی کہتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب سیرالعارفین کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے ان کے اجداد میں سعیدؒ بن زیدؓ بن عمرؓ بن الخطاب ہیں۔ سیرالعارفین اور مجزالاولیا کا قول صحیح تر ہے کہ انہوں نے آپ کو شیخ فاروقی لکھا ہے اور دوسرا قول محض غلط ہے۔ جو اس کے خلاف لکھا گیا ہے۔ نیز اشجار میں آپ کی اولاد نے جو ذکر کیا ہے اس میں آپ کو شیخ فارُوقی لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے اسماء عنقریب آتے ہیں۔ اولاد کو اپنے آبا و اجداد کے احوال میں جو تحقیق ہوتی ہے۔ دوسروں کو کم ہوتی ہے۔ نیز صاحب مجزالاولیاء کی اولاد اور حضرت سلطان التارکین کی اولاد میں رشتہ داری و قرابت ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں خود لکھتے ہیں۔ کہ:

"بی بی راجی مراد بخت نام دختر شیخ فتح محمدؔ بن شیخ احمد بن شیخ جمال الدّین المخاطب بہ شمس خاں بن شیخ اشرف محمد المخاطب بہ ظہیر خاں کہ یہ دونوں باپ بیٹا سلاطین گجرات میں وزارت کے منصب رکھتے تھے اور حضرت سلطان التارکینؒ کے فرزندوں میں سے تھے۔ بی بی مذکورہ شیخ رکن الدّین احمد بن شیخ عبدالرشیدؒ نبیرہ حضرت شیخ یحیٰی مدنیؒ کے ساتھ منسوب ہوئیں۔"

پس جس طرح انہیں حاجی صاحبؒ کے نسب کے حال کی تحقیق ہوگی۔ دوسرے کسی کو کم ہوگی نورخان و دوسرے مصنف خود من و عن نقل کتب کرتے ہیں خواہ غلط ہو یا صحیح۔ لہٰذا صاحب مجزالاولیاء ان کے غلط قول کے ردّ میں لکھتے ہیں کہ "ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں" پس تحقیق ہوا کہ حاجی صاحبؒ شیخ فاروقی ہیں اور سعیدی اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے جدّ شیخ سعید نام تھے جو ولی کامل تھے اور صاحب خانقاہ۔

حاجی صاحبؒ کی ولادت کا ذکر اور اُن واردات کا بیان جو حالتِ طفلی میں اور قبل ولادت کے ایام میں ظہور میں آئیں اور جو والدین ماجدین سے منقول ہیں:

جان لیں کہ حاجی صاحبؒ کے والدِ ماجد شیخ احمد بخش صاحبؒ نقشبندی ابوالعلائی کے مرید تھے اور ذکر پاس انفاس میں تمام عمر مشغول رہے۔ اُن کے نزع کے وقت حضرت حاجی صاحبؒ موجود تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ "میری زبان نقاہتِ بدنی کی وجہ سے، جو کثرتِ اسہال سے ہو گئی ہے، ذکر لسانی کا یارا نہیں رکھتی۔ البتہ ذکرِ پاس انفاس میں مشغول ہوں۔ نیز فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے پانچ بیٹے دئے اور ہر فرزند کی شکل اور اس کے شمائل مجھے پہلے ہی خواب میں دکھا دئے گئے، حالانکہ وہ ماں کے بطن میں تھے۔ مگر جب پیدا ہوتے تھے تو اسی شکل اور شمائل کے ہوتے تھے۔ جب تیری نوبت آئی اور تو ماں کے بطن میں تھا تو مجھے تیری شکل بھی دکھائی گئی اور کہا گیا کہ تیرا یہ بیٹا بزرگ اور صاحبِ ولایت ہوگا۔" آپ کے والد صاحبؒ نے جیسا کہ فرمایا تھا، حضرت حاجی صاحبؒ اس کے مطابق بلکہ اس سے زیادہ کمالات والے تھے۔

جب آپ کی عمر چار یا پانچ سال کی ہوئی تو آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا، جہاں آپ نے قاعدہ پڑھا۔ اس زمانہ میں مولانا محمد رمضان صاحب مہمیؒ جو قطب وقت تھے، بلدہ جھونجھنوں میں تشریف لائے۔ جناب شہاب الدین صاحب جیوؒ، آپ کے حقیقی بھائی اور حضرت مولانا فخر الدینؒ کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر مولانا مہمیؒ صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت مہمی صاحبؒ نے آپ کو بسم اللہ کرائی۔ گویا قرآنِ پاک اُن سے شروع کیا۔ اُن کی برکت سے تھوڑی ہی مدت میں قرآنِ پاک ختم کر لیا۔ انہوں نے آپ کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ حق

تعالیٰ انہیں ایسا ہی کر دیگا (جیسا کہ آپ کے والد صاحبؒ کو خواب میں دکھایا گیا ہے)

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ مجھے یاد ہے کہ بچپن میں موسم گرما میں جب میں گھر کے صحن میں سوتا تھا اور میری آنکھ آدھی رات یا آخر شب کو جب بیدار ہوتی تو مجھے عالم ملکوت وسماوی نظر آتے تھے۔ کبھی دیکھتا تھا کہ آسمان پر اُڑتا جا رہا ہوں اور کبھی چاند پر جاکر بوسہ دیتا ہوں اور پھر اس پرواز کے بعد واپس زمین پر آجاتا ہوں۔

منقول ہے کہ جب آپ چھوٹے تھے۔ دس یا بارہ سال کی عمر ہوگی۔ اُس دور میں آپ کی بہنیں نمازِ تہجد کے لئے اُٹھتی تھیں اور ذکرِ خفی وجلی کرتی تھیں۔ آپ بھی ان کے ہمراہ بیدار ہوجاتے تھے۔ آپ کبھی کلمہ طیبہ کا ذکر جہر کرتے تھے اور کبھی بچوں کی طرح کھیل میں مشغول ہوجاتے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر میں کبھی کسی ہم عمر بچے سے لڑائی کرتا تھا اور یہ جھگڑا میرے والد صاحبؒ یا میرے برادران کے پاس آتا تھا تو میرے بڑے بھائی شیخ نظام الدّین صاحبؒ جو مردِ صالح تھے اور ہر وقت مشغول بحق رہتے تھے اور حضرت اللہ بخش صاحب نقشبندیؒ سے ارادت رکھتے تھے، مجھے ناراض ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت والد صاحبؒ نے اس کے لئے خواب دیکھا تھا کہ یہ ولی ہوگا۔ یہ اس کے ولیوں جیسے اطوار نظر آرہے ہیں کہ شہر کے لڑکوں سے جنگ کرتا ہے۔ پس میں نادم و شرمندہ ہوجاتا اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ میں غسل کرکے نئے کپڑے پہن کر مسجد میں چلا جاتا اور نوافل میں مشغول ہوجاتا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی عمر جب بارہ سال کی ہوئی تو آپ کی شادی خان لطف اللہ خان صاحب عرف منشی کی بیٹی سے ہوگئی۔ خان صاحب موصوف اولیائے متقین میں سے تھے اور مولانا ضیاء الدّین جے پوریؒ کے برگزیدہ خلفاء میں سے تھے۔ مولانا ضیاء الدّینؒ حضرت مولانا فخر الدّین دہلویؒ کے جیّد خلیفہ تھے۔ جب حضرت حاجی صاحبؒ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوگئی تو آپ نے فارسی کی چند کتابیں پڑھیں اور فقہ کی تعلیم بھی حاصل کی اور لکھنے پڑھنے کے قابل ہوگئے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے پیرِ بزرگ مخزومی مولوی نصیر الدّین صاحب ابھی شکم مادر

میں تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے دل میں جذبۂ الٰہی اور شوق ذاتِ کبریائی پیدا ہو گیا۔ اس جذبہ کا باعث یہ ہوا کہ مطالعہ کے دوران حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ کی تصنیف انیس العارفین آپ کے ہاتھ میں آئی۔ کتاب مذکور میں بہت سے فوائدِ سلوک لکھے ہوئے تھے اور ہر خاندان کے اشغال درج تھے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ہی حضرت حاجی صاحبؒ میں جذبہ پیدا ہوا۔ اس کتاب کی تھوڑی سی عبارت بطور تبرّک درج کی جاتی ہے:

"سنو لذّاتِ نفسانی اور خطراتِ شیطانی آئینہ دل کو زنگار لگا دیتے ہیں اور دل کو سیاہ اور تاریک بنا دیتے ہیں تا کہ جمالِ دوست سے باز رہے۔

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار
زنگار خوردہ کے بنماید جمالِ دوست

اور حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے

"اِنَّ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ کَمَا تَصْدَأُ الْحَدِیْد"

(جیسے لوہے کو زنگ لگتا ہے ایسے ہی دِلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے)
دل کے زنگار کو حق تعالیٰ کا ذکر دُور کرتا ہے۔

حق تعالیٰ کے ذکر میں بے شمار فوایدہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) ذکر کا صیقل آئینۂ دل کے زنگار کو دُور کرتا ہے تا کہ دوست کا جمال دکھلائے جیسا کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حدیث:
لِکُلِّ شَیءٍ صَیقَلَۃٌ اَلقَلبَ ذِکرُ اللہ" ہر زنگار خوردہ شئے کے لئے صیقل ہے اور دل کا صیقل ذکرِ حق ہے۔

؎ روئے دل چوں صیقلے شد بیگماں
عکسِ انوارِ تجلّی شد عیاں

(۲) اللہ تعالیٰ کا ذکر گناہوں سے باز رکھتا ہے۔

(۳) عشقِ حقیقی کا بیج صرف دل کی زمین میں اُگتا ہے۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ حق تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد

میں استقامت دکھاتا ہے تو حق تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ فلاں بندہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں تم بھی اسے دوست رکھو۔ اور یہ ندا رُوئے زمین تک بھی پہنچا دو۔ تاکہ لوگ بھی اُسے دوست رکھیں۔

(۴) جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فاذکرونی اذکرکم "(تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)

(۵) ذکرِ حق تعالیٰ صورتِ زیبا کی شکل اختیار کرکے قبر میں مونس و رفیق بنتا ہے اور قبر کو منوّر کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کا احوال پوچھا گیا تو فرمایا۔ حدیث: انّماھی اعمالکم تردّ علیکم" یعنی تمہارا بُرا عمل بُری صورت اختیار کرکے قبر میں تمہیں تکلیف دیتا ہے اور عملِ نیک اچھی صورت اختیار کر کے راحت پہنچاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک بزرگ نے خواب میں دوزخ کو بغیر آگ کے دیکھا تو آواز آئی کہ لوگ یہاں اپنی آگ اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں اور مجھے خواہ مخواہ بدنام کرتے ہیں۔

(۶) حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ جہاں ذکرِ حق ہوتا ہے وہاں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ذکر سُن کر حق تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ حکم ہوتا ہے کہ حاضرینِ مجلس کو بخش دیا۔

آسماں سجدہ کند پیشِ زمینے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہرِ خدا بنشینند

(۷) سالک جب ایک سانس بھی یادِ حق سے غافل ہو کر لیتا ہے تو فرشتوں میں اس کی موت کی شہرت ہو جاتی ہے۔ اور نوبت عالمِ ناسُوت تک پہنچ جاتی

ہے۔ البتہ جب پھر ذکرِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے تو پھر زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے

ہر زندگی کہ بے تو باشد مرگے ست بنامِ زندگانی

منقول ہے کہ دو شخص خواجہ ابو الحسن نوریؒ کی خدمت میں جا رہے تھے کہ اچانک حضرت نوریؒ کی موت کا آوازہ سُنا۔ غم ناک ہو گئے۔ جلدی جلدی فاتحہ کے ارادے سے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بنفس نفیس تشریف فرما ہیں حضرتِ نوریؒ نے فرمایا کہ اُس آوازہ کا سبب یادِ حق سے میری غفلت تھی۔

(۸) ذکرِ حق تعالیٰ سے رازِ حق ظاہر ہوتا ہے۔ اور معرفتِ حق تعالیٰ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

(۹) ذکرِ حق تعالیٰ کی آگ کی حرارت غیر کو جلا ڈالتی ہے اور اس کا نوُر دل کو منوّر کرتا ہے۔ اس لئے کہ فِی الذِّکرِ نُوْرٌ وَّ نَارٌ۔ یعنی ذکر میں نور بھی ہے اور نار بھی ہے پس نار حجابِ غیر کو جلا ڈالتی ہے اور نورِ ذکر کو جلا بخشتا ہے۔

حجاب دو طرح کا ہوتا ہے ایک ظلمانی جو لذّاتِ نفسانی سے ہوتا ہے دوسرا نورانی۔ جیسا کہ عشق عاشق و معشوق کے درمیان ایک حجاب ہے اور علم عالم و معلوم کے درمیان حجاب ہے۔ اور ذکر ذاکر و مذکور کے درمیان ایک حجاب ہے۔ جیسا کہ حضرت غوث الثقلین سیّد عبد القادر جیلانیؒ نے کہا۔ "الٰہی ما معنی العشق" (اے اللہ عشق کے کیا معنی ہیں؟) حکم آیا۔ "علیک الفنا من العشق فانہٗ حجابٌ بین العاشق والمعشوق" (عشق سے فانی ہو جا کہ وہ عاشق و معشوق کے درمیان حجاب ہے) جیسا کہ حدیثِ پاک میں بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: حدیث۔ "ان اللہ تعالیٰ سبعین الف حجابٌ مِّن النّور وَالظُّلمۃ" یعنی خدا تعالیٰ کی ذات ستّر ہزار نور و ظلمت کے پردوں میں ہے۔

(۱۰) ذکرِ حق تعالیٰ امراض ظاہری و باطنی کو شفا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" یعنی اطمینانِ قلب صرف ذکرِ الٰہی میں ہے :

اے نامِ تو امام شفائے امراض
وز یادِ تو امام حصولِ اغراض

یاد رکھو کہ جب مجنوں بیمار ہوتا تھا تو لیلیٰ کا نام ہی اس کی دوا تھی۔

(۱۱) ذکرِ حق تعالیٰ دلوں سے غیر کی محبت کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور ہستیِ موہومہ اور زندگیِ فانی کے تصوّر کو دل سے باہر نکال دیتا ہے۔

(۱۲) ذکرِ حق تعالیٰ مقرّبِ الٰہی اور مصاحبِ ذاتِ الٰہی کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے: حدیث۔ "اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔

(۱۳) ذکرِ حق تعالیٰ سے یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ ذکر و ذاکر کو فنا ہو جاتی ہے اور صرف حق تعالیٰ کی ذات باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ منصور حلّاج رح فرماتے ہیں :
" اذا اراد اللہ بولی عبدًا یفتح علیہ باب الذکر ثم یفتح علیہ باب القرب۔ ثم یجلسہ علی کرسی التوحید " یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اپنے کسی بندہ کو ولی بنالیں تو اس پر ذکر کا دروازہ کھول دیتے ہیں پس اُسے اپنا قرب عطا کرتے ہیں اور پھر اُسے کرسیٔ توحید پر بٹھا دیتے ہیں۔
عزیزِ من "یادِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ" ایک دم کی یادِ رحمانی ہزار مملکتِ سلیمانی سے بہتر ہے۔ :

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

...... تا انتہائے عبارت۔ ـــــ

پس اس کتابِ مذکور اور اس عبارتِ مزبور کے مطالعہ کے بعد حاجی صاحب رح میں

جذبۂ الٰہی پیدا ہو گیا۔ گویا ان کا پہلا مرشد یہ کتاب ہے۔ اس کتاب میں ہر خاندان کے اشغال بھی لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ استاد و مرشد کے ارشاد کے بغیر اُس کتاب کے اذکار کے مطابق کبھی ذکرِ جہر اور کبھی ذکرِ جاروب کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان اذکار کی برکت سے حاجی صاحبؒ میں ذوق ولذت ورقت وحالت کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

منقول ہے کہ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد اپنے بالا خانہ میں آدھی رات کے وقت ذکرِ جہر میں مشغول تھے اور اس وقت گریہ کا غلبہ تھا، ذوق وشوق کی حالت تھی اور حضوریٔ حق تعالیٰ غالب تھی کہ نصیر الدّین صاحبؒ کی والدہ صاحبہ نیند سے بیدار ہو گئیں اور ان کو اس حالت میں دیکھ کر ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ دیوانے ہو جاؤ گے۔ یہ تو نے کیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے جب ان کی رقت وحالت میں خلل پڑا تو اُس دن سے عہد کیا کہ پھر کبھی اپنے گھر میں ذکر میں مشغول نہیں ہوں گا پس اس دن سے مسجد میں رہنا شروع کر دیا۔ شب وروز وہیں رہتے تھے اور تمام رات تلاوتِ قرآنِ پاک کرتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک رات آپ آدھی رات کے وقت مسجد میں بیٹھے تلاوتِ قرآنِ پاک کر رہے تھے۔ سورۂ کہف کی تلاوت کر رہے تھے۔ اصحاب کہف کے ذکر میں یہ آیت تھی:- ”سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ“

آپ فرماتے تھے کہ فقیر کے دل میں عین تلاوت میں جب اس آیت کے معنی آئے تو یہ خیال آیا کہ یا الٰہی تیرے لیے یہ آسان تھا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اصحاب کہف کی تعداد اعلانیہ بیان وظاہر نہیں فرمائی تاکہ اختلاف وشبہ نہ پڑتا۔ اور ہر کوئی جان لیتا کہ ہمارے اصحاب کہف اس قدر تھے۔ دل میں اس خیال کے آتے ہی بیٹھے بیٹھے مجھ پر غنودگی اور بے خودی کی حالت طاری ہو گئی۔ اسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ تشریف لائے ہیں۔ میں نے وہی خطرہ یا خیال آپ کی خدمت والا

میں پیش کر دیا۔ فرمایا۔ آ تجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں۔ تاکہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر لے۔ پس میرا ہاتھ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کیا یا رسُول اللہ یہ لڑکا کچھ سوالات کرنا چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "حق تعالیٰ کے اسرار و رموز میں دخل نہیں دینا چاہیئے کہ اس میں بھی حکمت ہے۔" پھر مجھے دو یا ایک سبز ورق عنایت فرمائے جن پر اسرارِ الٰہی کے سلسلہ میں چند زرّیں سطور لکھی ہوئی تھیں۔

اسی طرح کی ایک اور حکایت ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک رات یہ فقیر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھا۔ اس حالت میں مجھے غنودگی آ گئی۔ اسی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص پنجابی درویش صورت سامنے ہے۔ اُس کے ہاتھ میں تفسیر زاہدی ہے۔ اُسے کھولا اور وعظ کہنا شروع کر دیا۔ اور یہ حدیث پڑھی:

(تیرے گریبان کے اندر تیرا اپنا نفس دشمن بنا بیٹھا ہے اس سے دشمنی کرو) پس اُس دن سے میں مجاہدہ میں بہت زیادہ کوشش کرنے لگا۔

جھونجھنوں میں بہکن شہید نام کی ایک خانقاہ تھی۔ میں وہاں جا کر چلّہ کشی کی نیت سے بیٹھ گیا۔ ایک نادانی کی حرکت کی کہ چالیس لونگ اُس شہید مرد کے مزار پر رکھ دیئے۔ ہر روز ایک لونگ کھاتا تھا اور ذکر جہر و ذکر جاروب میں مشغول رہتا تھا۔ اذکار کی حرارت اور بھوک کی گرمی نے ایسا اثر کیا کہ خون کے اسہال آنے لگے۔ بہت زیادہ بیمار ہو گیا۔ اور اس شعر کے مطابق:

اگر بے پیر کارے پیش گیرد
ہلاکی را ز بہر خویش گیرد

ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ میرے بھائی اور عزیز وہاں سے چارپائی پر ڈال کر مجھے گھر لے گئے جب کچھ افاقہ ہوا تو میں اس مسجد کے حجرہ میں جس کی بناء اس فقیر نے رکھی تھی، مشغول ہو گیا۔ ایک دو سال اس حجرہ میں مشغول رہا اور کتاب مذکور "انیس العارفین" ہر وقت میرے پاس میری رفیق تھی۔

میں "انیس العارفین" کا ہر روز مطالعہ کرتا اور اسے مُرشد تصوّر کرتا۔ اس کتاب میں لکھا تھا:

خواجگی بے پیر بودن کارِ ناداناں بود
ہر کرا پیرے نہ باشد پیر اُو شیطاں بود

نیز اس کتاب میں مُرشد کے فضائل اور شرائط کے بارے میں بہت کچھ لکھا تھا اور مُرشد پکڑنے کی تاکید لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس میں سے کچھ عبارت تبرکاً لکھی جاتی ہے:

" اور ذکر کی تلقین مُرشد سے حاصل کرنی چاہیئے۔ مُرشد کے بغیر کام درست نہیں ہوتا۔ نقصان حاصل ہوتا ہے اور شیطان راستہ دکھاتا ہے۔ حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے حدیث روایت کی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان " (جس کا کوئی پیر نہیں ہے اس کا پیر شیطان ہے)

بعالم ہر کہ بے پیر است ابلیس است پیر اُو
کہ ہرگز چارہ نہ بود ز حکم پیر مردم

قولہ تعالیٰ: " یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ " (اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ سے وسیلہ تلاش کرو) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے " علیکم طاعۃ الشیخ وان کان عبدًا حبشیاً " (تم پر شیخ کی اطاعت لازم ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو)

چوں گرفتی پیر ہاں تسلیم شو
ہمچو موسےٰ درپے آں خضر رو

پیر کی کم عمری یا غلامی پر نظر نہ کرے۔ کیونکہ وہ خلیفہ بزرگ ہے اور اس کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے جس کا نام بزرگوں کے سلسلہ میں آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سلسلہ کے تمام بزرگوں کی توجہ اُس پہ ہوتی ہے۔ نیز قیامت کے روز وہ ان بزرگوں کے زمرہ میں اٹھایا جائے گا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ایک شخص کے جنازہ پہ ایک ساعت متغیّر ہوئے۔ پھر اپنے پہلے حال پہ آگئے اور فرمایا " زہے فضیلت

بیعت کہ فرشتوں نے اس شخص کو عذاب میں پکڑا ہوا تھا۔ مگر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ چھوڑ دو کہ یہ بیعت کے سبب ہمارے دوستوں کے سلسلہ میں داخل تھا۔" نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ" ایک گناہ گار کو پکڑیں گے مگر حق تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہاں رہتے تھے۔ اپنے مقام سکونت کا نام بتاؤ پھر فرمائیں گے فلاں عالم کو دیکھا تھا وہ کہے گا کہ ہاں دیکھا تھا۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے۔ تجھے اس کی دوستی کے سبب بخش دیا۔

شنیدم کہ در روزِ اُمید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

. . . . آخر عبارت تک۔

کتاب سبع سنابل میں بھی حاجی صاحبؒ نے مُرشد کے شرائط دیکھے تھے کہ مُرشد ان صفات سے متصف ہوتا ہے۔ پس آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں مُرشدِ کامل کی طلب پیدا ہو گئی۔ میں نے ارادہ کیا کہ دہلی جاؤں شاید وہاں مرشدِ کامل ہاتھ آجائے۔ کہ اکثر سلف بزرگانِ سلسلہ چشتیہ وہاں تھے۔ پس ایک دن ارادہ کر کے ظہر کے وقت روانہ ہُوا۔ جب اسلام پور میں پہنچا تو میرے بڑے بھائی میاں شہاب الدین صاحب مجھے وہاں سے لے آئے اور کہا کہ اگر اپنے اختیار سے جا رہے ہو تو ضرور جاؤ ورنہ تجھے جبراً لے جاؤں گا۔ انہیں فقیر کے ساتھ بہت محبت تھی۔ نہ چھوڑا۔ آخر میں واپس آگیا۔ اور پھر چند دن مسجد میں یادِ خدا میں مشغول رہا۔ آپ فرماتے تھے کہ میاں قمرالدین شاہ نقشبندیؒ ابوالعلائی ایک درویشِ باخدا تھے۔ اور متوکل، گوشہ صحرا میں رہتے تھے۔ ان کی شہرت ہمارے شہر کے عوام میں بہت زیادہ تھی۔ اور خلق مرید بھی ہوتی تھی۔ مگر علومِ ظاہری سے معرّا تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ فقیر کو اُن کے ساتھ اعتقاد نہ تھا۔ اور کیسے ہوتا کہ آپ کا حال اس شعر کے مطابق تھا: ؎

استخوانِ پارہ مجنوں مگش پیشِ ہما
کایں تعلق بجنابِ سگِ لیلا دارد

الغرض آپ فرماتے تھے کہ وہ میرے پاس مسجد میں آئے اور فرمایا آ اے نجم الدّین !
اجمیر میں حضرت خواجہ بزرگؒ کے عُرس پر چلیں۔ میں جو کندھے پر بوجھ اٹھائے بیٹھا تھا
اُسی وقت اُن کے ساتھ اجمیر شریف چلا گیا۔ اور بھائی صاحب ممدُوح اس وقت بلدہ
جھونجھنوں میں موجود نہ تھے۔ ورنہ وہ جانے کی اجازت نہ دیتے۔ فرماتے تھے کہ جب
ہم اجمیر شریف پہنچے تو شاہ صاحب مذکور دو تین دن وہاں رہے۔ اور پھر واپسی کا
ارادہ کیا۔ اور مجھے کہا کہ چلو میرے ساتھ جھونجھنوں واپس چلیں۔ میں نے کہا کہ خواجہ صاحبؒ
کے عُرس میں اٹھارہ دن باقی ہیں یہیں قیام کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں رہیں گے اور
تجھے بھی نہیں چھوڑ کر جائیں گے۔ میں نے کہا۔ میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ تمہارے والد
اور بھائی مجھے کہیں گے کہ اُسے کہاں چھوڑ آئے۔ انہیں کیا جواب دوں گا۔ فرماتے تھے کہ
میں نے ایک خط اپنی طرف سے لکھ کر انہیں دے دیا۔ الغرض وہ روانہ ہو گئے۔ اور میں
پچیس دن وہاں اور رہا۔ اور میرا ارادہ یہ تھا کہ عُرس سے فارغ ہو کر جے پور کے
راستہ سے دہلی جاؤں گا اور مُرشد تلاش کروں گا۔ مگر اس عرصہ میں میرے برادرِ موصوف
کا خط اس مضمون کا آیا کہ اگر تُو نے آنا ہے تو آجاؤ ورنہ میں بھی فقیر ہو کر گھر سے نکل
جاؤں گا۔ اور اس خط میں اپنا اشتیاق بھی لکھا۔ اور یہ دوہرہ ہندی بھی اُس خط میں
لکھا ہُوا تھا۔

کھ پانڈی پیو کب ملیں کب مو دتن چڑھے سوہاگ
بچھڑے بالم جب ملیں جب اُونچے مستک بھاگ

فرماتے تھے کہ میں نے اس کے جواب میں خط لکھا کہ فی الحال میرے آنے کی اُمید
نہ رکھیں اور میرا حال اُس چڑیا کی طرح جانیں کہ ہمیشہ قفس میں تھی اور لاچار تھی۔ اور جب
قفس سے باہر آئی تو پھر ہاتھ نہیں آتی۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ میں بھی فقیر ہو جاؤں گا۔ تو
حق تعالیٰ آپ کو بھی ہدایت دے کہ یہ دنیا دو روزہ کو چھوڑ کر یادِ حق میں مشغول ہو
جائیں۔ کہ آخر یہ دنیا چھوڑنی ہے اور یہ دو ہندی دوہڑے بھی لکھے۔

شرفا بھٹی مدہ چوئی دیکھت للچا جیو   اوسپر تیا جات ہے ہر گھنی دیر پیو

سر ہی بس کا تو نیڑا ہر ہیری کی کہان جی سر ساٹی رب ملی تو بی ستا جان

چنانچہ یہ فقیر دن رات خواجۂ بزرگؒ کے مزار اقدس سے مرشدِ کامل کے لئے دعا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک رات خواب میں معلوم ہوا کہ کوئی کہتا ہے کہ خواجۂ سلیمان کا مرید ہو جا۔ مگر میری تشفی نہ ہوئی اس لئے کہ حضرت کا نام مقام ان کے بیان سے معلوم نہ ہوا تھا پس فرماتے ہیں کہ ایک دن پھر اجمیر شریف میں مجھے اپنے جدّ بزرگوار حضرت سلطان التارکینؒ کی زیارت ہوئی۔ میں نے دہلی کا ارادہ چھوڑ دیا اور ارادہ کیا کہ چند دن ناگور شریف جا کر حضرتؒ کے مزار شریف پر معتکف رہوں اور ان سے اپنا مدّعا و مقصود طلب کروں۔ جہاں کے بارے میں وہاں سے حکم ہوگا وہاں چلا جاؤں گا اور مرید بھی ہو جاؤں گا۔ پس ناگور شریف جا کر اپنے جدّ بزرگوار کے مزار پر معتکف ہو گیا اور روزانہ گریہ وزاری اور منت سماجت سے دُعا کرتا تھا کہ مجھے کسی مُرشدِ کامل کے بارہ میں فرمادیں کہ وہاں چلا جاؤں اور اپنے مقصودِ حقیقی کو پالوں۔ اور یہ ابیات ہندی بھی وہیں تصنیف کر کے حضرتؒ کے مزار شریف پر پڑھتا تھا۔

یا حمید الدّین صوفی با صفا تم میرے دادا میں پوتا آپ کا
واسطے اللہ کے آیا پاس تجھ مُرشدِ کامل بتاؤ آپ مجھ
جس سے رستہ راہِ حق کا پوچھ لوں ہو یقیں شک و وہم سے آزاد ہوں

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں پندرہ روز وہاں رہا۔ یہاں تک کہ ایک رات یہ واقعہ دیکھا کہ حضرت جدّ بزرگوار بیٹھے ہیں اور بہت سے آدمی حلقہ باندھے حضرت کے اردگرد بیٹھے ہیں۔ میں دُور کھڑا ہوں۔ حضرت جدی الاعلےٰؒ نے میری طرف اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا اور بلایا۔ میں آپ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا۔ اس جگہ کیوں آیا ہے۔ میں رویا اور عرض کی۔ کہ خدا کی طلب میں اپنے گھر سے باہر نکلا ہوں کہ کوئی مُرشدِ کامل میرے ہاتھ آئے اور میرا مقصود حاصل ہو۔ حضرت موصوفؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ اے بیٹے یہ تیرھویں صدی ہجری کا دَور ہے۔ اس وقت مرشدِ کامل کہاں۔ البتہ ایک محمدّ سلیمان ہے وہ بزرگ کامل ہے۔ اور ہزارہا مخلوق اس کی مرید ہوتی ہے اور اپنے مقصود کو پہنچتی ہے۔ اس کے

پاس جاؤ کہ تیرا حصہ وہاں ہے۔ ان کا مرید ہو جا کہ تو مقصودِ حقیقی کو پہنچے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ وہ مجھے کیسے جانیں گے اور میری طرف کیسے التفات فرمائیں گے۔ اپنا ہاتھ تین مرتبہ اپنے سینہ پر مار کر فرمایا۔ میں تمہارے بارہ میں اچھی طرح ان سے لڑ کر کہوں گا۔ تم بے فکر ہو کر اُن کے پاس جاؤ۔ میری آنکھ کھُل گئی۔ شکرِ خدا بجا لایا۔ اور دوسرے دن ناگور شریف سے بیکانیر کے راستہ سے روانہ ہو گیا۔ بیکانیر سے بہاولپور، وہاں سے ملتان اور وہاں سے سنگھڑ شریف پہنچا۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت جدّ بزرگوار نے مجھے حضرت محبوبِ رحمٰن خواجہ محمد سیلمانؒ کی خدمت میں جانے کا حکم فرمایا۔ تو دوسرے دن میں نے اپنے برادران پیرزادگان سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور حضرت شاہ محمد سلیمانؒ کے مقام کی تلاش کی۔ چونکہ حضرت صاحبؒ اظہر من الشمس تھے۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ وہ خورشید برجِ محبوبی سنگھڑ شریف میں رہتا ہے۔ اگرچہ یہ فقیر حضرت صاحبؒ کے مقام سے واقف نہ تھا مگر حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے چند درویش ناگور میں رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے حضرت صاحبؒ کے مقام کا پتہ دیا اور نیز کہا کہ سنگھڑ شریف کا راستہ بیکانیر، بہاولپور اور ملتان کے راستہ سے ہے۔ پھر کہنے لگے کہ تو کیا کرتا ہے کہ حضرت سلطان التارکینؒ کی اولاد ہو کر افغان سے مرید ہوتا ہے کہ اس کی قوم پٹھان ہے۔ اور ہم سیّد زادے ہیں۔ میں نے کہا کہ اے بے بصرو جب میرے جدِّ بزرگوارؒ نے خود حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جانے کا حکم دیا ہے تو آپ کیوں منع کرتے ہو۔ میں ضرور اُن کی خدمت میں جاؤں گا۔

الغرض میں ہندوؤں کے ایک قافلہ کے ہمراہ بیکانیر گیا۔ اور ملتانی سنگ تراشوں کی مسجد میں اُترا۔ اس مسجد کے امام مولوی محمد اعظم صاحب تھے۔ متبرک بزرگ تھے خدا کو یاد کرنے والے اور عالمِ بے مثال تھے۔ میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ اور ابھی داڑھی کا آغاز تھا مگر مولوی صاحب موصوف کمال مہربانی فرماتے تھے۔ بلکہ اپنے بیٹے مولوی صدرالدین کو اور اپنے گھر کی دیگر عورتوں کو اس فقیر سے مرید کرایا۔ میں نے اُن سے حضرت صاحبؒ کے ملک کا نشان پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ بہاول پور کے راستہ سے جائیں کہ

وہاں ایک مولوی صاحب جو حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے ہیں، موجود ہیں۔ اُن سے حضرت صاحبؒ کا احوال پوچھنا چاہیئے۔ پس سندھیوں کے قافلہ کے ساتھ بینگل اور موج گڑھ کے راستہ سے بہاولپور پہنچا۔ بینگل اور موج گڑھ کے درمیان بڑا جنگل ہے۔ چالیس کوس تک آبادی نہیں ہے۔ الغرض بہاولپور میں مولوی نور جہانیاں صاحب کے مکان میں اُترا۔ انہوں نے بہت کرم فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ملتان میں نور محمد صاحب امام مسجد حمام حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے ہیں اُن کے پاس جانا چاہیئے۔ میں بہاول پور سے پاپیادہ روانہ ہوا۔ اور ملتان میں مولوی صاحب مذکور کے مکان پہ پہنچا۔ ان کی طرح کا خلیق اور عاشقِ پیر خود کسی کو نہیں دیکھا۔ بہت صالح تھے۔ مجھے بہت تسلّی دی۔ فرمایا کہ رمضان شریف کے بعد میں خود بھی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جاؤں گا۔ میرے ساتھ چلنا۔ اس وقت آٹھ ماہِ شعبان تھی۔ میں نے یہ بات قبول نہ کی اور میں نے کہا کہ مجھ پر اشتیاق غالب ہے۔ کل روانہ ہو جاؤں گا۔

چنانچہ وہاں سے روانہ ہو کر بارہ ماہِ شعبان ۱۲۵۰ھ کو تونسہ شریف میں پہنچا۔ چاشت کا وقت تھا۔ حضرت صاحبؒ کی مسجد میں جا کر نمازِ چاشت پڑھی۔ اور اپنے وظائف مثلاً درود مستغاث و درود اکبر جو مدتِ مدید سے میرا وظیفہ تھا، پڑھے۔ مولوی علی محمد صاحب نام کے ایک صاحب جو پیر عبدالرحمٰن قریہ کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت صاحبؒ کے مرید تھے وہاں بیٹھے تھے۔ ان سے میں نے پوچھا کہ حضرت صاحبؒ اس وقت کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ کہنے لگا کہ بنگلہ شریف میں مراقبہ میں مشغول ہیں۔ اور یہ وقت حضرت صاحبؒ کی مشغولی و خلوت کا ہے۔ اگر زیارت کی خواہش رکھتے ہو تو زوال کے وقت عام کچہری ہوگی اور تمام علماء و فقراء حضرت کی مجلس میں حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے۔ اس وقت زیارت کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا کہ میں تو ابھی زیارت کروں گا۔ اس بیت کے مطابق ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک   آتشِ شوق تیز تر گردد

یا

خورم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد   آرزومند نگارے بہ نگارے برسد

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ مجھ پر بے قراری بہت تھی اور بہت ہی اشتیاق تھا۔ اُس شخص نے کہا تمہیں اختیار ہے اس وقت خلوت میں جا کر زیارت کر لیں۔ پس میں نے اسباب اور وظائف کو اس شخص کے پاس مسجد میں رکھا۔ اور بنگلہ شریف میں چلا گیا۔

میں نے دیکھا کہ وہ ماہِ کنعانی یوسفِ ثانی خورشیدِ فلکِ محبوبی آنکھیں بند کئے قبلہ کی طرف رُخ کئے ہوئے مصلّے پر مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ میں گیا اور دو زانو ہو کر باادب خاموش حضرت صاحبؒ کے پاس بیٹھ گیا۔ دیر کے بعد آپ نے مراقبہ سے مبارک آنکھیں اٹھائیں اور میری طرف دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ بیا اے مردِ ہندوستانی ہندی ہستی" (آ اے مردِ ہندوستانی تو ہندی ہے؟) میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پس اُسی وقت یہ ہندی شعر پڑھا:

ہندو ہے بت پرست مسلماں خدا پرست
ہم بت رہے ہیں اُس کے جو ہے آشنا پرست

پھر فرمایا۔ کیسے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ نہ مجھے طلبِ دنیا ہے اور نہ طلبِ عقبیٰ رکھتا ہوں۔ طالبِ خدا ہوں۔ خدا چاہتا ہوں۔ میری پشت پر اپنا دستِ مبارک چند بار مارا۔ اور فرمایا۔ آفریں صد آفریں۔ مرد ہو۔ خوب آئے۔ پھر فرمایا کہ تو وہ ہے کہ کسی کا بھیجا ہوا آیا ہے۔ پس میں نے جانا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرے جدّ بزرگوار حضرت سلطان التارکینؒ نے جو مجھے ناگور میں تاکیداً فرمایا تھا کہ انہیں خوب جنگ کر کے تمہارے بارے میں کہوں گا یہ وہی اشارہ ہے جو یوں فرماتے ہیں۔ ضرور میرے جدّ بزرگوار نے انہیں کہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ جو اپنے جدّ بزرگوار یعنی حضرت سلطان التارکینؒ کا بھیجا ہوا آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ فرمایا۔ مرحبا۔ فی الحال مسجد میں جا کر بیٹھو کہ یہ میرا مشغولی کا وقت ہے۔ مغرب کے وقت تمہیں بیعت کریں گے۔ پس آپ فرماتے تھے کہ میں سلام کر کے پھر مسجد میں آ کر بیٹھ گیا۔ جب زوال کا وقت ہوا تو کچہریِ عام میں جا کر پھر زیارت کی۔

جب مغرب کا وقت ہوا تو حضرت صاحبؒ نے خادمِ خاص محمد اکرم کو بھیجا، وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ آپ نے مجھے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیا۔ اور فرمایا شریعت طریقت میں راسخ رہنا۔ پھر فرمایا۔ کچھ پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ چند فارسی کُتب فلاں فلاں پڑھی

ہیں۔ آپ نے مجھے شغل پاس انفاس و ذکرِ جہر کے وظائف کی تعلیم فرمائی۔ میں بیعت سے قبل بھی دو تین سال سے ذکرِ جہر کرتا تھا۔ اس کا بھی میں نے ذکر کیا۔ آپ نے ازسرِ نو اس کی ترتیب و ترکیب فرمائی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ غلام درود مستغاث اور درود اکبر بھی پڑھتا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ہمارے خاندان میں بھی درود مستغاث پڑھتے ہیں مگر اس کی زکوٰۃ دو۔ اس ترتیب سے کہ بدھ کے دن سے شروع کرو۔ ایک بار پڑھو۔ پھر ہر روز ۱۱ ویں دن تک ایک ایک بڑھاتے جاؤ۔ ۱۱ ویں دن ۱۱ بار پڑھو۔ پھر ۱۲ ویں دن دس مرتبہ۔ اور اسی طرح ایک، ایک کم کرتے رہو۔ جب ایک بار ہو جائے۔ پھر اس روز سے ہر روز فجر کے وقت ایک بار پڑھو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گیا اور ریاضت و مجاہدہ میں لگ گیا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت صاحبؒ سے میں نے کتاب آداب الطالبین شروع کی جس وقت سبق دینے کے لئے فقیر کو طلب کرتے تھے تو فرماتے تھے آ اے مردِ ہندی سبق لے لے۔ حافظ نور الدین ڈیڈی جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ مجازین سے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اے نجم الدین تمہیں مبارک ہو کہ حضرت صاحب تجھے اپنی زبانِ مبارک سے مرد کہتے ہیں۔ کتاب آداب الطالبین ختم کرنے کے بعد کتاب فقرات شروع کی۔ ۱۳ ماہ ذیقعد تک یعنی تین ماہ تونسہ شریف میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہا۔ پس ۱۴ ماہِ ذیقعد کو حضرت صاحبؒ سنگھڑ شریف سے اپنے مرشد قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ کی خانقاہ شریف کی طرف عرس مبارک میں شرکت کیلئے روانہ ہوئے۔ فقیر بھی حضرت صاحبؒ کے ساتھ آیا۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ ایک ہندوستانی خدا یار نام پستہ قد اور لمبے بالوں والا ایک سال سے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہتا تھا۔ کسی دوسرے شخص کا مرید تھا مگر حضرت صاحبؒ کے لنگر میں کھانا کھاتا تھا۔ اور قرآنِ پاک پڑھتا تھا۔ مگر حضرت صاحبؒ کو بُرا بھلا کہتا تھا اور حضرت صاحبؒ کے انکار میں بہت باتیں کرتا تھا۔ ہر روز حضرت صاحبؒ کے درویشوں سے لڑتا تھا۔ اور گالیاں دیتا

تھا اور کبھی میرے پاس آکر بیٹھ جاتا تھا اور حضرت صاحبؒ کے انکار کے سلسلہ میں کلام کرتا تھا۔ میں بھی اُسے سختی سے جواب دیتا تھا۔ میں اُن دنوں مولوی محمد عابد سوکڑی کے حجرہ میں رہتا تھا۔ وہاں حضرت صاحبؒ کا وضو کا پانی گرم ہوتا تھا اور مولوی جان محمد خادم خاص بھی اُسی حجرہ میں رہتا تھا۔ الغرض ایک دن حضرت صاحبؒ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں اپنے مصلّٰی پر بیٹھے تھے اور علماء و فقراء حضرت صاحبؒ کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے کہ مولوی محمود مفتی نے آکر حضرت صاحبؒ سے اس شریر ہندوستانی کا شکوہ کیا کہ حضرت وہ ہمیں گالیاں دیتا ہے اور ہمیشہ جنگ کرتا ہے۔ پھر کہا کہ حضرت جو ہندوستانی بھی آتا ہے، اسی شریر کی مثل ہوتا ہے۔ اس ضمن میں منشی محمد واصل نے عرض کیا کہ یا حضرت میاں نجم الدّین ہندوستانی آئے ہیں مگر بڑے مقبول شخص ہیں۔ آپ نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا کہ یہ درویش ہے اس کا ذکر نہیں ہے۔ فقیر بھی اس حلقہ میں بیٹھا تھا مولوی حافظ نورالدین ڈہڈی نے کہ میرے برابر بیٹھے تھے، مجھے مبارک باد دی اور کہا کہ شکر کر کہ حضرت صاحبؒ نے اپنی زبانِ مبارک سے تجھے درویش کہا ہے۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت صاحبؒ نے مجھے ذکر پاس انفاس، وقوفِ قلبی اور ذکرِ جہر کے بارے میں فرمایا تو میں دن رات باقاعدگی کے ساتھ انہیں پورا کرنے میں مصروف ہوگیا۔ جب دو تین دن گزرے تو میرا لطیفۂ قلبی جاری ہوگیا اور حد سے زیادہ ذوق و لذت پیدا ہوگئی۔ مگر چونکہ طالبِ خدا ہوگیا تھا اس لئے وہ طلب ایک ہی مقام پر رہی۔ البتہ عشقِ شیخ نے مجھ پر ایسا غلبہ کیا کہ ایک لحظہ بھی حضرت صاحبؒ کی صحبت و زیارت کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ان دنوں خلیفہ محمد یار لال صاحب جیؒ جو حضرت صاحبؒ کے کامل دوستوں میں سے تھے، تونسہ شریف میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولوی جان محمد خادم نے کہا کہ تو خلیفہ صاحب کی زیارت کے لئے نہیں جلئے گا۔ میں نے کہا کہ میرے لئے حضرت صاحبؒ کی زیارت کافی ہے۔ اس شعر کے مطابق :

میلِ ابروئے تو دارم قبلۂ من روئے تو
کافرم گر من بہ محرابِ دگر مائل شوم

مگر جس دن خلیفہ صاحب تشریف لائے تو حضرت صاحبؒ کی مجلس میں ان کی زیارت کی

صاحبزادہ مولوی قطب الدین صاحبؒ بن حضرت خواجہ محمودؒ بن حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ بن حضرت قبلہ عالم مہارویؒ اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت صاحبؒ کی زبانِ وحی بیان سے سُنا ہے کہ ایک دن فرماتے تھے کہ ہندوستان سے صدہا آدمی میرے پاس آئے مگر طالبانِ خدا اور راہِ کبریا کے صادقان سے صرف دو آئے۔ ایک شاہ صاحب محمد علی شاہ صاحبؒ اور دوسرے نجم الدین۔ یہ حضرت صاحب کی کمال توجہ و عنایت تھی کہ اس فقیر کے حق میں ایسا فرمایا۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ ایک رات تونسہ شریف میں اسی سالِ اوّل میں واقعہ میں دیکھا کہ حضرت صاحبؒ نے غسل فرمایا ہے اور مجھے فرمایا کہ میرے اس بقیۂ آبِ غسل سے جو برتن میں ہے، غسل کرو۔ پس میں نے اُس پانی سے غسل کیا۔ نیز ایک رات انہیں ایّام میں واقعہ میں دیکھا کہ گویا میں حضرت صاحبؒ سے کتاب فقرات کا سبق لے رہا ہوں۔ اس وقت حضرت صاحبؒ نے مجھ سے پُوچھا کہ تمہارے جدّ بزرگوار کا عُرس کس تاریخ کو ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ ۲۹۔ ربیع الاوّل کو۔ فرمایا کہ میں بھی اس عرس میں ناگور میں ہوں گا۔ پس دیکھا کہ ناگور میں تشریف لائے ہیں۔ اور فقیر بھی حضرت صاحبؒ کے ہمراہ ہے۔ جب خانقاہ شریف کے دروازہ پر پہنچے تو میں نے حضرت صاحبؒ کے جُوتے اپنے ہاتھوں میں اُٹھا لیے۔ حضرت صاحبؒ آگے آگے اور فقیر پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ جب جدّ اعلےٰ کے مزار شریف پر پہنچے تو فاتحہ پڑھی اور پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا کہ تجھے ناگور کی ولایت دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ عنایت فرمائیں۔ فرمایا تمہیں اس جگہ کی ولایت دی۔ بعد مزار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں گویا کوئی بلند مقام ہے اس کی سیڑھیوں پر چڑھ کر اُوپر جا رہے ہیں اور میں حضرت صاحب کے پیچھے پیچھے ہوں پس وہاں گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرّف ہوا۔

چنانچہ اصل واقعہ اسی طرح ظہور میں آیا کہ حضرت صاحبؒ فتح پور میں جو علاقہ ناگور میں ہے، خود بخود قیام فرما ہوئے اور وہاں مقام کی خصوصیت معلوم نہ ہوتی تھی کہ ناگہاں

ایک شخص بادشاہ کا فرمان لایا کہ جس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ فتح پور علاقہ ناگور ہے اس دن سے پتہ چلا کہ اس جگہ اقامت کا کیا سبب تھا ورنہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ فتح پور علاقہ مذکور ہے۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ تمام معاملات سالِ اوّل میں رہی تونسہ شریف میں دیکھے۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ بعد ازاں جب حضرت صاحب خواجہ تونسویؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس پر تشریف لائے تو اس جگہ کتاب سیر الاولیاء پڑھی۔ البتہ تصوّرِ صورتِ شیخ کا ایسا غلبہ تھا کہ نماز کے وقت میں بھی سجدہ گاہ میں وہ صورت و علامتِ سجدہ جو حضرت صاحبؒ کی جبینِ مبارک پر تھی مجھے اعلانیہ بے مقصد نظر آتی تھی۔ کیونکہ اٹھارہ سال کا ناپختہ تھا اس معاملہ سے بے خبر تھا۔ میرے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا میری نماز میں خلل پڑتا ہو۔ فرمایا یہ خوب خیال ہے۔ پنجابی زبان میں فرمایا "اس کو تکڑا رکھو" نیز حضرت صاحب فرماتے تھے کہ جس وقت خانقاہ شریف میں خلوت کے وقت حجرہ میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرضِ حال سے پہلے ہی مجھ پر عام شفقت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ خاطر جمع رکھ تمہیں اچھی طرح رخصت کریں گے۔ چند دنوں کے بعد خانقاہ شریف سے پاک پٹن شریف کی طرف حضرت گنج شکرؒ کے عرس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ میں بھی ہمراہ گیا۔ سات دن وہاں رہے۔ ایک دن چھ ماہ محرم کو بعد نماز ظہر و تلاوت قرآن شریف حضرت صاحبؒ پاک پٹن شریف میں اپنے بنگلہ شریف میں بیٹھے تھے اور فقیر آپ کے چہرہ مبارک کے روبرو بیٹھا تھا۔ میری طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور بلایا۔ میں نزدیک گیا۔ میرے کان میں فرمایا کہ کل اشراق کے وقت میرے پاس آنا کہ تمہیں رخصت کریں گے۔ دوسرے دن اشراق کے وقت خدمت میں حاضر ہوا۔ امرِ خلافت سے ممتاز فرمایا۔ اور اس طرح اپنے غلام کے حال پر توجہ فرمائی کہ میں جانتا ہوں یا وہ جانتے ہیں۔

قطعہ

چشیدم ذائقہ از نظرِ خاصیش — کہ او داند یا داند دلِ من
ہمینت آرزوئی من الٰہی — بیندازی بپائین او گلِ من

پھر فرمایا کہ فی الحال تمہیں اپنے وطن جانے کی اجازت ہے۔ ایک دفعہ پھر میرے پاس آنا۔ نیز مجھے بیعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا۔ اور حکم دیا کہ جو طالب خدا تیرے پاس آئے اسے راہِ خدا تلقین کرنا۔ اور مغرب کے وقت کلاہِ مبارک۔ پیراہن اور اپنا خرقۂ خاص مجھے عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے خاندان میں دو کتابیں ہیں۔ ایک کشکول دوسرے مرقع۔ جسے خلافت دیتے ہیں، ان کتابوں کی بھی اجازت دیتے ہیں۔ انہیں لکھ لینا۔ میں نے قبول کیا۔ اپنے وطن میں آیا۔ میرے گھر دونوں کتابیں موجود ہیں۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ جس وقت فقیر حضرت صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوا تھا تو میں نے عرض کی تھی کہ یا حضرت میرا بیٹا نصیر الدین ہے جس کی عمر دس سال ہے اور میری چچازاد بہن امراؤ بانو ہے۔ جسے مجھ پر بہت اعتقاد ہے۔ ان دونوں کو بھی بیعت فرمالیں۔ فرمایا تھا کہ تیرے رخصت ہوتے وقت دیکھا جائے گا۔ جس دن مجھے اپنی خلافت سے ممتاز فرمایا، اس کے پانچ ماہ بعد خود بدولت نے یاد فرما کر حکم دیا کہ تجھے اور تیرے بیٹے اور تیری بہن کو مرید کیا۔ پس سات محرّم کو حضرت صاحبؒ خانقاہ شریف کی طرف روانہ ہوئے اور فقیر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا۔ جب اپنے شہر جھوبخبوں پہنچا تو سات ماہ وہاں رہا۔ مگر اس سات ماہ میں حضرت محبوبؒ کے جمالِ باکمال کے بغیر بے قرار اور بے صبر رہتا تھا اور زبانِ حال سے یہ شعر پڑھتا تھا:

کے بود یارب کہ من در سنگھڑ و تونسہ روم
کے ببینم روئے جاں کے قدمبوسی کنم
اشتیاقِ دیدن رویش زحد بگذشتہ است
یاخدا برساں مرا تا روئے جاناں بنگرم

آخر وہاں سے پاپیادہ روانہ ہوا اور پھر سنگھڑ شریف پہنچ کر حضرت صاحبؒ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ اور رمضان شریف وہاں گزارا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے جب دوسری مرتبہ سنگھڑ شریف پہنچا تو حضرت صاحبؒ اپنے مصلّیٰ پر بیٹھے تھے اٹھ کر فقیر سے معانقہ کیا اور اپنے سینہ اور قلب میں مجھے لیا۔ پھر

حکم دیا کہ میاں صالح محمد کے پاس جاکر کتاب کشکول لاؤ تاکہ تمہیں شروع کراؤں۔ پس کتاب لاکر شروع کر دی۔ اس کو ختم کرنے کے بعد لوائح مولانا جامیؒ شروع کی۔ تین ماہ وہاں رہا۔ پھر حضرت صاحبؒ کے ہمراہ چودہ ذیقعد کو تاج سرور کی طرف حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس میں شرکت کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ دو ماہ وہاں رہے اور کتاب مرقع حضرت صاحبؒ سے وہاں خانقاہ شریف میں شروع کی۔ پھر حضرت صاحبؒ نے مجھے واپس وطن جانے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور خود بدولت سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس سال حاجی صاحبؒ پاکپٹن شریف بھی گئے۔ اور پھر وطن آکر یادِ خدا میں مشغول ہوگئے۔

فرماتے تھے کہ میں تیسری مرتبہ رمضان شریف سے قبل سنگھڑ شریف پہنچا اور اس سال کتاب عشرہ کاملہ عربی پڑھی۔ پھر ماہِ ذیقعد کی مذکورہ تاریخ کو خانقاہ قبلہ عالمؒ کی طرف حضرت صاحبؒ کے ہمراہ گیا۔ اور وہاں رسالہ تقسیم اوقات عربی پڑھا اور اورادِ نصیریہ کی اجازت حاصل کی۔ نیز سلسلہ قادریہ نقشبندیہ و سہروردیہ کی اجازت پائی۔ پھر حضرت صاحبؒ کے ہمراہ پاکپتن شریف حضرت گنج شکرؒ کے عرس پر گیا۔ پھر وہاں سے اجازت لے کر اپنے وطن آگیا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ فقیر کا دستور تھا کہ سال کے بارہ مہینوں کو چار حصوں میں تقسیم کر لیتا تھا۔ ایک حصہ سنگھڑ شریف میں رہتا ہے۔ ایک حصہ اجمیر شریف میں، ایک حصہ دہلی میں اور ایک حصہ اپنے گھر میں رہتا تھا۔

چوتھی بار پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں سنگھڑ شریف گیا اور دیوانِ حافظ اور شرح گلشن راز اس سال پڑھی۔ اور پھر حضرت صاحبؒ کے ہمراہ تاج سرور میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر آیا اور وہیں سے رخصت لے کر اپنے وطن آگیا۔ اس سال حضرت صاحبؒ پاک پتن شریف نہ گئے۔ یعنی حضرت صاحبؒ کا دستور تھا کہ ایک سال پاکپتن شریف جاتے تھے اور ایک سال نہیں جاتے تھے۔ البتہ اپنے پیر حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تاج سرور میں ہر سال بلا ناغہ جاتے تھے۔

پانچویں مرتبہ سنگھڑ شریف حاضر ہوا۔ چند ماہ وہاں رہا۔ پھر حضرت صاحبؒ کے

تعلیم الاوراد ۶ رجب ... تعلیم الاوراد

ساتھ تاج سرور آیا۔ اور وہاں سے پاکپتن شریف حضرت صاحبؒ کے ہمراہ آیا۔ اور اس سال صاحبزادگان گل محمد جیوؒ اور اللہ بخش جیوؒ اور خیر محمد جیوؒ بھی حضرت صاحبؒ کے ہمراہ تھے پاکپتن سے رخصت ہو کر اپنے وطن آ گیا۔

چھٹی مرتبہ پھر سنگھڑ شریف گیا۔ چند ماہ وہاں رہا۔ پھر حضرت صاحبؒ کے ساتھ تاج سرور آیا اور دو ماہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہ میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہا۔ اس سال حضرت صاحبؒ پاکپتن شریف نہیں گئے۔ جب حضرت صاحب خانقاہ شریف سے اپنے وطن روانہ ہوئے تو فقیر موضع شمس سیال تک ساتھ گیا اور وہ خانقاہ شریف سے تین چار کوس پر ہے۔ حضرت صاحبؒ کی پہلی منزل وہی تھی۔ پس دوسرے دن فقیر کو رخصت کیا۔ میں اپنے وطن آیا۔ ایک ماہ رہا۔ پھر دہلی خواجگانِ چشتؒ کی زیارت کے لئے چلا گیا۔ وہاں سے آ کر چند روز جھونجھنوں میں رہا۔ پھر مکّہ معظّمہ کی طرف حج کے لئے روانہ ہوا۔ اور مکہ معظمہ کی طرف روانگی کا باعث یہ تھا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دن یہ فقیر اپنے جدّ بزرگوار حضرت مخدوم حسین ناگوریؒ کے چلّہ کی خانقاہ کی مسجد میں بوقت زوال قیلولہ کئے ہوئے تھے اور سویا ہُوا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ گویا میں مکّہ معظّمہ میں گیا ہوں اور کعبہ شریف کا طواف کر رہا ہوں۔ اور وہاں سے پھر مدینہ منوّرہ گیا ہوں۔ اور روضۂ منوّرہ کا طواف کر رہا ہوں۔ جب بیدار ہوا تو حرمین الشریفین کے شوقِ زیارت اور اشتیاقِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر غلبہ کیا۔ چنانچہ میں نے حج کا ارادہ کیا۔

حاجی صاحبؒ کے حرمین الشریفین کی طرف جانے کا ذکر

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ جب اس فقیر نے حج کا ارادہ کیا تو میرے والد بزرگوارؒ نے منع کیا اور فرمایا کہ والدین کی مرضی کے بغیر اگر کوئی حج پر جائے تو قبول نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ ہاں مگر میں اب نہیں رہ سکتا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے اشتیاق نے بے قرار کر رکھا ہے۔ البتہ آپ کی مرضی کے بغیر میرے جانے میں آپ کے دو نقصان ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کا بیٹا گھر سے چلا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اس کا حج قبول نہ ہوگا پس آپ کے راضی نہ ہونے کا کیا فائدہ ہوگا۔ مسکرا کر فرمایا کہ جاؤ خدا کے سپرد کیا۔ میں راضی ہوں۔ اُن دنوں مجھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق اس قدر غالب تھا کہ اگر کوئی مانع ہوتا تو مجھے حالت و رقت ہو جاتی۔ اور نعرے لگاتا اور حالت کرتا۔ پس میں نے دو سو روپیہ کی ہنڈی کرائی اور ایک گھوڑا خریدا اور پچیس روپے دیگر اخراجات کے لئے پاس لئے اور چاہا کہ کل روانہ ہو جاؤں گا۔ جس دن روانہ ہوتا تھا اُس رات کو بالاخانہ پر سو رہا تھا کہ آدھی رات کے وقت میری آنکھیں بیدار ہوئیں۔ اس وقت ذکر پاس انفاس کا زور تھا اور نوافل کا وقت تھا۔ پس بیٹھ کر تصورِ شیخ کے ساتھ ذکرِ مذکور میں مشغول ہو گیا۔ اسی حالت میں مجھے غنودگی ہو گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ گویا حضرت صاحبؒ میرے بالاخانہ پر بیٹھے وضو کر رہے ہیں۔ اور میں اور ایک اور شخص حضرت صاحبؒ کے سامنے دست بستہ حسب معمول کھڑے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ لوگ حج پر جاتے ہیں۔ خیر یہ بھی نیک کام ہے۔ البتہ ہم اپنے پیروں کو قبلہ و کعبہ سمجھتے ہیں اور ان کی زیارت کو حج سمجھتے ہیں۔ پھر جوش میں آکر فرمایا بلکہ خدا و رسول بھی پیروں کو ہی سمجھتے ہیں۔ جب اس خواب سے آنکھ کھلی تو میں رونے لگا اور یہ ہندی دوہرہ پڑھنے لگا:

سپنا ای تو سو لکھنا اد تم تمہاری ذات — سو کوساں ساجن بسے آن ملاوے رات

ے نہ خوابی بود بل بیداری بود
که از جانب صنم دلداری بود

پس میں نے جانا کہ اس اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبؒ کی مرضی نہیں ہے کہ میں حج پر جاؤں۔ پھر مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ پھر اسی حالت میں دیکھا کہ گویا حضرت صاحبؒ تشریف فرما ہیں اور بہت سے درویش حلقہ باندھے حضرت صاحبؒ کے گرد بیٹھے ہیں۔ میں بھی جا کر حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر گیا۔ حضرت صاحبؒ نے میرا کان پکڑا اور یہ ہندی مصرع پڑھا:

مصرعہ: جو ہمیں چاہتا ہے ہم بھی اوسے چاہتے ہیں

نیز ایک فارسی شعر پڑھا۔ میرا ظنِ غالب یہ ہے کہ یہ شعر تھا:

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

جب آنکھ کھلی تو اس خواب سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضرت صاحبؒ کی مرضی میرے حج پر جانے میں نہیں ہے۔ دل کو کمال اضطراب پیدا ہوا اور سنگھڑ شریف کا شوق غالب ہوا۔ مگر چونکہ روپے بقّال کو دے کر ہنڈی کرائی تھی اور ملک میں مشہور ہو گیا تھا کہ فلاں حج پر جا رہا ہے۔ اس لئے جب دن چڑھا کبھی میرے دل میں خیال آتا کہ سنگھڑ شریف کی طرف جاؤں اور کبھی دل کرتا کہ حج پر جاؤں۔ آخر بلدہ جھونجنوں سے روانہ ہو کر فتح پور میں آیا۔ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ کے عرس کے دن قریب تھے۔ اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوا۔ جب بلدہ کچیل میں، جو اجمیر شریف سے اس طرف آٹھ کوس پر ہے، پہنچا تو پھر حضرت صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ گویا حضرت صاحبؒ حج کی تیاری کر رہے ہیں اور چند درویش حضرت صاحبؒ سے عرض کرتے ہیں کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ حج پر لے چلیں۔ میں بھی حضرت صاحبؒ کے پاس کھڑا ہوں۔ میری طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا کے فرمایا کہ کسی کو ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ البتہ اس نجم الدین کا دل حج کرنے کو چاہتا ہے اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ جب آنکھ کھلی خدا کا شکر بجالایا اور کہا الحمد للہ کہ اب حضرت

میرے حج پر راضی ہو گئے ہیں اور خود بدولت میرے ہمراہ جا رہے ہیں۔

با تست خضر قافلہ شد شد نشد نشد — چوں پیر کامل است شد شد نشد نشد
شوق طواف کعبہ اگر دامنت گرفت — اسباب زاد راحلہ شد شد نشد نشد
احمد تو عاشقی بہ مشیخت ترا چہ کار — دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

الغرض میں اجمیر شریف پہنچا اور خواجہ بزرگ رح کے عرس سے فارغ ہو کر بمبئی کی طرف روانہ ہوا اور وہاں ڈیڑھ ماہ جہاز کے انتظار میں رہا۔ فرماتے تھے کہ ایک دن سمندر کے کنارے جہاں حاجیوں کا قافلہ پڑا تھا۔ میں بھی وہاں گیا۔ ایک حاجی نے میرے سامنے کہا کہ میں نے بیت المقدس کی زیارت کی ہے۔ نیز ملک روم و شام بھی دیکھے ہیں کہ فلاں جگہ فلاں پیغمبر کا مزار ہے۔ اور فلاں جگہ فلاں کا مزار ہے اور مقام عرفہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا، دیکھا ہے۔ اس حاجی کی باتیں سن کر فقیر کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ بار بار اس ملک میں آنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے تمام زیارتیں کر کے پھر اپنے ملک واپس جاؤں گا۔ فوراً اس خیال کے آتے ہی اسی رات حضرت صاحب رح کو خواب میں دیکھا۔ گویا بیٹھے ہیں۔ جب میں نے قدمبوسی کے لئے سر نیچا کیا تو مجھے تنبیہ کی اور فرمایا کہ میرے پاس سے جہاں کا ارادہ کر کے چلے تھے وہاں جاؤ۔ اس ملک میں بہت درویش ہیں۔ ان سے ملاقات کر لینا میرے پاس تجھے کیا کام ہے یہ سب کچھ ناز محبوبانہ سے فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی درگاہ کا کتا ہوں۔ اور کہاں جاؤں اور کس سے غرض رکھوں۔ فرمایا۔ تو نے شام کے ملک میں جانے کا ارادہ کیا تھا وہاں جاؤ۔ میں نے کہا میں وہاں ہرگز نہ جاؤں گا۔ مسکرا کر فرمایا۔ کہو میرے پاس کب آؤ گے۔ میں نے عرض کیا جس وقت حکم فرمائیں۔ فرمایا کہ توحج کر کے اور زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کر کے میرے پاس آ۔ اس دن سے ملک شام جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور حضرت پیر و مرشد کی زیارت کا شوق غالب آ گیا۔ الغرض جہاز پر سوار ہوا۔ منقول ہے کہ حاجی صاحب رح نے اپنی آنکھوں کو سہ گونہ حقیقت کی کثرت ذوق و شوق سے اس قدر بے خود بنا رکھا تھا کہ گویا ایک جام شراب پی چکے ہیں۔ چار ایرانی آدمی تھے۔ جب بھی حاجی صاحب رح

کی خدمت میں حاضر ہوتے تو یہ مصرع کہتے تھے :

اے پسرِ من خوردہ چشت گواہی میدہد

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں کعبہ شریف دو ماہ میں پہنچا یعنی ۲۲ رمضان المبارک کو جہاز پر سوار ہوا تھا اور ذوالحجہ میں بابِ کعبہ شریف کی زیارت کی اور حج کر کے بائیس دن مکہ معظمہ میں رہا۔ پھر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوا۔ فرماتے تھے کہ ایک دن جہاز پر تھا کہ میری نظر ہلالِ عید پر پڑی تو حضرت صاحبؒ کے ابرو کا خیال آگیا۔ اسی وقت یہ غزل کہی :

غزل

ہلال ابروئے جاناں کا تصور تجھ میں آتا ہے
وگرنہ دیکھنا تیرا کس کافر کو بھاتا ہے
تصوّر یار کا رہتا ہے دل پہ میرے ہر ساعت
شراب بےخودی ہر دم ہمیں ساقی پلاتا ہے
نظر اپنی کہو یارو وہ ڈالے غیر پر کیونکر
کہ جس کی آنکھ میں آکر جمال ان کا سماتا ہے
گئے ہیں ہوش مدّت سے نہیں بس میں ہے دل میرا
نصیحت کر مجھے اے مدّعی اب کیوں جلاتا ہے
اگر یہ دردِ دل میرا کوئی دیکھے تو جب دیکھوں
قوّالِ عشق جب آکر ہمیں غزلیں سناتا ہے
وسیلہ دو جہانوں میں سلیمانؒ ہے نجم تیرا
تسلّی رکھ ذرا دل میں کہ تو اس کا کھاتا ہے

فرماتے تھے کہ ایک دن میدانِ منیٰ کے بازار سے کعبہ شریف کے طواف کے لئے آرہا تھا اور یہ پرانی غزل گا رہا تھا۔ تصوّرِ شیخ دل پر غالب تھا

غزل

اگر وہ بُت کسی صورت سے میرا رام ہو جاوے میں پوچھوں اس عقیدت سے کہ کفر اسلام ہو جاوے

تیری ترچھی نگاہوں نے رکھا ہے نیم بسمل کر — اگر پھر کر ادھر دیکھو تو میرا کام ہو جاوے

اس غزل کے دوسرے شعر یاد نہ تھے تو اسی انداز کی ایک غزل اسی وقت تصنیف کی۔

غزل

اگر یک شب میرے گھر میں تو اے خودکام ہو جاوے
تمہارے لطف و احساں کا شہرہ عام ہو جاوے
مریض عشق ہوں جاناں ذرا پڑھئے فسوں مجھ پر
کہ اس آزارِ ہجراں سے مجھے آرام ہو جاوے
تمہارے شکر کا ہر دم کروں سو بار میں سجدہ
خدا گر وہ بُت بدکیش میرا رام ہو جاوے
وہ مجنوں بھی بصد افسوس ملے ہاتھ کو اپنے
دیوانہ پن ہمارے کی اگر اعلام ہو جاوے
وصالِ یار تک یارو نہ پہنچے گا کوئی ہر دم
مگر وہ ہے کہ اپنے سے کوئی گمنام ہو جاوے
صنم کے واسطے یارو پھرا ہوں دربدر شاید
کسی کوچے گلی اندر میں اس کے شام ہو جاوے
شراب ارغوانی سے پلا دے یک قدح ساقی
بلا سے ہے تمہارے گر کوئی بدنام ہو جاوے

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حج مبارک سے فراغت کے بعد چند روزہ مکہ میں رہ کر ایک ترکوں کے قافلہ کے ساتھ جو پانچسو شتر سوار تھے، مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور دس روز میں مدینہ شریف پہنچے۔ بائیس دن یہاں رہے اور اپنے مقصود کو پہنچے۔ پھر مکہ معظمہ آئے۔ حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ جب تاج سرور میں حضرت صاحبؒ کے ہمراہ سنگھڑ شریف سے آیا تھا اور وہاں تعلیم اوراد عربی

یہ پڑھتے تھے اور اس رسالہ مذکور میں جہاں اورادِ نصیریہ کا حوالہ آتا ہے حضرت صاحبؒ نے عین سبق دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ان اوراد کو لکھ لے۔ پس میں نے لکھ لئے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کی تھی کہ اورادِ نصیریہ کے پڑھنے کے بارہ میں کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ تمہیں کس لئے اجازت دی تھی۔ پس اس دن سے چند اوراد حفظ کر لئے تھے اور پڑھتا تھا۔ البتہ سورۃ انّا فتحنا کو کہ بوقتِ عصر نماز کے بعد پڑھتا تھا مگر وہ یاد نہ کی تھی جس وقت مکّہ سے روانہ ہوا۔ تو مدینہ شریف تک اُسے یاد کر لیا تھا اور عصر کے بعد پڑھتا تھا۔ نیز ضبط و ثواب کے لئے نمازِ تہجد کے بعد بھی ہر روز پڑھتا تھا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ مدینہ طیبّہ میں ایک رات نمازِ تہجد کے بعد ذکرِ قلبی جوش میں تھا اور دل اس ذوق میں مشغول تھا تو میں نے سورۃ انا فتحنا نہ پڑھی۔ اور مشغولی اور مراقبہ میں بیٹھا رہا مجھے عین مراقبہ میں غنودگی آ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور صحابہ کرامؓ آپ کے نزدیک حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور گویا اس سورت کا نزول اس وقت ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک قلم دوات رکھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے سورت لکھ کر دیتے ہیں۔ اور امر فرماتے ہیں کہ اس سورت کی قضا نہ کرنا۔ ہر روز بلاناغہ پڑھا کرو۔ حالانکہ میں نے اُس وقت ترک کی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس دوات قلم رکھی دیکھی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مجھے ایک تعویذ لکھ کر دیں۔ میری طرف متوجہ ہو کر اور مسکرا کر فرمایا کہ تو محبت کا تعویذ مجھ سے طلب کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ پس اُس دن سے سورۃ مذکور کو کبھی ناغہ نہ کیا۔ اگر کبھی قضا ہو جائے تو دوسرے وقت پڑھ لیتا ہوں۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ دو تین دن بعد ایک دفعہ پھر مدینہ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا۔ اس طرح کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضہ شریف میں داخل ہوا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سو رہے ہیں۔ اور سر پر سبز رومال باندھا ہوا ہے۔ میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے ہوئے دیکھا تو غایت شوق سے درود

شریف "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" پڑھتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور میرے جسم پر لرزہ طاری ہے ایسا کہ کھڑے ہونے کی تاب نہیں ہے پس چند قدم ہٹ کر کھڑے ہو کر یہ بیت زلیخا پڑھا :

بروں آور سر از بُرد یمانی   کہ روئے تست صبح زندگانی

یہ شعر سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور بیٹھ گئے ۔ اور مجھے فرمایا " یا ادبا ادبی " میں اس کلام کے معنی میں یقینی طور پر نہیں کہ سکتا کہ کیا معنی ہیں ۔

یہ حقیر نقیر پُر تقصیر (جنہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ سوانحی خاکہ لکھا ہے) اس واقعہ کے بارہ میں کہتا ہے کہ اگرچہ میں اس حدیث کی تفسیر بیان کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا مگر عرض کرتا ہوں کہ ادب کے معنی لغات میں "ہر شے کی نگہداشت" کے ہیں ( ) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ان معنوں میں عبدیت محض ہے تاکہ عبد قطعیت عبد تک پہنچ جائے اور ربوبیت سے مشابہ نہ رہے ۔ اور عبدِ محض کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا سب اختیار سلب ہو جائے حتیٰ کہ اس کی ذات ذاتِ حق ہو جائے ۔ اور اس کا اپنا حال ، اس کی صفات اور اس کے افعال ایک طرف رہ جائیں تو یہی اعلیٰ اور بلند ترین مرتبہ ہے ۔ جیسے کہ اذان میں "عبدہٗ ورسولہٗ" کہا جاتا ہے ۔ اور جس میں تھوڑی بہت ربوبیت موجود ہو ۔ اُسی قدر نقصان ہے ۔ اور ادب فعلِ متعدی ہے ۔ پس ادیب کے معنی ادب دینے والا ہے ۔ پس قاعدہ ہے کہ جس میں لغوی معنی بکثرت و زیادہ پائے جائیں اُسے صیغہ جمع سے یاد کرتے ہیں ۔ چنانچہ " سلطان الاولیاء " کو نظام الدین اولیاءؒ کہتے ہیں حالانکہ آپ ذات واحد ہیں ۔ پس چونکہ حضرت مرشدی و مولائی حاجی صاحبؒ کی ذات میں ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے پایا جاتا ہے کہ خود سے فانی ہیں اور خود سے کچھ باقی نہیں ہے بلکہ دوسروں کو فنا و بقا کے مقام تک پہنچاتے ہیں : ؎

بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است

در سراپائے وجودت ہنری نیست کہ نیست

پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم " ادبا " کے لفظ سے صیغہ جمع میں یاد فرمایا اور ضمیر متکلم

مضاف الیہ کی خصوصیت اس پر مزید برآں ہوئی جو وہ ذات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھتے ہیں۔ وہ درحقیقت ذات خدا ہے۔ پس معنی یہ ہے کہ لے ادب دینے والے میں تیرے لئے آداب حقیقی ہوں۔ آؤ۔ یعنی اے وُہ شخص جو لوگوں کو دنیائے حقیقت تک پہنچاتے ہو۔ ایک کامل اولیاء کا یہ ایک ادنیٰ کمال ہے کہ وہ ایک کمتر شخص کو اعلیٰ مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے مہمان بننے کی دعوت دینا ہے۔ تو پھر اس لحاظ سے اس کا معنی یہ ہوا کہ آؤ تم چونکہ لوگوں کو بکثرت دعوت دیتے ہو آؤ میں تمہاری مہمانی کروں۔ کیونکہ آپ لوگوں کو بقا دفنا کی حقیقی مہمانی کی دعوت دیا کرتے ہو۔ اس لئے رسُولِ پاک کی مہمانی پر آؤ۔ فنا کے لفظ کی بظاہر گنجائش نہیں نکلتی تاہم دونوں لحاظ سے مفہوم ایک ہی بنتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ دو تین دن کے بعد پھر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ڈیرہ میں تشریف لائے ہیں۔ میں نے شطرنجی کا فرش کیا تاکہ اس پر تشریف رکھیں۔ فقیر کو وجد ہو گیا۔ پھر تشریف لے گئے۔ میں نے اس کے بعد اس شطرنجی کو اپنا پیراہن بنا لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اس پر پڑے تھے۔ الغرض جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچے تو مجھ پر اپنے پیر و مرشدؒ کی زیارت کا شوق غالب آ گیا۔ چاہتا تھا کہ کسی طرح اڑ کر حضرت صاحبؒ کی قدموں میں پہنچ جاؤں۔ وہاں کے لوگوں نے اور حاجی عبداللہ تنیدپوریؒ نے بھی جو میرے پیر بھائی تھے اور میرے رفیق سفر حج تھے۔ کہا کہ ابھی تین ماہ ہندوستان کے سفر کے لئے ہوا اس نہیں ہے۔ جہاز اس طرف نہیں جاتے۔ یہاں مکہ میں تین ماہ رہنا ہو گا۔ جب ہوا تبدیل ہو گی اس وقت روانہ ہوں گے۔ مجھے یہ سُن کر اور زیادہ بے قراری ہو گئی۔ اور حضرت صاحبؒ کی زیارت کے شوق نے غلبہ کیا۔ میں نے پُوچھا۔ کہ کسی ملک کا موسم ہے یا نہیں۔ اگر دریا سے عبور کروں پس کسی طرح سنگھڑ شریف پہنچوں۔ کہنے لگا کہ مولوی تراب علی نقشبندی ابوالعلائی بغداد جا رہے ہیں اور فی الحال جدہ میں ہیں۔ اس نے جہاز کرایہ پر کیا ہے۔ اگر جانا منظور ہے تو کل روانہ ہوں گے۔ آج تم جدہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور ان سے ملاقات کر لو۔

فقیر نے اسی روز کرایہ کیا۔ غروب کے وقت روانہ ہوا اور اگلے دن چاشت کے

وقت جدّہ پہنچا۔ مولوی صاحب سے ملاقات کی۔ انہوں نے بہت محبّت کی۔ اور کہا کہ میں نے چار آدمیوں کا کرایہ دیا ہے۔ ہم تین آدمی ہیں۔ تمہارا کرایہ نہیں لیں گے۔ میرے ساتھ جہاز پر سوار ہو جائیں اور کھانا بھی میرے ساتھ کھائیں۔ اور یہ مولوی تراب علی صاحب خواجہ ابو البرکات کے مرید تھے۔ اور خاندانِ نقشبندیہ ابو العلائی میں سے تھے۔ البتہ سنگھڑ شریف میں حضرت صاحبؒ بن مولانا فخر الدّینؒ کے ہمراہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں ایک سال رہے تھے اور فیض حاصل کیا تھا۔ میرے سامنے حضرت صاحبؒ کی بہت تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے تمام عمر بہت سیر کی ہے مگر ایسا شیخِ وقت کسی جگہ نہیں دیکھا ہے۔ اور یہ غزل انہیں مولوی صاحب نے کہی ہے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے:

عشق است بے نشاں کہ بہر شاں برآمدہ
واجب وجوب دارد و امکاں برآمدہ

اور اس کا آخری شعر یہ ہے:

شد فخرِ دین نورِ محمّد عیاں نمود
زاں پس بکرّ و فرِ سلیماں برآمدہ

الغرض ان کے ہمراہ جہاز پر جدّہ سے سوار ہُوا اور دو ماہ سمندر میں رہا۔ یہاں تک کہ مسقط میں پہنچا۔ اور میرا ارادہ یہ تھا کہ پہلے بصرہ، بغداد اور رُوم اور پھر ولایت و خراسان کے راستہ سنگھڑ شریف پہنچ جاؤں گا۔ مگر جہاز میں میں نے سُنا کہ مسقط سے حیدر آباد سندھ قریب ہے۔ اور کلاچی کی کشتیاں مسقط میں آتی ہیں اور کلاچی سے حیدر آباد ساٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ پس پہلا ارادہ فسخ کر دیا۔ کیونکہ میرا مقصود جہاں گردی نہیں تھا۔ بلکہ سنگھڑ شریف پہنچنا تھا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
مے برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

پس ارادہ کیا کہ کلاچی سے سوار ہو کر حیدر آباد کے راستہ سے سنگھڑ شریف پہنچ جاؤں مگر جب مسقط میں پہنچے اور تمام کشتیاں روانہ ہوئیں تو خدا کی مرضی یہی تھی کہ پہلے اپنے گھر

پہنچوں۔ میرے ملک کا راستہ بھی قریب تھا پس مسقط سے بلدہ مانڈوی کی کشتیوں پہ سوار ہو کر وہاں پہنچا اور وہاں سے کچھ مچھ۔ جودھپور اور ناگور میں پہنچا اور وہاں سے جھوبخنوں اپنے شہر پہنچ گیا۔ ایک ماہ گھر میں رہ کر سنگھڑ شریف حاضر ہوا۔ اور حضرتِ محبوب یزدانیؒ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اور تبرکات جو حرمین شریفین سے لایا تھا، حضرت صاحبؒ کی نذر کئے۔ وہاں چند ماہ رہ کر واپس اپنے وطن آ گیا۔ اور اسی طرح ہر سال حضرت صاحبؒ کے وصال تک فقیر کی آمد و رفت سنگھڑ شریف رہی یعنی ۱۲۵۳ھ میں حضرت صاحبؒ کا مرید ہوا تھا اور حضرت کا وصال ۱۲۶۷ھ میں ہوا۔ پس چودہ برس ہر سال اس محبوب حقؒ کی خدمت میں جاتا رہا۔ اور ان کی صحبت بابرکت سے فائدہ حاصل کرتا رہا۔ البتہ اس عرصہ میں ایک دو سال قضا ہوئے۔ ایک سال حج کی وجہ سے اور ایک دو سال دوسرے عذر کی وجہ سے۔ حضرت صاحبؒ کے وصال کے بعد تین مرتبہ سنگھڑ شریف حضرت صاحبؒ کے عُرس پہ جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور آپ کے وصال کے وقت بھی حاضر تھا اور غسل اور کفن دفن کے وقت وہاں موجود تھا۔ اور ان تینوں اوقات میں حاضری کو اپنی سعادت کا وسیلہ جانتا ہوں الحمد للہ علیٰ ذالک

واضح رہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کا ذکر آ گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض دیگر اوقات میں جو خواب آپ کی زبانِ مبارک سے سُنے ہیں ان کا بھی ذکر کیا جائے۔ حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ یہ فقیر بلدہ جھوبخنوں سے سنگھڑ شریف کی طرف جا رہا تھا۔ جب بلدہ سرسہ میں پہنچا تو جمعرات کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بیٹھے ہیں۔ جب میں نے قدمبوسی کے لئے سر نیچا کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پائے مبارک دراز کر دئے تاکہ اچھی طرح سے قدم بوسی کر دوں۔ پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرود و سماع کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ جو کوئی محبتِ خدا کے لئے سُنے اس کے لئے حلال ہے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ مجھے خدا کے دیدار کا بہت شوق ہے۔ فرمایا

کہ مجھے سماع و سرود کی حالت میں حاصل ہو جائے گا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ تسبیح رکھنے اور اس پر پڑھنے کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ اور میرے کیسہ میں تسبیح تھی۔ میں نے نکالی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دی۔ فرمایا۔ یہ بھی میری سُنت ہے۔

جب تونسہ شریف میں پہنچا تو مولوی صاحب یعنی جناب احمد تونسوی صاحب سے عرض کیا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

قال علیہ السلام من رأنی فقد راء الحق ان الشیطان لا یمثّل لی"

(حضور کا فرمان ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے فی الواقعہ مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت بنا کر نہیں آسکتا) کیا یہ درست ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر خواب میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرمائیں۔ وہ بھی حق ہوگا۔ کہنے لگے۔ ہاں۔ میں نے کہا کہ دو مسئلوں میں شک نہیں ہے۔ مگر تیسرے مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تسبیح رکھنا بھی میری سُنّت ہے۔ یہ کس طرح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم تسبیح کب رکھتے تھے؟ فرمایا کہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم تسبیح نہ رکھتے تھے۔ مگر تسبیح کی ایجاد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ہو گئی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے تسبیح رکھی ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے دوستوں اور یاروں کا طریقہ ہی عین طریقۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ جیسا کہ حدیثِ صحیح میں آیا ہے:

قال علیہ السلام: خیر القرون قرنی ثُمّ الّذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثُمّ الّذین یلونھم،

(بہترین زمانہ تو میرا زمانہ ہے پھر جو اس کے ساتھ والا۔ اور پھر جو اس کے ساتھ والا اور پھر جو اس کے ساتھ والا ہے وہ زمانہ بہتر ہے)

پس اس وقت میری تشفی ہوئی۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ یہ فقیر اجمیر شریف میں خواجہ بزرگؒ کی درگاہ کے نقار خانہ کے سامنے کھڑا ہے۔ اور چند اور لوگ بھی کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ خواجہ صاحبؒ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے

ہیں۔ میں اُن کے دیدار کے اشتیاق میں کھڑا ہوں۔ اتنے میں دیکھا کہ دونوں محبوبان ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے آرہے ہیں۔ میں نے چاہا کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمبوسی کردں۔ کہ کسی بزرگ نے میری گردن پکڑ کر پہلے خواجہ بزرگ رح کے قدموں میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ میں نے بہت اچھی طرح سے ان کی قدم بوسی کی۔ پھر خواجہ بزرگ رح نے میری گردن پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اچھی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قدم بوسی کی۔

فرماتے تھے کہ ایک رات دیکھا کہ کسی بزرگ کی خانقاہ ہے۔ میں ان کے روضہ میں قبلہ کی طرف پُشت کئے اور اُس بزرگ کے چہرہ کی طرف توجہ کئے فاتحہ پڑھ رہا ہوں۔ اتنے میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس روضہ میں تشریف لے آئے اور اس بزرگ کے سرہانے کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ جب فاتحہ سے فارغ ہوئے تو میری طرف دیکھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوکر یہ راگِ ہندی پڑھا:

راگ ہندی

رسول کریم سے عرض میری اب تو جیون اُور سے اَن بیتی ہے
کوئی ایسا نہیں جا سے کہیئے سب کو جو پڑی اپنی اپنی ہے
غریب کے کام میں بیچ بچ کھیچی بیچ کے بیریان تو او رگھنی ہے
جے تم کا ہو کے بھروسے رہو گے تو آپ بنا میرا کون دھنی ہے

میں نے بعد میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی بخش دیں گے اور میری شفاعت کریں گے۔ فرمایا ہاں تجھے بھی بخش دیں گے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت حاجی صاحب رح سے منقول ہے کہ ایک دن یہ فقیر اور میاں امام علی صاحب کہ اس فقیر کے یک جدی بھائی تھے اور خدا سے مشغول تھے، حضرت مخدوم حسین ناگوری رح کی خانقاہِ چلہ میں بیٹھے تھے اور مشارٌالیہ اپنی ارادت اور اپنے احوال اس فقیر کے سامنے بیان کر رہے تھے۔ میں نے کہا میاں صاحب آپ خود اتنا مجاہدہ نہ کریں۔ البتہ اگر مُرشدِ کامل کے ارشاد سے اور راہبر واصل کی تعلیم سے یہ مشاہدہ ومجاہدہ کریں تو پھر آپ کے

حق میں بہتر ہوگا اور دوستانہ طور پر چند نصیحتیں اور بھی انہیں کیں۔ پھر وہاں سے آکر اپنے مکان پر کچھ دیر سویا۔ آدھی رات تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ سبز عمامہ عربی طرز پر سر پہ باندھ رکھا ہے اور دیگر تمام کپڑے سفید ہیں۔ اور چہرۂ مبارک چودھویں کے چاند کی مثل درخشاں ہے۔ اور اصحاب میں سے حضرت حسان بن ثابت رض آپ کے ہمراہ ہیں۔ میرے نزدیک آکر فرمایا:

"لیس الانسان الا سیّد الکامل"

پھر اپنے دستِ مبارک سے اُن صحابی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "لَہٗ وَھُوَالحسّان"

پھر ہندی زبان میں فرمایا:

"جس نے اس کی قدم بوسی کری اوس نے میری قدم بوسی کری۔"

یہ فرما کر جس طرف سے تشریف لائے تھے اُسی طرف واپس چلے گئے۔ اور حضرت حسان بن ثابت رض کھڑے رہے۔ پس میں ان کے قدموں میں گر پڑا۔ اور دیر تک ان کی قدم بوسی کی۔ اسی اثنا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پھر تشریف لے آئے میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ میں نے ان کی قدم بوسی کی ہے۔ فرمایا۔ اچھا کیا جس نے ان کی قدم بوسی کی اس نے میری قدم بوسی کی۔ اس اشارہ سے معلوم ہوا کہ جو کوئی مرشدِ کامل کی قدم بوسی کرتا ہے، وہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کرتا ہے۔ کہ:

"النائبُ کالمنیب وعلماءُ اُمّتی کانبیاءِ بنی اسرائیل"

(نائب منیب کی طرح ہوتا ہے اور میری اُمّت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں)

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے فرماتے تھے کہ برخوردار عبداللطیف جو میرا بیٹا ہے، ایک دفعہ میرے سامنے بیان کرتا تھا کہ ایک رات دیکھا کہ میں اور چھوٹا بھائی نور احمد ایک جگہ کھڑے ہیں اور کچھ لوگ وہاں کھانا کھا رہے ہیں۔ اس دوران ایک بزرگ سبز عمامہ باندھے حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ اور کہنے لگے دوستو اِن میاں نجم الدّین کے بیٹوں کو بھی کھانا کھلاؤ۔ پس ہمیں بھی کھانے میں شریک کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ الحمد للہ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی

اس قدر شفقت و توجہ اس فقیر پر ہے۔ اور یہ سب میرے پیر و مرشد کے طفیل ہے۔ ورنہ اپنا حال اور اپنے گناہوں کا حال جانتا ہوں۔

یہ سب ابتدائے حال کے احوال اور واردات خود حضرت حاجی صاحبؒ کی بیان کردہ اور اب حاجی صاحبؒ کا جو مقام ہے وہ حاجی صاحب جانتے ہیں یا اس کا مقام دینے والا جانتا ہے۔

حاجی صاحبؒ کی تصنیفات بے شمار ہیں:۔

(۱) ایک رسالہ پیو ملانی وغیر بھولانی ہندی نظم میں ذکر و اشغال کے بارے میں ہے۔
(۲) ایک بارہ ماہیا نظم ہندی ہے جو مکہ و مدینہ کے درمیان اپنے پیر کے عشق میں کہی ہے
(۳) دیوان نجم۔ غزلیات ہندی میں ہے (۴) ایک پریم گنج ہے جس میں دوہرے جمع کئے ہیں حروف تہجی کے لحاظ سے۔ (۵) ماحی الغیریت کے نام سے نظم ہندی علم حقائق میں ہے۔ (۶) گلزار وحدت۔ علم حقائق میں ہے۔
(۷) پریم کہانی نظم ہندی (۸) شجر العارفین (۹) شجرۃ الانوار (۱۰) شجرۃ المسلمین
(۱۱) مقصود المریدین فی شرح اوراد نصیر الدینؒ (۱۲) رد المنکرین فی سماع السامعین
(۱۳) راحت العاشقین (۱۴) حیات العاشقین فی لقاء رب العالمین۔
(۱۵) مقصود العارفین (۱۶) نجم الہدایت (۱۷) فضیلۃ النکاح (۱۸) تذکرۃ الواصلین
(۱۹) مناقب التارکین (۲۰) مناقب المحبوبین (۲۱) بیان الاولیاء (۲۲) قبالات نجمی۔
(۲۳) افضل الطاعۃ (۲۴) احسن العقائد (۲۵) نجم الآخر۔

حاجی صاحبؒ کے تصرفات بہت زیادہ ہیں کہ اس کی تفصیل کتاب کی طوالت کا سبب ہوگی۔ اور ہم اختصار کر رہے ہیں لیکن مختصراً چند کا ذکر کرتے ہیں تاکہ کچھ تو ذکر ہو جائے۔

منقول ہے کہ منشی عابد علی صاحب اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ان کی منکوحہ حاجی صاحبؒ کی مرید تھی۔ ناگہاں بیمار ہوگئی۔ بیماری طول پکڑ گئی۔ قضائے الٰہی سے نزع کا وقت آگیا۔ عین حالت نزع میں مجھ سے پوچھا کہ حضرت مرشد صاحب اس وقت میرے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ منشی صاحب کو حاجی صاحبؒ کا نام بھول گیا تھا،

انہوں نے کہا کہ نظام الدّین صاحب۔ ہمیں حضرت نجم الدّین صاحب کا نام یاد تھا۔ ہم نے کہا کہ تمہارے مُرشد کا نام نجم الدّین ہے۔ پھر سُن کر کہا کہ اس وقت میرے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست　　　دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

دوسری نقل ہے کہ شیخ امام علی صاحب ساکن اجمیر شریف فقیر سے کہتے تھے کہ بردہ فروشی کی تہمت میں مجھے دس سال کی قید ہوگئی۔ یہاں تک کہ کالا پانی کی سزا ہوگئی محمد ہاشم خان کہ حضرت کے مریدوں میں سے اور شیخ صاحب کے قرابتداروں میں سے تھا۔ اس نے مقدّمہ کیا اور حضرت حاجی صاحبؒ کو بھی اطلاع کردی جس روز شیخ صاحب موصوف رہا ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اجمیر شریف میں غریب نوازؒ کی زیارت کے لئے گئے ہیں اور وہاں حضرت حاجی صاحبؒ بھی مراقب ہیں۔ میں اس انتظار میں ہوں کہ یہ آنکھیں کھولیں اور خواب میں میں بے چین تھا اور چاہتا تھا کہ مراقبہ میں ہی گستاخانہ سلام کہہ دوں "صاحب الغرض مجنون" مشہور ہے۔ ناچار میں نے سلام عرض کیا کہ حضرت اس وقت مدد کی ضرورت ہے۔ جب وقت گزر جائے گا۔ پھر ہمارے کس کام آئیں گے۔ ارشاد فرمایا۔ کہ میں بھی تیرے کام سے آیا ہوں۔ میں اس بشارت سے خوش ہوا۔ فرمایا۔ اندر زیارت کے لئے جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت پاسِ ادب سے اندر نہیں جا رہا۔ فرمایا تمہارا یہ کام کیا۔ تم جاؤ۔ میں زیارت کے لئے اندر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت غریب نوازؒ موجود ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تمہیں رہا کردیا۔ اور ایک اٹھنی بھی مجھے دی۔ میں اُسی وقت بیدار ہوا۔ کچھ وقت کے بعد میری رہائی کا حکم آگیا۔ اور اس دن سے اب تک ۸ آنہ روز یعنی پندرہ روپیہ مہینہ پاتا ہوں۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ کے طفیل حضرت غریبؒ نواز کی زیارت بھی نصیب ہوگئی۔

تیسری نقل ہے کہ راجہ سیکھر مر گیا۔ اس کی رانیاں چاہتی تھیں کہ ہردن سنگھ جو سیکھر کے راجوں کا قرابت دار تھا، اسے متوفّی راجہ کی گدّی پر بٹھا دیں۔ رانیوں کی طرف سے کچھ لوگ حاجی صاحبؒ کے پاس آئے اور التجا کی۔ حاجی صاحبؒ کو چونکہ حق تعالیٰ کی طرف

معلوم تھا کہ بہرون سنگھ راجہ ہوگا۔ ان لوگوں سے کہا کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ جو کچھ چاہتے ہو کہو۔ جتنا زیادہ وہ منت و زاری کرتے تھے قبول نہ ہوتی تھی۔ لوگ پیرزادہ امام علی کے پاس گئے۔ جو سلطان التارکین کی اولاد سے تھے۔ اس نے کہا کہ میں دعا کرونگا کہ بہرون سنگھ راجہ نہ بنے۔ چند دنوں کے بعد پیرزادہ مذکور سیکر آیا۔ کہ بہرون سنگھ نام کا بت بھی جو ہندؤوں میں مشہور ہے وہ بھی سیکر میں نہ رہے گا چہ جائیکہ بہرون سنگھ راجہ ہو جائے۔ یہ بات حاجی صاحبؒ تک پہنچی۔ حاجی صاحبؒ نے چاہا کہ بہرون سنگھ کے نام کے اعداد لکھ کر دیں کہ اس نام کا راجہ ہوگا۔ مگر غایت حلم سے راز ظاہر نہ فرمایا۔ بالآخر بہرون سنگھ راجہ ہو گیا۔

چوتھی نقل ہے کہ میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ ۱۲۸۳ھ میں محمد ہاشم خان صاحب کی بیوی کو بخار ہوا کہ اس کا علاج میرے ذمہ تھا۔ اس کے لڑکی ہوئی تھی اور اس کا پیٹ خراب ہو گیا تھا۔ اور اس حالت میں بدپرہیزی کی تھی۔ اسے بہت تکلیف تھی۔ اور حاجی صاحبؒ جانتے تھے مگر عدم اظہار کی رعایت سے ایک تعویذ لکھ کر عطا کیا کہ اپنے سر کے نیچے رکھیں جس وقت نقش مذکور سر کے نیچے رکھا تپ اتر گیا۔ پھر نہ ہوا۔

ایک اور بات جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ حضرت خواجہ محبوب رحمان جناب شاہ محمد سلیمان صاحبؒ کے عرس مبارک کے ختم پر ۱۲۸۴ھ میں شہر فتح پور سیکر میں آگ لگ گئی اس جگہ پر جہاں حضرت صاحبؒ کا عرس ہو رہا تھا۔ حاجی صاحبؒ قیلولہ میں تھے۔ شہر کا چوتھا حصہ جو کچا تھا جل گیا۔ اس حالت میں حاجی صاحبؒ بیدار ہوئے اور آگ کا معاینہ کیا۔ رحم آ گیا۔ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور خلاف دستور ایک ہی بار آگ بجھ گئی۔

اسی پر کفایت کرتا ہوں۔ انشاءاللہ تفصیلاً حالات کسی ایک کتاب میں لکھے جائیں گے۔

اَلحمدُ للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبی ختم المرسلین
وآلہٖ واصحابہٖ الطاہرین

خاتمۃ الطبع

خدا دندِ بے ہمتا کی مدد سے اور خالقِ یکتا کی یاوری سے نسخہ مناقب المحبوبین حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رح و محبوبِ رحمان حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی رح کے حالاتِ بابرکات میں حسبِ اہتمام جناب فیاضِ زمان شیخ الٰہی بخش صاحب تاجرِ کتب لاہور بازار کشمیری مطبع محمدی واقع لاہور " غازہ ارتسام بروما لیدہ حلیہ انطباع در برکشید "

قطعۂ طبع

از محمد عبدالرشید رضا لاہوری

طبع گردید ایں کتاب پُر ہدا
از الٰہی بخش تاجر باصفا
سالِ طبعش راچو رضا فکر کرد
گفت ہاتف ارمغان بے بہا
۱۳۱۲ھ

حرفِ آخر

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے مومنوں پر سب سے بڑا احسان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ ہم خوش بخت ہیں کہ ہمیں یہ نسبتِ عظیم نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں انبیائے کرام کے بعد صدیقین۔ شہدا اور صالحین ہیں۔ الحمدللہ کہ ہمیں صالحین۔ اولیاء اللہ اور مشائخ کرام کی نسبتِ پاک حاصل ہوئی کیونکہ یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جو صراطِ مستقیم پر ہیں اور انعام یافتہ گروہ ہیں۔

صالحین کے اس منتخب گروہ میں ایک گروہ مشائخ چشت کا ہے۔ برّصغیر پر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا احسان خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہیں۔ جنہوں نے اس ملک میں اسلام کی تبلیغ کی اور اسلام کی حکومت بھی قائم کی۔ اسی گروہِ عظیم کے ایک فردِ فرید شیخ الاسلام حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ ہیں جنہوں نے ۷۵۰ برس قبل برّصغیر میں اور بالخصوص اس خطہ میں جو آج پاکستان ہے، پاکپتن کو روحانی دارالخلافہ قرار دے کر یہاں اسلام کی اور سلسلۂ چشتیہ کی عظمت کا سکہ بٹھایا

سلسلۂ چشتیہ کے مجدد محب النبی حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ کا اس خطۂ پاکستان پر احسان ہے کہ انہوں نے اپنے ایک خلیفۂ اعظم قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر پنجاب میں بھیجا۔ انہوں نے پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اسلام اور سلسلہ کا پیغام پہنچایا اور چراغِ چشتیاں کو اس علاقہ میں دور دور تک روشن کیا۔

میرے والد گرامی حضرت مولوی محمد حسین قیس چشتی سلیمانی دینانگری نے ۱۳۲۳ھ میں حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ کے دستِ مبارک پر بیعت

کی اور پھر اُنہی کے حکم کے مطابق دہلی شریف چلے گئے۔ جہاں تقریباً تیس ۳۰ سال حضرت میاں شاہ محمدؒ عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلویؒ کی خدمت میں رہ کر سلوک کے مقامات طے کئے اور خلافت حاصل کی۔ حضرت میاں شاہ محمدؒ عبدالصمدؒ حضرت مولانا نصیرالدینؒ کالے میاں صاحب دہلویؒ کے نواسے تھے۔ اور میاں کالے صاحبؒ حضرت مولانا فخرالدینؒ دہلویؒ کے پوتے تھے۔ میاں عبدالصمدؒ کو اپنے والدِ گرامی شاہ عبدالسلام سلیمیؒ کے علاوہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ سے بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ کا فیضان دہلی میں آپ کے وصال ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ تک جاری رہا اور آج بھی جاری ہے۔

اس خاکسار و ناچیز کی بیعتِ ارادت حضرت میاں عبدالصمدؒ سے ہے۔ پدری نسبت، خاندانی ماحول اور روحانی نسبتوں کی وجہ سے مجھے مشائخ خاندانِ چشتیہ بالخصوص خواجگان فخری، مہاروی اور تونسوی سے خاص نسبت، عقیدت اور محبت ہے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد میں نے ان حضرات کے مناقب و ملفوظات کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے میں ان تینوں خاندانوں کے تمام حضرات سے یکساں محبت و عقیدت رکھتا ہوں سب کا احترام و ادب کرتا ہوں۔ اور اپنے آپ کو سب کا کفش بردار سمجھتا ہوں۔

"مناقب المحبوبین" کا مکمل اردو ترجمہ خاکسار نے اپنی قابلیت و ہمت کے مطابق کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس سے بہتر تراجم ہو سکتے ہیں۔ ہمارے سلسلۂ عالیہ میں بڑی بڑی عالم اور فاضل ہستیاں موجود ہیں۔ جن کے سامنے میری حیثیت محض ایک خوشہ چیں کی ہے۔ مشائخ کرام نے یہ کام اس ناچیز سے لینا تھا۔ یہ اُن کا کرم ہے۔ حضرات و احباب میری غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اگر اسے قبول فرمالیں تو ذرّہ نوازی ہوگی اور میں دلی طور پر شکر گذار ہوں گا۔

صاحب "مناقب المحبوبین" نے اپنی تصنیف میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رح کے حالات کے آخر میں مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر آپ کا تذکرہ ختم کر دیا ہے:

"آپ کے مناقبات بے شمار ہیں کہ احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔ اس لئے انہی چند پر اکتفا کرتا ہوں۔ آج ۲۲ محرم ۱۲۷۸ھ ہے اور آپ کی عمر ابھی ۳۶ برس کی ہے۔ اس عمر میں آپ اس عروج روحانی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ خضری عطا فرمائے اور روز بروز مدارج و مراتب اعلیٰ عطا کرے۔ نیز ہمارے اعلیٰ حضرت رح کے مقاماتِ اعلیٰ اور ان کی مطابقت ظاہری و باطنی نصیب فرمائے۔ (مناقب المحبوبین فارسی: صفحہ ۲۳۶)

"مناقب المحبوبین" کا ملخص اُردو ترجمہ خاکسار نے ۱۳۹۷ھ میں کیا تھا۔ اس میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رح کے حالات کو آپ کے وصال ۱۳۱۹ھ تک مکمل کر دیا تھا اور آپ کے بعد کے سجادہ نشینان کا بھی مختصر تذکرہ شامل کر دیا تھا۔ نیز تذکرۂ خواجگانِ تونسوی (جلد اول) میں حضرت خواجہ اللہ بخش رح کے مکمل حالات درج کر دئے تھے۔ اس لیئے اب یہاں ان مناقب و حالات کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے — البتہ یہ ارادہ تھا کہ کتاب کے حصۂ آخر میں اشاریہ، کتابیات، موضوعات، مقامات اور شخصیات کے ایک باب کا اضافہ کردوں گا۔ مگر نہ کر سکا۔ البتہ ایک نہایت ہی عمدہ تاریخی اضافہ کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، جس پر اس سے قبل آج تک کام نہیں ہوا۔ اور وہ اضافہ یہ ہے کہ حضراتِ محبوبین رح کی تمام اولادِ نرینہ کے اسمائے گرامی درج کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رح کی اولادِ نرینہ کے اسمائے گرامی کا گوشوارہ صاحبزادہ میاں محمد اشرف صاحب نظامی مہاروی دامت برکاتہ نے بکمال نوازش مرتب فرمایا ہے۔ جب کہ حضرت پیر پٹھان رح کے خاندان کے گوشوارے کی ترتیب میں بہت سے حضرات و احباب نے تعاون کیا مگر زیادہ تر رہنمائی جناب خواجہ حافظ عبدالمناف صاحب دامت برکاتہ سے حاصل ہوئی۔

آخری باب کا اضافہ نہ کرنے کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ اُردو ترجمہ میں کتاب کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے۔ اصل فارسی کتاب ۳۸۰ صفحات کی تھی۔ ترجمہ کی ضخامت ۶۴۱ صفحات ہو گئی۔ ابتدائی حصہ میں دیباچہ و تعارف ضروری تھا۔ اس سے بھی ضخامت اور بڑھ گئی۔ اس لئے اشاریہ اور دیگر اہم اضافے رہ گئے جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ بس جو کچھ اور جیسا بھی پیش کر سکا ہوں اسے قبول فرمائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سبحان ربّک ربّ العزۃ عمّا یصفون

وسلامٌ علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

طالبِ دُعا

خادم الفقراء

افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

عفی عنہٗ

افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

نام نامی : افتخار احمد

عرف عام : پروفیسر چشتی صاحب

والد صاحب : صوفی محمد حسین قیس چشتی صمدی سلیمانیؒ

ولادت : ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ : ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء
دینا نگر، ضلع گورداسپور

تعلیم : فاضل فارسی اورنٹیل کالج لاہور ۱۹۳۴ء
او۔ ٹی۔ علوم شرقیہ
ڈپلومہ جرنلزم (پنجاب) ۱۹۴۹ء
ایم۔ اے۔ علوم اسلامیہ۔ (پنجاب) ۱۹۵۲ء

اساتذہ کرام : ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم
علامہ علاؤالدین صدیقی صاحب مرحوم
جناب شاداں بلگرامی صاحب مرحوم
حافظ محمود شیرانی صاحب مرحوم
مولانا نجم الدین صاحب مرحوم
مولانا علم الدین سالک صاحب مرحوم
ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر صاحب مرحوم
سید محمد کاظم ترمذی صاحب مرحوم
ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب دامت برکاتہ'

ارادت: حضرت میاں خواجہ شاہ محمد عبدالصمد
فخری فریدی سلیمی دھلوی ؒ ۱۹۴۷ء

خلافت: ۱۔ حضرت خواجہ خان محمد تونسوی ؒ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف ۱۹۷۳ء
۲۔ حضرت میاں محمد باقر صاحب فریدی دامت برکاتہ
نبیرہ و سجادہ نشین حضرت شاہ محمد عبدالصمد دہلوی ؒ ۱۹۷۵ء

مصروفیات: مدرس۔ ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول۔ دینانگر ۵ سال
محکمہ اسلامک ریکنسٹرکشن پنجاب ۱ سال
محکمہ تعلیم (کالجز) پنجاب
لیکچرار اسلامیات گورنمنٹ کالج جھنگ ۳ سال
صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج۔ لائل پور ۲۰ سال

بانی، نگران و صدر: ۱۔ مجلسِ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج۔ لائل پور
۲۔ مجلسِ اقبال۔ لائل پور
۳۔ جامعہ چشتیہ ٹرسٹ۔ لائل پور۔
۴۔ چشتیہ اکادمی۔ فیصل آباد
۵۔ اسلامک اکیڈمی ٹرسٹ۔ فیصل آباد (رجسٹرڈ)

تصنیف و تالیف

درسی کتب: ۱۔ تعارفِ قرآن جدید بک ڈپو فیصل آباد

۲۔ تشریح القرآن ۔ سورۃ آلِ عمران
جدید بک ڈپو ۔ فیصل آباد

۳۔ تشریح القرآن ۔ سورۃ محمد و فتح و حجرات
جدید بک ڈپو ۔ فیصل آباد

تحقیقی کام: ۱۔ پاکستان کے دینی مدارس کا جائزہ
جامعہ چشتیہ ٹرسٹ لائل پور

۲۔ علامہ اقبال کا تصورِ مذہب

۳۔ مختلف مذاکرات و کانفرنسوں میں مقالے

ماہنامہ ۱۔ اسلامی تعلیمات و تصوف کے نقیب
"روحانی پیغام" کا اجرائے ثانی

مختصر تذکرے، پیرِ کامل ۔ خواجہ محمد عبد الصمد فخری دہلویؒ
ذکرِ حبیب ۔ مولوی محمد حسین قیس چشتی سلیمانیؒ
قبلۂ عالم ۔ خواجہ نور محمد مہارویؒ
شہبازِ طریقت ۔ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ
آفتابِ چشتیاں ۔ خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ
عطائے موسوی ۔ خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ
حامیٔ چشتیاں ۔ خواجہ محمد حامد تونسویؒ
ماہتابِ تونسوی ۔ خواجہ حافظ غلام سدید الدین تونسویؒ
خواجۂ دلنواز ۔ خواجہ خان محمد تونسویؒ
غوثِ زماں ۔ مناقب و محاسن پیر پٹھانؒ

تالیفات و تراجم

۱۔ ملخص اردو ترجمہ "مناقب المحبوبین"
از حاجی نجم الدین سلیمانیؒ
اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ لاہور ۱۹۷۹ء

۲۔ تذکرہ خواجگانِ تونسوی
چشتیہ اکیڈمی۔ فیصل آباد ۱۹۸۵ء

۳۔ مکمل اردو ترجمہ مناقب المحبوبین
از حاجی نجم الدین سلیمانیؒ
چشتیہ اکیڈمی۔ فیصل آباد ۱۹۸۷ء

۴۔ ملخص اردو ترجمہ "مخزنِ چشت"
از خواجہ امام بخش مہارویؒ
چشتیہ اکیڈمی۔ فیصل آباد ۱۹۸۷ء

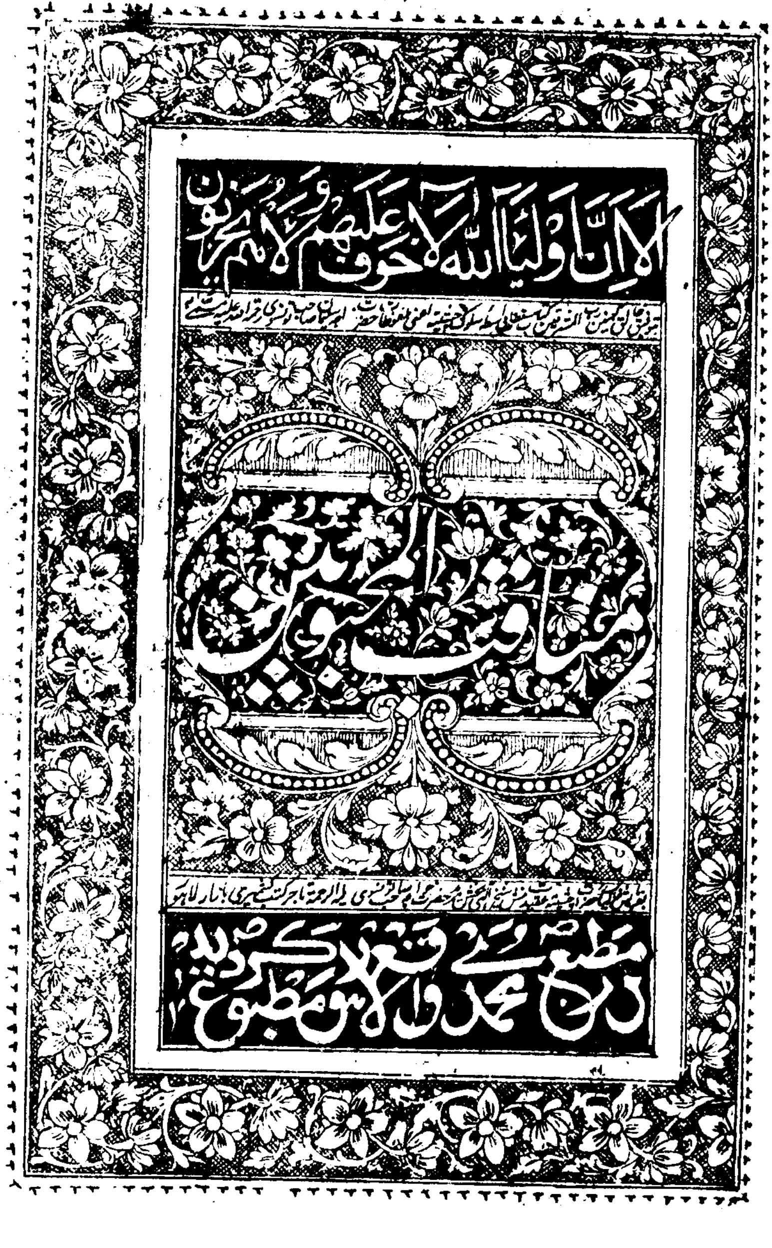
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

مناقب المحبوبین

در مطبع محمدی واقع لاہور مطبوع گردید

اُس مطبوعہ کتاب کا سرورق جس کا ترجمہ کیا گیا۔

"مناقب المحبوبین"

ملفوظاتِ مشائخ چشت میں مناقب المحبوبین' کو اہم مقام حاصل ہے۔ یہ حاجی نجم الدین سلیمانی رحؒ کی فارسی تصنیف ہے۔ انہوں نے ۱۲۷۸ھ میں اسے مرتب کیا۔ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحؒ تک کے مشائخ کے مختصر حالات ہیں مگر قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحؒ اور پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحؒ کے مفصل حالات ہیں اور 'محبوبین' سے یہی دونوں حضرات مراد ہیں۔

حاجی نجم الدین سلیمانی خواجہ حمید الدین ناگوری رحؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحؒ کے مریدِ خاص اور خلیفہ مجاز ہیں۔ حاجی صاحب رحؒ نے "مناقب المحبوبین" کو مکمل کرنے کے بعد مسند نشین سجادہ سلیمانی حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی رحؒ، حضرات و صاحبزادگان مہاروی رحؒ اور دیگر خلفاء و مریدین مجاز کی خدمت میں پیش کیا اور حرف بہ حرف سُنا کر سندِ تصدیق حاصل کی۔

یہ نایاب مستند ملفوظ مطبوعہ صورت میں غالباً پہلی بار ۱۲۸۹ھ میں اجمیر شریف سے شائع ہوا۔ دوسری بار اسے خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحؒ کے مرید شیخ الٰہی بخش تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے ۱۳۱۲ھ میں شائع کیا۔ یہی وہ مطبوعہ نسخہ ہے جس سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

ہمارے بزرگ و سرپرست جناب پروفیسر افتخار احمد صاحب چشتی سلیمانی نے پہلی بار اس تالیف لطیف کا اُردو میں ملخص ترجمہ کیا۔ جسے ۱۳۹۷ھ میں اسلامک بک فاؤنڈیشن نے لاہور سے شائع کیا۔ اب صاحب موصوف نے مکمل اُردو ترجمہ کیا ہے، جسے 'چشتیہ اکادمی' اپنے روایتی اہتمام کے ساتھ ۱۴۰۸ھ میں شائع کر رہی ہے۔

مینیجر "چشتیہ اکادمی" فیصل آباد
پاکستان

پتہ:- فرحت منزل، گلی نمبر ۷ چنیوٹ بازار
فیصل آباد۔ فون:- ۲۸۸۵۵